إِنَّ الدِّينَ عِندَ اللَّهِ الإِسْلاَمُ

دین تو خدا کے نزدیک اسلام ہی ہے

ضرورت چاہتی تھی کہ بمقابلہ سائنس اور فلسفۂ حال اسلام اور قرآن کے اصول نظریات و عملیات خدا تعالیٰ کی ذات و صفات۔ فرشتہ مرنے کے بعد روح کا باقی رہکر بغیر تناسخ ایک دوسرے عالم میں جزا و سزا پانا ثواب عذاب قبر جنت و دوزخ۔ نبوت الہام نبی کی روحانی قوت معجزہ وغیرہ) کو براہین سے ثابت کر کے جملہ شکوک و شبہات کا رد کر دیا جاوے۔ اور جملہ مذاہب کا اصلی حال بیان کر کے ان کے باطل پانا کافی مسائل سے ثابت کر دیا جاوے کہ وہ مذہب جو انسان کو جاودانی زندگی کا رستہ بتاتا ہے وہ صرف اسلام ہی ہے۔ اور جسقدر قرآن اور نبی علیہ السلام و اصول و مسائل اسلامیہ مخالفوں نے اعتراضات کر کے اسلام کی روشنی پر پردہ ڈالا ہے اسکو جواب تحقیقی و الزامی دیکر اٹھا دیا جائے۔ للہ الحمد کہ ایسی کتاب جو ان سب باتوں کو حاوی اور زمانہ حال کی ضرورتوں کو کافی ہو

البیان فی علوم القرآن

۱۳۲۲ھ

جسکے مصنف مولانا مولوی ابو محمد عبد الحق صاحب حقانی نے اس کتاب میں قرآن کے علوم اور انکے طرز بیان اور دلکش انداز کی تشریح کرتے ہوئے فصاحت بلاغت مجاز استعارہ کنایہ تشبیہ تمثیل وغیرہ امور پر بھی محققانہ بحث کر کے بہت اعتراضات کو تو سرے ہی اڑا دیا اور ثابت کر دیا ہے کہ معترض نے اصل مقصد کو سمجھا ہی نہیں اور مصطلحات قرآنیہ او ناسخ و منسوخ۔ اختلاف قرآت۔ حذف ابدال۔ شان نزول۔ قرآن کی جمع و ترتیب محکم و متشابہ تفسیر و تاویل وغیرہ امور پر بھی بڑی محققانہ بحث کی ہے۔ اور مفسرین او قرا کے طبقات بھی بیان کر کے ناواقفوں کو تنبہ کر دیا ہے کہ ہر تفسیر اسلامیوں کے نزدیک معتبر نہیں نہ ہر ایک طرف یہ ... جو مخالفین کا سرمایہ اعتراض ہے۔

بعہد میمنت مہد حامی اسلام معین القرآن شاہ دکن اعلیحضرت حضور نواب آصف جاہ میر محبوب علی خان بہادر خلد اللہ ملکہ

باہتمام خاکسار حافظ محمد عبد الستار بیگ
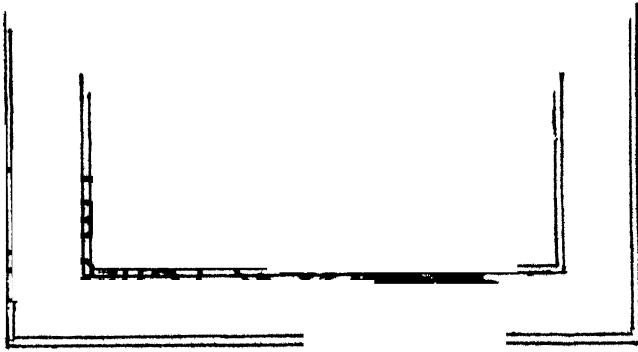
در مطبع تحفہ ہند دہلی طبع شد

تعداد جلد ۱۰۵۰ — (جملہ حقوق بذریعہ رجسٹری محفوظ ہیں) — قیمت مجلد ۔۔ ۳ؔ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تبارک الذی نزل الفرقان علی عبدہ لیکون للعلمین نذیرا فسبحان
من بعث من عبادہ رسولا ھادیا للناس الی الحق وجعلہ سراجًا
وھاجا وقمرا منیرا ؕ وصلوٰۃ اللہ علیہ وسلامہ وعلی آلہ واصحابہ
الناشرین لدینہ وکلامہ المتمسکین باھدابہ الناصرین لسنتہ وکتابہ

امابعد - قرآن خدا کا وہ نور ہے جو دنیا کو جبکہ وہ اندھیریوں میں سراسیمہ
ہو رہی تہی - روشن کرنے کے لیئے فاران کی چوٹیوں سے جلوہ گر ہوا اور آفتاب
عالمتاب کی طرح سے روشن ہوتا گیا جسنے تہوڑے سے زمانہ میں دنیا کو مشرق سے
مغرب تک روشن کر دیا یہ مکہ کی خشک پہاڑیوں سے چشمۂ رحمت جاری ہوا کہ جس نے
عالم کو بہت جلد سیراب کر دیا جسکی رکاوٹ اور بہی اسکے چاروں طرف پہوٹ کر بہنے
کا سبب ہوتی گئی کسیکا کوئی بہی حجاب اِس آفتاب کی شعاعوں کو مانع نہ آسکا اسنے
انسان کو خدائے غیر محسوس کا ایسا وجود مستقل ثابت کر دکھایا کہ جسکی نہ ابتدا ہے

نہ انتہا ہے جو نہ کسی شکل میں محدود ہے نہ کسی مکان میں محصور ہے جو فنا اور زوال
اور حدوث کے جملہ دہبّوں سے پاک ہے جو جملہ کمالات کا سرچشمہ ہے اسپر جمیع
اسباب کا سلسلہ تمام ہوتا ہے وہ نہ صرف انہیں چیزونکا خالق و مالک ہے جو انسانی
حواس سے محسوس ہیں بلکہ جہانتک اسکا ادراک اِس مکدر اور کثیف عالم سے ترقی
کر جائے اور عالم مجردات اور لطائف تک اسکی چشم پر نور دیکھنے لگے اِنکا بھی وہی خالق
اور مالک ہے۔ بلکہ جہانتک اسکے ادراک عقل و کشفی کا طائر تیز پرواز بھی نہ اڈکر جاسکے
انکا بھی وہی خالق و مالک ہے عالم کے جملہ تغیرات اسیکے زبردست ہاتھ کا کام ہے
موجودات میں سے کوئی بھی اسکی خدائی میں شریک اور حصہ دار نہیں بلکہ کسیکا وجود
بھی وجود اصلی نہیں ہے اِس کتاب مبیّن نے انسان کے لیئے سعادت دارین کی
راہیں بتائیں اسی نے اِسکی قوت نظریہ اور عملیہ کی تکمیل کر دی عقلی ادراک اور سائنس
کے اغلاط جو اسکی ضعف ادراک اور اوہام کی آمیزش سے پیدا ہوتے ہیں واضح
کر دیئے عالم کی ابتدا اور انتہا اور اسکی پیدائش اور ظہور تدریجی کا نقشہ سامنے
رکھدیا انسان کو اسکے سفر وجودی کے منازل کہ یہ کہاں سے آیا ہے اور کہاں جائیگا
اور اسکو مقام اصلی کے لیے اِس عالم میں کیا کیا کرنا چاہیئے۔ صاف صاف بتا دیئے
تہذیب اخلاق تدبیر المنزل سیاست مدن کے علوم بھی اوسنے سکھا دیئے اوسنے
انسانکو اپنی خدائی مہربان سے محبت اور عشقبازی کے دستورات اور اسرار بھی
تعلیم فرمائے۔ انسان جو پیکر جسمانی کے سبب حیوانوں جیسی زندگی لہو لعب شہوات
و لذات کو پسند کرتا ہے اور اوسی پیکر جسمانی کی وجہ سے ابتدا اً اسکا ادراک بھی نہایت
ہی محدود رہتا ہے وہ عالم مکدر کی چیزوں کا ادراک حواس خمسہ سے کرنا ہی جانتا ہے
اِس کتاب متقدس نے اوسکو پاکیزہ زندگانی کرنی بھی سکھادی اور اوسکی ادراک
محدود میں بھی ایک وسیع ترقی پیدا کر دی جس کتاب کی نسبت یہی اِقرار کرتے

بن آتی ہے ؎

لا یدرک الواصف المطری خصائصہ ٭ وان یکن سابقا فی کل ما وصفا ٭

ز فرق تا بقدم ہر کجا کہ مے نگرم　　　کرشمہ دامن دل می کشد کہ جا اینجاست

یہ کتاب مقدس اپنی آپ تفسیر ہے اسکے مطالب میں کچھہ بھی ایچ پیچ نہیں کہ جنکو بجز اشخاص محدودہ کے اور کوئی نہیں جانتا ہو بلکہ ہر ایک زباں داں عالم وجاہل علی قدر استعداد فہم سمجھہ سکتا ہے لیکن (۱) جو لوگ زبان نہیں جانتے وہ تفسیر اور ترجمہ کے محتاج ہیں (۲) اسیطرح اہل زبان بھی بعض مطالب عالیہ کو جو عبارت کی تہ میں مستور ہیں یا عہد نزول قرآن کے معاملات کہ جنکی طرف الفاظ میں اشارے ہیں۔ یا عبارت کے الفاظ میں تقید و اطلاق عموم و خصوص استعارات وکنایات ومجاز وتشبیہات ہیں انکو بغیر کیسی ماہر کے بتائے عمدہ طرح سے نہیں سمجھہ سکتے اس لیئے خود پیغمبر علیہ السلام نے بھی آیات کی تفسیر بیان فرمائی اور آپکے بعد صحابہ و اہل بیت نے اور ان کے بعد انکے فیض یافتوں نے بھی تفاسیر بیان کیں اور پہر یوماً فیوماً جسقدر دقتیں اور ضرورتیں پیش آتی گئیں تفاسیر لکھنی شروع ہوتی گئیں جنکی تعداد ہزاروں تک پہونچی جنمیں معتبر بھی ہیں اور نامعتبر بھی ہیں اور عدم اعتبار یا فنون روایت و درایت اور علوم عربیہ کے ناواقفیت کے سبب سے ہے یا عمداً خیالات فاسدہ کی قلعی چڑہانے اور آیات کے اصلی مطالب کو اولٹ پلٹ کر دینے سے ہے۔

اس زمانہ میں توفیق الہی نے مجھہ ناچیز کو بھی زمانہ کی ضرورتونکا احساس کراکے تفسیر لکھنے پر مامور فرمایا۔ بحمد اللہ تفسیر مکمل ہوکر ہدیۂ ناظرین ہوئی اور زمانہ نے اپنی ضرورتوں کا کافی چارہ گر سمجھہ کر ہاتوں ہاتہ اٹھایا اور آنکھوں سے لگایا اب ۱۳۲۲ھ میں دردمندان اسلام نے یہ مناسب جانا کہ اسکا انگریزی وغیرہ مغربی اور مشرقی زبانوں میں ترجمہ کیا جائے اسلیئے ان کے مذاق کے موافق مجھے مقدمہ تفسیر کی

ترتیب بدلنی اور بعض بعض مضامین کو کم وبیش کرنے کی ضرورت ہوئی اور اس ترتیب جدید کے لحاظ سے اسکا نام اَلْبَیَان فِیْ عُلُوْمِ الْقُرْاٰن نہایت موزوں اور مناسب خیال کیا گیا۔

اس کتاب میں وہ امور بیان ہونگے کہ جنکو مطالب ومضامین قرآنیہ سے نہایت تعلق ہے اور اسمیں ایک مقدمہ اور تین باب ہیں؛

مُقَدَّمَہ

فصل اوّل یہ امر بدیہی ہے کہ انسان کا ادراک کئی طرح سے ہے اوّل ادراک حسّی کہ وہ اپنے حواس خمسہ سے ادراک کیا کرتا ہے آنکھ سے دیکھتا کانوں سے سنتا ہے زبان سے چکھتا ناک سے سونگھتا ہے یہ چار قوتیں چار اعضا میں قدرت نے رکھدی ہیں جنکے ذریعہ سے اسکو علم حاصل ہوتا ہے۔ ہاتوں سے ٹٹولتا ہے یہ قوت لامسہ انسان کی تمام جلد میں ہے البتہ ہاتھوں میں اور پھر انگلیوں میں زیادہ تر ہے ان پانچ قوتوں کے ذریعہ سے جو کچھ انسان جانتا ہے وہ اسکا علم یقینی ہے جسکی اثبات پر جملہ عقلا متفق ہیں مگر حکما میں سے ایک فریق سوفسطائی اس علم کو بھی یقینی نہیں کہتا۔ وہ آنکھ سے دیکھی ہوئی کان سے سنی ہوئی ناک سے سونگھی ہوئی زبان سے چکھی ہوئی ہاتوں سے ٹٹولی ہوئی چیزوں میں بھی شک کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ان حواس کے ادراک میں بارہا مغالطہ ہو جاتا ہے چھوٹی چیز بڑی اور بڑی چھوٹی اور ایک کی دو دکھائی دیا کرتی ہیں کبھی تمام چیزیں سرخ کبھی سبز کبھی زرد دکھائی دینے لگتی ہیں حالانکہ سب ایک رنگ کی نہیں ہوتی ہیں۔ اسیطرح ذائقہ کی غلطیاں ہیں کبھی تمام چیزیں تلخ اور کبھی شیریں معلوم ہوا کرتی ہیں حالانکہ

سبکا ایک فرا نہیں ہوتا پہر کونسے حس کا اعتبار کیا جائے اور کسکو یقینی قرار دیا جائے
یہ عالم خیال ہے کسی چیز کی بھی کوئی اصلیت نہیں۔ انکا **جواب** یہ ہے کہ حواس کا
مغالطہ حواس کے خلل پذیر ہونے سے ہوا کرتا ہے سلامتی حواس کے وقت یہ مغالطہ
نہیں ہوتا آخر تم ہی تو کہتے ہو کہ موٹی چیز نہیں اور شیریں تلخ اور سفید زرد معلوم ہوا
کرتی ہے اگر حواس کے ادراک پر تمہارا یقین نہیں تو تمکو کیونکر معلوم ہوا کہ وہ چیز
موٹی تھی اور وہ شیریں اور وہ زرد تھی جو تمہیں چھوٹی اور تلخ اور زرد دکھائی دی۔
آگ اور پانی دراصل دو چیزیں جداگانہ ہیں دونوں کی دو حقیقت متمائیزہ ہیں جن کے
آثار و خواص تبارہے ہیں کہ یہ وہمی اور خیالی نہیں علوم حسیہ اور عالم محسوسات کی
بابت یہ چند ابحاث ہیں جنکا بیان کرنا اس مقام پر نہایت ضروری اور بہت ہی مفید ہے
(۱) ان حواس خمسہ ظاہرہ کی حقیقت میں جو حکما نے غور و فکر کی تو باہم بہت
کچھ اختلاف پیدا ہوا مثلاً آنکھہ سے جو چیزیں دکھائی دیتی ہیں اسکی متعدد وجہ
بیان ہوئی ہیں **بعض** کہتے ہیں کہ آنکھہ میں سے ایک جسم شاعی نکلکر ایک مخلث
مخروطی کے طور پر پھیلتا ہے کہ جس کا قاعدہ مبصر پر پڑتا ہے اور اسکا زاویہ آنکھہ
سے ملا ہوا ہوتا ہے **بعض** اس مخروط کو سرتاسر مصمت[ل] کہتے ہیں بعض کہتے ہیں
کہ زاویہ کے پاس سے تو مصمت ہوتا ہے اور آگے چلکر اوسمیں خطوط شعاعی پیدا
ہو جاتے ہیں اور ان خطوط شعاعیہ میں جو ہوا ہوتی ہے وہ بھی انہیں خطوط
شعاعیہ کیطرح نورانی ہو جاتی ہے اور رویت میں مدد دیتی ہے **بعض** کہتے ہیں
کہ آنکھہ سے ایک خط شعاعی نہایت باریک نکلکر مبصر پر جا کر منتہی ہوتا ہے پہر
فی الفور وہ سطح نورانی بمقدار مبصر بن جاتا ہے **بعض** کہتے ہیں کہ مبصر بتوسط
ہوا صافی آنکھہ کی رطوبت جلیدیہ میں آکر منطبع ہو جاتا ہے پہر امام رازی نے
خروج شعاع کے یہ معنی بیان کیئے ہیں کہ مبصر جب شعاع بصری کے مقابل ہوتا ہے

[ل] ٹھوس ۱۲ منہ

تو مبدر فیاض سے اوسکی سطح مقابل پر شعاع فائض ہوتی ہے جو ایک مخروطی شکل میں متوہم ہوتی ہے جسکا قاعدہ خود یہ شعاع اور زاویہ آنکھ کے قریب ہوتا ہے اور وہ ہوا جو مبصر اور دیکھنے والے کے درمیان ہوتی ہے اس شعاع سے متکیف ہوکر دیکھنے کا سبب بنجاتی ہے اور اب حال کی تحقیقات نے اور بھی غوامض حل کردیئے ہیں اسیطرح دیگر حواس کے محل اور کیفیت ادراک میں کلام ہے

(۲) ان حواس خمسہ ظاہرہ کے مقابلہ میں پانچ اور حواس باطنہ حکمار نے تسلیم کیے ہیں اوّل حس مشترک کہ جو کچھہ حواس خمسہ ظاہرہ سے معلوم کیا جاتا ہے اوسکی صورت اس حس میں آکر مجتمع ہوجاتی ہے اور اوس کی جگہ دماغ کے بطن مقدم کا اوّل حصہ ہے اور دلیل اوسکے وجود پر یہ ہے کہ آسمان سے جب کوئی پانی کا قطرہ گرتا ہے تو ایک خط مستطیل معلوم ہوتا ہے۔ حالانکہ وہ ایک قطرہ ہے جس سے معلوم ہوا کہ قطرہ کی اول صورت جو حس بصر نے محسوس کی تہی وہ اس خزانہ میں جمع تہی جب وہ قطرہ اپنے مکان سے دوسری جگہ منتقل ہوا تو اوسکی صورت بہی وہیں جاکر جمع ہوگئے جس سے ایک مسلسل خط معلوم ہونے لگا۔ دوئم حس مشترک کے مدرکات کی محافظ ایک دوسری قوت ہے جسکو خیال کہتے ہیں وہ تمام صورتیں اسمیں جمع رہتی ہیں جس سے ہم پہلے کی دیکھی ہوئی چیز کو پہچان لیتے ہیں کہ یہ وہی ہے جسکو ہمنے پہلے دیکھا تھا اور اسکا مقام بطن مقدم دماغ کا آخری حصّہ ہے سوئم ایک اور قوت ہے جو حس مشترک کے مدرکات میں سے معانی جزئیہ کا ادراک کرتی ہے جیسا کہ بکری شیر کی صورت مدرکہ سے عداوت اور اپنے بچہ کی صورت مدرکہ سے محبت کا ادراک کرتی ہے اور اسکا نام وھم ہے اور کبھی اسکو تخئیل بھی کہتے ہیں اور اس کا مقام دماغ کا بطن اوسط ہے چہارم ایک اور بھی قوت ہے جسمیں یہ جملہ معانی جزئیہ مجتمع رہتے ہیں اور وہ ان سبکا خزانہ ہے اوسکا نام حافظہ ہے اور اوسکا مقام دماغ کا

حس مشترک

خیال

وہم و تخئیل

حافظہ

آخری حصہ ہے اگر خاص اسپر کوئی آفت آجائے تو کوئی صورت مدرکہ بھی یاد نہ رہے
سب کو بھول جائے پنجم ایک اور قوت ہے جو اِن معانی جزئیہ میں تصرفات کیا کرتی
ہے کبھی ایک معنی کو دوسرے کے ساتھ ملا دیتی ہے جیساکہ ایک انسان کو دو بازو اور
دس سر اور چار ہاتھ اور چار مونہ کا تصور کرنا اور کسی چیز کا انسان کا چہرہ اور شیر کا دھڑ
خیال کرنا یا ہاتی کا چہرہ اور انسان کا بدن اوسکی ساتھ ملا دینا وغیر ذلک اور کبھی ایک
معنی اور ایک صورت کو دوسرے معنی اور صورت سے جدا کر دیتی ہے جیساکہ انسان کو
بے سر کا خیال کرنا اور گھوڑے کو دو پاونکا خیال کرنا اور انسان کو ایک ٹانگ کا خیال
کرنا اور کبھی اِس قوت کا تصرف خارج کے موافق اور کبھی مخالف ہوا کرتا ہے اس قوت
کا نام متصرفہ ہے اور جب اِس ترکیب دینے اور جدا کرنے میں وہم اس سے کام لیتا
ہے تو اوسکو **متخیلہ** کہتے ہیں اور جب نفس ناطقہ اس سے کام لیتا ہے تو اسکو
مفکرہ کہتے ہیں اور دماغ میں اسکے لیے کوئی مقام مخصوص نہیں۔

متصرفہ

حکمار کی اِن قوی میں بھی مختلف موشگافیاں اور تحقیقات عجیبہ اور اختلافات
ہیں جنکے ذکر کا یہ مقام نہیں۔

(۳) اِن حواس سے جو چیز معلوم کیجاتی ہے وہ جسمانی اور مادی ہوتی ہے اور
مادی میں بھی جب لطافت آجاتی ہے تو کبھی سب حواس اوسکے ادراک سے عاجز ہوجاتے
ہیں کبھی بعض بیکار ہوجاتے ہیں۔ مثلاً ہوا مکدر کو آنکھہ دیکھہ سکتی ہے اور جب وہ لطیف
ہوتی ہے تو وہاں بجز قوت لامسہ کے سب معطل ہوجاتے ہیں نہ آنکھہ دیکھہ سکتی ہے
نہ کان سن سکتے ہیں جبکہ اسمیں تموج کی آواز نہ پیدا ہو نہ زبان چکھہ سکتی ہے نہ ناک
سونگھہ سکتی ہے۔ ہاں بدن پر لگنے سے معلوم ہوتی ہے اور جب اسمیں کچھہ بھی روانی
نہو تب وہ بدن پر لگنے سے بھی معلوم نہیں ہوتی۔ کیونکہ اسکا بدن پر لگنا ہی محسوس
نہیں ہوتا۔

موجودہ حکمار نے حواس کی اعانت کے لئے آلات ایجاد کئے ہیں بڑی بڑی نفیس دوربینیں بنائی ہیں۔ جن سے بہت دور کی چیزیں صاف دکھائی دیتی ہیں نیرات اور ستارے اور ان کے حرکات اور دیگر حالات دیکھنے کیلئے۔ خوردبینیں بنائی ہیں جن سے وہ چیزیں بھی جو نہایت باریک ہیں جو بغیر اسکے آنکھ سے دکھائی نہیں دیتیں صاف اور موٹی دکھائی دینے لگتی ہیں جن سے بہت سے امور کرہ ہوائی کے دریافت کئے ہیں۔ اسیطرح شعاع بصری کی نفوذ کو قوت دینے والے آلات ایجاد کئے ہیں جو اجسام متحجرہ سے بھی پار ہو کر انکے پیچھے کی چیزوں کے ادراک میں کام دیتے ہیں۔ یا سمندر کی تہ کی چیزوں کو اور زمین کے اندر کی اشیار کو یا اندھیرے میں اشیار کو دکھانے میں مدد دیتی ہیں یا ہوا رمرطوب کو دکھاتے ہیں جس سے یہ بات معلوم کر لیجاتی ہے کہ اسقدر عرصہ میں ابر نبکر پانی برسنے لگے گا یا اسقدر عرصہ میں ہوا کا طوفان آئیگا وغیر ذالک۔

اسیطرح قوت شنوائی کے متعلق عمدہ آلات ایجاد کئے ہیں۔ آواز جو ہوا رمتکیف ہے اسکو کسی آلہ[1] میں بند کر لینا اور پھر مدت کے بعد اسی آلہ کے ذریعہ سے اوس بولنے والے کی آواز کو سن لینا سنا دینا یا آواز کو محفوظ کر کے آلہ[2] کے ذریعہ سے دور تک پہنچا دینا یا اندرونہ آوازوں کا سن لینا یا بہت دور دراز کی آواز سن لینا۔ اور پھر بھاپ اور برقی اور گیاس کی قوتوں سے عجیب و غریب کام لیا اور صدہا اختراعات کئے ہیں اور کرتے جا رہے ہیں۔ ریل۔ اسٹیمر کام کرنے والی مشینیں بنائی ہیں یہ سب مادیات میں تصرف اور جسمانی اشیار کے متعلق اختراع ہے۔ اس سے یہ سمجھ لینا کہ حقائق عالم کا انکشاف کر لیا ہے ایک غلط خیال ہے ابھی کرات عناصر اور دیگر اجسام کے جملہ خواص و تاثیرات جو فرداً فرداً یا ترکیباً ظہور پذیر ہوتے ہیں۔ بہت ہی دور ہیں۔ ان آلات و علوم کے اختراع سے پہلے جسطرح ان امور عجیبہ کو اوہام عامہ ناممکن کہتے تھے ایسطرح اور لاکھوں اسرار کو جو ہنوز ظہور پذیر نہیں ہوئے ہے

[1] فونوگراف ۱۲

کچھہ عجب نہیں کہ موجودہ حکمت وفلسفہ کے ترتیب یافتہ دماغ بہی ناممکن کہتے ہوں +

(۴) یہ حواس کچہہ نوع انسانی کیلئے ہی مخصوص نہیں بلکہ اُس مبدء فیاض کا فیض عام حیوانات بلکہ بعض نباتات تک بہی پہونچا ہے جس نے جملہ افراد حیوان و نباتات کے حالات کو کماحقہ جان لیا ہے معتبر قول تو اُسیکا ہے کہ آیا سب کو یہ سب حواس دیئے گئے ہیں یا انکے علاوہ دیگر حواس بہی دیے گئے ہیں کہ جو ادراک و انکشاف کیلئے انسانی اختراعات سے بہی زیادہ کارآمد اور قوی ہوں یا انمیں سے کیسکو سب اور کیسکو بعض دیئے گئے ہیں پہر ان کے حواس انسانی حواس سے برابر ہیں یا کم و زیادہ ہیں اور کمی و زیادتی ہی تو کن کن حواس میں ہے اور کن کن انواع حیوان میں ہے حکما نے اِس بارہ میں متعدد کتابیں تصنیف فرمائی ہیں مگر ہنوز وہ سب اس بحر بیکنار کا ایک قطرہ ہیں۔ مور وغیرہ بعض طیور کی شنوائی چیل اور گدہ کی بینائی۔ چینونٹی کی ناک مشہور ہے۔ بعض طیور آنیوالی وبائی حوادث کو پہلے سے معلوم کرکے وہانسے چلے جایا کرتے ہیں۔ انواع حیوانی کے حالات اور ان کے صنائع اور طبیعت اور تربیت اولاد اور موسموں کے لیئے ذخائر جمع کرنے کے علوم پہر اونکا قومی اتفاق اور نوع کی ہمدردی اور مخالفوں سے جنگ و جدال اور باہم نر و مادہ کا اختلاط اور اپنے منافع اور مضار کا احساس بیماروں کی تیمارداری و مداوی حیرت خیز ہے۔ جس سے اُن کے لیئے حواس اور دیگر ذرائع ادراک کا ثابت ہونا یقینی امر ہے +

اسیطرح نباتات کے حالات ہیں۔ چہوئی موئی کا ہاتہہ لگاتے ہی سمٹ جانا۔ بالیسدگی کے حجاب سے ادھر اودہر ہوکر اوپر نکل جانا۔ بعض نباتات میں نر و مادہ کے امتزاج سے توالد و تناسل ہونا بار لانا اسبات کی دلیل ہے کہ مبداء فیاض نے اونکو بہی حس و ادراک کاکچھہ نہ کچھہ ان کی ضرورت کے موافق حصہ دیا ہے جمادات میں اون کی خواص اور باہمی کشش اور دیگر حالات ثابت کرتے ہیں کہ وہ بہی اِس فیض سے محروم نہیں +

دوربین تہرامیٹر وغیرہ ۱۲ منہ

متعلق عجائب وغرائب فنون ایجاد کیئے قسم قسم کے اسلحۂ آتش فشاں اور جلد جلد چلنے والے بنائے۔ اوس نے برقی قوت اور گیاس اور بھانپ سے انجن چلائے زمین پر ہزاروں من بوجھ لیکر تیز رفتار ریلیں تیار کیں سمندر کو سٹیمروں سے پامال کر دیا۔ عجائب و غرائب کپڑے۔ اور شیشے اور تلبنے لوہے وغیرہ کی چیزیں بنانے والی کلیں ایجاد کیں سینکڑوں کوس طرفۃ العین میں خبر رسانی کے ذرائع تار برقی وغیرہ پیدا کیئے دوربینوں کے ذریعہ سے نیرات کے حالات دریافت کیئے طب میں بھی اسنے سحرکاری کی عیش و راحت کے بہی صدہا سامان پیدا کیئے۔ اب یہ غباروں میں بیٹھکر اوپر بہی اوڑنے لگا اور ہمانے کیا کیا کریگا اور کیا کیا کر رہا ہے۔ پھر انمیں سے ترقی کرکے روحانی علوم کے لیئے بہی بہت سے افراد قایم ہوئے جنکے کشف و ادراک روحانی نے عالم کے صدہا راز بستہ آشکارا کر دیئے انمیں قدرت نے جذبہ اور شوق بہی ودیعت رکھا ہے جس کے ذریعہ سے یہ فرشتوں پر بہی سبقت لے گئے۔

یہ عالم جواہر و اجسام ایک بڑا وسیع عالم ہے اسکے صدہا ہزارہا افراد ہیں جنکو علما و حکما نے موضوع علم قرار دیکر ان کے حالات سے بحث کی ہے اور وہ مجموعۂ بحث و تحقیقات ایک علم قرار پا گیا ہے۔ مثلاً جوہر مجرد کے حالات سے جو بحث کی تو اس علم کو الٰہیات (اثولوجیا) کہنے لگے جسمیں نفوس انسانیہ یعنے ارواح و ملائکہ و خداے تعالیٰ کی ذات و صفات کی تحقیق اور بحث ہے۔ پھر عالم اجسام میں سے صرف آسمانوں اور ستاروں اور چاند اور سورج اور زمین کی شکل طبعی سے جو بحث کی ہے اور اُن کے حالات کا مجموعہ جو اپنی تحقیقات سے بہم پہونچایا عام ہے کہ وہ سب صحیح ہوں یا اسمیں کچھہ یا بہت سے مسائل غلط ہوں اِس علم کا نام علم ہیئت رکھا ہے۔ قدما نے اسکو بہی ریاضی کی ایک قسم ٹہرایا ہے کیسلیئے کہ اُنھوں نے مجردات کے بعد مادیات کی دو قسم قرار دی ہیں کہ یا تو وہم انکو مادہ سے ایک گونہ مجرد کر سکتا ہے اور ان کے

چاہے کمالات میں ترقی کر جائے مگر اسکو توڑ نہیں سکتا خوشبو بدبو کا ادراک بجز قوت شامہ کے اور کسی حس سے نہیں کر سکتا میٹھی کھٹی کڑوی کسیلی اور پھر انکی درجات کا ادراک بجز قوت ذائقہ کے اور کسی حس سے نہیں کر سکتا آواز ذنکو بجز قوت سامعہ کے اور کسی حس سے نہیں معلوم کر سکتا دوسرا جوہر ہے پھر اوسکی دو قسمیں ہیں جوہر مجرد جو جسم نہو یہ عالم محسوس میں داخل نہیں حواس موجودہ میں سے کوئی بھی اسکا ادراک نہیں کر سکتا جیسا کہ ارواح وملائکہ۔ دوسرا جوہر جسم جسم اسکو کہتے ہیں کہ جسمیں طول وعرض وعمق ہو۔ پھر جسم کی بھی دو قسم ہیں۔ علوی جسکی ترکیب عناصر سے نہو یا یوں کہو جنکا مادہ عنصری نہو جیسا کہ افلاک اور ستارے چاند اور سورج اور انمیں رہنے والے دوسرا سفلی پھر اسکی بھی دو قسمیں ہیں۔ بسائط جیسا کہ عناصر آگ ہوا پانی۔ خاک یعنے ان کیلئے اجزاء ترکیبی نہیں کہ اون سے ملکر بنے ہوں ہاں اجزاء تحلیلی پیدا ہو سکتے ہیں جیسے پھر پانی کو تولوں اور ماشوں میں تقسیم کر سکتے ہیں۔

حکماء حال انکو بسائط نہیں کہتے بلکہ انہوں نے بہت سے بسائط ثابت کیے ہیں جنکی تعداد ساٹھ کے قریب بتائی گئی ہے خواہ انکو انہیں اربع عناصر کے اقسام کہو جو بلحاظ بعض صفات کے جداگانہ شمار کیے گئے ہیں یا جداگانہ عنصر ہوں میں اس مسئلہ کا فیصلہ کرنا اسمقام پر نہیں چاہتا دوسرے مرکبات پھر اون کی تین قسمیں ہیں جمادات نباتات۔ حیوانات انکو موالید ثلثہ کہتے ہیں۔ پھر ہر ایک کی بیشمار اقسام ہیں۔ یہاں یہ بحث بھی مناسب نہیں کہ عالم اجسام کی پیدائش اور حیوانات کا توالد وتناسل کیونکر ہوا اور کیونکر ہوتا ہے نہ اسبات کی بحث ہے کہ یہ انواع قدیم ہیں یا حادث۔ حیوانات کے اقسام میں سب کا عطر حضرت انسان ہیں اسنے دنیا پر آکر اپنے علوم وادراک خداداد سے وہ ترقی کی کہ موالید ثلثہ کا حاکم بنگیا اور یہی اسکی زمین پر وہ خلافت ہے جو اسکو مبدء فیاض نے عطا فرمائی ہے اس نے تمدن کے

جوہر

حکماء حال

متعلق عجائب وغرائب فنون ایجاد کیئے قسم قسم کے اسلحہ آتش فشاں اور جلد جلد چلنے والے بنائے۔ اوس نے برقی قوت اور گیاس اور بہاپ سے انجن چلائے زمین پر ہزاروں من بوجہہ لیکر تیز رفتار ریلیں تیار کیں سمندر کو سٹیمروں سے پامال کر دیا۔ عجائب و غرائب کپڑے۔ اور شیشے اور تلبنے لوہے وغیرہ کی چیزیں بنانے والی کلیں ایجاد کیں سینکڑوں کوس طرفۃ العین میں خبر رسانی کے ذرائع تار برقی وغیرہ پیدا کیئے دوربینوں کے ذریعہ سے نیرات کے حالات دریافت کیئے طب میں بھی اسنے سحر کاری کی عیش و راحت کے بہی صدہا سامان پیدا کیئے۔ اب یہ غباروں میں بیٹھہ کر اوپر بہی اوڑنے لگا۔ اور ہمانے کیا کیا کریگا اور کیا کیا کر رہا ہے۔ پہر انمیں سے ترقی کرکے روحانی علوم کے لیئے بہی بہت سے افراد قایم ہوئے جنکے کشف و ادراک روحانی نے عالم کے صدہا راز بستہ آشکارا کر دیئے انمیں قدرت نے جذبہ اور شوق بہی ودیعت رکھا ہے جس کے ذریعہ سے یہ فرشتوں پر بہی سبقت لے گئے۔

یہ **عالم جواہر و اجسام** ایک بڑا وسیع عالم ہے اسکے صدہا ہزارہا افراد ہیں جنکو علماء و حکماء نے موضوع علم قرار دیکر ان کے حالات سے بحث کی ہے اور وہ مجموعہ بحث و تحقیقات ایک علم قرار پا گیا ہے۔ مثلاً جوہر مجرد کے حالات سے جو بحث کی تو اس علم کو الٰہیات (اثولوجیا) کہنے لگے جسمیں نفوس انسانیہ یعنے ارواح و ملائکہ و خداے تعالیٰ کی ذات و صفات کی تحقیق اور بحث ہے۔ پہر عالم اجسام میں سے صرف آسمانوں اور ستاروں اور چاند اور سورج اور زمین کی شکل طبعی سے جو بحث کی ہے اور اُن کے حالات کا مجموعہ جو اپنی تحقیقات سے بہم پہونچایا عام ہے کہ وہ سب صحیح ہوں یا اسمیں کچہہ یا بہت سے مسائل غلط ہوں اِس علم کا نام **علم ہیئت** رکھا ہے۔ قدماء نے اسکو بہی ریاضی کی ایک قسم بتایا ہے کیونکہ انہوں نے مجردات کے بعد مادیات کی دو قسم قرار دی ہیں کہ یا تو وہم انکو مادہ سے ایک گونہ مجرد کر سکتا ہے اور ان کے

وجود فرض کرنے میں کسی مادہ مخصوصہ کی حاجت نہیں ہے تو ایسے امور کے حالات
سے بحث و تحقیق کو علم ریاضی[1] کہتے ہیں کہ نفس کو مجردات کے حالات سے بحث کرنے
کے لیے ریاضت ہوتی ہے پھر اوسکی چار قسمیں ہیں کیونکہ اسکا موضوع کم یعنے مقدار
ہے۔ پھر وہ متصل ہے یا منفصل اور متصل متحرک ہے یا ساکن۔ پس کم متصل متحرک سے جو بحث
ہے تو اسکا نام **ہیئة** ہے اور ساکن سے جو بحث ہے تو اسکا نام علم **ہندسہ**
ہے اور کم منفصل کے اجزا میں اگر باہم نسبت تالیفیہ ہے تو اسکے علم کو علم **موسیقی**
کہتے ہیں کہ ایک آواز کو دوسرے سے زیر و بم یعنے پست اور بلند ہونے میں کیا نسبت ہے
جس سے راگ پیدا ہوتے ہیں اور اگر باہم نسبت تالیفیہ معتبر نہیں ہے تو اس کے
علم کو علم **حساب** کہتے ہیں پھر ہندسہ اور حساب کی بہت سی قسمیں ہیں علم اُکر
علم مثلث۔ علم مرایا و مناظر علم زیچ۔ علم نجوم وغیرہ اگر ان چیزوں کا وجود بغیر مادہ کے
متوہم بھی نہوسکے اور خاص مادہ ان کے لیئے شرط ہو تو انکے علم کو علم **طبیعات**
کہتے ہیں پھر علم طبعی کی صدہا قسمیں ہیں۔ اگر سمندروں کے متعلق تحقیق ہے کہ انمیں
جزر و مد کیوں ہوتا ہے اور کب ہوتا ہے اور پانیوں کے طبقات میں کیا کیا ہے اور
اور انکا طوفان اور تموج کیوں ہوتا ہے۔ اور آفرینش عالم کے بعد کیا حال تھا وغیر ذالک
تو اسکو علم **البحار** کہتے ہیں اور اگر کرہ ہوائی سے بحث ہے تو اسکو علم **الہواء**
کہتے ہیں اسپر اورونکو قیاس کرتے جایئے

حکماء حال نے ان علوم میں بیحد ترقی کی ہے اور ان سے فوائد بھی بیشمار حاصل
کئے ہیں۔

جوہر مجرد تو محسوس ہو ہی نہیں سکتا آیا عالم اجسام بھی محسوس ہوتا ہے کہ نہیں؟
یہ ثابت ہوگیا ہے کہ جسم صافی بھی حس بصر سے محسوس نہیں ہوتا بلکہ اجسام مکدرہ بھی
حس بصر سے محسوس نہیں ہوتے کیونکہ جو کچھ حس بصر سے محسوس ہوتا ہے وہ

[1] اور علم تعلیمی اور حکمت وسطی بھی کہتے ہیں ۱۲ منہ

اجسام کا لباس ہی محسوس ہوتا ہے یعنی انکی مقدار انکی سطوح ان کے الوان۔ حواس کی حقیقت اور انکا رتبہ معلوم ہوا۔

(۷) قدم اور حدوث کی بحث چھوڑکر اب مرکبات میں کلام کیجیے کہ ذوی شعور و ذوی ادراک و ذوی حرکت ارادیہ مخلوق کیا ہے۔ چند عناصر سے مرکب ہے۔ یا ایک ہی سے بنی ہے؟ حیوان و نباتات کے اقسام تو ضرور چند چیزوں سے مرکب ہیں مشاہدہ سے بہی معلوم ہوتا ہے کہ ان میں خاکی مادہ بہی ہے رطوبت بہی ہے جس سے معلوم ہوا کہ خاک اور پانی تو ضرور انکی ترکیب میں داخل ہیں مگر انمیں گرمی اور حرارت بہی پائی جاتی ہے۔ جس سے وہ غذا ہضم کرتے ہیں اور ان کی حرکات اُسکی بدولت ہیں۔ اسلیئے قدیم حکمار نے آگ کو بھی اسکی ترکیب کا جزو قرار دیدیا ہے مگر بعض نے اسمیں کلام کیا ہے اور کہدیا ہے کہ خاک اور پانی جو اسکے اجزار بدنی ہیں وہ خاک اور آب صرف تو ہیں نہیں ممکن ہے کہ قدرت نے انمیں بیرونی حرارت رکہدی ہو اور وہ ایک عارضی ہے جسم کی حقیقت میں داخل نہیں۔ اب رہا چوتہا جزو ہوا کا اسکو بھی حکمار قدیم نے تسلیم کرلیا ہے۔ مگر بعض نے اسپر بہی اعتراض کیا ہے کہ اُسکے اجزار میں جہاں خلار ہے ہوا بھر گئی ہے اسکی ترکیب کا جزو نہیں۔ اسلیئے ان حکیمونکے نزدیک چارونکے باہم مخلوط ہونے سے جو کسر وانکسار کے بعد ایک کیفیت متوسط ماننے کا مسئلہ تہا جسکو مزاج کہتے ہے اس سے رنگاری ہوگئی اور اعتراضات عقلیہ سے بہی سبکدوشی ہوگئی +

ایسے مرکبات کے محسوس ہونے میں کوئی بہی کلام نہیں اور ضرور محسوس ہونے چاہئیں۔ مگر جب ترکیب اور تکوین کا انحصار انہیں دو محسوس عنصر و نیز نہ مانا جائے گا تو ایسی بہت سی مخلوق تسلیم کرنے میں کوئی اعتراض لازم نہ آئے گا۔ کہ جنکی ترکیب ہوا اور آگ غیر محسوس عنصروں سے ہوئی ہو یا ان بہت سے عناصر سے ہوئی ہو جنکو حکمار حال نے ثابت کیا ہے یا ایسی مخلوق ہو کہ جنکا کوئی مادہ لطیف ہے جسکو ہم نہیں جانتے۔

ایسی مخلوق کی نفی پر یہ دلیل پیش کرنا کہ اگر وہ موجود ہے تو ہمکو دکھائی کیوں نہیں دیتی۔ اور ہمکو محسوس کیوں نہیں ہوتی؟ محض بیکار بات ہے جو عالمانہ مذاق کے بالکل برخلاف ہے، کسلئے کہ جب حال کی فلسفہ نے جملہ عالم جسمانی کی اصل ایتھر یعنے مادہ اثیریہ تسلیم کرلیا ہے تو یہی دلیل اسکی نفی پر بہی قائم ہوگی کیونکہ ایتھر بہی محسوس نہیں بلکہ ہوا رصافی وساکن کی بہی نفی کرنی پڑے گی جو ایک برتن یا شیشہ میں موجود ہو جسکو آلہ سے نکالا کرتے ہیں کیونکہ وہ بہی محسوس نہیں +

(۸) ان حواس سے انسان میں کیا چیز ادراک کرتی ہے؟ کیا آنکھہ دیکھتی ہے یا آنکھہ کے ذریعہ سے کوئی اور دیکھتا ہے۔ یا خود کان سنتے ہیں یا اوس سوراخ سے کوئی اور سنتا ہے؟ علی ہذا القیاس۔ ایک جلد باز جسکو حقائق الاشیاء پر نظر نہیں شاید بہت جلد کہہ اٹہے کہ خود آنکھہ دیکھتی ہے اور کان سنتے ہیں لیکن جنکی نظر حقائق الاشیاء تک ہے وہ تو یہی کہے گا کہ ہرگز ہرگز یہ ادراک ان اعضاء کا کام نہیں کس لیئے کہ جب اصلی مدرک کسی دوسری طرف محو و مشغول ہوتا ہے یا کلورا فارم وغیرہ سے بیہوش کردیا جاتا ہے تو باوجودیکہ سب اعضاء سلامت ہوتے ہیں مگر ادراک نہیں کرتے نہ آنکھہ دیکھتی ہے نہ کان سنتے ہیں۔ پہر جہانتک غور کیا گیا تو یہی ثابت ہوا کہ ادراک مجردات ہی کی شان ہے مادہ اور مادی اشیاء میں ادراک کی قابلیت ہی نہیں نہ ادراک حسی کی نہ اور ادراک کی جسکو ہم آیندہ چلکر تبلاتے ہیں۔ اسلیے حکماء قدیم نے بالاتفاق جملہ مدرکین کے لیئے خواہ وہ مدرک بادراک حسی ہوں یا غیر حسی ایک نفس یعنے روح ثابت کی ہے۔ ان کے لیئے جمادات اور نباتات میں کسی قسم کا حس و ادراک ثابت نہیں ہوا تو انہوں نے صاف کہدیا کہ یہ چیزیں غیر ذی روح ہیں اور جب نیرات و سماوات میں ایک حرکت انتظامی دیکھی تو اونکے لیئے روح تو ثابت نہ کی بلکہ یہ کہدیا کہ نفوس مجردہ (فرشتہ) انکو حرکت دیتے ہیں

پہر اس قاعدہ سے نباتات میں تغذیہ وتنمیہ وتوالد وتناسل دیکھکر انکے یہ کام طبیعت کی طرف منسوب کیئے اجسام کے خواص وآثار کا محافظ ان کی صورت نوعیہ کو بتایا۔ ہرچہ باشد اس مقام پر ہمکو اس مسئلہ کی تحقیق مقصود نہیں صرف یہ ثابت کرنا مطلوب تہا کہ مادیات کی شان ادراک نہیں +

اب تلاش کیجئے کہ انسان کے اندر وہ کون ہے جو ان سوراخوں یا کہڑکیوں کے ذریعہ سے محسوسات کا ادراک کیا کرتا ہے؟ لوہم بتلائے دیتے ہیں یہ وہی حضرت ہیں کہ جنکی تمام جسم پر حکومت ہے۔ جب یہ آنکہہ کو بند کرنیکا حکم دیتے ہیں تو بند ہوجاتی ہے جب ہاتہہ پاؤں اعضاء کے لیئے حرکات کا حکم دیتے ہیں تو وہ حرکت کرتے ہیں اور جب سکون کا فرمان صادر کرتے ہیں تو ساکن ہوجاتے ہیں پہر یہ کون حضرت ہیں؟ کیا طبیعت ہے جو مبدء فیاض نے اجسام کے سرانجام کے لیئے مسلط کر رکہی تہی یہ طبیعت تو نہیں کس لیئے کہ طبیعت تو قدرت کی مشین ہے جس کام پر قدرت نے لگادی ہے بے ارادہ و بے اختیار چلا کرتی ہے نہ اسکو حس وادراک ہے نہ شعور وارادہ ہے یہ تو جب بہی اپنے کام اسیطرح کیئے چلے جاتی ہے جبکہ انسان کو کچہہ بہی حس وادراک نہیں ہوتا جیساکہ بے ہوشی کے وقت اور جب یہ سست اور بیکار ہوجاتی ہے تو حس و ادراک اور ہوش سب کچہہ کام دیتے جیساکہ امراض یا انحطاط عمر کے وقت اسی سے حکماء نے افعال طبیعہ اور افعال ارادیہ میں جو اسی حضرت کے ہیں فرق کیا ہے اور جو کوئی بے شعور دونوں کاموں میں امتیاز نکرے اور سیاہ اور سفید میں تفاوت نہ سمجہے تو یہ اوسکے ادراک کا قصور ہے حضرت تلاؤ تو سہی وہ کون حضرت ہیں؟ جناب وہ **نفس ناطقہ** ہے جسکو عرف شرع میں روح کہتے ہیں۔

بیان سابق سے یہ ثابت ہوگیا کہ روح نہ مادہ ہے نہ مادی ہے بلکہ جوہر مجرد ہے۔ آیندہ چلکر ہم روح کی حقیقت پر بحث کرینگے کہ وہ کیا ہے اور بدن سے جدا

ہونے کے بعد بھی وہ قائم رہتی ہے اور اسکا ادراک پہلے سے بھی زیادہ ہوتا ہے اور اسکو رنج و راحت بھی ہے۔

واضح ہو کہ روح کا جبتک اس جسم کے ساتھ تعلق ہے جسکو عرف عام میں حیات کہا جاتا ہے اسوقت تک وہ مادیات اور محسوسات کا ادراک ان حواس کے ذریعہ سے کرتی ہے۔ اور کبھی اس زمانۂ تعلق میں بھی ان حواس کی محتاج نہیں ہوتی۔ جیسا کہ عالم خواب و مکاشفہ

(۹) انسان کو اس عالم جسمانی میں جسقدر لذتیں اور درد ہیں زیادہ تر تو وہ جسمانی اور حواس کے ذریعہ سے پہونچتی ہیں انکو اسنے عمدہ چیزیں خوبصورت شکلیں نفیس باغ اور دریا اور جنگلوں اور پہاڑوں کی نزہت گاہوں یا عجائب اور دلکش رقص اور تماشوں کو دیکھ کر لذت و سرور حاصل کرتا ہے اسکے برخلاف چیزوں کے دیکھنے سے مکدر اور متالم ہوتا ہے عمدہ نغمات اور فرحت خیز خبروں اور نفیس عبارت نظم و نثر سنکر لذت پاتا ہے اس کے برخلاف سنکر رنج اٹھاتا ہے نفیس خوشبوئیں سونگھ کر خوش ہوتا ہے بدبو سونگھ کر تکلیف پاتا ہے۔ مزے دار کھانے اور سرد و شیریں چیزیں کھا پیکر لذت پاتا ہے اس کے برخلاف دکھ اٹھاتا ہے۔ بدن پر مناسب چیزوں کے لمس سے جنمیں جماع بھی داخل ہے لذت پاتا ہے اس کے برخلاف زیادہ گرم اور سرد یا زخم و خراش پیدا کرنے والی چیز یا چوٹ یا کسی عضو کے کٹنے سے یا اوسمیں کوئی نامناسب مادہ داخل ہو جانے سے دکھ پاتا ہے پھر روتا ہے چیختا ہے چلاتا ہے +

اور زیادہ تر کی قید ہمنے اسلیئے لگائی تھی کہ کبھی بغیر حواس کے بھی اسکو ایک قسم کی لذت و سرور اور رنج و الم ہوتا ہے اور وہ سرور اور رنج روحانی کہلاتا ہے جو حسی سرور اور رنج سے زیادہ قوی اور دیرپا ہے۔ اسلیئے حکما نے کہا ہے کہ دنیاوی لذتیں خسیس اور جلد فنا ہو جانے والی ہیں اور اکثر اسنے پہلے بھی دکھ اور بعد میں بھی انکے الم ہوتا ہے۔ مثلاً پیاس نہ لگے تو سرد پانی کا مزہ نہ آئے اور پینے کے بعد انکی

برودت ایک سستی پیدا کرتی ہے۔ بھوک کی تکلیف نہو تو کھانیکا مزہ نہ آئے۔ اور کہاکر ہضم کرنے کی تکلیف اٹھانی پڑتی ہے اسیلئے جنکی روحانیت ظلمت جسمانیت میں محاط نہیں ہوتی انکو لذات حسیہ پر اسقدر فریفتگی نہیں ہوتی۔ برخلاف انکے کہ جنکی روحانیت ظلمت بہیمتہ میں دبی ہوئی ہے وہ بہائم کی طرح انہیں لذات میں غرق ہوتی ہیں وہ اسباب لذات حسیہ کے فراہم کرکے اونسے کامرانی کرنے کو ہی سعادت اور فوز المرام سمجھا کرتے ہیں اور حال یہ ہے کہ دنیا میں یہ حواس راحت کی بہ نسبت الم کے اسباب زیادہ محسوس کرتے رہتے ہیں اسیلئے تعطیل حواس خواہ بذریعہ خواب ہو خواہ بذریعہ مسکرات ہو موجب راحت خیال کیا جاتا ہے۔ اسمیں حواس اور طبیعت کو سکون ہو جانے سے پھر جسم میں ایک تازگی پیدا ہو جاتی ہے۔ بشرطیکہ حد اعتدال سے تجاوز نہو اور مسکر کا آخری نتیجہ حواس اور قوی بدنیہ کے سست اور بیکار کرنیکا برآمد ہوتا ہے اسیلئے اہل کمال نے اسکے استعمال کو ممنوع قرار دیدیا ہے۔

(۱۰) حواس کا ادراک اصلی کمال نہیں یہ تو بہائم کو بھی حاصل ہے ادراک حسی سے کسینے خواہ کیسی ہی اختراع ایجاد کرلی ہو اور عالم جسمانی کی ترکیب و انفصال اور اوسکے استحالات سے اسنے جس حد تک چاہیئے ایجاد و اختراع میں ملکہ بہم پہونچایا ہو وہ روحانی کمالات میں ترقی کرنے والوں کے نزدیک طفل مکتب ہے اور اسیلئے کمالات روحانی کے کامل ایسے علوم و فنون کیطرف متوجہ ہی کم ہوتے ہیں جیسا کوئی مدبر ملکی خانہ داری کے چھوٹے چھوٹے معاملات روزانہ خرید فروخت کھانے پکانے اور ان کے اسباب کے سرانجام کیطرف بہت ہی کم متوجہ ہوتا ہے اور اس میں توجہ کرنے کو تضییع اوقات ہی سمجھتا ہے۔ کیونکہ عالم جسمانی فانی ہے اور انکے کمالات بھی فانی ہیں +

دوسرا ادراک غیر حسیّ

اسکی بھی کئی قسمیں ہیں (۱) علم حضوری نفس ناطقہ کو اپنی ذات اور صفات کا علم اور اپنی خوشی اور رنج کا ادراک اور جملہ وجدانیات بھوک پیاس خوف خوشی رنج درد کا علم حس ظاہر سے نہیں نہ آنکھ سے نہ ناک سے نہ ذائقہ سے نہ کان سے نہ ٹٹولنے سے یہ بھی اسکا فیض عام ہے جو سب افراد بنی آدم کو شامل ہے پھر موجودات کا انحصار مدرکات حس ظاہر پر کرنا کسقدر بے عقلی ہے اسکے بعد کے مراتب ادراک البتہ موجب ترقی ہیں جسمیں ھر ایک کا حصہ نہیں۔

(۲) ادراک عقلی و استدلال یعنی چند امور کلیہ کو باہم ترتیب دیکر یا چند قضایا کو باہم ملا کر ایک نامعلوم چیز کو معلوم کر لینا۔ اس ترتیب دینے اور اوسنے نتیجہ برآمد کرنے میں خلاف قاعدہ ہو جانے سے غلطی بھی واقع ہو جاتی ہے اس غلطی سے محفوظ رہنے کے لیئے حکماء نے **علم منطق** بنایا ہے مگر اسپر بھی صدہا اغلاط باقی رہتے ہیں۔ انسانی علم کو اول یوں تقسیم کیا ہے کہ اگر کسی چیز کا علم اسطرح پر ہے کہ اسمیں ہست نیست نہیں مثلاً زید کا تصور بغیر اسکے کہ اسکو موجود یا معدوم سفید یا سیاہ وغیرہ اوصاف سے متصف کیا جائے اور اسپر ان اشیاء کا ثبوت یا اوس سے نفی کیجائے تو یہ **تصور** ہے اور اگر ہست نیست کے ساتھ ہے کہ زید قائم ہے یا زید قائم نہیں تو یہ **تصدیق** ہے۔ پھر تصور اگر ایسا ہے کہ وہ بجز ایک چیز کے دوسرے پر صادق نہ آسکے تو اوسکو **جزئی** کہتے ہیں۔ جیسا کہ زید کا تصور کہ وہ بجز اوس ذات مشخص کے اور پر صادق نہیں آسکتا۔ اور جو بہت سی چیزوں پر صادق آسکے تو اسکو **کلّی** کہتے ہیں جیسا کہ تصور انسان کیونکہ وہ اسکی ہر ایک فرد پر صادق آسکتا ہے۔ زید۔ عمر۔ بکر۔ وغیرہ پر۔ اور یہ زید وغیرہ اس انسان کلی کے افراد کہلاتے ہیں۔ کلی کا ادراک بھی **حواس** سے نہیں ہوتا۔ حواس سے کلی کے افراد کا

ادراک ہوتا ہے عقل اوس سے بحذف مشخصات ایک امر مشترک پیدا کر لیتی ہے۔ اور وہی معنے کلی ہے +

پھر کلی کی پانچ قسمیں ہیں کیونکہ کلی اگر اپنے افراد کی پوری حقیقت ہے کہ اسکے سوار جو کچھ ہے وہ امر عارض ہے اسکی حقیقت صرف یہی کلی ہے تو اوسکو **نوع** کہتے ہیں۔ جیساکہ انسان کیونکہ اُسکے افراد زید بکر کی یہی حقیقت ہے کہ وہ انسان ہیں باقی انکا دیگر امور سے متصف ہونا اور اوں کی خصوصیات وہ سب عوارض ہیں۔ اور اگر افراد کی حقیقت کا جزء ہے۔ پس اگر جزء غیر مشترک ہے تو اسکو **فصل** کہتے ہیں۔ اور اگر جزء مشترک ہے کہ اسکے سوا اور حقائق میں بھی پایا جاتا ہے نہ وہ خود مخصوص ہے نہ اسکا کوئی جزء مخصوص ہے بلکہ وہ تمام مشترک ہے تو اُسکو **جنس** کہتے ہیں۔ مثلاً حیوان ناطق یہ دونوں انسان کی حقیقت کے جزء ہیں دونوں سے ملکر انسان کی حقیقت بنی ہے مگر حیوان تمام مشترک ہے انسان کے سوا اور حقائق میں بھی پایا جاتا ہے۔ گدہا گھوڑا درند پرند سب حیوان ہیں اور ناطق بجز انسان کے اور کسی حقیقت میں نہیں پایا جاتا۔ نطق گویائی ناطق گویا۔ اوس سے زبانی گویائی مراد نہیں بلکہ محسوسات اور معقولات کا ادراک[1] کرنا اور اگر وہ کلی اپنے افراد کی حقیقت میں داخل نہیں بلکہ عارض ہے پھر اگر خاص ہے تو اسکو خاصہ کہتے ہیں۔ ورنہ **عرض عام**۔ ضاحک انسان کے لیئے بوجہ مخصوص ہونے کے خاصہ اور ماشی یعنے چلنے والا ہونا اس سبب سے کہ اور حیوانات پر بھی صادق آتا ہے عرض عام ہے مگر دونوں حقیقت میں داخل نہیں۔

ان کلیات کو جو باہم ترتیب دی جاتی ہے تو اس مجموعہ کو **معرِّف**[2] کہتے ہیں پھر اوسکی چار قسمیں ہیں اگر جنس و فصل قریب سے مرکب ہے تو اسکو **حد تام** کہتے ہیں اور اگر فصل

---

[1] یہ بات اور حیوانات میں نہیں قدرت نے انسان کو جملہ حیوانات پر اسی خوبی سے فوقیت بخشی ہے ۱۲

[2] ڈیفنس ۱۲

قریب اور جنس بعید سے یا صرف فصل قریب سے مرکب ہے تو اسکو حد ناقص کہتے ہیں اور جنس قریب اور خاصہ سے مرکب ہے تو اسکو رسم تام کہتے ہیں اور اگر یہ نہیں تو اسکو رسم ناقص کہتے ہیں معرف سے وہ نامعلوم تصور حاصل ہو جاتا ہے کہ جسکے لیئے یہ تعریف ترتیب دی گئی ہے۔

تصدیق میں اگر ایک چیز پر کوئی دوسری چیز حمل کی گئی ہے یعنے اسپر رکھی ہے۔ جیساکہ زید قائم ہے زید پر قائم کو رکھدیا ہے زید کو موضوع اور قائم کو محمول کہتے ہیں تو ایسے مجموعہ کو قضیہ حملیہ کہتے ہیں عام ہے کہ ثبوت ہو یا نفی اور اگر ایک قضیہ کو دوسرے کے ساتھ متصل کیا گیا ہے جیساکہ اگر آفتاب طلوع کر آیا ہے تو دن موجود ہے تو اس جملہ کو قضیہ شرطیہ متصلہ کہتے ہیں اور اگر انفصال کیا ہے تو اسکو شرطیہ منفصلہ کہتے ہیں جیساکہ یہ عدد یا زوج ہے یا فرد۔ شرطیہ میں جزء اول کو مقدم اور جزء ثانی کو تالی کہتے ہیں۔ پھر ان قضایا کے بہت سے اقسام اور احکام ہیں مگر ان قضایا کو باہم ترتیب دیکر ایک نامعلوم نتیجہ حاصل کرتے ہیں اور اس مجموعہ مرتب کو حجۃ اور دلیل کہتے ہیں پھر آگے اُسکے تین اقسام ہیں۔ قیاس۔ استقرا۔ تمثیل پھر قیاس اقترانی۔ استثنائی یہ قوانین تو حجۃ و دلیل کی صورت کے لیئے تھے اب اُس کے مادہ کے حالات سنیئے کیونکہ وہ یا تو مقدمات یقینیہ سے مرکب ہے یا غیر یقینیہ سے اول صورت میں اسکو برہان کہتے ہیں۔ اگر حد اوسط جیساکہ ذہن میں اکبر کی اصغر کے لیئے ثبوت کی علت ہے سیطرح خارج میں وجود کی بھی علت ہے تو اسکو برہان لمی ورنہ اِنی کہتے ہیں اور یقین کسی چیز کا جازم اعتقاد کر لینا ہے کہ یہ یوں ہی ہے اور واقع میں بھی ویسا ہی ہو اور اعتقاد بھی جازم ہو جسکا زوال نہو سکے اس قید سے کہ وہ واقع میں ویسا ہی ہو جہل مرکب نکل گیا کیلیئے کہ وہاں اعتقاد جازم تو ہوتا ہے مگر خلاف واقع ہوتا ہے اور جازم کی قید سے ظن نکل گیا کیونکہ وہ جازم نہیں ہوتا بلکہ جانب مخالف بھی پیدا ہوتی ہے گو مرجوح اور ضعیف سہی (اور جہاں دونوں پلہ مساوی ہوں اس کو

شک کہتے ہیں اور ضعیف پلہ کی جانب کو وہم کہتے ہیں اور زائل نہو سکنے کی قید سے
اعتقاد تقلیدی خارج ہو گیا کیونکہ وہ کسی کے شبہ اور شک پیدا کر دینے سے زائل ہو جاتا
ہے۔ یقینیات کچھ تو بدیہی ہیں کہ جنکو ہر ایک تصدیق کرتا ہے اور کچھ نظری ہیں کہ جنکو
صاحب نظر و استدلال ہی یقین کرتے ہیں۔ بدیہی یقینیات چھ چیزیں ہیں کیونکہ
کہ قضایا یقینیہ میں صدق کا حکم دینے والا حس ہے یا عقل ہے یا دونوں ہیں اگر حاکم
عقل ہے تو دو حال سے خالی نہیں یا موضوع و محمول کو تصور کرتے ہی عقل صدق کا حکم
کر دیتی ہے تو ایسے قضایا کو اولیات کہتے ہیں جیسا کہ کل جزء سے بڑا ہے۔ اور اگر
اوس کے ساتھ کسی واسطہ کی بھی حاجت ہے تو وہ واسطہ ذہن سے دور نہو جانے والا بھی
نہیں تو ایسے قضایا کو **قضایا قیاسانہا معہا** کہتے ہیں کہ انکا قیاس یعنے دلیل انکے
ساتھ ہے۔ جیسا کہ چار کا عدد زوج یعنے جفت ہے کیونکہ کہ جو شخص چار اور جفت کے
معنے کو تصور کرے گا کہ جسکے برابر کے دو ٹکڑے ہو سکیں تو فوراً کہدیگا کہ چار دو دو پر
مساوی تقسیم ہوتا ہے اور جو مساوی تقسیم ہوتا ہے وہ جفت ہے نتیجہ نکلے گا کہ چار کا عدد
جفت ہے اور اگر حاکم حس ظاہر ہے تو انکو **مشاہدات** کہتے ہیں جیسا کہ آفتاب روشن ہے
اور اگر انسان کی کوئی اندرونہ قوت حاکم ہے تو انکو وجدانیات کہتے ہیں جیسا کہ بھوک
پیاس خوف خوشی رنج کا ادراک اور اگر دونوں حاکم ہیں یعنے حس و عقل اب اگر حس سمع
ہے تو انکو **متواترات** کہتے ہیں۔ جیسا کہ مکہ ایک شہر ہے تواتر میں راویوں کی تعداد شرط
نہیں البتہ اسقدر ہوں کہ عقل ان کو جھوٹ نہ سمجھے اور اگر حس سمع شریک نہیں تو دو حال سے
خالی نہیں یا تو یکے بعد دیگر عقل کو یقین کرنے کے لئے متعدد مشاہدوں کی حاجت ہے
یا نہیں اگر ہے تو انکو تجربات کہتے ہیں کہ فلاں دوا کا یہ اثر ہے جو بار بار کے مشاہدے
سے یقین ہو گیا ہے اور اگر حاجت نہیں ہے تو ان کو حدسیات کہتے ہیں حدس میں
ذہن جلد مبادی سے مقاصد کیطرف منتقل ہو جاتا ہے برخلاف فکر کے کہ اسمیں ذہن

اول مبادی کیطرف منتقل ہوتا ہے پھر مبادی سے مطالب کیطرف اسمیں دو حرکت پائی جاتی ہیں برخلاف حدس کے کہ اسمیں سرے سے حرکت ہی نہیں ہوتی بلکہ دفعۃً ذہن منتقل ہوجاتا ہے جیساکہ یہ قضیہ کہ چاند کا نور آفتاب سے حاصل ہے۔ کیونکہ چاند کے نور کا کم زیادہ ہونا آفتاب کے مقابل ہونے یا نہونے سے فوراً معلوم ہوجاتا ہے کہ یہ آفتاب کی روشنی ہے۔ لازم سے ملزوم کا اور مصنوع سے صانع کا اور علامات سے اشیاء کا علم بھی عقلی وحسی ادراک ہے۔

مجربات اور حدسیات مقابل کے سامنے حجت نہیں ہوسکتی۔ ممکن ہے کہ اسکا تجربہ اور حدس اسکو نہوا ہو۔ اسیطرح قضایا غیر یقینیہ بھی چھہ قسم کے ہیں۔ مشہورات کہ لوگوں میں شہرت پاگئے ہوں اور شہرت کا سبب یا تو ان امور کا مصلحت عامہ پر مشتمل ہونا ہے جیساکہ یہ قضیہ عدل بہتر ہے ظلم برا ہے یا لوگوں کے طبائع کی رقت ہے جیساکہ یہ قضیہ ضعیفوں کی مراعت عمدہ ہے یا ان کی حمیت ہے کہ برہنہ ہونا برا ہے۔ یا ان کے عادات کا اثر ہے جیساکہ جو لوگ گوشت نہیں کہاتے ان کا قول ہے حیوانات کا ذبح کرنا برا ہے حالانکہ اور قوموں کے نزدیک برا نہیں ہے یا ان کی شریعت اور دستور کے سبب شہرت ہوگئی ہے وغیرذلک اور ہر قوم اور ملک کے مشہورات جدا ہوتے ہیں جنکے جیسے عادات و رسوم و اخلاق ہوتے ہیں۔ مشہورات کبھی سراسر خلاف واقع ہوتے ہیں اور کبھی صحیح بھی برخلاف اولیات کے کہ وہ صحیح ہوتے ہیں دونوں میں یہ بڑا امتیاز ہے۔ مسلمات یہ وہ قضایا ہیں جو مقابل کے نزدیک مسلم ہیں انسے دلیل مرکب کرنے کا یہی مطلب ہوتا ہے کہ مخالف کو الزام دیا جاوے اور جو دلیل کہ مشہورات ومسلمات قضایا سے مرکب ہو اسکو جدل کہتے ہیں تیسرے مقبولات یہ وہ قضایا ہیں کہ جنکے قائلین کیطرف لوگوں کا حسن اعتقاد ہو خواہ وہ دینی پیشوا رہوں یا سلاطین وحکما رہوں۔ چوتہے مظنونات یعنے وہ قضایا جو ظنی ہوں یقینی نہوں جیساکہ فلاں رات کو پھرا کرتا ہے اور جو رات کو پھرا کرتا ہے وہ

چور ہونا ہے نتیجہ نکلا کہ فلاں چور ہے حالانکہ جو رات کو پہرے یقینی بات نہیں کہ وہ چور ہی ہو
مظنونات و مقبولات سے جو کلام مرکب ہوتا ہے اسکو خطابہ کہتے ہیں۔ یہ لوگوں کو کسی
بات پر آمادہ کرانے یا منع کرنے میں بالخصوص امور معاش و مصالح عامہ و حسن سیرت کیطرف
لانے میں نہایت کار آمد ہوتا ہے جیسا کہ واعظین اور سپیکر کیا کرتے ہیں۔ پانچویں
تخیلات یہ وہ خیالی قضایا ہوتے ہیں نفوس کو متاثر کرتے ہیں تاکہ رغبت یا نفرت دلائی
جائے جیسا کہ شراب کی خوبی کہ وہ یاقوتی رنگ اور چیاں اور چنیں ہے فلاں شخص کی صورت
ایسی اور ایسی ہے چاند سا چہرہ ہے یا دیو جیسی صورت ہے۔ ایسے قضایا سے جو کلام مرکب ہوتا
ہے اسکو شعر اور کلام شعری یا شاعرانہ خیال بندی کہتے ہیں۔ اور جب اس کلام کو ردیف
و قافیہ میں لاکر نظم کر دیا جاتا ہے اور پھر اسکو کوئی خوش الحان گاتا ہے اور سرود بھی ہوتا ہے
تو نفس کو جلد ہیجان میں لاتا ہے لیکن یہ کمال روحانی نہیں۔ چھٹے وہمیات یعنے غلط مقدمات
جو دہوکہ اور وہم کے حکم بیجا پر بنے ہوں کسلیئے کہ غیر محسوس چیزوں پر وہم کا فتوے غلط ہوتا
ہے جیسا کہ یہ قول کہ جو موجود ہے تو ضرور وہ محسوس بھی ہے کہ جسکی طرف اشارہ کر سکتے
ہیں ورنہ موجود نہیں یا یہ کہ اس گھر میں مردہ ہے وہ ضرر پہونچائیگا یہ وہمی اقوال کبھی
اس درجہ تک لوگوں کے ذہن نشین ہو جاتے ہیں کہ عقل سے دور ہوتے ہیں اور جاہل
ملکوں میں ایسے وہمیات اقوال پر ان کے مذہب اور رسم و رواج کی بنیاد ہوتی ہے
اور کبھی مسائل حقہ کی تفسیر و تشریح میں بھی وہمیات کا دخل ہو جاتا ہے اسلیئے شرائع
صادقہ میں بھی بمرور زمانہ تحریف ہو جاتی ہے بات کچھ تھی بنا لیتے کچھ اور ہیں اپنے وہم
کا لباس پہنائے بغیر نہیں چھوٹتے آجکل مسلمانوں کے رسم و رواج بیجا میں بھی اسکا
بہت کچھ دخل ہو گیا ہے اور خیال نے اسکو اسلام سمجھ لیا ہے وہمیات سے جو کلام اور
قیاس مرکب ہو اسکو سفسطہ کہتے ہیں۔

یہ انسان کی علمی ترقی ہے۔ اسلیئے اس علم میں ہر ایک کا حصہ نہیں۔ حکماء مشائین اور

متکلمین کے کمال کا مدار علم استدلالی پر ہے جیسا کہ حال کے حکماء کا مدار کہربائی تجارب اور آلات
کے ذریعہ سے مشاہدات پر ہے +

خواب کی حقیقت

(۳) علم منامی ہے۔ یہ بھی انسانی کمالات کا ذریعہ ہے اسلئے اسمیں سے بھی ہر ایک کو
حصہ نہیں دیا گیا۔ **خواب** میں حواس ظاہرہ سے تو کچھ کام لیا ہی نہیں جاتا ہاں حواس ظاہرہ
کے مدرکات خزانۂ خیال میں مجتمع تھے اور اسیطرح قوت وہمی کے بھی مدرکات جزئیہ خزانۂ
حافظہ میں مجتمع تھے اور یہ سب خواب میں ساتھ ہوتے ہیں ادہر قوت متصرفہ بیکار نہیں
رہتی اس لیئے خواب میں بیشتر عالم بیداری کے مدرکات گوناگوں صورتوں میں
پیش آتے ہیں یہ معمولی خواب ہیں جنکو اضغاث احلام کہتے ہیں۔
بے شک نہ ان کا کچھ اعتبار ہے نہ یہ وسیلہ ترقی ہو سکتے ہیں۔ لیکن کبھی نفس ناطقہ
جبکہ وہ اس عالم حس کیطرف سے بسبب معطل ہو جانے حواس کے جو اس کے جاسوس تھے اپنے
حیز اصلی عالم نورانی کیطرف متوجہ ہو جاتا ہے تو اس جوہر صافی پر عالم غیب کے واقعات
اسطرح منعکس ہوتے ہیں کہ جیسا صاف آئینہ میں محسوسات کی صورتیں پھر بیدار ہو کر کبھی ہو بہو
اوس واقعہ کو یاد رکھتا ہے اور اسیکے مطابق اوسکا ظہور دیکھتا ہے اور کبھی ان معانی مجردہ
کو اسکی قوت متخیلہ ان کے مناسب صور محسوسات کا لباس پہنا دیتی ہے۔ مثلاً معلوم
یہ معنے ہوئے تھے کہ کوئی دشمن قوی اسپر حملہ کر رہا ہے قوت متخیلہ نے اسکو اس صورت
میں لے لیا کہ ہاتھی یا شیر یا اور کوئی موذی درندہ اسپر حملہ کر رہا ہے۔ معبّر اوس صورت
محسوسہ سے وہی معنے الگ کر کے بتا دیتا ہے۔ اس علم کے علماء نے معانی مجردہ کی
مناسب صورتیں بیان کر دی ہیں اور اس مناسبت کی تشخیص میں بھی معبر اور اس فن کے
ماہروں سے غلطیاں ہو جاتی ہیں۔ صورت محسوسہ میں ڈھلنے کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ حواس
محسوسات ہی کے ادراک کے عادی ہیں اور انہیں تک انکی دسترس ہے۔ ایسے خوابوں کو
بھی اضغاث احلام بتا کر بڑی بے تمیزی اور سچے واقعات کا انکار کر دینا ہے +

بسا اوقات بعض لوگ خواب میں مردوں سے ملے ہیں اور مردوں نے انکو وہ باتیں بتائی ہیں کہ جنکو یہ جانتے بھی نہ تھے پھر بیدار ہوکر انکو ویسا ہی پایا ہے کبھی مردوں نے وہ چیزیں بتائی ہیں کہ جنکو کوئی بھی نہ جانتا تھا کبھی انکو مطالب علیہ وحقائق اشیاء و اسرار موجودات بتائے ہیں کبھی اسکو رنج ومحن اور مصائب سے رستگاری کی برجستہ تدابیر بتائی ہیں اور پھر بیدار ہوکر ویسا ہی پایا ہے یہ علوم اسکو یقیناً بغیر ذریعہ حواس کے خواب میں حاصل ہوئے ہیں کبھی دیکھا گیا ہے کہ خواب میں کسی شہر میں گئے ہیں اور وہاں جاکر فلاں فلاں اشخاص سے ملے ہیں جنکی یہ صورتیں ہیں اور ایسے مکان میں ٹھہرے ہیں اور وہاں یہ کھایا پیا ہے۔ حالانکہ بیداری میں ابتک نہ یہ شہر دیکھا تھا بلکہ سنا بھی نہ تھا نہ وہانکے مکانات دیکھے تھے نہ اون لوگوں اور نہ ان کھانوں نہ ان سامانوں کو دیکھا تھا پھر بیدار ہوکر کسیوقت ہو بہو ویسا ہی پیش آیا ان خواب کی چیزوں کو متخیل تو کہہ ہی نہیں سکتے کیلئے کہ ابتک انکا حواس سے ادراک بھی نہیں ہوا تھا۔ پھر یہ ایک اگر ادراک روحانی نہیں تو اور کیا ہے؟ کیلئے کہ خواب میں نہ وہ ان پاؤں سے چل کر گیا ہے تو ان آنکھوں نے اوسنے کچھہ دیکھا ہے نہ اس مونہ سے کچھہ کھایا ہے۔

اسلیئے محققین نے فرمایا ہے کہ نفس ناطقہ گو اس مادہ اثیریہ سے مجرد ہے مگر وہ خود بھی ایک لطیف جسم رکھتا ہے جسمیں ایسے ہی اعضاء لطیفہ ہیں جیسا کہ اس جسم کے لیئے ہیں اور وہ اس جسم کے بغیر بھی لذت و سرور رنج ومحن پاتا ہے۔ اس جسم کے چھوڑ دینے کے بعد اسپر سب کچھہ رنج وراحت گزرتی ہے جسکو شریعت میں قبر کے عذاب وثواب سے تعبیر کیا گیا ہے۔

حضرات انبیاء علیہم السلام کو خواب میں بہت امور غامضہ بتائے گئے ہیں خاتم الانبیاء علیہم السلام نے بھی اسلیئے خواب کو نبوت کا ایک جزو بتایا ہے۔

انسان کی حقیقت
ادراک کشفی

(۴) ادراک کشفی ہے۔ قبل اسکے کہ ہم اس ادراک کی حقیقت بیان کریں انسان کا کچھہ حال بیان کرنا مناسب سمجھتے ہیں۔ جو اس کا محل ہے۔ انسان کا ایک حصہ تو یہی جسم ہے

جو ایک قطرۂ منی سے بنا ہے اور وقتاً فوقتاً بڑھتا اور اغذیہ سے بدل ما یتحلل ہوتا رہتا ہے اور ایک حد پر پہونچ کر اسکے قویٰ میں فرق آنے لگتا ہے اور ہوتے ہوتے درخت کیطرح ثمر مردہ ہو کر گر پڑتا ہے۔ اِس حصہ کے لحاظ سے یہ بھی اور جملہ حیوانات بھی بمنزلہ نباتات کے ہیں جسطرح ایک دانہ میں قدرت نے اِس کے کمالات مقدرہ ودیعت رکھدیئے ہیں اور زمین میں پڑکر رفتہ رفتہ وہ عالم وجود میں ظہور کرتے ہیں اور تکمیل کی حد پر پہونچکر پھر وہی یا ویسا ہی دانہ برآمد ہوتا ہے یہی حال انسانی جسم کا ہے فرق یہ ہے کہ وہ زمین میں یہ عورت کے رحم میں اوگتا ہے۔ پھر جسم کی جو کچھ اطبا نے تشریح بیان فرمائی ہے اور اسکی بناوٹ میں قدرت کا کمال دکھایا ہے وہ کہے دیتا ہے کہ یہ آفرینش کسی بے شعور (طبیعت) کا کام نہیں بلکہ کسی حکیم و علیم کی صناعی ہے خیالات عامہ تو اس جسم کے پتلے کو کہ جو ایک قسم کی تر و تازہ لکڑی ہے نہ جس میں کوئی ادراک ہے نہ عقل ہے نہ نیک و بد کی پہچان ہے انسان کہتے ہیں مگر جب اسکے ادراک اور عقل و حواس پر غور کیا جاتا ہے تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ اس پتلے میں کوئی اور ہی مدرک اور صاحب شعور ہے جو تمام جسم کو اپنی طرف نسبت کیا کرتا ہے کہ میرا سر میرا پاؤں میرا دھڑ میرا جسم اور یہ ظاہر ہے کہ منسوب اور منسوب الیہ دو چیزیں جداگانہ ہوتے ہیں جبکہ کوئی کہے کہ میرا گھوڑا تو صاف ہے کہ گھوڑا دوسری چیز ہے اور میرا کہنے والا دوسری چیز ہے اور سب باتوں کو جانے دیجیے صرف خواب میں آیندہ آنے والے واقعات کسنے دیکھے۔ ان آنکھوں نے ہرگز نہیں پس جوہر مجرد (نفس ناطقہ ہی کہ جسکو روح آتما کہتے ہیں اور ہر زبان میں اسکا ایک نام ہے) اصل انسان ہے جو اس خاکی پتلے سے ایسا وابستہ ہے کہ گویا دونوں ایک ہیں ایک کا دوسرے پر اثر پہونچتا ہے +

اب اِس جوڑے میں دو صفت ہیں ایک جسمانی آثار بہیمیت و ظلمات اور عالم سفلی کیطرف رغبت کرنا لذات و شہوات کیطرف مائل ہونا دوسرا وصف روحانی ہے جسکا

تقاضا عالم بالا کیطرف رغبت ہے۔ چونکہ وہ نورانی ہے نورانی اخلاق و افعال کیطرف میلان بھی کرتا ہے دونوں میں عجیب کشمکش رہتی ہے۔ ؎

آدمی زادہ طرفہ معجونیست — از فرشتہ سرشتہ وز حیوان

یارب یہ دل ہے یا کوئی مہمانسرائے ہے — غم رہ گیا کبھی کبھی آرام رہگیا

اہل کمال روحانیت کو قوت دینے کے لیئے بہیمیت کے پست کرنے میں بڑی بڑی ریاضات شاقہ کیا کرتے ہیں اسلیئے ایک حد اعتدال تک شرائع انبیاء علیہم السلام نے بھی ریاضیات قائم کی ہیں۔ روزہ۔ حج۔ نماز۔ مراقبہ۔ ذکر وغیرہ اسیطرح بیجا خواہشوں سے روکا ہے جیساکہ زنا۔ اور اس کے اسباب و دواعی ناچ و رنگ باجے گاجے برہنہ تصویر شہوت انگیز افسانے اور فحش اشعار شراب کھانے پینے میں شتر بے مہار ہوتا اور جملہ ملکات رذیلہ جیسے کبر ظلم وغیرہ۔

اہل ریاضات دو قسم کے لوگ ہیں **ایک** وہ جو کسی انبیائی طریق کے پابند نہیں انکو حکماء اشراقین کہتے ہیں قدماء میں افلاطون الٰہی بھی تھا۔ اور اہل ہند میں جوگی سنیاسی وغیرہ۔ **دوسرے** گروہ جو طریق انبیاء علیہم السلام کے پابند اور انہیں کی تعلیم کردہ روحانی ترقیوں کی راہوں پر چلنے والے ہیں۔ یہ گروہ اولیاء کرام و صوفیائے عظام کا ہے ہرچند دونوں گروہ روحانی کمالات میں ترقی کرتے ہیں اور جب روح سے حجاب بہیمیت دور ہوتے ہیں تو اس آئینہ صافی میں ہزاروں علوم منعکس ہوتے ہیں۔ اور یہی وہ ادراک **کشفی** ہے ❊

مگر دونوں گروہوں میں بڑا فرق ہے گروہ اول کی ریاضات میں بیقاعدہ ہونے کے سبب محنتیں بھی زائد اور نتائج بھی کم اور پھر نتائج میں غلطی کا احتمال بھی زیادہ باقی رہتا ہے برخلاف گروہ دوئم کے ❊

ہے ریکی مدت
نسبتیہ
روحانیت
زندگیاں ترسیموں
یشتمیوں
کا علتہ
علمی ترسیلا
زندہ ورحہ
آسے اکی مدت
سرروحانیت
ریاضات
ننہ بیدہ
تدبعدی
کمعلی عمی

ادراک کشفی کے درجات

(۱) اہل ریاضت کا کشف ہے۔ قدرت نے انسان کو جسطرح محسوسات کے ادراک کے لیئے حواس ظاہرہ و باطنہ عطا کیئے ہیں۔ اسیطرح عالم روحانی کے ادراک کے لیئے اس عالم میں **لطائف سبعہ** بھی عطا کیے ہیں۔ لطیفہ قلب۔ لطیفہ روح۔ لطیفہ سر۔ لطیفہ خفی۔ لطیفہ اخفی۔ ان پانچوں لطیفوں کا مقام سر سے نیچے کے بدن یعنی سینہ میں ہے لطیفہ نفس لطیفہ سر ان کا مقام سر میں ہے۔ مگر ان کی تعلیم اور ان میں ترقی اور ان کے انوار کی کیفیات بغیر روحانی معلم کے جو ہنیائی طریق کے سجادہ نشین اور ہادی ہیں میسر نہیں آتی۔ ہر ایک لطیفہ کے انوار اور انکے کیفیات جداگانہ ہیں جن سے عالم روحانی کے حقائق اور نور غیبی منکشف ہوتے ہیں اور ایک عجیب مستی اور کیف پیدا ہوتا ہے۔ مگر سالک طریق ان حقائق و اسرار کو اپنے مقصد اصلی کے مقابلہ میں کسی عزت کی نگاہ سے نہیں دیکھتا۔

ان لطائف سے جبکہ آنکھیں بند ہوتی ہیں ہزاروں کوسوں کے محسوسات بھی دکھائی دیجاتے ہیں اور عالم مجردات کی صدہا ایسی چیزیں بھی نظر آیا کرتی ہیں کہ نہ جنکو کوئی دوربین یا کوئی آلہ دکھا سکتا ہے۔ روحانیوں سے ملتے ہیں اور اپنی روح کو بھی عیاناً دیکھتے ہیں اور صدہا عالم ملکوت کے اسرار منکشف ہوتے ہیں یہ **اول درجہ** ہے پھر اسمیں بھی یکے بعد دیگرے بہت سے درجات ہیں۔ **دوسرا درجہ** صفات باری میں مراقبہ اور ان کے انوار و آثار کی تجلیات کا ظہور ہے جس سے کسی روح پر انہیں انوار کا انعکاس ہوتا ہے اسکی محبوبیت کا رنگ چڑھتا ہے تو مخلوق میں محبوب و مرغوب ہو جاتا ہے قدرت کے آثار تجلی کرتے ہیں تو اسکی طاقت اجسام کی طاقت سے بڑھ جاتی ہے اس سے وہ بڑے بڑے کام نمایاں ہونے لگتے ہیں جو ظاہر اسباب پر مبنی نہیں ہوتے جنکو **کرامت** و خارق عادات

کہتے ہیں توحید کی تجلی ہوتی ہے تو صرف اسکا وجود مطلق شیونات گوناگوں میں دکھائی دیا کرتا ہے۔ لیکن ابتک اسکا انکشاف اور اسکے کیفیات اس مرتبہ تک نہیں پہونچے جو غلطی اور آمیزش وہم سے معصوم مانے جائیں۔ پھر اس مرتبہ میں بھی درجات مختلفہ ہیں کیونکہ جسطرح سب اجسام اور جسمانی قوتیں برابر نہیں اسیطرح روحانی قوتوں اور خود ارواح میں بھی ویسا ہی تفاوت ہے بلکہ اس سے بھی بڑھکر ایک شخص کو مدتوں کی ریاضات شاقہ کے بعد بھی وہ مرتبہ نصیب نہیں ہوتا جو دوسرے قوی نفس ناطقہ کو تھوڑی سی توجہ میں ہو جاتا ہے یہاں تک دائرہ ولایت تھا پھر اسکے اوپر تیسرا درجہ نبوت و رسالت کا ہے

درجات کشف

اس مرتبہ میں ذات باری کی تجلی روح پر ہوتی ہے اور ان لوگوں کے نفوس و ارواح بھی اسقدر جو پر ہوتے ہیں کہ اور کیسے نہیں ہوتے اور اس مرتبہ میں انکے علوم اور ان کے مکاشفات اور ان کے حالات آمیزش وہم و تخیلات سے بھی بالکل پاک اور سراسر حق اور مطابق واقع ہوتے ہیں تمام روحانی ترقیوں کا یہاں خاتمہ ہو جاتا ہے یہی لوگ پیشرو ہوتے ہیں انہیں کے انکشاف پر اعتماد کلی ہوتا ہے اور ان کے انکشاف کو الہام اور وحی کہا کرتے ہیں اسلیے یہ لوگ مخلوق کی ہدایت کیلیے اسکی رحمت سے مامور کیئے جاتے ہیں۔

درجۂ نبوت

(۱) بھلا جس رحیم و کریم نے اپنی کمتر درجہ کی مخلوق نباتات و حیوانات کے لیے بھی انکے حد کمال کے رستہ واضح کر دیے وہ انسان جیسے اشرف مخلوق کو یوں ناکمل رہنے دے بعید از قیاس اور خلاف شان رحمت ہے اسلیے نفوس بشریہ میں سے چند ایسے نفوس بھی بنائے

دلیل نبوت

ف اور یہ کوئی خلاف عقل بات نہیں عالم جسمانی میں کہ جہاں اثر وتاثیر بہ نسبت مجردات و روحانیات کے بہت ہی کم ہے۔ پھول کا اثر مٹی میں اور آگ کا لوہے میں ایسا محسوس ہے کہ مٹی خوشبو میں پھول اور حرارت میں لوہا آگ کا کام دیتا ہے پھر روحانیات و لطائف میں تو بدرجہ اولے ہے روح لطیف جب انوار حق متجلی ہوتے ہیں تو پھر اوسکی قدرت و طاقت کا کیا بیان ہو سکتا ہے اور قدرت و طاقت عالم اجسام میں بھی لطافت کے سبب زیادہ پائی جاتی ہے۔ خاکی اور ہوائی تاثیر سے بھاپ کی اور اس سے بسبب لطافت کے برقی طاقت بھی زیادہ ہی ۱۲

۱۲ منہ

جو انسانی سعادت کے رہنما اور پکے ہادی ہیں انہیں ایک جذب مقناطیس بھی ایسا رکھدیا ہے جو نفوس بنی آدم کو کشاں کشاں سیدھے رستہ پر لاتے ہیں انہیں ایک نورانی قوت بھی ایسی رکھی ہے کہ جس سے ذرا سی صحبت بلکہ غائبانہ عقیدت و محبت سے بھی روح میں خودبخود نورانیت مشتعل ہو جاتی ہے +

جب انسانی جملہ علوم و مکاشفات غلطی سے معصوم نہیں تو ایسی حالت میں اگر ایسے اشخاص نہوں کہ جنکے ادراک و انکشاف بالکل معصوم ہوں اور انہوں نے مرنے کے بعد کے جملہ حالات اور خدا کی صفات و ذوات اور عالم روحانی کے واقعی حالات اور ارواح کے مہلک امراض اور ان کے یقینی شفا دینے والے علاجات نہ دریافت کرلئے ہوں تو بنی آدم کی زندگی برباد اور اسکو پیدا کرنا عبث ہو جائے۔ پھر انبیاء کے بھی درجات متفاوت اور حالات مختلف ہیں۔ یہ برگزیدہ گروہ جسطرح اپنی قوت عملیہ میں معصوم ہے کہ انکی ملکیت کیوجہ سے اپنر بہیمیت غلبہ ہی نہیں پاسکتی جو خلاف فطرت کام کرنے پر ابھارے اسیطرح وہ اپنی قوت نظریہ میں بھی معصوم ہیں کہ قوت متوہمہ و متخیلہ ان میں کوئی آمیزش ہی نہیں کرسکتی۔ وماذاغ البصر وماطغیٰ۔ انکے علاوہ انسان نے اپنے علوم و ادراک کے لیے اور بھی ذرائع و اسباب پیدا کرلئے ہیں جیسا کہ۔

(۱) **نجوم رمل جفر** وغیرہ۔ اول تو ان کے قواعد و احکام ہی ظنی ہیں دوئم ان کا انطباق اور بھی ظنی ہے۔ اسلئے اسنے دریافت کیئے گئے۔ عالم حسی کے حالات بھی قابل اعتبار نہیں چہ جائیکہ روحانی اور عالم مجردات کے احوال۔ اسلئے بارہا ان کے احکام غلط ثابت ہوجاتے ہیں +

(۲) **علم بالآثار والعلامات**۔ مثلاً دھواں دیکھ کر آگ کا علم حاصل کرنا۔ اگر آثار و علامات وضعیہ ہیں کہ واضع نے فلاں فلاں چیزوں کو فلاں فلاں چیزوں کے لیئے علامات اور نشان مقرر کردیا ہے جیسا کہ جھنڈیوں اور ستونوں کو میلوں کے لیئے نشان بنادیا۔ اور

تار برقی کے ذریعہ سے سوئی کے حرکات یا آواز کو مطالب کے لیئے یا حروف کمتوبہ کو الفاظ کے لیئے اور الفاظ کو معانی کے لیئے یا مخصوص آوازوں کو مخصوص مطالب کے لیئے یا مخصوص اشاروں کو مخصوص مقاصد کے لیئے مقرر کرلیا ہے جیساکہ دن میں آئینہ کے ذریعہ سے اشارات کو رات میں برقی لالٹینوں کے اشارات کو مطالب مخصوص کے لیئے خاص کرلیا ہے تب تو اسنے جو علم حاصل ہوگا وہ معتبر ہوگا۔ جسکی صداقت حس وعقل سے ہے۔ اور اگر قدرتی آثار وعلامات سے استدلال ہے جیساکہ بارش اور زلزلہ اور موسمی سردی وگرمی کے لیئے اور امراض وحوادث کے لیئے تجارب سے آثار وعلامات معلوم کرلیئے ہیں تب یہ علم کبھی ظنی اور کبھی غلط ہوگا یہاں بھی حس اور عقل دونوں حکم کیا کرتے ہیں اس علم کو شرعاً اخبار بالغیب نہیں کہتے۔ ایسے آثار وعلامات دریافت کرنے کے لیئے تھرمامیٹر وغیرہ آلات بھی بنائے گئے ہیں۔

(۳) ارواح غیر مرئیہ جن وغیرہ سے علوم وحالات کا دریافت کرنا یہ علوم بھی کبھی صحیح ہوتے ہیں۔ کیونکہ خود ارواح خبیثہ اور جن کو علوم روحانیات صحیح اور یقینی نہیں ہوتے ہاں عالم محسوس کی چیزیں اور حالات تو ان کے دیکھے سنے ہوئے ہوتے ہیں۔ عرب میں ایسے لوگ بھی تھے جو جنوں اور ارواح سے سیکھ کر لوگوں کو خبریں دیا کرتے اور ایک سچ میں دس جھوٹ ملا دیا کرتے تھے۔ ان کو **کاہن** کہتے تھے۔ شارع نے اس سلسلہ مکروفریب کو بہت سخت الفاظ سے ممنوع کردیا۔

اور اگر ارواح خبیثہ اور جنوں کا ذریعہ نہیں بلکہ عالم مجردات کے اشخاص کا جیساکہ **ہاتف غیب** تو اسمیں بھی کلام ہے جسکی تفصیل کسی دوسرے مقام پر کیجائیگی

اور کبھی شیاطین اور ارواح خبیثہ لوگوں پر مسلط ہوکر دور دراز کی اور آنیوالی واقعات کی خبریں دیا کرتے ہیں تاکہ ان سے اعتقاد ہوجائے اسلیئے اپنے نام بھی بزرگان دین کے نام بتایا کرتے ہیں کہ میں فلاں ولی یا فلاں شہید ہوں تاکہ پھر جو کچھ یہ شرک کی تعلیم دیں

مذموم احکام بتائے تو اسپر لوگ قائم ہو جائیں ان کو پوجنے لگیں مصیبت میں انکو پکاریں۔
ان کی نذر و نیاز کیا کریں۔ اور بیشتر تو توہمات باطلہ اور مکر ہی ہوتا ہے اسلیئے اسکو بھی شرع نے
مذموم اور ناقابل اعتبار ٹھرایا۔

(۴) سب سے زیادہ ذلیل اور حقیر ذریعہ علم شگن اور فال ہے جو سراسر پوچ اور بے اصل ہے
جاہل قومیں کسی کام کے ہونے یا نہونے کا علم شگن اور فال سے حاصل کیا کرتے ہیں۔
مثلاً کسی کام کو جاتے وقت اگر کسینے چھینک دیا تو جانتے ہیں کہ یہ کام نہوگا اس لیئے
ہنود نے کامیابی اور ناکامی کے لئے مُہورت اور لگن۔ یعنے بحساب نجوم اوقات اور تاریخیں
مقرر کر رکھی ہیں۔ انہیں خیالات پر آنی والے مصائب کا دفعیہ خاص خاص اوقات میں
خاص جانوروں کا ذبح کرنا جیسا کہ بھینسا۔ اور سونا۔ بیل۔ غلہ۔ تیل وغیرہ مخصوص اشیار
خاص لوگوں کو دینا مصائب کا رد کرنے والا سمجھہ رکھا ہے۔ اور ان کے اعتقاد میں ایسے
عطیات و افعال امراض شدیدہ طاعون۔ ہیضہ۔ قحط۔ موت۔ غلبہ دشمن کو روکدیتے ہیں
اسیطرح حصول مقاصد تندرستی فتحیابی رزق کی فراخدستی کا بھی ایسے عطیات و اعمال کو سبب
بنا رکھا ہے اور پھر اسکے سانہ اور بھی شاخسانے ہیں جنہیں جاہل اور بت پرست قومیں غرقاب ہیں
اور ان کے پیشواؤں۔ پنڈتوں برہمنوں۔ جوگیوں۔ کا آج سے نہیں ہزاروں برسوں سے
یہی ذریعہ معاش ہے یہ لوگ قدیم زمانہ میں بھی اپنے راجاؤں مہاراجاؤں کے لیئے
اسی قسم کے جگ اور پاٹ کیا کرتے اور خوب مال اوڑایا کرتے تھے۔
مگر افسوس آج کل مسلمانوں پر بھی جہالت کے سبب ان کی صحبت کا رنگ آ گیا۔
ان میں بھی پنڈت جوگی پیدا ہو گئے۔ یہ بھی سلسلہ مکر و فریب سراسر خلاف عقل و نقل ہے
کبھی اتفاقاً اپنر نتائج کا مرتب ہو جانا ان کے توہمات کی تائید کر دیتا۔

(خلاصہ بحث)

یہاں تک ہمنے ان چند چیزوں کا ثبوت کامل کر دیا ہے (۱) یہ کہ موجودات کا انحصار

انہیں چیزوں پر نہیں جو حواس خمسہ سے محسوس ہیں۔ یہ کہنا کہ ہم صرف انہیں چیزوں کو تسلیم کرتے ہیں کہ جو ہمکو آنکھ سے دکھائی دیتی زبان سے چکھی جاتیں ناک سے سونگھی جاتیں کان سے سنی جائیں ہاتھوں سے چھوئی جاتی ہیں محض حماقت اور سراسر جہالت ہے۔ ایسے لوگ عجائب و غرائب آلات بنانے میں کہیں تک ترقی کر گئے ہوں حیوانات سے زیادہ انکا مرتبہ نہیں کہ جن کا ادراک محسوسات تک ہی محدود ہے ادراک عقلی سے انکو کچھ بھی حصہ نہیں دیا گیا ہے کس لئے کہ عقل سلیم نے موجودات کا دائرہ محسوسات تک محدود نہیں کر دیا ہے نہ مرکبات کو جسم کثیف و محسوس میں محدود مانا ہے۔

(۲) جسطرح آنکھ سے دیکھی ہوئی چیز کا یقین ہوتا ہے اسیطرح عقل کی آنکھوں سے دیکھی ہوئی چیزوں کا یقین ہوتا ہے بلکہ اس سے بھی زائد۔ کیا مصنوع کے دیکھنے کے بعد عقل اسکے صانع کو نہیں دیکھتی؟ اور لازم کے دیکھنے کے بعد ملزوم کا یقین نہیں کرتی اور کیا دونوں یقینوں میں کچھ فرق ہے؟ یا انسان کو اپنے صفات نفسانی بھوک پیاس خوف و اطمینان درد و راحت میں کوئی شک ہے؟ حالانکہ انمیں سے کوئی بھی حواس سے محسوس نہیں نہ آنکھ سے نہ ناک سے نہ کان سے نہ ذائقہ سے نہ چھونے سے۔ ایسے حقائق کے وجود میں سائنس[1] اور فلسفۂ حال کا مکابرہ و انکار خود ان کے بطالت کی دلیل ہے (۳) ادراک کرنا خواہ کسی قسم کا ادراک ہو مادہ اور مادیات کا کام نہیں

[1] موجودہ فلسفہ کا جولانگاہ اشیاء محسوسہ ہی ہیں اسکی تمام تر کوشش تجارب کہربائی اور آلات اور تیزابوں کے ذریعہ سے اجسام محسوسہ اور کرات کی تحقیقات ہے یا حیوانات و نباتات و جمادات و فلزات کی تفتیش ہے یا دوربینوں کے ذریعہ سے نیرات و نظام شمسی کی تحقیق ہے ان کے علوم کا موضوع صرف محسوسات ہیں۔ سائنس میں موجودات کے حقائق سے بحث ہوتی ہے خواہ محسوسات ہوں یا معقولات ہوں خواہ نظریہ ہوں خواہ عملیہ مگر موجودہ یورپ کا سائنس عجب ہے جسکے مسائل نہ براہین عقلیہ قائم کئے گئے ہیں نہ نقلیہ نہ مشاہدات و تجارب پر مبنی ہیں بعض خیالات بے سر و پا ہیں۔ تاوقتیکہ یہ معلوم ہو کہ وہ انسانی

(۴) انسان اصلی وہ روح یعنے جوہر مجرد ہے وہ عالم کثیف کا ادراک تو صرف حواس سے کیا کرتی ہے اور عالم لطیف کے ادراک میں اسکو اِن حواس کی ضرورت نہیں اِس کے لیئے اور ہی آلات ہیں اور وہ خود بخود بھی بغیر ذریعہ آلات مدرک ہے (۵) حواس کی رسائی صرف مادیات اور مادیات میں سے بھی مادیات کثیفہ ہی تک ہے۔ اِن کو تو اجسام لطیفہ وصافیہ بھی محسوس نہیں ہوتے ہواؤ صافی وساکن اور خود مادہ یعنے ایتھر بھی محسوس نہیں ہوتا (۶) ادراک استدلالی وکشفی میں ترقی کرنا انسانی کمال ہے اور بجز کشف انبیائی اِن میں سے کوئی ایک بھی آمیزش وہمانی سے پاک ہونے کا دعویٰ نہیں کرسکتا *.

فصل ۲

یہ بات متفق علیہ ہے جسمیں کسی عاقل اور کسی مذہب وملت کو بھی خلاف نہیں کہ کوئی انسان ہمیشہ دنیا میں نہیں رہتا اسمیں امیر وغریب بادشاہ ورعیت عالم وجاہل نیک وبد سب شامل ہیں جسکے لیئے نہ فلسفہ قدیم نے کوئی نسخہ بہم پہونچایا نہ فلسفہ وسائنس حال نے کوئی تدبیر نکالی۔ اگر کوئی عوارض سے بچا رہا تو عمر طبعی نے آخر ایک حد پر پہونچکر جواب دیدیا اور لطف یہ ہے کہ عمر طبعی اچانک جواب نہیں دیتی بلکہ ایک عرصہ بیشتر اپنے پیغام بھیج بھیجکر متنبہ کرتی رہتی ہے مرگ احباب واعزہ میں رمزاً تقاضا ہوتا ہے کہ لو تم بھی تیار رہو یہی دن

بقیہ نوٹ صفحہ ۳۴) ادراکات مذکورہ بالا میں سے کونسی قسم کا ادراک ہے لہٰذا ہیں ادراک میں اغلاط سے حفاظت کا کیا قاعدہ ہے اِن بے سروپا اقوال پر اعتقاد جازم کرلینا اور پھر باوجودیکہ انہیں ترمیم وتنسیخ بھی جاری ہے یہ سمجھ لینا کہ کلام الہامی کی صحت کا انکی مطابقت پر مدار ہے کسقدر کمزور۔ اور جاہل دماغ کا کام ہے کہ جسکو صرف اِتنی بات نے فریفتہ کرلیا کہ یہ یورپ کے مشاہیر کے اقوال ہیں اور یورپ نے صنعت وحرفت میں یہ ترقی کی ہے حالانکہ صنعت وحرفت کی ترقی میں جہال بہائم سیرت زیادہ مشاق ہوتے ہیں کیونکہ یہ قوت متخیلہ کا کام ہے اور وہ انہیں زیادہ ہوتی ہے کارخانوں کے بڑے بڑے انجنیروں کا امتحان کرنیسے معلوم ہوسکتا ہے حال میں جاپان نے اِن امور میں کسقدر ترقی کی ہے حالانکہ انکے علوم وادراک کا یہ حال ہے کہ ابتک بت پرستی کرتے ہیں اور صدہا توہمات میں گرفتار ہیں ۱۲۔

تمہارے لئے بھی سرپر کھڑا ہے۔مگر یہ بہیمیت میں مست و مدہوش کب التفات کرتا ہے
پھر تو کڑے کڑے تقاضے ہونے لگتے ہیں آج کیا ہے بال سفید ہو گئے کل دانت
گرنے لگے۔بینائی میں ضعف آنا شروع ہو گیا ہاضمہ بھی جواب دینے لگا چہرہ کی تازگی میں
بھی فرق آ چلا اول تو یہی خیال کیا کم انسان کی تمام امنگوں کو خاک میں ملا دینے والا ہے
کیونکہ جب چند روزہ ہی قیام ہے تو ثروت و عیش سے بسر کی تو کیا اور فقر و فاقہ سے
ایام گزارے تو کیا محنت شاقہ اوٹھا کر فلسفہ و ریاضی کے نحو امض حل کیے تو کیا۔
ہفت اقلیم کا بادشاہ ہو گیا تو کیا عیش و عشرت کے جملہ سامان مہیا ہوئے تو کیا ع

جرس فریاد میدارد کہ بر بندید محملہا

ٹرین تیار ہے کوچ کی گھنٹیاں بج رہی ہیں۔**دوم** جب یہ ثابت ہو گیا کہ مر کر نیست و نابود
نہیں ہو جاتا بلکہ جو اس پیکر جسمانی میں بولتا چالتا حس و ادراک کرتا رنج و راحت اٹھاتا
برے بھلے کام کرتا تھا وہ اس قفس سے نکل گیا اور اپنی ساتھ اس عالم سے حاصل
کردہ سعادت و شقاوت ساتھ لے گیا اب ایک دوسرے عالم لطیف میں اسکو عیش و عشرت
بھی ہے یا یہ عذاب و مصائب شاقہ میں مبتلا ہے اور ہزاروں اور بے حساب زمانہ تک
رہے گا تو یہ کسقدر جاں گداز مسئلہ ہے کہ جسکے آگے عاقل کو کبھی دوسری بات کا
خیال بھی نہ آئے وہ شب و روز حیات جاودانی کے اسباب بہم پہونچانے میں مصروف
و مشغول ہونے کے سوا کسی لذت دہر کیطرف ادنی التفات بھی نکرے اور ہائے
ہائے کر کے روتا رہے۔فلیضحکوا قلیلاً و لیبکوا کثیراً بہت کم ہنسو اور بہت زیادہ رویا کرو
یہ ایسا معاملہ درپیش ہے کہ جس سے عاقل کو چین و آرام نہیں نہ معلوم کہ وہاں کیا
اعتقاد اور کون کون سے اعمال نجات اور سرور دائمی کا باعث اور کون کون ابدی
عذاب و ذلت کا سبب ہیں؟ اب یہاں فلسفہ حال اور جدید سائنس تو ایک قدم بھی ساتھ
نہیں دیتے ان کی تو عالم جسمانی اور حسی سے ذرا بھی باہر نظر نہیں وہ کوتاہ بیں بلکہ اندھے ہیں

تو یہی کہتے ہیں کہ مرتے ہی سٹیم سرد ہو جاتی ہے۔ نہ روح کوئی ادراک جوہر ہے نہ مرنے کے بعد باقی رہتی ہے نہ کسی نیک و بد کا ثواب ہے نہ عذاب ہے۔ مگر اس اندھے طبیب کے اسقدر کہنے سے روح جوہر دراک کو تسکین کب ہو سکتی ہے وہ تو اولٹ کر یہ کہے گی کہ اچھا اگر تمہارا کہنا سچ ہے اور تمہارے حکم سے دنیا کے لذات و شہوات میں حیوانوں کی طرح شتر بے مہار بھی رہے تو چلو کوئی حرج نہیں اور اگر تمہارا کہنا غلط ثابت ہوا جیسا کہ روز مرہ تمہارے انکشاف و تحقیقات میں غلطیاں ثابت ہوتی رہتی ہیں ہر روز فلسفہ اور سائنس[1] میں ترمیم ہوتی جاتی ہے برخلاف اسکے ایک گروہ عظیم مقدس لوگوں کا کہنا سچ نکلا جنکا ادراک عقلی بھی بڑھا ہوا ہے اور یہ تمام سلسلہ انبیائی اور ان کے معتقد لوگوں کا گروہ ہے اور وہ کوئی دیوانہ اور پاگل بھی نہیں ہیں تو پھر بتاؤ کیا ہوگا پھر تو کوئی تدارک بھی ممکن نہیں تمہاری جان کو کون رونے بیٹھے گا کم سے کم ایک خطرہ عظیم تو دلکو لگا رہا۔ پھر کونسا عاقل ہے کہ

---

[1] اس سائنس و فلسفہ نے تو انسانی اخلاق کی بھی کوئی عمدہ تعلیم نہیں دی بلکہ اسکا اثر تو نفس پروری خود غرضی بخل جیانت شہوت رانی ابناء جنس کو بہائم سمجھکر ان کو اپنے عیش و آرام کے لیئے مخلوق شدہ سمجھنا وغیرہ مشاہدہ میں آرہا ہے۔ سوائے شہوت پرستوں لذات حسیہ میں آزاد ہو کر غرق ہونے والوں کے اور کون اس فلسفہ کو پسند کر سکتا ہے اور یہ تمدن کے بھی کیا کام آسکتا ہے؟ ہندوستان میں جب سے مغربی فلسفہ اور سائنس کا ورود ہوا تو بہت سے لوگ اسکی زرق برق پر فریفتہ ہو گئے۔ لیکن مذہبی قید اور ملکی رسم و رواج اس بیقیدی کے مانع تھی اسلیئے سب سے اول مذہب سے مقابلہ کی ٹھری اور جب اس سے کھلم کھلا مقابلہ کی جرأت نہ پائی تو تاویل و تحریف کی آڑ سے مقابلہ شروع کیا دلیں تو یہ تھا کہ کوئی پھر اعتراض نکرے بے قید ہو کر دنیا کے جائز و ناجائز مزے اڑائیں بے حجابی سے اپنی مستورات کا جلوہ اوروں کو دکھائیں اور اون کی مستورات سے خود حظ اٹھائیں ایک دسترخوان پر متعدد کھانے جمع ہو جانے سے زیادہ لذت ہوگی اور الزام مذہب اور علماء مذہب پر یہ آ گیا کہ دنیاوی ترقی اختراع و ایجاد جو آج مغربی ممالک میں جلوہ افروز ہے یہ اسکے مانع ہیں یہ روشن خیالی کے بھی برخلاف ہیں۔ پھر تفاسیر کے ذریعہ سے قرآن

کہ جو ذرا سی بات کے لئے اپنے آپ کو ایسے خطرِ عظیم میں ڈالے ؟ حکماء قدیم کا فلسفہ روح کا باقی رہنا اور نیک و بد کا عذاب و ثواب پانے کا تو اقرار ہی ہے مگر اسکے ادراک استدلالی اور کشفی میں بھی غلطیاں پیش آجاتی ہیں حکماء کا اختلاف ہی اسکی دلیل ہے وہ جو کچھ آیندہ زندگی کی متعلق تدابیر بتلاتے ہیں اسسے بھی تسلی نہیں ہو سکتی۔ ہمکو تو ایسے ہدایات میں ایسے لوگوں کی پیروی کرنی چاہیئے کہ جنکا کشف ادراک غلطیوں سے پاک ہو وہ جو کچھ فرماتے ہوں اپنے مشاہدے سے اور دیکھے ہوئے حالات بیان فرماتے ہوں سو وہ گروہ پاک بجز حضرات انبیاء علیہم السلام کے دنیا میں اور کوئی نہیں۔ انہیں کی پیروی سے دلکو تسلی ہونی ہے اور یہ اسی کام کے لیے مبعوث بھی کیئے گئے تھے انبیائی سلسلہ میں سب سے اخیر حضرت محمد مصطفیٰ ہیں صلی اللہ علیہ وسلم۔ ان کی نبوت کی صداقت انپر نازل ہوئی کتاب قرآن سے بخوبی ہو سکتی ہے جس کا مثل بنانا بشر سے ناممکن ہے جسمیں تمام انبیائی اصول سعادت اور روح کی ترقی اور پاکیزگی کے طریقے اور نیز تمدن و اخلاق کی اصلاح بوجہ اتم و اکمل ایسی پائی جاتی ہے جو کسی انبیائی کتاب میں نہیں پائی جاتی اور نیز آنحضرت صلعم کی پاک سیرت اور آپکا وہ اثر روحانی جو ایک برقی قوت سے بھی زیادہ ہے جسنے نصف صدی سے پہلے دنیا کو اپنے رنگ میں رنگدیا آپ کی نبوت و رسالت کیلئے روشن دلیل اور زندہ برہان ہے

(بقیہ نوٹ صفحہ ۳۷) وہ احادیث کو پلٹنا شروع کیا اور لکچروں اسپیچوں میں انکے مریدوں نے ہائے قوم ہائے قوم کے نعرے بلند کرنے شروع کیئے اور انکی خوشامدی اور کاسہ لیس بھاٹوں یعنے شاعروں نے جنکی شکل و صورت پر بھی اندرونہ تاریکی نمایاں ہے نظموں مسدسوں قطعات مثنویوں میں یہی راگ آلاپنا شروع کر دیا۔ مگر عجب حماقت ہے کہ یورپین کے فیشن اور ان کے آزادانہ تمدن کے سوا انکی اصلی ترقی صنعت و حرفت تجارت و اتفاق میں سے تو کچھ بھی نہ لیا۔ نہ اسکو انکی تمدنی ترقی کا سبب خیال کیا بلکہ ممالک مغربی میں تعلیم پانے یا سیر و سیاحت کرنے بھی گئے تو انکا فیشن اور انکا آزادانہ تمدن ہی لیکر آئے جو اور بھی انکی بربادی اور خاندانی ننگ و ناموس دولت و ثروت کا برباد کنندہ ہوتا ہے۔ افسوس ۱۲ منہ

فصل ۳

شاید ناظرین کے دلمیں یہ دو باتیں کھٹکتی رہگئی ہونگی (۱) روح کا مرنے کے بعد باقی رہنا (۲) اسکے نیک و بد کا بدلہ ملنا۔ ان دونوں باتوں پر باستثنای چند اقوام کہ یا تو وہ جاہل اور جنگلی ہیں یا ان کی ترقی کا دائرہ محسوسات اور جسمانی اشیاء کی تحقیق و انکشاف تک محدود ہے جسلئے وہ بھی اہل علوم عقلیہ و روحانیہ کے نزدیک جاہل ہیں۔ تمام دنیا اور کل ابنیائی سلسلہ گواہ ہے اور یہ شہادت جسمیں بڑے بڑے عقلاء اور اہل کمال داخل ہیں اور اب تک دنیا کے مقتدا مانے جاتے ہیں۔ کافی اور وافی ہے۔ کیا ان کی یہ شہادت کسی وہمی اور خیالی بات پر ہے ؟ ہرگز نہیں یا انہوں نے جھوٹھ بولا ہے۔ یا ان کی یہ شہادت کسی طمع نفسانی اور مکر و فریب پر مبنی ہے ؟ ہرگز نہیں اور نہو سکتی ہے۔ جو شخص دنیا بھر کو اور دنیا کے ایسے ایسے مقدس بزرگوں عقلاء و حکماء کو قاطبۃً دروغ گو اور غلط خیال کرنیوالا سمجھے خود اسکے دماغ میں خلل ہے اسپر شہوات و لذات حسیہ کا پردا پڑا ہوا ہے۔ وہ اس شہادت کو اپنی نفسانی خواہشوں کے برخلاف سمجھکر انکار کرتا ہے یہ اسکی سخت بدنصیبی اور ازلی محرومی ہے۔ وہ روحانی ریاضیات اور سلسلہ ابنیائی کی پیروی کر کے آپ دیکھ سکتا ہے کہ روح جوہر مجرد ہے مرنے کے بعد بھی باقی رہتی ہے اور اسکو وہاں اس کے دنیاوی نیک و بد اعتقادات و ملکات و افعال کا عذاب و ثواب بھی ہے۔ یوں دور سے انکار کرنا اور اسطرف کوشش نکرنا سخت بیعقلی ہے **دوئم**۔ جب ہم یہ ثابت کر آئے ہیں کہ ادراک مادیات کی خاصیت نہیں بلکہ جوہر لطیف کا کام ہے جو بغیر ان حواس کے بھی ادراک کرتا ہے اور وہ روح ہے تو ثابت ہوا کہ وہ روح جسم سے دوسری چیز ہے۔ اور یہ بات بھی ہر عاقل کے نزدیک ثابت بلکہ مشہور ہے کہ جسمانیات میں بھی دیرپا وہ اجسام ہیں جو لطیف ہیں جیسا کہ بسائط۔ اور نیرات و سماوات کی بقا کو اور موالید ثلثہ جسم حیوانات

و انسانی اور نباتات و جمادات کے بقار کو دیکھو دونوں میں کسقدر فرق ہے۔ اب لطیف اجسام کی بقا راور دیر پا ہونے پر مجردات اور روحانی چیزوں کی بقار کو قیاس فرمایئے کہ وہ کسقدر باقی اور دیر پا ہونگی"۔ اور روح بھی جوہر مجرد ہے نتیجہ نکلا کہ وہ بھی باقی اور دیر پا ہے اب رہا نیک و بد اعمال کا اثر جب یہ ثابت کر دیا گیا کہ ادراک علم مجردات کا خاصہ ہے اور موجودہ زندگانی میں بھی ادراک و علم روح کا ہی کام تھا۔ بلکہ یہ پیکر جسمانی تو اسکے ادراک و علوم میں مانع و حاجب تھا۔ اور لذت و درد سب ادراک پر مرتب ہیں کیونکہ اس عالم جسمانی میں بھی جب انسان کو کلورافارم وغیرہ سے بیہوش کر دیا جاتا ہے تو اس کو کوئی بھی حسی درد و لذت نہیں محسوس ہوتی ہاتھ پانوں کاٹ ڈالو خبر بھی نہیں لاکھ اسکے سامنے سامان لذت پیش آئیں اسکو کچھ بھی لذت نہیں۔ اور یہ بھی ثابت ہے کہ قدرت نے جسطرح اجسام میں تاثیرات رکھی ہیں جنکا کوئی بھی انکار نہیں کر سکتا اسیطرح انسانی علوم وملکات اور اسکے کاموں میں بھی تاثیرات ہیں جن سے خود اسکی روح متاثر ہوتی ہے علمی لذات و سرور کے مست دنیا میں ہزاروں موجود ہیں۔ پھر جب یہ حجاب جسمانی اٹھ گیا اور روح کا ادراک بھی پورا ہو گیا تو کیا وجہ کہ اب اسکو ان تاثیرات کا ادراک نہو؟ اور یہی ثواب و عذاب ہے البتہ یہ ایک سر روحانی ہے کہ وہ نیک و بد ادراک نیک و بد صور و اشکال میں بھی محسوس ہوتا ہے۔ اسلیئے عذاب و ثواب کی دو قسمیں ہیں ایک روحانی جسکو جنت و دوزخ روحانی کہتے ہیں کہ روح کو خود بخود تقرب بارگاہ الٰہی سے ایک بعید فرحت و سرور ہوگا اور اسکی دوری اور ناراضی سے رنج و تکلیف ہوگی۔ دوئم جسمانی۔ جسمانی سے جسم عنصر مراد نہیں تاکہ شبہات وارد کیئے جائیں بلکہ یہ کہ صور و اشکال میں وہ دکھ اور آرام کی کیفیت محسوس ہوگی۔ آرام کی صورتیں باغ انہار حور و قصور اور رنج کی جہنم کی آگ تنگ و تاریک مکان میں محسوس ہونگی۔ ان صور و اشکال کو اور انبیاء نے بھی مگر قرآن نے بہت تفصیل سے بیان فرمایا ہے جسپر ناسمجھ اعتراض کیا کرتے ہیں واللہ الہادی +

باب اوّل

فصل اوّل

ہم کہہ چکے ہیں کہ انسانی سعادت کے متعلقہ جملہ علوم حقہ جنمیں ذرا بھی آمیزش وہم نہو وہ صرف حضرات انبیاء علیہم السلام کے ذریعہ سے بندونکو پہونچے ہیں۔ آخر زمانہ میں جبکہ انبیائی طریق مٹ چکنے کو تہا۔ اور آمیزش اوہام نے اسکی بہی اور ہی صورت کردی تہی گویا روحانیت کا ایک بیجان سا چراغ ٹمٹما رہا تہا (جسکی روشنی بہت ہی دہندلی تہی آپ کو آگے چلکر ثابت ہوگا) تو اُس رحیم وکریم نے فاران کی چوٹیوں پر آفتاب ہدایت جلوہ گر کیا۔ دنیا کو اندہیریوں میں سے نکال کر نور کیطرف لایا اعنی حضرت سید المرسلین محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو نبی مرسل بناکر بہیجا اور انپر کتاب نازل فرمائی جسمیں تمام اگلے اصول انبیاء کو صاف پاک کرکے انکے ساتہ اور صدہا علوم مفیدہ اضافہ فرماکر جمع کیا اس کتاب مقدس نے نوع انسانی کو علمی وعملی کمال کی حد تک رہنمائی کی۔ اسکو وہ وہ اسرار اور حواس سے مستور امور بتلائے کہ جہاں تک نہ حواس کی رسائی ہوسکتی تہی نہ حکماء کا سائنس[۱] پہونچ سکتا تہا احکام عملیہ بہی طہارت سے لیکر تہذیب اخلاق وعبادت وتمدن وسیاست وتزکیہ روح تک وہ بیان فرمائے[۲] کہ جن بغیر انسانی زندگی بالکل نامہذب اور بہائم زندگانی تہی ✚

---

[۱] قرآنی علوم پاک وصاف کے آگے سائنس کی وہی مثال ہے جیساکہ آفتاب نصف النہار پر ہو پہر کوئی چراغ کی روشنی سے کام لے کیا خوب کہا ہے کسینے شعر مصطفے اندر جہاں وآنگہ کسے جوید زعقل ✚ پیش مہر نور افشاں اندرسہا جوید ضیا ✚ اسلیئے اسلامیوں کو قرآن نے سائنس سے بے نیاز کردیا ✚۔

[۲] آسمانی کتاب کی دراصل یہ ضرورتیں ہیں نہ یہ کہ فلسفہ اور ریل گاڑی تار برقی کلیں انجن بنانے کے علوم

علمی چیزوں میں سے ہم اُن چند اشیاء کا ذکر کرتے ہیں کہ جو انسان کی علمی ترقی کا نصاب کامل ہیں اور اسلیئے اِن کے یقین کرنے کو شرع محمدی نے ایمان قرار دیا ہے جس سے نجات اور حیات جاودانی وابستہ ہے اور یہی عمل خیر کیطرف بھی محرک ہوتا ہے ÷

{ اِن میں سب سے اول خدائے تعالیٰ کی ذات وصفات کا علم ہے }

خدا کی ذات بابرکات کا ثبوت قرآن کے پہلے ہی جملے سے دکھایا ہے اسطرح پر کہ وہ ایک حکیم و فیلسوف کے مذاق کے موافق برہان بھی ہے اور عوام دماغ بھی اپنے سادہ مذاق کے بموجب اوس سے یقین حاصل کرسکتے ہیں ÷

دلیل اوّل - الحمد للہ رب العلمین ۰ یہاں چار لفظ ہیں۔ حمد یعنے ستایش اور خوبی۔ اللہ جو اس ذات واجب الوجود کا علم ہے جسمیں جملہ صفات کمال حاصل ہیں۔ ربّ پرورش کرنے والا درجہ بدرجہ کسی چیز کو اس کے کمال تک پہونچانے والا جس سے وہ شے اپنے

(بقیہ نوٹ صالا) سکھانا جیسا کہ آریہ کے پیشوا نے ویدوں کی نسبت بیان کیا ہے۔ کیونکہ (۱) تو یہ علوم بنی آدم اپنی خداداد عقل اور تجربہ سے خود پیدا کرسکتے ہیں انکے لئے الہام کی کوئی بھی ضرورت نہیں یورپ و امریکہ میں ان فنونکا ایجاد و اختراع کسی الہامی کتاب سے نہیں ہوا ہے (۲) اگر ویدوں کے الہام کی بھی ضرورت تھی تو انہیں یہ علوم بھی ہونے چاہیں حالانکہ ویدوں کا کوئی پنڈت بالخصوص آریہ کا پیشوا ریل انجن کا بنانا تو کجا انجن چلانا ہی نہیں جانتا۔ (۳) اگر ایسا ہی تھا تو جب یہ کتاب تازہ تازہ الہام ہوئیں تھیں اور ان کے ملہم بھی موجود تھے تو تشریح و تفسیر کرنے پر قادر تھے تو ان کے زمانہ میں اِن علوم و فنون کا ہندوستان میں زیادہ چرچا ہونا چاہیئے تھا اور پھر یوماً فیوماً انہیں ترقی ہوتی رہتی حالانکہ معاملہ برعکس ہے اب تک بھی ہندو بغیر ذریعہ علوم مغربیہ کے اِن چیزوں کے نام سے بھی واقف نہیں نہ ان چیزوں کے آثار پائے جاتے ہیں یہ پنڈت جی نے کیسی کمزور اور خلاف واقعہ بات کہی شاید ان کی نظروں میں بھی اس صنعت و حرفت نے اپنا اثر کرلیا تھا۔ ۱۲ منہ

مربی سے کسی حال اور کسیوقت بھی مستغنی نہیں رہسکتی - ہر وقت اسکی طرف دست احتیاج کشادہ رہتا ہے عالمین - عالم کی جمع یعنے بہت سے عالم جواہر عالم مجردات عالم اجسام عالم مادیات - عالم سفلیات - عالم عناصر و بسائط - عالم نباتات - عالم حیوانات - عالم انسان - عالم محسوس عالم معقول - عالم جہان کو کہتے ہیں -

اب عاقل آخر سے اول تک نظر کرتا چلا آئے خود بخود اشیاء مذکورہ میں سے ایک دوسرے کے لیئے ثابت ہوتی جائے گی - جب صرف عالم محسوس میں سے عالم نبات و عالم حیوان عالم انسان ہی کو غور سے دیکھے گا تو صاف اور بے حجاب معلوم ہوگا کہ انمیں سے کسی ایک کا وجود بھی اپنا نہیں نہ انمیں سے کسی ایک نے بھی اپنے آپ کو بنایا ہے - پھر دیکھیئے ہر عضو اپنی مناسب جگہ پر کسطرح لگا ہوا ہے فن تشریح کے دیکھنے سے بڑی حیرت ہوتی ہے کہ اعضاء اندرونی و بیرونی میں کیا کیا صنعتیں اور انجام اندیشتیں ملحوظ رکہی گئی ہیں - پہر نر کے ساتہ مادہ کا بھی جوڑا لگا دیا ہے پہر نر کے اعضاء اور قوے میں وہ امور ملحوظ رکہے گئے ہیں جو اسکے لیئے بہت ہی ضروری ہے - اسیطرح مادی کے لیئے وہ باتیں ملحوظ رکہی ہیں جو اسکو مناسب اور ضروری ہیں پہر انکا توالد و تناسل انکا باہم میل طبعی - پہر انکا نشوونما پہر اسکے لیئے آلات ادراک و تکلم جو کچہہ عطا کیئے گئے ہیں حیرت انگیز ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ضرور کوئی نہ کوئی حکیم و مدبر اسکا بنانے والا ہے جسکی طرف بننے کے بعد بھی اسکا سلسلۂ احتیاج قائم ہے وہ کون ہے ؟ اسجگہ سائنس اور فلسفۂ مغربی تو قدم پہسل گیا جس نے کبھی مادہ کبھی طبیعت کبھی نیچر کا نام لیا - جب اسنے سوال ہوتا ہے ؟ اتنی بات تو بداہت عقل سے بھی معلوم ہوتی ہے کہ خواہ وہ کوئی ہو مگر مدرک و انجام بیں تو ضرور ہے کسلیئے کہ یہ حکمت کسی بے شعور و بے ارادہ کا کام نہیں - پہر مادہ اور طبیعت تو ان کے نزدیک بھی مدرک نہیں وہ کیونکر مربی ہو سکتے ہیں ؟ ہاں یہ بات مسلم ہے کہ اسنے انکے مادہ میں کاریگری کی ہے اور طبیعت کی کل بھی ان کے سرانجام مہام کے لیئے قائم

کردی ہے۔ اب نیچر کو بتاؤ وہ کیا ہے؟ یہ کہدینا کہ اسکا عقل ادراک نہیں کرسکتی کافی نہیں کیونکہ گو اسکی حقیقت وماہیت کا پورا ادراک نہ کرسکے مگر کیا اسکے کچھہ اوصاف بھی جان نہیں سکتی؟ اگر یہ ہے تو ایسے مجہول مطلق کو کسلیئے تمنے مربی بنادیا۔ اب بتاؤ کہ نیچر محسوس ہے کہ نہیں اگر کہیں نہیں تو تمنے اپنے قاعدہ مسلمہ سے بھی انحراف کیا کہ جو محسوس نہیں ہم اس کے وجود کے قائل نہیں اچھا محسوس نہیں معقول ہے پھر اتنا تو بتاؤ کہ وہ مدرک و با اختیار و ارادہ بھی ہے کہ نہیں اگر کہیں نہیں تب وہ بھی مربی نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ مصنوع اپنے صانع پر ضرور دلالت کرتا ہے۔ ہر مصنوع کیحالت صانع کی حالت کا آئینہ ہوتی ہے۔ اگر زمین پر چند لکیریں بے ترتیب کھینچی ہوئی نظر آئیں اور اس کے پاس کسی جانور یا درخت کی تصویر بھی نہایت عمدہ کھینچی ہوئی دکھائی دے تو پھر کیا عاقل یہ نہ سمجھے گا کہ تصویر کسی اس فن کے ماہر نے کھینچی ہے پھر یہ بھی بتاؤ کہ ہر شے کا ایک ہی نیچر ہے یا جدا جدا نیچر ہیں۔ اگر وہ ایک ہے اور صانع و مدرک و با اختیار بھی ہے تو چلو جھگڑا مٹا اسیکو ہم اللہ کہتے ہیں۔ اگر متعدد نیچر ہیں تو ضرور کہنا پڑے گا کہ نیچر ان کی حقیقت میں داخل ہے کوئی عارضی بات نہیں کسلیئے کہ بے معنی عارضی بات سے تعبیر کرنے کے کوئی وجہ نہیں جب حقیقت میں داخل ہوا اور یہ جزو تمام مشترک جملہ افراد نیچر میں پایا گیا تو ضرور کوئی دوسرا جزو بھی ان کی حقیقت کا جزو ممیز ہوگا ورنہ باہم ان کی حقائق میں امتیاز نرہے گا پھر متعدد نیچر کہنا غلط ٹھہر جائیگا پھر جب یہ بھی جزو حقیقت ہوا تو نیچر کی حقیقت کے دو جزو ثابت ہوگئے جن سے وہ مرکب ہوا ہے اور یہ عقلی قاعدہ ہے کہ ہر مرکب حادث ہے اور ہر حادث کیلئے ضرور ایک محدث یعنی پیدا کرنے والا بھی ہے اب بتاؤ کہ ان نیچروں کو کسنے بنایا؟ معلوم ہوا کہ ان کا بنانے والا اور ہی زبردست حکیم و علیم ہے۔ ہم اسیکو اللہ کہتے ہیں۔ الغرض کسیطرف چلو جہاں جاکر جس کی طرف سلسلہ احتیاج تمام ہوگا وہی اللہ ہے وہو بکل شیٔ محیط۔ موجودات کا ہر طرفسے اسینے احاطہ کر رکھا ہے ٭

جب عالم کا مربی اللہ قرار پایا اور پھر پھر کراو دھر ہی آنا پڑا تو یہ بھی ثابت ہو گیا کہ جملہ موجودات کا وہی مربی ہے اسکی طرف دست احتیاج کشادہ ہے اسینے اپنے فیض عام سے مخلوق کی آفرینش میں حکمت واتقان ملحوظ رکھا ہے۔ جب یہ ہے تو اسمیں جملہ صفات کمال بھی ہیں اور جسمیں جملہ صفات کمال ہوں۔ وہی ہر طرح کی ستایش ونیایش تعریف ومدح کا مستحق ہے اس جملہ کو اب دوسری طرح سے بقاعدہ حکما ترتیب دے لو پوری برہان خدا تعالےٰ کے وجود اور صفات کمال پر قائم ہو جائے گی۔ بایں طور۔ تمام عالم اور اسکے جملہ افراد موثر سے مستغنی نہیں۔ کیونکہ ان کا وجود ترتیبی اور بقار کی احتیاج یہی بتا رہی ہے۔ انسان کو تو دیکھ ہی چکے ہو اب اوپر نیرات کا بھی اوڑ کر ملاحظہ کر لو۔ نیرات کے یہ تیز حرکات کہ بعض ایک گھنٹے میں چوبیس ہزار میل کا فاصلہ طے کرتے ہیں اور پھر ان کے یہ بھاری بھاری اجسام کہ جنکی نسبت زمین ایک رائی کے دانہ کے برابر ہے۔ بتاؤ کون حکیم ومدبر ہے۔ جسنے ان کے اجسام میں ایک ایسی محدود کشش رکھی ہے کہ جس سے وہ ایک انچ بھی اپنے دورے کے مدار سے تجاوز نہیں کر سکتے اور ان سب کے دوروں کا ایسا باقاعدہ انتظام کر دیا ہے کہ جس سے انمیں باہم ٹکر ہونے نہیں پاتی۔ ریلوں پر بڑے ہوشیار محافظ ہوتے ہیں اور وہ معدودے چند ہوتی ہیں۔ اسپر بھی ٹکرا جاتی ہیں۔ یہ نیچر مادے طبیعت کسی بے شعور کا کام نہیں۔ یہ صغریٰ دلیل تھا کبرے یہ ہے اور جو موثر سے مستغنی نہیں وہ حادث ہے نتیجہ نکلا کہ عالم بجمیع افرادہ جسمیں جواہر اعراض معقولات و محسوسات سب داخل ہیں حادث ہے یعنے ہمیشہ سے نہیں اسکو کسینے بنایا ہے اور وہ بنانے والا کاریگر علیم وقدیر خدا ہے۔ الحمد للہ رب العلمین +

عالم محسوس زمین۔ اور اسکی تمام چیزیں موالید ثلثہ اور عناصر وبسائط۔ اسیطرح صدہا ہزارہا نیرات ثوابت وستارے جنکی تعداد بجز اسکے کوئی بھی نہیں جانتا جنمیں سے بہت تو بعد مسافت کے سبب دوربینوں سے بھی دکھائی نہیں دیتے۔ ایک ایک ستارا

زمین سے ہزاروں حصہ بڑا ہے۔ پھر انمیں بھی زمین کی چیزوں کی طرح نہ معلوم کیا کیا چیزیں ہیں۔ ان کے رہنے والوں کو زمین ایک بہت ہی چھوٹا سا تارا دکھائی دیتا ہے۔ اور پھر یہ بھی معلوم نہیں کہ ان کا کیا مادہ ہے بھی ایک مادہ اثیریہ (ایتھر) ہے یا ہر ایک کے جداگانہ مواد ہیں اور ان کے ارد گرد بھی اسیطرح کے عناصر اور بسائط ہیں جیسا کہ زمین کے ارد گرد محیط ہیں یا اور مختلف الحقیقت ہیں۔ اس بارے میں جس حکیم و فیلسوف نے جو کچھ کہا ہے وہ اسکی رائے ہے ممکن ہے کہ صحیح ہو یا غلط۔

اب اس تمام مجموعہ کو اسکی دریائی ہستی کا ایک قطرہ اور میدان وجود کا ایک ذرہ سمجھنا چاہیئے اور ایسے بے تعداد بحار وجود اور بوادی شہود اس قادر مطلق کے زیر حکم ہیں۔ پھر وہ ان میں کیونکر سما سکتا اور لطافت کے سبب حواس سے کیونکر دکھائی دیسکتا ہے عالم معقول تو عالم محسوس سے بھی کہیں زیادہ وسیع ہے۔ جنۃٍ عرضھا کعرض السمٰوات والارض۔ اور پھر عالم معقول کے بعد دیگر لطافت و تجرد میں مرتب ہیں انکی مخلوق اور ان کے حالات کا ادراک بشر کیا احاطہ کر سکتا ہے۔

آسمان کی حقیقت تو وہی جانتا ہے۔ مگر حکماء حال نے حواس کی تیزی کے لیئے دوربینیں بنا کر جو غور سے دیکھا تو انکو بجز ایک نیلگوں رنگت کے اور کچھ بھی دکھائی ندیا اس لیئے انہوں نے کہدیا کہ صرف فضاء وسیع کا نام آسمان ہے سبع سیارہ کے سبب سات آسمان آج سے نہیں بلکہ جب سے بنی آدم کا ظہور ہے مشہور ہو گئے ہیں۔ وہ صرف فضاء ہے جو ایک موہوم شے کے سوا اور کچھ نہیں۔

اب یہ نیلگوں رنگ جو حکماء نے اس کوشش سے ملاحظہ کیا جسکو خاص و عام بھی دیکھتے ہیں یہ کیا ضرور ہے کہ انوار نیرات اور ظلمت فضاء سے مرکب ہو کر نظر آنے لگا ہو ممکن ہے کہ آسمان ہی کا اصلی رنگ ہو۔ اور خیر یہی سہی مگر جب بسائط حس بصر سے دکھائی نہیں دیتے تو آسمانوں کا دکھائی نہ دینا کیا تعجب خیز بات ہے اور یہ نیلگوں رنگت گو انپر عارض نہو

گر مجرد جہات ہونے کے سبب ایک طرف تو ضرور عارض ہے جیسے ان کو آسمانوں کی رنگت کہنا کچھ بھی غلط بات نہیں جو کچھ ہو مگر محسوس نہ ہونے سے ان کے وجود کی نفی کرنا خلاف عقل ہے جیسا کہ ہم مقدمہ میں ابھی ثابت کر آئے ہیں۔

الغرض عالم محسوس اور عالم معقول کے لاکھوں اجناس ہیں اور ہر جنس کے بیشمار انواع واصناف ہیں اور ہر نوع وصنف کے بیشمار افراد ہیں۔ اگر ہر ہر فرد اور ایک ایک چیز کی پیدائش اور ان کے حالات میں غور کیا جاوے تو ہر ایک خدائے قادر علیم و خبیر کے وجود اور صفات کمال پر ایک روشن دلیل ہے۔

اسلیئے قرآن مجید میں عالم کے چند افراد کو پیش کر کے اپنی ہستی اور کمال کو دکھایا۔ اور انکو آیت قدرت اور دلیل وجود بنایا ہے اس قسم کے قرآن میں بہت سے دلائل مذکور ہیں۔ جنکا چشمہ یہی جملہ الحمد رب العلمین ہے اور سب اسکی تفسیریں ہیں۔ ہم بھی کسیقدر ان کو ذکر کرتے ہیں۔ مگر یہ سب دلائل آفاق کہلاتے ہیں یعنے انسان سے بیرونی خود انسانی کے اپنے حالات بھی اسکی قدرت و کمال کے آیات بینات ہیں جنکو دلائل انفس کہتے ہیں قرآن میں ان دونوں قسم کے آیات و دلائل کیطرف اس آیت میں اشارہ ہے سنریہم ایاتنا فی الآفاق وفی انفسکم افلا تبصرون۔

اس جملہ الحمد للہ رب العلمین میں ذات وصفات کا ثبوت دکھا کر اپنے صفات میں سے ایک خاص صفت کا ثبوت کرتا ہے جو خدا اور بندے میں رشتۂ محبت قائم کرتی ہے اور جسکا ثبوت اس جملہ سے ہوتا ہے الرحمن الرحیم کہ وہ بڑا مہربان نہایت رحم کرنیوالا ہے۔ رحمانیت کا مقتضیٰ ہی تو تھا جو تمام مخلوق کو عالم وجود میں لایا۔ اور پھر ان کی تربیت کر رہا ہے۔ رحیمیت کا مقتضیٰ یہ ہے کہ وہ نیکوں کے ساتھ ایک دوسرے عالم میں جس کی طرف اسکے بعد کے جملہ میں اشارہ ہے۔ مالک یوم الدین ایک خصوصیت خاصہ سے پیش آئے گا اور وہ خصوصیت خاصہ بندیکو نہ کسی دولت و ثروت سے نصیب ہوتی ہے نہ کسی

فضل و کمال سے بلکہ اِس اقرار اور دلمیں اِسکو مستحکم کرنے سے ایاک نعبد و ایاک نستعین کہ اے
عالم کے صانع اور مربی اور بڑے ایک آنے والے دن کے مالک ہم تیری ہی عبادت کرتے
ہیں۔ کیونکہ اور کسیکا عبادت میں حق ہی نہیں کیونکہ نہ اور کوئی موجد ہے نہ مربی ہے۔ اور اپنے
ہر کار بار میں خواہ اُس عالم کے متعلق ہو خواہ اِس عالم کے اور ہر حاجت میں جو امکان کا خاصہ
ہے تجھہ ہی سے مدد مانگتے ہیں کیونکہ اور ہے کون جو کسیکے کام آئے اور مدد کر سکے۔ اِس
اقرار نامہ پر قائم رہنا بلحاظ اسکے کہ انسان میں قوی ملکیہ کے ساتھ قوائے بہیمہ کا بھی پورا اثر ہے
جو اسکو توہمات میں مبتلا کرتی ہیں بے صبری و ناعاقبت اندیشی کی وادی میں ڈالکر لذات
و شہوات فانیہ میں بھی مبتلا کرتی ہے۔ خیالی معبودوں کی طرف بھی جھکا دیتی ہیں اسکی توفیق
و عنایت بغیر ممکن نہیں۔ اسلئے اسپر قائم رہنے کے لیئے اوسی رحمان و رحیم رب العالمین سے
دعا کرنے کا بھی ایما رہے۔ اہدنا الصراط المستقیم کہ ہمکو سیدھی راہ دکھا۔ یہ ایک ایسا عام لفظ
ہے جو دنیاوی اور آخروی معاملات سب کو شامل ہے راہِ راست ہر امر میں مطلب کیطرف
پہونچاتی ہے انسان کو قدرت نے دو قوتیں عطا کیں ہیں **قوت نظریہ** یعنے علم و ادراک جاننا
اور یقین کرنا۔ یہ سب علوم کو شامل ہے جنمیں کیفیت عمل کا تعلق نہیں خدا تعالے اور اس کی
ذات و صفات ملائکہ اور انبیاء اور مرنے کے بعد کے حالات سعادت و شقاوت کے علوم یہ
سب قوت نظریہ کے متعلق ہیں مرنے کے بعد یہی قوت موجب نجات ہے اور اسکی
درستگی کو ایمان اور غلط کاریکو کفر کہتے ہیں۔

اسمیں افراط یہ ہے کہ خلاف واقع اور غلط طور پر جانے۔ خدا کا انکار کرے یا اس کے
لئے صفات قبیحہ ثابت کرے یا اسکی صفات میں اوروں کو بھی شریک بنائے یا اوروں کو بھی عالم
کا متصرف جانے (اسکو شرع میں شرک کہتے ہیں) دوسری تفریط وہ یہ کہ حقائق موجودہ
میں سے جنکا جاننا اور اُنپر ایمان لانا ضرور تھا انکو بھی نہ جانے دوسری **قوت عملیہ** ہے
تہذیب اخلاق۔ تدبیر المنزل سیاست مدن کے جملہ علوم اسکی شاخیں ہیں اسمیں بھی

افراط و تفریط ہے۔ مثلاً سخاوت و جود جو انسان کی ایک عمدہ صفت اخلاقی ہے اسمیں افراط کا
نام تبذیر ہے یعنے فضول خرچی کرنا اور مال اُڑا دینا اور تفریط بخل ہے۔ اسلئے جس صراط مستقیم
کی ہدایت کا سوال کرنا بتایا تھا۔ اسکی تعین اور تحقیق کیطرف بھی سوال میں اشارہ ہے۔
صراط الذین انعمت علیہم سیدھی راہ سے اِن لوگوں کی راہ مراد ہے کہ جنپر تو نے انعام کیا
جنپر چلکے وہ مراد کو پہونچے۔ وہ کون تھے؟ انبیاء اور ان کے اتباع اسکی تفسیر خود قرآن میں
آگئی ہے من النبیین والصدیقین والشھداء والصالحین۔ ان میں نبی پر قوت نظریہ
کا پرتو اکامل ہوتا ہے اور صدیق اسکا ظلل ہوتا ہے اور نبی کی قوت عملیہ کا پرتوا شہید ہوتا
ہے اور پھر صالح ہے۔ انعمت علیہم کا پتا اسلئے دیا کہ کسی شے کے نیک نتیجہ کے تجربہ کرنے کے
اِس شے کے مفید ہونے میں شک اور تردد نہیں رہتا۔ پھر اس کے صراط مستقیم کی جانب
افراط کی نفی بھی کردی۔ غیر المغضوب علیہم کہ نہ ان لوگوں کی راہ کہ جنپر تیرا غصہ ہوا۔ حقیقت میں
غضب الٰہی کا فوران قوت نظریہ کی افراط سے ہی زیادہ تر ہوتا ہے اور اسیطرح جانب
تفریط کی بھی نفی کردی گئی و لا الضالین اور نہ اِن لوگوں کی راہ کہ جو گمراہ ہوئے۔ اب اِن
دونوں کا مصداق اُمم ماضیہ میں سے کوئی فرقہ ہو جسقدر گمراہ فریق دیکھو گے کسیمیں افراط
ہے تو کسی میں تفریط۔ خواہ انبیائی سلسلہ کے نامزد فریق ہوں جیساکہ یہود و نصارے
خواہ حکماء کے فریق ہوں +

دلیل دوئم۔ علویات۔ آسمانوں اور ستاروں کی پیدایش اور ان کے حالات ہیں
قرآن مجید میں متعدد مقامات پر کہیں آسمانوں کے بنانے اور انمیں وسعت قائم کرنے
اور ان میں استحکام رکھنے سے استدلال ہے۔ کہیں آفتاب و ماہتاب کے پیدا کرنے
اور ان کی حرکات معینہ سے استدلال ہے وَالشَّمْسُ تَجْرِیْ لِمُسْتَقَرٍّ لَّهَا ذٰلِكَ[1]
تَقْدِیْرُ الْعَزِیْزِ الْعَلِیْمِ ۝ وَالْقَمَرَ قَدَّرْنٰهُ مَنَازِلَ حَتّٰی عَادَ كَالْعُرْجُوْنِ الْقَدِیْمِ ۝

[1] اور آفتاب ہے کہ اپنے مقام پر ٹھہرا ہوا چلتا ہے۔ یعنے چلتا دکھائی دیتا ہے۔ یہ اندازہ ہے زبردست باخبر کا

لَا الشَّمْسُ يَنْۢبَغِيْ لَهَآ اَنْ تُدْرِكَ الْقَمَرَ وَلَا الَّيْلُ سَابِقُ النَّهَارِ ۭ وَكُلٌّ فِيْ فَلَكٍ يَّسْبَحُوْنَ ۝

وجہ استدلال یہ ہے کہ اگر بقول منکرین خدا، خود اتبہر سمٹ سمٹ کر آفتاب ماہتاب اور ستارے بن گئے ہیں اور ان کے اندر کا گیاس ہی ان کی روشنی ہے۔ تو یہ بتاؤ کہ (۱) انکی جسامت اور ان کے انوار کے مقدار و کیفیات کے تفاوت کا کیا باعث ہے؟ کس لیے کہ جب علت فاعلیہ مادہ ٹہرا اور وہ یکساں تھا تو اس کے افعال غیر ارادیہ بھی کل اور طبیعت کے افعال کیطرح یکساں ہونے چاہییں (۲) وہ کیف ما اتفق بغیر ترتیب ہوتے کیلئے کہ ہم ہر روز مشاہدہ کرتے ہیں کہ کسی چیز کا مادہ سمٹ کر اور خشک ہوکر جو اس کے مختلف اجزار پیدا ہو جاتے ہیں تو ان کے اجزار میں کوئی بھی ترتیب نہیں ہوتی سب بے ڈول اور مختلف الاشکال والاوضاع ہوا کرتے ہیں۔ گیلے گارے کو دیکھو جب تالاب کے خشک ہو جانے سے اس میں گارا سمٹ جاتا ہے تو چھوٹے بڑے ڈھیلے ہو جاتے یا درزیں پڑکر مختلف ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتے ہیں۔ پہر پہاڑوں کی چٹانوں کو ملاحظہ کرلو۔ (۳) فلسفۂ جدید کے مطابق آفتاب کو سکون اور ستاروں کو حرکت کس نے دی؟ اور پہر ان کے حرکات کا یہ تفاوت بین کہ کوئی تو ایسا سریع السیر کہ ایک گھنٹے میں چوبیس ہزار میل طے کرتا ہے۔ اور بعض ایسے بطی الحرکات کہ چوبیس ہزار برس میں ایک درجہ کو بھی پورا طے نہیں کرتے جنکو ثوابت

بقیہ نوٹ صفحہ ۴۹) اور چاند کے لیے جتنے منزلیں مقرر کر دی ہیں یہاں تک کہ اس مسافت سے آخر ماہ میں ایسا پتلا اور ٹیڑھا نظر آتا ہے کہ جیسے کھجور کی پرانی ٹہنی۔ نہ تو آفتاب ہی کا مقدور ہے کہ چاند کو پکڑے اور نہ رات ہی دن سے آگے دوڑ سکتی ہے۔ اور ہر ایک ستارہ وہر ایک مدار (یا آسمان) میں تیرتا پہرتا ہے ۱۲ منہ

حکمار قدیم کی ہیئت کے برخلاف آج سے تیرہ سو برس آگے جبکہ ان تحقیقات کا نام ونشان بھی نہ تھا ان آیات میں یہ چند باتیں ظاہر کردیں (۱) آفتاب کے لیے مستقر فرمایا۔ اگر آفتاب وماہتاب آسمانوں میں جڑے ہوئے ہوتے اور دونوں کی مدار ہی سے حرکت ہوتی تو ایک کے لیے مستقر اور دوسرے کے لیے منازل ذکر ہوتے (۲) ہر ستارہ تیرتا پہرتا ہے بتلا رہا ہے کہ وہ آسمانوں میں جڑے ہوئے نہیں جیسا کہ موجودہ ہیئت کہتی ہے ۱۲ منہ

کہتے ہیں۔ عجب کاریگری ہے بعض کو تو ساکن اور بعض کو قریب بسکون اور بعض کو سریع السیر بنا دیا
پھر عسر کے بھی درجات متفاوت رکھے۔ پھر حجامت کا یہ تفاوت کہ بعض کا رقبہ اربوں میل تک کا
جیسا کہ آفتاب اور بعض اس سے کم اور بعض اوس سے بھی کم اور پھر ان کے دوائر مدار باوجود
بیشمار ہونے کے متفاوت کوئی آفتاب کے گرد لاکھوں میلوں کے فاصلہ سے اپنی حرکت
دوری سے دائرہ پیدا کرتا ہے کوئی اوس سے بھی دور ہو کر کوئی اوس سے بھی قریب ہو کر اس
قرب و بعد کے تفاوت کو جو ثوابت و سیارات کے دوائر میں ہے اگر مفصل بیان کیا جائے
تو عمر نوح بھی کافی نہو۔ اور پھر ان دوائر کے طے کرنے میں کیا مجال کہ ایک دوسرے سے
ٹکرا جائے پھر ان کے انوار کا تفاوت کہ کسیکا سرخ کسیکا زردی مائل کسیکا سبزی مائل۔ کسیکا
سفیدی مائل۔ کوئی نیلگوں کوئی سیاہی مائل۔ حیرت انگیز صنعت ہے۔

یہ بات ہم بھی مانتے ہیں کہ ان سب کے لیئے مادہ ہے۔ کیونکہ مجردات میں سے نہیں ہیں
مگر مادہ کو علت فاعلیہ قرار دینے میں کلام ہے اب بتاؤ وہ علت فاعلیہ کون ہے جس کے
زبردست ہاتھ اور اس کے وسیع علم و حکمت نے باختیار خود یہ تفاوت انمیں رکھا ہے؟
مادہ تو ہو نہیں سکتا۔ اب طبیعت کیطرف چلو وہ بھی نہیں ہو سکتی (۱) اس لیئے کہ طبیعت
اجسام عارض ہے معروض کے وجود سے پہلے وہ نہیں پائی جاتی پھر اسکو ان کے بنانے
اور ان میں یہ تفاوت دکھا کر کمال دکھانے کا کیونکر موقع مل سکتا ہے (۲) اگر یہ بھی مان لیا
جاوے کہ ان کی طبیعت ان کے مادہ کے ساتھ ان کے مخلوق ہونے سے پہلے تھی تو پھر
مادہ یکساں تھا طبیعت بھی یکساں ہونی چاہیئے پھر ان تفاوتوں کا کون فاعل ہے؟

ہم مانتے ہیں کہ صانع علیم نے اجسام کے اندر تدبیر و تصرف کرنے کے لیئے طبیعت
قائم کی ہے جو غیر مدرک اور غیر مشعر ہے اور وہ قدرت کی ایک کل ہے۔ جو ہر جسم میں اپنا
کام یکساں کیئے چلی جاتی ہے۔ مگر وہ علت فاعلیہ نہیں ہو سکتی (۳) اسوجہ سے بھی کہ عجیب
افعال حکمت و ارادہ اور صانع کے علم و اختیار کا اظہار کر رہے ہیں و طبیعت چونکہ ان اوصاف

معرا ہے) وہ اسکی طرف منسوب نہیں ہو سکتے +

اب حضرت نیچر کو بلائیے کہ جہاں منکرین خدا عاجز آکر ایسے افعال کو اسکی طرف منسوب کر دیا کرتے ہیں اور لطف یہ ہے کہ جب نیچر کا کچھ حال دریافت کیا جاتا ہے تو کانوں پر ہاتھ دہر لیتے ہیں کہ ہم نہیں جان سکتے۔ مگر واہ رے عقل ایسے مجہول مطلق کی طرف ایسے افعال محکمہ وصنائع متقنہ کو بیدھڑک منسوب کرتے وقت کچھ نہیں سمجھتے کہ وہ ہے کیا؟

نیچر ہیں وہ کلام ہوگا جو دلیل اوّل میں ہوا نہا اگر ایک ہے اور اسمیں علم و قدرت وارادہ بہی ہے اور باوجود غیر محسوس ہونے کے اسکو تم مانتے بہی ہو تو وہی خدا ہے۔ اور اگر متعدد نیچر ہیں تو بہہ عجب ہے کہ ان کی باہم ایسی کمیٹی اور اس کے ایسے دانشمندانہ اصول و قواعد ہوں کہ آجتک انکے کام میں کوئی بہی خلل نہیں ہوا۔ برخلاف حکماء یورپ وامریکہ کے کہ ان کے باہمی تدابیر میں صدہا غلطیاں پیش آجاتی ہیں اور انتظام میں خلل پڑ جاتا ہے +

آنحضرت حکماء تم بات تو منہ سے نکالتے ہو اور اپنے طائر طبع کو بلند پرواز بہی کرتے ہو مگر آشیانہ مقصود تک نہیں پہونچتے لو آؤ تمہیں ہم تبلائیں کہ وہ بیشمار نیچر کیا ہیں؟ وہ ملائکہ ہیں جو طبیعت اجسام کے بہی محافظ ہیں اور انکو الہام نے مدبرات الامور تبایا ہے۔ وہ سب ایک بالاتر زبردست علیم و قدیر کے بندے اور اسکی مخلوق ہیں۔ ان کا بہی قرآن نے بہت کچھ حال بیان فرمایا ہے جسکی تفصیل ہم بحث ملائکہ میں کرینگے +

فالمدبرات امرا

تیسری دلیل عناصر اور بسائط اور ان کے تغیرات و حالات اور جو السماء کی کائنات ہے ایک ایک چیز میں غور کیجیے تو اُس قادر مطلق بیچون وبے چگون کی یکتائی اور کمال قدرت کی دلیل اور آیات بینات ہیں قرآن مجید میں اسنے بہی متعدد مقامات پر نئے نئے اسلوب سے استدلال کیا ہے۔ اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّیْلِ وَالنَّهَارِ وَالْفُلْكِ الَّتِیْ تَجْرِیْ فِی الْبَحْرِ بِمَا یَنْفَعُ النَّاسَ وَمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ السَّمَآءِ

۵ بیشک آسمانوں اور زمین کی پیدائش اور رات اور دن کے انقلاب اور ان کشتیوں میں جو آدمیوں کے

مِن مَّآءٍ فَاَحْيَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَبَثَّ فِيْهَا مِن كُلِّ دَآبَّةٍ وَّتَصْرِيْفِ الرِّيٰحِ وَالسَّحَابِ الْمُسَخَّرِ بَيْنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ٥

اشیاء مذکورہ میں جو کچھ حکمت بالغہ ہے وہ کسی آنکھ والے سے بھی مخفی نہیں انہیں سے ہر ایک قدرت کاملہ کا نمونہ ہے۔ اس بات کو غور کرو کہ جب تمام جسمانیات کا ایک مادہ (اتیر) ہے تو اسمیں یہ تفریق کسکے زبردست ہاتھ نے کی ہے کہ اسمیں سے علویات بنائے نیرات وافلاک وغیرہ اور اسمیں سے مختلف الطبائع عناصر بنا دیئے پھر نیرات کی حرکات سے رات و دن بنائے پھر وہ کسطرح بدلتے رہتے ہیں کبھی دن بڑے چلے جارہے ہیں کبھی راتیں اور یہ انقلاب زمین کی مخلوق کیلئے موجب بقار اور باعث راحت ہے۔

حکماء قدیم کہتے ہیں کہ ہوا کے اوپر کرہ نار ہے (آتش ہے) لطافت کے سبب ہوا کیطرح وہ بھی دکھائی نہیں دیتا مگر اسکے وجود پر یہ دلیل ہے کہ ادخنہ ارضیہ جو ادھر کو جاتے ہیں تو ہوا کے کرہ سے اوپر جا کر کرۂ نار کے سبب انہیں آگ لگ جاتی ہے جو رات کو ستارے ٹوٹتے ہوئے معلوم ہوتے ہیں اور اگر مادہ زیادہ ہوتا ہے تو دیر تک مشتعل رہتا ہے۔ اور دمدار ستاروں اور ہیئت مختلفہ میں مہینوں دنوں راتوں کو نظر آیا کرتے ہیں اور انکی راکھ نیچے گرتی ہوئی معلوم ہوتی ہے۔ اگر اسمقام پر کرۂ نار نہیں تو ادخنہ ارضیہ کے مشتعل ہونے کی کیا وجہ! ہمکو اسمقام پر اس مسئلہ کی تحقیق مقصود نہیں صرف اسقدر دکھانا مقصود ہے کہ یہ تین کرے کرہ ہوا۔ کرہ پانی کرہ خاک مختلف الطبائع یکے بعد دیگرے کہ زمین پر پانی اور پانی پر ہوا محیط ہے۔ اور بقول حکماء قدیم ہوا پر آگ محیط ہے۔ اوسی ایک ایتھر سے کسنے بنا دیئے؟ ان کے طبائع کا اختلاف حرارت برودت رطوبت یبوست میں بھی ہے۔ اور

(بقیہ نوٹ ص۵۲) نفع کی چیزیں لیکر دریا میں چلا کرتی ہیں اور اوپر سے پانی برسانے اور اس سے خشک زمین کو تروتازہ کر دینے میں اور اس سے زمین پر جانور پھیلانے میں اور ان بادلوں میں جو آسمان اور زمین میں ادھر رہتے ہیں البتہ عقلمندوں کے لیئے بڑی بڑی نشانیاں ہیں ۱۲ منہ

ہر ایک کے لیئے فضا میں جگہ بھی معین ہے جسکو حیز طبعی کہتے ہیں۔ یہان تک کہ اگر ہوا کو کسی
برتن میں بند کر کے سمندر کی عمیق تہ میں لیجاؤ اور وہاں جا کر چھوڑ دو تو پانیوں کو چیرتی پھاڑتی
وہ اوپر ہی اپنے حیز طبعی کیطرف آئے گی۔ اور اسیطرح ہر ایک کے ثقل اور کشش میں بھی تفاوت ہے
طبیعت اور مادہ اور نیچر کا نام لیا جاوے گا تو وہی بحث پھر پیش ہوگی جو اوپر گذر رہی
لامحالہ خدائے قادر و حکیم کا ہی قائل ہونا پڑے گا۔ پھر ہواؤں کے بدلنے کو دیکھئے کہ
ابھی تو مشرقی چل رہی تھی۔ ابھی مغربی چلنے لگی یہ پنکھا کس کے زبردست ہاتھوں میں ہے؟
اسیکے۔ پھر ان کرات کے امتزاج سے جو کچھ عجائب غرائب اشیاء پیدا ہوئیں جمادات نباتات
حیوانات اور ہر ایک کے لیے طبیعت جداگانہ اور ہر ایک کے لیے صورت طبعی بھی جداگانہ
اور ہر ایک کے خواص و آثار بھی مختلفہ اوسی ایک اتھرسے کسنے قائم کر دیئے۔؟

زمین سے آفتاب کی حرارت کے سبب ابخرات اوٹھتے رہتے ہیں پھر وہ ہوا کے
سرد طبقہ میں جا کر منجمد ہو جاتے ہیں انکو ابر۔ بادل کہتے ہیں۔ وہ نہ زمین پر ہیں نہ آسمان
میں ہیں بلکہ درمیان میں ہیں۔ اِن کے ثقل کا مقتضا تو یہی تھا کہ وہ نیچے گر پڑتے۔ مگر کس
موزونیت کیساتہ ان میں ثقل رکھا ہے کہ نہ نیچے گرنے پاتے ہیں نہ اوپر جانے پاتے
ہیں۔ قدرت کا کرشمہ ہے۔ پھر انمیں سے کبھی اولے گرتے ہیں کبھی پانی کی بوندیں گرتی ہیں
پانی کا ریلا ایکبارگی نہیں گرنے پاتا۔ پھر کبھی اسقدر پانی برستا ہے کہ زمین پر طوفان آجاتا ہی
کبھی بہت ہی کم۔ پھر انکے لشکروں کی روانگی بھی عجیب و غریب ہے گویا ایک لشکر کسی افسر کے
حکم سے چلا جا رہا ہے اور جہاں چاہتا ہے برساتا جاتا ہے اور جہاں چاہتا ہے
نہیں برساتا۔ پھر ان کی رگڑ سے ایک ایسی آواز ہولناک پیدا ہوتی ہے جو سخت سے سخت
اجسام کی رگڑ سے بھی کم پیدا ہوتی ہوگی۔ انمیں برقی مادہ کس زور سے اِنکو توڑ کر نکلتا ہے
اور اسکے ٹوٹنے سے کیسی مہیب آواز پیدا ہوتی ہے اور پھر وہ بجلی بنکر زمین پر گرتی ہے
تو کیا آفت پیدا کرتی ہے۔ عجب ہے کہ وہیں پانی بھی ہے اور وہیں بجلی بھی ہے جو دو متضاد الطبیعت

چیزیں ہیں۔ یہ کاریگری کسکی ہے؟ اسی زبردست علیم وحکیم کی۔

ف انبیاء علیہم السلام جن کی نظر سب اسباب سے گزر کر مسبب الاسباب ہی کیطرف منتہی ہوتی ہے اشیاء کے امور طبعیہ کو کبھی اسی مسبب الاسباب کیطرف منسوب کر دیتے ہیں جسنے طبعیت اجسام پیدا کی اور کبھی طبعیت کے محافظوں کیطرف جو اسنے طبائع پر موکل کر رکھے ہیں یعنے ملائکہ۔ اسلیئے خاتم المرسلین نے فرمایا کہ بادلوں کو خدا کے فرشتے ہانکتے ہیں وہ گرج اور کڑک ان کی تسبیح وتقدیس کی آواز ہے بجلی ان کا کوڑا ہے یہ کلام دراصل ان عارفان حقیقت شناس کا کنا یہ ہے نہ کہ فلاسفی۔ اوسپر اعتراض کرنا نہایت غلط فہمی ہے۔

پھر اس پانی سے کیا کیا گلکاری کی ہے۔ اسلئے نباتات کا اوگنا تو معمولی نظروں کو بھی معلوم ہے جسکی طرف فاحیا بہ الارض بعد موتہا۔ میں اشارہ ہے مگر اوس سے زمین پر چلنے والے حیوانات بھی پیدا کیئے۔ قسم قسم کے حیوانات پیدا ہو کر چلنے پھرنے لگتے ہیں تخلیق حیوانات کا مسئلہ ہم آگے چلکر بیان کریں گے۔ پھر ہوا کے ثقل اور میلان حیزی کو دیکھیئے کہ ہزاروں من بوجھ سے بھری ہوئیں کشتیاں پانی کی سطح پر بادبانوں۔ انجنوں۔ برقی قوتوں سے کس تیز رفتار سے دوڑتی پھرتی ہیں۔ ہوا کا میلان حیزی انکو پانی میں ڈوبنے نہیں دیتا۔ حکماء نے اس کا اندازہ کر لیا ہے۔ اگر اوس سے زیادہ اجسام کشتی میں بھر دیئے جاتے ہیں تب اجسام کا میلان حیزی ہوا کے میلان حیزی پر غالب آکر اس کشتی کو نیچے ہی لے بیٹھتا ہے +

اس ایک مادہ میں یہ امتیاز اور یہ خصائص کیا خودبخود پیدا ہو گئے؟ ہرگز نہیں۔ پھر وہ کون ہے؟ وہی زبردست خدائے قادر اسلیئے فرمایا کہ ان باتوں میں عقلمندوں کے لیئے اسکے وجود اور کمال قدرت پر نشانیاں ہیں۔ نہ کہ بدفہم کوتاہ بینوں کے لیئے۔

چوتھی دلیل زمین کے پہاڑ اور دیگر احجار وجمادات اور ان کے اوضاع واشکال مختلفہ اور ان کا ثقل طبعی جو زمین کو لرزنے نہیں دیتا خواہ وہ متحرک ہو یا ساکن

جمادات اور ان کے حالات

نگر ڈگمگاتی نہیں ورنہ اسپر بسنا محال ہو جاتا اگر کبھی کہیں اسباب سے لرزتی ہے تو قیامت برپا ہو جاتی ہے (قرآن میں جو پہاڑوں کو زمین کی میخیں کہا گیا ہے اسکے یہی معنے ہیں) پھر ان کے آثار و خواص مختلفہ کہ انہیں میں سے یاقوت والماس وغیرہ بنا دیئے۔ انہیں میں سے۔ سونا۔ چاندی۔ تانبا۔ لوہا۔ وغیرہ بنا دیا۔ انہیں میں سے گندک۔ شورہ۔ نوشادر۔ پھٹکری۔ نمک۔ کوئلہ۔ وغیرہ۔ بنا دیئے کہ جو دہاتوں اور دیگر اشیاء مختلفہ اور کار آمد کے اصول ہیں جنہیں انسان خدا داد علم سے کیا کیا تصرف کر کے شان خلافت دکھا رہا ہے۔ پھر پہاڑوں میں کوئی سیاہ۔ کوئی سفید کوئی زرد مختلف الالوان ہیں۔ اور پھر ان میں ان رنگتوں کے پھر دینے کیا کیا دھاریاں پڑی ہوئی قدرت و کمال کا نمونہ دکھا رہی ہیں۔ پھر کہیں وہ متصل ہیں کہیں انہیں آنے جانے کی گھاٹیاں اور درے ہیں پھر بعض بہت بلند ہیں اور بعض پست ہیں۔ در بعض میں سے پانیوں کے چشمے پھوٹ پھوٹ کر نکلرہے ہیں اور زمین پر بہکر آب شیریں سے کیا کیا باغ اور کھیتیاں اور عمدہ عمدہ نباتات اگھا رہے ہیں اور ان سے جملہ حیوانات نفع پا رہے ہیں اور زمین ایک باغ بن رہی ہے۔ اور بعض میں سے آتش کے شعلے نکلرہے ہیں وغیر ذلک۔ اب بتاؤ کہ ایک ہی مادے نے کیا خود بخود یہ مختلف صورتیں پیدا کر دی ہیں؟ ہرگز نہیں۔ اور مادہ تو ہمیشہ منفعل ہوا کرتا ہے یعنے وہ دوسرے کا اثر فعل قبول کرتا ہے اسمیں فعل کرنے اور فاعل ہونے کی صلاحیت ہی نہیں۔ پھر افعال کو اسکی طرف نسبت کرنا فنون حکمت و فلسفہ سے ناواقفیت کی دلیل ہے۔ اب بتاؤ وہ فاعل کون ہے؟ اور یہ ضرور ہے کہ وہ صاحب علم و ادراک اور نہایت انجام پر نظر رکھنے والا ہے جسنے اس قسم کے تغیر میں دور تک مصلحتیں ملحوظ رکھی ہیں طبیعت اجسام کی صورت نوعیہ و جسمیہ و شخصیہ تو ہو نہیں سکتیں کس لیئے کہ یہ تو اس تغیر کے بعد پیدا ہوئی ہیں اور فاعل کا وجود مقدم ہونا ضرور ہے۔ اب رہا وہ مجہول نیچر۔ اسمیں وہی کلام ہے جو پہلے ہوا۔ نیچر کے بندے پہلے اسمیں علم و ادراک تو ثابت کر لیں اور ان تغیرات سے پہلے اوسکا وجود مستقل مان لیں۔ اور ایسی قوی اور مدرک

اور مستقل الوجود غیر محسوس چیز کے قائل ہو جائیں تب اسکو پیش کریں۔ اور جب وہ ایسا تسلیم کر لیں گے تو نزاع بھی اٹھ جائے گی کیونکہ ان کے قصور ادراک سے قطع نظر کر کے ہم بھی اسیکو واجب الوجود اور صانع عالم کہتے ہیں۔ خواہ وہ اسکو نیچر کہیں یا دہر کہیں یا اسکا کوئی اور نام رکھیں ہاں اسمیں جو کچھ وہ صفات نقصان ثابت کرینگے اور کرتے ہی ہیں وہ ان کے ادراک کا قصور ہے جو انمیں ادراک انبیائی کے چھوڑ دینے سے پیدا ہوا ہے۔

قرآن مجید نے امور مذکورہ بالا سے بھی استدلال کیا ہے اور ان چیزوں کو بھی آیات فرمایا ہے۔ اور یہ استدلال مختلف سورتوں میں مختلف صورتوں سے کیا ہے۔ کہیں انمیں سے بہت چیزوں کو مجتمع کر کے پیش کیا ہے کہیں بعض کو ثبوت میں گواہ دیا ہے۔

وَأَلْقَىٰ فِي الْأَرْضِ رَوَاسِيَ أَن تَمِيدَ بِكُمْ وَأَنْهَارًا وَسُبُلًا لَّعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ [۱] سورہ نحل۔ رکوع ۲) وَاللَّهُ جَعَلَ لَكُم مِّمَّا خَلَقَ ظِلَالًا وَجَعَلَ لَكُم مِّنَ الْجِبَالِ أَكْنَانًا [۲] سورہ نحل۔ رکوع ۱۰) وَمِنَ الْجِبَالِ جُدَدٌ بِيضٌ وَحُمْرٌ مُّخْتَلِفٌ أَلْوَانُهَا وَغَرَابِيبُ سُودٌ [۳] سورۃ فاطر۔ رکوع ۳۔

پانچویں دلیل

نباتات اور ان کے حالات

نباتات کا زمین سے اوگانا۔ اور پھر ان میں خواص مختصہ اور مختلف حالات پیدا کرنا اس کے وجود اور توحید اور کمال قدرت کی دلیل ہے۔ خاک میں پانی کی آمیزش سے ایسی صلاحیت پیدا کر دینا کہ اوسپر صورت نباتیہ فائض ہو جائے۔

[۱] اور اسنے زمین پر بھاری بوجھل پہاڑ ڈالدیئے تاکہ زمین تمکو لیکر ادھر اودھر نہ جھکے۔ اور اسنے ندیاں اور رستے بنائے تاکہ تم راہ پاؤ۔ اسمیں زمین کے رستوں کیطرف اور اس استدلال سے خداشناسی کے رستہ پانے کی طرف بھی کس لطف سے اشارہ ہے ۱۲ منہ

[۲] اور اللہ ہی نے اپنی پیدا کی ہوئی چیزوں میں سے تمہارے لیئے سائے بنا دیئے۔ اور پہاڑوں میں سے تمہارے لیئے چھپ بیٹھنے کی جگہیں بنا دیں۔

[۳] اور پہاڑوں میں بھی مختلف رنگوں کے طبقات ہیں بعض سفید اور بعض سرخ مختلف رنگتوں کے۔ اور بعض کالے سیاہ ۱۲ منہ

اور اس کے افعال و حالات کی محافظت کے لئے اسپر طبیعت نباتیہ مسلط کردی۔ پھر وہ رفتہ رفتہ خاک تر کو کس خوبی سے اپنا جز بدن نباتی اور میدان وجود میں کس اندازہ کی رفتار سے چلکر اپنے کمالات مودوعہ کو ظاہر کرتی جاتی ہے۔ جس سے پھول پھل برآمد ہوتے ہیں اور اس کے قد کی جو حد معین رکھی گئی ہے وہاں تک پہونچتی ہے۔ پھر اسمیں توالد و تناسل بھی ہے تغذیہ و تنمیہ بھی ہے اور پھر کمال تک پہونچکر کسطرح اولٹے پاؤں پھرتی ہے معدوم ہونے لگتی ہی اور چورا ہوکر پھر وہی خاک خاک میں جا ملتی ہے۔ گویا پھر عدم سے سر نکالکر پھر ڈبکی لگا جاتی ہے۔ عرصہ کے بعد یہ بھی معلوم نہیں کہ اس خاک نے کبھی ہی صورت نباتیہ اختیار کی تھی رات دن ہزاروں کروڑں اشیاء بحر عدم سے باہر آرہے ہیں اور ایک عرصہ کے بعد پھر اسمیں غوطے لگا رہے ہیں۔ اگر چشم بینا ہو تو قدرت کا عجب دلکش منظر ہے۔

اب غور فرمائیے کس قانون قدرت کی پابندی ہے کہ تمام پتے تمام پھول تمام پھل کس سانچے میں یکساں ڈھلے ہوئے ہیں کس قدرت کی کل نے یکساں بنایا ہے۔ اور پھر پتوں پھولوں میں جو کچھ گل کاری کی ہے وہ حیرت میں ڈال رہی ہے اور زبان حال سے کہہ رہی ہے ؎ کوئی معشوق ہے اس پردۂ زنگاری میں ؛ پیڑ کی بے شعور طبیعت کو کیا لیاقت ہے کہ وہ یہ صنعت کرسکے یہ تو کسی بڑے صناع کے دست قدرت کا کام ہے۔

اس مساوات کے ساتھ قدرت نے ایک دوسرا رخ بھی پلٹ کر دکھا دیا۔ ایک ہی پیڑ ایک ہی شاخ ہی ایک ہی پانی دیا جاتا ہے اسمیں پھول رنگ برنگ کے ہیں پھل بھی مختلف مزے کے ہیں۔ آجتک حکماء نے باوجودیکہ بہت ہی خوض و فکر کی مگر اسکی وجہ معلوم نہ ہوئی کہ ایک تخم کے ایسے پتے کیوں ہوتے ہیں اور ایک ہی شاخ میں مختلف رنگ کے کیوں پھول آتے ہیں اور ایک ہی پھول اور پتے میں مختلف رنگتیں (اور وہ بھی مخصوص) کیوں ہوتی ہیں؟ پھر عالم نباتات میں طرح طرح سے قدرت کے کرشمہ دکھائے۔ بعض زمین پر بیل بنکر پھیلے

ہیں۔بعض اپنے قد پر کھڑے ہوتے ہیں پھر بعض کا قد بہت دراز اور تنومند اور بعض کا متوسط اور بعض کا اس سے بھی چھوٹا پھر بعض کے پتے بڑے بڑے جیساکہ ناریل اور کیلا اور بعض کے باوجودیکہ درخت بڑا تو آور بہت ہی چھوٹے پتے جیساکہ انبلی۔ اور بعض کے پتے کم ہلتے ہیں اور بعض کے ایسے کہ ایک منٹ میں سو بار سے زیادہ حرکت کرتے ہیں جیساکہ پیپل۔ پھر بعض کے پھلوں میں اندر کا مغز کار آمد اور باہر چھلکا جیساکہ بادام بعض برعکس جیساکہ کھجور پھر بعض پھل کھلے ہوئے اور بعض لگا ہے اور عمدہ جھلی میں بڑی احتیاط سے لپٹے ہوئے بعض درخت تو بڑے تن آور مگر پھل بہت ہی چھوٹے جیساکہ جامن اور بعض برعکس جیساکہ تربوز۔ بیگن وغیرہ۔ پھر پھلوں میں شیرینی ہے تو صدہا اقسام کی ترشی ہے تو وہ بھی گوناں گوں اور کسیلے ہیں تو انہیں قدرے شیرینی اور ترشی۔ اور شیریں اور ترش ہے تو قدرے کسیلا پن۔ پھر بعض ایسے ہیں کہ نہ انہیں پھل ہے نہ پھول صرف ان کے پیڑ سے کام لیا جاتا ہے جیساکہ نیشکر۔ پھر بعض ایسے ہیں کہ جنہیں صرف پھل آتے ہیں پھول نہیں جیساکہ گولر۔ بعض برعکس جیساکہ گلاب۔ پھر پھولوں کی خوشبوؤں کو غور کیجئے صدہا اقسام ہیں جن کی وجہ اختلاف اب تک عقلاء کی سمجھ میں نہیں آئی۔ پھر بعض خاردار ہیں اور بعض میں خار نہیں اب ان کے خواص و آثار کا حال تو ایک بحر ذخار ہے۔ تجربہ سے یہ تو عقلا نے دریافت کرلیا ہے کہ اس کے یہ خواص ہیں مگر یہ معلوم ہوا کہ اسمیں یہ خواص کیوں ہیں دوسرے میں کیوں نہیں ؟۔

اب ان کے توالد و تناسل کو غور فرمائیے بعض تو تخم سے اوگتے ہیں اور بعض درخت کی شاخ اور بعض پتے ہی سے پیدا ہوجاتے ہیں۔ اور بعض بالکل زمین پر نہیں ہوتے امر بیل کیطرح ہوا میں درختوں پہ پھیلے ہوتے ہیں ان کے تمام جسم میں ان درختوں اور ہوا سے غذا حاصل کرنے کی قابلیت رکھی گئی ہے بعض صرف پانیوں کے سطح ہی پر ہوتے ہیں۔ بعض بحر شور میں ہوتے ہیں۔ وہیں بڑھتے ہیں جیساکہ مونگا۔ الغرض جتنے

احتمالات عقل میں آسکتے ہیں اسلئے بھی زیادہ نباتات - اور حیوانات میں پائے جاتے
ہیں - پھر انمیں ایک قسم کا حس وادراک بھی معلوم ہوتا ہے وہ بیمار تندرست بھی ہوتے
ہیں جوان بوڑھے بھی ہوتے ہیں - بعض کے توالد وتناسل میں نر و مادہ کا اختلاط بھی شرط
ہے - وہ ہواؤ سے بھی ایک حصہ مناسب چوستے رہتے ہیں گویا یہ ان کا تنفس ہے
یہ مادیات مرکبہ میں ترقی کی اول سیڑھی جسکو قدرت نے دوسری سیڑھی حیوانیت اور
اس سے اوپر کی سیڑھی انسانیت تک نہیں چڑھنے دیا ہے - اب بھی کوئی احمق کہہ
سکتا ہے کہ یہ مادہ کا کام ہے یا ان کی طبیعت کی کاریگری ہے یا مجہول و جاہل نیچر کی صنعت
ہے؟ جسکو چشم حقیقت بیں عطا ہے ان کے نزدیک تو ہر ہر درخت کا ایک ایک پتا اسکی
معرفت کا دفتر اور اس کے جمال کا آئینہ ہے پھر لطف یہ ہے کہ سب میں حضرت انسان
کے لئے بیشمار منافع ہیں دنیا میں اس مہمان عزیز کے لئے اوسنے یہ باغ لگایا ہے -

قرآن مجید میں نباتات اور ان کے حالات سے اپنے کمال قدرت اور یکتائی پر استدلال
اور نیز بندے پر اپنے احسان و انعام کا اظہار بھی ہے - اور وہ بھی ہر موقع پر اس کے
مناسب - کبھی احکام میں - کبھی قصص امم ماضیہ میں کبھی رد شرک میں کبھی اثبات حشر ونشر میں
عجیب غریب مناسبت سے ہے -

۱ وَهُوَ الَّذِیٓ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَخْرَجْنَا بِهٖ نَبَاتَ كُلِّ شَيْءٍ فَاَخْرَجْنَا مِنْهُ خَضِرًا
نُّخْرِجُ مِنْهُ حَبًّا مُّتَرَاكِبًا وَمِنَ النَّخْلِ مِنْ طَلْعِهَا قِنْوَانٌ دَانِيَةٌ وَّجَنّٰتٍ مِّنْ اَعْنَابٍ
وَّالزَّيْتُوْنَ وَالرُّمَّانَ مُشْتَبِهًا وَّغَيْرَ مُتَشَابِهٍ اُنْظُرُوْٓا اِلٰى ثَمَرِهٖٓ اِذَآ اَثْمَرَ وَيَنْعِهٖ
اِنَّ فِیْ ذٰلِكُمْ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ○ سورہ انعام رکوع ۱۱ ۲ وَهُوَ الَّذِیٓ اَنْشَاَ جَنّٰتٍ
مَّعْرُوْشٰتٍ وَّغَيْرَ مَعْرُوْشٰتٍ وَّالنَّخْلَ وَالزَّرْعَ مُخْتَلِفًا اُكُلُهٗ وَالزَّيْتُوْنَ وَالرُّمَّانَ

۱ اور وہی ہے کہ جسنے آسمان سے پانی برسایا جس سے ہمنے ہر چیز کی بوٹیاں نکالیں پھر ان سے ہم نے
سبز شاخیں نکالیں کہ جن سے ہم تہ بہ تہ دانے نکالتے ہیں - اور کھجور کے گابھے سے گچھے نکالے کہ جو

مُتَشَابِهًا وَّغَيْرَ مُتَشَابِهٍ ط سورۂ انعام رکوع ۱۶) ۵۵ هُوَ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَاۗءِ مَاۗءً لَّكُمْ مِّنْهُ شَرَابٌ وَّمِنْهُ شَجَرٌ فِيْهِ تُسِيْمُوْنَ ۝ يُنْۢبِتُ لَكُمْ بِهِ الزَّرْعَ وَالزَّيْتُوْنَ وَالنَّخِيْلَ وَالْاَعْنَابَ وَمِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ ط اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ۝ سورہ نحل رکوع ۱) اس قسم کی اور بہت آیات قرآنیہ متعدد سورتوں میں وارد ہیں۔

چھٹی دلیل پیدایش حیوانات اور ان کے مختلف حالات ہیں۔ ادہ مرکبہ نباتیت سے جب ترقی کرجاتا ہے تو حیوانیت کے مرتبہ میں پہونچتا ہے حیوانات میں بھی نباتیت ہوتی ہے۔ اس مرتبہ میں ایک صورت حیوانیہ بھی فائض ہوتی ہے۔ اب حس و ادراک اور حرکت بالارادہ بھی پیدا ہوجاتی ہے اور اپنے مافی الضمیر کو خواہ بہت

بقیہ او سطی صفحہ) بوجھ کے مارے جھکے پڑتے ہیں۔ اور انگوروں اور زیتونوں اور اناروں کے باغ اگہائے جنکے پہل صورت میں ملتے جلتے اور مزے میں مختلف ہیں۔ انکو پہولونکا آنا اور پکنا تو دیکھو جبکہ وہ آتے ہیں بیشک اسمیں ان لوگوں کے لئے جو ایمان لاتے ہیں ہماری قدرت کی بڑی بڑی نشانیاں ہیں ۱۲ منہ۔

ف۵۵ وہی تو ہے کہ جسنے باغ اگائے جنمیں سے چھتری چھائے ہوئے بھی ہیں اور غیر چھتری چھائے بھی ہیں اور کھجور اور کھیتی بھی اگائی جن کے مختلف مزے ہیں اور زیتون اور انار بھی اگائے جنکی صورتیں ملتی جلتی اور پہل مزوں میں ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔ ۱۲ منہ۔

ف۵۳ وہی ہے کہ جس نے تمہارے لیے اوپر سے پانی برسایا جسمیں سے کچھ تو تمہارے پینے میں آتا ہے اور کچھ ایسا ہے کہ جس سے پیڑ اگتے ہیں کہ جنمیں تم مویشی چراتے ہو۔ وہی تمہارے لیے اوس پانی سے کھیتیاں اوگاتا ہے اور زیتون اور کھجور اور انگور بھی اور ہر قسم کے پہل بھی۔ بیشک اسمیں اون کے لئے جو غور کرتے ہیں بڑی نشانی ہے ۱۲ منہ

ف کیسے کیطرف دیکھو۔ کہ ایک ہی وہ غذا یہ ہے جسکو درخت جڑوں کے ذریعہ سے چوستا ہے پھر اسمیں سے کسقدر کو تو کیسکو درخت کی بالیدگی میں کسکو پتے اور پہول بنانے میں ہر ایک کے مناسب رنگت دیکر صرف کرتا ہے اور پھر اسمیں سے پہلوں کیطرف کیا عمدہ شیرینی بناکر پہونچاتا ہے عقل دنگ ہے یہ کسکا کام ہے اسیکا جو طبیعت اجسام کے ذریعہ سے لے رہا ہے۔ فرق اتنا ہے کہ نادان کلوں کے کام کو انہیں کیطرف داناکل بنانے اور چلانے والے کیطرف منسوب کرتا ہے ۱۲

پیدایش حیوانات اور ان کے حالات

صاف طور سے خواہ اصوات مُبہمہ سے تعبیر کرنے کی قوت بھی آجاتی ہے۔ صاف لفظوں میں انسان اور اصوات مبہمہ سے دیگر افراد حیوان بولتے ہیں منطق الطیر بھی اسیکی ایک قسم ہے بعض اہل کمال اسکو بھی سمجھتے ہیں۔ یوں تو نباتات بھی اپنے حس ادراک کے موافق بولتے ہیں مگر ان کی بولی میں آواز نہیں اسکا ادراک بھی خدانے اہل کمال کو عطا فرمایا ہے۔ ہر مخلوق اپنے اپنے ادراک اور اپنی گویائی کے موافق اپنے خالق کی تسبیح وتقدیس کرتی ہے کبھی اسکو بھی باکمال لوگ سمجھہ لیتے ہیں۔ معمولی اشخاص جو اِس ادراک سے بے نصیب ہیں اسکو محال جانتے اور یہ توجیہ کرتے ہیں کہ وہ دلالت حال سے تسبیح وتقدیس کرتے ہیں۔ یعنے اِن کی حالت صانع کی یکتائی بیان کررہی ہے۔

حیوان دو قسم کے ہیں ایک قسم تو وہ ہے جو مادہ کے رحم میں نر کے تخم سے پیدا ہوتے ہیں۔ دوئم وہ جو بغیر اِس کے پیدا ہوتے ہیں۔ قسم اوّل درند۔ چرند۔ پرند۔ آدمی وغیرہ قسم دوئم کے حشرات الارض کیڑے مکوڑے وغیرہ۔ جہاں مادہ میں خمیر ہوکر روح حیوانی فائض ہونے کی صلاحیت ہوئی فی الفور مبدء فیاض سے اوسپر روح حیوانی فائض ہوجاتی ہے۔ پہلوں۔ کہانوں۔ بلکہ گوبر۔ کیچڑ۔ سڑے ہوئے پانی نمناک گارے۔ چونے بلکہ نجاسات میں بھی جانور پیدا ہوجاتے ہیں۔ مچہر۔ پسو۔ جوئیں۔ مکہیاں۔ کیڑے۔ کھنکھجورے۔ بچھو۔ سانپ۔ مینڈک۔ مچھلیاں۔ ٹڈی وغیرہ اور کبھی بعد میں اِس قسم کے جانوروں میں بھی نر و مادہ سے توالد وتناسل ہونے لگتا ہے۔ اور بہت ہی زیادہ ہوتا ہے۔ اِس قسم کے حیوانات میں نباتیت زیادہ ہے اسیلئے انمیں قسم اول کے حیوانات جیسا حس و ادراک نہیں ہوتا۔ اِس قسم کے حیوانات سے اسفل کرہ ہوائی اور کرہ ارضی اور کرہ مائی بلکہ انسانی اجزاء[ف۱] واثمار وغیرہ بھی بہت کم خالی ہیں۔ اور اِس قسم کے کیڑے بہت ہی چھوٹے ہوتے ہیں جو خورد بینوں سے بھی بمشکل دکھائی دیتے ہیں۔

ف۱ حال کے حکما نے منی اور خون میں بہت مہین کیڑے معلوم کئے ہیں ۱۲ منہ،

اور کبھی انمیں سمیت پیدا ہو جاتی ہے تو انسانی صحت کو بہت ہی مضرت پہونچاتی ہے۔
اور عجب سر پیدائش ہے کہ کبھی یہ چھوٹے چھوٹے جانور بہت جلد فنا ہو جاتے
اور ان کی جگہ دوسرے پیدا ہو جاتے ہیں اور کبھی یہ تغیرات پاکر ایک صورت اور ایک صنف
بلکہ ایک نوع سے دوسری نوع کیطرف بھی منتقل ہو جاتے ہیں۔ کیڑے پر دار جانور
بنتے بارہا مشاہدہ میں آئے ہیں۔ ان کے انواع واصناف اور خواص وافعال پر مطلع
ہونا تو اُس علیم و خبیر کا کام ہے جو ہر ایک کو پرورش کرتا اور اسکے اسباب حیات بہم پہونچاتا
رہتا ہے انہیں میں سے ترقی یافتہ وہ حیوانات ہیں جو نر وماداکے اختلاط سے ماداکے
رحم میں پیدا ہوتے ہیں۔ ابتداءآفرینش میں یہ حیوانات غالباً اسی قسم کے کیڑے ہونگے
جو انواع مختلفہ میں سے منتقل ہو کر ان انواع واصناف میں آگئے اور یہ بھی ممکن ہے
کہ ابتدائً خاکی مادہ سے پیدا ہوئے ہوں^ف اور پھر ان سے توالد و تناسل کا سلسلہ جاری ہو گیا
ہو۔ کبھی انواع حیوانی کا سلسلہ ہزاروں برسوں تک جاری رہتا ہے اور کبھی مٹ جاتا
ہے۔ ممکن ہے کہ انسان کی پیدائش سے پہلے یا اس کے وقت تک اس قسم کے
انواع واصناف حیوانات بھی ہوں کہ وہ حس و ادراک میں ترقی کرکے قریب قریب انسان
کے پہونچ گئے ہوں اور انسانوں جیسے ہی ان کے افعال و حرکات بھی ہوں۔ مگر غلبہ
حیوانیت سے ظلم اور فسق و فجور ان کی سرشت میں زیادہ تر ہو گا۔ اسلئے قدرت نے جبکہ
اس کرۂ ارضی پر انسان کا ظہور کرنا چاہا ہو تو انواع واصناف کا استیصال کر دیا ہو۔ ابن عباس
کی وہ حدیث کہ جسمیں محدثین نے بلحاظ سلسلہ روایت کے کلام کیا ہے کہ زمین کے طبقات

ف مشاہدہ میں آیا ہے کہ ترچونے اور گڈے میں سے چھوٹے چھوٹے سانپ نکلے اور پھر وہ بڑے ہو کر اور
سانپوں کیطرح بچے دینے لگے۔ اسیطرح تر اناج سے جبکہ اسمیں خمیر آگیا مکھیاں نکلتی ہیں اور دوسری
مکھیوں میں مل گئیں۔ اسیطرح مٹی سے مینڈک اور چوہے بنتے دیکھا ہے پھر وہ توالد و تناسل کے ذریعہ
سے بہت سے ہو گئے ۱۲ منہ

یعنے قطعات میں تمہارے جیسے انسان ہیں تمہارے آدم جیسا ان کا بھی آدم اور تمہارے
انبیاء جیسے انکے بھی انبیاء ہیں۔ شاید اسی مضمون کیطرف اشارہ ہو۔
ممکن ہے کہ جب نسل آدم پھیلی ہو اسوقت تک بھی پہاڑوں اور جنگلوں اور جزائر میں
کچھ ان انواع کے باقی اشخاص ہوں شاید انہیں میں کا بقیہ وہ لوگ ہوں کہ جنکو دیو اور
پریاں کہا جاتا ہے۔ اور ان کے اشکال کبھی عجائب وغرائب حکایات کیے جاتے ہیں کہ
کہ سر پر دو سینگ اور گھوڑوں جیسے لمبے لمبے چہرے وغیرہ۔ اور پارسیوں میں بھی مشہور
ہے کہ رستم نے سفید دیو کو مارا تھا۔ اور ہندوؤں میں بھی اسی قسم کی روایات مشہور ہیں
اور ہندو انکو راکش کہتے ہیں اور انہیں میں سے بعض کو خواہ کسی عمدہ صفت کے
لحاظ سے اون کے خوف سے جو ان کی قد آوری اور طاقت سے محسوس ہوتا تھا۔
پرستش کرنے لگے ہوں جنکی عجائب غرائب صورتیں اب تک مندروں پر کندہ پائی
جاتی ہیں۔ اور ممکن ہے کہ یہ محض ان کی قوت متخیلہ کی کارگری ہو جو بتیر گرم ملکوں اور
جاہل قوموں میں جلوا کیا کرتی ہے۔ والعلم عند اللہ العلیم۔
ان قسم دوئم کے حیوانات کے ہزار ہا اقسام ہیں بعض علماء نے اٹھارہ ہزار قسمیں
شمار کی ہیں نہ معلوم یہ شمار کہاں تک صحیح ہے۔
انکی ایک تقسیم یہ ہے کہ وہ یا پرند ہیں کہ پروں کے ذریعہ سے ہوا میں اڑتے ہیں۔ یا غیر پرند ہیں پھر غیر پرند یا تو
زمین پر رہتے ہیں عام ہے کہ بالائی سطح یا سوراخوں میں جیسا کہ حشرات الارض یا پانیوں میں زندگی بسر
کرتے ہیں۔ اور انہیں بھی بعض پردار ہیں۔ اور بادہ پرند تو نہیں مگر پرندوں جیسی جست کرتے اور
بلند درختوں اور اونچی چیزوں پر پرندوں کیطرح جست کر کے ادھر سے ادھر چلے جاتے ہیں جیسا کہ گلہری۔ ایک تقسیم
یہ بھی ہو کہ یا تو وہ انڈے نکالتے ہیں انہیں کل وہ حیوانات شامل ہیں جنکی کان باہر جسم پر نمودار نہیں اور اعضاء تناسل
بھی باہر نمودار نہیں جیسا کہ جملہ پرند اور اکثر دریائی جانور اور حشرات الارض میں سے سانپ وغیرہ
یا وہ بچے نکالتے ہیں۔ یہ وہ حیوانات ہیں کہ جن کے کان اور اعضاء تناسل باہر نمایاں ہیں

ہیں - جیسا کہ کل بہائم اور درندے اور انسان - پھر زمین پر چلنے والوں کی کئی قسمیں ہیں -
بعض وہ ہیں جو دو پاؤں سے چلتے ہیں جیسا کہ اکثر پرند اور انسان - اور بعض چار پاؤں والے
ہیں - جیسا کہ جملہ بہائم - درند - اور بعض کے چار سے بھی زیادہ پاؤں ہوتے ہیں جیسا کہ بعض
حشرات الارض کھس کھجورا وغیرہ - اور بعض ایسے ہیں کہ اِن کے ایک بھی ہاتھ اور پاؤں
نہیں جیسا کہ سانپ اور اکثر مچھلی وہ اپنے تمام جسم کے زور سے پاؤں والوں کے برابر دوڑتے پھرتے ہیں
اب اس تمہید کے بعد دیکھنا یہ ہے کہ انکے مادہ مرکبہ میں یہ گوناگوں کاریگری کس نے
کی ہے ؟ جہاں تک احتمالات عقلیہ کا طائر بھی پرواز نہیں کر سکتا اوس حد سے بھی زیادہ کس نے
پردہ حسی میں رہکر اقسام وانواع کے حیوانات بنائے اور کیسی کیسی انکی صورتیں حسن کے سانچے
میں ڈھالیں اور اپنر کیا کیا مینا کاری کی ایک ہی مادہ ہے اسمیں سے ہڈی اسمیں سے پٹھے
اور اسمیں سے رگیں اسمیں سے گوشت اسمیں سے اعضاء مختلف بنائے اسمیں سے ہر ایک کے مناسب
سرخ - سبز - سیاہ کہیں باہم ملے ہوئے کہیں دھاریاں پڑی ہوئیں کیا کیا خوش رنگ پر اور بازو
اور کیا خوشرنگ بال نکالے پھر اسمیں سے دانت چنگل چونچ پنجے ایسے سخت بنا دیئے جو لوہے
کے آوزاروں کا کام دیتے ہیں پھر ان کو کیا مناسب علوم و ادراک اور ان کے اعضاء دیئے
کہ بڑے سے بڑا عاقل سمجھنے میں بھی حیران ہے مکڑی کو ایسا سفید رنگ جالا بننا سکھایا
کہ جسکو انسان بھی نہیں بنا سکتا کمہاری کو کیا عمدہ کوٹھری دار مٹی سے گھر بنانا سکھایا پرند
کیا مناسب گھونسلے بناتے ہیں بئے کی صنعت قابل دید ہے - شہد کی مکھیوں کے دلمیں
ڈالا کہ بلند جگہ چھتا بنائیں اور کس قدرت کی پرکار سے نپے ہوئے مسدس خانہ ہوتے
ہیں کہ جنمیں ذرا بھی جگہ باقی نہیں رہتی پھر موم اور شہد کس طرح پیدا کرتی ہیں اور چھانٹ
چھانٹ کر کس کس عمدہ پھل اور پھول کو چوس کر آتی ہیں اور آنے میں اپنا گھر نہیں بھولتیں
پھر نر و مادہ کے اختلاط کے علوم اور باہمی قومی اتحاد و ارتباط اور اپنے یگانہ اور بیگانہ کی
شناخت - اپنے ضروری مصالح کے علوم اپنے دشمن سے لڑنے اور اس کے صدمہ سے

بچنے کی سمجھ بوجھ پھر موسموں کا ادراک اپنے مریضوں کی دوا کرنا سکھایا۔ پھر ان کے نغمات اور دلفریب آوازوں کو دیکھ کر انسان نے بھی شاید انہیں کی شاگردی کر کے موسیقی اور باجے بنانے سیکھے ہوں۔ پھر انہیں جو کچھ آثار و خواص ہیں وہ تو ادراک بشری سے بھی باہر ہیں۔ بتاؤ اس پردہ حسی میں یہ کون علیم و خبیر عجائب قدرت دکھا رہا ہے مادہ تو سرے سے منفعل ہے طبیعت مخلوق ہونے کے بعد پیدا ہوتی ہے۔ نیچر محض جاہل اور بے شعور ہے۔ اب تو صاف کھو رہی ہے دہی ہے۔ جسنے ہر ہر حیوان میں کیا کیا دوراندیشی سے کام لیا ہے اور سب میں اس ناشکر انسان کے فوائد بھی ملحوظ رکھے ہیں۔

منکرین خدا بتائیں کہ پردہ حسی میں وہ کونسی بات کرے اور اپنے وجود اور قدرت کے کیا کیا آیات دکھائے۔ تب وہ غیر محسوس کو بقاعدہ عقل یقینی طور پر مانیں تاکہ ہم وہی آیات بینات پیش کریں۔ وہ جو کچھ بتائیں گے اوس سے بھی زیادہ اس نے صرف ایک حیوانات ہی میں دکھا دیئے مگر ہائے رے کوری عقل پھر بھی نہیں دیکھتا چشم عقل تو ہر ایک مخلوق کے آئینہ میں سے اسکو بیحجاب دیکھ رہی ہے۔ یہاں تک کہ اسکے وجود سے زیادہ کوئی چیز بھی مشہود نہیں ؎

که بچشمان دل مبین جز دوست — هرچه بینی بدانکه مظهر اوست

ایک عارف فرماتے ہیں ما رأیت شیئا الا ورأیت اللہ فیہ۔ کہ میں جو کوئی چیز دیکھتا ہوں پہلے اسمیں سے اللہ کو دیکھتا ہوں۔ یہانتک کہ ایک جنگلی عرب نے بھی آخر یہ کہہ دیا البعرۃ تدل علی البعیر و اثر الاقدام علی المسیر + اسماء ذات ابراج والارض ذات فجاج اما تدلان علی اللطیف الصانع الخبیر کہ جب اونٹ کی مینگنی سے اونٹ اور نقش پا سے چلنے والا معلوم ہو جاتا ہے تو پھر کیا آسمان برجوں والا اور زمین نشیب و پست والی اپنے خالق لطیف و خبیر کو نہیں بتا رہی ہے؟ ؎

بھی اس راہ سے کوئی گیا ہے — کہے دیتی ہے شوخی نقش پا کی۔

قرآن مجید میں حیوانات اور ان کے حالات سے بھی قدرت و کمال پر استدلال عجب لطف سے متعدد صورتوں میں کیا گیا ہے اور ہر ایک شؤ آیت ہے۔

وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْأَرْضِ وَلَا طَائِرٍ يَطِيرُ بِجَنَاحَيْهِ إِلَّا أُمَمٌ أَمْثَالُكُمْ مَا فَرَّطْنَا فِي الْكِتَابِ مِنْ شَيْءٍ ثُمَّ إِلَىٰ رَبِّهِمْ يُحْشَرُونَ ۔ سورہ انعام رکوع ۴۔

وَالْأَنْعَامَ خَلَقَهَا لَكُمْ فِيهَا دِفْءٌ وَمَنَافِعُ وَمِنْهَا تَأْكُلُونَ ۝ وَلَكُمْ فِيهَا جَمَالٌ حِينَ تُرِيحُونَ وَحِينَ تَسْرَحُونَ ۝ وَتَحْمِلُ أَثْقَالَكُمْ إِلَىٰ بَلَدٍ لَمْ تَكُونُوا بَالِغِيهِ إِلَّا بِشِقِّ الْأَنْفُسِ إِنَّ رَبَّكُمْ لَرَءُوفٌ رَحِيمٌ ۝ وَالْخَيْلَ وَالْبِغَالَ وَالْحَمِيرَ لِتَرْكَبُوهَا وَزِينَةً وَيَخْلُقُ مَا لَا تَعْلَمُونَ سورہ نحل رکوع ۱

وَإِنَّ لَكُمْ فِي الْأَنْعَامِ لَعِبْرَةً نُسْقِيكُمْ مِمَّا فِي بُطُونِهِ مِنْ بَيْنِ فَرْثٍ وَدَمٍ لَبَنًا خَالِصًا سَائِغًا لِلشَّارِبِينَ ۝ نحل رکوع ۹

وَأَوْحَىٰ رَبُّكَ إِلَى النَّحْلِ أَنِ اتَّخِذِي مِنَ الْجِبَالِ بُيُوتًا وَمِنَ الشَّجَرِ وَمِمَّا يَعْرِشُونَ ۝ ثُمَّ كُلِي مِنْ كُلِّ الثَّمَرَاتِ فَاسْلُكِي سُبُلَ رَبِّكِ ذُلُلًا يَخْرُجُ مِنْ بُطُونِهَا شَرَابٌ مُخْتَلِفٌ أَلْوَانُهُ فِيهِ شِفَاءٌ لِلنَّاسِ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَةً لِقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ ۝ نحل رکوع ۹

أَوَلَمْ يَرَوْا إِلَى الطَّيْرِ فَوْقَهُمْ صَافَّاتٍ وَيَقْبِضْنَ مَا يُمْسِكُهُنَّ إِلَّا الرَّحْمَٰنُ إِنَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ بَصِيرٌ ۝ سورہ ملک رکوع ۱۔

يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ إِذَا قَضَىٰ أَمْرًا فَإِنَّمَا يَقُولُ لَهُ كُنْ فَيَكُونُ ۝ آل عمران۔ رکوع ۴۔

له اور جسقدر حیوانات زمین پر چلتے پھرتے اور جسقدر اپنے دو بازوں سے اوڑتے پھرتے ہیں سب ہی تو تمہارے جیسے گروہ (تو میں) ہیں ہمنے کتاب میں لکھنے سے کوئی چیز نہیں چھوڑی۔ پھر وہ سب اپنے رب کے پاس حاضر کیے جاتے ہیں۔ یعنی بنی آدم جسطرح مخلوق مختلف الحالات ہے یہی حال دیگر حیوانات کا ہے کتاب سے مراد یا تو قرآن ہے جسمیں اجمالاً یا تفصیلاً ہر چیز کا بیان ہے۔ ورنہ قضاء و قدر کا دفتر علم الٰہی میں تعین ہے جسکو لوح محفوظ کہا جاتا ہے۔ کیونکہ وہ لکڑی یا لوہے کا کوئی تختہ نہیں۔ یعنی جملہ حیوانات

اِن کے سوا اور بہت آیات ہیں جنمیں یہ بھی ذکر ہے کہ اسنے دو پاؤں والے اور چار پاؤں والے اور اس سے زیادہ پاؤں والے اور پیٹ کے بل چلنے والے بھی حیوانات پیدا کیے ہیں اور یہ بھی کہ انکی رنگتیں اور حالات بھی مختلف بنائے۔

بقیہ نوٹ ۵۲) اور اِن کے حالات ہمیں معلوم ہیں اپنے رب کے پاس یا تو قیامت میں لوگ حاضر کیے جائینگے۔ یا یہ مراد کہ جسطرح اشیار کا وجود اسی مبدء فیاض سے شروع ہوتا ہے اور عالم وجود کے انقلابات کے بعد پھر اسیطرف سمٹ آتا ہے۔ ۱۲ منہ ۵۲ اسینے تمہارے لیے چارپائے بنائے جنمیں (انکی کھال اور پشم اور اون میں) تمہارے لیے سردیکا بچاؤ بھی ہے اور دیگر منافع بھی ہیں اور کچھ تمہارے کھانے میں بھی آتے ہیں اور جب تم صبح کو چرانے لیجاتے اور شام کو واپس لاتے ہو تو تمہیں بہت ہی بھلے معلوم ہوتے ہیں۔ اور جن شہروں تک تم اپنا اسباب جان مارے بغیر نہیں لیجا سکتے وہاں یہ آسانی سے پہونچا دیتے ہیں۔ یہ تمہارے رب کی تمپر بڑی مہربانی اور عنایت ہے اور تمہارے لیے گھوڑے اور خچر اور گدھے بھی بنائے کہ تم انپر سوار بھی ہوا کرو اور تمہاری آرایش بھی ہے۔ اور وہ بہت سی اور بھی ایسی چیزیں پیدا کرتا اور آئیندہ کریگا کہ جنکو تم جانتے بھی نہیں جیسا کہ اِس زمانہ کے بارکش ریل سٹیمر ٹریموے وغیرہ ۱۲ منہ

۵۳ اور تمہارے لیے چارپایوں میں بھی غور کی جگہ ہے کہ اِن کے پیٹ میں جو کچھ ہے اسمیں سے گوبر اور خون سے جدا کر کے تمہارے پینے کے لئے خالص دودھ نکالتے ہیں جو پینے والوں کو مزیدار معلوم ہوتا ہے۔

۵۴ اور آپکے خدا نے مکھیوں کو یہ وحی کی (ان کے دلمیں ڈالا) کہ پہاڑوں میں اور درختوں میں اور جو لوگ ٹٹیاں چھالیتے ہیں انمیں اپنے چھتے بنائے پھر ہر ایک پھل چوسے اور اپنے سوراخوں میں سے سمٹ کر آیا جایا کرے اِن کے پیٹ سے شربت نکلتا ہے (شہد) جسمیں لوگونکے لئے شفا رہے۔ بیشک غور کرنے والوں کے لیئے اسمیں قدرت و کمال کی ایک بڑی نشانی ہے ۱۲ منہ

۵۵ کیا اپنے اوپر پرندوں کو پر باندھے نہیں دیکھتے کہ کبھی پر کھول دیتے ہیں اور کبھی سکیڑ لیتے ہیں۔ انکو دھوا میں) بجز رحمٰن کے اور کون تھامے رہتا ہے کیونکہ وہ ہر چیز کا نگہبان ہے ۱۲ منہ

۵۶ کہ وہ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے اور جب کچھ کرنا چاہتا ہے تو کہدیتا ہے کہ ہو جا پس وہ چیز ہو جاتی ہے دکسی کی احتیاج نہیں رہتی) ۱۲ منہ

انسان کی حقیقت اور اسکے حالات

ساتویں دلیل

خود حضرت انسان اور ان کے حالات حیرت خیز ہیں۔ اول تو اس کی پیدائش موجودہ دیکھو منی کا قطرہ عورت کے رحم میں جاکر کیا کیا چکر کہاتا ہے پہر اسکا جوہر کیا کیا صورتیں بدلتا ہے اور ایک مدت کے بعد اسکا خون بستہ ہوجاتا ہے پہر گوشت کا لوتھڑا بنتا ہے پہر اسمیں اعضاء انسانی نمودار ہوتے ہیں ایک نقطہ سا دل اور ایک دماغ اور جگر بنتا ہے پہر رفتہ رفتہ اسکے تمام اعضاء ہڈیاں اور پوست اور گوشت رگ اور پٹہے نمودار ہوتے ہیں پہر اس نباتیت پر روح حیوانی کا جوہر روح انسانی اسپر فائض ہوتی ہے۔ پہر ایک عرصہ تک رحم میں ہی پرورش پاتا ہے جب اس کے اعضاء پختہ ہوجاتے اندر وہیں نر و مادہ جو کچھہ بنانا مقصود ہوتا ہے بن جاتا ہے۔ اور رحم میں جو کچھہ اس کے غذا اور اخراج فضلہ اور تنفس کے سامان و آلات بہم کئے جاتے ہیں بڑا عاقل بہی ان کی حقیقت سمجھنے سے عاجز ہے چہ جائیکہ منی کے قطرہ کے لئے انسان بننے کا کبہی حکمت سے بندوبست کرسکے یا کسی اور حیوان کے نطفہ کو لیکر ایسا ہی حیوان بنا سکے۔ پہر ایک مدت کے بعد جسکا معمولی اندازہ نو مہینے ہیں اور کبہی کم و زیادہ بہی ہوجاتی ہے باہر آتا ہے اور ماں کا دودہ چوستا خدائی مدرسے میں پڑھکر آتا ہے۔ پہر جوں جوں اس کے اعضاء میں قوت آتی جاتی ہے ویسا ہی اسکا ادراک بڑہتا جاتا ہے پہر نشو و نما کے منازل طے کرتا ہوا ایک حد معین پر آٹہرتا ہے۔ اس کے بعد پہر واپس ہونا شروع ہوتا ہے۔ اعضاء کی اندرونی و بیرونی قوت کم ہوتے ہوتے آخر ایک روز یہ شہر دلربا گر پڑتا ہے اور اس خول میں سے وہ مدرک جو رحم مادر میں اس کے ساتہ وابستہ کیا گیا تہا دور ہوجاتا ہے وہ چونکہ لطیف ہے اسلیئے جاتا نظر نہیں آتا پہر اسکو بذات خود ایک نئی زندگی اور نیا جہان جسکو بڑا استحکام ہوتا ہے پیش آتا ہے اور جو کچھہ نیک و بد اس قالب میں رہکر کیا تہا وہ بہگتنا پڑتا ہے۔ رہا یہ قالب یہ تو جس خاک کی غذاؤں سے انکا مادہ منوی بنا تہا اور جس خاک کی غذائیں کہاکر اسنے نشو و نما پایا تہا اسمیں ملجاتا ہے گویا خاک ایک

دور اکر کے پہر اپنی اصلی حالت پر آ گیا۔

یہ تو ان حضرت کی (جو اب خدائی دعوی کرتے ہیں اور خدا کی قدرت میں جھگڑتے ہیں) اصلی کیفیت بہت مختصر سی ہے۔

(اسکے کمالات صوری)

(۱) اسکی شکل زیبا اسکے اعضا کا تناسب۔ اس کا بوٹا سا قد۔ بالوں اور تپلیوں کی سیاہی ناخنوں۔ گوشۂ چشم دانتوں کی سفیدی اور سفیدی بہی رونق دار جسمیں چمک و دمک ہے۔ پہر اس کے گاؤ دم دو ہاتھ اور دو ٹانگیں بازو اور رانیں بہری ہوئیں سینہ کشادہ گردن کی خوبی پیشانی کی کشادگی پہر دو کمانوں جیسی بہویں اور ناک کی بلندی اور باریکی وہ اسکے تپلے تپلے سرخ یاقوتی ہونٹھ۔ پہر اس کی یہ سرخ و سفید عجب رنگت۔ مردوں کے چہرہ پر رخساروں کو چہوڑ کر ڈاڑہی کا سیاہ حلقہ عورتوں کے جسم کا تناسب کس حسن کے سانچے میں ڈھلا ہوا ہے پہر اسپر سرداری برس رہی ہے۔ حیوانات میں کوئی بہی ایسا خوبصورت نہیں۔ اسکی شکل دیکھ کر جو قدرت الٰہی کا نمونہ[۱] ہے سب حیوانات اس کے آگے سر نیچا نہ کر دیں تو کیا کر سکتے ہیں۔ حیوانات کی کیا حقیقت۔ فرشتوں اور جنوں کو بہی اس کے آگے سر تسلیم[۲] خم ہی کرنا پڑا۔ اسکی شکل زیبا اور اسمیں سرداری کے آثار نمایاں دیکھ کر

لَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِي آدَمَ وَحَمَلْنَاهُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ کہ ہمنے بنی آدم کو شرافت دی اور بر و بحر میں سواری پر ٹہلایا۔

لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنسَانَ فِي أَحْسَنِ تَقْوِيمٍ کہ ہمنے انسان کو عمدہ پیمانہ پر بنایا ہے

[۱] ان اللہ خلق آدم علی صورتہ۔ کہ خدا نے آدم کو اپنی صورت پر بنایا۔ کے یہی معنی ہیں۔ اضافت تشریفیہ ہے ۱۲ منہ

[۲] فرشتوں کا آدم کو سجدہ کرنا یہی بات تہی وہ اسکے کمال کے معترف ہو کر رسم سلام بجا لائے جو اسوقت سر جہکانا تہا۔ یہ سجدہ عبادت نہ تہا جو غیر اللہ کے لیے حرام ہے نہ خدائے جبار غیور کی شان تہی کہ وہ ایسا حکم دیتا۔ نہ ملائکہ کی کہ جو عارفین حقیقت تہے کہ وہ غیر اللہ کو سجدہ کرتے۔ جن کمینے سجدہ عبادت سمجھکر شیطان کی وکالت کی ہے کہ وہ پکا موحد تہا اسی لیے اس نے غیر اللہ کو سجدہ نہ کیا یا اسپر جس مخالف اسلام نے اعتراض کیا ہے یہ سب انکی غلط فہمی ہے جو قوت متخیلہ کی آمیزش سے پیدا ہوئی ہے ۱۲ منہ

اسکے حریف[1] جل بھن کے کباب ہو گئے۔ سر پر خاک اوڑانے لگے اور اس حسد میں اپنے خالق و مالک سے بھی بگڑ گئے کہ ہائے ہائے اس خاکی پتلے کو یہ خوبی دیگئی۔ اسکو مخلوق کا محبوب اور سردار بنا دیا گیا۔ ہماری ناک ہی کیوں نہ کٹ جائے عزت و حرمت ہی کیوں نہ برباد ہو جائے مگر جاتا کہاں ہے۔ اس کے اور اس کی بھولی بھالی اولاد کے نورانی چہرہ پر داغ ہی لگا کر نہ چھوڑا تو ہمارا نام۔ اس کے اندر قوی بہیمیہ تو موجود ہی ہیں۔ بس اب کیا ہی انمیں ایسی تحریک پیدا کر دوں کہ یہ لذت و شہوت۔ غصہ۔ طمع ان تین بھوتوں کے پنجے سے نہ چھوٹے اور اپنے اوس محسن و خالق کے احکام کی کچھ بھی پروا نکرے اور اس سے باغی و سرکش ہو جائے۔ وہمیات کے پھندے میں ایسا اُلجھے کہ سیکڑوں خیالی معبود بنا کر پوجنے لگے اور اس کی عقل جو کہے کہ ان کو جبکہ یہ آسمان و زمین اور بشر اور کسی ایک چیز کے بھی خالق ہیں نہ مالک نہ کچھ انکو نفع و نقصان پہونچانے کا اختیار ہے تو ان کو معبود و مسجود ہونے کا کیا حق ہے تو میں اسمیں قوت متخیلہ کی وہ پچر لگاؤں کہ ساری عقل گم ہو جائے اور صرف اسیقدر خیالی سہارے پر جا رہا کہ یہ ہمارے اور خدا کے درمیان وسائل ہیں انہیں کے ذرائع سے اوسکا فیض پہونچتا ہے۔ یہ چیزیں اس کے اظہار کمالات کے آلات اور اس کے مظاہر ہیں یہ اس کے کارخانوں کے مالک و مختار ہیں دنیا میں بھی شاہی ہلکاروں کی نذر و نیاز بغیر کوئی کام نہیں چلتا۔ ایسا ہی خدائی کارخانہ ہے میں اسکو جبکہ یہ کسیقدر علوم و فنون کے دریا میں تیرنے لگے تو ایسا غوطہ دوں کہ پھر کبھی اوپر ہی نہ اُبھرے کہ کیا خدا اور کہاں کے فرشتے اور کہاں مرنے کے بعد روح کی بقا

---

[1] وہ حریف جان شیطان اور اسکی ذریت تھی جو ظہور آدم سے پہلے دنیا پر سکۂ خلافت جمائے بیٹھے تھے۔ وہ موالید ثلثہ میں سے نہ تھے انکی سرشت میں ایسے عناصر زیادہ تھی جو ہر وقت محسوس نہو سکیں انمیں ہمیت کا زیادہ غلبہ ہے اس لیے شہوات و لذات کیطرف انکو زیادہ رغبت ہے اور اون ناری مادہ کے سبب غرور اور سرکشی اور فخر و تعلی بھی انہیں بہت ہے چندے شیطان ریاضت کر کے صف خدا پرستان یعنی ملائکہ ارضیہ میں شامل ہو گیا تھا۔ اسکی تحقیق آگے آتی ہے انشاء اللہ ۱۲ منہ

اور کدھر کے عذاب و ثواب جو گروہ اپنے آپ کو انبیاء کہلاتے ہیں وہ بھی معمولی حکماء ہیں اقوام کو خیالی ترغیب و ترہیب سے اپنے قوانین پر چلنے کے لیئے آمادہ کیا کرتے ہیں بھلا غیر محسوس چیزوں کا یقین کر لینا اور ان کے لیئے دنیا کے مزے چھوڑ بیٹھنا کس عقل کا فتویٰ ہے چلو جو چاہو کیا کرو آزادی ہے انسانی فطرت میں آزادی ہے۔ الغرض اس محسن و مالک سے ایسی لڑائی کرادوں جو اس کے فرستادے صلاح اور ملاپ کرانے بھی دنیا میں آئیں۔ اور اپنی صداقت کے لیئے اسکو وہ باتیں بھی دکھائیں جو معمولی قدرتوں سے باہر ہوں (معجزات وخوارق) تب بھی یہ سرکش بر سر آشتی نہ آئے اور ان کی باتوں اور عمدہ نصائح کو ٹھٹھوں میں اُڑا دے اور برسر مقابلہ آجائے +

قرآن نے انسان کو اس سرگذشت اور ان کے دشمن کے اصلی ارادے۔ اور اسکی تدابیر سے متعدد مقامات پر متنبہ فرمایا ہے +

وَعَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ یَعْلَمْ کہ جتنے انسان کو وہ کچھ سکھایا کہ جسکو جانتا بھی نہ تھا

(انسان کے معنوی کمالات)

انسان کے معنوی کمالات

(۱) اس کے اندر جو جو قوتیں رکھی ہیں انمیں سے ایک کی بھی تشریح کیجائے تو ایک دفتر بھی ناکافی ہو۔ ادراک کے اقسام جنکا ہم ذکر کرائے ہیں اور ان کے آلات اور ان میں ترقی و تنزل کے اسباب بہت کچھ قدرت نے ودیعت رکھے ہیں اور اسلیئے نباتیت اور حیوانیت کے مراتب کو طے کر کے یہ انسانیت کے بلند مرتبہ پر پہونچا ہے۔ چونکہ اسمیں بہیمیت و ملکیت کا امتزاج ہوا ہے اور قدرت نے اسمیں ایک عجیب اعتدال ملحوظ رکھا ہے جس سے ان نمکین و شیریں موج دو دریا رونکے ملنے سے عجائب و غرائب ملکات فاضلہ جذب محبت رضا و تسلیم کے آبدار موتی اور مونگے پیدا ہوتے ہیں۔ ملکیت جب اس رنگ میں رنگی گئی تو اسمیں وہ باتیں پیدا ہوگئیں جو نفوس مجردہ فرشتوں میں بھی نہ تھی اور یہی سر الٰہی ہے کہ انسان کی روح کو جو جوہر مجرد ہے دنیا میں اس قالب خاکی کے ساتھ وابستہ کیا جاتا ہے۔ اسکا روحانی انجذاب جب حق سبحانہ کیطرف ہوتا ہے تو تمام محسوسات

اور غیر محسوسات مخلوق کو نیست سمجھتے ہوئے اور جملہ حجابات کو پھاڑتے ہوئے اسی بارگاہ قدس تک جا پہونچتا ہے جو اس کا قرارگاہ اور آرام دل ہے پھر اس کے ساتھ اس کا وہ دردِ دل اور وہ سوز وگداز جو بہیمت کے امتزاج سے حاصل ہوا ہے اسکو ملائکہ پر بھی بعض وجوہ سے فوقیت بخشتا ہے اور یہی وہ امانت الٰہی ہے کہ جسکو نہ آسمان و زمین اٹھا سکے نہ پہاڑ سر پر لے سکے مگر اس ظالم ناعاقبت اندیش نے سر ہی توجھکا دیا کہ لیجئے حاضر ہوں جو کچھ بارِ محبت ہے وہ اس سر پر سودا پر رکھدیجئے اور کیسکو آپ کے فدائی کے ہتے کیا حق ہے

نشود نصیب دشمن کہ شود ہلاک تیغت ۔ سر دوستاں سلامت کہ تو خنجر آزمائی۔

اور جب اسکی روح مین بہیمت کی ظلمات سے صفائی آجاتی ہے تو تمام عالم ملک وملکوت کے اسرار اسپر منکشف ہونے لگتے ہیں اور اس کے آئینہ صافی میں حق سبحانہ کا آفتاب جمال چمکنے لگتا ہے تب تو اسمیں وہ قوت وقدرت پیدا ہو جاتی ہے کہ جس کے ادراک سے عقول عامہ دنگ رہجاتی ہیں ایسی حالت میں اس کے کام مافوق القدرت الانسانیہ سرزد ہوتے ہیں۔ کیونکہ در اصل وہ کام کسی اور ہی قوی قدرت کے ہوتے ہیں +

ادہر بہیمت کے غلبہ اور محسوسات کی رغبت سے اسکا ادراک محسوسات کے حقائق ودقائق دریافت کر کے وہ وہ حیرت انگیز کاریگریاں دکہاتا ہے کہ حیوانات تو حیوانات جنات بھی حیران رہجاتے ہیں۔ یہ اپنی روزی اپنا لباس اپنا مکان اپنے اسباب معاش میں وہ وہ تغیرات دیگر فوقیت حاصل کرتا ہے کہ کوئی حیوان بھی نہیں کر سکتا۔ اس نے ریلیں بنائیں انجرات اور گیاس اور برقی قوت سے کیا کیا ستم ڈہائے ہزاروں کلیں ہیں کہ کام کر رہی ہیں ہزاروں من بوجھہ کو آناً فاناً خشکی اور تری میں انجن گھسیٹے لیے جا رہے ہیں۔ بجلی کی طاقت سے کیا کیا حیرت انگیز کام کر رہا ہے۔ اسنے طبقات الارض اور سمندروں کی تہ کی چیزیں دریافت کیں کرہ ہوائی کے عجائب حالات پر مطلع ہوا دوربینوں سے نیرات کے حالات دریافت کیے اجزاء مفردہ کے خواص وآثار پر مطلع ہو کر ان سے ترکیب دیکر

إِنَّا عَرَضْنَا الْأَمَانَةَ عَلَى السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَالْجِبَالِ فَأَبَيْنَ أَنْ يَحْمِلْنَهَا وَأَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْإِنْسَانُ إِنَّهُ كَانَ ظَلُومًا جَهُولًا کہ ہمنے آسمانوں اور زمین اور پہاڑوں کی سامنے امانت پیش کی تو انہوں نے اٹھانیسے انکار کیا اور اس سے ڈر گئے اور انسان نے اٹھا لیا کیونکہ وہ بڑا ظالم ناعاقبت اندیش ہے + ۵

آسمان بار امانت نتواں کشید + قرعہ فال بنام من دیوانہ زدند + امانت محبت وانجذاب کی ذمہ داری آسمانوں اور زمین اور پہاڑوں میں یہ مادہ نہیں رکھا گیا اسکو امانت نہ اوٹھانے سے انسان میں مادہ رکھا گیا اسکو اٹھانے سے بطور استعارہ کے تعبیر فرمایا۔ ۱۲ منہ

کیا سحر آمیز کام کئے الغرض خدائی میں قدم دہرنے لگے۔ اس نے قدرت کے کاموں کی نقل اتارنے اور انہیں تغیرات کرکے عجب صنعت دکہانے میں بھی حیرت انگیز ملکہ پیدا کیا ہے۔ یہ کون ہے وہی قطرۂ منی وہی بیخزو بچہ جو اپنے مونہ سے مکھی بھی نہ ہٹا سکتا تہا جو اپنے اندر کے دکہ درد کو بھی اظہار نکر سکتا تہا۔ آج یہ ناشکر اپنے معلم کو بھول گیا جس نے اسکو یہ قوی اور یہ ادراک عطا فرمایا پہر دیکھو جو کچھ تمام عالم میں ہے ان سب کا نمونہ حضرت انسان میں بھی ہے اسیلئے اسکو عالم صغیر کا خطاب دیا گیا ہے۔ خود اپنے اندر غور کرنے سے بیشمار آیات بینات قدرت وکمال باری تعالےٰ پر مطلع ہوسکتا ہے۔ یہ دلائل النفس کے نام سے موسوم ہیں۔ انسان کی بہیمت وملکیت کے امتزاج سے کئی قسم کے انسان ہوگئے کیونکہ یا تو دونوں قوتیں باہم موافقت سے ہیں یا مخالفت سے۔ اول صورت میں دو قسم ہوگئے اوّل قوت ملکیہ کا غلبہ اور بہیمت اسکی مطیع یہ حضرات انبیاء علیہم السلام ہیں پہر اوس سے نیچے اوتر کر درجہ بدرجہ اولیاء وصلحاء دوئم اسکے برعکس کہ بہیمت نے ملکیت کو دبا لیا کبھی ابہرنے ہی نہیں دیتی۔ یہ وہ ازلی بےنصیب ہیں کہ شب وروز لہو ولعب لذات وشہوات میں گرفتار ہیں خدا تعالےٰ اور اسکی صفات اور مرنے کے بعد کے حالات پر بہیمت کی ظلمت یقین ہی نہیں آنے دیتی یہ وہ کفار ومشرکین اور پہر اسنے اوتر کر فساق وفجار ہیں کہ جنپر کسی ہادی کا کوئی اثر نہیں پہونچتا اس حالت کو قرآن نے کبھی ان کے دلوں پر مہر کردینے سے کبھی آنکھوں وغیرہ مشاعر پر پردہ ڈالنے سے تعبیر کیا ہے ان کے حق میں بعثت انبیاء محض اتمام حجت ہے۔ قسم دوئم کی بھی دو حالت ہیں اوّل یہ کہ ملکیت غالب ہے مگر اس کے ساتھ بہیمت بھی کبھی اپنا زور دکھا جاتی ہے۔ یہ عوام ایماندار وصلحاء امت ہیں کہ نیک کاموں کے ساتھ کبھی ان سے بمقتضی بہیمت برائی بھی ہوجاتی ہے۔ مگر ملکیت کا غلبہ پہر انکو توبہ واستغفار کیطرف مجبور کردیتا ہے۔ اور عنایت الٰہی میں داخل ہوجاتے ہیں خَلَطُوْا عَمَلًا صَالِحًا وَّاٰخَرَ سَیِّئًا اُولٰٓئِكَ عَسَى اللّٰهُ اَنْ یَّتُوْبَ عَلَیْهِمْ۔ ان لوگوں کے لئے ریاضات شاقہ اور نفس کشی کی زیادہ حاجت ہے۔ اس لئے

۵۷
سورۂ توبہ
رکوع ۱۲

احکام کی ریاضت شریعت نے قائم کر دی۔ **دوئم** وہ کہ جنکی بہیمیت غالب ہے اور کبھی کبھی ملکیت
کی چمک بھی انپر پڑ جاتی ہے۔ ایمان اور اعمال صالحہ کیطرف رغبت بھی ہوتی ہے برے
کاموں کو برا سمجھنے لگتے ہیں مگر بہت جلد ظلمات بہیمیت کے پردے آپڑتے ہیں ایسے
لوگوں کو عرف شریعت میں **منافق** کہتے ہیں۔ ان کی مثال قرآن میں بارش اور بجلی اور
کڑک کے ساتھ دی ہے۔ کلما اضاء لہم مشوافیہ۔ کہ جب انوار ملکیت کی بجلی چمکتی ہے تو
اسکی روشنی میں دو چار قدم چلتے ہیں واذا اظلم علیہم قاموا۔ اور جب بہیمیت کی اندھیری
چھا جاتی ہے تو رک جاتے ہیں اور احکام الٰہی اور مواعید آخرت سننے کے بھی روادار نہیں
ہوتے جعلوا اصابعہم فی اذانہم اپنی انگلیاں کانوں میں کرتے ہیں۔ پھر ان کے بھی
مختلف درجات ہیں +

مرنے کے وقت بھی غلبہ قوت ملکیہ وبہیمیہ کے موافق حالات پیش آتے ہیں۔ بعض
اسوقت اوس عالم کے مشتاق ہوتے ہیں اور مرنا بند قفص سے آزاد ہو کر عالم قدس کے
طائران خوش الحان میں ملجانا سمجھتے ہیں۔ اور بعض کی بہیمیت اور عالم خاک کی محبت وانس
کے سبب یہاں سے جانا عذاب الیم خیال کرتے ہیں جب جاہ ومال زن وفرزند
کے بھاری لنگر روح کو عالم بالا تک پرواز نہیں کرنے دیتے اور بند قفص ٹوٹنا ضرور ہے
اسلئے ایک عذاب الیم اور ہیبتناک منظر سامنے ہوتا ہے۔ العیاذ باللہ + مرنے کے
بعد بھی ارواح کو یہی معاملہ بقدر اس تعلق وعدم تعلق جسمانیت کے پیش آتا ہے جسقدر
بے تعلقی ہے اسیقدر اسکو رفعت ہے اور جسقدر تعلق ہے اسیقدر پستی ہے۔ اسلیے اشرار کے
ارواح عالم سفلی میں معذب ہوتے ہیں۔ جسکو عرف شریعت میں **سجین** کہتے ہیں۔

انسان ایک حقیقت جامعہ ہے جسنے اسکو جان لیا ضرور اس نے خدائے قادر کو
جان لیا یوں تو ہر مصنوع وجود صانع اور اس کے کمال کی دلیل ہے مگر ایسا مصنوع
کہ اس کے جمال کا پورا آئینہ بھی ہو پہلا جسنے اسمیں نظر کی تو بشرط صحت بصیرت

اسکو خدائے قادر کے دیکھنے میں کچھ بھی شک باقی رہتا ہے۔ ظاہری آنکھ سے محسوس کے
دیکھنے میں جسقدر یقین ہوتا ہے اوس سے بھی کامل یقین چشم باطن سے دیکھنے میں ہوتا
ہے جو وہ اپنے صانع کو عیاناً دیکھتی ہے۔ اسلئے حقیقت انسانیہ کی بابت کسی عارف نے
کیا عمدہ فرمایا ہے من عرف نفسہ فقد عرف ربہ کہ جس نے اپنی ذات کو جان لیا یقیناً
اسنے اپنے رب کو جان لیا۔

انسان کا سلسلہ مختلف افراد سے نہیں (اسکے بہت سے دلائل ہیں جنکے ذکر کا یہاں
موقع نہیں) بلکہ ایک شخص سے جسکو خدائے جہان آفریں نے ابتداءً خاک سے پیدا
کیا تھا۔ جیساکہ اب بھی ہم بہت چیزوں کو خاک سے پیدا ہوتے مشاہدہ کرتے ہیں۔ اوس
اول شخص کا نام **حضرت آدم** ہے علیہ السلام۔ ان کے بعد ان کی بیوی انکی بائیں پسلی
سے پیدا ہوئیں جنکا نام حوا ہے۔ بائیں پسلی سے پیدا ہونا شاید سمجھ میں نہ آئے۔ مگر
جب تخلیق حیوان کا ایک سلسلہ جاری اور آنکھوں کے سامنے ہے تو یہ کیا محال بات ہے
آدم کے ایک جزء سے وہ پیدا ہوگئی ہوں۔ بعض علماء کہتے ہیں کہ وہ بھی آدم کیطرح خاک
سے پیدا ہوئیں تھیں اور بائیں پسلی سے پیدا ہونا اسطرف کنایہ ہے کہ عورت مرد کی
ہم پہلو اور قدرتاً اوس سے کم مرتبہ اور اسکی سرشت میں کجی ہے وخلق منہا زوجہا
کی تاویل کرتے ہیں مگر یہ قول ضعیف اور سست ہے +

انہیں حضرت آدم کی تمام انسان نسل ہیں۔ انہیں سے ملائکہ کے سجود اور شیطان
کے حسد و انکار کا واقعہ پیش آیا تھا۔ اِسنے پہلے حیوانات و نباتات سب کچھ تھے۔ ہنود
اور مجوس کے نزدیک تو ان کی پیدایش کا زمانہ اسقدر دراز ہے کہ گنتے گنتے بھی آدمی تنگ
ہوجاتا ہے عجب چکر دیکر کروڑوں بلکہ اسنے بھی زیادہ برس بتائے ہیں اور زمانوں کو
خیالی طور پر تقسیم کیا ہے۔ یہ صرف اِن کے خیالات ہیں جنپر نہ کوئی دلیل ہے نہ برہان
نہ کوئی تاریخی شہادت ستاروں سے حساب لگا کر یہ مدت قائم کرنا بالکل غلط ہے۔ حکماء یونان کا

ایک گروہ تو انواع کو قدیم ہی کہتا ہے اور ابدی بھی مانتا ہے جنکے قول کا بطلان روزمرہ کا مشاہدہ کر رہا ہے۔ اور ایسے لوگ سب انسانوں کو ایک شخص کی اولاد بھی نہیں کہتے۔ مختلف افراد سے مختلف سلاسل نسل جاری مانتے ہیں۔ بعض حال کے فلاسفر کہتے ہیں کہ نباتات ترقی کر کے حیوانات بنگئے اور بعض حیوانات (بندر) ترقی کر کے انسان بنگئے یہ غلط خیال ہے انسان نے نباتیت سے ترقی کر کے حیوانیت اور حیوانیت سے انسانیت ضرور حاصل کی ہے۔ مگر اس کے یہ معنی نہیں کہ جو ان حضرات نے سمجھے ہیں بلکہ وہ کہ جنکو ہم اوپر بیان کر آئے ہیں کہ ابتداء آفرینش انسان میں نباتیت یعنے نشو و نما ہوتا ہے پھر حیوانیت یعنے حس و ادراک آ جاتا ہے پھر تکمیل ہو کر رحم ہی میں انسانیت پیدا ہو جاتی ہے جسکی تکمیل باہر آ کر ہوتی رہتی ہے۔

حضرت آدم کہاں پیدا ہوئے تھے۔ اسمیں علماء کے مختلف اقوال ہیں۔ بعض کہتے ہیں عدن میں بعض کہتے ہیں فلسطین میں بعض کہتے ہیں آرمینیہ کے کسی بالائی مقام میں جہاں قدرتی باغ لگا ہوا تھا۔ ان کی پیدائش کا زمانہ علماء اہل کتاب سات ہزار برس سے اوپر کہتے ہیں جسکو وہ انکی اولاد کے انبیاء علیہم السلام کی عمروں سے لیتے ہیں +

اکثر علماء فرماتے ہیں کہ خدا نے آدم کو پیدا کر کے بہشت میں رہنے کا حکم دیا تھا کسی مصلحت سے صرف ایک پیڑ کے کھانے سے منع کر دیا تھا شیطان نے بہکا کر وہ کھلوا دیا جسکی سزا میں بہشت سے نکالے اور زمین پر ڈالے گئے مدتوں روتے رہے آخر گناہ معاف ہوا آیندہ کے لیے احتیاط کی تاکید کر دی گئی۔ پھر دنیا پر آ کر انکی نسل پھیلی پھر وہ کہاں رہے اور کہاں ان کی وفات ہوئی اور ان کے روبرو ان کی کسقدر نسل پھیلی تھی اور ابتدا میں ان کے قد و قامت اور عمریں کتنی ہوتی تھیں اور ان کا تمدن کیا تھا یہ سب باتیں مورخین نے لکھی ہیں جنمیں ان کا اختلاف بھی ہے +

حاصل کلام

ایک مادہ میں یہ صنعتیں اور ایسی دور اندیشی سے اسمیں وہ کمالات بدیعہ کس نے پیدا کر دیئے
اس مصنوع نادر میں اپنی قدرت و کمال کا یہ حیرت انگیز جلوہ کسنے دکھایا ہے؟ کیا خود بخود مادہ
ایسا ہو گیا اور از خود اس نے میدان وجود میں یہ انقلابات عجیبہ دکھائے ہیں کہ جن کے
ادراک علت و حقیقت سے اب تک عقول حکماء عاجز ہیں؟ ہرگز نہیں جسطرح کی عقل سلیم کسی عمدہ
صنعت و تحفہ کو دیکھکر فی الفور یہ حکم لگا دیتی ہے کہ یہ ضرور کسی کاریگر مصلحت اندیش کا کام ہے لکڑی لوہے
کے ٹکڑے آپ سے آپ آکر اس ترتیب عجیب سے نہیں مل گئے ہیں اور نہ انمیں یہ نقش و نگار
خود بخود پیدا ہو گئے ہیں اسیطرح اس مصنوع عجیب کو دیکھکر حکم دیتی ہے کہ ضرور یہ کسی علیم و خبیر
قادر مطلق صناع کا کام ہے کہ جس نے اسکو اس اسلوب عجیب سے پیدا ہی نہیں کیا ہے بلکہ
تمام عالم میں اس کے مصالح بھی ملحوظ رکھے ہیں - ایک ادنیٰ بات جسکو حال کے فزک نے
تسلیم کر لیا ہے یہ ہے کہ انسانی نظر کے لیئے نیلا اور سبز رنگ زیادہ مناسب ہے بالخصوص سفید
رنگ مضر ہے۔ پھر اسنے سطح بالائی کی اور اس کے بعد کرۂ آب کی رنگت جو کرۂ ارض کو
محیط ہے نیلگوں بنا دی اور پھر زمین پر اسقدر اشجار و نباتات پیدا کر کے اسکی رنگت سبز
کر دی اس کے علاوہ اسکی زندگی اور بقا کے کیا کیا سامان پیدا کیئے۔ پھر وہ علیم و خبیر
قادر مطلق جو تمام عالم پر حاوی ہے کون ہے؟ طبیعت اجسام ہے یہ بھی نہیں کیونکہ وہ
غیر مدرک اور اجسام کے وجود سے پہلے اسکا وجود نہیں اور نیز ایک جسم کی طبیعت دوسرے
اجسام پر کیا اثر پیدا کر سکتی ہے کہ جہاں اسکی رسائی بھی نہو۔ پھر وہ نیچر یا دہر ہے؟ وہ بھی نہیں
کیونکہ وہ مجہول الحال ہیں اس کے سوا وہ علم و ادراک اور قدرت و کمال سے بھی بے بہرہ
ہیں اور اگر کوئی سب سے بالاتر ایسا ہے کہ اسمیں قدرت و کمال اور علم و ادراک بھی ہے اور
تمام کائنات کا سلسلہ اسی پر جا کر منتہی ہوتا ہے وہی خدا ہے قادر ہے خواہ کوئی اور اس کو

ذٰلِكَ عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ۝ الَّذِيْٓ اَحْسَنَ كُلَّ شَيْءٍ خَلَقَهٗ وَبَدَاَ خَلْقَ الْاِنْسَانِ مِنْ طِيْنٍ ۝ ثُمَّ جَعَلَ نَسْلَهٗ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ مَّآءٍ مَّهِيْنٍ ۝ ثُمَّ سَوّٰىهُ وَنَفَخَ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِهٖ وَجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْـِٕدَةَ قَلِيْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ ۝

وہی ہے چھپی اور کھلی باتوں کا جاننے والا زبردست رحم کرنیوالا جسنے اپنی رحمت سے ہر شے کو بہت ہی خوبی سے بنایا اور انسان کی پیدائش مٹی سے شروع کی پھر اسکی نسل کو جسم کے خلاصہ پانی حقیر سے شروع کیا یعنی منی سے جسمیں تمام جسم انسان کا خلاصہ اور ویسا ہی تخم کا مادہ بھی پھر اسکو درست کیا اور اسمیں اپنے ہاں کی روح پھونکدی اور تمہارے لیئے علم حسی کیلئے کان اور آنکھ دیئے اور علم عقلی کیلئے دل بنائے تم کمتر شکر کرتے ہو بلکہ اپنے علوم خدا داد پر نازاں ہو کر اسکا انکار کرتے ہو ۱۲ منہ

کس لفظ سے تعبیر کرے نیچر کہے یا دھر کہے یا کوئی اور نام رکھے۔ یہ نزاع لفظی ہے +

قرآن میں انسان کی پیدائش اور اس کے حالات و تغیرات اور اس کے لئے مفید اشیاء کے پیدا کرنے سے اسقدر دلائل پیش کئے ہیں کہ جو قرآن خواں سے مخفی نہیں اور جنکا نقل کرنا بہت طوالت ہے +

فصل دویم

بحث صفات میں

صفات میں

خدا تعالےٰ جمیع صفات حمیدہ سے موصوف اور جملہ برے اوصاف سے پاک ہے۔ علم حیات۔ قدرت۔ ارادہ وحدانیت۔ ازلیت ابدیت۔ رحمت غضب تکلم۔ لطافت صمدیت۔ غناء۔ تقدس۔ عدالت۔ وغیرہ سب صفات حمیدہ قرآن نے خدا تعالےٰ کے لئے ثابت کئے ہیں۔ حدوث۔ فنا۔ احتیاج۔ جہل۔ تشبیہ یعنے مانندیت۔ جسمانیت اور اسکے لوازم ظلم۔ وغیرہ جملہ عیوب سے پاکیزگی بیان فرمائی ہے +

علم وہ سب چیزوں کو جانتا ہے ازل میں اسکو ہر ایک ہونے والا معاملہ معلوم تھا۔ ہمارے علوم کے لئے جسقدر امور حجاب ہیں اس کے لئے کوئی حاجب نہیں۔ وہ عالم حسی کی تمام چیزوں کو بھی جانتا ہے خواہ تعداد میں جنگل اور دریا کی ریت سے زیادہ کیوں نہوں خواہ وہ زمین اور دریاؤں کی تہ میں ہوں۔ یہ چیزیں ہمارے نزدیک غائب مگر اس کے نزدیک حاضر ہیں۔ اسیطرح وہ عالم مجردات کی بھی سب چیزوں کو جانتا ہے اور مجردات سے بالاتر عالم جبروت ولاہوت کی باتیں بھی سب جانتا ہے جو غیب الغیب ہیں وعندہ مفاتح الغیب۔ وَعِندَهُ خَزَائِنُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَا إِلَّا هُوَ۔ عَالِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ۔ عَلَّامُ الْغُيُوبِ۔ العليم الخبير۔ اس کے لئے سننا۔ دیکھنا۔ السمع۔ البصر بھی بلحاظ علم بادیات کے قرآن نے بیان فرمایا ہے۔ کیونکہ عرف عباد میں ادیات کا علم

ان دو آلوں سے حاصل ہوتا ہے ورنہ یہ ظاہر ہے کہ بندوں کی طرح سے نہ اس کے دو کان مضغۂ گوشت اور نہ دو آنکھ پارۂ جسم ہیں نہ ہوا کے ذریعے سے وہ سنتا ہے نہ خطوط شعاعی یا انطباع اشکال کے وسیلہ سے دیکھتا ہے +

حکمائے یونان نے اپنے اس قاعدہ کی پابندی سے کہ مادیات جزئیات کا علم حواس سے مختص ہے اور خدا حواس سے پاک ہے کیونکہ یہ جسمانیت سے تعلق رکھتے ہیں۔ کہدیا کہ خدا کو جزئیات مادیہ کا علے وجہ التفصیل علم نہیں۔ یہ انکی بڑی غلطی ہے جیسا کہ مقدمہ کتاب میں حالت خواب کے علم کو آپ جان چکے ہیں کہ بغیر حواس جسمانیہ کے بھی روح جزئیات مادیہ کا علے وجہ التفصیل ادراک کیا کرتی ہے۔ اور جب تک روح اس جسمانی ہیکر سے متعلق ہے اسوقت تک وہ ان حواس کے روزنوں سے ادراک کرتی ہے پھر جب اس سے آزاد ہو گئی تو ان پانچ کھڑکیوں میں سے ادراک کرنے کی اسکو کوئی بھی ضرورت نہیں وہ ہر طرف سے ادراک کر سکتی ہے۔ جب روح کا یہ معاملہ ہے تو خدائے قدوس جو سب لطیفوں سے لطیف تر ہے وہ انکا کیوں محتاج ہونے لگا

علوم عقلیہ اور ادیان غیر اسلامیہ سب میں کچھ نہ کچھ علم الہی کی تنقیص ہے توریت موجودہ اور اناجیل مروجہ اور ویدوں اور دساتیر کے مطالعہ سے ہمارے بیان کی تصدیق ہو سکتی ہے +

سوال ۔ نقص علم الہی تو قرآن سے بھی ثابت ہوتا ہے بہت جگہ آیا ہے لیعلم لیبلوکم کہ فلاں کام اس لیئے کیا کہ خدا کو یہ بات معلوم ہو جائے یا خدا امتحان کرتا ہے یا اس نے امتحان کے لیئے ایسا کیا کہ کون سچے اور کون جھوٹے ہیں **جواب** خدا تعالے کا علم حضوری ہے جو حصولی سے بالاتر ہے اور حضوری بھی قدیم لیکن علم کی دو قسم ہیں ایک قبل الوقوع یہ علم اسکا مخلوق اور واقعات کے ظہور سے پہلے بھی تھا وہ سب اس کے علم ازلی میں حاضر تھے دوسرا علم بعد الوقوع یہ بندوں پر حجت ہے مقامات مذکورہ میں علم

مراد قسم اخیر کا علم ہے جس سے قسم اول کے علم کی نفی نہیں ہوسکتی

حیات۔ زندگی۔ ہر چیز کی حیات اسکی بقار ہے اور ہر شئے کی بقار اسکی ذات کے مطابق ہے۔ خدا تعالیٰ ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہیگا۔ یہی اسکی حیات ہے۔ اشیار کے اوصاف مختصہ کا زوال بھی ایک قسم کی فنا ہے خدا اس سے بھی پاک ہے ھُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ کیونکہ وہ واجب الوجود اور علۃ العلل ہے اس کے جملہ صفات اور اسکی ذات کسی دوسرے کی طرف سے نہیں جو زوال پذیر ہوسکے برخلاف ممکن کے ✦

قدرت و ارادہ جملہ ممکنات پر اس کی قدرت ہے انیں جسطرح چاہتا ہے اپنے ارادے اور اختیار سے تصرف کرتا ہے۔ مخلوق کا پیدا کرنا ان کی پرورش انکا کمال و زوال سب اسکے ارادہ و اختیار سے ہے۔ اسپر کوئی مجبوری نہیں کہ بلا ارادہ و بلا اختیار اسکو وہ کام کرنا پڑے۔ یہ بات اور ہے کہ اس نے اپنے ارادہ و اختیار سے بلحاظ مصالح و بمقتضائے عدل و انصاف و رحمت۔ اسباب و علل عادیہ پر نتائج و آثار مرتب کر دیئے ہیں آگ میں حرارت آفتاب میں روشنی رکھدی ہے۔ پانی سے پیاس کا بجھنا کہانے سے بھوک کا دور ہونا۔ ابخرات سے ابر بننا۔ بادل سے بارش نازل فرمانا نر و مادا کے اجتماع سے بچہ پیدا ہونا۔ سمیات میں زہر۔ برے افعال پر برے نتائج اچھے کاموں پر اچھے نتائج مرتب کر دیئے ہیں۔ یہ بھی اس کے اختیار اور ارادہ اور قدرت سے باہر نہیں چاہے تو مرتب نہونے دے یا وہ مخصوص نتائج ان اشیار پر مرتب کرے جنپر خلاف نتائج مرتب ہوتے تھے۔ آگ میں سردی۔ اور پانی میں حرارت قائم کرسکتا ہے۔ اسباب و علل کے سلسلہ پر جو نتائج مرتب ہوتے ہیں درحقیقت در اصل یہ بھی اسی کے افعال ہیں۔ تلوار کا کاٹنا قلم کا لکھنا کل کا کوئی کام کرنا در اصل تلوار مارنے والے اور قلم اور کل چلانے اور بنانے والے کا ہی کام ہے ہاں مجازاً تلوار اور قلم اور کل کیطرف بھی نسبت کر دیتے ہیں دوا اور بیماری کی تاثیر بھی اسکی طرف سے مرتب شدہ ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ۔ یَفْعَلُ اللّٰهُ مَا یَشَاءُ۔ وَیَحْكُمُ مَا یُرِیْدُ ○

خدا ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہیگا

خدا جو چاہتا ہے کرتا ہے جو ارادہ کرتا ہے

قدرت و ارادہ

انبیائی رستہ چھوڑ کر اسمقام پر بھی اور لوگوں کے ادراک نے ٹھوکر کھائی ہے اور خدا کے قادر میں صفت نقص پیدا کر دی ہے +

حکماء یونان کہتے ہیں کہ یہ عالم اس سے بلا ارادہ و اختیار پیدا ہوا ہے۔ اور اشیاء کے خواص مختلفہ و آثار لازمہ اشیاء سے وہ دور نہیں کر سکتا اور نہ عالم کے سلسلہ انتظام میں خلل ڈال سکتا ہے۔ قدرت کے مذکورہ ترتیبات کا قانون ہے قانون قدرت کے برخلاف کوئی کام ہو نہیں سکتا محال ہے اسلیئے وہ معجزات انبیاء علیہم السلام و کرامات اولیاء کرام کو جو ان کے روحانی کام ہیں اور وہ ایک اور دوسرے قانون قدرت کے تحت میں ہیں نہیں مانتے اس قسم کی روایات کو خرافات اور قصہ اور کہانیاں جانتے ہیں۔ آجکل کے حکماء میں بھی وہ پرانا مسئلہ مسلم ہو رہا ہے انکا بھی ایسا ہی خیال ہے +

حکماء یونان

خلفاء بنی العباس کے عہد میں جب یونانی فلسفہ اور حکمت عربی زبان میں ترجمہ ہو کر آئے اور قلوب سے نور نبوت دنیاوی تجملات و اسباب تمدن سے کم ہوتا گیا اور ظلمت بہیمیت پھیلتی گئی تو مسلمانوں کے ایک گروہ پر وہ فلسفہ اثر کر گیا۔ اس لیئے ان کی تمام کوشش اسطرف متوجہ ہوئی کہ اسلام کو فلسفہ کے حملے سے بچائیں۔ مگر فلسفہ کو تو وہ ایک انچ بھی نہ ہٹا سکے۔ بلکہ اسلام کے روشن اصول کو ہی پیچھے ہٹانے لگے یعنے تاویلات و توجہات کے ذریعہ سے اصلی معنی کو چھوڑ کر ان آیات و احادیث میں فلسفہ کو ٹھہانے لگے اور ان کی کمزور طبیعتوں میں یہ کام بڑا احسان اسلام اور مسلمانوں پر شمار ہونے لگا۔ اس فرقہ کا نام **معتزلہ** تھا مگر ان کے مقابلہ میں حکماء اسلام میں سے بھی وہ لوگ اٹھ کھڑے ہوئے جنہوں نے ان کے فلسفہ کی جو انکا مایۂ ناز تھا دلائل عقلیہ سے دھجیاں اوڑا دیں اور یونانیوں کی غلط فہمیوں کو آشکارا کر دیا۔ جیسا کہ امام **غزالی** اور **فخر رازی** وغیرہ جزاہم اللہ خیراً۔ ہمارے زمانہ میں بھی بعض وہ حضرات پیدا ہو گئے جو علوم اسلامیہ سے ماہر نہ اسرار شریعت سے واقف نہ مشرقی فلسفہ سے خبر نہ مغربی فلسفہ سے مطلع۔ بلکہ مغربی علوم کی زبان سے بھی آگاہ نہیں۔ صرف سفر یورپ اور وہاں کی زرق برق سے ان کی کمزور آنکھیں چوندھیا گئیں

اسلئے ان کی نظروں میں اسلام موجودہ فلسفہ سے کامل شکست پاگیا۔ اور یورپ کی ترقی ان کے نزدیک ان کی صنعت اور حرفت اتفاق باہمی۔ ہمدردی کوشش پر نہیں بلکہ ان کے فیشن اور طرز تمدن اور ان کے الحاد اور بے قیدی اور انہماک لذات و شہوات اور اس قسم کی خرافات پر مبنی معلوم ہوئی تو وہ قوم کے ہمدرد اسلام کے حقیقی بہی خواہ بھی قرآن کی تاویل کی طرف متوجہ ہوئے اور جملہ ان آیات و احادیث میں جو ان کو یورپ کے خیالات کے برخلاف معلوم ہوئیں خواہ وہاں کے بازاریوں ہی کے خلاف کیوں نہ ہوں سب میں انہیں کے خیالات قطع و برید کرکے بھرنے شروع کر دئے اور اسی مراد سے انہوں نے بھی قرآن کی تفسیر اور ترجمہ کے ذریعے سے مسلمانوں میں یہ روشن خیالی پھیلانی چاہی جو دراصل تنگ خیالی تھی مگر ان کے مقابلہ میں بھی خدا کے بندے کھڑے ہوگئے اور انکا تمام تار و پود توڑ پھوڑ کر کھدیا جسپر انہوں نے اور ان کے کاسہ لیس شاعروں اور اخباروں نے بہت کچھ غل مچایا مگر ابھی تک مسلمان ایسے گئے گذرے نہ تھے جو وہ ان کی ملمع کاری پر فریفتہ ہو جاتے بے اصل بات تو بے اصل ہی ہوتی ہے ادھر ان کی تعلیم گاہوں سے جو فیشن اور بے قیدی کی تعلیم پاکر نمونہ بنکر نکلے اور وہ صنعت و حرفت اکتساب معاش کے علوم سے عاری جنکا مدار کار نوکری کی امیدواری اسپر یورپین سوشیل کے مصارف ادھر مذہب و ملت و قوانین اخوت برداری سے آزادی اسپر افلاس اسنے اور بھی بھرم بگاڑ دیا کیونکہ تجربہ بڑی دلیل ہے ہنود میں بھی انہیں کے قدم بقدم دو گروہ **مصلح قوم** پیدا ہوئے اول انگریزی خواں بنگالیوں میں **برہمو دہرم** پیدا ہوا انہوں نے تو ایک صلح کل ایسا مذہب ایجاد کیا جو سب کے نزدیک عزیز ہو حالانکہ ہر دلعزیز ہر دل ذلیل ہو جایا کرتا ہے اور کھانے پینے کے بھی جملہ قیود جو ہندو دہرم میں تھیں سب اٹھہ گئیں دراصل ہندو دہرم کی سخت قیود کی پابند رہکر کوئی قوم قوم نہیں رہ سکتی دوسرا گروہ ہندو پنڈتوں میں **آریہ دہرم** نکلا اس کے بانی کی نظروں میں ویدوں اور شاستروں اور پرانوں میں

ف — فرقہ آریہ کے بانی نے نیا فلسفہ اور نیا سائنس ہی بنایا ہے جسکی نہ کسی دلیل عقلی پر بنیاد ہے نہ دلیل نقلی پر

جو کچھہ غلط اور جاہلانہ تعلیم تہی اوہام پرستی اور جاہلانہ قصص و حکایات وہ نہ صرف ایک عاقل اور روشن خیال آدمی کے لیئے باعث عار و ننگ ہے بلکہ اِن کے بزرگوں کے لیئے بہی بڑا سیاہ دہبہ ہے جس سے انکی حقیقت معلوم ہوتی ہے) وہ سب قابل رد قرار پا چکی تہی۔ سب کا سرانجام تو ناممکن تہا مگر اس باہمت شخص نے اور سب خرافات کو خیرباد کہکر صرف چاروں ویدوں کے حصہ اول سنگہتا ہی پر قناعت کرنا غنیمت جانا اور جہاں تک ہوسکا اُگو خلاف لغت و محاورہ سنسکرت ہی کیوں نہو اس کے اگلے شارحین کیوں نہ فریاد ہی کرتے ہوں کہ اسے مہاراج کیا غضب کرتے ہو تمنے تو اصلی کلام کو بالکل پلٹ دیا) تاویلات کرنے شروع کیئے اور تفسیر بہی لکہی مگر تمام نکر سکے۔ علوم جدیدہ کی چمک سے اِن کی آنکھیں بہی خیرہ ہو چکی تہیں ویدوں کے اعتبار و وقار دلانے کے لیئے انہیں کہینچ تانکر حکماء کے اصول بہی ٹہونسنے بلکہ ریل۔ تار۔ سٹیمر بنانے کے علوم کے بہی مدعی ہو گئے۔ مگر جب انہیں کسی ایک معمولی چیز بنانے کا بہی علم نہ تہا نہ عقائد و اخلاق و طہارت و عبادت کی بابت نہ دار آخرت کی بابت تہا تو بیچارے

بقیہ حاشیہ اپنے تراشیدہ مضامین کا کبہی کبہی شت پتہہ ذخیرہ کتب ہنود کیطرف حوالہ دیا کرتے ہیں مگر کتب مذکورہ میں اثبات کا نام و نشان بہی نہیں ہوتا ہاں کتب مذکورہ کے مطالب کو شاید کسی ادنی مناسبت سے کہینچ تانکر اپنے موافق تاویل کرتے ہوں منجملہ ان کے مطالب فلسفیانہ کے ایک یہ بہی ہے کہ جملہ ارواح انسانیہ اگلے جنم کے کرموں کے مطابق نباتات حیوانات انسانوں کی شکل میں بطور تناسخ ظہور کیئے ہوئے ہیں اِس صورت کے کرموں پہلے اعمال کے موافق پہر کسی دوسرے جسم میں ظہور کرینگے۔ اول تو ابتداء آفرینش میں کس جنم کے کرموں کا ظہور قرار دیا جائیگا جبکہ اِن موالید ثلاثہ کا حادث ہونا ثابت ہو جائیگا دوم نباتات و حیوانات کے افعال قابل جزا و سزا تسلیم کرنے پڑینگے اور یہ بغیر اسکے کہ انکو حس و ادراک کامل اور اپنے افعال میں اختیار و قدرت اور پہر انکو کوئی الہام و وحی متنبہ کرنیوالا ہو ناممکن ہے۔ حالانکہ کسی وید میں انسان کیلیئے بہی یہ نہیں بتایا گیا ہے کہ فلاں کام سے فلاں جنم میں جاتا ہے اور فلاں سے نجات پاتا ہے۔ پہر جب کہ الہام نے انسان ہی کی حاجت پوری نہ کی اور بغیر بتائے اسکو سور کتے کا جنم دیا جاتا ہے تو وہ ایسا حال نباتات و حیوانات کا بیائے گر بتائے کوں منہ

پنڈت مہراج بجز اسکے اور کیا کہتے کہ اعمال میں تو ہوم کرنے کو تمام علوم و حکمت عملیہ کا سرچشمہ بنایا۔ اور علوم نظریہ کے لیئے آشون وغیرہ جو ویدوں میں الفاظ وارد ہیں ان کے معنے کبھی آفتاب کبھی گھوڑے کبھی بھانپ کبھی گیاس کے قرار دیکر کہدیا کہ سب جدید صنائع کے بھی اصول ہیں انہیں سے انجن چلتے ہیں یہ ویدوں میں موجود ہیں انسے سیکہ کر اہل یورپ نے یہ تمام صنعتیں نکالیں ہیں۔ کہیں مہرشی پنڈت کے مقابلہ میں اہل یورپ نہ بول اوٹھیں کہ وید سیکھنا تو کجا ہمنے تو ان کے نام بھی نہیں سنے۔ اب حال میں چند علماء جرمن کو زبانوں کا شوق پیدا ہوگیا ہے ویدوں کو پرانی کتاب سمجھکر چھپوا دیا اور سنسکرت زبان میں مہارت پیدا کرلی ہے جیساکہ پازندی زبان اور دیگر قدیم زبانوں کو حاصل کیا ہے آریہ کے عقیدہ میں بھی خدا کی قدرت ویسی ہی محدود ہے جیساکہ اوپر بیان ہوا۔ بلکہ وہ تو خدا کو نہ جواہر کا خالق سمجھتے ہیں نہ اعراض کا۔ ارواح مادہ بسائط عناصر سب قدیم اور خدا کے غیر مخلوق اور غیر مقدور ہیں خدا بندہ کے آثار افعال کو دور نہیں کرسکتا جو کچھہ اس عالم میں بندہ کو راحت و رنج پہونچ رہا ہے۔ یا آیندہ تناسخ کے ذریعہ سے پہونچے گا انمیں خدا کو کچھہ بھی اختیار نہیں کہ بندہ کی توبہ و ندامت و استغفار سے اسکو دور کرسکے۔ مخلوق میں سے کوئی جانور بھی اس کے پیدا کرنے سے پیدا نہیں ہوا ہے ایسے عاجز و مجبور خدا کے ماننے کی انکو کیا ضرورت پیش آئی اپنے بھائیوں فرقہ ناسٹک اور بودہ اور جینیوں کیطرح اسکا بھی انکار کردیتے تو معاملہ صاف تہا اور اب بھی ایک قسم کا انکار ہی ہے +

ہاں یہ قرین عقل ہے کہ محالات عقلیہ مقدور ہونے کی صلاحیت نہیں رکہتے۔ جیسا کہ اپنا مثل پیدا کردینا یا اپنے ذات میں صفات ذمیمہ حدوث و فنا کذب و ظلم وغیرہ پیدا کرلینا۔

واحدانیت وہ جسطرح اپنی ذات مقدسہ میں یکتا ہے اسیطرح اپنے صفات کمال میں بھی یکتا ہے۔ کسلیئے کہ عالم وجود میں سوا اس کے اور کوئی واجب الوجود ہی نہیں۔ پہر جو کچھہ موجود ہے وہ سب فی حد ذاتہ ممکن ہے اس کے وجود کا پرتو اوٹھاکر

حاشیہ: آگ پر گھی وغیرہ جلانا ۱۲ منہ

واحدانیت

مخلوق موجود ہوئی ہے اسی طرح انپر اس کے صفات کا بھی ایک اثر نمایاں ہوا ہے۔ مخلوق کی قدرت اسکا علم اسکی حیات اسکا ارادہ محدود ہے اور جو کچھ ہے اسیکا عطا کردہ ہے۔ اسینے ان کے اسباب عطا کئے ہیں۔ مخلوق کے صفات علے حسب مراتب بلحاظ ملائکہ وانبیاء علیہم السلام کہیں تک وسیع ہوں مگر اس کے صفات کے مقابلہ میں ایسے ہیں کہ جیسا بحر ذخار کی نسبت ایک قطرہ۔ کیسی مخلوق کو خواہ وہ کتنی ہی عنداللہ محترم ہو اسکی ذات اور صفات میں مساوی یا حصہ دار سمجھنا شریعت محمدیہ علے صاحبہا الصلوٰۃ و السلام میں **شرک** ہے جو اشد معصیت ہے جیسا کہ اسکی ذات وصفات میں کمی تصور کرنا **کفر** ہے۔

توحید پر بہت سے براہین عقلیہ قائم کیے گئے ہیں۔ (۱) اگر اور بھی کوئی دوسرا خدا ہو تو ضرور ہے کہ ہر خدا میں خدائی اسکی حقیقت میں داخل ہوگی نہ کہ عارضی۔ اِس صورت میں خدائی دونوں کے لیئے جنس ہوگی جو دونوں میں مشترک ہے۔ تو اب کوئی دوسرا جزر بھی ہونا چاہیئے کہ جس سے باہم ایک دوسرے کو امتیاز ہو جاوے ورنہ دو نہوں گے۔ پھر جب ماہیت میں دو جزر ثابت ہوئے تو ہر ایک کی حقیقت دو جزؤں سے مرکب ٹھہرے گی۔ اور ہر مرکب بقاعدہ عقلیہ حادث ہے کسلیئے کہ ترکیب سے پہلے انکا وجود نہ تھا اور ہر حادث کے لیئے ایک **محدث** یعنی پیدا کرنے والا اور دونوں جزؤں کو ملا دینے والا ضرور ہے تب یہ خدا خدا نہ رہا بلکہ مخلوق ہوگیا۔ دراصل خدا یہی محدث ہے۔ اب اِس محدث کیساتھ اور بھی کوئی محدث ہے تو یہی کلام ہوگا اور دوسرا محدث ماننا پڑے گا۔ غیر متناہی سلسلہ لازم آئے گا اور وہ محال ہے یا کہو اور کوئی دوسرا محدث نہیں تو مدعیٰ حاصل ہوگا کہ خدا واحد ہے۔ قرآن مجید میں کیا عمدہ عنوان سے دلیل توحید بیان ہوئی ہے لَوْ كَانَ فِيهِمَا آلِهَةٌ إِلَّا اللَّهُ لَفَسَدَتَا۔ کہ اگر آسمانوں اور زمینوں کے دو خدا ہوتے تو کبھی کے خراب ہوگئے ہوتے +

کسلیئے کہ ہر ایک قدرت و اختیارات میں مستقل ہے ورنہ خدا خدا نہوگا۔ بلکہ کسی کیٹی کا

ہوگا۔ جو دنیاوی امور میں بھی مستقل کچھ بھی اختیار و قدرت نہیں رکھتا۔ ایسا خدا اگر مانیں گے تو عیسائی مان سکتے ہیں۔ جو باپ بیٹے روح القدس کی کمیٹی بناکر خدائی کروایا کرتے ہیں۔ اور جب مستقل ہوا تو ایک کو دوسرے کے خلاف میں کوئی کام کرنے کی قدرت ہوگی یا نہوگی۔ اگر نہوئی تب وہ مستقل یا حیات و قدرت نرہا اور جو ہے تو یہی نشار مخالفت آسمانوں اور زمینوں اور جملہ انتظام عالم کا مخرب ہے۔ حالانکہ عالم کا انتظام قائم ہے تو معلوم ہوا کہ اور کوئی دوسرا خدا نہیں صرف ایک ہی خدائے قادر وحدہٗ لاشریک ہے

اگر عاقل مجموعہ مخلوقات میں سے کسی ایک چیز میں بھی غور کرے گا تو فی الفور اسکو توحید محض کا جلوہ دکھائی دیگا۔ چنانچہ اسی بات کو عرب کے کسی شاعر نے اس شعر میں ادا کیا ہے۔ ؎

ففی کل شئی لہ شاہدٌ یدل علی انہ واحدٌ

کہ ہر شے میں اس کے لیئے ایک شہادت دینے والا موجود ہے جو شہادت دے رہا ہے کہ وہ واحد ہے ✤

اور **عارف** کی نگاہ میں تو اس کے سوا اور کوئی دوسرا موجود ہی نہیں اور جو کچھ موجود ہے اسکے وجود اصلی کا پرتو ہے پھر دوسرا خدا ہونا تو درکنار دوسرے کا وجود بھی نہیں ؎

بخدا غیر خدا در دو جہان چیزے نیست بے نشان است کزو نام و نشاں چیزے نیست

قرآن مجید میں ان امور کیطرف بھی جابجا اشارہ کیا گیا ہے ✤

اَوْہام بنی آدم جو بہیمیت کے خمیر سے پیدا ہوا کرتے ہیں کبھی عالم میں کسی کے تصرفات خیال کرکے اسکو بھی خدائی میں شریک کرلیا کرتے ہیں اور نادیدہ خدا میں مخلوق پہ قیاس کرکے صدہا ایسے اوصاف پیدا کردیتے ہیں جو ان کے خیال میں تو وہ اوصاف کمال ہوتے ہیں لیکن در اصل وہ اس کی ذات مقدسہ کی نسبت سخت سے سخت عیوب ہوتے ہیں۔ یہ وہمی آمیزش ایک ایسی بلا ہے کہ جس سے

وہی پہنچ سکتا ہے جو طریقہ انبیاء علیہم السلام کا پیرو اور ان کے قدم بقدم چلتا ہے۔ یہ توہمات کا ایسا بحر ذخار ہے کہ جسمیں صدہا کشتیاں غرق ہوگئیں اور کسیکا ایک تختہ بھی اوپر نہ ابھرا۔

درین ورطہ کشتی فرو شد ہزار کہ پیدا نشد تختۂ بر کنار

طوائف بنی آدم نے کبھی تو ارواح وغیرہ کو شریک الوہیت کرلیا۔ انکی نذرونیاز پرستش کے طریقے جاری کرئیے اور جب انسے تحقیق کیا گیا تو یہی کہتے ہیں کہ جسطرح دنیا کے بادشاہ اپنے امور سلطنت کارندوں کے سپرد کردیتے ہیں اور انہیں کے رضامند رکھنے سے کام نکلتے ہیں اسیطرح خدا نے بھی امور قضا و قدر ان اشخاص کے سپرد کردئیے ہیں۔ وہ فراخدستی تندرستی۔ بارش ارزانی فتح و نصرت دفع بلا کرتے ہیں قیامت میں بھی اپنے پرستش کرنے والوں کی شفاعت کرینگے۔ پھر کبھی یہ اختیارات حضرات انبیاء علیہم السلام اور ان کے خاندان کے اور کبھی اولیاء اللہ کے سپرد کرتے ہیں کبھی فرشتوں کے اور انمیں اور خدا میں رشتۂ ابوت بھی قائم کردیتے ہیں کہ یہ خدا کی بیٹیاں ہیں اور کبھی جنوں کے اور کبھی اپنے مشاہیر کے۔ اور کبھی خیالی اشخاص چڑیل بھوت کے

یہ وبا کچھہ عرب ہی میں نہ تھی بلکہ اور ملکوں میں بھی تھی اور ہندوستان میں تو ابتک موجود ہے گو مسلمان بادشاہوں نے بہت کچھہ دفع کیا ایسے خیالات پر قرآن میں جا بجا عتاب کرکے کہا گیا ہے ما انزل اللہ بھا من سلطان کہ تمہارے ان خیالات پر کہ خدا نے ان چیزونکو اختیارات دے رکھے ہیں اور وہ نذرونیاز کی رشوت میں تمہارے کام کردیتے ہیں کوئی بھی سند نہیں اتاری اور کبھی فرمایا ہے کہ اسپر کوئی دلیل تو پیش کرو۔ کبھی اپنا جبروت اور قدرت و یکتائی کا اظہار فرماکر ارشاد کیا ہے کہ ہمارے سوا اور کوئی بھی نہ نفع دیسکتا ہے نہ ضرر پہونچا سکتا ہے کبھی یہ فرمایا ہے کہ تمہارے ان معبودوں نے میری مخلوق میں سے کونسی چیز بنائی ہے اور کبھی یہ کہ اگر ہم تمہارے معبودوں کو ہلاک کرڈالیں تو کوئی ان کو بچا سکتا ہے۔ اور کبھی خدا کو ایک بادشاہ قوی الہیکل فرض کرکے جملہ لوازمہ دربار بشریہ آسکے

ثابت کرتے ہیں کبھی ایک بوڑھا بزرگ سفید ریش نورانی صورت سر پہ عمامہ گلے میں کرتا یا ننگ
ننگ بدن پر بھبوت ملے سانپوں کی مالا گلے میں ڈالے بیل پر سوار ہاتھ میں ترسول لال لال
لال قہر آلود آنکھیں نتھنوں سے آتش کے شعلہ نکل رہے ہیں وغیرہ ذلک اشکال میں
تصور کرتے ہیں۔ اور کبھی اسکو کسی حسین عورت یا مرد کی صورت میں تصور کرکے اس کے
لیے زلف عنبریں اور عارض گلگوں اور در دندان خیال کرکے اور اس فرضی خدا کے شوق
میں آہ و نالہ کرتے ہیں۔ مگر وہ سبوح و قدوس ان سب وہمی اشکال و اوصاف سے
پاک اور مقدس ہے۔ اسلیے قرآن میں صاف صاف فرمادیا سُبْحَانَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ
عَمَّا يَصِفُوْنَ ۝ کہ رب العزۃ ان کے اوصاف تراشیدہ سے پاک ہے۔ ایک جگہ فرماتا
ہے اَفَرَاَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰىهُ کہ اے پیغمبر آپنے انکو بھی دیکھا کہ جنہوں نے
اپنی خواہش کو خدا بنا لیا خواہش کی اطاعت کرتے اور خیالی قوالب میں اسکی صورت
ڈھالتے ہیں +

ازلیت ابدیت [۱]

وہ ازلی ہے اسکی ابتدا و انتہا نہیں اُس سے پہلے کوئی چیز نہیں جہانتک زمانہ کی درازی ذہن فرض کرتا چلا جاوے وہ اس سے بھی پہلے سے ہے اور اسیطرح اسکی انتہا بھی نہیں کہ اس کے بعد اور کوئی چیز ہو جہاں تک اسطرف زمانہ کی درازی فرض کیجاوے وہ اوس کے بھی بعد تک ہے +

واجب الوجود کے لیئے یہ دونوں باتیں لازمی ہیں جسطرح اور صفات میں کوئی اسکے
مساتہ شریک نہیں اسیطرح ان صفات میں بھی کوئی چیز اس کے برابر نہیں۔ **حکما** یونان کا فلسفہ جیسا
اور صدہا توہمات پر مشتمل ہے اور امور متخیلہ کو حقائق حقہ سمجھ رکھا ہے۔ اسیطرح اس مسئلہ میں
بھی ان پر قوت وہمیہ غالب آگئی کہ وہ عالم آسمانوں اور زمین اور نیرات اور عناصر و بسائط کو
قدیم مانتے ہیں انکو بھی ازلی اور ابدی کہتے ہیں۔ انہیں کی تقلید سے اور حکما بھی ایسا ہی
کہتے ہیں اور **فرقہ** آریہ کا بھی یہی اعتقاد ہے وہ ارواح کو بھی ازلی اور ابدی کہتے ہیں۔

[۱] فلسفہ حال نے تو نیرات و سماوات کی ابدیت و ازلیت کی قلعی کھولکر رکھدی اور ثابت کردیا کہ یہ بھی ایک پرانا دقیانوسی خیال ہے کیونکہ آلات سے ثابت کردیا ہے کہ اثیر سے نیرات بنتے اور بنے ہوئے تغیر پذیر ہوتے ہیں۔ اب کے سال جو غیر معمولی سردی اور برف باری ہوئی تو آلات رصد سے دیکھ کر حکما حال نے کہدیا کہ کچھ ارب میل کا کرہ آفتاب میں گیا اس کم ہوگئی۔ اور جب نیرات میں اس قسم کے تغیرات مشاہد ہیں تو پھر ان کے حادث و فانی ہونے میں کیا شک ہاں یہ ضرور ہے کہ یہ چیزیں دیرپا ضرور ہیں جنکی عمر کا کوئی حساب نہیں پہلے حکما اور ان کے مقلدین نے ان کے دیرپا ہونے سے ان کو ازلی اور قدیم بھی سمجھ لیا اور وہمی مقدمات پر مبنی کرکے دلیل بھی پیش کردی۔ ۱۲ منہ

ان سب کے نزدیک خدائے قادر کیساتھ اور صدہا چیزیں وجود کی ازلیت و ابدیت میں برابر
ہیں خدا کو اس بات میں کوئی فوقیت نہیں۔ اس شرک کا کیا ٹھکانا ہے۔ ان کے پاس اس
خیال باطل پر کوئی برہان نہیں حکماء یونان نے جو کچھ خیالی دلائل قائم کئے ہیں علماء
کلام نے سب کو توڑ پھوڑ دیا ہے۔ آریہ یہ دلیل پیش کیا کرتے ہیں کہ اگر یہ چیزیں
جب سے وہ ہے اسوقت سے اسکے ساتھ نہوں اور جب تک وہ رہے اسوقت تک نہ رہیں
تو اسکی خالقیت و حکومت کس چیز پر ہو؟ اسکا **جواب** یہ ہے کہ اول تو یہ ممکن ہے
کہ مذکورہ اشیاء کے علاوہ اور صدہا چیزیں اس کی اظہار خالقیت و حکومت کے لیے
ایسی ہوں کہ جنکو ہم نہیں جانتے اور وہ قادر ایک زمانہ معین تک انکو باقی رکھہ کر مٹا
ڈالتا ہو اور پھر اور چیزیں پیدا کرتا ہو اور پھر انکو بھی مٹا ڈالتا ہو اور انکی جگہ اور دوسری
پیدا کرتا ہو اسیطرح ازل سے ابدتک وہ نئی نئی چیزیں عالم وجود میں لاتا اور مٹا ڈالتا ہے
اس صورت میں اسکی خالقیت و حکومیت کا انحصار کرنا اس کے صفات کو بلا دلیل محدود
کرنا ہے **دوئم** کسی صفت کا وجود اس کے اظہار پر موقوف نہیں فرض کرو کہ کسیکو
کلام کرنے کا ملکہ ہے اور وہ کبھی نہ بولے تو کیا اس کے ملکہ کلام میں کچھہ فرق آسکتا ہے
غایۃ الامر وہ شخص کہ جسنے اسکو بولتے نہ سنا ہو وہ اس کے ملکہ تکلم کا مشاہدہ نہونے کے
سبب قائل نہوا کرے یہ بھی اسکی بیوقوفی ہے کیونکہ علم و یقین کا مدار کچھہ مشاہدہ پر نہیں
سوئم۔ جب یہ چیزیں ان کے نزدیک ازلی اور ابدی ہیں تو وہ اس کی مخلوق اور
محکوم کسطرح سے ہوسکتی ہیں؟ کس لیئے کہ خالق اور مخلوق میں تقدم و تاخر ضروری
ہے جب بوجہ خالق ہونے کے وہ متقدم ہوا اور یہ چیزیں متاخر ہوئیں تو انکی
ازلیت کہاں رہی؟ کیونکہ ازلی تو اسکو کہتے ہیں کہ جس کے وجود پر عدم سابق نہو
اس تقدیر میں بھی انکا مدعی اظہار خالقیت و حکومت بھی فوت ہوگیا۔ پھر ان اشیاء کا
ازلی اور ابدی ہونا بغیر اس کے ممکن نہیں کہ انکو واجب الوجود مانا جاوے۔ اور جب

یہ اشیاء واجب الوجود ہوئیں تو جسطرح اپنی ذات میں غیر سے مستغنی ہیں اسیطرح اپنی صفات میں بھی مستغنی ہیں جیساکہ واجب الوجود کی شان ہے پھر جو چیز اپنی ذات اور صفات میں مستغنی اور بے نیاز ہے تو اسپر کیکی حکومت بھی کیونکر ہوسکتی ہے؟ نہ معلوم آریہ عقلاء نے اسمیں کونسی فلاسفی سوچی ہے۔!

رحمت و غضب

رحمت و غضب یہ دو صفات آپسمیں متضاد ہیں۔ ہر ایک کا اپنے اپنے موقع اور وقت پر ظہور ہوتا ہے۔ اسمیں کوئی شبہ نہیں کہ خالق کو اپنی مخلوق پر بہت کچھ رحمت اور محبت ہے اں باپ اولاد کے خالق نہیں اسپر انسان سے لیکر درند و پرند و حوش تک میں ایک تعلق خاص سے کسقدر مرحمت و محبت ہے۔ پھر اسکی محبت و مرحمت کا کیا اندازہ ہوسکتا ہے قرآن نے اسبات کو بھی واضح کردیا ہے۔ اِنَّ رَحْمَتِیْ وَسِعَتْ کُلَّ شَیْءٍ۔ کہ میری رحمت نے ہر شی کو گھیر رکھا ہے۔ ہر چیز اسکی رحمت کے وسیع دائرہ میں ہے۔ پھر خالق ہونے کے سوا، وہ مربی اور پرورش کرنے والا بھی ہے اسلئے اسلام کی تمام تعلیم کا خلاصہ یہی دو باتیں ہیں اول تعظیم لامر اللہ۔ خدا کی باتوں کی تعظیم کرنا۔ دوئم شفقت بر مخلوق خدا۔ اور اس کی اس رحمت ہی کا تقاضا ہے کہ اس نے کوئی چیز بھی ناقص اور نامکمل پیدا نہیں کی اور پیدا کرکے ہر شے کو اس جملہ اسباب کمال و حاجت عطا فرما دیئے ہیں اَعْطٰی کُلَّ شَیْءٍ خَلْقَہٗ ثُمَّ ھَدٰی۔ بالخصوص انسان عزیز ترین مخلوق کی چند روزہ زندگی کے لیئے کیا کیا نعمتیں عطا کیں وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَةَ اللّٰہِ لَا تُحْصُوْھَا اِنَّ الْاِنْسَانَ لَظَلُوْمٌ کَفَّارٌ۔ عالم علوی و سفلی سب کو اس کے کام میں لگا دیا ہے ؎

ابر و باد و مہ و خورشید و فلک در کارند　تا تو نانے بکف آری بغفلت نخوری
ہمہ از بہر تو سرگشتہ و فرماں بردار　شرط انصاف نباشد کہ تو فرماں نبری

اور اسی رحمت کا مقتضے ہے کہ اس نے ایک آنے والی حیات جاودانی حاصل کرنے کے لیئے دنیا میں حضرات انبیاء علیہم السلام بھیجے وَاللّٰہُ یَدْعُوْا اِلٰی دَارِ السَّلَامِ

تاکہ اسکے بندوں کو مضرات و منافع سے مطلع کریں +

مگر اوہ رے انسان تیرے اندر قدرت نے جو کچھہ قدرت و اختیار تیری فوائد کے لیئے رکھدیا ہے۔ تو اسکو لذات و شہوات اور اپنے آقائے قدیم کی نافرمانی میں صرف کرتا ہے۔ نہ محسن کا شکریہ نہ اسکے وجود کا اقرار نہ اسکے صفات پر ایمان نہ اس کے فرمودہ پر یقین کہ ان زہردار پہلوؤں کا یہ برا اثر ہے جسکا نتیجہ تجہی کو بہگتنا پڑے گا۔ پہر اس کے فرستادوں سے مقابلہ۔ ایذا رسانی کی فکریں بجائے اس کے او نمک حرام تو نے اپنے ہاتہہ کی کہودی ہوئی مورتیں اور وہم و خیال کے گہڑے ہوئے معبود بنائے ارے او بے غیرت تو مالک محسن قدیم کے آگے نہ تو جہکا جہکا تو اپنی جیسی بلکہ اپنے سے بھی کم مرتبہ مخلوق کے آگے جہکا اپنی مصیبتوں میں اوس رحیم و قادر کو تو نہ پکارا جو بغیر پکارے بہی فریادرسی کرتا ہے پکارا تو ان فرضی معبودوں کو جو تیری پکار بہی نہیں سن سکتے اور جو سنیں بہی تو انکو قدرت فریادرسی کی نہیں اور ہو بہی تو تجہپر رحم کہانے کا انکو کیا تعلق +

اب ایسی حالت میں جب انسان نہ مانے او گمراہی او گناہ میں آگے ہی قدم دہرتا چلا جائے تو اس پر **غضب** الہی نہو تو کیا ہو؟ اب یہ غضب کبہی تو دنیا میں ظاہر ہوتا ہی زلزلہ خسف قحط۔ سیلاب۔ ژالہ باری۔ بیماری۔ طاعون۔ تنگدستی۔ غلبۂ اعدا۔ شکست ذلت۔ تدابیر میں ناکامی۔ باہمی نفاق و خود غرضی۔ دشمنوں کے ہاتہہ سے قتل و اسیری زوال دولت و حشمت۔ بے برکتی۔ بد امنی۔ بے چینی۔ مرگ اولاد و اقارب وغیرہ صورتونمیں مگر واہ واہ انکی رحمت اسپر بہی اگر بندے توبہ و استغفار کریں اپنی بدکاری و شرارت سے باز آئیں۔ مخلوق پر صدقات و خیرات سے مہربانی کرنے لگیں تو وہ اپنا عذاب اوٹھا لیتا ہے قرآن میں اسکی تصریح ہے۔ کبہی آخرت میں ظاہر ہوتا ہے۔ مرنے کے بعد روح کو آتش جہنم تنگ و تاریک قیدخانوں کی قید وغیرہ وغیرہ جنکی قرآن و احادیث میں بہت کچھہ تصریح و تشریح ہے۔ مگر اب توبہ و استغفار کا وقت نہیں رہا۔ جس بارود میں یہ آگ لگکر آیا تہا اس میں

آپ جلیگا۔ یہاں بھی اگر قوت نظریہ کے جرائم میں گرفتار نہ تھا بلکہ ایمان تھا اعمال کے جرائم تھے کبھی وہ رحیم محدود سزا کے بعد معاف کر دیتا ہے کبھی اپنی رحمت سے بے سزا معاف کر دیتا ہے اور کبھی معافی کے اسباب پیدا کر دیتا ہے۔ زندوں کا اس کے لئے دعا کرنا اسکی طرف سے صدقات و مبرات کرنا +

اس مقام پر بھی خلاف کرنے والے گروہ غلطی میں پڑ گئے۔ عیسائیوں نے اول تو خدا کو ایسا تنگ حوصلہ اور قہار محض سمجھا کہ آدم کے ایک ذرا سے گناہ کو باوجود توبہ و استغفار اور دنیاوی سزا پریشانی وغیرہ کے معاف نکرنا تھا نہ کیا اسکا انتقام ناکردہ گناہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے لیا کہ جو آبائی سلسلہ کے لحاظ سے حضرت آدم کی نسل سے بھی نہ تھے بلکہ بالکل اجنبی۔ انکو صلیب پر کھنچوا دیا۔ ان کے رونے اور آہ و زاری پر کچھ بھی رحم نہ آیا اور ایک ناکردہ گناہ کو تین روز جہنم میں رکھا اور لعنتی بنایا۔ پھر اس کے رحم کیطرف آئے تو ایسے آئے کہ اس واقعہ کے بعد سب کو آزادی دیدی۔ حلال و حرام اور توریت کے احکام موکدہ و موبدہ سب سے آزادی بخشدی۔ بلکہ گناہ کرنے کی اجازت بھی عطا کر دی کہ شتر بے مہار ہو کر جو چاہو کرو سب معاف **یہود** اور **ہنود** نے اس کی رحمت کو خاص اپنے ہی لئے مخصوص کرلیا کیونکہ وہ خدا کے فرزند و لبند اور محبوب ہیں۔ گناہ پر مواخذہ بھی ہوا تو بہت ہی کم۔ برہمن آزاد ہے کوئی شودر خواہ کتنا ہی نیک اور خدا پرست بنجائے برہمن کے درجہ کو نہیں پہونچتا برہمن معمولی جرائم کی سزاوں سے بھی معاف ہے اور اگر سزا بھی ہے تو ایسی ہی جیسا کہ یورپین کو ہندوستانی کے مقابلہ میں ہوا کرتی ہے۔ ان کے خاندانوں سے خدا قول ہار چکا ہے ثروت و شوکت ہے تو انہیں کے لیے نبوت و فضائل انسانی ہیں تو انہیں کے خاندانوں میں۔ اور تمام بنی آدم ان کے غلام اور وحوش کیطرح ان کے آرام کے لئے پیدا کئے گئے ہیں۔ **آریہ** کے خدا کو کبھی نہ رحم آتا ہے کہ کیسکے کرم وگیان کی سزا میں اوسے سور کھجلی بہرے کتے کی جون میں نہ جانے دے نہ کسی بدکرم و بدگیان پر قہر۔

کر دہ اپنی طرف سے کوئی سزا دیسکے۔ الغرض مہاراج معزول بادشاہ کی طرح چپکے بیٹھے تماشہ دیکھا کرتے ہیں۔

تکلّم

تکلّم خداتعالیٰ اپنے مطلب کو اپنی مخلوق پر ظاہر کرتا ہے۔ حال و ماضی و مستقبل کی خبریں دیتا ہے نیک باتوں کا حکم بُری باتوں سے منع کرتا ہے اور اسکی یہ صفت بھی ازلی ہے ہاں اس کے تعلقات حادث ہیں۔ جیسا کہ پیدا کرنا اس کی ایک صفت ازلی ہے مگر زید کا پیدا کرنا عمر کا پیدا کرنا یہ اس کے افراد و تعلقات حادث ہیں۔ اور اسیکو[1] کلام نفسی کہنا چاہیئے لیکن جسطرح ہمارے دیکھنے سننے اور اس کے دیکھنے سننے میں زمین وآسمان کا فرق ہے ہم اعضاء جسمانی سے دیکھتے سنتے ہیں وہ انسے بھی بہتر بغیر اعضاء جسمانی کے دیکھتا سنتا ہے۔ اسیطرح ہمارے کلام کرنے اور اس کے کلام کرنے میں بھی زمین وآسمان کا فرق ہے۔ ہم بذریعہ آلات جسمانیہ کے مافی الضمیر ادا کرتے ہیں۔ اسلئے ان کے خصوصیات بھی جداگانہ ہیں ہم زبان سے بولتے ہیں اس سے آواز کے ساتھ لغات موضوعہ میں مطالب ادا کرتے ہیں اور کبھی مافی الضمیر کو کتابت وحرکات سے بھی بتا دیتے ہیں جیسا کہ تار برقی میں ہوتا ہے اسکا کلام ان سب باتوں سے پاک ہے۔ وہ کبھی ملائکہ مقربین کے وسیلہ سے عمدہ الفاظ میں مطالب بندہ کو سنوا دیتا ہے کبھی بندے کے دلمیں القاء کرواتا ہے اور کبھی خود اس کے دلمیں کلام القاء کرتا ہے۔ روحانی طور پر خوب عمدہ فصاحت و بلاغت کے ساتھ باتیں ہوتی ہیں اس کے کلام کے خصائص بھی جداگانہ ہیں۔ ہزاروں کوس دور بیٹھے اہل کمال روحانی ایک دوسرے بغیر زبان اور بغیر الفاظ و اصوات خوب عمدہ طور سے باتیں کرلیتے ہیں خواب میں ارواح سے کلام کرتے ہیں جہاں نہ یہ زبان کام دیتی ہے نہ اسکے الفاظ و اصوات وہاں اور ہی زبان ہوتی ہے اور ہی طرح کے آواز و حروف پیدا ہوتے ہیں۔ ممکنات غیر انسانیہ بھی بقدر مراتب کلام کرتے ہیں ان کے کلام کے آلات و اسباب ہی جداگانہ ہیں

[1] صفت قدیم کو ۱۲

روحانیات و ملائکہ کے کلام کے دوسرے ہی وسائل اور کیفیات ہیں۔ خدا کے کلام کو بشر کے
کلام پر قیاس کر کے بیہودہ اعتراضات کرنا سخت نافہمی ہے۔

اِنَّ اللّٰہَ لَطِیْفٌ خَبِیْرٌ
کہ بیشک اللہ لطیف و دانا ہے ۱۲ منہ

دنیا میں حضرات انبیاء علیہم السلام کے ذریعے سے جو کچھ بندوں سے فرمایا گیا ہے وہ سب اوسکا کلام
ہے جسکو جمع کر دیا گیا ہے۔ اور اس جمع شدہ کا نام توریت۔ زبور۔ انجیل۔ قرآن۔ صحف انبیا
ہے۔ اوس کلام کے لیے حروف و نقوش محافظت کرنے والے بندوں نے ایجاد کر لیئے
ہیں اور کاغذوں پر وہی لکھے جاتے ہیں پتھروں پر دلوں پر وہی کندہ کیئے جاتے ہیں مگر
قرآن کے مطالب و عبارت جو نقوش حروف کے قوالب میں مکتوب ہے سب خدا کا کلام ہے
اسمیں ایک حرف بھی کم و بیش نہیں نہ پیغمبر علیہ السلام کیطرف سے ہے۔

لطافت

خدا تعالیٰ مادہ سے پاک ہے اس کی ذات مادہ اور مادیات اور ہر قسم کے
جسم اور جسامت سے بری ہے بلکہ مادہ اور مادیات اور جملہ اجسام خود اس کے
پیدا کیئے ہوئے ہیں وہ جملہ خصوصیات جسمانیہ و مادیہ سے بھی پاک ہے اسلیئے وہ حواس
بشریہ سے محسوس نہیں ہو سکتا۔ نہ آنکھ سے دکھائی دیسکتا ہے نہ کانوں سے سنا جا سکتا
ہے نہ زبان سے چکھا جا سکتا ہے نہ ناک سے سونگھا جا سکتا ہے نہ ہاتھوں سے ٹٹولا
جا سکتا ہے۔ کسلیئے کہ حواس بشریہ مادیات کثیفہ کے سوا جسمانیات لطیفہ کو بھی حس نہیں
کر سکتے۔ جیسا کہ مقدمہ کتاب میں مذکور ہوا۔ ہاں روحانی آنکھوں سے بقدر امکان اس کو
دیکھ سکتے ہیں اور اسلیئے اس پیکر جسمانی کے بعد جنت میں دیکھیں گے اور اسکو پتلا دبلا
موٹا لمبا چوڑا بھی نہیں کہہ سکتے اور نہ اسکو گورا کالا۔ شیریں تلخ۔ خوشبودار بدبودار کہہ
سکتے ہیں کسلیئے کہ یہ سب امور خاص جسمانی چیزوں کے لیئے ہوتے ہیں نہ اس کے لیئے
کوئی مکان خاص تجویز کر سکتے ہیں کہ وہ آسمانوں پر ہے یا زمین پر ہے یا فلاں جگہہ
بیٹھا رہتا ہے یا وہ کھاتا پیتا۔ سوتا جاگتا ہے یا وہ بوڑھا جوان یا وہ کسی عورت سے
بچے جنتا ہے۔ کیونکہ یہ سب خصائص جسمانیہ ہیں اور وہ جملہ خصائص جسمانیہ سے پاک ہے

اور نیز جملہ سماوات وستارے اسکے آگے ایک ذرہ ہے پھر وہ اس ذرہ میں کیونکر سما سکتا ہے البتہ یوں ہر جگہ اس کا جلوہ اور ہر جگہ حاضر ناظر ہے۔ لیکن اس کے اس ظہور وحضور کو کبھی مقامات مقدسہ وامکنہ رفیعہ کیطرف اسکی عظمت وجبروت کے اظہار کے لیئے منسوب کر دیا کرتے ہیں۔ مثلاً آسمانوں پر یا عرش پر خدا ہے۔ یا پانیوں پر اسکا تخت تہا اور وہ پانیوں پر تہا۔ یا مومن کے دلمیں خدا ہے۔

یہ سب استعارات ہیں۔ اس کے جہت رفعت وعلو کے لیئے یا اجسام ومخلوق کے احاطہ کے لیئے۔ یا اس کے تقدس کے لیئے۔ مثلاً جب آسمان ماتحت کو اور آسمانوں کو فلک الافلاک محیط ہوا جسکو شرع میں عرش کہتے ہیں۔ تو یہاں تک عالم اجسام تمام ہو چکا وہ قدوس وقاور اس سے بہی بالاتر ہے تو اس معنی سے وہ آسمانوں پر بہی ہوا اور عرش پر بہی ہوا۔ اور عرش عالم اجسام میں سب سے بالاتر اور لطیف تر ہے اس کے قوام کا ذریعہ روحانیات ہیں اس لیے اس کے عرش کے گرد ملائکہ صف بستہ کہڑے ہوئے اور اسکے عرش کو اوٹہائے کہنا درست ہوا۔ اس کے عرش کو رام لیلا کی سنگہاسن اور اسکے اٹھانے والوں کو کہار سمجہا اور اوسپر خدائے برین کو برہمنوں کے دو چہوکروں رام وچہمن کیطرح بٹہاکر بازاروں کی سیر کرانا اور پہر اسپر لالہ جی کا اعتراض کرنا خود لالہ جی کی سمجہہ کا قصور ہے +

صمدیت بے نیازی استغنار۔ وہ پاک ذات کسی بات میں بہی کسیکا محتاج نہیں نہ اپنی حیات میں نہ اپنی ذات میں نہ اپنی صفات میں۔ تمام مخلوق نکوکار وابرار ہو جائے اور رات دن اس کی تسبیح وتقدیس کرنے لگے تو اسکو کچہہ بہی نفع نہیں نہ اوسکا کوئی کام اٹکا ہوا درست ہوگا۔ اور اگر تمام مخلوق بدکار ہو جائے فسق وفجور کرنے لگے شریعت کے تمام احکام چہوڑ بیٹھے بت پرستی کرنے لگے تو اسکا کچہہ بہی نقصان نہیں۔ نہ اس کی سلطنت میں ذرہ برابر فرق آئے گا۔ غنا کے معنی بہی اسکی

صمدیت

قریب قریب ہیں عالم کے جملہ انتظام اور اسکے پیدا کرنے اور فنا کرنے اور پرورش کرنے میں بھی
اسکو کسی کی احتیاج نہیں۔ اسیطرح خدا کو نہ کسیکے روپیہ کی ضرورت ہے نہ کہانے کپڑے کی نہ
کسی جانور کے گوشت اور خون کی بلکہ وللہ خزائن السماوات والارض کہ آسمانوں اور زمین کے
خزانے سب اسد ہی کے لیئے ہیں اِنَّ اللّٰهَ لَغَنِيٌّ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ ہ وہ تمام عالم سے بے نیاز
ہے گرچہ وہ اپنی مخلوق کی آپ حاجت براری کرتا ہے۔ مگر جسکو خدانے دولت و نعمت
عطا فرمائی ہو تو اسپر اسکا شکریہ بھی لازم ہے۔ کم از کم خدا کی مخلوق کے ساتھ سلوک تو کرے
یہی ہے وہ مالی عبادت جو خدا کی رضامندی کا باعث ہے۔ اور جسکا اسنے حکم موکد دیا ہے۔
کبھی بندوں کو اطمینان بھی دلایا ہے کہ جو کچھ تو نیک کاموں میں صرف کرے گا وہ ضائع
نہ جائے گا ہم اسکا اجر دنیا و آخرت میں ضرور دیں گے پھر اس مضمون کو کبھی یوں تعبیر کیا
ہے کہ وہ سب تمہارا دیا لیا ہمارے پاس جمع ہے۔ تمکو ملے گا۔ کبھی یوں کہ کوئی فقیر و محتاج
کیا دیتا ہے گویا ہمیں دیتا ہے کیونکہ ہماری خوشنودی میں صرف کرتا ہے۔ کبھی یہ بھی
فرمایا ہے کہ ان کاموں میں صرف کرنا ہمکو قرض دینا ہے کون ہے جو ہمکو قرض حسنہ
دے کہ ہم اسکو اصل اور نفع دیں +

یہ باتیں کچھ ایسی باریک تو ہیں نہیں کہ کوئی نہ سمجھتا ہو مگر بعض دشمنان اسلام سے اپنی
انصاف پسند طبیعت کا یہ جوہر دکہایا کہ اسپر مضحکہ اوڑایا کہ اسلامی خدا محتاج ہے بندوں سے
قرض مانگتا ہے اور کوئی ایسی ضرورت پیش آئی ہے کہ دوگنے تگنے دینے کا وعدہ کرتا
ہے سے آفرین باد بریں ہمت مردانہ او + یہ خیال کرلینا کہ جو کچھ ہم اسکے لئے دیتے
ہیں خدا اپنے کام میں لاتا ہے۔ یا ہمارے نذرانہ پر وہ ہمارا کام کر دیا کرتا ہے غلط
خیال ہے۔ توہمات انسانیہ یہاں تک بڑھے کہ اختیارات خدائی اس کی مخلوق کو تقسیم کرنے
شروع کردیئے۔ یہاں تک کہ اس قادر کو ایک معزول بادشاہ سمجھنے لگے اور تمام نذرانے
ان مرضی مختاروں کو پہونچنے لگے۔ پھر اس سے بھی نیچے گرے تو ہاتھ کی تراشی ہوئی

لَنْ يَّنَالَ اللّٰهَ لُحُوْمُهَا وَلَا دِمَاؤُهَا وَلٰكِنْ يَّنَالُهُ التَّقْوٰى مِنْكُمْ
خدا کے پاس نہ تمہاری قربانیوں کے گوشت پہونچتے ہیں نہ ان کے خون البتہ تمہاری پرہیزگاری اور خدا ترسی اوس کے پاس پہونچتی ہے اسکو قربانیوں کے خون اور گوشت کی کوئی حاجت نہیں۔

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لاتنذروا فان النذر لا یغنی من القدر شیئا وانما یستخرج بہ من البخیل متفق علیہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نذریں نہ مانا کرو کسلیئے کہ تمہاری نذریں قضا و قدر کے معاملات میں تغیر پیدا نہیں کرسکتیں مقدر ہو وہ ہوکر رہیگا تم لاکھ نذر مانا کرو صرف نذر کے ذریعے سے بخیل کا کچھ مال نکلوا دینا ہو ہاں کسی مراد کا شکریہ یا کسی کام کو یا کسی عبادت اسکی خوشنودی کے لیئے ترک [illegible]

مورتوں پر نذرانے چڑھنے لگے بتوں کو کھانا کھلایا کپڑے پہنائے جاتے ہیں وہ گہری نیند سوجاتے ہیں توزور زور سے گھنٹیاں بجا کر جگایا جاتا ہے انکو قوالوں کا راگ سنایا۔ اور انکی خوشنودی کے لیئے باجا بجایا جاتا ہے۔ ہندوستان کے بتخانوں کو کوئی آکر دیکھ لے۔

شرک اور بت پرستی کے ایسے ہی اسباب واقع ہوئے ہیں +

تقدس سب آلایش امکان وحدوث ومادیت وجسمیت وزمانیت ومکانیت سے وہ پاک ہے۔ زوال وفنا بھی اسپر طاری نہیں ہوتا۔ نہ عجز وفقر وبیماری ندامت وغیرہ +

عدالت وہ عادل ہے کسی پر کچھ بھی ظلم نہیں کرتا۔ بندہ پر دنیا یا آخرت میں کوئی دکھ اور مصیبت پیش آتی ہے تو فیما کسبت ایدیکم بندہ کے اعمال بد سے پیش آتی ہے وہ جرم سے زیادہ سزا نہیں دیتا نہ کسیکا جرم کسی اور پر ڈالتا ہے۔ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰی نہ باپ کے جرم میں اولاد کو گرفتار کرتا ہے نہ اولاد کے جرم میں باپ کو اسمقام پر بھی وہم کی آمیزش سے کم قومیں محفوظ رہی ہیں عیسائی۔ ہندو۔ آریہ خود اپنے مسائل غور کریں۔ اسی طرح وہ نیکی کی جزا بھی پوری پوری دیتا ہے۔ بندہ کبھی نیکی کر کے سخت تر برائی کرتا ہے اس برائی کے اثر قوی سے وہ نیکی کا ثمرہ ضعیف بھی مٹ جاتا ہے۔ یہ خدا کا ظلم نہیں بلکہ خود بندہ کا اپنے اوپر ظلم ہے اس اثر مٹ جانے کو شریعت نے **حبط اعمال** سے تعبیر کیا ہے۔

وہ غفور ورحیم۔ جواد وکریم۔ بھی ہے اپنے فضل وکرم سے کبھی کم سزا دیتا ہے کبھی سزا ہی نہیں دیتا۔ درگزر کر جاتا ہے و یعفو عن کثیر اور تھوڑے سے کام کا بہت سا بدلہ بھی چاہتا ہے تو دیدیتا ہے۔ اور کسیکو اپنی عنایت ازلیہ سے بغیر عمل کے بھی بہت کچھ عطا کر دیتا ہے یہ کوئی ظلم اور خلاف عدل نہیں۔ اپنی مرضی کی بات ہے جس کو جو چاہا انعام دیا جسکو چاہا کم دیا۔ اسمیں نعماء دنیا اور توفیق سعادت اور استعداد ترقی کمالات

تقدس

عدالت

دنیا و اخروی سب آگئے۔ بنی آدم میں تفاوت کا یہی باعث ہے۔ اسکو اگلے جنم کے کرم کا پھل کہنا محض غلط خیالی ہے جسپر کوئی بھی دلیل عقلی اور نقلی نہیں۔ علاوہ اس کے اس صورت میں کوئی بھی خدا کا ممنون منت و مرہون احسان نہیں ہو گا۔ پھر اس کی ؎ دیا کرپا۔ کا کیا اثر اور کہاں ہوگا؟ کیونکہ جو کچھ کسیکے پاس نعمت ہے وہ تو بقول ہنود اس کے کرم کا پھل ہے۔ اول تو ایشر ہی ایسا کمزور اور کم قدرت فرض کیا تھا کہ ارواح۔ مادہ کچھ بھی اسنے نہ بنایا تھا۔ نہ اسکا سلسلہ انتظام عالم میں کچھ دخل و اختیار تھا۔ اب کرپا۔ اور دیا سے بھی عاری کر دیا ہر ایک عاقل با انصاف کہہ سکتا ہے کہ یہ ضرور قوت نظریہ کا قصور ہے خدا شناسی میں وہم نے اغلاط پیدا کر دیئے اور اس ورطہ ظلمات میں اپنے چند تراشیدہ اصول کی پابندی سے پڑ گئے۔ آجتک ایک بھی ایسی دلیل کوئی نہیں لا سکا کہ جس سے معلوم ہو جائے کہ وہ اگلے جنم میں کون تھا کہاں پیدا ہوا تھا کس شہر میں کس کے گھر اور اس نے کیا کیا کرم کیے تھے اور کب اور کس بیماری میں کہاں مرا تھا۔؟ اور ان کے اعزہ واقارب میں سے جو مر گئے ہیں اب وہ اس دنیا میں کس جنم میں آئے ہیں اور کہاں ہیں اور کس حال میں ہیں؟ برہمن ایسے واقعات بتانے میں کوئی تسلی بخش جواب نہیں دے سکتے یوں جاہلوں کے بہکانے کے لیئے بہت سی تدبیریں کیا کرتے ہیں جو راز کھل جانے پر شرمندہ ہوتے ہیں۔

نوٹ ص۹۸ ؎ ظلم صرف عمل خیر کا نیک بدلہ نہ دینا۔ یا شر کے بدلہ میں عمل سے زیادہ سزا دینا ہے بعض اعمال جو قوت نظریہ یعنی اعتقاد سے متعلق ہیں وہ انسان سے اگر وہ توبہ نہ کرے تو کبھی جدا نہیں ہوتے۔ یہاں تک کہ عقائد فاسدہ کا شخص ابد الاباد تک میں جتیار رہے تو انہیں پر جار ہے اسلیئے ایسے اعمال کی سزا بھی دائمی ہے شریعت محمدیہ نے اسیلئے فیصلہ کر دیا ہے کہ کفر و شرک کی سزا دائمی جہنم ہے اور یہ جرم عملی جرائم سے اشد ہے کیونکہ کسی عمل پر بھی اعتقاد اور علم ہی محرک ہوتا ہے۔ یہ بھی خدائے عادل کا کوئی ظلم نہیں کرمنی خویش آمدنی پیش ۱۲ منہ

؎۲ فضل و کرم۔ ۱۲ منہ

خالق

وہ خالق بھی ہے

عالم وجود میں جو کچھ موجود ہے یا موجود تھا یا آیندہ ہوگا خواہ اعراض ہوں۔ یا جواہر سب کا وہی خالق ہے۔ ملائکہ ارواح مادہ۔علویات۔سفلیات موالید ثلٰثہ بالخصوص انسان اور اس کے اعمال بھی اسی کے پیدا کئے ہوئے ہیں اسینے عمدہ پہولوں میں خوشبو اور بُروں میں بدبو پیدا کی ہے۔ اسنے سانپ کے منہ میں زہر اور بعض دیگر مخلوق کے مونہہ میں تریاق رکہا ہے۔ آگ میں حرارت آفتاب میں نور اسینے پیدا کیا ہے۔ یہ کہنا کہ معدوم سے کوئی چیز موجود نہیں ہو سکتی ہاں مادہ میں تصرف کر کے نئی نئی صورتیں بنا سکتے اور بنی ہوئیوں کو بگاڑ سکتے ہیں۔ خدا بھی اس سے زیادہ اور کچھ نہیں کرتا۔ ایک بڑا لغو خیال ہے۔ کیسلئے کہ جب واجب الوجود وہی ایک قادر ذوالجلال ٹہرا تو جسکو جو کچھ وجود کا حصہ ملا ہوگا اسکی طرف سے ہوگا یہی معدوم سے موجود کرنا ہے۔ اب یا تو عالم میں کوئی چیز موجود نہ مانی جائے حالانکہ یہ سراسر غلط ہے یا موجود مانی جائے تو یہ کہنا پڑے گا کہ اسکو وجود اسکیطرف سے عطا ہوا ہے تب یہ شئے حادث بھی ماننی پڑے گی اور معدوم سے موجود بھی تسلیم کرنی پڑے گی۔ مخلوق کو جو اس نے موجود کیا تو اس کے یہ معنی نہیں کہ اس کے وجود میں سے اجزاً منفصل ہو کر مخلوق بنی ہے جیسا کہ ہنود کا خیال ہے کہ فلاں شئے خدا کے مونہہ سے فلاں بازوں سے فلاں پاؤں سے بنی جس کے سبب وہ اقوام میں تفاضل ثابت کیا کرتے ہیں اور یہ مضمون وید میں ہے۔ کیونکہ اس سے اسکی تجزّی لازم آتی ہے۔ جو اسکی ذات مقدسہ کے لئے سخت عیب ہے +

اور نہ یہ بات ہے کہ وہ ہر ہر شئے میں حلول کئے ہوئے ہے نہ یہ کہ ہر شئے وہی ہے اور اس کلی نے تعینات و تشخیصات اختیار کر کے ظہور کیا ہے۔ کیسلئے کہ خالق و مخلوق میں عقلاً و نقلاً تغائر ذاتی ہے وہ قدیم مخلوق حادث ہے وہ خالق مخلوق مخلوق ہے اور اس صورت میں دونوں متحد ہو جاتے ہیں۔ اور جو شیونات و تعینات کے سبب

تغائر بتلایا جاتا ہے اور تمثیل میں حباب اور دریا موم اور اسکی مختلف اشکال پیش کی جاتی ہیں وہ کافی نہیں کسلئے کہ اعیان خارجہ جنمیں کلام ہو رہا ہے۔ اسکی حقیقت اگر وہی خدا ہے تو وہی اتحاد لازم آگیا اور یہ تعینات کچھ بھی موجب امتیاز نہیں ہوسکتے کس لیئے کہ یہ معدومات ہیں یا موجودات اگر موجودات ہیں تو وہی وجود مابہ الاشتراک ہے مابہ الامتیاز کچھ بھی نرہا۔ اور خدا اور اسکی مخلوق میں مابہ الامتیاز باقی نرکھتا تمام شرائع سابقہ اور قرآن مجید اور آنحضرت صلعم کے اقوال اور جزا و سزا دوزخ و جنت سب کا درپردہ انکار ہے۔ چھٹی صدی ہجری سے پیشتر بڑے بڑے اولیاء اللہ اسلام میں گزرے ہیں۔ حضرت سید عبدالقادر جیلانی۔ جنید۔ شبلی۔ بایزید بسطامی۔ حسن بصری۔ صحابہ۔ واہل بیت کوئی بھی اسکا قائل نہ تہا ہاں یہ دوسری بات ہے کہ جسطرح کھینچ تان کر بذریعہ تاویلات نصوص قرآنیہ سے یہ **وحدت الوجود** ثابت کیا جاتا ہے اسیطرح ان بزرگوں کے اقوال سے ثابت کیا جاوے تو کون مشکل بات ہے۔ یہی مسئلہ ہنود میں بھی آج سے نہیں کئی ہزار برس سے مروج ہے ایسے لوگوں کو **ویدانتی** کہتے ہیں۔ بیاس جی کا ویدانت شاستر جو زردشت پارسی سے تعلیم پاکر تصنیف کیا ہے اسی مسئلہ کی توضیح و ثبوت میں ہے۔ البتہ اس کے الفاظ سنسکرت زبان کے ہیں جنکو ہمارے موجودہ صوفیہ کرام نہیں سمجھتے۔ اسلام میں اس مسئلہ کے بانی حضرت **شیخ محی الدین ابن العربی** قدس سرہ ہیں۔ اسمیں کچھ بھی شبہ نہیں کہ حضرت شیخ صاحب مکاشفات و مقامات علیہ تھے ان پر مخلوق کے وجود ظلی کی حقیقت منکشف ہو جانے کے بعد انکو وہی موجود اور مطلق۔ ان پردہ نہیں دکھائی دیا ہو۔ جو کچھ انکا حال اور ذوق تھا درست ہوگا مگر وجدانیات و کیفیات باطنیہ کے بیان کرنے میں بھی الفاظ و عبارت استعمال کئے گئے جو ان معانی کو پوری طرح سے ادا نہیں کر سکتے۔ اسی لیے حضرت شیخ نے بھی عوام کو منع کر دیا تہا کہ میری کتابیں نہ دیکھا کریں۔ اسپر بھی اسی عہد میں اس مسئلہ پر ایک شورش پیدا ہو گئی۔ اور حضرت علاء الدولہ

سمنانی قدس سرہ جیسے جلیل القدر شیخ الطریقہ مقابلہ پر اٹھ کھڑے ہوئے اور اس مسئلہ کو زندقہ و الحاد کہے بغیر نہ رہ سکے شیخ ابن العربی کی جماعت نے بھی جواب دینے میں کوئی دقیقہ اُٹھا نہ رکھا خیر جو کچھ ہو مگر اتنی بات حضرت شیخ اکبر کی نسبت ہم کسیطرح سے منسوب نہیں کر سکتے کہ وہ خالق و مخلوق میں امتیاز نہ رکھتے تھے یا ان اعیان خارجہ کو عین خدا بتلاتے تھے۔ حاشاہ ثم حاشاہ +

مگر افسوس توبعد کے طرفداروں پر ہے کہ جنہوں نے اس سرمکتوم کو اپنی نظموں میں نہایت بری طرح سے ادا کیا اور ہندوی وحدت الوجود کے رنگ میں رنگا اور پھر اسی خیال کو طریقت و حقیقت سمجھنا انہیں نظموں پر جبکہ تال و سر سے گائیں جائیں وجد کرنا ناچنا کودنا کلمات خلاف قرآن و احادیث مونہہ سے بکنا زندقہ ہے۔ خواہ شیخ اکبر ہوں یا شیخ اصغر کسیکا عرفان و کشف حضرت رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے خدام کے برابر بھی نہیں۔ آپ سرگروہ عارفین ہیں جسقدر جسکا کشف و عرفان آپکے برخلاف ہے اسیقدر اسمیں نقص ہے۔

فصل (۳)

(وہ عالم کا موجد و محدث ہے)

اس کے سوا جو کچھ ہے وہ عالم ہے بروزن قالب۔ ما یعلم بہ الشئی عالم کو اسی لیئے عالم کہتے ہیں کہ اس سے اسکے صانع اور محدث کا علم حاصل ہوجاتا ہے وہ اپنے خالق کے جمال کا مصفا آئینہ ہے بشرطیکہ آنکھ بھی دیکھنے والی ہو۔ خدا نے انسان کی فطرت میں بینائی پیدا کی ہے کہ وہ اس آئینہ سے اپنے خدا کو دیکھ سکے۔ مگر انسان کے لذات و شہوات حیات پر فریفتگی۔ اسکی کوری ہے اسیلئے خدا کا انکار اگر کیا ہے تو انہیں لوگوں نے کیا ہے نہ اہل بصیرت نے +

عالم کے بہت سے اقسام ہیں عالم محسوسات عالم معقولات۔ پھر عالم محسوسات کہ جسکو

وہ عالم کا موجد و محدث ہے

عالم ناسوت کہتے ہیں بہت سے اقسام ہیں علویات۔ آسمان۔ ستارے عالم سفلیات۔ عناصر۔ بسائط۔ جمادات نباتات۔ حیوانات۔ انسان جو ان سب کا عطر ہے اور بجائے خود ایک دوسرا عالم ہے جسکو عالم صغیر کہتے ہیں۔ اسیلئے خدا نے ہر ایک کے حالات و تغیرات سے اپنے وجود و کمال قدرت پر استدلال کیا ہے جیسا کہ آپ کو معلوم ہوا۔ پھر عالم معقولات کے بھی بہت سے اقسام ہیں۔ عالم لاہوت۔ عالم جبروت۔ ذات وصفات کا عالم عالم ملکوت میں ملائکہ۔ ارواح۔ اور بہت سی چیزیں ہیں۔

تکوین عالم

جیسا کہ الہام انبیاء علیہم السلام سے ثابت ہوا یوں ہوئی ہے کہ وجود باری تعالے کو ایک قسم کی تجلی ہوئی۔ ذات بحت میں صفات کا تعین و ظہور ہوا۔ پھر بحر وجود نے توجہ کیا تو غیر مادی اشیاء کا ظہور ہوا اسیلئے کہ وہ بھی غیر مادی اور لطیف ہے ان اشیاء کو اوس سے زیادہ تر مناسبت ہے۔ اسلئے یہ اشیاء جو اول مظہر ہیں اپنے وجود اور صفات میں بھی دیگر اشیاء سے فائق و اکمل ہیں۔ جیسا کہ ملائکہ و ارواح۔ پھر اس کے بعد اور بھی انبساط ہوا تو ان اشیاء کے واسطہ سے عالم حسی کا ظہور ہوا۔ گویا وہ موجودات بحر وجود سے تنزل کرتے کرتے مادیت و جسمانیت کے مزید تر مرتبہ میں آتی گئیں اور عالم اجسام ظہور پذیر ہوا۔ یہ عالم ناسوت بحر وجود کی موج کا آخری اور انتہائی مرتبہ ہے۔ اسکے بعد وہ موج وجود پھر سمٹتی ہوئی اودھر ہی جاتی ہے اس عالم کی اشیاء کثافت کا جامہ اتار کر پھر اوسی عالم ملکوت کیطرف پھر جاتی ہیں۔ کُلٌّ اِلَيْنَا رَاجِعُوْنَ آدمی مر کر فنا نہیں ہو جاتا جیسا کہ بانی اجزاءت بکر اوڑ جانے سے نیست نہیں ہو جاتا۔ کل شئی عِنْدَهٗ بِمِقْدَارٍ اس تمام بیان کی تصدیق یہ آیت کر رہی ہے۔ قُلِ اللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ وَّهُوَ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ سورہ رعد۔ کہ اے نبی کہدے ہر شے کا خالق وہ اللہ واحد و قہار ہے۔

عالمِ جسمانی

عالمِ جسمانی

کی تکوین اجمالاً قرآن نے یوں بیان فرمائی ہے اَللّٰہُ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَیْنَھُمَا فِیْ سِتَّۃِ اَیَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ ۔ السجدہ۔ کہ اللہ تو وہی ہے کہ جسنے آسمانوں اور زمین کو اور جو کچھ ان کے اندر ہے سب کو چھ روز میں بنایا پھر تخت حکومت پر جلوہ گر ہوا۔ قُلْ اَئِنَّکُمْ لَتَکْفُرُوْنَ بِالَّذِیْ خَلَقَ الْاَرْضَ فِیْ یَوْمَیْنِ وَتَجْعَلُوْنَ لَہٗٓ اَنْدَادًا ذٰلِکَ رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ وَجَعَلَ فِیْھَا رَوَاسِیَ مِنْ فَوْقِھَا وَبٰرَکَ فِیْھَا وَقَدَّرَ فِیْھَآ اَقْوَاتَھَا فِیْٓ اَرْبَعَۃِ اَیَّامٍ سَوَآءً لِّلسَّآئِلِیْنَ ثُمَّ اسْتَوٰٓی اِلَی السَّمَآءِ وَھِیَ دُخَانٌ فَقَالَ لَھَا وَلِلْاَرْضِ ائْتِیَا طَوْعًا اَوْ کَرْھًا قَالَتَآ اَتَیْنَا طَآئِعِیْنَ فَقَضٰھُنَّ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ فِیْ یَوْمَیْنِ وَاَوْحٰی فِیْ کُلِّ سَمَآءٍ اَمْرَھَا وَزَیَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْیَا بِمَصَابِیْحَ وَحِفْظًا ذٰلِکَ تَقْدِیْرُ الْعَزِیْزِ الْعَلِیْمِ حم سجدہ۔ رکوع ۲۔ ا سنے پوچھو کہ کیا تم اوس قادر مطلق کی خدائی سے انکار کرتے ہو کہ جسنے زمین کو دو دن میں بنادیا۔ تم اس کے لئے شریک ٹھرانے ہو وہ تمام جہانوں کا رب ہے۔ اور اسنے زمین کے اوپر بھاری بوجھ رکھدے (پہاڑ بنائے) اور اسمیں برکت رکھی اور اس کے پیداوار کا سائلوں کے لیے برابر کرنے کو چار دنمیں اندازہ بھی کردیا۔ (دو روز اس کی پیدایش کے اور دو روز اس میں ان چیزوں کے بنانے کے اسلیئے سب چار روز ہوئے) پھر وہ آسمان کیطرف متوجہ ہوا اور وہ اسوقت بخارات تھے تب اسکو اور زمین کو حکم دیا کہ دونو چلے آؤ۔ (یعنے بخاؤ خوشی سے یا زبردستی سے ان دونوں نے عرض کیا کہ بخوشی خاطر حاضر ہیں۔ تب ان ابخارات کو دو روز میں سات آسمان بنادیا۔ اور انتظام کا ہر آسمان میں حکم دیدیا۔ اور نیچے کے آسمان کو قندیلوں سے سجایا اور ان کی حفاظت بھی کی

آیت کریمہ کی تفسیر ہے
میں جادو آسمان
زمین چار ایام میں
بنائے گئے
چھٹی جیب اور
آسمانی جہتیں
آسمان بنے دو روز

یہ بھی اندازہ زبردست خبردار کا ءَاَنْتُمْ اَشَدُّ خَلْقًا اَمِ السَّمَآءُ بَنٰهَا رَفَعَ سَمْكَهَا فَسَوّٰىهَا وَاَغْطَشَ لَيْلَهَا وَاَخْرَجَ ضُحٰىهَا وَالْاَرْضَ بَعْدَ ذٰلِكَ دَحٰىهَا اَخْرَجَ مِنْهَا مَآءَهَا وَمَرْعٰىهَا وَالْجِبَالَ اَرْسٰىهَا نازعات - کیا تمہارا بنانا سخت ہے (مرنے کے بعد) یا آسمانوں کا جسنے اسکی چھت بلند کی پھر اسکو ہموار کر دیا - اور اسکی رات سیاہ بنائی اور اس کی دہوپ نکالی اور اس کے بعد زمین کو ٹھیک کیا اسمیں سے اسکا پانی اور چارا نکالا اور پہاڑوں کو اسکا بوجھ بنایا۔

حضرت رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کان اللہ ولم یکن شئی قبلہ وکان عرشہ علی الماء ثم خلق السماوات والارض رواہ البخاری - کہ اللہ ہی تھا اس سے پہلے کوئی نہ تھا اور اسکا تخت پانی پر تھا۔ پھر اسنے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا رزین کہتے ہیں کہ میںنے آنحضرت صلعم سے پوچھا کہ مخلوق کے پیدا کرنے سے پہلے اللہ کہاں تھا فرمایا فی عماء ما تحتہ ہواء وما فوقہ ہواء وخلق عرشہ علی الماء رواہ الترمذی - کہ غیب میں تھا اس کے اوپر بھی عدم اور نیچے بھی عدم تھا یعنے کچھ نہ تھا اور اپنا تخت پانی پر بنایا - آپنے فرمایا ہے کہ اگر کنویں یعنی تہ کیطرف رسی لٹکاؤ گے تو وہ آخر خدا ہی تک پہونچے گی یعنے موجودات کے باہر خدا ہی خدا ہے اگر کسی رسی وغیرہ سے موجودات حسیہ کو طے کیا جائے تو آخر کار خدا ہی کیطرف منتہی ہوگا - پھر آپنے یہ آیت پڑہی ہو الاول والاخر والظاہر والباطن وہو بکل شئی علیم کہ اول بھی وہی ہے آخر بھی وہی ہے ظاہر بھی وہی ہے باطن بھی وہی ہے اور وہ ہر چیز جانتا ہے - اس حدیث کو امام احمد اور ترمذی نے روایت کیا ہے +

ان تمام آیات و احادیث کے ملانے سے وہی مطلب پیدا ہوتا ہے کہ جس کو حال کے حکماء نے دوربینوں اور فلسفی دلائل سے ثابت کیا ہے وہ یہ ہے کہ عالم ناسوت میں سب سے اول خدا نے ایتھر یعنے مادہ پیدا کیا جو من وجہ لطیف بھی ہے وہ کیا ہے؟ اجزاء ایتھریہ غیر متجزی - اور اسکو دہوئیں اور بخارات سے تعبیر کیا جاتا ہے تمام فضاء

غیر محدود میں وہی بھرا ہوا تھا۔ پھر اس کے دو حصہ ہو گئے فوقانی و تحتانی۔ تحتانی حصہ کچھ تو منجمد ہو گیا جس سے زمین بنی اور بہت کچھ مستحیل ہو کر پانی یعنے سمندر بنگیا۔ اب پانی میں ایک جنبش اور تموج تھا کچھ تو اس کے اجزات مرتفعہ کا اور کچھ اسی ایتھر کا ایک دھواں ہی دھواں تھا تب خدائے قادر نے اسی مادہ سے تلے اوپر سات آسمان بنادیے اور باقی مادہ کا ایک بڑا حصہ جسمیں گیاس بھی پیدا ہو گیا تھا سمٹ کر آفتاب اور باقی کی چاند اور سیارے اور بے تعداد ستارے بن گئے اور ہر ایک آسمان اور نیرات و نجوم میں قوت کشش اور ان کے اندر ایک مدار خاص پر خاص حرکت کرنے کا انتظام کر دیا۔ اور چونکہ اوس ایتھر کی طبیعت متساوی تھی اس لیئے ان جملہ اجسام کی شکلیں بھی کروی بنائی گئیں جو ہر سمت سے مساوی ہوتی ہیں۔ مگر ابھی زمین پر اندھیرا تھا بسبب اجزات متکاثفہ کے آفتاب کی شعاعیں صاف نہ پڑتی تھیں ان اجزات میں سے پانی برسنا شروع ہوا جس سے کٹ کٹ کر زمین کے اونچے نیچے قطعات ہو گئے اور مرتفع حصوں میں بھی دہاریں پڑ گئیں مختلف اشکال کے بلند بلند ٹیلے ہو گئے۔ اب شعاعیں بھی صاف ہو گئیں جن کے سبب وہ قطعات صلب و سخت ہو کر پہاڑ ہو گئے اور پہاڑوں سے چشمہ نکلنے شروع ہوئے جسلئے زمین میں بھی ایک ثقل طبعی پیدا ہو گیا اور ادہر اودہر لرزنے سے باز رہی اور ندی نالوں چشموں کے سبب نباتات بھی پیدا ہوئے بمقدار عرصہ دو روز کے اول زمین کو پیدا کیا تھا اور اسوقت تحت حکومت پانی ہی پر تھا وہی ہر طرف محیط ہو رہا تھا اور وہ خدا کے بس میں تھا اور اسپر تحت حکومت ہونے کے یہی معنی ہیں تکوین چھ روز کے اندر ہوئی ہے +

پھر زمین پر اول نباتات گوناں گوں اوگہائے اور وہ نئی نئی صورتیں پلٹتی رہیں۔ اور کچھ نیست اور کچھ نئی پیدا ہوتی گئیں۔ زمین میں قابلیت پیدا ہو جانے کے بعد حیوانات کی پیدائش شروع ہوئی اور ان کی جنس بھی ترقی کرتی گئی۔ اور آخر حضرت انسان کو پیدا کیا

(یہ بحث) کہ آسمانوں کا وجود ہی نہیں اور جسکو نیلی رنگت کا آسمان بتایا جاتا ہے وہ دراصل فضا ہے جو اجزا اثیریہ سے پر ہے اور ذرات کی سفیدی اور اصلی ظلمت سے مرکب ہوکر نیلگوں دکھائی دیتے ہیں محض بے دلیل و بے سند بحث ہے۔ اول تو اس لیے کہ اگر ہم یہ بھی تسلیم کرلیں کہ یہ نیلگوں رنگت آسمانوں کی نہیں ہے تب بھی آسمانوں کے وجود کی نفی نہیں ثابت ہوتی کیونکہ ممکن ہے کہ آسمان لطافت مادہ کے سبب نظر نہیں آتے ہوں۔ دوئم اسپر بھی کوئی دلیل نہیں کہ یہ نیلگوں رنگت آسمانوں کی نہیں یہ بھی ایک قیاسی بات ہے۔ جیساکہ اور صدہا باتیں اہل سائنس نے محض قیاسات سے پیدا کر رکھی ہیں۔ اور اسلیئے ایک عرصہ کے بعد ان کی غلطی ظاہر ہوتی جاتی ہے +

حکمار قدیم نے یہ ثابت کیا ہے کہ آسمان تلے اوپر محیط ہیں اور وہ آپسمیں ملے ہوئے ہیں اور ان کی تعداد سیارات کے سبب معلوم ہوئی ہے۔ وغیر ذلک +

ہمیں اس تعداد میں بحث نہیں نہ ان کے محیط ہونے میں ہاں یہ محل بحث ہے کہ سیارات انہیں میں جڑے ہوئے ہیں اور ایک آسمان دراصل کئی آسمان ہیں انہیں سے ایک کی حرکت کیسانہ کہ جسکو تدویر کہتے ہیں سیارات حرکت کرتے ہیں اور نیز یہ کہ وہ باہم ملے ہوئے ہیں کلام ہے فلسفۂ جدید کے مسائل اسموقع پر قرین قیاس ہیں۔

حکمار قدیم یہ بھی کہتے ہیں کہ آسمانوں کے نیچے کرۂ نار ہے اس کے نیچے کرۂ ہوا ہے اس کے نیچے کرۂ آب ہے اس کے نیچے کرۂ زمین ہے۔ صرف آسمان حرکت کرتے ہیں انہیں کی حرکات سے رات دن پیدا ہوتے انہیں کی حرکات سے سیارات کو حرکت ہے زمین ساکن ہے +

اس سے اسلام کو نہ اتفاق ہے نہ خلاف ہے نہ بالصراحت یہ مسائل قرآن میں بیان کیے گئے ہیں نہ قرآن کا منصب ان مسائل کا بیان کرنا ہے نہ حضرات انبیاء علیہم السلام اس قسم کے مسائل بیان کرنے کے لیئے بھیجے گئے ہیں۔ نہ ہیئت جدید کا اسلام

حامی ہے نہ ہیئت قدیم کا اور جس بزرگ نے آیات کے اشارات سے اس قسم کے مسائل پیدا کر کے ان کا قرآن کو ذمہ دار ٹھہرایا ہے۔ یہ اس کی غلطی ہے۔ اور یہ مسائل صرف اس استنباط کے نتائج ہیں جنہیں خطا و صواب دونوں کا احتمال ہے ۔

(تکوین عالم میں)

حکماء اور دیگر مذاہب کے عجائب غرائب اقوال ہیں جنکا باہمی اختلاف ہی انکی صحت میں شک پیدا کرتا ہے۔ چنانچہ حکیم تالیس ملیطی۔ پانی کو جملہ عالم کی اصل قرار دیتا ہے۔ جو پانی منجمد ہوگیا وہ زمین ہے اور باقی پانی مستحیل ہوکر ہوا بنا اور کچھ ہوا حرکات کے سبب آگ بنی۔ اور ان کے ابخرات سے آسمان پیدا ہوئے ۔

حکیم انکسالس ملطی تمام عالم کی اصل ہوا کو کہتا ہے وہی مستحیل ہوکر دوسرے عناصر بنے ہوا ر لطیف سے فرشتے وارواح غیر محسوس اشیاء پیدا ہوئیں کثیف سے محسوسات۔ حکمائے مشائین ارسطاطالیس وغیرہ کہتے ہیں کہ سب سے پہلے اسنے عقل اول (یعنی ایک چیز جوہر مجرد) پیدا کی عقل اول نے بلحاظ اپنے وجود کے عقل دوئم کو پیدا کیا اور بلحاظ وجوب بالغیر کے روح کو پیدا کیا اور اپنے امکان ذاتی کے لحاظ سے فلک الافلاک یعنی نویں آسمان کو پیدا کیا۔ پھر عقل دوئم نے عقل سوئم اور آٹھویں یعنی فلک الثوابت کو پیدا کیا یہاں تک کہ نویں عقل نے فلک القمر سب سے نیچے کے آسمان کو اور دسویں عقل کو پیدا کیا اسی طرح سے دس عقول اور نو آسمان پیدا ہوئے۔ دسویں عقل نے کہ جسکو عقل فعال کہتے ہیں باقی سب چیزوں کو پیدا کیا ۔

ہنود

کے اقوال اس امر میں نہایت وحشت انگیز ہیں جنکو نہ عقل سے لگاؤ ہے نہ نقل سے ۔

تکوین عالم میں

اقوال ہنود

وہ کہتے ہیں

کہ سب سے اول جسکو اوس قادر مطلق نے پیدا کیا ہے وہ برہما ہے۔ برہما بے انتہا مدت تک ایک انڈے میں رہا پھر اوسنے اوس انڈے کو توڑ دیا اس کے بالائی حصہ سے سورگ یعنی بہشت اور تحتانی سے زمین بنی۔ اور ان کے درمیانی خلا سے آسمان وغیرہ بنے اور طاقت سے نفس ناطقہ اور تصور بنایا پھر آہنکار یعنی خودی سے جسکا تو (عقل اول) اور وشئے بھوگ اندریان (حواس) بنائے۔

ان کے اقوال متناقضہ سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ مخلوق اوس خالق کے اجزا بدن سے بنی سر سے کوئی اور ہاتھوں سے کوئی اور پاؤں سے کوئی۔ پھر یہ اشیاء آخر فنا کا چکر کہاتے کہاتے اوسمیں جا ملتے ہیں اور یہی ان کی مکش یعنی نجات ہے۔ اور انہیں کی کتابوں سے ایسے ایسے واہیات مضمون بھی آفرینش عالم کی بابت معلوم ہوتے ہیں کہ جو مہذب لوگوں کے سامنے ذکر کرنے کے بھی قابل نہیں

آریہ کے مرشد نے اسلامی تکوین عالم پر یہ اعتراض کیا ہے اور اسکو ہم ان کے باقی اعتراضات کے لیئے نمونہ بناتے ہیں کہ چھ روز میں پیدا کرنا اس کے عجز و قصور قدرت کی دلیل ہے۔ اسکا جواب یہ ہے کہ اگر ایک آن میں پیدا کر دینے کی قدرت کی نفی ثابت ہو جاتی تو اعتراض بجا تھا سو وہ ثابت نہیں بلکہ اس کے برخلاف یہ ثابت ہے کہ وہ جس چیز کو پیدا کرنا چاہتا ہے تو کن کہتے ہی پیدا کر سکتا ہے اب اگر کوئی قادر اپنے اس کام کو کہ جسکو وہ ایک منٹ میں کر سکتا ہے اگر اپنی کسی مصلحت سے چند روز یا برس میں کرے تو اس سے اسکا عجز کیونکر لازم آتا ہے شاید یہ ہندی منطق کا نتیجہ ہو۔

صفات متشابہات

فصل (۴)

(صفات متشابہات)

الہامی کتابوں کا مقصود بندوں کو سمجھانا ہوتا ہے۔ مگر جب اسکی ذات و صفات وغیرہ ان اشیاء کا بیان مقصود ہوتا ہے کہ جو بشر کے ادراک حسی سے باہر ہوں تو انکی استعداد فہم کے موافق ضرور استعارات و تشبیہات کے پیرایہ میں بیان کرنا پڑتا ہے جس سے وہم انکو محسوسات ہی کیطرف کھینچکر لیجاتا ہے۔ ہاں افہام سلیمہ جو علوم انبیاء سے تربیت یافتہ ہوتے ہیں انکو اصلی معانی پر محمول کرتے ہیں۔ لیکن جنپر حسیت کا حجاب پڑا ہوتا ہے اور ان کے دلمیں شرارت اور کجی بھی ہوتی ہے تو وہ الہام پر نکتہ چینی کرنے کے لیئے یا اپنے منشاء فاسد کے موافق مراد لینے کے لیئے دوسرے معنے پیدا کرتے ہیں۔ ایسے آیات و صفات کو شرع میں **متشابہات** کہتے ہیں۔ جسکا اس آیت میں ذکر ہے ہُوَ الَّذِیٓ اَنْزَلَ عَلَیْكَ الْكِتٰبَ مِنْهُ اٰیٰتٌ مُّحْكَمٰتٌ هُنَّ اُمُّ الْكِتٰبِ وَ اُخَرُ مُتَشٰبِهٰتٌ فَاَمَّا الَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِهِمْ زَیْغٌ فَیَتَّبِعُوْنَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَآءَ الْفِتْنَةِ وَ ابْتِغَآءَ تَاْوِیْلِهٖ وَ مَا یَعْلَمُ تَاْوِیْلَهٗۤ اِلَّا اللّٰهُ وَ الرّٰسِخُوْنَ فِی الْعِلْمِ یَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا بِهٖ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ رَبِّنَا وَ مَا یَذَّكَّرُ اِلَّاۤ اُولُوا الْاَلْبَابِ ۝ (آل عمران۔ رکوع ۱)

اس آیت کے بموجب علماء ربانی ان کے علم کو حوالہ خدا کرکے اپنر ایمان لانا ہی سعادت

سلہ کہ اسنے آپ پر ایسی کتاب نازل کی ہے جسمیں کھلے کھلے احکام بھی ہیں جو کتاب کی بنیاد ہیں اور کچھ متشابہات بھی ہیں۔ پھر جن کے دلوں میں کجی ہے جو فتنہ برپا کرنے کے لیئے اور تاویلیں کرنے کے لیئے ان کے وہی معنی قرار دیتے ہیں جو دوسرا پہلو رکھتے ہیں۔ اور تاویل قرآن کی خدا ہی جانتا ہے اور راسخین فی العلم کہتے ہیں ہم سب پر ایمان لائے یہ سب ہمارے رب کیطرف سے ہے۔ اور سمجھنا تو دانشمندوں ہی کا کام ہے ۱۲ منہ

جانتے ہیں وہ ان کے کوئی معنی قائم نہیں کرتے چہ جائیکہ فاسد معنی پیدا کریں اور فتنہ اوٹھائیں اور تاویلیں بنائیں۔ متاخرین اہل علم فرماتے ہیں کہ ان کے معنی سمجھنے کا راسخین فی العلم کو بھی حق ہے اسلیئے وہ ان آیات کے قوانین شرعیہ و اصول اسلامیہ کے موافق ایک عمدہ معنی قائم کرتے ہیں جو الفاظ سے بھی بطور استعارہ و کنایہ و مجاز و تشبیہ سمجھے جاسکتے ہیں اون کے وہ معنی ہرگز مراد نہیں لیتے جو شان تقدس اور دیگر آیات تقدیس و تنزیہ کے صریح مخالف ہوں۔ اور بات بھی ٹھیک ہے کیلیئے کہ بلیغ و فصیح کلام میں استعارہ کنایہ۔ مجاز۔ تشبیہ۔ ایک جزء اعظم ہے اور اسکا استعمال قرآن میں بکثرت ہے پھر بقرینۂ آیات تنزیہ جو قرینہ صارفہ ہے کیوں نہ مان لیا جائے۔ کہ کنایہ و استعارہ مراد ہے

متشابہ۔ وہ کلام ہے کہ جسکے الفاظ سے متعدد معانی پیدا ہوتے ہوں ایک معنی دوسرے کیسے متشابہ یعنے ملتا جلتا ہو جب تک کہ کوئی قرینہ خاص ایک معنی کے لیئے پیدا نہو۔ اسوقت تک ہر ایک معنی کا احتمال برابر ہو۔

قرآن مجید میں بہت سے متشابہات ہیں۔ از انجملہ الرحمن علی العرش۔ استویٰ۔ ید اللہ عین اللہ۔ قدم۔ وجہ۔ ساق وغیرہ۔ انسے یہ سمجھنا کہ جسطرح دنیا کے بادشاہ اپنے تخت چوبین پر بیٹھتے ہیں یا جسطرح ان کے تختوں کو خدام اٹھا کر چلتے اور اوپر وہ بیٹھے ہوتے ہیں یا اسکا سونہ ایسا ہی ہے کہ جیسا جسمانی مخلوق کا محض غلط خیال ہے جسکو آیات تنزیہ و تقدیس رد کر رہی ہیں +

متشابہ

فصل (۵)

(تنزیہات)

تنزیہات

خدا تعالےٰ نے قرآن میں اپنی ذات مقدسہ کو جملہ عیوب و نقصانات سے مبرا ثابت کیا ہے اور وہ در اصل ازل سے مبرا و منزہ ہے مگر خیالات و اوہام بنی آدم

اسکی عظمت و جبروت کو جسمانی قوالب میں ڈھال لیتی ہیں پھر جملہ جسمانیات کے خصائص
اسمیں تصور کر لیتے ہیں۔ خیال کہیں سے کہیں لے اڑتا ہے۔ پھر ایسے خیالات
عوام میں مشہور ہو جانے سے یا نسل در نسل متوارث چلے آنے سے ایسے پختہ اور
حق الیقین ہو جاتے ہیں کہ پھر مشکل سے دور ہوتے ہیں۔ اسلئے حضرات انبیاء علیہم السلام
اور انکی وحی و الہام کا فرض منصبی ہے کہ وہ بنی آدم کو اس اندھیری سے نکالکر نور
معرفت لائیں ؛

قرآن میں بہت آیات اسپر وارد ہیں از انجملہ۔ لَیْسَ کَمِثْلِہٖ شَیْءٌ کہ اسکی مثل کوئی
چیز نہیں ہے۔ از انجملہ اَفَمَنْ یَّخْلُقُ کَمَنْ لَّا یَخْلُقُ۔ کہ کیا خالق مخلوق جیسا ہو سکتا ہے
از انجملہ تَعَالٰی عَمَّا یُشْرِکُوْنَ۔ کہ وہ ان کے شریکوں سے پاک اور بلند تر ہے۔ از انجملہ
لَمْ یَلِدْ وَلَمْ یُوْلَدْ وَلَمْ یَکُنْ لَّہٗ کُفُوًا اَحَدٌ ۝ کہ نہ اس نے کسیکو جنا ہے نہ اس کو
کسی نے جنا ہے اور نہ کوئی اسکا کفو۔ کنبہ برادری مانند و مثل ہے از انجملہ لَا تَاْخُذُہٗ
سِنَۃٌ وَّلَا نَوْمٌ۔ کہ نہ اسکو اونگھ آتی ہے نہ نیند۔ از انجملہ لَا تُدْرِکُہُ الْاَبْصَارُ
وَھُوَ یُدْرِکُ الْاَبْصَارَ وَھُوَ اللَّطِیْفُ الْخَبِیْرُ ۝ کہ اسکو کوئی آنکھ نہیں دیکھ سکتی
(کیونکہ آنکھ محسوس کو دیکھتی ہے اور وہ محسوس اور مادی نہیں) بلکہ وہ خیالی کو دیکھتا ہے
اور وہ لطیف ہے ہر شے کا اسکو علم ہے ؛

نہ وہ جسمانی ہے نہ مادی ہے۔ اسلئے جملہ خواص جسمانیہ سے پاک ہے۔ محسوس ہونا
کسی جگہ میں ہونا۔ اسپر زمانہ کا اثر ہونا۔ بوڑھا۔ جوان ہونا۔ موٹا دبلا۔ لمبا۔ پست قد ہونا
بیمار و تندرست ہونا کھانا پینا۔ شہوانی خواہشوں۔ جماع وغیرہ۔ طمع طیش وغیرہ۔
بھول و نسیان۔ سب سے پاک ہے۔ یہ سب امور جسمانیات کا خاصہ ہیں۔ اسی طرح
حدوث۔ احتیاج۔ سب سے پاک ہے۔ وہ بیچون و بے چگون ہے۔ جہاں تک انسان
کی عقل اور اسکا طائر ادراک حسی اوڑکر پہونچے وہ خدا نہیں بیچون و بے چگون اس سے

بالاتر ہے اور قوت متخیلہ جس صورت میں اسکو تصور کرے وہ اس سے بھی پاک و منزہ ہے [ف]

اے برادر بے نہایت درگہیست ہر چہ بر وے میرسی بروے مایست

رہتا ہے یار قہقہہ دیوار کے پرے جاؤں میں کس طرح مرے بال و پر نہیں

کیف الوصول الے سعاد و دونہا قلل الجبال و دونہن حیوف

اسلیے اسکی کہنہ حقیقت کا ادراک محال ہے جو کچھ انسان کو اسکی ذات کا علم و یقین ہے وہ اسکی صفات و حالات سے ہے ۔ علم بالکہنہ و بکہنہ دونوں وہاں مفقود ہیں ۔ البتہ علم بالوجہ و بوجہ موجود ہیں ۔ مگر بلحاظ ادراک انبیاء علیہم السلام و اولیاء کرام آمیں بھی ایسا تفاوت ہے جیساکہ آسمان و زمین میں ہے ✦

البتہ عارفان الٰہی و ساکنان طریق وصول خدائی پر از کار، و مراقبات و دیگر ریاضات [لہ] روحانیہ سے اسکی تجلی ان کے مذاق و رغبات کے موافق اشکال و صور حسیہ میں بھی ہوتی ہے ۔ پھر جوں جوں مرتبہ ادراک بلند ہوتا جاتا ہے اسیقدر یہ تجلیات تجرد اختیار کرتی جاتی ہیں اور بندیکو اسکی طرف کشش مقناطیسی اور بیخودی اور شوق و انجذاب بڑھتا جاتا ہے اور اسیقدر اسکی روح میں نور و قوت و آثار جبروت و ملکوت پیدا ہوتے جاتے ہیں ۔ جمال ہمنشین در من اثر کرد ✦ وگرنہ من ہماں خاکم کہ ہستم ۔ اور ارواح میں قابلیت و استعداد بھی ازل سے جداگانہ ودیعت رکھی گئی ہے ۔ جو

[لہ] دارمی نے عبدالرحمن بن عائش سے اور ترمذی نے انس سے اور ابن عباس سے ایک حدیث نقل کی ہے جسکی صحت اور معنی میں محدثین نے کلام بھی کیا ہے اس کے یہ الفاظ ہیں ۔ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رأیت ربی عزوجل فی احسن صورۃ ۔ قال فیما یختصم الملاء الاعلی قلت انت اعلم قال فوضع کفہ بین کتفی فوجدت بردھا فعلمت مافی السماوات والارض ۱۲ منہ

[ف] یہی علم وہ حجاب اکبر ہے اس کی بدولت فسق و فجور طمع نفسانی خود غرضی وغیرہ قبائح کے دریا ان تعلیم یافتوں میں موجزن ہیں ۔ فاعتبروا یا اولی الابصار ۔ بگاڑا بچے خوبصورت بنا کے ۱۲ منہ

ایک شخص کو سخت سے سخت محنت شاقہ سے برسوں میں جو مرتبہ نصیب ہوتا وہ دوسرے کو جسمیں استعداد و قابلیت زیادہ ہوتی ہے تھوڑیسی توجہ سے نصیب ہو جاتا ہے اسلئے افراد بنی آدم میں درجات مختلف ہیں سب سے بڑھکر حضرات انبیاء علیہم السلام ہیں اور انہیں خاتم سلسلۂ معرفت حضرت سید الانام محمد مصطفےٰ ہیں صلے اللہ علیہم اجمعین۔

اوس محبوب مطلق کیطرف ہر افراد موجودات میں قدرتی میلان و انجذاب رکھا ہوا ہے آسمان اور ستارے سب اپنی حرکت دوری میں اسیطرف چکر کھا رہے ہیں۔ باغ میں پھول ہر زبان سے اسکی تسبیح و تقدیس کر رہا ہے ؎

سروے جنبد بصحنِ بوستاں | درہوائے قامت دلجوئے تو

مگر انسان ہے کہ اس کے انجذاب میں شہوات و لذات کی رغبت۔ طمع و غصہ کے روڑے اٹکے ہوتے ہیں جنکو نہ کوئی فلسفہ دور کر سکتا ہے نہ کوئی سائنس ہٹا سکتا ہے بلکہ یہ انسان کی سادہ زندگی میں تکلفات پیدا کرکے اسکو انسانیت کے بلند مرتبہ سے گرا کر حیوانیت کے مرتبہ میں پہونچا دیتے ہیں ہاں وہ نورِ نبوت ہی رہبری کر سکتا ہے جو اس رحیم و کریم نے ابتدا سے انسان کے لیئے ہادی بنا رکھا ہے۔ جسکو شرابِ بہیمیت کا مست شہوات کے گرد و غبار سے گل کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ آخر کار یہی اسکے لیئے آتش جہنم بنکر پیش آتا ہے +

فصل (۶)

(ملائکہ کا بیان)

اوس رحیم و کریم نے اپنے بندوں کے علوم و ادراک کامل کرنے کے لیئے ایک ایسی مخلوق کے وجود سے بھی قرآن مجید میں خبر دی ہے۔ کہ جو انسان کے حواس خمسہ سے محسوس نہیں اور ان کی حیات مخلوق سے جنہیں نہ انسانی توالد و تناسل ہے نہ

بحث ملائکہ

انسانی تغذیہ و تنمیہ ہے نہ انسانی خواہشیں رکھتے ہیں نہ جن اشیاء سے انسانی لذت و آرام
پاتا ہے اوس سے وہ لذت و آرام پاتے ہیں چونکہ مادی اور جسم عنصری سے ان کا قوام
نہیں اسلیئے انمیں بہیمیت بہی نہیں اور جب بہیمیت نہیں سراسر ملکیت ہے تو اوس نورانی
مخلوق کو خدا کی عبادت ذکر و تقدیس و تسبیح ہی میں لذت و آرام ہے اور انسانی شہوات
سے وہ معصوم ہیں +

اِس قسم کی مخلوق کا نام **فرشتہ** عربی میں ملک ہے۔ اور اصل میں یہ لفظ ملاک
ہے جیسا کہ شمئل جسکی جمع ملائک و شمائل آتی ہے۔ اور ت ملائکہ میں جمع کے لحاظ سے
زائد کردی گئی ہے۔ (بیضاوی) اسیطرح یونانی رومی عبرانی۔ ایرانی۔ ہندی۔
زبان میں فرشتوں کے لیئے الفاظ مقررہ ہیں جس سے پایا جاتا ہے کہ طوائف متمدنہ
بنی آدم سب ملائکہ کے وجود کے قائل ہیں آج سے نہیں ہزاروں برسوں سے۔ اسیطرح
انبیائی سلسلہ میں فرشتوں کے وجود کا اقرار ہے۔ چنانچہ موجودہ توریت کتاب پیدائش
کے سولہویں باب میں ہاجرہ والدہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کو فرشتہ کا نظر آنا اور
سارا کے پاس واپس جانے اور اولاد میں برکت دینے کا ذکر ہے۔ اور اسی کتاب کے
اٹھارہویں باب میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس تین فرشتوں کا مہمان بنکر آنا اور
تولد فرزند کی بشارت دینا اور سدوم کے لوگوں کی ہلاکت کی خبر دینا مذکور ہے۔ اسیطرح کتاب
دانیال کے ساتویں باب اور انجیل متی کے چھبیسویں باب اور انجیل لوقا کے دوسرے
باب سے ملائکہ کا وجود ثابت ہے اور نامہ عبرانیاں کے بارہویں ۱۲ باب سے کروڑوں بلکہ کروڑہا
در کروڑہا فرشتوں کا ہونا معلوم ہوتا ہے۔ اور اہل کتاب حواریوں تک سب اسبات کے
قائل تھے کہ فرشتوں کے باہم درجات مختلف ہیں جبرئیل و میکائیل کا نام اور انکی عظمت
کتب اہل کتاب میں مذکور ہے۔ اور ان کی کتب مقدسہ سے یہ بھی پایا جاتا ہے۔ کہ
فرشتے انسانوں کی صورت میں متشکل ہوکر دکھائی دیجاتے تھے اور قدماء اہل کتاب کا بھی

اعتقاد تھا کہ اجسام ملائکہ کا مادہ ہمارے مادۂ اجسام جیسا نہیں کیونکہ وہ جب چاہتے ہیں لوگوں کو دکھائی دیتے ہیں اور جب چاہتے ہیں نظروں سے غائب ہو جاتے ہیں۔ اہل کتاب اسکے بھی قائل ہیں کہ فرشتوں میں مرد و عورت نہیں نہ وہ انسانی حوائج رکھتے ہیں۔ البتہ بت پرست قوموں نے یہ باب نہ معلوم کیونکر قرار دے رکھی تھی کہ فرشتوں میں نر و مادہ بھی ہیں چنانچہ ہنود اتنیک دیوی۔ اور دیوتا کے قائل ہیں اہل کتاب ملائکہ کی نسبت یہ بھی اعتقاد رکھتے ہیں کہ فرشتوں میں انسان سے عقل و علم بھی بہت زیادہ ہے اور قدرت و طاقت بھی زیادہ ہے اور وہ پاک و برگزیدہ بھی ہیں اور وہ خدا کی مرضی و منشاء کے اظہار کا ذریعہ ہیں۔ اور یہ کہ وہ عالم کے تدبیر و تصرف میں بحکم الٰہی مصروف ہیں۔ اس کے حکم و مشیت کے خلاف کچھ بھی نہیں کرتے ہیں +

اسلامیوں کا عقیدہ بھی اس معاملہ میں قریب قریب اہل کتاب کے ہے قرآن مجید نے فرشتوں کے بہت کچھ حالات متعدد آیات و مقامات میں بیان فرمائے ہیں۔ جن سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ ملائکہ مدرک مستقل الوجود متحرک بالارادہ جواہر ہیں وہ اعراض نہیں جو کسی کی صفات قرار دے جائیں جیسا کہ بعض کم فہموں نے حال کے حکماء کی تقلید میں جو غیر محسوس اشیاء کے قائل نہیں بذریعہ تاویلات رکیکہ ملائکہ کو کبھی صفات باری تعالےٰ کبھی اجسام نامیہ کے قوی کبھی اسماء الٰہی بتایا ہے اور اس کو تاویلات میں تناقض اقوال اور مخالفت جمہور علماء مفسرین و اہل لغت و اہل حدیث و خلاف سیاق و سباق وغیرہ عجب پریشان بیانیاں پیش آئی ہیں جن سے ماؤل کی بے علمی اور دماغ کی کمزوری ثابت ہوتی ہے۔ از انجملہ الذین یحملون العرش ؑ و یحمل عرش ربک فوقہم یومئذ ثمانیۃ از انجملہ وہ ملائکہ ہیں جو صرف خدا کی تقدیس و تسبیح ہی کیا

مقدمہ تفسیر حقانی میں اس کے اقوال کو نقل کر کے کمال وضاحت سے جرح کیگئی ہے اور دکھایا گیا ہے کہ ماؤل کو نہ علوم اسلامیہ کی خبر ہے نہ علوم حکمیہ و سائنس سے آشنائی ہے محض بے تکی تاویلیں ہیں جو کسی غرض و بناو پر مبنی ہیں۱۲

کرتے ہیں۔ یُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ۔ یُسَبِّحُوْنَ الَّیْلَ وَالنَّهَارَ لَا یَفْتُرُوْنَ۔
ازانجملہ وہ ملائکہ ہیں جو حضرات انبیاء علیہم السلام کے پاس وحی اور پیغام لاتے ہیں یَصْطَفِیْ مِنَ الْمَلٰٓئِكَةِ رُسُلًا۔ جَاعِلِ الْمَلٰٓئِكَةِ رُسُلًا اُولِیْٓ اَجْنِحَةٍ مَّثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ۔ اس قسم کے ملائکہ بہت جلد عالم سفلی سے عالم بالا تک صعود و نزول کرتے ہیں اسلئے ان کی تیز رفتاری کو بطور استعارہ کے پروں اور بازوؤں سے تعبیر کیا ہے نہ یہ کہ چیل کوؤں کیطرح ان کے بازو اور پر ہیں۔ جسپر بعض کم فہم معترض اعتراض کرتے ہیں اس گروہ کے سرِ دفتر۔ جبرئیل امین ہیں ازانجملہ وہ ملائکہ ہیں جو جملہ عالم کے تدبیر و تصرف پر متعین ہیں اجسام سفلی و علوی کے طبائع جو بمنزلہ قدرت کی کلوں کے ہیں انکو اس ادراک و دور اندیشی سے ملائکہ ہی بحکم الٰہی چلاتے ہیں وَالذّٰرِیٰتِ ذَرْوًا الی قولہ فَالْمُقَسِّمٰتِ اَمْرًا۔ وقولہ وَالنّٰزِعٰتِ غَرْقًا وَّالنّٰشِطٰتِ نَشْطًا وَّالسّٰبِحٰتِ سَبْحًا فَالسّٰبِقٰتِ سَبْقًا فَالْمُدَبِّرٰتِ اَمْرًا۔ ازانجملہ وہ ہیں جو بوقت مرگ حیوان و انسان کی بدن سے روح قبض کرتے ہیں قُلْ یَتَوَفّٰىكُمْ مَّلَكُ الْمَوْتِ الَّذِیْ وُكِّلَ بِكُمْ وقولہ حَتّٰىٓ اِذَا جَآءَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ تَوَفَّتْهُ رُسُلُنَا۔ ازانجملہ وہ ہیں جو قیامت کو صور پھونکیں گے۔ ان کے سرگروہ اسرافیل ہیں یَوْمَ یُنْفَخُ فِی الصُّوْرِ۔ ازانجملہ وہ ہیں جو مرنے کے بعد عالم برزخ اور حشر میں

بقیہ ف[۱] وہ جو عرش اٹھاتے ہیں۔ اور تمہارے رب کے عرش کو اس روز آٹھ اٹھائے ہوئے ہونگے۔ وہ رات دن تسبیح کرتے نہیں تھکتے ۱۲

ف[۲] خدا اپنے فرشتوں میں سے رسول برگزیدہ کرتا ہے۔ اسنے فرشتوں کو رسول بنایا ان کے بازو بنائے دو دو اور تین تین اور چار چار ف[۳] قسم ہے ان فرشتوں کی جو عالم وجود میں آثار قدرت پھیلاتے ہیں۔ وہ جو احکام قضا و قدر تقسیم کرتے ہیں۔ وہ جو کھینچکر جان نکالتے ہیں۔ وہ جو مومنوں کے اجسام سے ارواح کی گرہیں کھولتے ہیں۔ وہ جو فضاء عالم میں تیرتے پھرتے ہیں۔ وہ جو تعلیم احکام کے لیئے آگے دوڑتے ہیں۔ پھر وہ تدبیر امور کرتے ہیں ف[۴] کہدو کہ تمہاری جان وہ فرشتہ موت نکالتا ہے جو تیرا موکل کیا گیا ہے۔ یہاں تک کہ جب کسی کو موت آتی ہے تو اسکی جان ہمارے فرشتہ قبض کرتے ہیں ۱۲ منہ

حقیقت ملائکہ

بندوں کو ان کے اعمال کے ثواب و عذاب سے خبردار کرتے ہیں جنکے حالات قرآن میں بکثرت ہیں

حقیقت ملائکہ میں اختلاف ہے حکمار قدیم ان کو جواہر مجردہ بتاتے ہیں سلسلۂ انبیائی کے پابند ان کو اجسام لطیفہ کہتے ہیں مگر نہ جسم عنصری وحسی بلکہ ایک اور جسم لطیف جو بمنزلہ ارواح کے ہے اور جسکی حقیقت ہم نہیں جانتے ہیں۔ اسلئے وہ جب چاہتے ہیں ہمکو نظر آجاتے ہیں اور جب چاہتے ہیں غائب بھی ہو جاتے ہیں۔ اس لطافت کے سبب وہ طرفۃ العین میں مشرق سے مغرب تک پہونچ جاتے ہیں اور قوت بھی انمیں بہت ہی زیادہ ہوتی ہے۔ عالم محسوس کی اشیا خواہ وہ ہماری نظروںسے کتنی ہی غائب ہوں اور ہزاروں کوس دور ہوں اور اسیطرح عالم ملکوت کی اشیاء۔ ارواح اور ان کے حالات سب انپر اسیطرح عیاں ہوتے ہیں کہ جیسا عالم محسوس کی مشاہد چیزیں ہمارے سامنے۔ ہماری آنکھوں سے عالم حسی کی غائب چیزیں جسطرح غیب اضافی ہیں کہ بغیر آلات و اسباب عادیہ انپر مطلع ہو جانا خارق عادت سمجھا جاتا ہے اسیطرح ملائکہ کی مشہود اشیاء بھی ہماری نسبت غیب اضافی ہیں۔ ملائکہ کا غیب جسپر انکو خدا تعالیٰ وقتاً فوقتاً مطلع کرتا ہے البتہ غیب حقیقی ہے۔ جسکا پورا علم اسی علام الغیوب لطیف و خبیر کا خاصہ مختصہ ہے +

بعض **عیسائیوں** کا اعتقاد تھا کہ نیک انسانوں کے ارواح ملائکہ ہیں اگر ان کی یہ مراد ہے کہ نیک انسانوں کے ارواح مرنے کے بعد ملائکہ میں ملجاتی ہیں اور ہنر۔ جیسے بنی آدم کیا ان کے دادا حضرت آدم بھی پیدا نہوئے تھے اسوقت سے پہلے بھی فرشتہ تھے +

ملائکہ کے بھی درجات **مختلف** ہیں۔ بعض علوی ہیں اور پھر انمیں بھی بعض مقربین بارگاہ اور موجودات کا سلسلہ بلحاظ تجرد باری تعالےٰ انہیں سے شروع ہوکر درجہ بدرجہ نیچے اترتا آتا ہے اور عالم محسوس و اجسام کثیفہ تک منتہی ہوتا ہے

تَنَزَّلُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ فِيْهَا بِاِذْنِ رَبِّهِمْ مِّنْ كُلِّ اَمْرٍ سَلٰمٌ۔ لیلۃ القدر میں فرشتے اور روح اپنے خدا کے حکم سے ہر بات سے سلامتی کیلئے اترتے ہیں سورۂ قدر

میں تم سے کہتا ہوں کہ لوگوں کا ہر گناہ اور کفر بکنا معاف کیا جاوے گا مگر وہ جو روح کے حق میں کفر بکتے ہیں وہ معاف نہوگا۔ انجیل متی باب ۱۲۔ ۱۲ منہ علماء کا اختلاف ہے بعض روح القدس سے مراد جبرئیل علیہ السلام لیتے ہیں بعض دوسرا فرشتہ کہتے ہیں ۱۲ منہ

اور عالم کثیف میں مرکبات کا وجود سب کے بعد ہے اب بلحاظ لطافت و کثافت کے غور کیجئے گا تو حق سبحانہ اور اس کی مخلوق مادیہ اور کثیفہ میں کسقدر بون بعید معلوم ہوگا۔ اس سلسلۂ وجود کا ارتباط انہیں ملائکہ کے سبب سے ہے ان کے سبب سے یہ تمام سلسلہ مربوط ہوگیا۔ اس لیئے فیض الٰہی پہونچنے کے بھی ملائکہ وسائط ہیں جبکو انکو مدبرات امرا کہا جاتا ہے اب اس درمیانی وسائط میں بشمار درجات یکے بعد دیگر پیدا ہونے ضرور ہیں۔ اسلیئے اعلیٰ قسم کے ملائکہ وہ ہیں جو مقربین اور عالم قدس میں رہتے ہیں اور ان سب کا سلسلۂ ایک ایسے عظیم الشان فرشتہ پر منتہی ہوتا ہے جبکو **روح اعظم۔ روح القدس** کہتے ہیں۔ تمام ارواح بنی آدم کو اسکیطرف ایک ایسا جذب مقناطیسی ہے کہ جیسا ذرات کو آفتاب کیطرف۔ اور سب سے نیچا درجہ ملائکہ سفلی وارضی کا ہے۔ جن کا مادہ انسے بھی نیچے درجہ کی ایک مخلوق غیر محسوس کے قریب قریب ہے۔ اور یہ مخلوق لاتعد ولاتحصیٰ ہے۔ جبکو وہی علام الغیوب خوب جانتا ہے +

فصل (۷)

(جن کی حقیقت)

وجود جن پر دلیل

اس قسم کی مخلوق میں سے ایک قسم کا نام **جن** ہے۔ لغت عرب میں اس کے معنی پوشیدگی کے ہیں چونکہ یہ قوم بنی آدم کی آنکھوں سے پوشیدہ ہے اس لیئے انپر لفظ جن کا اطلاق ہوا۔ اور جس لفظ میں جیم نون جمع ہوتے ہیں اسمیں پوشیدگی کے معنی ملحوظ ہوتے ہیں۔ دل چونکہ مخفی رازوں کا خزانہ ہے اس لیئے اسکو **جنان** کہتے ہیں۔ اور ڈھال کی آڑ میں چھپتے ہیں اسلیئے اسکو جُنّہ کہتے ہیں اور جنون چونکہ عقل کو پوشیدہ کرلیتا ہے اسکو جنوں کہتے ہیں اور **جنین** جسکی جمع اجنہ

آتی ہے ماں کے پیٹ بچے کو کہتے ہیں اور باغ اپنے پتوں اور درختوں سے زمین کو ڈھانک لیتا ہے۔ اس لئے اسکو **جنت** کہتے ہیں اس قسم کی مخلوق کا مادہ جسم لطیف ہے اسلئے نظر نہیں آتی۔ اور یہ کوئی محال اور ناممکن بات نہیں کہ بسائط جدیدہ و اجسام غیر محسوسہ سے کوئی شے مخلوق ہو۔ بلکہ یہ بات خلاف عقل اور نہایت بعید الفہم ہے کہ مرکبات کا دائرہ صرف مٹی اور پانی ہی میں محدود مانا جاوے۔ ان کے سوا اور کسی عنصر سے کوئی چیز مرکب نہو سکے اور جب محدود نہیں تو ضرور ہے کہ کہ پانی اور مٹی کے سوا اور عناصر سے مرکب چیزیں نظر نہ آئیں جیسا کہ ان کا مادہ نظر نہیں آتا +

اور یہ بھی ثابت ہو چکا ہے کہ اجسام لطیفہ میں بہ نسبت کثیفہ کے طاقت و استحکام بھی زیادہ ہوتا ہے۔ اسلئے ایسی مخلوق قوی اور دیرپا بھی ہوتی ہے اور بجلی یا ہوا کیطرح آناً فاناً میں دور بھی پہونچ جاتے ہیں۔ اس مادہ ترکیبیہ کے لحاظ سے اس قسم کی مخلوق کے بہت سے اقسام ہیں۔ **بعض** وہ ہیں کہ جن کا مادہ بالکل لطیف ہے اس لطافت کے لحاظ سے انہیں اور سفلانی ملائکہ میں بہت ہی کم فرق ہے اور **بعض** وہ ہیں کہ انکا مادہ بالکل لطیف تو نہیں بلکہ مادہ کثیفہ بھی ان کی ترکیب میں داخل ہے مگر غلبۂ لطافت کے سبب نظر نہیں آتے۔ اس قسم کے جنوں میں خیر و شر دونوں کا مادہ ہوتا ہے اسلئے وہ بھی انسانوں کیطرح احکام الٰہی کی تعمیل پر مامور کئے جاتے ہیں۔ انکو بھی عذاب و ثواب ہے۔ اسلئے قرآن میں انسانوں کے ساتھ انکو بھی مخاطب بنایا گیا ہے یَا مَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْإِنْسِ۔

اس قسم میں بیشتر مادہ ناری زیادہ ہوتا ہے وَخَلَقَ الْجَانَّ مِنْ مَّارِجٍ مِّنْ نَّارٍ کہ ہمنے جن کو آگ کے شعلہ سے پیدا کیا ہے اور اسلئے ان کی سرشت میں غرور و سرکشی بھی زیادہ ہوتی ہے۔ اور **بعض** ایسے بھی ہیں کہ ان میں ہوائی مادہ زیادہ ہوتا ہے

بلحاظ مادہ غیر محسوسہ کے ان کے بہت سے اقسام ہیں۔ اور عرب میں انہیں اقسام وصفات کے لحاظ سے جدا جدا[1] نام بھی تھے۔ مگر اس قسم کی انواع میں مادہ ردیہ زیادہ ہوتا ہے اس لئے شر کیطرف زیادہ رغبت ہوتی ہے اور خیر کیطرف بہت کم۔ اور اس قسم کی انواع میں توالد وتناسل بھی ہوتا ہے اور بعض اقسام تو ایسے ہیں کہ جنکو مزاج انسانی سے بہت ہی مناسبت رہتی ہے ان کے نام اور ان کا تمدن اور ان کی زبان اور ان کے ادیان ومذاہب ہر ملک کے انسانوں جیسے ہوتے ہیں۔ اور کبھی ان کے نر ومادہ انسان کے نر و مادہ کے ساتھ اختلاط بھی کرتے ہیں۔ اور جس قسم کی شکل میں چاہتے ہیں ظاہر ہو جاتے ہیں اور پھر جب چاہتے ہیں غائب ہو جاتے ہیں +

حکماء قدیم نے جن کی یہ تعریف بیان کی ہے جسم ناری یتشکل باشکال مختلفۃ کہ وہ جسم ناری ہے ہر شکل میں ظاہر ہو سکتا ہے تمام اہل کتاب یہودی اور عیسائی ہمیشہ سے اس مخلوق کے قائل ہیں +

توریت کتاب پیدائش کے تیسرے باب میں سانپ کا حضرت آدم علیہ السلام کو دھوکا دینا مذکور ہے۔ اور باتفاق علماء یہود اوس سے شیطان مراد ہے۔ اور کتاب اول سموئیل کے انیسویں باب درس ۹ (جملہ) میں یہ ہے اور خداوند کی طرف سے وہ بری روح ساؤل پر چڑھی۔ بری روح شیطان اور اسی قسم کی غیر محسوس مخلوق ہے۔ جنکو لطافت کے سبب روح سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ اور لطافت کے سبب انکا انسان پر تسلط اور اس کے خیالات میں دخل بھی ہوتا ہے اور یہی وہ شیطان کا گمراہ کرنا ہے اسیطرح ملائکہ کا نیک لوگوں پر تسلط ہوتا ہے تو ان سے وہ ملکی صفات اور انسانی قدرت سے بالاتر افعال

---

[1] چنانچہ وہ جن جو انسانوں کے ساتھ رہتے تھے انکو عامر کہتے تھے اور جو لڑکے بالوں کو ستاتے ہیں انکو ارواح کہتے تھے جنکو ہندی میں بھوت پریت کہتے ہیں۔ اور جو زیادہ سرکش اور موذی ہیں انکو شیطان کہتے ہیں اور جو اس سے بھی زیادہ موذی ہیں انکو مارد اور عفریت کہتے تھے۔ جنکو ہندی میں دیت

سرزد ہونے لگتے ہیں۔ انجیل متی کے چوتھے باب میں لکھا ہے کہ شیطان حضرت مسیح علیہ السلام کو فریب دینے آیا اور ان کو ہیکل کے کنگورے پر لے گیا اور پھر اونچے پہاڑ پر لے گیا اور وہاں سے دنیا کی ساری بادشاہتیں اور شان و شوکت انکو دکھا کر کہنے لگا کہ اگر تو مجھے سجدہ کرے تو میں یہ سب تجھکو دیدونگا تب مسیح نے فرمایا کہ اے شیطان دور ہو کیونکہ سجدہ اور بندگی خالص خاص خدا تعالے کے لیئے سزاوار ہے اور کوئی اسکا مستحق نہیں۔ پھر انجیل متی کے آٹھویں باب سولھویں درس میں یہ ہے کہ جب شام ہوئی اس کے پاس بہتوں کو جنپر دیو چڑھے تھے لائے اور اس نے ان روحوں کو کلام ہی سے دور کیا۔ یعنے کچھ پڑھکر پھونک دیا۔ اسماء الٰہی کی برکت سے وہ بھاگ گئے پھر اسی انجیل کے نویں باب کے تینتیسویں[۳۳] جملہ میں یہ ہے جسوقت وہ باہر نکلے دیکھو لوگ ایک گونگے کو جسپر دیو چڑھا تھا اُس پاس لائے اور جب دیو نکالا گیا وہ گونگا بولا۔ اور لوگوں نے تعجب سے کہا کہ اسرائیل میں کبھی ایسا دیکھا نہیں گیا پر فریسیوں نے کہا کہ وہ دیووں کے سردار کی مدد سے دیووں کو نکالتا ہے۔ اسیطرح اور بھی جنوں کا نکالنا اور انکا نکلکر سوروں میں جاکر جھیل میں ڈوب مرنا۔ ان انجیلوں میں اور نیز شیطان کا بہت سا حال مکاشفات یوحنا میں مذکور ہے +

شیطان ابلیس

شیطان - بروزن فیعال شطن سے مشتق ہے جسکے معنی ہیں نیکی سے دور کے بعض کہتے ہیں نون زائد ہے شاط بمعنی لبطل سے مشتق ہے **ابلیس**۔ بلس سے

بقیہ ص۱۲۱ فارسی میں دیو کہتے ہیں۔ اور جو جنگلوں میں آوازیں دیتے ہیں انکو **ہاتف** کہتے تھے اور جو جنگلوں میں بھولوں کو راستہ بتادیتے ہیں ان کو **رجال الغیب** کہتے تھے۔ ہندی میں اُنکو کہ جنپر جز ہوائی غالب ہوتا ہے پَوَن کہتے ہیں ۱۲ منہ

مشتق ہے جسکے معنی ہیں نا امید اور فریبی کے گرچہ ان صفات ذمیمہ کے لحاظ سے
یہ الفاظ بنی آدم کے بدبختوں پر بھی مجازاً بولے جاتے ہیں جیساکہ نیک کو فرشتہ کہتے
ہیں۔ مگر ان دونوں لفظوں کا مصداق دراصل ایک شخص اسی قسم کی مخلوق غیر محسوس میں سے
ہے جو اپنا مادہ آتش بتاتا ہے۔ خَلَقْتَنِیْ مِنْ نَّارٍ وَّخَلَقْتَهٗ مِنْ طِیْنٍ۔ یہ وہی ہے
کہ جسنے آدم کو سجدہ نہ کیا اور وہ راندہ گیا اور اس نے آدم اور اس کی اولاد کے گمراہ کرنے
پر کمر باندھی اور بہکاکر وہ درخت ممنوع آدم کو کھلادیا اور حضرت عیسے کی آزمائش کی وغیرہ

فوائد

(۱) ملائکہ اور جن کے وجود پر باوجود امکان کے حضرات انبیا علیہم السلام اور دیگر صادقوں کی
شہادت کافی ہے۔ حضرات انبیا علیہم السلام کے سوا انجیل لوقا کے بھی چوتھے باب میں
یہ ہے اور عبادت خانہ میں ایک شخص تہا جسمیں شیطان کی ناپاک روح تھی وہ بڑی آواز
سے چلایا کہ اے یسوع ناصری ہمیں چھوڑ تو ہمیں ہلاک کرنے آیا ہے یسوع نے
دھمکاکر کہا کہ تو اسمیں سے نکل جا چنانچہ وہ نکل گیا اور کچھہ نقصان نہ پہونچایا۔
پھر اسی انجیل کے آٹھویں باب میں یہ حیرت خیز واقعہ مذکور ہے۔ کہ جب مسیح دریا کے
کنارے پر اترے تو ایک شخص کہ جسپر مدت سے جن مسلط تہا اور برہنہ پھرا کرتا تہا اور قبروں میں
رہتا تہا انکو ملا وہ دیکھتے ہی یسوع کے پاؤں پر گر پڑا اور کہنے لگا کہ میں آپکی منت کرتا
ہوں مجھے دکھہ نہ دیجئے۔ کیونکہ اوس شخص کا یہ حال تہا کہ ہرچند لوگ اسکو پکڑتے اور
لوہے کی زنجیروں میں باندھ کے رکھتے تھے مگر وہ توڑ کر نکلجاتا تہا۔ مسیح نے اوس سے

۵۲ روحانی بزرگوں اور کلمات اللہ کے قدرتی تاثیر سے اس قسم کی مخلوق بہت ڈرتی اور انپر تکلیف پہونچتی ہے بلکہ
یہ مخلوق انکی مسخر بھی ہوجاتی ہے اور اس تاثیر سے مر بھی جاتی ہے اس قسم کے حیرت خیز صدہا واقعات دیکھے گئے ہیں
اس قسم کی مخلوق سے بلکہ کلمات کے موکلات سے حیرت خیز معاملات ظہور پذیر ہوئے ہیں ۱۲ منہ ۵۲

۵۱ کہ جنکو آگ سے پیدا کیا ہے اور آدم کو خاک سے پیدا کیا ہے اس سے ہر پیغمبر آدم پر قدرتی فوقیت ہے اس میں سجدہ تعظیمی کیونکر کر سکتا تھا۔ ۱۲ منہ

پوچھا کہ تیرا کیا نام ہے وہ بولا لشکر کیونکہ بہت سے جن اوسپر تھے مسیح سے عرض کیا کہ ہمکو نہایت عمیق گڑھے میں جانیکا حکم نہ دیجئے اور وہاں پہاڑوں پر سوروں کا ایک غول چر رہا تہا کہا ان میں ملجانے کی اجازت دو۔ چنانچہ مسیح نے اجازت دی اور وہ سب اوس شخص میں سے نکلکر سوروں پر جا چڑہے اور سوروں کا غول کرارے سے کودکر جہیل میں ڈوب مرا +

اسیطرح حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم اور قرآن کی شہادت ان کے وجود پر کافی ہے۔ سورۂ جن میں ان کے حالات مذکور ہیں اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر صدہا ہزار جن ایمان لائے۔ جیسا کہ احادیث صحیحہ میں مذکور ہے +

اور پہر صدہا ہزار معتبر اشخاص کو ایسے واقعات پیش آئے۔ ایک ہندو عورت جو صاف اُردو بہی نہیں بول سکتی تہی فارسی و عربی زبان تو کجا اور اسکو سب جانتے تہے وہیں کی پیدائش ہوئی تہی۔ اسپر جن مسلط ہوا اور وہ فارسی اور عربی زبان میں کس فصاحت و بلاغت سے حقائق و دقائق علمیہ بیان کرتی تہی +

فلسفۂ حال

فلسفۂ حال اس قسم کی مخلوق کا قائل نہیں وہ کہتے ہیں کہ جو چیز آنکھہ سے دکھائی نہ دے کان سے سنی نہ جائے زبان سے چکھی نہ جائے ناک سے سونگھی نہ جائے ہاتھوں سے ٹٹولی نہ جائے اس کے وجود کا قائل ہونا خلاف عقل اور وہم پرستی ہے یہ فلسفی خیال کچھہ ابہی یورپ میں پیدا نہیں ہوا ہے بلکہ جب یورپ وادی جہالت میں ٹکراتا پہرتا تہا اور ایشیا کی جملہ کمالات میں سرداری مانی جاتی تہی اسوقت بہی ایشیا ہی میں بہت سے لوگ ان خیالات کے تہے۔ شہرستانی کی ملل و نحل کتاب کو ملاحظہ کرو۔ ایسے لوگوں کا جب کسیوجہ سے اعتبار اور عزت بڑہ جاتی ہے تو بعض سست اعتقاد اہل مذاہب اپنے مذہب کو تاویلات کے ذریعہ سے انہیں کے خیالات کے مطابق کرنیمیں سلامتی مذہب سمجھنے لگتے ہیں۔ خود مسلمانوں میں پہلے معتزلہ اس قسم کی تاویلات

کیا کرتے تھے اور ہمارے زمانہ میں ایک شخص بانی مذہب نیچری نے تفسیر کے ذریعہ سے ایسی بہت کچھ تاویلات کیں ہیں ملائکہ کو قوئی نامیہ وصفات باری تبلایا ہے۔ جنوں کو جنگلی قوم ٹھہرایا ہے جو پہاڑوں میں رہنے کے سبب لوگوں سے مخفی رہتی تھی جسلئے انکو جن کہنے لگے۔ بہت خوب۔ مگر اسقدر آیات کی کہ جن سے ان کا ایک دوسری قسم کی مخلوق ہونا پایا جاتا ہے کچھ بھی تاویل نہ بن سکی اور نہ بن آئے گی یہ ایسی تاویلات گئیہ ہیں کہ جیسا بانی مذہب آریہ ویدوں کی تاویل کرکے کاہ کا کوہ بنا دیا کرتا ہے یا جیسا کسی مداری فقیر نے امنت باللہ وملئکتہ کے یہ معنی بیان کیے تھے کہ بیوی امنت کا بلا ان کی ملائی کہا گیا تھا۔ یا جیسا ایک پنڈت نے جو فارسی جانتا اور تصوف میں بڑا دم مارتا تھا مثنوی کے اس شعر کے یہ معنی بیان کیے تھے۔ بشنو از نے چوں حکایت میکند وز جدائیہا شکایت میکند + کہ سری بشنو نے یعنی بنسری بجا کر یہ حکایت کرتے تھے۔ اسلام میں بھی مذاہب باطلہ پیدا ہوتے ہیں۔ ان کے بانی دراصل پورے مسلمان تو ہوئے نہیں قرآن وحدیث کا دام بچھا کر تاویلات رکیکہ کے ذریعہ سے مسلمانوں کو پھنسایا کرتے ہیں جیسا کہ آج کل ایک صاحب پہلے مثیل مسیح پھر مسیح پھر جو ایک مہینے میں کسوف خسوف ہوا اسکو مہدی کی خاص علامت سمجھکر مہدی آخر الزماں ہونے کا بھی مدعی ہوگیا اور برسوں گزر گئے بجز اس کے کہ تاویلات اور اپنے مناقب اور مریدوں کی جھوٹی مہر چھاپنے اور مہمل پیشین گوئیاں کرکے کہ جنکے جو چاہو معنی ٹھہالو۔ اور کوئی فائدہ اسلام کو

ف کیا وہ عاقل ہو جو ہوا رصافی کا انکار کرتا ہے جبکہ وہ ایک شیشہ میں ہوا دکسی حس سے بھی محسوس نہیں اور کیا وہ فلاسفر کہلا سکتا ہے جو ایتھر (مادہ) کا انکار کرتا ہے جو کسی حس سے بھی محسوس نہیں اور کیا وہ عاقل کہلا سکتا ہے جو طبیعت جہام کا انکار کرتا ہے جو کسی حس سے بھی محسوس نہیں اور جو وجدانیات اور لازم سے ملزوم اور مصنوع سے صانع کے وجود کا منکر جبکہ وہ کسی حس سے بھی محسوس نہیں عالم و دانا کہلا سکتا ہے؟ ہرگز نہیں پھر خیال کرنا چاہیے کہ قول کسدرجہ کا لچر اور غلط ہے پھر اسکے اعتماد پہ اصول الہامیہ کا انکار کسدرجہ کی نادانی ہے ۱۲ منہ

پہونچایا نہ اسکی انکو توفیق ہوئی۔ ہاں اپنا فائدہ دنیا تو حاصل کرلیا کہ سادہ لوح مریدوں کی ایک جماعت نان وحلوا اور اپنی بیٹیاں دینے کے لئے موجود ہوگئی۔ جس سے باطمینان آپ نبوت کا بھی دعویٰ کرنے لگے۔ کوئی دنیں خدائی دعویٰ بھی کرنے لگیں گے۔ اب شروع تو کیا ہے کہ اپنے آپ کو ہندوؤں کا کرشن اوتار کہنے لگے ہیں +

جبکہ فلسفہ کا یہ دعوے ہی سبے بنیاد ہے کہ جو چیز حواس خمسہ سے محسوس نہیں وہ موجود نہیں جیسا کہ مقدمہ کتاب میں ہم ثابت کرچکے ہیں تو اس لغو اور باطل اصول پر الہامی اصول کا انکار کرنا اور انکار کو تاویل کے پردہ سے چھپانا سراسر نادانی اور کمزوری دماغ اور سستی ایمان کی نشانی ہے +

(۲) فرشتوں اور جنوں کے سوا اور بھی غیر محسوس مخلوق ہے۔ بعض انسانوں کی ارواح خبیثہ بھی مرنے کے بعد عالم سفلی میں محبوس اور معذب ہوتی ہیں۔ وہ بھی کبھی لوگوں پر شیاطین کے زمرہ میں داخل ہوکر مسلط ہوجاتے ہیں +

(۳) فرشتوں۔ جنوں۔ ارواح۔ کو بسبب انہیں تعلقات کے اوہام عامہ پوجنے لگے اور پھر ہر ایک کے ساتھ صفات مختصہ قائم کرکے اِن کی پرستش کے جداگانہ طریق اپنے اپنے خیال اور مذاق کے موافق پیدا کیئے۔ جیسا کہ صفات باری تعالےٰ کو اپنے خیالی مظاہر میں تصور کرکے اِن کے جدا جدا بُت بنائے محبت کو عورت کیصورت میں غضب و انتقام کو شیر کیصورت میں تصور کرکے کہیں حسین عورت کی کہیں شیر کیصورت کو پوجنے لگے کلدانی قوموں میں اسی قسم کی بت پرستی تھی۔ بلکہ اجرام علویہ آفتاب ماہتاب ستاروں کو بھی اِس کی کسی خاص صفت کا مظہر سمجھکر اِن کے موافق بڑے بڑے عظیم الشان بُت خانے اور بُت بنائے تھے۔ یونانی۔ مصری۔ رومی۔ عرب اکثر اِس بلا میں مبتلا تھے۔ ہندوستان میں تو ابتک وہی حالت موجودہ ہے پھر اِنکی نذر و نیاز اور ان کے دستورات اور ان کے نام کی تسبیح و تقدیس۔ بوقت مصیبت

ان کو پکارنا قربانیاں چڑھانا وغیرہ اسقدر خرافات تھی کہ جنکی شرح ایک بڑی کتاب میں بھی نہیں آسکتی +

اسلام نے اسکو حرام قرار دیدیا۔ اور قرآن اور نبی اسلام نے مختلف دلائل سے ثابت کردیا کہ خدا کے سوا، اور کوئی نہ نفع دیسکتا ہے نہ نقصان پہونچا سکتا ہے وہی قادر مطلق اپنی رحمت سے اپنی مخلوق کی حاجت روا کرتا ہے۔ مخلوق کی قدرت و اختیار عام ہے کہ دواؤں اور اسمار کی تاثیر ہو۔ یا ذی ادراک اشیار کے اقتدرات حیات یا بعد ممات ہوں جیسا کہ ایک زندہ شخص کا دوسرے کو نفع و نقصان پہونچانا۔ سب محدود ہیں۔ اور ان کے آلات و اسباب بھی محدود اور اس کے قبضۂ قدرت میں ہیں۔ اگر وہ چاہے تو کوئی دوا اثر نکرے عالم حیات میں کوئی کسیکو کچھ نفع و نقصان دے سکے نہ بعد ممات یہ تمام نیلیاں اس کے ہلانے سے ہلتی ہیں۔ کل کچھ نہیں کرتی جو کچھ کر رہا ہے کل چلانے والا کر رہا ہے۔ کسی فرشتہ جن ارواح کو اس کی خدائی میں ذرہ کے برابر بھی حصہ نہیں۔ اسلئے اسیکو پوجنا چاہیئے۔ اسیکو پکارنا چاہیئے وہی اس قابل ہے کہ

ف اسیطرح جاہل اور گرم قوموں اور ملکوں میں محض وہم پرستی سے بات بات میں بھوت۔ دیو۔ پری کا سایہ اور مردوں کی ارواح کا ظہور سمجھا جاتا ہے معمولی بیماری بلکہ حیوانات کی کمزوری اور دیگر اسباب عادیہ بھی جن بھوت پری دیو کے کرشمے اور نظر بد فال شگن کے آثار خیال کیئے جاتے ہیں پھر حوادث دہر کو بھی ستاروں کی تاثیر مستقل بتایا جاتا ہے اس قسم کی اوہام پرستی کو اسلام نے شرک بتایا ہے کیونکہ ایسے لوگوں کی نظر مسبب الاسباب پر نہیں ہوتی صحابہ کبھار تعویذ گنڈے جھاڑے منتر کو بھی بہت برا سمجھتے تھے اور جو اس قسم کی روایات مشہور ہیں وہ بیشتر بے اصل ہیں اسلام جملہ توہمات وشکوک سے پاک ہے اسمیں ہر ہر بات کو خدا ہی کے ید قدرت کا فعل سمجھنا تعلیم کیا گیا ہے ۱۲ منہ

۱۲ ۱۲ ۱۲

کہ اسکے نام کی تسبیح و تقدیس کیجائے یہ مضمون قرآن میں بکثرت ہے۔ اور سلسلہ انبیائی خصوص ملت ابراہیمیہ کا توحید خالص سب سے پہلا حکم موکد ہے۔ ملحد اور موحدین اتنا ہی تو فرق ہے کہ ملحد اسباب کیطرف اور موحد مسبب الاسباب کیطرف نظر کرتا ہے پھر یہ کتنا فرق ہے کہ ایک کی نظر گھر کے مالک کیطرف اور دوسرے کی اس کے اسباب۔ اور خادموں کیطرف ہے +

فصل (۸)

روح کا بیان

تحقیق روح

ہم مقدمہ کتاب میں ثابت کر چکے ہیں کہ اس عالم حیات میں اصل مدرک بذریعہ حواس یہ جسم نہیں ہے اور نہ جسم میں اس قسم کے ادراک کی قابلیت ہے بلکہ وہ مدرک ایک دوسرا شخص ہے اور وہی اس جسم کو اپنے ارادے کے موافق حرکت بھی دیتا ہے بلکہ اسکی محافظت اور اسمیں تدبیر و تصرف بھی اسیکا کام ہے اسیکے وجہ سے اسکے تمام کلیں اور پرزے چلتے ہیں اگر وہ اس سے دور ہو جائے تو پھر یہ ایک خاک کا ڈھیر ہے در اصل وہی انسان ہے وہ کون ہے اروح۔ جسکی جمع ارواح آتی ہے اور حکماء اسکو نفس ناطقہ اور ہندو آتما کہتے ہیں۔ اور ہر زبان میں اسکا ایک نہ ایک نام ہے۔ وہ بھی حواس خمسہ سے بسبب لطافت کے محسوس نہیں۔ ہر رنج و راحت دکھ سکھ سب اسیکو ہیں اور وہی بڑے بھلے علوم اور افعال کی فاعل بھی ہے جسم اوس کا اس عالم محسوس میں ایک آلہ ہے۔ دونوں میں قدرت نے ایسا پیوند لگایا کہ جس کا سراتک کسیکی سمجھ میں نہیں آیا۔ یہ روح۔ طبی روح نہیں جو خون کے لطیف اجزاء سے پیدا ہوتی ہے۔ جو تمام جسم کے لیئے سٹیم ہے۔ بلکہ روح کا مرکب نسمہ ہے اور اسکا روح طبی اور اسکا تمام جسم +

فوائد

(۱) روح علماء کے نزدیک جوہر مجرد ہے۔ جملہ جواہر مجردہ میں اور اسمیں کوئی ممیز بھی ہے مگر سلسلۂ انبیاری کے پابندوں کے نزدیک روح بھی جسم لطیف یا کہو جسم نورانی ہے اور اسکے مطابق اِس کے اعضاء اور شکل بھی ہے۔ اسمیں قدرت نے کیا کیا کمالات ودیعت رکھے ہیں اگر انسان انپر مطلع ہوجائے تو عارف و کامل بنجائے روح کا حسن حیرت انگیز ہے اگر کوئی دیکھے تو فریفتہ ہوجائے +

وہ جسم لطیف ہونے کے سبب ایسے ہی اجسام لطیفہ سے مرنے کے بعد لذت و الم پاتی ہے وہ مرنے کے بعد باقی رہتی ہے اور اوسکو دنیا کی باتیں بھی یاد رہتی ہیں اور اپنے احبہ سے محبت اور اعدا سے نفرت بھی باقی رہتی ہے +

(۲) ارواح قدیم نہیں نہ کوئی شئے اس کی ذات کے سوا قدیم ہے اِس عمدہ صفت میں اوسکا کوئی بھی شریک نہیں پھر بعض علما کہتے ہیں کہ جسم کے مکمل ہوجانے کے بعد جبکہ اسمیں روح کے تعلق کی صلاحیت پیدا ہوجاتی ہے۔ تب روح پیدا ہوتی ہے۔ مگر جمہور کا یہ قول ہے کہ وہ اس پیکر انسانی سے ہزاروں لاکھوں برس پہلے خدا نے پیدا کی۔ اور اور حظیرۃ القدس میں رہتی تہیں اور اِن کی تعداد خدا کے سوا اور کوئی نہیں جانتا۔ انکے تکمیل کی غرض سے خدا نے انکو اس دُنیا میں اجسام سے متعلق کیا ہے۔ اور ایک معین زمانہ کے بعد پھر جدا ہوجاتی ہے۔ اور اِس قول پر یہ آیت اور یہ حدیث دلیل ہے۔

سورہ اعراف رکوع ۲۲ ۱۲ منہ

وَاِذْ اَخَذَ رَبُّكَ مِنْ بَنِيْٓ اٰدَمَ مِنْ ظُهُوْرِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَاَشْهَدَهُمْ عَلٰٓي اَنْفُسِهِمْ اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ قَالُوْا بَلٰى ۔الآیہ۔ اِس آیت کی تفسیر میں امام احمد حنبل وغیرہ نے ایک حدیث نقل کی ہے جسکا خلاصہ یہ ہے کہ خدا نے آدم کی پشت سے انکی اولاد جو قیامت تک ہونے والی تہی باہر نکالی پھر ان سے پوچھا کہ کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں

سب نے اقرار کیا ہاں۔ سب سے عہد لیا کہ میرے سوائے اور کیسکو خدا نہ بنانا تمسے اس لیے عہد لے لیا گیا ہے کہ پہر تم یہ عذر نکرو کہ ہمارے باپ دادا بت پرستی کیا کرتے تہے ہمنے انہیں کی پیروی کی ہمارا کیا قصور ہے۔ اور اس عہد کو یاد دلانے کے لیئے میں انبیا بہیجوں گا۔ اُس وقت نیک و بد۔ شقی وسعید اور سیروزان کی استعداد و قابلیت کے لحاظ سے ممتاز ہوگئے تہے جنپر خدا کا نور پڑ گیا وہ اہل سعادت ہیں اور جنپر نہ پڑا وہ اہل شقاوت ہیں اور نبیوں سے بہی تبلیغ کا عہد لیا گیا تہا اور انبیا ارواح میں روشن چراغوں کیطرح چمک رہے تہے +

(۳) قَدْ أَفْلَحَ مَنْ زَكَّاهَا وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسَّاهَا۔ قرآن نے انسانی سعادت وشقاوت کا نقشہ اس آیت میں نہایت اختصار کے ساتہ کس خوبی سے کھینچکر دکہا دیا ہے حضرات انبیاء علیہم السلام کی جملہ شریعت حکمت نظریہ سے لیکر حکمت عملیہ تک سب اسی جملہ کی تفسیر ہے +

اس آیت میں تصریح ہے کہ جسنے اس عالم میں قویٰ بہیمیہ کے امتزاج (جو قدرت نے اسمیں ملکات فاضلہ پیدا ہونے کے لئے خمیر کی ہے)۔ جو کچہہ روح پر گرد وغبار جمتے ہیں اسنے پاک کر لیا اور اس کے اصلی جوہر کو چمکا دیا۔ تو اسنے دنیا اور دار آخرت میں بہی فلاح پائی سا ور جسنے اسکو آلودہ کر لیا وہ دنیا میں بہی خراب ہوا آخرت میں بہی +

اسمیں کوئی شبہ نہیں کہ خدا کو ازل میں ہونیوالے واقعات کا پورا علم تہا جو اہر واعیان جو کچہہ عالم شہود میں پیش آتے جاتے ہیں اور انسان جو کچہہ کر رہا ہے اور جو کچہہ کریگا اور جو کچہہ کر چکا ہے سب اسکے علم ازلی میں تہا۔ اور خدا اسنے اول ہی سے ارواح میں استعداد وقابلیت بہی مختلف رکہی تہی اور یہ اسکا کچہہ بہی ظلم نہیں کہ زید کو بادشاہ اور عمر کو اسکا نوکر کیوں بنا دیا اب سعادت وشقاوت جو کچہہ اس سے ظاہر ہو رہا ہے اسی قابلیت واستعداد ازلی کا نتیجہ ہے۔ یہی وہ تقدیر[لہ] ہے کہ جو نہ بدلی ہے نہ بدلے گی

لہ تقدیر کے یہ معنی سمجہنا کہ دنیا اور دین کے کاموں میں ہماری کوشش بیکار ہے اور اسکو اپنی سستی کا حیلہ

لیکن اس کے ساتھ بندیکو قدرت وارادہ بھی دیا گیا ہے کہ وہ مساوی الطرفین کام کو ایک طرف وجود یا عدم میں لاسکتا ہے یہ اپنے افعال ارادیہ میں مجبور نہیں اس کے ارادی حرکات وسکنات مرتعش کے ہاتھ کے حرکات وسکنات کیطرح بے خودانہ نہیں۔ یہی وہ بندیکی قدرت واختیار ہے جسکو ٹھیک طور پر عمل میں لانے سے قابل مدح اور برے طور پر استعمال میں لانے سے قابل ذم ہے۔ اور اسی قدرت واختیار کے سبب بندہ اچھے کاموں کے عمل میں لانے پر مامور اور برونکے عمل میں لانے سے ممنوع کیا گیا ہے اور اس بجاآوری حکم اور اسمیں سعی کوشش کے سبب یہ ماجور وممدوح ہے اور نافرمانی سے معذب اور مقبوح ہے اس عالم میں اس کے لیے ترقی کی راہیں کھلی ہوئی ہیں۔

گوئی توفیق وسعادت درمیاں افگندہ اند کس بمیداں درنمے آید سواراں راچہ شد

قرآن خود خبر دیتا ہے وَاَنْ لَّیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی ۝ وَاَنَّ سَعْیَہٗ سَوْفَ یُرٰی کہ انسان کے لیے اسکی کوشش کے سوا اور کچھ نہیں۔ اور وہ اپنی کوشش کے نتائج کو بہت جلد دیکھے گا ✤

پس خدانے انسانوں کو دو قوتیں عطا فرمائی ہیں اول قوت نظریہ۔ جسکی اصلاح کو شرع میں ایمان اور بگاڑ کو کفر وشرک وجہل کہتے ہیں۔ دوسری قوت عملیہ یعنی عمدہ کاموں کو عمل میں لانا اس کی درستی واصلاح کو تقوی کہتے ہیں اور بگاڑ کو فسق وفجور ✤

انسان کے ان عمدہ علوم اور ملکات فاضلہ اور اعمال صالحہ کا ضرور روح پر ایک اثر پہونچتا ہے۔ کیا کوئی شخص اسکا انکار کرسکتا ہے کہ اسکو بعض چیزوں اور بعض کاموں کے کرنے سے خوشی نہیں ہوتی اور اس کے برخلاف میں رنج نہیں ہوتا؟ یہ جدانیات اور

بقیہ ص ۱۳۰ ابنا نا اور ہاتھ پاؤں توڑ کر بیٹھ رہنا بڑا غلط خیال ہے جو نصوص قرآنیہ واحادیث نبویہ وآثار صحابہ وہدایات انبیاء وہدایت عقل کے سراسر خلاف ہے ۱۲ منہ

نفسانی کیفیات ہیں جن کا انکار بجز مجنون کے اور کون کرسکتا ہے؟ لذات انکار لذات ابکار سے بدرجہا بہتر ہوتی ہیں۔ کسلئے کہ لذات ادراک ملائم کا نام ہے پھر جب مدرک اور مدرک دونوں عمدہ ہونگے تو اس ادراک کی کیا کیفیت ہوگی۔ انسان میں دراصل مدرک روح ہے وہ اِن مادیات کا ادراک تو حواس کے ذریعہ سے اور مادیات کا عقل سے کرتی ہے اور یہ ظاہر ہے کہ ادراک حسی بہ نسبت ادراک عقلی کے ناکمل ہے پھر جب روح نے مجردات اور واجب الوجود کا ادراک کیا تو اسکی لذت کا بہ نسبت ادراک مادیات کے کہ جہاں ادراک بھی ناکمل اور مدرک بھی ناکمل کیا اندازہ ہوسکتا ہے۔ کھانے پینے جماع کرنے نغمات سننے خوشبوئیں سونگھنے میں جو ادراک مادیات سے ہے وہ لذت نہیں جو ادراک روحانی روحانیات میں ہے۔ مگر روح جبتک اس پیکر انسانی سے وابستہ ہے اور اس کے رنگ میں رنگین ہے اسوقت تک اسپر اس ادراک روحانی کی لذت ورنج کا پورا پورا ظہور نہیں ہوتا جیساکہ کلورافارم سونگھنے کے بعد بیہوشی میں کسی لذت و درد کا علم نہیں رہتا۔ لیکن مرنیکے بعد جب بہیمیت کے تمام نشے دور ہوجاتے ہیں وہ اثر پورا معلوم ہونے لگتا ہے[۵]

برو زحشر شود ہمچو صبح معلومت — کہ باکہ باختی عشق درشب دیجور۔

[۵] باش تا بندروئے بکشایند — باش تا باتو در حدیث آیند

تاکیا تراانشانده بر در — تاکیا ترا گرفته در بر

اس آیت میں اسی مضمون کی طرف اشارہ ہے فَكَشَفْنَا عَنْكَ غِطَاءَكَ فَبَصَرُكَ الْيَوْمَ حَدِيدٌ۔ اور کسیقدر اس عالم میں بھی اِن روحانی لذات و آلام کا ادراک ہوجاتا ہے باصفا لوگوں کو اپنے معارف وعبادات اور نیک کاموں کا سرور و نور معلوم ہوتا ہے اور ہر عبادت کے انوار بتامائز ہوتے ہیں انکی یہ لذت جملہ لذات حسیہ سے فائق ہوتی ہے اور اسیطرح خطرات وغفلات اور گناہوں کی ظلمت بھی معلوم ہوتی ہے۔ اور

[۵] سوہنے تیری آنکھوں سے پردہ اٹھادیا بس آج تو تیری نگاہ بڑی تیز ہے ۱۲ منہ

اسپر انکو وہ رنج و قلق ہوتا ہے جو حسی آرام سے بدرجہا بڑھکر ہوتا ہے جبپر وہ گریہ و زاری توبہ و استغفار کرتے ہیں اور انکا یہ الم ان کے لیئے دنیاوی جہنم نیکران کے لیے کفارہ ہو جاتا ہے +

الحاصل بندہ نے بقدر استعداد روح جسقدر اس آئینہ کو قوت نظریہ و عملیہ کے ذریعہ سے صاف کرلیا اسیقدر اسنے فلاح پائی اور جسنے جسقدر اس آلایش میں آلودہ کیا وہ خسارہ میں پڑا

(۴) روح کو اس عالم میں آکر روحانی مرض و صحت اور ترقی و تنزل کے اسباب بغیر انبیاء علیہم السلام کے تبلائے اچھی طرح سے معلوم نہیں ہو سکتے کیونکہ عقل کے ساتھ ہمیشہ وہم معارض رہا کرتا ہے خصوصاً ان چیزوں کے ادراک میں کہ جہاں حواس خمسہ کام نہ آسکتے ہوں نہ فلسفہ و سائنس رہبری کرسکتا ہو جسنے محسوسات کے دائرہ سے ایک انچہ برابر بھی باہر قدم نہیں رکھا اور یہی وجہ ہے کہ بعض علوم و اعمال کو بعض بہتر اور دوسرے مضر اور غلط سمجھتے ہیں ہنود گوشت کہانے اور حیوانات کے ذبح کرنے کو سخت گناہ جانتے ہیں برخلاف انکے تمام بنی آدم اسکو برا نہیں جانتے۔ خلاصہ یہ کہ عقائد و اعمال کے نتائج کہ کس پر کیا روحانی نتیجہ مرتب ہوتا ہے ایک ایسا امر ہے کہ جہاں صرف عقل کام نہیں کرسکتی بلکہ آمیزش وہم سے غلطی میں پڑجاتی ہے۔ مثلاً ایک خدا کے تین حصہ سمجھنا اور گوشت و خون مسیح علیہ السلام کا سمجھکر روٹی کھانا۔ جسکو عشاء ربانی کہا جاتا ہے۔ پانی کے حوض میں اس نیت سے غوطہ لگانا کہ تمام گناہ معاف ہو جائیں گے۔ دفع امراض کے لیئے گدہوں کو دانا کھلانا کہ اس سے انکے اولاد کو چیچک مضرت نہ پہونچائے گی۔ بتوں اور خیالی معبودوں کی نذر و نیاز کرنا انکو پکارنا۔ صدہا عملیات اور ٹوٹکوں کو اور نجومیوں کے فرمودہ صدقات عمل میں لانا جیسا کہ بہینسا ذبح کرنا۔ ماش اور تیل خیرات کرنا۔ سونے کا پتلا بناکر نجومی و برہمن کو دینا چوراہے میں خشکہ اور دہی اور ہلدی کی گرہ ڈال کر رکھدینا وغیرہ ان سب خرافات کو دفع بلیات و حصول مقاصد کا ذریعہ جاننا ایک ایسا بیہودہ خیال ہے کہ جسکی نہ عقل رہبر ہے

نہ نقل بلکہ بعینہ ایسا ہی ربط ہے کہ جیسا کھانا کھائے کوئی اور موٹا ہو کوئی دوسرا یہی توہمات مذاہب باطلہ پیدا ہونے کے اسباب ہوئے ہیں اور اسمیں انسان کی عمر گرانمایہ ضائع ہو کر بجائے ثمرات حسنہ پیدا ہونے کے برے نتائج پیدا ہونیکا قوی اندیشہ ہے جیسا کہ اس جہل مرکب کے بابت قرآن مجید ارشاد فرماتا ہے۔ قُلْ هَلْ نُنَبِّئُكُمْ بِالْأَخْسَرِينَ أَعْمَالًا ۝ الَّذِينَ ضَلَّ سَعْيُهُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَهُمْ يَحْسَبُونَ أَنَّهُمْ يُحْسِنُونَ صُنْعًا ۝[۱] اس اوس رحیم وکریم نے اس مشکل کشائی کے لیئے حضرات انبیاء علیہم السلام بھیجے اور انپر کتابیں نازل فرمائیں جنمیں روحانی امراض کے مجرب نسخے اور عقائد و اعمال پر یقینی نتائج مذکور ہیں۔ اس مشکل کا حال بجز الہام ربانی اور وحی انبیاء کے اور کسی دوسرے طریق سے ہو نہیں سکتا اس لیئے اس رحیم نے روحانی حکماء حضرات انبیاء علیہم السلام بھیجے

(۵) روح کا اس پیکر جسمانی کے ساتھ چندروزہ تعلق ہے۔ جسمانی قویٰ جو قدرت نے ودیعت رکھے تھے تحلیل ہوتے ہوتے آخر ایک روز یہ رشتہ تعلق منقطع ہو جاتا ہے اسکو موت طبعی کہتے ہیں۔ جس کے لیئے اطباء نے بلحاظ بلاد حارہ وباردہ مختلف تعداد قائم کی ہے۔ اس زمانہ میں اوسط عمر طبعی بلحاظہ ستر برس کی ہے۔ اس کے سوا بیرونی واقعات بھی پیش آجاتے ہیں امراض شدیدہ۔ قتل۔ وغیرہ اسلئے بھی وہ رشتہ منقطع ہو جاتا ہے اس موت سے روح نہیں مرتی نہ اس کے ادراک وعلوم زائل ہو جاتے ہیں۔ اب صرف یہ فرق ہو گیا کہ جو پہلے حواس سے ادراک جزئیات ولذائذ والام حسیہ ہوتے تھے اب بغیر اسکے ہونے لگے پہلے وہ پیکر جسمانی کے سبب محسوس تھا اب اوس قالب سے باہر ہو جانے کے سبب غیر محسوس ہو گیا اور پہلے بھی محسوس صرف پیکر تھا مگر پیکر سے اسکا رشتہ اتحاد تھا جسلئے اوسکا محسوس ہونا کہا جاتا تھا ورنہ جو یہ پہلے تھا وہی اب بھی ہے بلکہ اب

مرنے کے بعد انسان کی اور ارواح کی کیفیت

---

[۱] کہو تو تمکو ہم بتائیں کہ کون خسارہ میں پڑے ہوئے ہیں ؟ وہ کہ جن کی دنیاوی کوششیں بیکار گئیں اور وہ یہی سمجھ رہے ہیں کہ ہم اچھے کام کر رہے ہیں ۱۲ منہ

تکمیل ہوگئی اور یہی وہ حیات جاودانی ہے جسکے انبیا ر و اولیا اور ان سب میں حضرت خاتم المرسلین صلے اللہ علیہ وسلم زیادہ تر زندہ کہلانے کے مستحق ہیں۔ البتہ انکی موت سی حیات جسمانی نہیں رہی نہ اب انپر وہ جسمانی احکام مترتب ہوتے ہیں کیونکہ یہ خلاف مشاہدہ وخلاف آیت ہے انک میت وانہم میتون ہاں بعض افراد کا جسم عنصری لطافت کیطرف مستحیل ہو جاتا ہے وہ ویسے ہی زندہ رہتے ہیں مسیح والیاس وغیرہما۔

پاک ارواح کو مرنے سے پہلے اوس عالم نورانی کیطرف انجذاب ہونے لگتا ہے کیونکہ ہر شے اپنی اصل کیطرف میل رکھتی ہے۔ روح نورانی ہے اسلئے اسکا سیلان بھی اسیطرف ہوتا ہے البتہ جنکی روحوںپر کثافت چھاگئی ہے وہ ان کو اسطرف مائل نہیں ہونے دیتی بلکہ عالم سفلی اور اس کے لذات کیطرف کھینچتی رہتی ہے۔ ارواح طیبہ کو کبھی وہ عالم قدس خواب میں کبھی مکاشفہ میں دکھایا جاتا ہے تب تو انپر اس قفس تن سے آزاد ہوکر اوڑ جانے کی بہت ہی بیقراری طاری ہو جاتی ہے۔ پھر دنیا اور اس کے لذات سے تعلقات بھی کم ہونے لگتے ہیں جسطرح نسیم سحر کیوقت مرغان چمن کے چہچہے سنکر انہیں میں کا وہ طائر جو قفص میں بند ہو کس حسرت سے کہتا ہے ؎

آواز من برسانید بمرغان چمن۔ کہ ہم آواز شما در قفصے افتادہ است

اسیطرح ا نکا حال ہوتا ہے خصوص حضرات انبیاء علیہم السلام واولیا ءکرام کا شوق تو حد سے گزر جاتا ہے۔ اسیلئے وہ مرنے سے پہلے واقف بھی ہو جاتے ہیں اور دہر عالم قدس کے لوگوں میں اشتیاق غالب آجاتا ہے وہ بھی ان کے منتظر رہا کرتے ہیں اور بوقت رحلت استقبال کے لیے بھی آتے ہیں۔ آنحضرت صلعم مہینوں پیشتر اپنی رحلت سے مطلع فرما چکے تھے اور لوگوں سے رخصت ہوتے تھے اور وقت اخیر یہی کلمہ ورد زبان تہا اللہم الرفیق الاعلیٰ۔ کہ الٰہی جلد مجھے بارگاہ قدس میں پہونچا۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے جبکہ خواب میں حضرت یعقوب اور اسحاق اور ابراہیم علیہ السلام اور اپنی

والدہ کو دیکھا کہ ایک عمدہ اور روح کش مقام میں کرسیوں پر بیٹھے ان کا انتظار کر رہے ہیں تو اس عالم کے شوق میں بیدار ہو کر یہی دعا مانگی توفنی مسلما والحقنی بالصلحین عموماً ایمانداروں کو بھی جن کی ارواح میں کچھ بھی لطافت ہوتی ہے چالیس برس کے بعد جبکہ قوی بہیمیہ کا زور ٹوٹنے پر آ جاتا ہے تو اسی عالم کا شوق پیدا ہو جاتا ہے چنانچہ یہ آیت اس حال کو بیان فرما رہی ہے۔ حَتّٰۤی اِذَا بَلَغَ اَشُدَّهٗ وَبَلَغَ اَرْبَعِیْنَ سَنَةً قَالَ رَبِّ اَوْزِعْنِیْۤ اَنْ اَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِیْۤ اَنْعَمْتَ عَلَیَّ وَعَلٰی وَالِدَیَّ وَاَنْ اَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضٰىهُ وَاَصْلِحْ لِیْ فِیْ ذُرِّیَّتِیْ اِنِّیْ تُبْتُ اِلَیْكَ وَاِنِّیْ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ

عارفین بھی اپنے کلام میں اسی اشتیاق کو ظاہر کرتے رہتے ہیں۔ ؎

تو ہی آں دست پرور مرغ گستاخ۔ کہ بودت آشیاں بیروں ازیں کاخ
چرا زاں آشیاں بیگانہ گشتی۔ چو دونا چند ایں ویرانہ گشتی۔
بیفشاں بال و پر ز آمیزش خاک بہ پر تا کنگرہ ایوان افلاک

برخلاف ناپاکوں کے کہ انکو اور بھی عالم سفلی و لذائذ خسیسہ کیطرف رغبت بڑھ جاتی ہے۔ انسان جب کسی کام کو بار بار کرتا اور رات دن اسیکا شغل رکھتا ہے تو اسکام کا

سله کہ الٰہی مجھے اپنی نیازمندی میں موت دیجئے اور ابرار سے ملا دے ۱۲ منہ

سله یہاں تک کہ جب مومن اپنی پوری قوت اور چالیس برس کو پہونچ جاتا ہے تو دعا کرتا ہے کہ اے رب مجھے ایسات کی توفیق دے کہ آپنے جو کچھ مجھپر اور میرے ماں باپ پر عنایتیں کی ہیں میں انکا شکر ادا کروں اور یہ کہ وہ کام کرتا ہوں جو آپ کو پسند ہوں اور میری اولاد میں بھی صلاحیت دے (کہ اس سے ہمیشہ سلسلہ عبودیت قایم رہے) کیونکہ میں آپ کی طرف رجوع ہو گیا اور میں تیرے نیازمندوں میں سے ہوں۔ اسلام گردن نہادن اس سے مراد تابعداری ان احکام کی جو اسنے اپنے رسولوں کی معرفت بھیجے ہیں۔ مرتے وقت اسلام میں ہونے کی آرزو انبیاء کو بھی تھی اور یہی ایک عمدہ واسطہ بندہ اور اسکے خدا میں ہے۔ آمین ۱۲ منہ

اسمیں ایک ملکہ بہی پیدا ہو جاتا ہے۔ شب و روز دنیا طلبی، رات دن لہو و لعب میں شغل۔ فسق و فجور۔ مکاری و عیاری میں انہماک۔ اسکے جوہر نورانی کو بالکل سیاہ کر دیتے ہیں۔ اس کی اور بہی حرص دنیا بڑہ جاتی ہے ع مرد چوں پیر شود حرص جواں میگردد۔ یہ مرنے کے نام سے بہی ڈرتا ہے۔ وہاں جانا ایسا برا سمجھتا ہے کہ جیسا کوئی ملزم عدالت میں جانا۔ اسلئے بوقت اخیر گروہ اول کا فرح و سرور اور گروہ ثانی کا رنج و غم جنت و دوزخ بنکر سامنے آتا ہے۔

وقت مرگ کا حال

(۶) بوقت مرگ ہر انسان کا معاملہ اسکی روح کی صفائی اور کدورت کے لحاظ سے جداگانہ پیش آتا ہے۔ جو مومن اور نیک ہیں۔ یعنے ان کی روح پر تاریکی بہمیت غالب نہیں ملائکہ ان کی گرہ کہولنے کو آتے ہیں اس قفص عنصری سے نہایت آسانی کے ساتہ روح کا تعلق منقطع کر دیتے ہیں حَتّٰیٓ اِذَا جَآءَ اَحَدَکُمُ الْمَوْتُ تَوَفَّتْہُ رُسُلُنَا۔ قُلْ یَتَوَفّٰکُمْ مَّلَکُ الْمَوْتِ الَّذِیْ وُکِّلَ بِکُمْ۔ جب حواس ظاہرہ پر پردہ پڑ جاتا ہے اور یہ بیکار ہو جاتے ہیں تو جسطرح خواب میں ایک دوسرا عالم منکشف ہو جاتا ہے۔ اسیطرح اب ایک دوسرا عالم نمایاں ہونے لگتا ہے حقیقت میں خواب دنیا سے آنکہہ کہل گئی۔ جہاں تک اسکی نگاہ کام کرتی ہے فرشتے اور روحانیات اس کے مرتبہ کے موافق جن سے اسکو اور اسکو انسے ارتباط تہا اس کے لینے کے لیئے آئے بیٹہے دکہائی دیتے ہیں۔ ان کی وہ مانوس اور دل خوش کن صورتیں اور اس عالم کی بہار جو کچہہ اسکو مسرور کر رہی ہے اسکا بیان نہیں ہو سکتا۔ اب وہ اسکی روح کو نہایت لباس فاخرہ سے جسمیں نہایت خوشبو ہے عالم بالا کو لیجاتے ہیں۔ اسکے مرتبہ کے موافق اسکو خدا تعالیٰ کے دربار میں حضوری ہوتی ہے اور اس کو **علیین** میں رہنے کا حکم ہوتا ہے۔ وہاں اپنے اعزہ و احباب سے ملتا اور ہر طرح کی فرحت و سرور سے حیات جاودانی بسر کرتا ہے۔ اس حضوری کے بعد۔ اسکو ہر طرح کی آزادی ہے وہ اپنے جسم اور گہر والوں اور دوست احباب کو روتے غم کرتے دیکہتا ہے اور سب کو پہچانتا ہے۔ پہر اسکو اپنے جسم عنصری کے ساتہ بہی ایک قسم کا علاقہ قائم رہتا ہے

خواہ وہ جسم ہوا میں لٹکا دیا جاوے یا دریا میں ڈبو دیا جاوے یا جلا دیا جاوے یا گڑھے میں دبا دیا جاوے بہر حال اِس تعلق کے سبب جسکو شرع نے وَيُعَادُ رُوحُهٗ فِی جَسَدِهٖ سے اور کبھی یقعد[1] انہ سے اور کبھی فیجلسانہ سے تعبیر کیا ہے یہاں کے ملائکہ بھی جو اسکے لیئے نعیم و راحت پہونچانے پر معین ہیں اس سے توحید و رسالت کی بابت سوال کرتے ہیں کسلیئے کہ نجات کا زیادہ تر دار و مدار تکمیل قوت نظریہ[2] ہے اور قوت نظریہ کی تکمیل کے لیئے اسیقدر کافی ہے آگے جو کچھ اسنے ترقی کی ہر وہ اس کے رفع درجات کا باعث ہے جب یہ خدا کی توحید اور نبی آخر الزماں کی رسالت کا اقرار کرتا ہے تو اس اقرار کے بعد اسکو عالم علیین کے اندر جانے کی اجازت دیتے ہیں تب ہر قسم کے نعیم و ناز میں رہتا ہے۔ قیامت تک۔ یہ اس شہر قدس میں داخل ہونے کے لیئے ایک قاعدہ ہے جس سے بہت لوگ مستثنیٰ بھی ہیں مسلمانوں کی صغیر اولاد شہدار انبیار اولیار اور جو کافر و مشرک اور اسپر فاسق و فاجر بھی ہے تو اسکو مہیب ملائکہ اور اس کے بُرے اعمال متشکل ہوکر نظر آتے ہیں اور بہت سختی اور اہانت سے اسکی روح قبض کرکے اوپر لیجانا چاہتے ہیں جسمیں سے بدبو آتی ہے لیکن اسکا وہ ثقل ہیولانی جو اس کے جوہر نورانی پر غالب آگیا ہے اسکو عالم بالا تک جانے نہیں دیتا جسکی طرف اِس آیت میں اشارہ ہے لَا تُفَتَّحُ[3] لَهُمْ اَبْوَابُ السَّمَاءِ وَلَا يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ حَتّٰى يَلِجَ الْجَمَلُ فِىْ سَمِّ الْخِيَاطِ ۝ تب وہ عالم سفلی کیطرف پھینکدیجاتی ہے جسکی طرف اِس آیت میں اشارہ ہے وَمَنْ[4] يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَكَاَنَّمَا خَرَّ مِنَ السَّمَاءِ اب اوسی علاقہ مخصوص کے سبب عالم برزخ کے

---

[1] اس کی روح اِس کے جسم میں لوٹائی جاتی ہے۔ [2] فرشتے اِسکو بٹھاتے ہیں [3] کفار اور مشرکین کی روح کے لیئے آسمانوں کے دروازے نہ کھولے جائیں گے کہ وہ اوپر جائیں) اور نہ وہ جنت میں جائیں گے یہاں تک کہ اونٹ سوئی کے ناکے میں گھس جائے ۱۲ [4] اور جسنے شریک کیا اللہ کے ساتھ کسی اور کو گویا کہ وہ آسمان سے گر پڑا۔ ۱۲ منہ

ملائکہ اُس سے توحید و رسالت کی بابت پوچھتے ہیں اور یہ جواب نہیں دیتا یا غلط جواب دیتا ہے تو اسکو ہر قسم کا عذاب قیامت تک دیا جاتا ہے۔ (یہ مضمون اکثر احادیث میں وارد ہے) اور جسجگہ یہ اشرار معذب ہوتے ہیں اسکو **سجین** کہتے ہیں۔ یہ انکا جیلخانہ ہے۔

سوال۔ یہ سب خیالی باتیں ہیں۔ کسلیئے کہ قبر میں صدہا مردوں کی لاشیں دیکھی گئیں نہ ان کے جسم میں انکی روح کا اعادہ کیا گیا وہ تو ویسے کے ویسے ہی بیجان اور بے جان مردے نظر آئے نہ انکا وہ ثواب نظر آیا نہ وہ عذاب کسیکو باغ و انہار ہر قسم کی راحت میں نہیں دیکھا گیا نہ اسکے پاس حور و غلمان بیٹھے نظر آئے نہ انگور وغیرہ میوے دیکھے گئے۔ نہ کسی پر آتشیں گرز پڑتے دیکھے نہ کسیکو آگ میں جلتے دیکھا نہ سانپ اور بچھو ڈستے دکھائی دیئے گئے ایسی باتوں سے عرب کے پیغمبر نے اس ملک کے جاہلوں کو ڈرا اور رجھا کر مطیع کر لیا تھا۔

جواب۔ ہم کہہ چکے ہیں کہ روح محسوس نہیں نہ اسکے ثواب و عذاب محسوس ہیں پھر انکا نظر نہ آنا کوئی تعجب خیز بات نہیں اور قبر سے مراد وہ عالم برزخی ہے اور اس گڑھے کو کہ جہاں جسم پڑا ہوا ہے اوسی تعلق خاص کے سبب قبر کہا جاتا ہے ورنہ نہ اسمیں روح بند ہے نہ اسمیں ثواب و عذاب ہو رہا ہے۔ البتہ کبھی کبھی اس روحانیت کے ثواب و عذاب کا اثر اس بدن پر بھی نمایاں ہو جاتا ہے[1]۔ اسکی بعینہ ایسی مثال ہے کہ کوئی شخص خواب میں کوئی رنج و راحت کے سامان دیکھے یا کہیں کی سیر کرے اور اسپر واقعات پیش آئیں اس کے جسم پر دیکھنے والے کو انہیں سے کوئی بات بھی محسوس نہیں ہوتی بلکہ وہ تو وہیں پڑا ہوا دکھائی دیتا ہے پھر کیا وہ دیکھنے والا اس کے خواب کے واقعات کو جو اس کی روح پر

---

[1] اسی لیئے حضرات انبیاء علیہم السلام اور اکثر اولیاء کرام و بعض شہداء و صالحین کا جسم بھی یونہی سلامت رہتا ہے بغیر کسی حنوط اور مصالح لگانیکے سینکڑوں برسوں کے بعد انکی قبروں میں ویسی کی ویسی لاشیں دکھائی دی ہیں۔ اور اسکا بارہا مشاہدہ ہوا ہے اور اسیطرح بعض اشقیاء کے بدن پر بھی آثار عذاب دیکھے گئے ہیں۔ روح جو برسوں جسم میں رہی ہے اسکا اثر جسم تک پہنچ جانا کوئی تعجب کی بات نہیں ۱۲

پیش آرہے ہیں جھٹلا سکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔ البتہ کبھی واقعات خواب کا جسم پر بھی اثر نمایاں ہوتا ہے۔ خواب میں کوئی چوٹ آئے تو بیدار ہونے کے بعد اعضاء جسم میں درد محسوس ہوا ہے۔ یا خواب میں رونے کا اثر دکھائی دیا ہے کہ آنکھوں سے آنسو رواں پائے گئے ہیں۔ اسی طرح احتلام کا اثر ہے۔ ان حقائق کا انکار کرنا محض کوری اور سخت بے نصیبی ہے +

(۷) انبیائی سلسلہ کے لوگ بالاتفاق روح پر عذاب و ثواب ہونے کے قائل ہیں اور اسکے بھی کہ روح انسان کے مرنے کے بعد باقی رہتی ہے اور اسکو دنیا کے تمام واقعات یاد رہتے ہیں اور اپنے عزیزوں دوستوں سے محبت بھی باقی رہتی ہے اور پھر روح کسی دوسرے جسم عنصری میں جزا و سزا بھگتنے کے لئے نہیں آتی جسکو **تناسخ** ہندی میں **آواگون** کہتے ہیں۔ قرآن فرماتا ہے وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ یُّقْتَلُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ ؕ بَلْ اَحْیَآءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ ۝ سورہ بقرہ۔ رکوع ۱۷ + وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ قُتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا ؕ بَلْ اَحْیَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ یُرْزَقُوْنَ ۝ فَرِحِیْنَ بِمَآ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ وَ یَسْتَبْشِرُوْنَ بِالَّذِیْنَ لَمْ یَلْحَقُوْا بِهِمْ مِّنْ خَلْفِهِمْ اَلَّا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ ۝ سورہ آل عمران رکوع ۱۶۔ اور جو لوگ اللہ کی راہ میں مارے گئے ہیں انکو مرا ہوا نہ سمجھنا بلکہ وہ اپنے رب کے پاس موجود ہیں انکو روزی دیجاتی ہے اور جو کچھ اللہ نے ان کو اپنی عنایت سے بخشا ہے اسمیں خوش و خرم رہتے ہیں۔ اور جو ان کے عزیز دوست ابھی مرکر اسکے پاس نہیں پہونچتے ہیں ان کی طرف سے بھی خوشی پاتی ہیں کہ انپر بھی کوئی خوف اور رنج نہیں۔ قِیْلَ ادْخُلِ الْجَنَّةَ ؕ قَالَ یٰلَیْتَ قَوْمِیْ یَعْلَمُوْنَ ۝ بِمَا غَفَرَ لِیْ رَبِّیْ وَجَعَلَنِیْ مِنَ الْمُكْرَمِیْنَ ۝ سورہ یسین رکوع ۲۔ جب عیسے کے رسولوں میں سے ایک کو لوگوں نے قتل کر ڈالا تو اسکو حکم ہوا کہ جاؤ جنت میں داخل ہو جاؤ جنت میں

جاکر اسنے کہا کہ اے کاش میری قوم کو بھی یہ معلوم ہو جاتا کہ میرے ربنے مجھے بخشدیا اور مجھپر کیا کیا عنایت کی۔ اَلَمْ یَرَوْا کَمْ اَهْلَکْنَا قَبْلَهُمْ مِنَ الْقُرُوْنِ اَنَّهُمْ اِلَیْهِمْ لَا یَرْجِعُوْنَ وَاِنْ کُلٌّ لَّمَّا جَمِیْعٌ لَّدَیْنَا مُحْضَرُوْنَ ۝ سورہ لیسین رکوع ۱- کیا وہ اس بات کو نہیں دیکھتے کہ اسنے پہلے ہمنے کتنی قوموں کو ہلاک کردیا وہ پھر کر ان کے پاس نہیں آتے وہ تو سب کے سب ہمارے پاس حاضر کئے گئے ہیں +

ان آیات سے یہ باتیں ثابت ہوئیں (۱) یہ کہ مرکر انسان نیست نہیں ہو جاتا جیسا کہ اہل محسوسات (فلسفہ جدید) کہتے ہیں (۲) یہ کہ نیکوں کو ایک دوسرے عالم میں خدا کی طرف سے ہر قسم کی نعمتیں ملتی ہیں اور فرحت و سرور بے اندازہ نیں مسرور رہتے ہیں۔ (۳) یہ کہ انکو اپنے دنیاوی دوست اور عزیزوں سے علاقہ ہمدردی اور محبت باقی رہتا ہے جبپر انکو انکی طرف سے بھی بخشش و عنایت کا اطمینان دلایا جاتا ہے ۔ (۴) مرکر دنیا میں پھر واپس نہیں آتے۔ وَمِنْ وَّرَآئِهِمْ بَرْزَخٌ اِلٰی یَوْمِ یُبْعَثُوْنَ کہ ان کے سامنے قیامت تک ایک پردا ہے جس سے وہ پھر کر دنیا میں نہیں آتے اور یہی آیات ہیں اور احادیث میں تو نہایت تشریح ہے **انجیل لوقا** کے سولہویں باب میں حضرت مسیح علیہ السلام کا یہ قول منقول ہے +

"ایک دولتمند تھا جو مہین اور لال کپڑے پہنتا تھا اور ہر روز شان وشوکت سے عیش کرتا تھا۔ اور ایک دوسرا شخص بھی تھا جسکا لعزر نام تھا جس کے بدن مین ناسور تھے اور وہ اس کی ڈیوڑھی پر پڑا ہوا تھا جسکو آرزو رہتی تھی کہ اس کی میز کے گرے ہوے ٹکڑوں سے اپنا پیٹ بھرے اور کتے آکر اس کے زخموں کو چاٹا کرتے تھے۔ اور ایسا ہوا کہ غریب لعزر مر گیا اور فرشتوں نے اسے لیجا کر ابراہیم[۱] کی گود میں رکھا اور پھر وہ

[۱] حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ایمانداروں کے ساتھ علاقہ پدری ہے اسی لئے اوس عالم میں وہ ارواح مومنین کے مربی ہیں اسلئے مناسبت اور ارتباط قائم رکھنے کیلئے مسلمانوں کو درود نماز میں ابراہیم علیہ السلام پر بھی رحمت بھیجنے کا حکم ہے ۱۲ منہ

دولتمند بھی مر گیا اور گاڑ دیا گیا اس نے دوزخ کے اندر سے بڑے عذاب میں سے دورسے آنکھہ اوٹھا کر ابراہیم کو اور لعزر کو اُن کی گود میں دیکھا۔ تب اس نے پکار کر کہا کہ اے باپ ابراہیم مجھپر رحم کر اور لعزر کو بھیج کہ اپنی اُنگلی کا سرا پانی میں ترکرکے میری زبان ٹھنڈی کرے کیونکہ میں اس لو میں تڑپتا ہوں تب ابراہیم نے فرمایا کہ تو دنیا میں اپنی زندگی کے مزے لے چکا اور لعزر تکلیفیں پا چکا۔ سو اب وہ آرام پاتا اور تو تڑپتا ہے۔ اس کے سوا ہمارے اور تمہارے درمیان ایک خندق حائل ہے جسکے سبب ادہر کے لوگ اودہر اور اُدہر کے ادہر نہیں جا سکتے تب اسنے کہا کہ میں آپ کی منت کرتا ہوں کہ لعزر کو میرے باپ کے گھر بھیجے کیونکہ میرے پانچ بھائی اور ہیں یہ جاکر انکو مطلع کرے ایسا نہو کہ وہ بھی اسی عذاب کی جگہ میں آئیں ابراہیم نے فرمایا کہ ان کے پاس موسیٰ اور دوسرے نبی ہیں چاہیئے کہ وہ ان کی سنیں اس نے کہا اے باپ ابراہیم اگر کوئی مردوں میں سے انکے پاس جائیگا تو وہ ضرور توبہ کرینگے ابراہیم نے جواب دیا کہ جب وہ موسےٰ اور دیگر نبیوں کی نہیں سنتے تو اگر مردوں میں سے بھی کوئی اِن کے پاس جائیگا تو وہ کب مانیں گے +

اس قول سے بھی یہ چند باتیں ثابت ہوتی ہیں (۱) یہ کہ مرتے ہی قیامت سے پہلے ہر شخص پر عذاب و ثواب عالم برزخ میں ہوتا ہے۔ کیونکہ دولتمند کے مرنے سے قیامت نہیں ہوگئی تھی بلکہ اس کے دنیا میں پانچ بھائی باقی تھے اور نیز مسیح علیہ السلام سے پہلے کا واقعہ ہے اور اسیکو شریعت اسلام میں **عذاب و ثواب قبر** کہتے ہیں جسپر بعض ناواقف مشنری بتقلید فلاسفہ اعتراض کیا کرتے ہیں۔ (۲) یہ کہ اب بھی دوزخ اور بہشت موجود ہے۔ کیونکہ لعزر بہشت میں اور دولتمند دوزخ میں تہا۔ (۳) اوس عالم میں نعمت و تکالیف جسمانی بھی ہیں گو یہ جسم عنصری نہو کس لیے کہ لو اور پانی کا ذکر اس واقعہ میں ہے اسیطرح اور اسباب نعیم و تکالیف بھی ہوں تو قرین قیاس ہے۔ اور نیز انجیل میں انگور کے شیرہ پینے کا بھی ذکر ہے۔ پہر کیا صرف انگور کے شیرے ہی پر قناعت ہوگی۔ یہ وہ

دوزخ اور بہشت، جسمانی ہے کہ جس پر ناواقف عیسائی اعتراض کیا کرتے ہیں۔ (۴) مرنے کے بعد اوس دولتمند کو اپنے بھائیوں کے ساتھ دردمندی تھی جس سے معلوم ہوا کہ دنیاوی امور کا علم اور محبت باقی رہتی ہے (۵) اوس عالم سے پھر دنیا میں واپس نہیں آتا۔ ہاں معجزہ کے طور کبھی کبھی سابق جسم میں روح کا لوٹ آنا ثابت ہوا ہے سو یہ تناسخ نہیں کسلئے کہ تناسخ دوسرے قالب میں اعمال کی جزا و سزا پانے کے لیے آتا ہے +

یہود کا صرف فرقہ صدوقی اور فلسفہ جدید اور فرقہ دہریہ اور مادیہ وطبعیہ چونکہ غیر محسوس چیز کا وجود نہیں مانتے اپنے اِس غلط قاعدہ کی پابندی سے مرنے کے بعد روح کے قائم رہنے اور اس کے ثواب و عقاب کا انکار کرتے ہیں جس بجز اِس لغو دلیل کے کہ جو محسوس نہیں ہم اسکو نہیں مانتے اور کوئی دلیل ان کے پاس نہیں۔ مگر اب بہت سے حکماء حال اِس کے قائل ہوتے جارہے ہیں۔ حکماء قدیم مرنے کے بعد روح کے قائم رہنے اور اسکو ثواب و عذاب ہونے کے قائل تھے مگر عمدہ علوم و معارف کی خوشی کو جنت اور بُرے علوم وملکات رذیلہ پر افسوس کرنے کو جہنم کہتے تھے۔ دیگر نعمار کے سبب سے اکر روح کو جوہر مجرد سمجھتے تھے قائل نہ تھے +

ہنود و عموماً روح کے باقی رہنے کا تو اقرار کرتے ہیں اور یہ بھی کہتے ہیں کہ وہ اپنے گیان و کرم کا پھل پاتی ہے مگر اسی عالم حسی میں تناسخ کے طور پر۔ یعنے وہ روح اپنے پہلے گیان و کرم کے موافق کسی اور دوسرے جسم میں جاتی اور رجنم لیتی اور جون بدلتی ہے۔ برا انسان مر کر کتے سور کے جسم میں ظہور کرتا ہے یہاں تک کہ انسان بلکہ جملہ حیوانات بلکہ نباتات کے جون میں جاتی ہے۔ اب وہ جو گوشت نہیں کہاتے اور ذبح حیوانات کو بڑا گناہ سمجھتے ہیں یہ تو بتائیں کہ جب نباتات بھی وہی انسان ہیں تو پھر انکا کہانا کیا انسان کا کہانا نہیں؟ اور ان کا توڑنا کاٹنا ذبح حیوانات نہیں تو پھر کیا ہے؟

گیان یعنی علم
کرم یعنی عمل ۱۲ منہ

اگر سب نہیں تو بعض کی تمکو کیا تمیز ہے +

مسئلہ تناسخ

نہ کسی دلیل و برہان عقلی سے ثابت ہے نہ کسی الہامی دلیل سے۔ محض ہنڈوں کا ایک خیالِ فاسد ہے۔ جسکی تقلیداً پیروی کرتے چلے آتے ہیں۔ بلکہ اِس کے بطلان پر یہ دلائل ہیں +

دلیل اول۔ جب یہ ثابت ہو چکا کہ تمام عالم خواہ مادہ مادیات خواہ ملائکہ خواہ ارواح سب حادث ہیں وصف قدم میں اِس کے ساتھ کسیکو بھی شرکت نہیں۔ تو اب ہم کہتے ہیں کہ جب اول بار روح کا جسم کے ساتھ تعلق ہے اور انسان بنکر عالم شہود میں آیا تو رنج و راحت جو کچھ گزر رہا ہے یا جو کچھ اسکو عمدہ صورت اور دولت و ثروت ملی ہے یہ کس عمل اور سابق علم کا ثمرہ ہے؟ کہنا پڑیگا کہ کسیکا بھی نہیں کسلئے کہ اِس سے پہلے اسنے نہ کوئی عمل کیا تھا نہ کوئی معرفت حاصل کی تھی۔ اور اگر ہم تھوڑی دیر کے لئے یہ بھی تسلیم کرلیں کہ ارواح قدیم ہیں جیساکہ ہنود کا خیال بلا دلیل ہے تو مرکبات کے حادث ہونے میں تو کلام ہی نہیں انسان یعنے اوسکا یہ پیکر اور اِس کے ساتھ تعلق روحانی ضرور حادث ہے۔ معلوم ہوا کہ یہ اگلے جنم کے اعمال و معرفت کا نتیجہ نہیں پس ثابت ہوا کہ تناسخ جسکو اعمال و معرفت سابقہ کا نتیجہ ثابت کرنے کے لئے ثابت کرتے ہیں۔ باطل ہے +

دلیل دوئم۔ دنیا کو دار العمل ہندو بھی مانتے ہیں اسیلئے آریہ ہندو اور قوموں کو اپنے مذہب میں ملاتے اور وید و نیز عمل کرنے سے مکش (نجات) حاصل ہونا فرماتے ہیں

ف آریہ ہندو کہتے ہیں کہ ابتدائے آفرینش میں چار وید چار رشیوں پر الہام ہوئے تھے وہ بتلائیں کہ ان کی کیا خصوصیت تھی اور اِن کے کونسے عمل سابق کا نتیجہ تھا ۱۲ منہ

نیک کاموں کا (وہ جو کچھ بھی اِن کے نزدیک ہوں) حکم دیتے ہیں اور انسان کو اپنے افعال کا
فاعل مختار بھی سمجھتے ہیں۔ پھر اگر دار العمل ہی جزا و سزا کا مقام ہو جائے تو وہ دار العمل نہ رہے
کیونکہ سزا میں گرفتار ہو کر اسکو نیک کاموں کی فرصت ہی کہاں ہوگی اور عیش و آرام شراب
وکباب جو اِس عالم کی بہشت ہے اِس کے مزے سے وہ کیونکر باز رہیگا اور کیوں رہے؟۔
اور بندہ جب اپنے اعمال میں مختار ہے تو کیا وجہ ہے کہ اسکو اِس عالم میں ان کی
کچھ بھی سزا و جزا نہ ملے۔ حالانکہ ملتی ہے زہر کھانے سے مرتا ہے تریاق سے
فائدہ اُٹھاتا ہے چوری۔ قتل کی سزا پاتا ہے تجارت میں نفع اُٹھاتا ہے زمین کاشت
کر کے پھل کھاتا ہے پھر ان نتائج کو اعمال سابقہ کی جزا و سزا کہنا خلاف مشاہدہ اور
بدیہی البطلان ہے پس یہ کہنا کہ جو کچھ اسپر دکھ سکھ ہے وہ اگلے جنم کا اثر ہے علاوہ ثابت ہوگیا

تناسخ بدیہی البطلان ہے

تیسری دلیل۔ ہنود خدا کو رحیم و کریم بھی کہتے ہیں۔ دیالو لقب سے ملقب کرتے ہیں پھر
انسان پر جو کچھ رنج و راحت گزر رہا ہے اور جو کچھ اسکو کمال و خوبی ہے اگر وہ اِس کے
اعمال سابقہ کا ہی نتیجہ ہے تو خدا کا کیا احسان بندہ پر ہوا۔ اول تو اُسنے اِن کے
اعتقاد کے موافق اسکی روح کو پیدا ہی نہیں کیا۔ کیونکہ ایسا کہیں تو روح حادث ہو جائے
پھر جو کچھ اِس کے پاس نعمت ہے وہ بھی اِس کی نہ تو اس کی دیا اور کرپا کیا ہے؟ اور
نیز رحمت کا مقتضے یہ ہے کہ بندہ اگر اپنے اعمال بد سے نادم اور تائب ہو تو اِس دار العمل میں
وہ رحیم و کریم معاف بھی کر دے۔ اس صورت میں وہ معاف ہی نہیں کر سکتا۔ اب نہیں
معلوم کہ وہ فرضی خدا کس مرض کی دوا ہے نہ کچھ دیسکتا ہے نہ لے سکتا ہے نہ کوئی
مصیبت دور کرسکتا ہے نہ توبہ سے کچھ کام چل سکتا ہے پھر کوئی انسان جو طرح
طرح کی تکلیف میں مبتلا ہے اور دار العمل میں راتدن دعائیں مانگتا ہے مگر الشّسر مہاراج
کچھ بھی نہیں کرسکتے ۔

پھر نہ معلوم کہ یہ ہنود مسلمانوں اور عیسائیوں کے اِس اعتقاد پر کہ یہ لوگ جہنم میں

جلیں گے چلائیں گے مگر نجات نہ پائیں گے کس بنیاد پر اعتراض کیا کرتے ہیں
حالانکہ وہ عالم دار الجزا رہے دار العمل نہیں +

چوتھی دلیل جب دنیا دار العمل بھی ہے تو اسکو جو کچھ جزا و سزا ہو اسکا علم بھی ہونا چاہیئے کہ یہ فلاں جنم کے فلاں کاموں کا برا یا بھلا نتیجہ ہے تاکہ آیندہ برے کاموں سے اجتناب بھلے کاموں کی کوشش کرے۔ حالانکہ اسکو یہ بھی یاد نہیں کہ میرا پہلے کس جنس یا نوع میں جنم تھا اور میں کسکے گھر کس شہر میں پیدا ہوا تھا۔

پانچویں دلیل آریہ ہندوؤں کا سرگ ایک خرابات اور چکلہ تسلیم کرنا پڑتا ہے کسلیئے کہ جو فواحش اور بدکار مالدار ہر قسم کے خرافات میں مصروف رہکر مزے اوڑا رہے ہیں وہ اگلے جنم کا ثمرہ ہے اور اِن کے عمدہ کرموں کا پہل اور یہی اسکی اِس عالم میں بہشت ہے۔ اسکو نظر انداز کر کے اہل اسلام کی جسمانی بہشت پر قہقہہ اڑانا کار خردمندانہ نہیں ہے +

چھٹی دلیل تناسخ کا مسئلہ انسان کی روحانی سعادت کا مانع ہے۔ کس لیئے کہ انسانی سعادت کے لیئے جزء اعظم معرفت (گیان) ہے سو وہ تو ایک جنم میں اسنے جہاں تک حاصل کیا تھا دوسرے جنم میں آکر بالکل زائل کردیا۔ کیونکہ جب اگلا جنم ہی سرے سے یاد نہیں تو اس جنم کے علوم و معارف کیا خاک یاد رہیں گے اب اس جنم میں آکر ان علوم و معارف کا نتیجہ اور اس جپ تپ کا ثمرہ اسکو سلطنت۔ دولت عیش و عشرت ملی جسنے اسکو لذات حسیہ اور شہوت پرستی میں مبتلا کر کے حیوانوں سے بھی بدتر کردیا۔ تو اگلے جنم میں اِس جنت کے بدلہ اسکو ضرور جہنم ملے گی ترقی کے بعد تنزل قضیہ معکوس ہے اور بھی بہت سے دلائل ہیں +

(۸) ارواح کے حالات بھی جداگانہ ہیں۔ بعض کو مرنے کے بعد عالم سفلی کیطرف سے بے التفاتی ہوتی ہے۔ وہ عالم روحانی ہی میں مسرور و مشغول رہتی ہیں اور بعض کو

اِس عالم کیطرف بھی التفات رہتا ہے۔ پھر اِس التفات اور بے التفاتی کے درجات مختلفہ ہیں۔ کبھی بہت زیادہ یہاں تک کہ اپنے دنیاوی معاملات کا حال بتا دینا یا علوم و معارف تعلیم کرنا۔ آنے والے حوادث اور ان کی تدابیر بتا دینا۔ کبھی خواب میں اور کبھی دیکھنے والے کے مراقبہ میں۔ کبھی مجسم دکھلائی دیکر۔ مگر یہ بہت کم ہوتا ہے۔ اِس کے لیئے دعا کرنا۔ اِس کے غم و الم سے مغموم ہونا اس التفات کی دلیل ہے سلف صالحین نے شہیدوں کی بابت اِس قسم کے بہت سے واقعات بیان کیئے ہیں۔ عیسائی بالاتفاق مانتے ہیں کہ مرنے کے بعد حضرت مسیح علیہ السلام حواریوں اور اپنی والدہ ماجدہ کو عیاناً دکھائی دیئے۔ اور ان سے باتیں بھی کیں۔ جیسا کہ اناجیل موجودہ میں مصرح ہے +

اسیطرح ارواح خبیثہ جو عالم سفلی میں معذب ہوتی ہیں اور بقدر جرائم انکا عذاب بھی مختلف ہوتا ہے۔ کبھی لوگوں کو دکھائی دے جاتی ہیں۔ چنانچہ بعض آثار صحیحہ سے ثابت ہوا ہے کہ بدر کے مقتول کفار کو بعض نے مبتلا ء عذاب دیکھا ہے کبھی شیاطین بھی لوگوں پر مسلط ہو جاتے اور بزرگوں کے نام سے شرک تعلیم کرتے ہیں۔ جہال قوموں میں اسکا بہت کچھ نمونہ پایا جاتا ہے اور انکی صحبت سے جاہل مسلمانوں پر بھی اثر پڑ گیا ہے چنانچہ کہیں سید کے طاق پر سہرا لٹکا ہوا ہے۔ جمعرات کو چراغ روشن کیا کرتے ہیں اور اوس سے مرادیں مانگا کرتے ہیں۔ کہیں کسی قبر پر سیکڑوں پرستش کے سامان موجود ہیں۔ اِن کے لیئے نذریں نیازیں ادا کیجاتی ہیں۔ انسے مرادیں مانگی جاتی ہیں +

اور کبھی یہ تعلق رفتہ رفتہ کم ہوتا جاتا ہے جبکہ اوس عالم کی طرف توجہ بڑھتی جاتی ہے۔ یہ ایک عجیب سر الٰہی ہے۔ اہل صفا نور باطن کے سبب ارواح سے ملتے اور اونسے فیض بھی پاتے ہیں۔ پھر ارواح بھی آپسمیں ملتی ہیں۔ ان کے لیئے جہانتک نظر کام کرے پر بہار باغ اور انمیں وہ وہ مکانات اور وہ وہ سامان ہیں جو نہ کبھی آنکھ نے دیکھے نہ کبھی کان نے سنے نہ کسیکے دلمیں انکا خطرہ گزرا ہے اور وہاں اپنے اپنے

درجات کے موافق ارواح میں بھی قابل تعظیم و احترام ہوتے ہیں۔ گناہگار اور کفار بہت تنگ و تاریک مکانوں میں مقید ہوتے ہیں۔ پیاس لو۔ عذاب جہنم سب کچھ ان کے لیئے ہوتا ہے +

(۹) دار الجزاء کامل تو عالم آخرت ہے۔ وہاں عمل کا نام و نشان بھی نہیں دنیا دار العمل ہے لیکن کبھی کسیقدر دنیا میں بھی انسانی اعمال کی جزا و سزا ملتی ہے جیساکہ قرآن مجید کی اکثر آیات اور احادیث صحیحہ اور مشاہدہ سے معلوم ہوتا ہے۔ وَلَقَدْ اٰتَيْنَا اَجْرَهٗ فِي الدُّنْيَا وَاِنَّهٗ فِي الْاٰخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِيْنَ ٥ [ا] مگر یہ سمجھنا کہ کافر پر جو کچھ دنیا میں مصیبت آتی ہے وہی دوسرے عالم کے لیئے کافی ہے غلط بات ہے۔ کیونکہ یہ اسکی سزاء اخروی کا ایک حصہ ہے۔ ہاں ابرار پر جو ان کی لغزش و بشریت کے سبب مصائب آتے ہیں البتہ وہ ان کے لیئے کفارات اور انپر صبر اور رضا بخدا کے سبب رفع درجات کے اسباب ہو جاتے ہیں۔ اور یہی وجہ ہے کہ نیک دنیا کے عیش و نشاط اور اسباب غفلت سے روکے جاتے ہیں جیساکہ حکیم مشفق مریض کو بد پرہیزی سے روکتا ہے۔ اسکو اعمال کی سزا اور خدا کا قہر سمجھنا ویسا ہی ہے کہ جیسا نادان بچہ یا بیمار ماں باپ اور حکیم کی احتیاط کو قہر سمجھتے ہیں +

مرنے کے بعد سے جزاء کا زمانہ شروع ہو جاتا ہے مگر وہ زمانہ دنیا اور عالم آخرت کے بین بین ہے اور اسیلئے اوسکو **عالم برزخ** کہتے ہیں۔ وہاں کچھ اس عالم کی بھی رنگت باقی رہتی ہے۔ جیساکہ چولہے پر سے اترنے کے بعد بھی دیر تک ہنڈیا میں چولہے کی آگ کا اثر باقی رہتا ہے۔ اسلیئے اس عالم میں بندہ جن جن عبادات و ریاضات کا جن جن اوقات میں کاربند تھا وہاں اسکا نہ بطور تکلیف بلکہ بطور لذت

عالم برزخ

[ا] اور البتہ ہم نے ابراہیم کا اجر دنیا میں بھی دیا اور وہ آخرت میں بھی بہت ہی عمدہ لوگوں میں سے ہونگے ۱۲ منہ سورہ عنکبوت ۲۹ آیت ۲۷

وسرور کے ظہور ہوتا ہے۔ اسیلئے ارواح طیبات حضرات انبیاء علیہم السلام واولیاء کرام کو نماز پڑہتے اور تسبیح وتہلیل کرتے دیکھا گیا ہے حدیث میں آیا ہے کہ پیغمبر علیہ السلام فرماتے ہیں رأیت موسیٰ وہو یُصلی کہ مینے موسیٰ کو دیکھا کہ وہ نماز پڑہ رہے ہتے۔ مشاہدۂ دیدار اور اسکی تسبیح وتقدیس کا ملکہ ان کے ساتہ جاتا اور وہاں ان کی ازدیاد فرحت وسرور کا باعث ہوتا ہے اسیلئے دنیا کے حسنات باقیہ جو وہ پیچہے چہوڑ جاتے ہیں اور ان کی طرف سے جو صدقات ومبرات کیے جاتے ہیں وہ بہی ان کے سلسلہ اعمال میں منسلک ہوتے ہیں روح کے متعلق اوہام عوام نے صدہا بیہودہ خیالات بہی پیدا کرلیئے ہیں اور پہر بے احتیاط رواۃ نے ان کو پیغمبر علیہ السلام اور صحابہ واہل بیت کیطرف منسوب بہی کردیا ہے جنپر بہت سے سادہ لوح لوگوں نے اعتماد کر رکھا ہے اور اپنے توہمات کو عبادت اور باعث فلاح دارین[1] سمجہ رکہا ہے ۔

فائدہ

قرآن واحادیث صحیحہ میں روح کے حالات بکثرت بیان ہیں پہر ایک کوڑ مغز بیہودگیے

---

[1] مثلاً یہ کہ شہداء کربلا اور علم برادر عباس کے لیے خوبصورت عورتیں تیار رکہتے ہیں کہ وہ اسسے اگر متمتع ہوتے ہیں۔ یا جو کچہ دنیا میں میت کو جسمانی لذائذ میں سے مرغوب تہا وہ حاضر کیا جاتا ہے کہ یہ بجنسہ میت کے پاس کلام کے زور سے پہونچ جاتا ہے کہیں قبر کے سامنے حقہ بہر کر دہرا جاتا ہے جس سے میت کو رغبت تہی گویا میت اس قبر کے گڑہے میں تبدہے وہ نکلکر حقہ پینے آتی ہے۔ یا اسکی قبر کے سامنے راگ گاتے باجے بجاتے رنڈیاں نچاتے ہیں گویا میت قبر میں نبدہے اور اب بہی وہ دنیاوی اشیاء سے اسطرح متمتع ہوتی ہے بعض جمعرات کے روز کہیر وغیرہ اشیاء مردوں کیلیئے پکا کر رکہتے ہیں اور کسی محسن نے لکھا ہے کہ جمعرات وشب برات کو گہروں میں مردے آتے ہیں اور اگر دروازے کے کسی کونے میں کہڑے ہوجاتے ہیں کہ دیکہیے ہمارے گہر والے ہمیں کیا دیتے ہیں اور اسیلئے شب برات میں آتشبازیاں چہوڑتے ہیں کہ مردے بہاگ جائیں اور صدہا خرافات ہیں جنکو جہال نے مذہب بنا رکہا ہے اور یہ انہوں نے یہودیوں مجوسیوں عیسائیوں اور ہندوستان میں آکر بہت کچہ ہندووں سے سیکہا ہے ۱۲ منہ

سوال پر جو کہیت کاٹتے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ کر امتحان کے طور پر روح کی حقیقت سے سوال کرنے کھڑا ہو گیا تھا اس آیت کا نازل ہونا قُلِ الرُّوحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّیْ وَمَا اُوْتِیْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِیْلًا؀ اس بات کو ثابت نہیں کرتا کہ قرآن نے روح کے بیان سے انکار کیا۔ اور جسنے ایسا سمجھا اسنے قرآن نہیں دیکھا جسمیں روح کے متعلق کہاں تک بیان ہے جیسا کہ ہم بحوالہ آیات ذکر کرتے آئے ہیں۔

فصل ۹

قیامت اور عالم آخرت

جنت اور دوزخ جس کا ذکر کتب انبیاء علیہم السلام میں ہے جسکی حضرات انبیاء علیہم السلام بشارت دیتے اور جس جہنم سے ڈراتے آئے ہیں۔ اور قرآن اور احادیث میں ان کے بہت حالات وکیفیات مذکور ہیں وہ بھی اس عالم محسوس سے باہر ہیں جیسا کہ ارواح وملائکہ وغیرہ بیشمار مخلوق الٰہی عالم حسی سے باہر ہے۔

اس لئے اس عالم حسی میں اسکا تلاش کرنا اور اس آسمان وزمین کے تنگ میدان میں خیال کرنا بہت تنگ خیالی ہے کیونکہ آسمانوں اور زمین کی وسعت سے زیادہ تو اسکا عرض ہے پھر طول کا کیا ٹھکانا ہے۔ اور جب وہ عالم محسوس میں نہیں تو حواس سے محسوس نہونا بھی کوئی تعجب خیز بات نہیں۔ اور جب عالم محسوس کا محیط آسمان ہیں تو لامحالہ وہ ان کے باہر ہے اسلئے جنت کو آسمانوں کے اوپر یعنے بالا و بیرون کہنا ایک ٹھیک پتا بتا دینا ہے اور جب وہ محسوسات میں سے نہیں تو وہاں کی جسقدر چیزیں ہیں نہریں۔ باغ۔ میوے۔ وہاں کے حور وغلمان وہاں کے سونے چاندی کے مکان۔

---

۵۱ کہدو کہ روح میرے رب کے حکم سے ہے یعنے مخلوق وحادث ہے اور تمکو بہت ہی کم علم دیا گیا ہے تم اپنے خیال سے جو اسکی نسبت بیان کرتے ہو وہ قابل اطمینان نہیں۔ ۱۲ منہ سورۂ بنی اسرائیل آیت ۹۵ پارہ ۱۵

ان کے یاقوت و الماس اور موتی کے قبہ وہاں کے حجرا و تخت وہاں کی مخمل و دیبا و ہاکمرہ و دراز سایوں کے درخت جو بلوری نہروں پر دورویہ ایستادہ ہیں جنمیں رنگ برنگ کے پھل اور پھول اور جنمیں انواع و اقسام کے طیور نغمہ سنج ہیں۔ جہاں اوپر سے پانی کی چادریں اور آبشاریں کیا کیا بہاریں دکہا رہی ہیں۔ جہاں سینکڑوں کوس تک لالہ زار ہے جہاں کبھی خزاں ہوکر ہی نہیں گزری جہاں جوانی کے بعد بوڑھاپا نہیں جہاں حیات کے بعد موت و امراض نہیں جہاں کوئی غم و حزن جنت کی دیواروں کے پاس سے بھی ہوکر نہیں گزرا ہے۔ جہاں ستار حسن ہے وہ سب چیزیں اجسام عنصری کی نہیں نہ اس مادے سے بنی ہیں۔ اسلئے وہ تکدر و زوال سے پاک ہیں یہاں کی چیزوں پر ان کا قیاس مع الفارق ہے۔ اسلئے ان کی نسبت یہ کہنا صحیح ہے کہ ان محسوسات کے ادراک کرنے والے آلات آنکھوں اور کانوں نے انکو نہ دیکھا ہے نہ سنا ہے۔ نہ وہ خیالات حسیہ میں آسکتے ہیں جہاں کہ محسوسات ہی کا گزر ہوتا ہے فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّا أُخْفِيَ لَهُم مِّن قُرَّةِ أَعْيُنٍ۔ جَزَاءً بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ سورہ سجدہ۔ نبی صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ خدا تعالے فرماتا ہے میںنے اپنے نیک بندوں کے لیے وہ وہ نعمتیں تیار کر رکھی ہیں کہ جنکو نہ کسی آنکھ نے دیکھا ہے نہ کسی کان نے سنا ہے نہ کسیکے خیال میں گزری ہیں +

اسیطرح جہنم بھی عالم حسی کی چیز نہیں وہاں کی وہ آگ جسکی نسبت آیا ہے نَارُ اللهِ الْمُوقَدَةُ الَّتِي تَطَّلِعُ عَلَى الْأَفْئِدَةِ۔ کہ وہ خدا کی جلائی ہوئی آگ ہے جو دلوں کو جھانکتی ہے۔ نہ صرف تن سوز بلکہ دلسوز بھی ہے وہاں کے تنگ و تاریک پر آتش نہایت عمیق گڑہے جنکا اوپر سے مونہہ بند اور تنگ ہے اور نیچے سے وہ گہرائی اور اسمیں وہ آگ اور دہواں اور زہردار چیزیں اور سانپ اور بچھو ہیں کہ جن کے تصور سے دل گھٹ جائے خیال کرنے سے لرزہ آجائے وہ بھی سب غیر حسی ہیں اسلئے دیرپا اور قوی ہیں +

وہاں کے کیفیات کو شرع نے بندوں کی نجات و استعداد فہم کے موافق بیان فرمایا ہے۔ گویا وہ اس حقیقت مستورہ کے لیئے استعارات ہیں ؂

اس عالم غیر محسوس اور وہاں کی نعمار کے سمجھانے کے لیئے خواب کی نظیر کافی ہے خواب میں جہانکہ یہ آنکھیں اور کان بند ہوتے ہیں ہم بڑے بڑے وسیع میدان اور امنیں باغ وانہار حسین عورتیں عمدہ اسباب عیش دیکھتے ہیں کھاتے پیتے عورتوں سے دل خوش کرتے گھوڑوں پر چڑہتے عمدہ لباس پہنتے ہیں۔ پہر جب تک خواب سے بیدار نہیں ہوتے اسوقت تک اس عالم اور وہاں کی بہار کو یا برعکس وہاں کی تکلیف کو اصلی اور حقیقت واقعیہ ہی سمجھتے ہیں اگر ہزاروں برس تک فرضاً اسی حال میں رہتے تو کبھی بھی انکو خواب وخیال نہ کہتے بلکہ وہاں تو عالم بیداری خواب وخیال ہے۔ خواب وخیال تو اب بیدار ہوکر کہنے لگے۔ اب دیکھو جو کچھ وہ عالم اور وہاں کے عیش تھے وہ کس نے دیکھے تھے؟ روح نے۔ جو اس عالم میں مجسم ظاہر ہوکر سب قسم کے لذائذ سے مستفید ہوئی مگر نہ اس جسم اور نہ ان اعضا نہ ان حواس سے۔ اور یہ بھی دیکھو کہ وہ عالم اس عالم سے غیر ہے۔ اس عالم میں خواہ مشرق کیطرف یا مغرب کی طرف یا اوپر یا نیچے کہیں تک ڈہونڈتے چلے جاؤ اوس عالم کا نام ونشان بھی نہ پاؤ گے اسپر جنت دوزخ اور عالم غیر محسوس کو قیاس کر لیجئے پہر جسطرح رات کو یکے بعد دیگر سو جاتے ہیں اسیطرح یکے بعد دیگر اقران و احباب و اعزہ سب خواب عدم کی نیند سوتے جاتے ہیں جسطرح نصف شب کے بعد سناٹا ہوتا ہے کیونکہ اپنے مال کی خبر نہ زن وفرزند کا ہوش اسیکے قریب قریب موت سے حال ہوتا ہے۔ جو لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ ہم کیونکر مر جائیں گے اور کیا بات پیدا ہو جائے گی وہ خواب کو خیال کرلیں ان دونوں حالتوں میں ایک بڑی مشابہت ہے اسلیئے خواب پر موت کا اور موت پر خواب کا اطلاق ہوا ہے ارا انجملہ مَنْ بعثنا من مرقدنا ہ

یہاں موت پرخواب کا اطلاق ہے۔ الحمد للہ الذی احیانا بعد ما اماتنا والیہ النشور
یہ دعا، حدیث میں وارد ہے جو بیداری کے بعد پڑھی جاتی ہے اسمیں کہا گیا کہ سب تعریف
اس ذات کو ہے کہ جسنے موت کے بعد ہمکو زندہ کردیا۔ اور اسی کی طرف پھرکر جمع ہوتا ہے
یہاں خواب پر موت کا اطلاق ہوا ہے +

ہر انسان اپنے اعمال وعقائد کے موافق جنت یا دوزخ میں مرنے کے بعد جاتا ہے
پھر جنت اور دوزخ عذاب وثواب کے بھی درجات مختلف ہیں اور سزائیں اور جزائیں
بھی مختلف ہیں۔ نیک ارواح بھی جنپر قدرے قلیل آثار عالم حسی باقی رہتے ہیں تھوڑے
دنوں تک جنت کے تحتانی درجوں میں رہتے ہیں پھر جب یہ آثار زائل ہوتے جاتے
ہیں تو درجات عالیہ میں ترقی کرتے جاتے ہیں اور جن پر کچھ بھی آثار باقی نہیں رہتے
جیسا کہ شہدار واولیاء وانبیاء علیہم السلام ہیں وہ اول ہی سے درجات عالیہ میں
پہونچتے ہیں +

مجرموں کی سزاؤں کے بھی مختلف طریق ہیں۔ جنکی قوت نظریہ تکمیل کو پہونچ گئی
ہے جو ایمان سے تعبیر کیجاتی ہے وہ ہمیشہ سے جہنم سے آزاد ہیں۔ ہاں قصور عمل کی
سزا موافق جرم ملتی ہے اگر دنیا میں توبہ استغفار نہیں کیا ہے۔ پھر بعض پر دنیا کے
مصائب یہانتک کہ مرض الموت کے شدائد کفارہ ہوجاتے ہیں وہ دنیا سے پاک و
صاف جاتا ہے اور بعض جسقدر کثافت لگا لیگئے ہیں آتش جہنم کے جلائے جانے کے
بعد پاک ہوکر پھر جنت میں جاتے ہیں۔ اور کبھی رحمت الٰہی ظہور کرتی ہے۔ تو دنیا
کے لوگوں کی دعا وصدقات سے یا روحانی بزرگوں کی شفاعت اور ان سے محبت
وارتباط کے سبب معاف کیئے جاتے ہیں۔ اور کبھی بغیر ان وسائل کے رحمت کا ظہور
ہوتا ہے اور جنکی قوت نظریہ خراب ہوگئی ہے اور وہ **کافر مشرک۔ منافق**۔ ہے
تو یہ ہمیشہ کے لیئے جہنم میں جلتے ہیں کسلیئے کہ قوت نظریہ کسی حال میں بھی ساتھ نہیں

چھوڑتی۔ عمل جدا ہو جاتا ہے۔ مگر علم جدا نہیں ہوتا۔

پھر جنت کے نعیم اور دوزخ کے عذاب۔ عام ہے کہ عالم برزخی میں ہوں یا عالم حشر میں بندوں کے عنایتہ واعمال بہی ہوتے ہیں جو اپنے مناسب صور و اشکال میں پیش آتے ہیں۔ اس کے معارف الہیہ اور اس کے اعمال صالحہ انہار و اثمار و حسین رفیق کی صورت میں جلوہ گر ہوتے ہیں۔ اس کی ناجائز آتش شہوت۔ اس کے حسد کی دلپر دہکتی ہوئی آگ اس کا ظلم وستم اسکا بخل سنگدلی۔ آتش جہنم سانپ بچھو۔ تنگ و تاریک مکان کی صورت میں پیش آتے ہیں +

اور یہ کوئی تعجب خیز بات نہیں رات دن عالم غیر محسوس کی اشیاء عالم محسوس میں بشکل وصورت خاص ظہور کرتے ہیں۔ اعمال بد۔ دشمن۔ قحط۔ وبار۔ افلاس۔ مرض۔ بصورت ذلت دنیا میں پیش آتے ہیں عمدہ اعمال برکت۔ عزت عافیت کی صورت میں نمودار ہوتے ہیں۔ اور یہ کل جواہر و اعراض اس عالم حسی کے اوسی عالم ملکوت سے جامہ اشکال وصور پہنکر نمودار ہوتے ہیں اور پہر یہ جسمانی چھلکا اُتار کر وہیں چلے جاتے ہیں۔ **قیامت** بہی اس تمام عالم حسی کی فنار کلی کا نام ہے۔ جسکا وقت اسی خدائے علیم کو معلوم ہے۔ اسکے اول آثار نمودار ہونگے جنکی مخبر صادق نے خبر دی ہے پہر نفخ صور سے اسکی ابتداء ہوگی نیرات کا تصادم ہوگا زلازل سے دریا اور پہاڑ چورا چورا اور درہم برہم ہوجائینگے نہ یہ آسمان وزمین باقی رہیں گے نہ اس عالم حسی کی کوئی چیز باقی رہے گی۔ پہر یہ سب ایک دوسرے لطیف وجود میں ظہور کریں گے اور اسکو **عالم حشر** کہتے ہیں۔ ہر انسان وحیوان اپنے سابق پیکر جسمانی سے وابستہ ہوگا مگر وہ جسم یہ عنصری جسم نہوگا۔ بلکہ اسکا مغز۔ واصل حقیقت۔ اسروز نئے آسمان نئی زمین قائم ہوگی عدالت کا تخت قائم ہوگا۔ اعمال و معارف کا موازنہ کرکے بندوں کو دکھایا جائیگا جسکو **میزان** سے تعبیر کیا گیا ہے۔ ہر ایک اپنے اعمال و معارف کے

موافق جنت یا دوزخ میں جائیگا شافع محشر شفاعت کرینگے - انکی یہ شفاعت بھی اسکی رحمت کا ظہور ہوگا ❊ ان سب باتوں کا قرآن میں بکثرت ذکر موجود ہے نظائر میں آیات نقل کرنیکی کوئی ضرورت نہیں یہ احادیث میں بھی تفصیل سے ہے

یوں سمجھنا چاہیے کہ وہی موجود اور وجود حقیقی ہے - اسکے وجود کا دریا موجیں مارتے ہوئے مخلوق کو آخر حد عالم حسی تک لاتا ہے پھر رفتہ رفتہ ایک روز یکبارگی وہ موج اسی طرف رجوع کرتی ہے اور کرے گی سب کو سمیٹ کر پھر او وہی عالم ملکوت کی طرف لیجاتی ہے اور لیجاے گی - اس بحر وجود کا تماشہ وہی دیکھ سکتا ہے کہ جسکو خدا نے چشم باطن عطا کی ہے منہ الابتداء والیہ الانتہی - اور کُلٌّ اِلَیْنَا رَاجِعُوْنَ - آیت کے یہی معنی ہیں ❊

عالم برزخ اوس عالم کا ابتدائی درجہ ہے جسطرح عالم حسی سے لوٹ کر جانے کی یہی منزل ہے اسی طرح عالم حسی میں عالم غیب سے آنے والوں کے لیئے بھی وہی منزل ہے - وہاں آنے کے بعد پھر عالم حسی میں ظہور ہوتا ہے - اسی لیئے جن کی روحانیت مصفا ہے - انکو وہ حوادث جو ابھی عالم ملکوت کی منزل میں مقیم ہیں عالم حسی یا عالم ناسوت میں آنے سے پہلے معلوم ہو جایا کرتے ہیں حضرات انبیاء علیہم السلام کی پیشین گوئیاں اسی معائنہ غیبی پر مبنی ہیں وہ خدائے علیم و خبیر انکو پہلے سے مطلع کر دیتا ہے - لیکن یہ معائنہ ہر وقت ان کے قابو میں نہیں کیونکہ وہ بھی پیکر انسانی میں ہیں جن کا پردہ ظلمت ادراک روحانی کو مانع آتا ہے - اسی راز کو حکیم سعدی شیرازی نے اس شعر میں نظم کیا ہے

گہے بر طارم اعلٰے نشینم — گہے بر پشت پائے خود نہ بینم

(انسانی نجات)

دراصل اسکی صفائی روح کے موافق حق سبحانہ نور محض کے ساتھ تقرب ہے - اور یہی اسکا اصلی آرام اور یہی اسکی لذت حقیقی ہے - جسکی طرف اس آیت میں اشارہ ہے فِیْ مَقْعَدِ صِدْقٍ عِنْدَ مَلِیْکٍ مُّقْتَدِرٍ ۝ اس آیت میں دو باتیں ارشاد ہوئیں

پ ۲۷ ع ۱۰ سورہ ۵۴ آیت ۵۵

عالم برزخ

انسانی نجات

ایک مقعد صدق راستی کا مقام ۔ جسکو دوسرے لفظوں میں جنت یا بہشت کہتے ہیں دوسرے عند ملیک مقتدر ۔ بادشاہ مقتدر کی قربت ۔ پس نجات حقیقی تو قربت ہے اور جنت اوس قربت کا مقام ہے نہ کہ نجات حقیقی ۔ مگر دونوں لازم و ملزوم ہیں ۔ جو اس مقام میں جائیگا اسکو قربت نصیب ہوگی ۔ اور جسکو قربت نصیب ہوگی تو اس مقام میں ہوگی یہی مقام دیدار ہے وُجُوۃٌ یَّوۡمَئِذٍ نَّاضِرَۃٌ اِلٰی رَبِّہَا نَاظِرَۃٌ +

پھر معترض کا یہ کہنا کہ اسلامی نجات صرف لذات جسمانیہ حور و قصور باغ و انہار ہیں محض ناواقفیت یا تعصب ہے البتہ اسلام یہ نجات نہیں بتلاتا کہ جس طرح اس کے اجزا سے منفصل ہوکر انسان بنے ہیں اسیطرح یہ اجزا اسکی ذات میں جاکر ملجاتے ہیں ۔ یہہ ہندوؤں کی نجات ہے جس سے خدائے قدوس کی ذات میں تجزی لازم آتی ہے اور وہ موجب حدوث و امکان و ترکیب ٹھیرتا ہی اور اس سے اس کی خدائی میں قصور لازم آتا ہے تعالی اللہ عما یقول الظالمون علوا کبیراً +

فصل ۱۰

(نبوت اور الہام)

ہم پہلے ثابت کرچکے ہیں کہ انسانی ادراک حقائق غیر محسوسہ کے لیئے بغیر اسکے کہ خدا کی طرف سے اسکو ادراک روحانی عطا ہوا ور اس ادراک میں عنایت الہیہ آمیزش وہم سے اسکو معصوم بھی رکھے کافی نہیں اور نہ اس قسم کے ادراک بغیر انسان

نبوت اور الہام

لہ بعض صوفیہ کے کلام میں جنت اور دوزخ سے بے پروائی پائی جاتی ہے ان کا مقصود ذات باری عز اسمہٗ ہے اور ہونا ہی چاہیئے یہ مقصود نہیں کہ وہ جنت سے نفرت رکھتے ہیں اور دوزخ کی پروا نہیں کرتے کس لیئے کہ جنت اسکی رحمت کا اور جہنم اس کے قہر کا مظہر ہے جنت مقام تقرب و مشاہدہ دیدار ہے جہنم مقام حجاب و غضب قہار ہے ۔ صوفیہ کرام کی شان سے بعید ہے کہ وہ اس کی رحمت اور

اپنی سعادت میں کمال پیدا کر سکتا ہے اور نہ بغیر ایسے اشخاص کے سلسلۂ ہدایت اور طریق
خدا پرستی پر چل سکتا ہے۔ نہ انسان اخلاق و ملکات فاضلہ میں ترقی پا سکتا ہے کس لیے
کہ اگر بفرض محال کوئی ادراک روحانی میں کمال بھی حاصل کرے تو تاوقتیکہ اس کے علوم
و ادراک پر عصمت کی مہر نہو قابل اطمینان نہیں اور تاوقتیکہ اسمیں قلوب بنی آدم کا انجذاب
نہو اور اسکا روحانی اثر ارواح کو ہدایت اور روحانی کمالات کے رنگ میں رنگ دینے
والا نہو تب بھی زبانی قیل و قال اور خوش بیانی اور حقائق گوئی مفید نہیں۔

اوس رحیم وکریم نے کہ جسکی رحمت سے ہر شے اپنے کمال محدود و مقدور سے محروم
نہیں اور جس کی انسان پر جیسا کہ اس کی بناوٹ اور اس کے حالات سے معلوم ہوتا
ہے بیحد عنایت و مہربانی ہے اس کی روحانی اور حیات جاودانی اور نیز دنیاوی
تمدن کی اصلاح کے لیئے ایسے اشخاص پیدا کیے ہیں۔ کہ جو بلحاظ پیکر جسمانی کی
تو انسان اور حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد ہیں مگر روحانی کمالات کے لحاظ سے وہ
فرشتہ بلکہ انسے بھی من وجہہ بڑھکر ہیں وہ انسانیت کا عطر اور کمالات انسانیہ کا سرچشمہ
ہوتے ہیں انکا کشف وہاں تک پہونچتا ہے کہ جہانتک کسی بشر کا بھی طائر علم و کشف
پرواز کر کے نہیں جا سکتا۔ وہ موجودات حسیہ اور غیر حسیہ کے حقائق کو انکی اصلی
حالت پر دیکھتے ہیں ان کی قلوب بنی آدم پر سلطنت ہوتی ہے انکا ارشاد انکا وعظ انکا
کسیکے لیئے ہدایت پر لانیکا ولی عزم بشرطیکہ اسمیں ہدایت پر آنے کی ازلی قابلیت

بقیہ صفحہ ۱۵۶ اور مقام قربت سے نفرت کریں اور اس کے قہر و غضب سے نڈر اور بے پروا بنجائیں اور
اگر کسیکا یہی مقصود ہے تو اس کی معرفت کا قصور یا دماغ کا فتور ہے۔ البتہ بعض نمایشی صوفی
ایسی شیخیاں کبھار اکرتے ہیں حال یہ ہے کہ دنیا کے لذائذ سرد پانی چاہیئے حقہ پان زردہ
پلاؤ قورمے روپیہ پیسے کے لیئے یہ سارا بہروپ بہرے پہرتے ہیں اور انکا یہی مقصود اور یہی
معبود ہوتا ہے اسپر یہ دعوے۔ ۱۲ منہ

بھی ہو انکا سکوت اِن کی نظر ان کی صحبت انسان میں کمالات باطنیہ پیدا کر دینے کے لیے اکسیر سے زیادہ ہے۔ انکا تمدن ان کے حالات ان کی روش سب فطرت الٰہیہ کا پورا پورا پیمانہ ہے جو اِس کے مطابق نہیں وہ یقیناً غلطی پر ہے جسقدر تفاوت ہے اسیقدر غلطی اور راہِ حق سے بعید ہے +

جہاں قوی بہیمیہ کی ظلمت انسان کی روحانیت کو ہر طرف سے محیط ہوتی ہے اور ظلمات متراکمہ نور حق کو دیکھنے نہیں دیتیں وہاں بھی وہ ذات مقدسہ شمع ہاتھ میں لیئے رہنما ہوتے ہیں۔ اِن کی ذات آفتاب جہانتاب ہوتی ہے جس سے تمام ظلمات دور ہوجاتے ہیں۔ ایسے اشخاص کو اہل ادیان سماویہ **نبی** اور **رسول** کہتے ہیں جنکی جمع **انبیاء و رسل** آتی ہے۔ اور ہر ملک[۱] متمدن میں انکا ایک لقب اور نام ہے۔

جب سے خدا نے سلسلہ نسل انسانی جاری کیا ہے اسیوقت سے بنی آدم کی صلاح و فلاح دارین کے لیئے سلسلہ نبوت بھی ساتھ ہی ساتھ جاری کیا ہے انہیں انسانوں میں سے صفات مذکورہ بالا کے انسان پیدا کرتا آیا ہے اور جب ہزاروں برسوں میں انسانی تمدن اور اِن کے اخلاق و عادات اور اِن کے توہمات و میلان طبع الٹی ملپٹیاں کھاتے کھاتے ایک ایسی حد پر پہونچ گئے کہ اِس کے بعد جو کچھ نئی بات انسانی شقاوت و سعادت کے لیے پیدا ہوگی تو انہیں اصول سابقہ کی ایک جزئی ہوگی۔ تو ہر دور کے انقلاب نبوت کی زحمت رفع کرنے کے لیے کس لیے کہ انقلاب نبوت انقلاب سلطنت سے زیادہ انتظام عالم کے سلسلہ میں برہمی اور خلل پیدا کرنیوالا ہے کیونکہ مالوف و معروف باتوں کا چھوڑنا انسانی طبیعت کے نزدیک مال و دولت گھربار خویش و تبار کے چھوڑنیسے بھی زیادہ سخت ہے اسلیئے باہم تلوار چلنی اور کشت و خونکا بازار گرم ہوتا ہے تو اِس سلسلہ کو حضرت **محمد مصطفیٰ** سرتاج انبیاء پر تمام کردیا صلے اللہ علیہم و علیہ وسلم +

[۱] ہندو مہارشی۔ مہاتما۔ انگریز پرافٹ کہتے ہیں ۱۲ منہ

(۱) حضرات انبیاء علیہم السلام اپنی انسانیت کے لحاظ سے خواص بشریہ میں شریک تھے کھانا پینا سونا جاگنا لذائذ حسیہ سے لذت پانا ان کے برخلاف سے تکلیف محسوس کرنا زن و فرزند خرید و فروخت ان میں بھی ویسے ہی تھے کہ جیسا اور بنی آدم مگر مہذب اور روحانیت کے مطیع ہوکر جو ایک شخص کو گرمی میں سرد پانی بھوک میں عمدہ اور لذیذ کھانا خوش کن ہوتا ہے انکو بھی ہوتا تھا مگر یہ فرق ضرور ہے کہ اوس معمولی شخص کو وہ نعمت نفس کی تازگی کا باعث ہوتی ہے برخلاف اس گروہ مقدس کے کہ انکو اسمیں بھی تقرب الہی زیادہ ہوتا ہے وہ شکریہ ادا کرتے اور اوس محبوب حقیقی کے مبارک ہاتھوں کی تیار کردہ نعمت سمجھتے اور اس سے روحانی مسرت حاصل کرتے تھے یہ حالت انپر اسکی طرف زیادہ ترکشش کا باعث ہوتی تھی۔ ان کی انسانی خواہشیں ان کے تابع۔ اور ملکیت کے رنگ میں رنگی ہوئیں تھیں برخلاف اور لوگوں کے۔ اسی لئے رسول کریم نے فرمایا ہے کہ ہر بنی آدم کے ساتھ ایک شیطان ہے جو اسکو بدی کیطرف ابھارتا ہے مگر میرا شیطان میرا مطیع ہوگیا ہے جسمیں اشارہ ہے کہ میری قوت بہیمیہ میری ملکیت کے خدا نے زیر فرمان کر دی ہے ✤

انبیاء میں یہ انسانیت ان کی تحتانی نسبت ہے جسکے سبب سے انکا بنی آدم کے ساتھ واسطہ قائم ہے جو ہدایت کے لیے ضروری ہے اور یہی حکمت ہے کہ فرشتہ اس کام کے لئے مقرر نہ ہوئے ہرچند جاہل و کفار جو اس سے واقف نہ تھے انبیاء علیہم السلام کے مقابلہ میں یہی محبت پیش کرتے تھے کہ اگر خدا کو بنی آدم کی ہدایت کے لئے کوئی بھیجنا ہی تھا تو فرشتہ کیوں نہ بھیجدیئے ✤

اسیطرح انمیں یہ ملکیت کی فوقانی نسبت بھی تھی جس کے سبب وہ فرشتوں کے خواص رکھتے تھے اور خدائے قدوس سے ملتے اور اوس سے باتیں کرتے اور اسکو نورانی پردوں میں سے دیکھتے تھے۔ جب انپر یہ شان غلبہ کرتی تھی تو

عالم ملکوت کے اسرار ان کے پیش نظر ہوجاتے تھے اور وہ اوس مخلوق غیر حسی کو عیاناً دیکھتے تھے جو دوسروں کو بڑی ریاضت روحانی سے بھی دیر میں نظر آتی ہے۔ خدا کے مقرب فرشتے جبرئیل امین وغیرہ کو کبھی ان کی خاص اصلی صورت پر دیکھتے تھے اور کبھی ان قوالب میں کہ جو بمقتضائے مصلحت الہیہ انکو اختیار کرنے پڑتے تھے۔ وہ جبرئیل امین اور دیگر ملائکہ اور دیگر مخلوق غیر حسی کے افراد میں ایسا ہی امتیاز کرتے تھے کہ جیسا ہم اپنی آنکھوں سے دیکھی ہوئی چیزوں میں امتیاز کرتے ہیں بلکہ اوس سے بھی زیادہ اسی شان ملکیت میں انسے وہ کام بھی سرزد ہوتے تھے جو انسان کی معمولی طاقتوں سے باہر ہیں۔ جنکو شرع میں **معجزہ** کہتے ہیں۔ اور اسی حالت میں وہ اپنے خدائے قادر و قدوس سے ہمکلام بھی ہوتے تھے کبھی بواسطہ جبرئیل امین جنکو **ناموس اکبر روح القدس** کہتے ہیں۔ اور کبھی بلاواسطہ۔ پھر اس میں انکی بیداری اور خواب دونوں برابر تھے۔ اسیکو شرع میں **الہام۔ وحی** کہتے ہیں اگرچہ جملہ مخلوق بالخصوص مدرک مخلوق اور انمیں سے خاص کر اہل صفا سے کہ جن کی روحانیت بہیمیت پر غالب ہے اسکا سلسلہ الہام قائم ہے۔ مگر آمیزش وہم سے کوئی انسان بھی معصوم نہیں بجز حضرات انبیاء علیہم السلام کے یہ جس طرح اپنی قوت عملیہ میں معصوم ہیں ان کی بہیمیت انپر غلبہ کرکے ان سے کوئی گناہ سرزد نہیں کراسکتی ہے اسیطرح وہ اپنی قوت نظریہ میں بھی معصوم ہیں ان کے کشف و ادراک میں کسی قسم کی بھی غلطی نہیں ہونے پاتی۔ وَمَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰى[1] یہ بات الہام اولیا و صدیقین میں نہیں اسلئے انپر بھی الہام انبیاء کا اتباع واجب و فرض ہے اور ان کے جملہ کمالات کمالات نبوت کے اظلال اور پرتوے ہیں جو انکو نبی کے اتباع سے موافق اپنی اپنی قابلیت و استعداد ازلی کے نصیب

معجزہ

الہام و وحی

[1] نبی کی آنکھ نے حقائق حقہ دیکھتے ہیں نہ غلطی کی نہ بہکی ۱۲ منہ

ہوتے ہیں انکے کشف میں جسقدر نبی کے کشف سے تفاوت ہوگا اسیقدر انکا نقص سمجھا جائیگا لیکن ان کے الہام کے غیر معصوم ہونے کے یہ معنی نہیں کہ وہ ضرور اپنے الہام اور کشف میں غلطی کرتے ہیں یا انکا الہام وکشف صحیح نہیں ہوتا۔

ابحاث

(۱) نبی کو صداقت کے لئے خدا کی طرف سے **معجزہ** عطا ہوتا ہے۔ یعنی وہ بات جو انسانی طاقت سے فوق ہو۔ واضح ہو کہ ایسے امور جو انسانی قدرت سے فوق ہوں اگر وہ نبی سے سرزد ہوں تو انکو معجزہ کہتے ہیں اور اگر اسکے متبع سے سرزد ہوں کہ جن میں نور نبوت سرایت کر گیا ہے تو اسکو **کرامت** کہتے ہیں اور یہ بھی اس کے نبی کا معجزہ ہے اسکی تعلیم وتربیت کی صداقت کی پوری دلیل ہے اور اگر خود نبی سے ایسے افعال قبل النبوت سرزد ہوئے ہیں تو ان کو **ارہاص** کہتے ہیں اور اگر ایسے افعال نبی کے معمولی تابعداروں سرزد ہوں تو انکو **معونت** کہتے ہیں۔ اور اگر کافر سے سرزد ہوں گو وہ افعال ایسے نہیں ہوتے نہ ہو سکتے ہیں مگر ظاہر اسباب پر مبنی ہونے کے سبب خلاف عادت مستمرہ سمجھے جا سکتے ہیں انکو **استدراج** کہتے ہیں +

معجزہ اور استدراج کی حقیقت میں بڑا فرق ہوتا ہے گو بظاہر عوام کے نزدیک دونوں کام حیرت انگیز معلوم ہوتے ہیں۔ جیساکہ صاف کردہ بلور اور ہیرا لیکن دونوں کی حقیقت ایک نہیں جوہری فوراً تمیز کر سکتا ہے مگر معمولی لوگوں کو یکساں معلوم ہوتے ہیں اسوجہ سے قدرت نے عوام کی حفاظت کے لئے دونوں میں امتیاز کر دیا ہے **اول** یہ کہ صاحب استدراج کے حالات کو (جو خدا پرستی اور صدق ومکارم اخلاق سے دور اور مکر وفریب خود غرضی نفس پرستی پر مبنی ہوتے ہیں) طبائع سلیمہ فوراً امتیاز کر لیتی ہیں کہ یہ شخص با خدا نہیں نہ اس کی صحبت سے روحانی انوار حاصل ہوتے ہیں بلکہ ظلمت وغم وہ ایسے

افعال کے صدور کے ساتھ نبوت کا دعویٰ نہیں کرسکتا گرچہ بظاہر دعویٰ کرنا ممکن ہے لیکن قدرت نے اسکو روکدیا ہے اور اگر دعویٰ کرےگا بھی تو فوراً وہ ذلیل بھی ہوگا عام ہے کہ قتل کیا جائے یا اس کی خواہش کے برخلاف اوس سے استدراج ظاہر ہو جو اس کی تضحیک کا باعث ہو جائے۔ توریت سفر استثنےٰ کے اٹھائیس باب میں اور قرآن مجید کی اس آیت میں اسیطرف اشارہ ہے وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ الْاَقَاوِيلِ لَاَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِينِ ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِينَ فَمَا مِنْكُمْ مِنْ اَحَدٍ عَنْهُ حَاجِزِينَ۔ اور اب تک ایسا ہی واقع ہوا ہے ✦

اقسام معجزہ

معجزہ کی دو قسم ہیں ایک وہ جو عالم محسوس کے اسباب پر مبنی نہو اور وہ حسی تصرف ہو جیسا کہ کوڑہی اندہے کا چہوکر تندرست کردینا یا تھوڑےسے پانی اور قدر قلیل غذا سے جو ایک شخص کو بھی کافی نہ ہو صدہا آدمیوں اور حیوانوں کو سیراب اور شکم سیر کردینا پہر عام ہے کہ نبی کا وہ تصرف روحانی عالم سفلی کی کسی چیز پر ہو یا عالم علوی کی اشیاء پر ہو جیسا کہ چاند کا اشارہ سے شق کردینا۔ اس قسم کے معجزات اون لوگوں کے لئے زیادہ مفید ہوتے ہیں جو حسیات کے ادراک پر فریفتہ ہوتے ہیں معنی سمجھنے کی قابلیت کم رکھتے ہیں **دوسرا** وہ جو انسانی طبائع اور ان کے وجدانیات میں تغیر عظیم پیدا کردیا جاوے۔ قسم ثانی کے معجزات قسم اول سے قوی اور عظیم ہوتے ہیں (اول) اسلئے کہ ان کے مشابہ تصرفات کافر بہی کر دکھایا کرتے ہیں۔ اور طلسم وغیرہ امور سے لوگونکو حیرت میں ڈالدیا کرتے ہیں برخلاف قسم ثانی کے کہ وہاں تک ان کی رسائی بہی نہیں ہوتی۔ مثلاً ایک شخص کافر بدکردار سنگدل شہوت پرست مشرک دنیا کا لالچی تہا اسکو اپنی تہوڑیسی صحبت سے باخدا صاحب معارف جلیلہ پرہیزگار رحمدل دلدادہ آخرت کا طالب بنا دیا جاوے۔ اسکی کایا پلٹ دیجاوے (دوئم) اس لیئے کہ انبیاء کی بعثت سے بنی آدم کی ہدایت اور ان کے اخلاق و معارف کی درستی مقصود ہوتی ہے معجزہ کوئی مقصودی کام نہیں بلکہ نبی کی صداقت کے لیئے صاف

کرایا جاتا ہے اور نبی کی نبوت معجزہ پر موقوف نہیں ہوتی ممکن ہے کہ بعض انبیاء نے ایک بھی معجزہ نہ دکھایا ہو اور بعض اولیاء سے عمر بھر کوئی بھی کرامت ظاہر نہوئی ہو۔ پھر جس نبی نے اپنے فرض منصبی میں یہ حیرت انگیز تصرف کر دکھایا ہو جو مقصود بالذات تھا تو وہ اوس سے بدرجہا فائق ہے کہ جسنے اس معاملہ میں تو کوئی حیرت بخش اثر پیدا نہ کیا ہو۔ عالم حسی میں بہت کچھ تصرفات کر دکھائے ہوں **سوئم** معجزات قسم اول کے دیکھنے کے بعد بھی منکر کو انکار کی گنجایش رہتی ہے برخلاف معجزات قسم ثانی کے **چہارم** معجزات قسم اول جاہلوں تیرہ باطنوں کو زیادہ دکہائے جاتے ہیں جنھیں کچھ بھی روحانی ادراک نہیں ہوتا یا ہو تو بہت ہی کم ہو اس لئے وہ لوگ ایمان لانے کے بعد زیادہ تر کمالات میں ترقی نہیں کرتے اور کرتے بھی ہیں تو انکا وہ رنگ بہت جلد اتر جاتا ہے برخلاف قسم ثانی کے۔ اکثر انبیاء علیہم السلام کو زیادہ تر قسم اول کے معجزات دیئے گئے تھے اور حضرت خاتم المرسلین علیہ السلام کو زیادہ تر قسم ثانی کے اور کم قسم اول کے معجزات عطا ہوئے تھے قسم ثانی کے معجزات کو بیشتر **آیات** کے لفظ سے تعبیر کیا گیا ہے +

(۳) کیا اس قسم کے افعال جو انسان کے فوق القدرۃ ہو جنکو خلاف قانون قدرت کہا جاتا ہے ممکن الوقوع ہیں ؟ حکماء حال کا ایک گروہ انکو محال سمجھتا ہے اور جن روایات میں ایسے واقعات کا ذکر ہے ان کو راویوں کا مبالغہ کہتا ہے اور جو انمیں سے کسی مذہب کے برائے نام پابند ہیں وہ ان کی تاویل کرتے ہیں گو وہ تاویل عبارت کے الفاظ سے کچھ بھی تعلق نہ رکھتی ہو +

وہ کہتے ہیں کہ قدرت کا عام قانون ہم یہ دیکھتے چلے آتے ہیں کہ ہر شئے اپنے اسباب عادیہ پر مرتب ہوتی ہے پانی پینے سے پیاس بجھتی ہے خاک پھانکنے سے کبھی نہیں بجھتی۔ انسان پانیوں کے سطح پر تیر کر یا کشتی وغیرہ سے عبور کر سکتا ہے یہ نہیں کہ خشک بالا بالا عبور کر جائے۔ یا ہوا میں خفیف اجسام یا پر دار وغیرہ اڑ سکتے ہیں۔

یہ نہیں ہوتا کہ انسان یا ہبنیں گا کے خود بخود اڑجائیں - اور قدرت کا قانون فطرت الٰہی
ہے جسکی نسبت قرآن میں بھی آیا ہے فطرۃ اللہ التی فطر الناس علیہا لاتبدیل لخلق اللہ
اور ایک حدیث میں بھی آیا ہے کہ اگر تم یہ سنو کہ پہاڑ اپنی جگہ سے ٹل گیا تو مان لینا
مگر یہ سنو کہ فلاں کی جبلت بدل گئی تو اسکو سچ نہ جاننا مشہور ہے جبل گرد د جبلت بزگرود
پھر ایسے مستحکم اصول کو راویوں کی روایات سے جنیں منبتیر وہم کی زیادتی غلط فہمی عمدی -
کذب ہوتا ہے ہم کیونکر توڑ سکتے ہیں؟ ایسے توہمات وتخیلات پر اگر عالم کے معاملات
کا مدار کار رکھا جائے تو معاملہ درہم برہم ہوجائے - کیا وہ ایک مجنون نہیں سمجھا جائیگا
کہ جو کہتا ہے کہ مجھے ہوا میں ہزاروں ہاتھی گھوڑے لشکر توپخانے جاتے ہوے دکھائی
دے رہے ہیں دیکھو وہ جارہے ہیں مگر وہ تمکو دکھائی نہیں دیتے - مجانین اکثر اپنی
خیالی صورتوں سے ہم کلام ہوا کرتے ہیں کبھی اونسے لڑتے ہیں کبھی پیار کرتے ہیں کبھی
اُنکو مارنے کو اُٹھتے ہیں کبھی اِن کی باتوں پر ہنستے کبھی روتے ہیں -

جن حضرات کو نبی یا رسول کے لقب سے ملقب کیا جاتا ہے وہ دراصل نیک اور پاکباز
لوگ ہیں انمیں قومی خیرخواہی اور اصلاح کا ایک ملکہ راسخہ ہوتا ہے وہی اِن کی نبوت
اور وہی اِن کی رسالت ہے انکا وہ ملکہ انپر ایک فوارہ کیطرح سے اوچھل کر انہیں پر
گرتا ہے از دمے خیزد بروے ریزد - یہی انکا الہام اور یہی ان کی وحی ہے - اور انکا وہ ملکہ
راسخہ ہی انکو مجسم نظر آیا کرتا ہے جیسا کہ مجنونوں کو اپنا خیال نظر آیا کرتا ہے وہی انکا جبرئیل
اور وہی ناموس اکبر ہے جسکو اس امر اور حقیقت سے ناآشنا لوگ وحی کا واسطہ بتایا کرتے ہیں
حالانکہ اِن کے الہام اور وحی میں کوئی بھی واسطہ نہیں ہوتا - اور جنکو فرشتہ کہا جاتا ہے
ان کی نظروں میں وہ خدا کی صفات یا اجسام کے طبائع ہیں جنکو وہ مختلف عبارت سے
تعبیر کرتے ہیں حقیقت سے ناآشنا انکو سچ مچ کے نورانی اشخاص جو بصورت کہیں مرد کہیں
کبھی عورتوں کی شکل میں تصور کرتے ہیں جن اور بھوت انسان کے خصائل بہیمہ ہیں

انکو بھی انبیاء ایسے عبارات سے تعبیر کرتے ہیں کہ جنکو الفاظ پرست نہیں سمجھتے جنت دوزخ ایک راحت و تکلیف کا نام ہے جو انسان کے نیک اور بد اعمال پر بمقتضائے قانون قدرت مرتب ہوتی ہے عرب کے جاہلوں کو رغبت دلانے اور ڈرانے کے لیئے باغ حور قصور نہروں میوؤں سے اور آگ اور زنجیروں اور زقوم سے تعبیر کیا ہے۔ یہی عالم جزا ر کے لحاظ سے جنت اور یہی سزا کے لحاظ سے دوزخ ہے نہ مرنے کے بعد روح باقی رہتی ہے نہ اسپر کوئی ثواب و عذاب طاری ہوتا ہے یہ سب باتیں رغبت و خوف دلانے کی غرض سے یہ مقدس لوگ بیان فرمایا کرتے ہیں اور یہ ان کی نیک نیتی کے سبب جھوٹھ شمار نہیں ہوسکتا۔ معجزہ محض ان کے مریدوں کی محبت و خوش اعتقادی ہے۔ دنیا میں ڈھڑ بندی وغیرہ اسباب سے ایسی ہزاروں باتیں دیکھی جاتی ہیں بازی گر آنب کا درخت لگا کر وہیں اسکے پھل کہلوا دیتے ہیں پھر کیا در اصل وہ درخت اور اس کے پھل ہوتے ہیں اپنی چالاکی سے جو ان کا ایک فن خاص ہے تخیلات عوام میں تغیر پیدا کر دیتے ہیں۔ اگر انبیاء بھی ایسا کرتے ہوں تو تعجب کیا ہے +

یہ انکی تمام تقریر کا خلاصہ ہے کہ جسپر اوس گروہ کے بانی اور ان کے مریدوں کو ناز ہے اور اسکو وہ ایک اسلام حقیقت شناس سمجھتے ہیں +

(اس کا مختصراً جواب تو یہ ہے)

کہ جب ہم عالم غیر محسوس کا وجود اور اس کی مخلوق کا ثبوت کر آئے ہیں۔ خدا تعالےٰ اور اس کے صفات۔ فرشتہ اور جن۔ اور اس قسم کی مخلوقات۔ روح اور اس کے علوم انسان کی اصل حقیقت لطیف اشیاء کے خواص اور انکا تعقل و ادراک اور ان کی قوت سب کو مدلل کر چکے ہیں۔ اور یہ کلیہ بھی باطل کر چکے ہیں کہ جو محسوس نہیں وہ موجود نہیں تو پھر اس بدگمانی اور تنگ خیالی کی ضرورت کیا ہے اور ان خیالات فاسدہ پر کونسی دلیل ہے +

(جواب تفصیلی یہ ہے کہ)

قدرت کا قانون وہ نہیں کہ جو مشاہدہ میں محیط ہوسکے جسکو ہم دیکھتے آئے کی دلیل ہے

مدلل کیا کرتے ہیں کسلئے کہ انسان اور خصوص ایسے انسان کہ جنکا دائرہ معلومات محسوسات سے باہر نہیں وہ جو کچھ دیکھتے آئے ہیں تو صرف محسوسات ہی کو دیکھتے آئے ہیں پھر غیر محسوس اشیا اور ان میں اسکی قدرت کا قانون انکو کیونکر معلوم ہوگیا۔ اور محسوسات میں بھی وہ جو کچھ دیکھتے آئے ہیں اپنی عمر چند روزہ ہی کے اندر دیکھتے آئے ہیں اور جو کچھ اور دیکھتے آئے ہیں وہ انکو روایات ہی کے ذریعے سے ثابت ہوگا اور روایات کے سلسلہ کو اس قائل نے خود مخدوش کر دیا ہے۔ اب اس کے چند روزہ تجربے نے تمام قدرت پر احاطہ کر لیا ہے یہ سمجھ میں نہیں آتا۔ اب ہم تھوڑی دیر کے لئے یہ بھی مان لیتے ہیں کہ جب سے انسان پیدا ہوا ہے اور اسنے جو کچھ دیکھا ہے اور جو کچھ سنا ہے وہ سب ایک کتاب میں بھی درج ہے اور وہ کتاب تحریف و تبدیل سے بھی مبرا ہے اور اس کتاب کو قائل نے حفظ بھی کر لیا ہے تو یہی نتیجہ نکلے گا کہ کئی ہزار برس کا تجربہ اسکو حاصل ہے جس کی تعداد اہل ادیان سماویہ کے نزدیک چھ سات ہزار برس سے زائد نہیں ہے۔ پھر اسقدر محدود تجربہ ان واقعات پر کیونکر حاوی ہو سکتا ہے کہ جو بیس ہزار یا پچاس ہزار کے بعد ظہور کیا کرتے ہیں۔ آخر یہی کہنا پڑیگا کہ چند تجارب پر جملہ نادیدہ و ناشنیدہ معاملات کو قیاس کر لیا ہے، اس قیاس کی صحت جو کچھ حکما و علما کے نزدیک ہو سکتی ہے مخفی نہیں اور پھر کیونکر قائل نے تعین کر لیا کہ ایک شئے کا وہی سبب ہے کہ جسپر اسنے مسبب کو مرتب ہوتے دیکھا ہے کیا یہ ممکن نہیں کہ اس کے اور بھی اسباب ہوں جنکو اسنے ابتک نہیں جانا ہو پھر جب وہ مسبب انپر مرتب ہوگا تو کیا یہ کہدیگا کہ یہ خلاف قانون قدرت ہے۔ جن اشیا کو وہ اسباب عادیہ پر مرتب ہوتے نہیں دیکھتے ممکن ہے کہ ان کے ترتیب کے اسباب نبی کی روحانی قوت ہو۔ جو برق اور اسٹیم کی قوت سے بدرجہا بڑھکر ہے۔ یا وہ مسبب الاسباب جسنے انکو اسباب عادیہ پر مرتب کیا تھا وہ تو بغیر ان اسباب کے بھی انکو پیدا کر دے اسمیں کیا محال لازم آتا ہے؟۔ قائل نے اسباب عادیہ پر نتائج کے ترتیب کو فطرت اللہ

سمجھتے ہیں بڑی غلطی کی ہے کیونکہ فطرت کے معنی ہیں تراش سکے۔ اِس کے معنی یہ ہیں کہ جس
چیز کو جس وضع شخصی یا نوعی پر بٹھایا ہے وہ اسی پر قائم ہے پرند درند نہیں ہو جاتے۔
تیرات اجحار سفلی نہیں بنجاتے۔ جسکی سرشت میں ازل سے بدبختی خمیر ہے وہ نیک نہیں ہوجاتا
یہی وہ جبلت ہے کہ جس کا حدیث میں ذکر ہے ان معنوں میں اور ان میں کہ جو قائل نے
پیدا کئے ہیں بہت فرق ہے۔ قائل نے نیچر کا ترجمہ فطرت کیا ہے مگر حکماء یورپ کہ جن سے
قائل نے یہ کلمہ سیکھا ہے اب تک نیچر کی حقیقت بیان کرنے سے قاصر ہیں

اور نہ سائنس یہ بتا سکتا ہے کہ مخصوص اشیاء میں مخصوص خواص و تاثیرات پیدا ہونے کی
کیا فلاسفی ہے؟ گلاب میں یہ مخصوص خوشبو اور چنبیلی میں دوسری قسم کی اور آفتاب میں حرارت
اور ماہتاب میں برودت کیوں پیدا ہوئی اِس کے برعکس کیوں ہوا اور پھر اسباب عادیہ کو
مخصوص مسببات کیلئے کیوں خصوصیت پیدا ہوئی؟ آخر تلاش کرتے کرتے سب کے اوپر
ایک بالادست قادر مختار مخصص تسلیم کرنا پڑتا ہے۔ پھر کیا وہ قادر مختار کبھی کبھی اوس قانون قدرت
کو کہ جسکو بندوں نے آپ بنا رکھا ہے اپنی کسی مصلحت سے بدل نہیں سکتا ہے؟ ضرور
بدل سکتا ہے +

یہ تمام پیچیدگیاں جو حکماء کو پیش آئی اور آتی ہیں صرف اسلئے ہیں کہ انہوں نے خدائے تعالیٰ
اپنی عقل کا تراشا ہوا پیدا کیا ہے اور اسکو انہوں نے اختیارات و قدرت بھی محدود عنایت
کی ہے اور بہت سے دانشمندوں نے تو اس سے اختیارات و قدرت بالکل سلب کرتے
ہیں یہاں تک کہ اپنے قانون کو آپ بدل سکتے ہیں مگر انکا وہی اور فرضی خدا بدل ہی نہیں
سکتا یہ جو کچھ اپنے فرضی خدا کی جو کچھ مجبوریاں بیان کرتے ہیں سب درست ہے۔ ان کے
فرضی خدا میں بیشک کچھ بھی قدرت و اختیار نہیں وہ کوئی قانون جو بندوں نے بنا کر
اسکو دیا ہے اسمیں کچھ بھی تغیر نہیں کر سکتا۔ مگر ایسے بیکار اور وہمی خدا کے ماننے
کی انکو ضرورت ہی کیا تھی صاف انکار ہی کر دیتے جیسا کہ ان کے بہت سے بھائیوں نے

کر دیا ہے۔ مگر مصیبت[۱] میں جان تو ان بیوقوفوں کی پڑ گئی کہ مذہب کی لکیر بھی پیٹے جاتے ہیں اور اوس گروہ کے مرید و مقلد بھی ہیں۔ اب اِن کے نبی کا حال سنئے وہ بھی ایک معمولی شخص ہے صرف یہ بات ہے کہ اسکو ایک خیال کی دہن لگ گئی ہے اسمیں اور مجنون میں تھوڑا ہی سا فرق ہے وہ بھی اپنی خیالی صورتوں سے باتیں کیا کرتے ہیں۔ انکو بھی خیالات مجسم دکھائی دیا کرتے ہیں۔ اور قومی مصلحت سے وہ کچھ جھوٹھ بھی بولدیا کرتے ہیں۔ اب ہم بھی مانتے ہیں کہ ایسے نبیوں میں کوئی بھی قوت روحانی نہیں جسکے زور سے وہ کوئی ایسا کام کر دکھائیں جو انسانی قوت سے زائد ہو۔ اور اِن کے علوم وادراک بھی ایسے کمزور ہیں کہ فلسفہ کی ٹکر سے چورا ہو جاتے ہیں لاچار اس کے درپئے ان کے کلام کو ہیر پھیر کر اس ٹکر سے بچانے میں کوشش کیا کرتے ہیں۔ ایسی نبوت کا کسی شخص پر خاتمہ بھی نہیں ہو گیا ہے نہ ہو سکتا ہے۔ اِن کے نزدیک ہندوؤں کا رام موہن بنگالی اور گرو نانک سکھوں کا پیر اور بہت سے نبی ہیں اور ہر ملک میں ایسے دہن کے پکے اِس

[۱] منجملہ مصائب کے ایک بڑی مصیبت یہ ہے کہ تاریخی واقعات کا انکار کرنا پڑتا ہے اپنے ثبوت مدعے کے لئے تو ایسی تاریخیں بھی معتبر مانی جاتی ہیں کہ نہ جنکا سلسلۂ روایت مسلسل ہے نہ اِن کی مصنفوں کا نقل مضامین میں اعتبار ہے نہ یہ معلوم کہ یہ واقعہ اس نے کس سے سنکر لکھا آیا وہ معتبر بھی تھا کہ نہیں پھر اس نے بچشم دید واقعہ اس سے بیان کیا تھا یا سنا سنایا پھر یہ کتاب تبدیل و تحریف سے بھی محفوظ رہی ہے یا نہیں؟ برخلاف اِس کے ایسے واقعات کی روایت کو خواہ وہ اِن مذکورہ بالا جملہ نقصانوں سے پاک بھی کیوں نہ ہو بیدھڑک انکار کر دیا جاتا ہے۔ دوسری مصیبت یہ کہ حضرات اولیاء کرام کی متواتر و مشاہد کرامات کا بھی انکار کرنا پڑتا ہے حالانکہ خاتم المرسلین صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد اِن کے معجزات کا یہ سلسلہ جاری ہے۔ یہ سب کچھ سہی مگر فلسفۂ جدید اور سائنس حال اسبات کا تو انکار ہی نہیں کر سکتا کہ آنحضرت صلعم نے عرب کی کایا پلیٹ دی تھی بت پرستوں سفاک جاہلوں بدکرداروں کو اس سرے سے اوس سرے تک تھوڑے دنوں میں انسان کامل بنا دیا پھر سکہ ایسا جمایا کہ زمانہ کے حوادث سے بھی مٹ نہ سکا

عہدہ کو حاصل کرسکتے ہیں۔ جیسا اون کا خدا تہا ویسے ہی اس کے نبی ہیں۔ ع

وزیرے چنیں شہر یارے چناں جہاں چوں نہ گرد فرارے چناں

ایسے دیوانوں کی کتاب اور شریعت بیشک اس قابل ہے کہ جسکو ملارس کے وہ لونڈے بہی جنہیں استنجا کرنا بہی نہیں آتا اور وہ بیرسٹرایٹ لا اور دولتمند جن کا مایہ ناز یورپین سوشیل اور آزادی ہے دن بہر میں سوبار ترمیم کرسکتے ہیں۔ پہر جب ان کے خدا کا ملک بہی یہی عالم محسوس ہے اور اسپر اوسکا پورا اختیار بہی نہیں تو اس کے ہاں جنت اور دوزخ کہاں؟ اپنے اعمال کا نیک نتیجہ اسی عالم میں پالینا ہی جنت ہے۔ بنگلہ کوٹھی رہنے کو۔ ہر قسم کی آزادی سے شراب کباب کہانے کو ملجائیں یہی بہشت ہے۔ حوریں یہی لیڈیاں ہیں جو عمدہ گاڑیوں پر آزادانہ اوڑتی پہرتی ہیں۔ مکر فریب ہر قسم کی بیقیدی لوازم جنت ہے۔ اور جہنم کیا ہے یہی افلاس نوکری میسر نہ آنا وغیرہ۔ انبیائی طریق کو ایسے خدا اور ایسے نبی اور ایسے الہام اور ایسی شریعت اور ایسی جنت ودوزخ سے کچہہ بہی سروکار نہیں انہیں کو مبارک رہے

جب انکا اصول ہی بدل گیا تو اب ان سے بحث ہی بیکار ہے۔ اپنے غلط اصول کی ان کی ساری باتیں منطبق ہیں مگر ان اصول اور اصول انبیائی بالخصوص اصول اسلامیہ میں زمین وآسمان بار اتذن کا فرق ہے۔ انکو اسلام سے کچہہ بہی تعلق نہیں۔ بلکہ اس کے صریح برخلاف ہیں۔ ہاں یہ بات ضرور ہے کہ وہ کسی مصلحت دنیاوی سے اسلام کا لفظ اپنے لئے مفید سمجہتے ہیں +

الحاصل روشن ضمیر حکمار کے نزدیک انبیار سے ایسے افعال سرزد ہونے ممکن ہیں۔ اور پہر یہ شبہ کرنا کہ ان کے معجزات اور مداریوں اور بازی گروں کے شعبدات میں کیا فرق ہے

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۱۹ اِس نشہ کو کوئی ترشی نہ اوتار سکے پہر یہ کام ما فوق القدرۃ نہیں تو اور کیا ہے کیا ایسا کسی نے آجتک کیا ہے؟ آپ کے اول اور بعد کی کوئی اسکی نظیر بتا سکتا ہے؟ ہرگز نہیں! ب اسکا بہی انکار کرنا ایک صریح اندھاپن ہے ۱۲ منہ

ایسا ہی حمق ہے کہ جیسا کسی دہقانی کا یہ شبہ کرنا کہ الماس اور بلور میں کچھ فرق نہیں۔ دونوں یکساں ہیں۔ ایسے شیطانی وسواس قابل التفات بھی نہیں +

(۳) یہ گروہ انبیاء علیہم السلام اپنی قوت نظریہ اور قوت عملیہ دونوں میں معصوم ہے جس حکیم وکریم نے اپنے بندوں کی رہنمائی کیلئے ایسے انسان پیدا کئے اسنے انکی بہیمیت کو انکی ملکیت کی مطیع ہی کر دیا تھا جس سے نہ انکا نفس انکو بیجا خواہشوں اور خدا کی نافرمانی کی طرف ابھار سکتا تھا نہ بہیمیت کے ظلمات توہم وتخیل سے ان کے کشف حقائق وادراک محسوسات وغیر محسوسات میں کوئی خلل پیدا کر سکتے تھے۔ وہ جو کچھ کرتے تھے منشاء الٰہی کے موافق کرتے تھے وہ جو کچھ معلوم کرتے تھے اشیاء کی اصلی حقیقت معلوم کیا کرتے تھے۔

(۴) قرآن مجید میں انبیاء سابقین کی علی سبیل التذکرہ بہت معجزات مذکور ہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا آگ سے سلامت برآمد ہونا۔ حضرت موسیٰ کا قلزم سے خشک قوم کو پار لیجانا۔ صالح علیہ السلام کے لئے ناقہ برآمد ہونا جسکو آیہ کہا گیا ہے۔ حضرت سلیمان کا تخت پر بیٹھکر مہینے کی راہ نصف دن میں طے کرنا۔ ان کے پاس طرفۃ العین میں بلقیس یمن کی شہزادی کا تخت حاضر ہو جانا۔ حضرت مسیح علیہ السلام کا مردوں کو زندہ کر دینا مادرزاد اندھے اور کوڑھی کو تندرست کر دینا وغیرہ خاتم المرسلین کا تذکرہ قرآن مجید میں بطور سرگزشت

نوٹ متعلق ص ۱۶۹ ۔ مگر یہ بہشت چند روزہ ہے بشرطیکہ اعضاء بدن بھی سلامت رہیں اور حوادث دیگر کوئی سنگ آسمانی بھی سر پر نہ آپڑے۔ پھر اس تھوڑی سی لذت وسرور پر جسکو پھول کی تازگی سے زیادہ بھی بقا نہیں یہ فریفتگی عقل کی کوتاہی اور دار آخرت سے بے نصیبی نہیں تو اور کیا ہے لذات وشہوات نے کہاں تک اندھا کیا ہے کہ اپنے سامنے ہر روز ہزاروں اہل نعمت ودولت کو تہ خاک ہوتے دیکھتے ہیں کہ جن کا بعد میں نام ونشان بھی باقی نہیں رہتا نہ ان کے وہ نعیم وناز باقی رہتے ہیں ان کے دیوان ان کے حال زار پر حسرت کے آنسوؤں سے روتے ہیں انکو عبرت نہیں افسوس ہزار افسوس۔ پھر انکو یہ زندگی کہاں جسمیں مافات کا تدارک کر سکیں خدائے رحمان انپر رحم فرمائے اور ان کی آنکھوں سے یہ پردہ اٹھائے۔ آمین ۱۲ منہ

بیان کرنیکا کوئی موقع نہ تھا کیلئے کہ خود آپ مخاطب ہیں اور مخاطب سے اسکی سرگزشت بیان کرنا بےمعنی بات ہے مگر تاہم ضمناً بہت سے معجزات کا ذکر ہے اول تو قرآن ہی آپ کا بڑا زندہ معجزہ ہے جس سے تحدی کیگئی اور آجتک کوئی بنی اسکی مثل نہ بنا سکا۔ یہ مردہ کے زندہ کر دینے سے بھی زیادہ حیرت خیز اور مافوق القدرۃ کام ہے دوئم آپ کی شرح صدر و رفعت ذکر جو بڑا معجزہ ہے جسکا کوئی انکار نہیں کرسکتا قرآن میں مذکور ہے الم نشرح لک صدرک و وضعنا عنک وزرک الذی انقض ظہرک و رفعنا لک ذکرک۔ کیا کسی ایسے شخص کا کہ جس نے کسی سے کچھ بھی پڑھا نہو نہ لکھنا پڑھنا جانتا ہو نہ حکماء کے ملک کا رہنے والا ہو جملہ علوم و معارف کا سرچشمہ ہو جانا جسکی تفصیل علوم قرآن میں آتی ہے ایسی شرح صدر نہیں ہے کہ جو انسانی قدرت سے فوق ہے۔ پھر چند برسوں میں باوجود شدید موانع کے مشرق سے مغرب تک آپکا نور نبوت آفتاب کی طرح پھیل جانا اور کسیکے روکے نہ رکنا رفعت ذکر نہیں ہے؟ جسکا نظیر اتبک نہیں پایا جاتا کیا یہ مافوق القدرۃ کام نہیں ہے؟۔

سبحان الذی اسرٰی بعبدہ لیلا من المسجد الحرام الی المسجد الاقصے الذی بارکنا حولہ لنریہ من آیاتنا۔ شبا شب مکہ سے بیت المقدس پہونچ جانا اور چلا آنا نہ کوئی ریل تھی نہ کوئی دوسرا اسبب عادی تھا معجزہ نہیں ہے؟ اسیطرح بہت سے آیندہ آنیوالے واقعات کی خبریں قرآن مجید میں دیگئی ہیں اور وہ حسب موقع ظاہر بھی ہوئیں پھر کیا یہ معجزہ نہیں ہے از انجملہ لیظہرہ علی الدین کلہ اوس مغلوبی اور مصیبت کے وقت یہ ایک ایسی پیشین گوئی تھی کہ جسپر مخالف قہقہے مارتے تھے آخر ہو کر رہی۔ از انجملہ وعد اللہ الذین آمنوا و عملوا الصلحت منکم لیستخلفنہم فے الارض الایہ پھر آپکے بعد اور بھی شان و شوکت کے خلفاء ہونا جنکا آیت میں ذکر ہے معجزہ نہیں؟ رومیوں کی نسبت جبکہ وہ ایرانیوں سے مغلوب ہو گئے تھے یہ خبر دینا وہم بعد غلبہم سیغلبون کہ نو برس کے اندر رومی ایرانیوں پر غالب آجائیں گے پھر اسیکے مطابق غالب آجانا معجزہ اور پیشین گوئی کا صادق آنا نہیں؟

اور بھی ہیں۔ اور احادیث صحیحہ میں تو بلحاظ تسلسل روایت اور صحت کے اناجیل اربعہ سے بڑھکر ہیں آنحضرت صلعم کے صدہا معجزات مذکور ہیں پھر منکر کا یہ کہنا کہ ان کے پاس کوئی بھی معجزہ نہ تہا اور سند میں یہ آیت پیش کرنا وما منعنا ان نرسل بالایت الاان کذب بہا الاولون سخت نافہمی نہیں تو اور کیا ہے اسی قسم کا جملہ حضرت مسیح نے بھی فرمایا تہا جبکہ انکو سولی دینے لے چلے اور ان سے معجزہ طلب کیا تہا کہ تمکو کوئی نشان نہ دکہایا جائیگا (انجیل متی) پھر کیا اس سے کوئی یہ ثابت کر سکتا ہے کہ حضرت مسیح نے کوئی معجزہ نہیں دکہایا؟ مکہ کے چند سرکشوں نے بطور تمسخر کے آنحضرت صلعم سے چند معجزات طلب کئے تہے ان کے جواب میں یہ آیت اتری اسلئے الآیات سے انہیں مطلوبہ معجزات کا انکار ہے نہ کہ مطلقاً۔ الف لام عہد خارجی ہے۔ کیونکہ اگر ایسا ہو تو ان کی بعثت سے مخلوق کو فائدہ نہ پہنچتا نہ ان کا کوئی فعل حجت ہوتا نہ کوئی قول سند ہوتا۔ کس لئے کہ ہر ایک پر احتمال غلطی کا بدنما دہبہ لگا رہتا +

سوال۔ انبیاء کی نسبت کتب انبیائی ہی میں بہت سے ایسے واقعات اور الفاظ مذکور ہیں کہ جن سے نہ ان کی عصمت عمل باقی رہتی ہے نہ عصمت علم۔ مثلاً حضرت آدم علیہ السلام کا جو اول بنی شمار ہوتے ہیں شیطان سے فریب کہا کر ممنوع درخت کو کہانا جسکی سزا میں وہ بہشت سے نکالے گئے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا بتونکو توڑ کر بڑے بت کے کندہے پر کلہاڑا رکھدینا اور قوم کے سوال پر یہ کہنا کہ ان کے بڑے نے یہ کام کیا ہے۔ اور آفتاب کو دیکھہ کر یہ کہدینا کہ یہ میرا رب ہے یہ بڑا ہے۔ اور مصری جبار بادشاہ کے استفسار پر اپنی بیوی سارہ کو اپنی بہن کہدینا۔ قوم اپنے میلہ میں لیجاتی تہی باوجودیکہ تندرست تہے یہ عذر کر دینا کہ میں بیمار ہوں۔ حضرت موسےٰ علیہ السلام کا ایک قبطی کو مکا مار کر ناحق قتل کر ڈالنا۔ حضرت داود علیہ السلام کا اوریا کی بیوی بنت سبع کو کس ناجائز طریق سے اسکے خاوند سے چہین لینا جسپر فرشتونکی معرفت انپر سوال کے پیرایہ میں

عتاب ہوا اور وہ سجدہ میں گر پڑے۔ اور خود آنحضرت صلعم کی نسبت چند واقعات مسلمانوں کی کتابوں میں ایسے مذکور ہیں کہ جن سے دونوں قسم کی عصمت باقی نہیں رہتی۔ (۱) زید کی بیوی کا جبکہ وہ زید کے گھر میں تھی عشق رکھنا اور زبان سے تو اسکو یہ کہنا کہ طلاق مت دے خدا سے ڈر اور دلمیں یہ کہ وہ طلاق دیدے تو میں اس سے نکاح کر لوں (۲) اور ونکو چار بیویوں کی اجازت دیکر اپنے لئے بغیر تعداد عورتوں سے خواہش نفسانی پورا کرنا اور اپنے نکاح میں کوئی حد معین نکرنا۔ (۳) لوگوں کو اس لئے کہ وہ آپ کا حکم نہیں مانتے تھے بیرحمانہ قتل کرنا انپر چڑھائی کرنا ان کے گھربار لوٹ لینا ان کے بچوں کو غلام بیویوں کو لونڈیاں بنا کر کام میں لانا۔ یہود بنی قریظہ اور بعض اشخاص کو کس بے رحمی سے قتل کروا ڈالنا۔ تا لیکا انہیں باتوں پر قرآن میں آپ کو اپنے گناہوں سے معافی مانگنے کا حکم ہے۔ اور ایک جگہ یہ بھی ہے کہ اے محمد ہمنے تمکو گمراہ پایا تھا پھر ہدایت کر دی۔ وغیرہ۔

جواب سے پہلے یہ بات معلوم کر لینی بھی ضرور ہے کہ نبی باوجود ان کمالات کے پھر بھی جامۂ بشری میں ہے اور جب تک انسان جامۂ بشریت میں ہے خواص بشریہ سے دور ہو نہیں سکتا۔ بھوک پیاس۔ غصہ۔ پیار۔ بھول۔ چوک۔ سب کچھ ہے نہ یہ امور گناہ ہیں نہ عصمت کے منافی۔ چنانچہ بعض اوہام نبی کو ان امور سے بھی مبرا تصور کر کے آنحضرت صلعم کو خرید و فروخت کھانے پینے بال بچوں سے صحبت رکھتے دیکھکر بڑا تعجب کرتے اور ان باتوں پر اعتراض کیا کرتے تھے جنکے جواب میں قرآن نے دو ہی باتوں پر فیصلہ کر دیا اول یہ کہ قل انما بشر مثلکم الایہ کہ میں بھی بشر ہوں خصائص بشریت سے علیحدہ نہیں ہو سکتا دوم یہ کہ آپ سے پہلے جسقدر انبیاء آئے ہیں جنکو ایک دنیا مانتی ہے وہ بھی بشر تھے۔ یمشون فی الاسواق۔ بازاروں میں خرید و فروخت بھی کیا کرتے تھے یعنی خواص بشریہ رکھتے تھے۔ یہ الزامی جواب تھا۔ اور یہی

یاد رکھنا چاہیئے کہ جرائم کی سزائیں ملزموں کی سفاکی اور ان کی سرکشی اور عادت کے موافق دینا حسن انتظام اور عین انصاف ہے۔ اور قوانین ملکی میں جنکا تہذیب اخلاق و ترقی روحانی سے کچھ تعلق نہو صرف تمدنی امور میں افراد کے لحاظ سے ضرور تفاوت ہونا چاہیئے اگر ایسا نہو گا تو گدہے گہوڑے اور سیاہ و سفید میں امتیاز نکرنا صادق آئیگا۔ اِن تینوں مقدمات کے بعد جواب سنیئے۔

حضرت آدم علیہ السلام کا اوس درخت کو کہالینا وہی بھول چوک بشریت تہی جسپر احتیاط نکرنیکے سبب انپر عتاب ہوا۔ خود قرآن میں ہے فنسی کہ آدم بہول گئے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ذرا بہی جہوٹ نہیں بولا نہ کوئی خلاف واقع جاہلانہ بات کہی تہی۔ ہاں تعریض ضرور کی اور توریہ سے ہی کام لیا تہا جو عقلاً جہوٹہ نہیں ہوتا۔ بڑے بُت کے کندہے پر کلہاڑا رکہہ کر بت پرستوں کو نادم کرنے کے لئے یہ فرما دینا کہ بل فعلہ کبیرہم کہ یہ کام سب کے بڑے نے کیا ہے یعنی جو ان سے بالا[۱] دست ہے اپنے پوچھیہ دیکھو اگر بول سکتے ہوں۔ ایک عاقلانہ اور پُر اثر وعظ تہا۔ اسیطرح بیوی کو بہن کہدینا ایک ظالم کے شر سے بچنے کے لئے اور ننگ و ناموس محفوظ رکھنے کے لئے کچھ جہوٹہ بہی نہ تہا کیونکہ وہ ان کی چچا زادی بہن ہی تہی۔ اور انی سقیم کہدینا بہی ایک بے رغبتی کے لئے خصوصًا برے کاموں میں شریک ہونے کے موقع پر ایک محاورہ ہے بولتے ہیں دل بیمار ہے یعنے مجھے رغبت نہیں۔ اسیطرح آفتاب کو ہذا ربی ہذا اکبر کہدینا اِن جاہلوں نیرات پرستوں پر ایک تازیانہ تہا جیسا کوئی کسی ذلیل اور حقیر شخص کو جس کو لوگ نخواہ مخواہ اپنا بادشاہ کہتے ہوں یہ کہدینا کہ یہ میرا بادشاہ یہ بڑا شخص ہے یعنے بادشاہ نہیں کیونکہ ولقد اٰتینا ابراہیم رشدہ من قبل کے بموجب وہ ابتدا ہی سے خدا پرست تہے طلوع و غروب کرنے والی اشیاء کا وجود ظلی ان کی نظر میں بہت ہی بے حقیقت تہا

[۱] اسلئے کبیرہم کہا انکے بڑے یعنی سب سے بالا تر لے گیا۔ کبیرہم = فرمایا کہ بڑے بُت نے ایسا کیا ہی ۱۲

کما قال انی لا احب الآفلین کہ میں غروب کرنے والی چیزوں کو اچھا نہیں سمجھتا۔ حضرت موسےٰ علیہ السلام کا بقصد قتل ایک قبطی کو تھپڑ مکا مارنا جبکہ وہ ظالم ناحق ایک مظلوم اسرائیلی کو برسر بازار پیٹ کر رہا تھا اور اس سرکش نے ربانی ارشاد کی کچھ بھی پروانہ کی تھی کوئی بری بات نہ تھی ان کی حمیت قومی اور انصاف کا یہی مقتضے تھا اس سے اس کا مرجانا ایک ناگہانی بات تھی۔ مگر اسپر بھی وہ اسکو اپنے دلمیں اولوالعزمی سے برا ہی سمجھتے اور استغفار کرتے رہے ✦

حضرت داؤد علیہ السلام کی نسبت جو اوریا کی بیوی بنت سبع کا معاملہ کسی مورخ نے دوسرا رنگ دیکر لکھا ہے اور اسیطرح حضرت سلیمان کی نسبت بت پرستی کا الزام لگایا ہے اور حضرت ہارون علیہ السلام کو گوسالہ پرست کہا ہے اور حضرت لوط علیہ السلام پر شراب پیکر اپنی دونوں بیٹیوں سے مباشرت کرنیکا الزام لگایا ہے یہ سب اہل کتاب کے علماء کی تحریف ہے جسکو نہ عقل تسلیم کرسکتی ہے نہ قرآن کیونکر قرآن ان کی بابت شہادت دے رہا ہے وَاِنَّهُمْ عِنْدَنَا لَمِنَ الْمُصْطَفَیْنَ الْاَخْیَار۔ کہ وہ ہمارے نزدیک برگزیدہ اور بہتر اشخاص تھے عصمت کیلیے یہی الفاظ کافی ہیں۔

ان باتوں کا جواب اہل کتاب پر ہے اور اسکا بھی کہ وہ پھر ان سے بھی کمتر معاملات پر جو بے احتیاط راویوں اور غلط فہم مفسروں سے لیکر اسمیں نئے نئے رنگ دیکر حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر اعتراض کیا کرتے ہیں ✦

قرآن میں حضرت داؤد کی بہت مدح آئی ہے سورہ ص میں ایک واقعہ انکی عدالت اور انصاف کے دکھانے کے لیئے مذکور ہے کہ دو چرواہے بلا اجازت دیوار پھاند کر ان کے خلوت خانے میں اپنا فیصلہ چکوانے کے لئے ان کے مخصوص وقت میں آگھسے جس سے انکو گھبراہٹ ہوئی اور ہونی بھی چاہیے تھی کس لئے کہ ان دنوں میں فلسطانی اور دیگر بادشاہوں سے جو ان کے آس پاس تھے لڑائی جاری تھی

ایسے مواقع میں بذات بقصد قتل گھروں میں گھس آیا کرتے ہیں۔ اِس پر اِن کے الفاظ ناملائم کہ ڈرنا نہیں۔ انصاف کرو ظلم نہ کرنا۔ ایسے کلمات تھے جن سے بادشاہان ذوالاحترام کو غصہ آجانا ایک معمولی بات ہے۔ اسپر بھی حضرت داؤد نے ان کے جھگڑے کا جو ایک دُنبی کی بابت تھا انصاف سے فیصلہ کردیا۔ انکو نکلوا نہ دیا نہ سزا گستاخی کا حکم دیا اِن کی طبیعت انصاف پسند کا امتحان تھا جسپر وہ اِس رمز کو سمجھ کر خدا کے آگے سجدہ میں گر پڑے اور اسپر عنایت وفضل آلٰہی کا انعام نازل ہوا۔

بے احتیاط راویوں نے اِس واقعہ کو ایک معما بنادیا اور پھر اِس کے لئے کیا کیا افسانہ گھڑے جن کا کچھ بھی ثبوت نہیں خاتم المرسلین صلے اللہ علیہ وسلم پر مخالفوں نے دو قسم کے حملے کئے ہیں (۱) شہوت پرستی اور بے تعداد عورتیں رکھنے کا اور زید کی بیوی سے دلمیں عشق رکھنے کا الزام (۲) مخالفوں کو بیرحمی سے قتل کرانے اور اِن کے مال واسباب لوٹ لینے اور بال بچوں کو لونڈی غلام بنا لینے کا۔ پھر دنیا کے عیسائی مصنفوں نے اسپر کیا کیا رنگ آمیزیاں کی ہیں اور اسلام کی توہین کے لیئے کیسی کیسی کتابیں اور رسالہ مختلف زبانوں میں تصنیف کئے ہیں۔ اور حضرت نے جو کچھ دنیا کے روبرو مسیح علیہ السلام اور ان کی والدہ کی بابت پاکبازی کی شہادت دی ہے جسپر یہود کو اتبک غیض وغضب ہے کیا ہی حق ادا کیا ہے کیوں نہو انصاف پسند طبائع ایسا ہی کیا کرتے ہیں اور تہذیب وشائستگی بھی اسیکا نام ہے۔

پہلی بات کا جواب یہ ہے۔ کہ تمام مورخین متفق ہیں کہ آنحضرت صلعم نے پچاس برس کی عمر تک صرف ایک ہی بیوی خدیجہؓ پر کفایت کی جو آپ سے بیس برس بڑی تھیں جہاں آپکا وطن بھی تھا اور قریش آپ کو بخوشی خاطر نوجوان حسین لڑکیاں دینے کو بھی موجود تھے اور رغبت بھی دلایا کرتے تھے اور انسانی عمر کا یہی زمانہ عورتوں کیطرف رغبت کا بھی ہوتا ہے۔ پھر عقل باور نہیں کرتی کہ ایک ایسا شخص جسکو تمام جاہل قوم اور

پھر عقل بھی باور نہیں کرتی کہ ایک ایسا شخص جسکو تمام جاہل قوم اور ملک کی ہدایت کا داعیہ بھی ہو اور ایسا داعیہ کہ جسکی بدولت وہ اور ان کے یار و اعوان ہر قسم کی ملامتوں اور ایذاؤں کا نشانہ بنائے جائیں وطن اور گھر بار چھوڑنا پڑے اور تمام ملک دشمنی پر کمربستہ ہو جائے وہ پردیس میں جاکر جہاں ایک چھوٹی سی بستی (مدینہ) کے لوگ ان کے محض اسی خدا پرستی کے سبب اعوان و انصار ہو جائیں اور انہیں میں سے چند سردار در پردہ باعث تخریب بھی ہوں اور رات دن عیب جینی کے درپے ہوں (منافق) اور اس بستی کے آس پاس ایسی سخت اور حاسد یہود کی قومیں بھی رہتی ہوں (بنی قریظہ و بنی نضیر وغیرہ) جو تمام عرب کو اس خدا پرست اور مظلوم گروہ کے نیست و نابود کر دینے کی ترغیب دلاتی ہوں اور اسی وجہ سے آئے دن قوموں کی یورشیں اور ہر روز مار دھاڑ کا بازار ان کے لئے گرم ہو۔ فقر و فاقہ حد سے بڑھا ہوا ہو جوانی بھی ڈھل گئی ہو وہ شخص ایسے موقع پر ایسی حالت میں شہوت رانی کر کے اپنے دامن پر دھبہ لگائے؟ خارج از حیطہ عقل ہے۔ بھلا کوئی تھوڑی سی سمجھ کا آدمی جو واقعات سے واقف ہو ذرا بھی باور کر سکتا ہے کہ مدینہ کے وہ غیور انصار جن کو رشتۂ اعتقاد ہی وابستہ کئے ہوئے تھا اور قبائل عرب کے مہاجرین جملہ تکالیف ایک ایسے شخص کی خاطر اٹھائیں اور اپنی جانوں اور مالوں کو معرض ہلاکت میں ایک ایسے آدمی کے لئے ڈالدیں جو پیرانہ سالی میں بھی شہوت پرست ہو وہ لوگوں کی بہو بیٹیوں سے مخفی یا ظاہر عشقبازی کرتا ہو۔ جو بقول مخالف پُرفن و عیار بھی ہو۔ ہرگز نہیں ہرگز نہیں۔ یہ کہنا کہ وہ بیوقوف لوگ تھے خود قائل کی بیوقوفی ہے ان کی لیاقتیں ان کے فتوحات ملکی سے ظاہر ہیں اور ان فتوحات پر ان کی وہی پاک اور درویشانہ زندگی میں جو ان کے پیغمبر کے حیات میں تھی فرق نہ آنا ان کی راستبازی اور ان کے دلوں میں پیغمبر کے زندہ اصول جاگزیں ہونے کی دلیل ہے اس تمہید کے بعد ان رنگ آمیزیوں اور بے احتیاط راویوں کی روایات سے قطع نظر کر کے جو ہر مذہب میں ہوتی ہیں اصل واقعات پر نظر غائر ڈالی جائے تو ان بیہودہ

الزامات میں سے ایک بھی اوس پاکباز اور معصوم کے دامن پر نظر نہ آئیگا۔

سب سے پہلا الزام زید کی بیوی زینب کے نکاح سے پیغمبر علیہ السلام پر قائم کیا کرتے ہیں۔ قرآن اور کسی صحیح حدیث میں یہ نہیں ہے اور نہ کسی معتبر مورخ نے لکھا ہے کہ حضور اقدس علیہ السلام زید کے گھر میں گئے تو ان کی بیوی کو برہنہ نہاتے دیکھ کر انپر عاشق ہو گئے زینب بھی آپ پا کو تاڑ گئیں اسلئے وہ اپنے خاوند زید سے اور بھی زیادہ بدزبانیاں کرنے لگیں اوہر زید اس لگاوٹ کو سمجھ گئے اور جان گئے کہ یہ بیل نہ منڈھے چڑھی ہے نہ چڑھے گی۔ اس لئے طلاق کا ارادہ کر لیا پیغمبر علیہ السلام نے ظاہرداری کے لحاظ سے اپنا تقدس جتلانے کے لئے موہنہ سے تو منع فرمایا مگر دل میں یہی آرزو تھی۔ چنانچہ پیغمبر کی اس پا کو قرآن میں خدا نے ظاہر کر دیا ہے وتخفی[له] فی نفسك ما الله مبدیه وتخشی الناس والله احق ان تخشاہ۔ اور جب زید نے طلاق دیدی تو بے صبری ہوئی کہ بغیر نکاح کی اسکو اپنے خلوت خانہ میں لیگئے اور فرمادیا کہ میرا نکاح عرش پر جبرئیل نے باندہ دیا ہے ؎

حاشا ثم حاشا ہرگز یہ واقعہ اس طرح سے پیش نہیں آیا نہ قرآن کی آیت مذکورہ بالا کا یہ مطلب ہے یہ صرف مخالفوں کی رنگ آمیزی ہے

واقعہ یہ تھا کہ زینب حضور اقدس کی پھوپی زاد بہن اعیان قریش میں سے تھیں

[له] اور اپنے دلمیں آپ وہ خیال چھپا رہے تھے کہ جسکو اللہ ظاہر کرنے والا تھا ۱۲۔ اسمیں نہ عشق و محبت کا ذکر ہے نہ عشق و محبت ظاہر کیا گیا ہے ظاہر تو قرآن میں اس مقام پر یہ کیا گیا ہے کہ موہنہ بولا بیٹا درحقیقت بیٹا نہیں ہو جاتا زینب کو زید طلاق دے چکا ہم آپکو نکاح کا حکم دیتے ہیں ۱۲ منہ

ف اول تو زینب آپکے کنبہ کی تھیں نکاح زید سے پہلے سو بار ہی انکو دیکھا ہوگا پھر اپنے لئے نکاح کی درخواست نہ کرتے جبکہ وہ لوگ بہت جلد اپنا فخر سمجھ کر اپنے ہادی قوم کے شریف سے بیاہ دیتے۔ دوئم اسلام کا حکم ہی نہیں کہ وراثنا بے اطلاع اپنے مستورات میں بھی چلے جاویں بلکہ سلام وغیرہ الفاظ سے اطلاع کرنیکا حکم ہے پھر آپ بغیر اطلاع زید کے گھر میں کیونکر جا سکتے تھے اور اطلاع کرنے پر ممکن نہ تھا کہ زینب جیسی عابدہ زاہدہ خدا پرست پردہ کا ستر نہ کرتیں اور ویسی ہی ننگی بیٹھی نہایا کرتیں جیسا کہ عیسائیوں اور

زید آپ کا مونہہ بولا بیٹا تہا جسپر آپ کی پدرانہ شفقت تہی اپنی سفارش اور ذمہ داری سے اپنے ہی خاندان میں آپ اِن کی شادی سکے متکفل ہوئے زید غلام سے سردار قریش کی بیٹی کا پیوند اُنکی رسم کے خلاف تہا۔ یہ اتفاقی بات ہے کہ میاں بیوی میں اَن بن ہونے لگی۔ بیوی تندمزاج تہیں۔ زید کا بجز آپکے اور کون تہا جس سے بیوی کی بدمزاجی کی شکایت کرتے آپ اوس لحاظ سے کہ یہ نکاح میرے کہنے اور میری ذمہ داری سے ہوا ہے زید کو صبر و برداشت کی نصیحت فرماتے رہے آخر تنگ آکر زید نے طلاق کا قصد ہی کرلیا اور اپنے آقا سے صاف صاف کہدیا۔ اِس موقع پر آپ کو یہ خیال پیدا ہوا کہ آخر کار اس ذمہ داری اور یگانگت کے سبب زینب کے ورثہ مجہی کو اوس کے ساتھہ نکاح کرنے پر مجبور کرینگے۔ مگر زید متبنےٰ کہلاتا ہے اور متبنےٰ کی مطلقہ یا بیوہ سے نکاح کرنا عرب کی رسم جاہلیت میں معیوب سمجہا جاتا ہے۔ اس خیال کو آپ دلمیں چہپا رہے تہے اور استبعا سے ڈر رہے تہے۔ مگر ایسے رسوم کا توڑنا کوئی آسان کام نہیں خدا نے اپنے پیغمبر ہی کو اس کے لئے مجبور کیا اور نکاح کا حکم دیا۔ آسمان پر نکاح کرنے سے یہ مراد ہے۔ اور فرمادیا کہ لوگوں کے طعن و تشنیع کی کچھہ پروا نکرو اسلئے بمجبوری زینب سے نکاح کرنا پڑا۔ جو لوگ خانہ داری کی ایسی پیچیدگیوں میں پڑکر نکاح پر مجبور کئے جاتے ہیں وہ اِس بات کو خوب سمجہ سکتے ہیں مخالف جو چاہے بدگمانی کیا کرے۔ یہ تہا وہ واقعہ جسکو دوسرے قالب میں ڈہالکر مخالفوں نے دکہایا ہے

دوسرا اعتراض یہ تہا کہ اپنے لئے چار کی حد کیوں نہ قائم کی۔ اسکا جواب تمہید کی دفعہ سے واضح ہے۔ حضور اقدس کے لئے متعلمات کو بسلسلۂ نکاح جمع کرنے میں مصلحت تہی اِن کی عیالت و کفالت کے لحاظ سے بہی اور جلوت و خلوت میں مستفید

بقیہ صفحہ ۱۷۸۔ اور ہنود میں دستور ہے سوئم جب پیغمبر علیہ السلام کے دلمیں یہ خیانت تہی تو ہمیشہ کے لئے اپنے لئے قرآن میں ایسی بات داخل کرکے بدنامی کیوں لیتے۔ جس احمق بدذات نے اپنے معاملات پر قیاس کرکے اوس مقدس پر ایسا بہتان باندھا ہے اسکو عقل بہی نہ تہی ۱۲ منہ

ہونے کے سبب سے بھی اس لئے تعداد معین نہ کی گئی اس کی تشریح اور مقامات پر بھی آئے گی انشاءاللہ۔ **دوسری بات کا جواب** - بھی تمہید سے ظاہر ہے۔ ایسے بدذات جو خواہ مخواہ ایک خداپرست مظلوم گروہ کے رات دن درپے قتل ہوں اور لوگوں کو بھی ابھارتے ہوں اور کئی بار عہد کر کے بدعہدی بھی کر چکے ہوں اور قریب تھا کہ جنگ احزاب میں ان بدذاتوں کی شرارت سے سب کے سب خداپرست قتل کئے جاتے۔ ان کے گھر بار لوٹے جاتے بال بچے لونڈی غلام بنائے جاتے اور قریب ستر کے شہید بھی ہوئے اور بہت سے زخمی ہوئے پھر ایسے قاتلوں سفاکوں سانپوں[1] کے بچوں کو جو انبیاء خصوصاً حضرت مسیح پر ظلم و ستم کر کے اترا گئے تھے قتل نہ کرتے تو کیا ان کے سر پر پھول دھرتے ان کی خبر تو خود مسیح علیہ السلام سے لیتے چنانچہ حواریوں کو تلواریں خریدنے کا حکم بھی دے چکے تھے۔ مگر ابھی آسمانی سلطنت کا زمانہ نہیں آیا تھا حواریوں کے بودے پن سے مجبور ہو گئے۔ یہاں آپ کے ساتھ عرب بالخصوص قریش و انصار تھے جن کی شجاعت سے شیر غراں پیشاب کرتا تھا سب کو مزا چکھا دیا +

ایسے رحمدل معترض تو آجکل یورپ کے ہر فرمانروا پر سنگدلی اور بیرحمی کا الزام لگاتے ہونگے جبکہ وہ سیکڑوں قاتلوں کو پھانسی پر لٹکتے اور سینکڑوں بدمعاشوں کی پیٹھ پر تازیانہ پڑتے دیکھتے ہوں گے سینکڑوں کو گولیوں اور توپ کے گرابوں سے اوڑتے دیکھتے ہونگے سینکڑوں کے گھر بار جائداد لوٹتے اور ضبط ہوتے ملاحظہ کرتے ہوں گے اور ان کے باقیماندوں کو اسیر اور زیر حراست پاتے ہوں گے پھر ایسے رحمدلوں کا کیا کہنا ہے۔ انہیں کے بزرگوں نے تو مسیح علیہ السلام کو ظالموں کے پھندے میں پھنسا دیکھ کر کان تک نہ ہلائے +

ہندوؤں کے ہادی سری کرشن جی نے کورچھیتر کے میدان میں لاکھوں چھتریوں کو ایک دنیاوی معاملہ پر تہ تیغ کرا دیا پھر شنکر اچارج جیسے دھرماتما رحمدلوں نے جو جینو متیا کو

[1] خود مسیح نے ان کی نسبت یہ لفظ فرمایا تھا۔ ۱۲ وو یع حیوانات جان مارنا ۱۲ منہ

باپ سمجھتے ہیں ہزارہا بیگناہ بودھوں کو کس بے رحمی سے تہ تیغ کیا۔ اپنا ہی دہرم چمکانے کے لئے رحمدل مشنری جو مسیح کے اِس قول کے بڑے عامل ہیں کہ جو تیرے ایک گال پر طمانچہ مارے تو اسکی طرف دوسرا بھی کردے۔ حرب صلیب کے زمانہ میں محض غیر مذہب ہونیکے سبب ہزاروں مسلمانوں عورتوں بچوں بوڑھوں بیماروںکو کس بیرحمی سے تہ تیغ کیا جبکہ ان بیت المقدس فتح کیا تھا اوس روز ان بیماروں بوڑھوں عورتوں بچوں کی تعداد۔ جو الاماں الاماں پکارتے اور رو روکر رحم دلا رہے تھے قریب ستر ہزار کے تھی جنمیں یہودی بھی تھے۔ پھر اسپین میں جب فرڈی ننڈ نے قبضہ کیا تو دیندار عیسائی مشنریوں کے فتوے سے بے تعداد مسلمانوں کو جنمیں عورتیں اور بچے اور بوڑھے اور بیمار بھی تھے کس بیرحمی سے قتل کیا ہے اور جو سراسیمہ ہوکر پہاڑوں جنگلوں میں بھاگ گئے تھے اور ان کا تعاقب جاری تھا وہ برف اور وہ بھوک پیاس سے مرے ہیں انکا کوئی شمار نہیں صرف اسکی جان بخشی ہوتی تھی جو دین عیسوی قبول کرتا تھا۔ اور اب جہاں کہیں فتنہ و فساد برپا ہوکر ہزاروں خون ہوتے ہیں اِس کا تخم انہیں دیندار مشنریوں کے مقدس ہاتھوں کا بویا ہوا ہوتا ہے۔ اور تبلیغ مذہب کی آڑ میں جہاں کہیں اِن کے مبارک قدم جاتے ہیں وہاں بھی فتنہ و فساد برپا کرتے ہیں۔ اسیطرح حضرت موسے اور یوشع اور بعد کے انبیاء کے وہ خونخوار قتال و جدال جنمیں عورت مرد جوان بوڑھا گائے بیل تک تہ تیغ کیا گیا۔ بائبل میں مذکور ہیں ملاحظہ ہو سفر خروج باب ۱۷ سفر عدد باب ۲۱۔ سفر استثنا ر باب ۲۳۔ کتاب یسوع باب ۶۔ انجیل لوقا باب ۲۲ ورس ۳۶ میں ہے کہ جسکے پاس نہیں وہ اپنے کپڑے بیچکر تلوار لے۔ پھر اِس کتاب کے باب ۲۲ میں ہے کہ حواریوں میں سے ایک نے سردار کاہن کے نوکر پر تلوار چلائی اور اسکا داہنا کان کاٹ ڈالا۔ مگر حواریوں کی ہمت دیکھکر مسیح نے فرمایا کہ اتنے ہی پر رہنے دو۔ (انجیل لوقا باب ۲۲ ورس ۵۱)

قرآن میں جو آپ کو توبہ و استغفار کا حکم دیا اور معافی کا مژدہ سنایا گیا۔ اِس لئے کہ

کہ نبی قوم کا وکیل ہوتا ہے قوم کے گناہوں سے استغفار کرنا مراد ہے اور نبی کو ان کی بخشش کا مژدہ دیا گیا ہے اگر گناہ ہونے یہی معمولی گناہ مراد لی جائے۔ ورنہ اس سے مراد وہ خطرات بشریہ ہیں جن سے بشر مجبور ہے تو ان کے قلوب صافیہ پر ان سے بھی وہی کدورت محسوس ہوتی ہے جو دوسروں کو گناہوں سے محسوس ہوتی ہے۔ اور اسیلئے لیغفرلک ما تقدم من ذنبک وما تاخر ارشاد ہوا ہے۔ اور نیز مقامات تقرب میں ذرا ذرا التفات غیر اللہ بھی ایسے اولوالعزم اشخاص کے لئے گناہ سمجھے جاتے ہیں مشہور ہے حسنات الابرار سیات المقربین دلیل اثبات پر کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے گناہ ہونے یہ معمولی گناہ مراد نہیں بلکہ وہی خطرات و التفاتات الی غیر اللہ دلیل خم و آنحضرت صلعم ہی کا قول ہے قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہ لیغان علی قلبی وانی لاستغفر اللہ فی الیوم مائۃ مرۃ رواہ مسلم۔ کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ میرے دل پر (غین) ایک پردہ سا طاری ہو جاتا ہے تو میں دن بھر میں سو بار خدا سے استغفار کرتا ہوں۔ اس حدیث کو امام مسلم نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے جس کی صحت میں کچھ بھی کلام نہیں۔ پس جس شخص پر قرآن نازل ہوا تو آپنے اپنے گناہ کی کیفیت بیان فرمائی تو اب اور کسیکا حق نہیں کہ وہ اپنی طرف سے اس کے معنی بیان کرے۔ اور الزام لگانے کے لئے اپنے معانی اون الفاظ میں پہناوے۔

وہ غین کیا تھا؟ علماء نے بخصوص اس حدیث کے شراح نے اس کے متعدد معانی بتائے ہیں۔ جنمیں سے اقوی یہ ہیں جسکی نسبت صاحب لمعات بھی لکھتے ہیں ان ذلک کان بسبب امتہ وما اطلع علیہ من احوالہم بعدہ فکان یستغفر لہم کہ یہ غبار امت کے گناہوں کا تھا جبکہ آپ اوسپر مطلع ہوتے تھے (تو اس آئینہ صافی پر اوسکا عکس پڑتا تھا) پس ان کے لئے استغفار فرماتے تھے۔

ہر مقامات عالیہ طے کرنے والے کو جب تک کہ وہ اس مقام تک نہ پہونچا تھا اس مقام کے

لحاظ سے ضلالت ہوتی ہے اور یہ بدیہی بات ہے۔ اسطرح آنحضرت صلعم کا حال تھا جیسا کہ
ایک جگہ قرآن میں فرماتا ہے ماکنت تدری ما الکتاب ولا الایمان کہ اس سے پہلے آپ نہ
کتاب جانتے تھے نہ حالات ایمان پہچانتے تھے ہمنے بذریعہ وحی والہام تمکو مطلع کیا
ہے۔ اور یہ ایک واقعی بات ہے۔ پھر اس لفظ سے بت پرستی و بدکاری کی گمراہی مراد
لینا خود معترض کی گمراہی ہے۔

اس قسم کے گناہوں سے کوئی بشر بھی پاک نہیں نہ ہوسکتا ہے۔ اسبات کا خود
حضرت مسیح علیہ السلام کو بھی اقرار ہے چنانچہ انجیل متی کے انیسوئیں باب ۱۶ درس میں ہے
دیکھو ایک نے اوس سے (یعنی مسیح سے) کہا کہ اے نیک اوستاد میں کونسا نیک عمل کروں
کہ ہمیشہ کی زندگی پاؤں اس نے اسے کہا کہ تو مجھے کیوں نیک کہتا ہے نیک تو کوئی نہیں
مگر ایک یعنی خدا پر اگر تو زندگی میں داخل ہونا چاہے تو حکموں پر[۵] عمل کر لوگ یوحنا بپتسمہ
دینے والے کے پاس یردن ندی میں گناہوں کا اقرار کر کے بپتسمہ پانے جاتے
تھے اسی رسم کے موافق خود مسیح علیہ السلام نے بپتسمہ پایا جیسا کہ انجیل متی کے اول باب
میں ہے۔ اس کے بموجب مسیح نے بھی گناہونکا اقرار کیا ہوگا +

کتاب ایوب کے چودہویں باب میں ہے۔ درس ۴۔ کون ہے جو ناپاک سے (انسانی
نطفہ) پاک نکالے۔ پھر پندرہویں باب کے ۱۴ درس میں ہے۔ انسان کون ہے کہ پاک ہووے
اور وہ جو عورت سے پیدا ہوا۔ کیا ہے کہ صادق ٹھہرے +

جب یہ ہے تو پھر جملہ خدا پرست اور راستباز گو وہ نبی یا رسول ہی کیوں نہوں کس لیے
اپنے خدا کے حضور میں توبہ و استغفار عجز و نیاز نہ کریں۔ اوس قدوس کے سامنے انسان کا
حدوث و امکان ہی اس کی تقصیر کی شہادت ہے۔ اسکو بدکاروں کی بدکاریاں اور

---

[۵] افسوس پولوس عمل کرنے سے روکتا ہے صرف مسیح پہ ایمان لانے ہی کو موجب نجات
اور عمل کو موجب لعنت قرار دیتا ہے ۱۲ منہ

مشرکوں کی بت پرستیاں قرار دینا ایک تیرہ باطن کا کام ہے۔ جسکو مقام عبودیت میں
کچھہ بہی بہرہ نہیں ۵ بندہ ہماں بہ کہ ز تقصیر خویش ÷ عذر بدرگاہ خدا آورد ÷

جملہ انبیاء کی عصمت

پر یہ آیت دلیل ہے اِنَّا اَخْلَصْنٰھُمْ بِخَالِصَۃٍ ذِکْرَی الدَّارِ ۝ وَاِنَّھُمْ عِنْدَنَا لَمِنَ الْمُصْطَفَیْنَ الْاَخْیَارِ ۝ سورہ ص رکوع ۴

یعنے ہمنے انکو (انبیاء علیہم السلام کو) ایک خاص بات کے لئے مخصوص کرلیا تھا۔
دار آخرت کیطرف متوجہ ہونے اور اس کے یاد رکہنے کے سبب اور وہ سب ہمارے
نزدیک برگزیدہ اور نیک بندے ہیں۔ جس کے قوی بہیمیہ قوی ملکیہ کے مطیع نہو جائیں
کہ بہیمیت عمل اور علم میں اپنی تاریکی کا پردہ نہ ڈال سکے اوسوقت تک انسان برگزیدہ اور
نیک نہیں ہوسکتا۔ یہی عند اللہ برگزیدگی عصمت ہے۔ جب عموماً انبیاء علیہم السلام کا
یہ حال ہے تو سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم جو سب میں محکم اس آیت کے برگزیدہ ہیں
بدرجہ اولی معصوم ہیں۔ تِلْکَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَھُمْ عَلٰی بَعْضٍ کہ رسولوں میں ایک کو
دوسرے پر ہمنے فضیلت دی ہے یہ مضمون تو بعبارۃ النص ثابت ہے مگر علماء بیان نے تصریح
کی ہے کہ بعض کے لفظ سے آنحضرت صلعم کیطرف استعارہ ہے۔ اور آپکے لئے
بالخصوص اور بہی آیات ہیں۔ قوت نظریہ کی عصمت کے لئے مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰی
اسکی تصریح ہوچکی ہے۔ نیک عمل اور ثبات فی الدین کے لئے یہ آیت ہے وَلَوْلَا
اَنْ ثَبَّتْنٰکَ لَقَدْ کِدْتَّ تَرْکَنُ اِلَیْھِمْ شَیْئًا قَلِیْلًا ۝ سورہ بنی اسرائیل رکوع ۸
کہ اگر ہم آپ کو ثابت قدمی عطا نکرتے تو آپ اسے بہی ان کی طرف کچھہ نہ کچھہ جھک ہی
جاتے۔ یہی ثابت قدمی عصمت ہے۔ اور اسیکو سلطان نصیر سے تعبیر کیا جاتا ہے
جسکی نسبت آپ کو دعا مانگنے کا حکم ہوا ہے۔ کہ وَاجْعَلْ لِّیْ مِنْ لَّدُنْکَ سُلْطٰنًا
نَّصِیْرًا ۝ دعا سے مقصود ہے کہ یہ زائل نہو جائے اور دن بدن اسمیں ترقی ہوتی
رہے وَالضُّحٰی وَالَّیْلِ اِذَا سَجٰی مَا وَدَّعَکَ رَبُّکَ وَمَا قَلٰی وَلَلْاٰخِرَۃُ

عصمت انبیاء

خَیْرٌ لَّکَ مِنَ الْاُوْلٰی ○ قسم ہے روشنی اور رات کی جبکہ وہ چھا جاوے (اس میں قوت ملکیت وقوت بہیمیہ کیطرف اشارہ ہے) اے محمد تمکو نہ تمہارے ربنے چھوڑ دیا ہے نہ آپسے وہ ناراض ہوا ہے (ہمہ وقت ظل عنایت اور تاج رضامندی آپکے سر پر ہے۔ اور ہر دم اور ہر ساعت جو پیچھے آنے والی ہے وہ آپکے ترقی درجات میں پہلے سے بہتر ہے سایۂ عنایت وحفاظت الٰہی کو عصمت بھی کہا جاتا ہے۔ اَلَمْ نَشْرَحْ لَکَ صَدْرَکَ وَوَضَعْنَا عَنْکَ وِزْرَکَ الَّذِیْ اَنْقَضَ ظَہْرَکَ وَرَفَعْنَا لَکَ ذِکْرَکَ ○

اس سورہ میں صاف ہے کہ خدا نے اپنے پیغمبر علیہ السلام پر تین عنایت کی ہیں۔ (۱) آپ کی شرح صدر کیگئی۔ یعنے سینہ مبارک کھولدیا گیا جملہ علوم ومعارف واسرار ملکوت السماوات والارض عالم محسوس اور عالم غیر محسوس کے حقائق آپ پر منکشف کر دیئے گئے کسلئے کہ بغیر ایسی حالت کے شرح الصدر کا اطلاق بے معنی ہے اور نیز احادیث صحیحہ میں اسکی تصریح بھی ہے۔ اور یہ ملکیت کا پورا غلبہ ہے جو نبوت کبرائے کے لئے لازم ہے (۲) نفسانی خواہشیں شہوت بیجا۔ غضب بیجا۔ طمع بیجا۔ یہ تین ایسے گراں پتھر ہیں کہ ملکیت کی کمر توڑ ڈالتے ہیں۔ جملہ معاصی کا یہی تین قوتیں فرداً فرداً یا مجموعہ مرکب ہوکر اصل الاصول ہیں۔ اور جب یہ غالب آجاتے ہیں تو نورِ ملکیت مدہم پڑجاتا ہے بلکہ ظلمات کے پردے پڑجاتے ہیں جسکے سبب انسان معارف وحقائق سے محروم ہو جاتا ہے۔ خدا نے یہ بوجھہ گراں رسول پاک سے دور کر دیا۔ اور شرح صدر کے بعد یہ دور ہونا ہی تھا۔ یہی وہ موجب عصمت فی العلم والعمل ہے کوئی شہوانی ونفسانی طاقت اِس کے بعد غلبہ نہیں کر سکتی نہ حقائق الاشیاء کے ادراک میں کوئی ظلمانی پردہ مانع آتا ہے۔ (۳) آپ کا ذکر خیر بلند کیا اور شرح صدر۔ اور وضع وزر کے بعد ویسا ہونا ایک لازمی نتیجہ ہے۔ انسان کی رفعت کو یہی چیزیں مانع ہوتی ہیں +

هُوَ الَّذِیْ بَعَثَ فِی الْاُمِّیّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِهٖ وَ یُزَكِّیْهِمْ وَ یُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ وَ اِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ۝

سورہ جمعہ رکوع ۲۔ اِس سورہ میں خدا تعالےٰ اپنی عنایت کا اظہار فرماتا ہے۔ کہ ہم نے ان پڑھوں میں یعنی تمام عالم میں کیونکہ جہل کی تاریکی سے اسوقت تمام عالم امی ہو رہا تہا انہیں میں کا ایک انسان (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) رسول بنا کر بہیجا تا کہ وہ جو امی ہو رہے ہیں خود نہیں پڑہ سکتے (۱) انکو ہماری آیات پڑھکر سنائے (۲) قوی بہیمیہ کی گندگی سے ناپاک اور آلودہ ہو رہے ہیں علاوہ کفر و شرک کے صدہا اخلاقی اور علمی نجاستوں میں آلودہ ہیں اونکو ان سے پاک کرے۔ یہ (حکیم روحانی انکو امراض روحانی سے بچاوے اور جب تک خود قوی بہیمیہ سے پاک اور اسمیں اِس پاکیزگی کا ملکہ نہوگا جسکو عصمت کہتے ہیں دوسروں کو پاک کر نہیں سکتا) اور جب انہیں پاکیزگی اور زندگی کی تازہ روح پہونک جائے تو انکو (۳) کتاب سکھائے جسکو وہ خود بہی پڑہ سکیں اور تمام کتاب پر مطلع ہو جائیں اور جب انہیں یہ قابلیت پیدا ہو جاوے (۱) تو انکو حکمت سکہائیں حکمت حقائق اشیاء کو ان کی اصلی حالت پر جان لینا ہے۔ اور یہہ انسان کی تکمیل کا انتہائی درجہ ہے +

خلاصہ یہ کہ عصمت ایک ملکہ راسخہ ہے جسکے سبب نبی بدکاری نکر سکے نہ کسی ادراک میں غلطی کہا سکے۔ اِس ملکہ کا ثبوت آیات مذکورہ بالا سے بخوبی ہوتا ہے۔ گو دوسرے الفاظ اور عنوان سے سہی اور عقلاء کے نزدیک ثبوت مدعی مقصود ہوتا ہے کہ نہیں الفاظ سے کیوں نہو کیونکہ لفظوں کے بدلنے سے اشیاء کی حقائق نہیں بدل جاتے۔ کسی شئے سے منع کر دینا سزا مرتب کر دیناہی اسکا حرام کر دینا ہے۔ گو لفظ حرام کا اطلاق نہ کیا جائے۔ مشنری مغالطہ دینے کے لئے خاص عصمت کا لفظ قرآن سے طلب کیا کرتے ہیں وہ ہٹ دہرمی کیا کرتے ہیں اور لطف یہ ہے کہ پہر جب اپنے لفظی مطالبہ تثلیث

وکفارہ کا کیا جاتا ہے کہ ان لفظوں سے ثابت کرو تو بغلیں جھانکتے ہیں ۔

(۴) تمام انبیاء علیہم السلام جملہ علوم و معارف میں متفق ہیں کسی ایک نبی کی بات کو دوسرا نبی غلط نہیں کر سکتا۔ قیامت عالم برزخ۔ خدا کی ذات وصفات جنت و دوزخ افعال کے موجب ثواب و عذاب کی بابت جسنے جو کچھ فرمایا ہے سب حق فرمایا ہے اسمیں سر مو تفاوت نہیں ہاں اجمال و تفصیل و طرز بیان کا ضرور فرق ہوتا ہے اور نیز کسینے کم کسینے زیادہ بیان فرمایا ہے۔ اسیطرح عملیات اور اصول حسنات میں بھی فرق نہیں ہوتا۔ خدا کی بندگی اس کی توحید۔ مکارم اخلاق۔ مخلوق کے ساتھ نیکوئی کرنے میں سب متفق ہیں۔ ان احکام میں کوئی پچھلا نبی اول نبی کے احکام کا ناسخ نہیں۔ البتہ حسنات اور عبادات اور اسیطرح ممنوعات کے قوالب میں بلحاظ اقوام اور زمانہ ایک اولوالعزم اور مستقل رسول مصالح مجہائے کلی سے ضرور ترمیم و تنسیخ کر دیتا ہے اور ایسا کرنا عقلاً جائز ہی نہیں بلکہ ضروری ہے اسپر اعتراض کرنا اور خدا تعالیٰ کیطرف عواقب الامور کا جہل ثابت کرنا ایسا ہی حمق اور نادانی ہے کہ جیسا کوئی کسی حاذق حکیم پر اعتراض کرنے میں نادان ہے جو ایک نسخہ مرض اور مریض کیحالت کے مناسب آج تجویز کرے اور یہ بھی جانتا ہو کہ کل مرض بدل جائیگا پھر میں اس نسخہ میں یہ تبدل و تغیر کرونگا۔ اسلام نے جو شرائع سابقہ کا نسخ کیا ہے یا خود اپنے احکام میں وقتاً فوقتاً قدرے ترمیم کی ہے تو وہ اسی مصلحت و حکمت پر مبنی ہے اور اسی قسم کا نسخ ہے اس قسم کے نسخ کا کوئی اہل کتاب بھی انکار نہیں کرسکتا۔ خود بائبل سے احکام میں وقتاً فوقتاً اس قسم کی ترمیم و تنسیخ ثابت ہے۔ حضرت نوح علیہ السلام کے عہد میں زمین پر چلنے والے سب جانور حلال تھے اور حضرت موسیٰ کے عہد تک دو بہنوں سے ایک ساتھ شادی کرنا بھی درست تھا۔ ملاحظہ ہو توریت کی کتاب پیدائش [۱] خود حضرت یعقوب علیہ السلام کے گھر میں ایک وقت دو بہنیں لیا۔ وہ آجتک موجود تھیں۔ مگر سب جانوروں میں سے

---

[۱] سفر پیدائش باب ۲۹ ۱۲ منہ

حضرت موسےٰ کے عہد میں خنزیر اور دو بہنوں کے ساتھ ایک وقت میں نکاح کرنا حرام ہو گیا۔ ملاحظہ ہو توریت کی کتاب احبار[۱]۔

حضرت مسیح علیہ السلام کے عہد میں تعظیم سبت وغیرہ موسےٰ علیہ السلام کی شریعت کے بہت سے احکام موکدہ منسوخ ہو گئے۔ بلکہ بقول سنٹ پال اگلا عہد نامہ جو کمزور او بودا تھا سب اٹھ گیا[۲]۔ اس کی یہ توجیہ کرنا کہ رسم شریعت میں نسخ ہوتا ہے ہمارے منافی نہیں ہم بھی ایسے قریب قریب کہتے ہیں بات ایک ہی ہے۔

الحاصل تمام انبیاء علیہم السلام کا ایک ہی دین ہے اور ہر پچھلا نبی اول کی تائید کرتا آیا ہے جو حضرت آدم اور حضرت نوح اور حضرت ابراہیم اور حضرت موسےٰ اور حضرت عیسےٰ علیہم السلام کا دین تھا وہی حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا دین تھا۔ کوئی جدید دین نہ تھا۔ ہاں انبیاء سابقین کے پیرو بمرور زمانہ کبھی اپنے رسم و رواج و عادات و خیالات کی ان کے پاک دین پر قلعی چڑھا لیا کرتے ہیں اور رہتے ہوتے اسکی صورت بدل جاتی ہے۔ اسیطرح روایات کے سلسلہ میں بھی بہت کچھ تفریط و افراط ہو جاتا ہے۔ اور کبھی ان انبیاء کی کتابوں میں بھی الحاق و تحریف کر ڈالتے ہیں اس لئے خاتم المرسلین صلے اللہ علیہ وسلم نے ان جملہ گرد و غبار کو جو اس پاک مذہب پر چڑھا رکھا تھا صاف کر کے اصلی دین کو لے لیا۔ اور کسیکی مخالفت کی کچھ بھی پروا نہ کی۔ اگر اسلام اور اسکے اصول سعادت سے پہلے انبیائی مذاہب میں کوئی مخالفت ثابت کرتا ہے تو یقین کر لینا چاہیے کہ یہ اصل دین میں مخالفت نہیں بلکہ اون کے برائے نام حامیان کی زوائد سے مخالفت تھی

[۱] سفر احبار باب ۱۱ و باب ۱۸ ۱۲ منہ [۲] نامہ غلاطیہ کا ۵ باب ۱۲ منہ ف مثلاً نماز جملہ شرائع انبیاء میں تھی اخیر نبی کے عہد میں اسکے لئے اول جامہ و جسم و مکان کی پاکیزگی شرط قرار دیگئی پھر اسمیں بجائے صرف قیام کے قیام و رکوع و سجود بھی داخل ہوا۔ اور جسم اور روح دونوں سے عبادت کرنا قرار پایا۔ اسمیں دعا و تسبیح و تہلیل و استغفار بھی شامل ہوا اسیطرح وضو و غسل کے جو احکام شریعت اسلام میں ہیں وہ اوس مطلق پاکی کی افراد و قوالب ہیں ۱۲ منہ

اولٰئک الذین ھدٰیھم اللہ فبھدٰھم اقتدہ سورۃ انعام

انبیاء گزشتہ وہ لوگ ہیں کہ جنکو خدا نے ہدایت دی تھی اور اے نبی آپ بھی انہیں کی ہدایت پر چلیو

وما انزل الیک وما انزل من قبلک

کہ مومن وہ لوگ ہیں جو اے نبی اس چیز پر ایمان رکھتے ہیں جو آپ پر نازل کیا گیا اور جو کچھ آپ سے پہلے انبیاء پر نازل کیا گیا

انا اوحینا الیک کما اوحینا الی نوح والنبیین من بعدہ۔

قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم انا اولی الناس بعیسے ابن مریم فی الاولی والاخرۃ الانبیاء اخوۃ من علات امھاتھم شتے ودینھم واحد ولیس بیننا نبی متفق علیہ

جنکو انہوں نے پشت در پشت متوارث چلے آنے سے اصل مذہب و دین سمجھ لیا ہے حالانکہ وہ حصہ اصل دین و مذہب نہیں بلکہ ان کے مشائخ و علما کے از خود تراشیدہ خیالات ہیں جنکو جزو مذہب قرار دے دیا گیا ہے +

(۵) انبیاء علیہم السلام گرچہ سب برگزیدہ ہیں سب پر ایمان لانا فرض و واجب ہے۔ اور سب کی تعظیم و محبت ایمان ہے مگر پھر انہیں بھی ایک کو دوسرے پر فضیلت ہے تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ یہ فضیلت خداداد ہے۔ لیکن سر اوسکا یہ ہے کہ جوہر روحانی سب افراد کا یکساں نہیں جسمیں جسقدر قدرت نے کمال عطا کیا ہے وہی اس کی فضیلت کا باعث ہے +

دنیا میں اس فضیلت خاص کی تحقیق دو ہی طور سے ہو سکتی ہے ایک یہ کہ نبی کے کمالات نبوت اور انکا ظہور اس کی دلیل ہو۔ دوم یہ کہ کتاب الہی میں یا خود پیغمبر کے کلام میں اسکی خبر ہو۔ اسلئے اتنی بات تو متفق علیہ ہے کہ انبیاء میں باہم تفاضل ہے کہ ایک کو دوسرے پر فضیلت ہے۔ مگر کس کو کس پر کسقدر فضیلت ہے اسکی تشریح قرآن مجید میں نہیں احادیث صحیحہ سے اہل اسلام کا اجماع ہے کہ خاتم المرسلین صلے اللہ علیہ وسلم جملہ انبیاء و مرسلین سے بلند مرتبت ہیں اور حضرت کے کمالات نبوت اس کے لئے دلائل ہیں جنکا کوئی منصف انکار ہی نہیں کر سکتا۔ گزشتہ انبیاء میں حضرت موسے اور حضرت عیسے علیہما السلام دو بڑے اولوالعزم رسول گزرے ہیں۔ اول الذکر نے بنی اسرائیل کو صدہا معجزات دکہائے فرعونیوں کی اوس سخت قید سے آزادی دلائی جو دنیا کا جہنم تہا قلزم پار ہو کر من وسلوے کہانیکو اتارا اور کیا کیا وقتاً فوقتاً احسان ہوتے رہے مگر قلزم سے پار اترتے ہی مشرکوں کو بت پرستی کرتے دیکہکر ان کے مونہ میں پانی بہر آیا اور موسے سے کہدیا کہ اِجْعَلْ لَنَا اِلٰهًا كَمَا لَهُمْ اٰلِهَةٌ کہ جسطرح ان لوگوں کے لئے خدا ہیں ہمارے لئے بھی کوئی خدا بنا دیجئے اسپر موسے نے سخت سرزنش کی۔ مگر پھر بھی جب وہ کوہ طور پر

بقیہ نوٹ صفحہ ۱۸۸ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ سب لوگوں سے میں عیسے بن مریم کا زیادہ تر قریب ہوں انبیاء سب بہائی ہیں جنکا ایک باپ ہے یعنے اصول مذہب ایک ہیں اور مائیں یعنی جزئیات شرائع متعدد ہیں سب کا ایک دین ہے میرے اور عیسے کے بیچ میں کوئی نبی نہیں دمتفق علیہ۔ جس نبی کا قرآن یا احادیث میں ذکر آیا ہے اسکا منکر کافر ہے ۱۲ منہ

چالیس رات مناجات کے لئے تشریف لے گئے تو زیور ات ڈھالکر بچھڑا بنا لیا اور اسکو پوجنے لگے۔ کیونکہ اہل مصر بیل کو بھی پوجا کرتے تھے۔ یہ تو اِن کی معرفت اور خدا شناسی تھی اب اولوالعزمی سنئے۔ جب عمالیق سے بنی اسرائیل کو لڑنے کا اتفاق ہوا تو ہر چند موسےٰ نے انکو لڑائی پر اُبھارا۔ مگر اُنپر عمالیق کے قدوقامت سے وہ بزدلی سوار ہوئی کہ موسےٰ سے صاف کہدیا۔ فَاذْهَبْ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَا اِنَّا هٰهُنَا قَاعِدُوْنَ کہ اے موسےٰ جاؤ تم اور تمہارا خدا اِن سے لڑے ہم تو یہیں بیٹھے ہوئے ہیں۔ پھر ایکبار نہیں بار بار اِس قسم کی نافرمانیاں کرتے رہے حتیٰ کہ خود موسیٰ تنگ آ گئے اور خدا سے عرض کیا کہ ایسی بدنصیب اور نالائق قوم کا مجھے کیوں ہادی بنایا ؟

حضرت عیسےٰ نے لوگوں کو صدہا معجزات دکھائے بہت سے اُنپر ایمان بھی لائے حالانکہ وہ کوئی جدید شریعت بھی لیکر نہیں آئے تھے کہ جسکا قبول کرنا شاق ہو صرف موسوی مذہب میں صوفیانہ اخلاص وسوز وگداز پیدا کرنے آئے تھے اسپر بھی جب دشمنوں نے حضرت مسیح کو گرفتار کیا ہے تو سب بھاگ گئے شمعون اعظم الحوارین نے کہ جنکو آسمانی خزانوں کی کنجیاں بھی دیگئی تھیں اُنکی شناسائی سے بھی بلفظ لعنت انکار کر دیا +

مگر محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے جو کچھ رنگ عرب کے خونخوار اور جاہلوں پر چڑھایا وہ اُنکے مرتے دم تک بھی دور نہوا۔ حالانکہ جو کچھ آپ تعلیم فرماتے تھے وہ اُنکی سابق آزادانہ شہوت پرست زندگانی کے بھی سراسر خلاف تھا۔ ایسے ایسے تہلکوں میں اپنی جانوں کو ڈالکر اپنے ہادی کو فتح ونصرت دلا کر لائے۔ اور پھر آپ کے بعد بھی اِن کی وہی صاف اور سادہ زندگی اور درویشانہ حیات رہی۔ اِس تفاوت پر تفاضل کو غور فرمایا جائے +

(۶) حضرات انبیاء کچھ بنی اسرائیل اور عرب ہی پر منحصر نہیں بلکہ اُس رحیم وکریم نے اپنے بندوں کو اِس فیض سے محروم نہیں رکھا ہر جگہ پیغمبر یا اِن کے نائب بھیجے ہند۔ چین۔ ایران۔ وغیرہ بلاد میں ایسے بزرگ مبعوث ہوئے ہیں۔ وَاِنْ مِّنْ اُمَّةٍ

اِلَّا خَلَا فِیْھَا نَذِیْرٌ o وَ لِکُلِّ قَوْمٍ ھَادٍ o کہ ایسی کوئی ہی قوم نہیں کہ جسمیں خدا کا نذیر (نبی) نہ آیا ہو۔ اور ہر ایک قوم کے لئے ہمنے ایک نہ ایک ہادی بھیجا ہے۔ سب رسولوں اور ان کی الہامی کتابوں کو برحق ماننا اسلام کا فرض ہے۔ لیکن جن رسولوں کا قرآن میں ذکر نہیں آیا نہ اِن کی کتابوں کا تو انکو حوالہ بخدا کرنا چاہیئے۔ اور ہندو چین وغیرہا بلاد کے مشاہیر کی نسبت اِن کے پیروں کی تراشیدہ روایات پر اعتبار کر کے بُرا بھلا نہ کہنا چاہیئے ممکن ہے کہ رسول یا ان کے نائب ہوں بمرور زمانہ لوگوں نے اِن کے مذہب و دین میں تراشیدہ خیالات کا اضافہ کر کے اِن کی اصلی صورت بگاڑ دی ہو یہی حال اِن کتابوں کا ہے کہ جو انکیطرف منسوب کیجاتی ہیں۔ اِن میں جو کچھ مضامین توحید خدا پرستی مکارم اخلاق کے ایسے پائے جاتے ہوں جو اخیر ہادی کے ارشاد کے موافق ہیں تو باور کر لینا چاہیئے کہ یہ اِسی الہامی قصر شکستہ کے ریزے ہیں جو توہمات کی خاک میں دبے ہوئے برآمد ہوتے ہیں۔

لیکن ہنود کی چار کتابوں۔ یعنی۔ رگوید۔ یجروید۔ شام وید۔ اتھربن وید۔ اور چھہ شاستروں اور دیگر کتابوں کو جو دیکھا جاتا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ کتابیں ہرگز الہامی نہیں نہ انبیاء پر نازل شدہ ہیں۔ کسلیئے کہ اِن میں بہت سے غلط اور خلاف واقعہ مضامین پائے جاتے ہیں جو توحید اور اصول انبیاء کے سراسر مخالف ہیں۔ اور کچھ عمدہ مطالب بھی ہیں جنکی نسبت گمان ہوتا ہے کہ یہ الہامی مضامین اِن کتابوں میں داخل کئے گئے ہیں۔ اِس سے وہ مجموعہ الہامی نہیں ہوسکتا۔

اسیطرح چاروں انجیل۔ اور توریت و زبور و دیگر صحف انبیاء جنکے مجموعہ کو اہل کتاب بائیبل کہتے ہیں اِن کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ ان انبیاء پر نازل نہیں ہوئیں ہیں کہ جن کی طرف منسوب کیجاتی ہیں۔ بلکہ بعد میں لوگوں نے اِن انبیاء کے حالات و اقوال و احکام جمع کر لئے ہیں اِن میں بیشتر الہامی مطالب ہیں اور کہیں غلط بھی ہیں جو لوگوں کی تحریف و تبدیل ہے۔ اِس مسئلہ کی تحقیق ہم تیسرے باب میں

قُلْ اٰمَنَّا بِاللّٰہِ وَمَا اُنْزِلَ عَلَیْنَا وَمَا اُنْزِلَ عَلٰٓی اِبْرٰھِیْمَ وَاِسْمٰعِیْلَ وَاِسْحٰقَ وَیَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطِ وَمَا اُوْتِیَ مُوْسٰی وَعِیْسٰی وَالنَّبِیُّوْنَ مِنْ رَّبِّھِمْ لَا نُفَرِّقُ بَیْنَ اَحَدٍ مِّنْھُمْ وَنَحْنُ لَہٗ مُسْلِمُوْنَ
سورہ آل عمران رکوع ۹۔
اے نبی ان سے کہدو کہ ہم تو اللہ پر اور جو کچھ ہم پر اتارا گیا اور جو کچھ ابراہیم و اسماعیل و اسحاق و یعقوب اور انکی اولاد پر نازل کیا گیا اور جو کچھ موسے اور عیسے اور نبیوں کو ان کے رب کی طرف سے دیا گیا سب پر ایمان لائے ان میں سے کسی ایک میں بھی ہم فرق نہیں کرتے اور ہم اسیکے آگے سر جھکائے ہوتے ہیں ۱۲ منہ

مفصلاً ذکر کریں گے انشاء اللہ تعالے +

(۷) وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّكَلِّمَهُ اللّٰهُ اِلَّا وَحْيًا اَوْ مِنْ وَّرَاۗئِ حِجَابٍ اَوْ يُرْسِلَ رَسُوْلًا فَيُوْحِيَ بِاِذْنِهٖ مَا يَشَاۗءُ ۭ اِنَّهٗ عَلِيٌّ حَكِيْمٌ ۝ وَكَذٰلِكَ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ رُوْحًا مِّنْ اَمْرِنَا ۔ سورۂ شوریٰ رکوع ۴ ۔ کسی آدمی کی مجال نہیں کہ خدا اُس سے دو بدو ہوکر کلام کرے ۔ مگر وحی کے ذریعہ سے یا پردہ کے پیچھے سے یا کسی فرشتہ کو اس کے پاس بھیج دیتا ہے ۔ اور وہ خدا کے حکم سے جو اسکو منظور ہوتا ہے پیغام پہونچاتا ہے ۔ کیونکہ خدا عالی شان اور حکمت والا ہے ۔ اور اے نبی ہم نے اسیطرح سے آپکے پاس بھی اپنے حکم سے روح کو بھیجا +

واضح ہو کہ

بندہ کا جب نور ملکیت غالب آجائے اور اسکو نور بصیرت سے عالم غیر محسوس کے اشیاء دکھائی دینے لگیں اور اس کی نظر موجودات کو احاطہ کرتے ہوئے اپنے خالق تک پہونچے تو اسکی کئی صورتیں ہیں اوّل یہ کہ خداء عزوجل کو عیاناً بغیر حجاب کبریائی کے دیکھے اور اس حالت میں اوس سے دو بدو باتیں کرے تو یہ ناممکن ہے کس لیئے کہ ہنوز بندہ قالب بشری میں ہے ۔ مرنے کے بعد ۔ یا دار آخرت میں ممکن ہے اسبات کا اس آیت کے اول جملہ میں ذکر ہے ماکان لبشران یکلمہ اللہ اور اسی لئے جب حضرت موسےٰ نے کوہ طور پر اسبات کی درخواست کی تو ارشاد ہوا لن ترانی کہ تو مجھے عیاناً نہیں دیکھ سکتا اور اسکی تائید میں یہ آیت ہے لاتدرکہ الابصار وھو یدرک الابصار وھو اللطیف الخبیر کہ اسکو کوئی آنکھ دیکھ نہیں سکتی اور وہ ابصار کو دیکھتا ہے اور وہ لطیف و خبیر ہے ان آیات کو عالم آخرت پر محمول کرنا جیسا کہ معتزلہ کرتے ہیں غلط فہمی ہے دوئم یہ کہ حجاب کبریائی اور پردہ نورانی میں سے خدا کو دیکھے اور اس سے کلام کرے پھر عام ہے کہ یہ حالت انہیں بیداری میں پیش آئے یا خواب میں حضرات انبیاء علیہم السلام خدا سے

الہام اور وحی کی حقیقت اور اقسام

اسطور پر کلام کرتے تھے اور یہ ان کے الہام اور وحی کی ایک قسم ہے سوئم یہ کہ وہ خدا کا کلام سنتے تھے اس بات کو الا وحیا میں فرمایا ہے اور دوسری قسم کو او من وراء حجاب میں ذکر فرمایا ہے۔ یہ بھی الہام انبیاء کے اقسام ہیں۔ چہارم یہ کہ خدا نبی کے پاس فرشتہ یعنے جبرئیل امیں کو بھیجدے اب عام ہے کہ جبرئیل اپنی اصلی صورت میں دکھائی دیں۔ یا کسی اور قالب میں ظہور کریں اور وہ خدا کا کلام نبی کو پہونچا دیں۔ یہ بھی الہام کی ایک قسم ہے چنانچہ بخاری نے ایک حدیث نقل کی ہے جسمیں ذکر ہے کہ حضرت عائشہؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کیفیت وحی پوچھی تو آپ نے فرمایا احیانا یاتینی مثل صلصلۃ الجرس وھو اشدہ علی فیفصم عنی وقد وعیت عنہ ما قال واحیانا یتمثل لی الملک رجلا فیکلمنی فاعی ما یقول۔ قالت عائشہؓ ولقد رأیتہ ینزل علیہ الوحی فی الیوم الشدید البرد فیفصم عنہ وان جبینہ لیتفصد عرقا۔ (بخاری جلد اول صفحہ اول) آپ نے دو صورتیں بیان فرمائیں اول یہ کہ زنجیر کی آواز جیسے آتی ہے اور وہ مجھپر سخت تر ہوتی ہے اور اس حالت کے بعد جو کچھ فرمایا جاتا ہے وہ مجھے خوب یاد رہتا ہے یہ وہی صورت ہے کہ ملکیت میں ایک تغیر عظیم[۱] پیدا ہوتا تھا۔ اور بہمیت فرو ہو جاتی تھی اور ایسی حالت میں کہ جب متضاد کیفیات کا ورود ہوتا ہے تو حواس ظاہرہ اور قوی بہیمیہ و آثار جسمانیہ میں تعطل و اضمحلال پیدا ہونا شروع ہو جاتا ہے۔ اور بھنبھناہٹ سی کانوں میں سنائی دینے لگتی ہے جیسا کہ بخار کی آمد میں بعض اوقات ایسی آوازیں کان میں آیا کرتی ہیں۔ یہ فرشتوں کے پروں کی آواز نہ تھی نہ وہاں سنے کوئی گھنٹی بجائی جاتی تھی۔ جیسا کہ عوام کا خیال ہے اور اسمیں کوئی بھی شبہ نہیں کہ ایسی حالت جو مردنی سے

[۱] یہ اسلئے کہ قوی وہمانیہ اپنی مداخلت نہ کرنے پائیں اور جب تک انسانی حواس میں اضمحلال و ربودگی پیدا نہیں ہوتی عالم غیب کا کوئی راز اسپر منکشف نہیں ہوتا مراقبہ میں بھی یہی ہوتا ہے اور عمل مسمریزم میں بھی اسی لئے معمول کے حواس کو معطل کیا جاتا ہے اور اسی لئے حالت منامی میں کہ حواس ظاہرہ معطل ہو جاتے ہیں انکشاف حقائق غیب ہوتا ہے اور انسان کی روح جو اصل مدرک ہے جبتک حواس کیطرف متوجہ ہے اس عالم غیب سے غافل ہے ۱۲ منہ

مشابہ ہوتی ہے اور جسمیں حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ سخت سردی میں بھی وحی کے بعد آپکے
روئے مبارک سے پسینا ٹپکتا دکھائی دیتا تھا۔ انسان پر سخت ہوتی ہے۔ بعض دشمنوں نے
اس بات کو اسپر محمول کیا ہے کہ آپ کو مرگی کے مرض کا دورہ ہوتا تھا اور ایسے دورت
میں خیالات متنوعہ پیش آتے ہیں یہی نبی عربی کی وحی تھی۔ ؎ چشم بداندیش کہ برکندہ باد
عیب نماید ہنرش درنظر ما پہر ملکیت کے غلبہ میں حجاب جسمانی اٹھہ جاتے تھے آپ
اپنے خدا سے حجاب نورانی میں ہمکلام ہوتے تھے۔ یا کبھی اسکا کلام بلا توسط سنتے
تھے۔ یہ قسم دوم وسوئم کیطرف اشارہ ہے۔ اور کبھی فرشتہ متشکل ہوکر کلام خدا پہونچا
جاتا تہا یہ قسم چہارم کیطرف اشارہ ہے۔ قرآن مجید اکثر انہیں صورتوں میں الہام ہوا ہے
آنحضرت صلعم کبھی اپنے خدا کو تجلیات میں بھی دیکھتے اور ان سے کلام کرتے تھے
مگر ایسی حالت میں قرآن الہام نہیں ہوا ہے۔ اور شب معراج میں جبکہ جسم اطہر پر
روحانیت غلبہ کرگئی تھی اور آپ اسی جسم سے آسمانوں سے بھی اوپر تک تشریف
لے گئے اور خدا سے ہم کلام ہوئے تھے اس حالت میں صرف سورہ بقرہ کا خاتمہ
الہام ہوا انتہا +

(سوال)

یہ سب کچھہ سہی مگر یہ کیونکر معلوم ہوا کہ حجاب کے پیچھے سے جو خدا سے باتیں کیں اور
اسکا کلام سنائی دیا۔ آیا وہ درحقیقت خدا تہا اور اسیکا کلام تہا یا کسی اور کا۔ اور فرشتہ
جو پیغام پہونچاتا تہا کیا معلوم کہ وہ جبرئیل تہا یا کوئی شیطان ان کے نام سے آتا تہا۔ اور پھر
جبرئیل وہ قرآن کہاں سے لیکر آتے تھے کیا خدا انکو پڑھا دیتا تہا یا کہیں سے لکھا ہوا دیکھکر

ف بعض علماء فرماتے ہیں کہ جبرئیل لوح محفوظ سے دیکھکر لاتے تھے وہاں تمام قرآن مجید لکھا ہوا تہا یہ کلام اسبات پر
محمول نہ کیا جائے کہ لوح محفوظ کوئی لکڑی کی تختی ہے اوسپر انہیں نقوش اور اقلام میں کلام الٰہی لکھا رہتا ہے

لاتے تھے اور پھر یہ کیونکر جبرئیل کو معلوم ہوتا تھا کہ یہ خدا کا کلام ہے۔؟

(جواب)

یہ ایک بیہودہ شبہ ہے کہ جسکا منشاء ادراک روحانی سے جہل ہے۔ اب اس عالم حسی میں بادشاہ کے فرامین اور ان کے ایلچیوں کے اعتبار پر بھی یہی شبہات پیدا ہو سکتے ہیں کہ کیا تحقیق ہے کہ جسکے دربار میں ہم حاضر ہیں اور جو پس پردہ بادشاہ کلام کر رہا ہے آیا وہ اصلی بادشاہ ہے یا کوئی مصنوعی بادشاہ اور مصنوعی دربار ہے اور اگر پس پردہ بادشاہ تسلیم بھی کر لیا جائے تو کیا معلوم کہ یہ اسیکا کلام ہے یا کسی اور کا۔ بادشاہ کا گورنر کیا معلوم کہ اصلی ہے یا جعلی پھر شاہی فرامین اور ان کے ایلچی کیا معلوم کہ اصلی ہیں یا جعلی ہ لیکن باایں ہمہ قرائن ان سب شبہات کو دور کر دیتے ہیں۔ اس لئے ایسے شبہات کرنے والے کو پاگل سمجھا جاتا ہے۔ پھر عالم ملکوت میں کہ جہاں کا ادراک اس ادراک حسی سے بدرجہا قوی ہے۔ ایسے احتمالات کی کیا گنجائش ہے؟

جبرئیل جو کچھ کلام لاتے تھے خداتعالے کے پاس سے لاتے تھے۔ بلکہ الفاظ بھی اسی طرف کے ہوتے تھے۔ اب یہ کہنا کہ وہ کہیں سے لکھا ہوا دیکھکر لاتے تھے یا خدا پڑھاتا تھا بیکار کلام ہے۔ ملائکہ بالخصوص سر دفتر ملائکہ جبرئیل اور خدا میں جو کچھ کیفیت کلام اور باہمی مواجہ کی ہے اسکو ہماری عقل ادراک نہیں کر سکتی۔ اور وہ مواجہ اور تلقین ہماری حسی تلقین اور مواجہ سے بالکل غیر ہے ایک کا دوسرے پر قیاس کرنا قیاس مع الفارق ہے +

الہام و وحی کی تحقیق لغوی

الہام کے لغت میں معنی ہیں دلمیں ڈالنا القاکرنا اور وحی کے معنے ہیں اشارہ کلام آہستہ

بقیہ صفحہ ۱۹۴ کیلئے کہ لوح محفوظ اس کے علم کیطرف اشارہ ہے اس کے تعین کو لوح سے استعارہ کیا جاتا ہے بات وہی ہوئی کہ جبرئیل علم آلہی سے حاصل کر کے لاتے تھے پھر اوس دفتر علمی پر اطلاع کی جو کچھ کیفیت ہو معلوم نہیں ۱۲

دلمیں ڈالدینا ان لغوی معنے کے لحاظ سے دونوں لفظ قریب المعنی ہیں اور ممکنات میں سے کوئی مخلوق بھی خدا کے اس فیض سے محروم نہیں۔ جمادات سے لیکر نباتات حیوانات تک۔ مگر علے قدر المراتب درجات متفاوت ہیں انہیں معنی لغوی کے لحاظ سے قرآن میں آیا ہے اوحیٰ ربک الی النحل کہ تیرے ربنے شہد کی مکھیوں کو وحی کی۔ یعنے ان کے دلمیں ڈالا۔ ونفس وما سواها فالهمها فجورها وتقواها کہ قسم ہے ہر جان اور اس کے بنانے والے کی پھر اسنے اسکی بدی اور نیکی الہام کی یعنے دلمیں القا کی۔ اس خالق کا تار برقی اسکی ہر ہر مخلوق کے دلمیں لگا ہوا ہے سب سے ربط آشنائی ہے سمجھے + دلمیں ہر ایک کے رسائی ہے سمجھے + انہیں لغوی معنے کے لحاظ سے شاید بعض اشخاص اپنی کتابوں اور خیالات کو الہامی اور وحی کہدیا کرتے ہیں۔ مگر یہ الہام اور یہ وحی ایسی ہی ہے کہ جیسا ایک معمولی شخص کے دلمیں معمولی خطرات کا وقوع ہوتا ہے +

لیکن اصطلاح شرع میں وحی خدا کا وہ پیغام والقا ہے جو نبی کیطرف ہو۔ عام ہے کہ بتوسط جبرئیل ہو یا بغیر توسط ہو جسکی صورتیں اوپر بیان ہوئیں۔ قرآن۔ انجیل۔ توارات۔ زبور و دیگر صحف انبیاء اس قسم کی وحی تھی۔ مگر قرآن میں اور ان کتابوں میں استقدر فرق ہے کہ قرآن کا مضمون اور الفاظ دونوں وحی کے ذریعہ سے ہیں برخلاف دیگر کتب سماویہ کے کہ ان کے مطالب وحی شدہ اور الفاظ غالباً ان انبیاء علیہم السلام کیطرف سے تھے۔ شرع محمدی میں اس قسم کے وحی کو وحی **غیر متلو** کہتے ہیں اور قسم اول کو **وحی متلو** احادیث وحی غیر متلو ہیں بالخصوص احادیث قدسیہ۔ انبیاء کی وحی میں کوئی آمیزش وہم اور غلطی ہونے نہیں پاتی۔ اس کو **قطعی** اور یقینی سمجھا جاتا ہے +

حضرات انبیاء علیہم السلام کے پیرو جنہیں ملکیت کا غلبہ ہوتا ہے[۵] وہ بھی اس سے محروم نہیں رہتے۔ مگر اصطلاح میں ان کے انکشاف والقا کو وحی نہیں کہتے بلکہ **الہام**

وحی کے لغوی معنی
وحی غیر متلو
وحی متلو
الہام

[۵] صدیقین و شہدا و صالحین سبکو علے حسب المراتب اولیاء اللہ بھی کہتے ہیں ۱۲ منہ

ہر چند اسمیں کم غلطی واقع ہوتی ہے۔ مگر تاہم وہ قطعی نہیں ہوتا کس لئے کہ آمیزش وہم کا احتمال باقی رہتا ہے نہ ایسے الہامات وحی انبیاء کا مقابلہ کرسکتے ہیں نہ انپر شرائع و احکام قومی و ملی کی بنیاد قائم کیجاتی ہے۔ بالفرض کسی ولی کا کشف و الہام قرآنی مضمون کے مخالف ہو تو یہ الہام ولی قابل رد اور غیر معتبر سمجھا جائیگا خواہ وہ ولی کیسے ہی مرتبہ کا ہو۔

ف اگرچہ نبی اور رسول کے ایک ہی معنے ہیں اور اسی لئے کبھی ایک لفظ دوسرے کے مقام پر استعمال کیا جاتا ہے مگر اصطلاح میں رسول خاص اوس نبی کو کہتے ہیں۔ جو صاحب کتاب و شریعت جدید ہو جیسا کہ ابراہیم۔ موسےٰ۔ عیسےٰ۔ محمد صلے اللہ علیہ وسلم وعلیہم اجمعین رسول خاص مطلق۔ نبی عام مطلق۔ ہر رسول نبی ہے۔ مگر ہر نبی رسول نہیں۔ جیسا کہ حضرت موسےٰ کے اتباع انبیاء تھے +

ف ہر نبی و رسول کو وحی اسکی مادری زبان میں ہوتی ہے تاکہ اس ملک کے رہنے والے بغیر وسیلہ ترجمان خدا کے ارشاد سے واقف ہوں اور ہر ایک زبان وال علے قدر الفہم اوس سے مستفید ہو گو اس کے حقائق و اسرار خواص کا حصہ خاص ہوں۔ پھر وہ کلام بذریعہ ترجمہ ممکن ہے کہ دوسرے ممالک میں بھی پہونچے۔ اور کلام میں زیادہ تر مخاطب اسی ملک کے لوگ ہوتے ہیں انہیں کے محاورے اور مذاق پر کلام ہوتا ہے۔ انہیں کے اخلاق و مراسم میں اصلاح کر کے دوسری قوموں کے اخلاق و مراسم کی اصلاح کیجاتی ہے مگر وہ کلام اور اوس کے احکام اس ملک کے ساتھ مخصوص نہیں ہوتے خدا چونکہ تمام بنی آدم کا خدا ہے اسلئے اِس کے احکام میں بھی جملہ اقوام کی مراعات ملحوظ ہوتی ہے واللہ الہادی +

واضح ہو کہ جسقدر مذہبی کتابیں بنام نہاد انبیاء سابقین پائی جاتی ہیں جیسا کہ انجیل توریت زبور وغیرہ یا وہ کتابیں کہ جن کے معتقد انکو الہامی اور آسمانی سمجھتے ہیں جیسا کہ وید۔ وساتیر۔ زندوستہا۔ وغیرہ جب انپر نظر ڈالی جاتی ہے تو ان سے یہ ہرگز معلوم

نہیں ہوتا کہ اس مصنف کی معرفت خدا اپنی طرف سے فرما رہا ہے۔ بلکہ یہی معلوم ہوتا ہے کہ اس کتاب کا مصنف خود کہہ رہا ہے خواہ ہے کہ وہ خدا کی عبادت اور اس کے احکام اور اس کے صفات بیان کر رہا ہے یا گزشتہ واقعات جنہیں خود اس بزرگ کا بھی حال ہے کہ جسکی طرف وہ کتاب منسوب کیجاتی ہے۔ یا وہ دیوتاؤں اور ارواح غیرمرئیہ اور عناصر کی ستائش کر رہا ہے۔ اور نیز اس مصنف کا کہیں یہ بھی دعویٰ نہیں پایا جاتا کہ وہ وحی اور الہام کے ذریعہ سے کہہ رہا ہے۔ برخلاف قرآن مجید کے کہ اس کے دیکھنے سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ رب العلمین اپنی جبروت اور شان کے ساتھ اپنی آیات قدرت اور احکام یا عبرت دلانے کے لئے گزشتہ واقعات نہ بطرز مورخانہ بلکہ بطور واعظانہ اور آنے والی زندگی کے حالات اور انسان کی سعادت و شقاوت بیان فرما رہا ہے۔ اور اپنی توحید و عبادت صدق و عفاف و مکارم اخلاق کا کس رعب و داب کے ساتھ حکم دے رہا ہے۔ اور انسان کی ابتدار اور اس کی انتہار کا نقشہ دکھا رہا ہے اور اسپر اپنے انعام و اکرام جتلا کر اسکو محبت کیطرف بھی کھینچ رہا ہے۔ اور اپنا جلال و جبروت بتا کر دنیاوی و اخروی عقوبات سے بھی ڈرا رہا ہے اور اسکو ایک دوسرے جہان کی نعمار باقیہ کی رغبت بھی دلا رہا ہے۔ اور خدا پرست جماعت قائم کر کے انکے انتظام ملکی و سیاسی بھی سکھا رہا ہے اور انکو بت پرستوں کے مقابلہ میں جرأت و ہمت بھی دلا رہا ہے۔

پھر تشبیہ اور استعارہ اور عبارت میں اپنی شان کبریائی کو بھی ملحوظ رکھے ہوئے ہے جس سے صاف معلوم ہو جاتا ہے کہ یہ رب العلمین کا کلام ہے جیسا کہ جابجا وہ خود بھی فرماتا جا رہا ہے کہ یہ محمدؐ پر ہمنے نازل کیا ہے۔ انہوں نے اپنی طرف سے نہیں بنا لیا ہے اگر تم انکا کلام سمجھتے ہو تو تم بھی ویسے ہی بشر ہو بھلا ہماری ایک سورہ کے دسویں حصہ کے برابر تو بنا کر لاؤ اور اسپر جس سے چاہو مدد لے لو۔

خیر جو کتابیں توریت و اناجیل و زبور و صحف انبیاء کے نام سے نامزد ہیں ان کے معتقدوں کو تو انکا انتساب ہی کافی ہے۔ اور وہ مسلمانوں کو دھوکا بھی دیدیا کرتے ہیں کہ یہ وہی توریت و انجیل و زبور ہے جسکا قرآن میں ذکر ہے۔ حالانکہ یہ وہ نہیں بلکہ اون کے نام سے موسوم ہیں ہاں انہیں ان کے مطالب بھی بہتیرے پائے جاتے ہیں۔ مگر دیگر مذاہب کے لوگ تو اسقدر بھی نہیں کہہ سکتے۔

اب ہندوؤں میں ایک فرقہ آریہ پیدا ہوا ہے اور وہ زمانۂ حال کی روشنی سے مستفید ہو کر بت پرستی سے متنفر ہو چلا ہے۔ البتہ اسنے اور سب بیہودہ کتابوں کو چھوڑ کر صرف چار ویدوں کی بابت دعویٰ کر دیا ہے کہ یہ چار رشیوں۔ اگنی۔ وایو۔ ادیت۔ انگرا پر الہام ہوئے ہیں ؛

ان کے مطالب تو صرف دیوتا پرستی اور لغویات پر مشتمل ہیں مگر برخلاف تمام پہلے پنڈتوں اور شارحوں کے ان کے مطالب کی اس فرقہ کے بانی نے تاویلات کی ہیں کہ جن سے بالکل مطالب کو پلٹ دیا۔ لیکن قدماء ہنود ان کی بابت مختلف رائیں رکھتے تھے۔ ایک گروہ عظیم برہما جی کی تصنیف بتلاتا ہے۔ بعض دیاس جی کی بعض محققین کہتے ہیں کہ ان کا ایک مصنف نہیں بلکہ وہ مختلف اشعار ہیں ان کے مصنفوں اور ان کے اوزان کے ابتک نام انکے سروں پر لکھے ہوئے موجود ہیں ان اشعار کا زمانہ ہنود کی صحرا گردی کا زمانہ معلوم ہوتا ہے جبکہ ان میں شائستگی کا نام ونشان بھی نہ تھا۔ ان کے مضامین اور ان کے الفاظ کی بندش اسبات کو صاف صاف بتا رہی ہے۔ ان اشعار کو تخمیناً اڑھائی ہزار برس ہوئے دیاس اور اسکی شاگردوں نے جمع کر دیا ہے کسی وید میں نہیں کہ یہ خدا کا کلام ہے نہ اسکا مصنف رشی یہ کہتا ہے کہ میں ایشور (خدا) سے الہام پاکر کہہ رہا ہوں بلکہ وہ بیچارے تو الہام کے مضمون اور لفظ سے بھی واقف نہ تھے مگر آریہ کی اولوالعزمی کب خاموش بیٹھنے دیتی تھی کیونکہ جب انہوں نے یہ دعویٰ کر دیا کہ موجودہ صنائع وفنون جو یورپ میں مروج ہیں وہ سب اہل یورپ نے ویدوں سے ہی نکالے ہیں۔

حالانکہ ویدوں میں ایک جنبر بھی نہیں نہ کوئی ویدی پنڈت آجتک ان سے ماہر ہوا ہے انہوں نے یہ بھی دعوی کر دیا کہ یہ الہامی ہیں چار رشیوں پر ابتدا ازمانہ میں الہام ہوئے ہیں اور لطف یہ کہ ان رشیوں کی نبوت تو کیا انکا کچھ بھی حال بیان نہیں کر سکتے کہ وہ صادق تھے یا کاذب اور کہاں رہتے کب مرے اور یہ ویدا نپر دفعتہً الہام ہوئے یا تدریجاً اور انپر کس صورت میں الہام ہوا تھا اور پھر وہ الہام شدہ کلام لکھا جاتا تھا حفظ کیا جاتا تھا اور ان چاروں رشیوں کے بعد وہ کلام کسطور سے محفوظ کیا گیا اور نیز وہ کلام اوسوقت کی زبان مروج میں تھا یا کسی اجنبی زبان میں اور اس کے قواعد مدون ہو چکے تھے یا نہیں؟ ان ضروری سوالوں کے جواب میں بھی کہتے بن آتی ہے کہ وہ تاریخ سے باہر ہیں مگر یہ بات کس طور سے تاریخ میں آگئی کہ یہ انہیں رشیوں پر الہام ہوئے تھے اور ابتدا ازمانہ میں الہام ہوئے تھے حالانکہ ان ویدوں میں اسبات کا نام بھی نہیں کہ ان کے مصنف یہ رشی ہیں اور پھر مہابھاش کے مصنف کو کیونکر معلوم ہو گیا کہ انگرا فلاں رشی کا اور وہ فلاں کا شاگرد تھا کیا یہ تاریخی واقعات نہیں؟ مگر الہام کی جو تعریف کی ہے تو اسمیں ایسے ایچ پیچ اور مہمل قیود ہیں جنکا ثبوت وہ خود بھی نہیں دے سکتے جن سے انکا مقصد یہ ہے کہ یہ تعریف بجز ویدوں کے اور کسی کتاب بالخصوص قرآن پر صادق نہ آئے۔ ہم بھی یہی چاہتے ہیں کہ بجز ویدوں کے یہ الہام بیکار اور مہمل اور کسی کتاب خصوصاً قرآن پر صادق نہ آئے۔ قرآن ایسے الہامی ہونے سے پاک ہے +

وہ تعریف یہ ہے

بحذف الفاظ مکررہ

ایشور کا جبکہ تعلیم و تعلم کا سلسلہ جاری تھا ہو نیک ویدکی اتباع کے لئے انسانوں کے دلمیں یعنی انکے جو تعلیم و علوم سے بالکل بے بہرہ ہوں ابتدا آفرینش میں علم کا تخم ڈالنا اور الہامی مضمون میں ایک خدا کی پرستش اور صحیح علوم ہوتے ہیں جنمیں قصہ کہانی اور تکرار

اور اپنے کلام کا آپ رد کرنا نہو (جیسا کہ بذریعہ نسخ قرآن میں ہے) اور وہ رگوید۔ یجروید۔ شام وید اتھروید۔ چار کتابیں ہیں جو ابتدار آفرینش میں چار رشیوں اگنی۔ وایو۔ ادت۔ انگرا پر الہام ہوئے ؛؛

یہ تعریف نہ جامع ہے نہ مانع۔ اور اس کے قیود بھی مہمل ہیں۔ جامع یوں نہیں کہ اس قسم کا الہام وہ الہام حقیقی نہیں ہوسکتا کہ جسکی بندوں کو احتیاج ہے جہاں عالم غیر محسوس کے ادراک کے لئے عقول وہم اور اغلاط سے معصوم نہوسکیں وہ الہام خاص حضرات انبیار علیہم السلام کا حصہ ہے جنکی ملکیت بہیمیت پر غالب ہے۔

سو یہ تعریف وہاں صادق نہیں آتی ابتدار آفرینش ہی میں سہی اور جاہل اور سادہ لوحوں ہی کے دلمیں سہی نیک وبد کی امتیاز پیدا کردینا۔ الہام حقیقی نہیں یہ بات تو خدا ہر انسان کے دلمیں اس کی ابتدار آفرینش دلمیں ڈالدیا کرتا ہے کہ وہ مضار و منافع دنیا ویہ میں امتیاز بغیر تعلیم و تعلم کے کرنے لگتا ہے اور جب تک اسکی فطرت سادہ ہوتی ہے اسپر کوئی نیا رنگ نہیں چڑھا ہوتا وہ اپنے ایک ہی خالق کیطرف رجوع کرتا ہے جیسا کہ حدیث میں آیا ہے کل مولد یولد علے الفطرۃ فابواہ یہودانہ ویمجسانہ اس علم میں نہ قصہ و کہانی ہوتی ہے نہ تکرار ہوتا ہے نہ اپنے کلام کا رد کرنا ہوتا ہے +

اگر چاروں ویدوں کا یہی لڑکوں کا سا الہام ہے جسکی تمثیل سورج کے ساتھ دیجاتی ہے تو ویدوں ہی کو مبارک رہے +

اور مانع بھی نہیں کس لئے کہ یہ تعریف سب بنی آدم کے الہام یعنے ابتدائی خیالات پر صادق آتی ہے حالانکہ آریہ اسکو الہام نہیں کہتے +

ابتدار آفرینش کی قید بھی مہمل ہے کیونکہ بعد میں بھی جب کوئی شخص جاہل ہو جیسا لڑکا جسپر سنسکار کا اثر بھی نہو تعلیم و تعلم کا بھی اسکو حصہ نہ ملا ہو تو وہ بھی ان کی تعریف کے بموجب اس الہام کا مستحق ہوسکتا ہے۔ اور اگر یہی ہے تو ان کو ثابت کرنا ہوگا کہ چاروں وید

ایک زمانہ ایک آن میں الہام ہوئے تھے حالانکہ سام وید بجز بعض عبارات کے کل یجروید سے نقل ہے جسکا زمانہ یجروید کی تصنیف سے یقیناً مابعد ہے۔ پھر ابتدا آفرینش کی قید لغو ہوگئی اور نیز ان رشیوں میں سینکڑوں ہزاروں برس کا تقدم وتاخر بھی ہے۔ کیونکہ آریہ کی مسلم کتاب مہابھاشں میں ہے کہ اندر نے برہسپتی سے اور اس نے انگرا سے اور اسنے منوجی سے اور اس نے براٹ سے اور اس نے برہما سے اور اس نے اگنی اوت رشیوں سے علم حاصل کیا۔ اب دیکھو اگنی مصنف یجروید اور انگرا میں کسقدر تقدم وتاخر ہے اسکی تصنیف ابتدا آفرینش میں کسطرح ہوسکتی ہے؟۔

اس کے بعد جو قیدیں لگائی ہیں کہ ہمیں ایک خدا کی عبادت ہو تکرار نہو۔ اپنے کلام کا رد نہو۔ قصہ کہانیاں نہوں۔ ان پر ہم ہی صاد کرتے ہیں۔ قرآن میں بجز خدا وحدہٗ لاشریک کے اور کی پرستش کی سخت ممانعت ہے اسبات کو ہر موافق ومخالف مانتا ہے۔ مگر ویدوں میں تو تینتیس ۳۳ کروڑ دیوتا کی مدح وستایش وعبادت نذر ونیاز مذکور ہے آریہ سے پہلے جسقدر وید کی شرحیں اور ترجمہ ہوئے ہیں انکو ملاحظہ فرمالیجے اور پروفیسر ویلسن۔ اور ڈینگ روف اور میکس مولر شفی۔ بولن وغیرہ شارحین وید سے پوچھ دیکھئے جنکو کبھی اپنے موافق پاکر آریہ محقق کا خطاب دیا کرتے ہیں۔ اور ہندوؤں میں سے مہیدہر۔ سائنا اچاریہ۔ راون۔ اوٹ۔ وغیرہ شارحین وید سے دریافت فرمالیجئے۔ تمام علماء ماہرین وید کے مقابلہ میں صرف پنڈت دیانند سرستی کا قول اگر سند ہوگا تو ان کے مریدوں کے ہی نزدیک ہوگا جنہوں نے انکو مہارشی کا خطاب دیا ہے۔

(تکرار نہو) قرآن میں معیوب تکرار نہیں بلکہ تاکید کے لئے ایک مضمون کو بڑی خوبصورتی کے ساتھ دوسرے عنوان سے بیان فرمایا ہے جس سے تکرار ہی معلوم نہیں ہوتا اور یہ قرآن کی ایک اعلیٰ درجہ کی بلاغت ہے۔ برخلاف سام وید کے باستثنائے بعض کل کا کل رگوید ہے پھر اس سے زیادہ اور کیا تکرار اور مضمون مکرر ہوگا۔ اور اتھربن وید کی نسبت تو پنڈتوں نے

فیصلہ ہی کردیا ہے کہ یہ بعد کی تصنیف اور انہیں کا انتخاب ہے +

اپنے کلام کا رد و تبدیل نہو	یہ بھی قرآن کی نسبت صادق آتا ہے اول سے آخر تک اتنی بڑی کتاب میں ایک جگہ بھی اختلاف نہیں اور نسخ کی حقیقت ہم

بیان کر آئے ہیں اسکو تبدیل ورد کرنا سمجھنا کمال جہالت ہے۔ برخلاف مضامین وید کے کہ ان کے اختلافات کو لکھا جائے تو ایک ضخیم کتاب تیار ہو جائے۔ صرف آفرینش عالم میں ہی کیسقدر باہم متعارض اقوال ہیں +

قصہ کہانیاں نہوں	قرآن میں نہ کوئی قصہ ہے نہ کہانی ہے البتہ چند واقعات بطور عبرت و نصیحت بیان کئے گئے ہیں۔ اسکو کوئی عاقل داستان گوئی

نہیں کہتا۔ برخلاف ویدوں کے کہ انمیں تمام خانگی جھگڑے۔ اوکھلی۔ موسل۔ تواہ۔ تغاری پروہت ججمان راجہ اس کے ہاتھی گھوڑے لشکر۔ ہل بیل۔ اور فحش واقعات مذکور ہیں۔ شارحین بالا سے دریافت کرلیجئے +

اسکے بعد آریہ تو بتائیں کہ باوجود ہمہ بیانی کے صرف معارف و اعمال کی بابت ویدوں نے کیا ہدایت فرائی ہے براہ مہربانی لفظی ترجمہ کے ساتھ دوچار ہی اشلوک لکھہ کر بتا دیں کہ انسانکو کیا عقائد رکھنے چاہیں اور کون سے عمل کرنے چاہیں جن سے اس کی نجات ہو۔ اسکے سوا صفات باری کے متعلق جو کچھہ تجزی و جسمانیت پیدا کرنے والے جملے ہیں انہیں کی توجیہ کردیں۔ جب بجز ہوں۔ آگ پر گھی جلانے کے اور کوئی بھی مفید بات ویدوں میں نہیں تو پھر یہ انسان کے لئے کیا کام آسکتے ہیں +

اور جبکہ قدیم ہنود جنکو **سناتن دہرم** کہا جاتا ہے بالاتفاق اسبات کے قائل ہیں کہ ایکبار سنگاسر دیت (دیو) تمام ویدوں کو چرا کر کہا گیا اور سمندر میں غوطہ لگا گیا تھا تو برہماجی نے بھگوان سے فریاد کی بھگوان نے مچھلی کی صورت اختیار کرکے سمندر میں غوطہ لگایا۔ آخر بڑی کہر بڑ کے بعد سنگاسر کے پیٹ میں سے وہ وید نکالکر لایا تو

تبلائیں کہ ان بہیگے ہوئے کاغذوں کے بہنڈوں میں سے کسقدر مضامین مٹ گئے اور کسقدر باقی رہے تہے اور پہر ویدوں کی ترمیم کس نے کی اور کب کی اور اسیطرح بہت سے حوادث گزرے ہیں جنمیں ویدوں میں تغیر وتبدل ہوجانا قرین قیاس تہا خصوصاً بودہ مست کے غلبہ کے وقت اب آریہ کوئی ایسی دلیل بہی تو قائم کردیں کہ جس سے اطمینان ہوجائے کہ یہ وہی وید ہیں جو ان کے مصنفوں نے بنائے تہے ان میں کچہہ بہی تبدل وتغیر نہیں ہوا کسلیئے کہ ویدوں کی حفاظت صرف لکہے ہوئے کاغذوں درختوں کے پتوں سے کیجاتی تہی۔ جن کے سٹہے اور گٹہڑیاں بند ہی رہا کرتی تہیں۔ حافظ تو ان کا اینک کوئی ہوا ہی نہیں اور پہر یہ بہی بتائیں کہ ویدوں کی روشنی جبکہ تمام ہندوستان پر بہی نہ پڑی بلکہ ابتدا سے بہت فرقے ہندوؤں کے اسکے سخت منکر اور مخالف رہے جیساکہ چارواک۔ جینی۔ دام مارگی بودہ مت۔ گوشائیوں۔ براگیوں۔ جوگیوں کے سدہا فرقے اور کبیر داس۔ گرونانک برہمو سماج (ستیارتہہ پرکاش ص ۳۲۵ و ۳۸۰) اور پہر ان کے معانی سے بہی بجز چند اشخاص کے کہ جنکے نام جملوں کے سروں پر مندرج ہیں اور کوئی واقف نہوا۔ اور پہر خاص معنے اب بجز آریہ پنڈتوں کے اور کیسکو معلوم نہوئی نہ اور دنیا بہر میں کوئی اس روشنی سے مستفید ہوا تو پہر یہ سورج ہزاروں پردوں میں غروب ہوا کس کام آسکتا تہا اس اندہیر پر ایشور دیاوان کا الہام کا دروازہ بند کردینا اور قبل از وقت ایک کی جگہ چار وید مکرر نازل فرمادینا کس مصلحت پر مبنی تہا۔ سمجہہ میں نہیں آتا +

یہ تو جو کچہہ تہا سو تہا مگر بہولے بہالے پنڈت ویدوں کے ثبوت پر بالخصوص مسلمانوں کے مقابلہ میں اپنی کتابوں ویشیشک درشن۔ نیائے درشن مصنفہ مہرشی گوتم۔ سانکہ شاشتر مصنفہ مہرشی کپل ویدانت شاشتر مصنفہ مہرشی ویاس جی پیش نہ کریں کس لئے کہ یہہ دلیل نقلی ہے اور دلیل نقلی مسلمات خصم سے ہونی چاہیئے اور یہ مسلمانوں کی تو کیا خود ان آریہ کے بہی ایسے کچہہ مسلم نہیں۔ کیونکہ سناتن دہرم کے ہندو جب انہیں کتابوں کو

آریہ کے مقابلہ میں پیش کیا کرتے ہیں تو آریہ صاف انکار کر جاتے اور کہدیتے ہیں کہ یہ الہامی اور ایسے نہیں کہ خواہ مخواہ انکو تسلیم کیا جائے۔ مقابل کے نزدیک گوتم۔ کپل دیاس ایسے ہی ہیں کہ جیسا مخاطب پنڈت۔ یا ان کی جماعت کے اور پنڈے۔ ایسے اقوال پیش کرنا علم مناظرہ کے خلاف اور قابل مضحکہ ہے ہاں دلائل عقلیہ لائیں یا مسلمانوں کے مسلمات سے ثبوت دیں۔

کیا قرآن کے ثبوت میں ہدایہ۔ شرح وقایہ۔ درمختار وغیرہ کتابیں مخالف کے روبرو پیش کرنا حماقت نہ شمار ہوگا؟ ضرور۔ دوئم خود ان کتابوں میں صرف لفظ وید ہے جسکے معنی علم و دانش کے ہیں۔ رگوید۔ یجروید۔ شام وید اتھروید۔ کا نام تک نہیں۔ یہ تو تنکوں کے سہارے سے دریا پار اترنا ہے +

کسی شے کی اصل نہ اسپر قلعی کرنے اور ہیر پھیر کرتا ویلات کرنے سے بدل کر کوئی دوسری عمدہ چیز بنجاتی ہے نہ کسی عمدہ شے کے جوہر اوسپر عیب لگانے اور بے سمجھی سے اعتراضات کرنے سے مٹ جاتے ہیں۔ مگر انسانی طبیعت کا خاصہ ہے کہ اپنے قدیم رسم ورواج اور آبائی خیالات کو جو پشت در پشت متوارث ہونے کے سبب طبیعت میں موسوخ ہو جاتے ہیں بہت کم انکی اصلیت دریافت کرنے کی طرف متوجہ ہونے دیتی ہے اور تحقیقات کے بعد ان کی بطالت ثابت ہو جانے کے بعد بھی حق کو مشکل سے قبول کرنے دیتی ہے۔ بلکہ پاسداری اور ضد پر آمادہ کر کے انہیں دقیانوسی اور سڑے بسے خیالات کی تاویل وتوجیہ اور انہیں جھوٹے فضائل پیدا کرنے پر مجبور کر دیتی ہے اسلئے دنیا میں سیکڑوں مذاہب اور صدہا ادیان باطلہ ہیں اور یہ ظاہر ہے کہ باوجود تعارض و مخالفت کے سب حق نہیں نہ ہو سکتے ہیں۔ مگر ہر ایک انہیں پر شاداں اور انہیں کو ذریعہ نجات سمجھے بیٹھا ہے کُلُّ حِزْبٍ بِمَا لَدَیْهِمْ فَرِحُوْنَ ہر قوم راست راہے دینے و قبلہ گاہے مگر مردانہ طبائع جنپر نور حق متجلی ہوتی ہے جلد اس حجاب کو چیر پھاڑ کر نور میں آجاتی ہیں +

باب دوئم (۲)

فصل اوّل

دنیا گمراہی کے دریاؤں میں تہ و بالا
ہو رہی تھی کہ وہ ناخدا آیا جس کی۔
خبر مدت سے انبیاء دیتے آئے تھے

بشارت اوّل

دیکھو میرا بندہ جسے میں سنبھالتا میرا برگزیدہ[۱] جس سے میں خوش[۲] ہوں مینے اپنی روح اسپر رکھی وہ قوموں کے درمیان عدالت جاری کرائیگا۔ وہ نہ چلائیگا نہ اپنی صدا بلند کریگا نہ بازاروں میں غل مچائیگا۔ نہ وہ مسلے ہوئے سینٹھے کو توڑیگا نہ دہکتی بتی کو بجھائے گا۔ (کسی پر زیادتی نہ کریگا نہ نورِ حق کی لو کو جو باقی رہگئی ہوگی گل کریگا) وہ عدالت کو جاری کرائیگا جو دائم رہے۔ اس کا زوال نہوگا۔ اور نہ وہ مسلا جائیگا جب تک کہ زمین پر راستی قائم نکرے اور بحری ممالک اسکی شریعت کی راہ تکیں۔ خداوند خدا جسنے آسمانوں کو بنایا اور تانا جسنے زمین کو اور اسکی چیزوں کو بنایا اور اسپر چلنے والے حیوانوں کو سانس بخشا اور اسپر چلنے والوں کو جان دی یوں فرماتا ہے میں خداوند نے صداقت کے لئے تجھے بلایا میں ہی تیرا ہاتھ پکڑوں گا اور تیری حفاظت کروں گا اور تجھے لوگوں کی روشنی اور عہد باندھنے والا بناؤں گا۔ کہ تو اندھوں کی آنکھیں کھولے اور بند ہوؤں کو قید سے نکالے اور انکو جو اندھیرے میں بیٹھے ہوئے ہیں نور کیطرف لائے۔ یہوداہ میں ہوں

---

[۱] ترجمہ محمد ۱۲ منہ [۲] مصطفٰے کا ترجمہ ۱۲ منہ

یہ میرا نام ہے میں اپنی شوکت دوسرے کو نہ دونگا اور جو ستائش میرے لئے سزاوار ہے وہ میں بنائی ہوئی مورتوں کے لئے نہ ہونے دونگا۔ دیکھو سابق کی پیشین گوئیاں تو پوری ہوئیں اور اب میں نئی پیشین گوئیاں کرتا ہوں اوس سے پہلے کہ وہ پوری ہوں خداوند کے لئے ایک نیا گیت گاؤ اے جو تم سمندر پر سے گزرتے ہو۔ اور تم جو اسمیں بستے ہو اے بحری ممالک اور ان کے باشندو تم زمین پر سرتاسر اسکی ستائش کرو بیابان (عرب) اور اسکی بستیاں قیدار[1] کے آباد دیہات اپنی آواز بلند کرینگے (تکبیر وتہلیل سے) سلع[2] کے بسنے والے ایک گیت گائیں گے پہاڑوں کی چوٹیوں سے للکاریں گے۔ وہ خداوند کا جلال ظاہر کرینگے اور بحری ممالک میں اسکی ثناخوانی کرینگے خداوند ایک بہادر کی مانند نکلیگا۔ وہ جنگی مرد کی مانند اپنی غیرت کو جوش میں لائیگا وہ جنگ کے لئے بلائیگا وہ اپنے دشمنوں پر بہادری کرے گا الخ میں پہاڑوں اور ٹیلوں کو ویران کردونگا اور ان کے سبزہ زاروں کو برباد کرڈالوں گا (یہ شام کے فتوحات کیطرف اشارہ ہے جو خلافت اول و دوم میں واقع ہوئیں) میں انکو (عرب کو) ان رستوں سے لے چلونگا جسکو انہوں نے دیکھا نہیں میں ان کے آگے تاریکی کو روشنی اور ناہموار زمین کو میدان کردوں گا میں ان سے یہ سلوک کرونگا اور انہیں ترک نکرونگا۔ (کتاب السیعیاہ نبی کا بیالیسواں باب) یہ پیشین گوئی حضرت مسیح سے سات سو برس آگے کی گئی تہی +

اُٹھ روشن ہو۔ (اے زمین) کہ تیری روشنی آئی اور خداوند کے جلال نے تجہیر طلوع

---

[1] قیدار حضرت اسماعیل علیہ السلام کے بڑے بیٹے آنحضرت صلعم کے اجداد میں سے ہیں۔ ۱۲ منہ

[2] سلع حجاز کا پہاڑ ہے یعنے عرب کی تین ممالک میں اسکی ثناخوانی اشاعت توحید و اسلام کے لئے بڑے زور و شوکت سے پہلیں گیں۔ اور ان کی معرفت خداوند اپنا جلال ظاہر کرے گا وہ مشرکوں اسرائیل کی نابکار قوموں کو سزا دیں گے ۱۲ منہ

بشارات پنجم

کیا دیکھو زمین پر تاریکی اور قوموں پر ظلمت چھاگئی لیکن خداوند تجھپر طلوع کریگا اور اسکا جلال تجھپر نمودار ہوگا۔ قومیں تیری روشنی میں آئیں گی اور بادشاہ تیری تجلی میں چلیں گے (اب یہاں سے زمین مدینہ کی طرف خطاب ہے) اپنی نگاہ اٹھاکر چاروں طرف دیکھہ وہ (عرب) سب کے سب اکٹھے ہونگے وہ سب تیرے پاس آئیں گے تیرے بیٹے دور سے آئینگے تیری بیٹیاں گود میں اٹھائی جائیں گی (انکا احترام ہوگا) تب تو دیکھی گی۔ اور روشن ہوگی ہاں تیرا دل اچھلے گا۔ اور کشادہ ہوگا۔ کیونکہ سمندر کی فراوانی تیری طرف پھرے گی اور قوموں کی دولت تیرے پاس فراہم ہوگی اونٹ کثرت سے تجھے چھالینگے مدیان اور عیفہ کے جوان اونٹ اور سبا کے سب اونٹ تیرے پاس آویں گے وے سونا اور چاندی لاویں گے اور خداوند کی تعریف سناویں گے۔ قیدار کی ساری بھیڑیں (یعنی وحشی لوگ) تیرے پاس جمع ہونگی نبیط[1] کے مینڈھے (موٹے فربہ آدمی) تیری خدمت میں حاضر ہونگے۔ کتاب الیسع نبی کا ساٹھواں باب)۔

میں نے ان کی طرف توجہ کی جنہوں نے مجھہ سے نہ مانگا مجھے اونہوں نے پایا جنہوں نے مجھے ڈھونڈا (عرب کی بت پرست اور جاہل قومیں)

میں نے ایک گروہ کو جو میرے نام کی نہیں کہلاتی تھی کہا مجھے دیکھہ مجھے دیکھہ (کتاب الیسع نبی کا ۶۵ باب) حضرت مسیح فرماتے ہیں لیکن وہ جو میرے بعد آتا ہے مجھہ سے زور آور ہے کہ میں اس کی جوتیاں اوٹھانے کے بھی قابل نہیں وہ تمہیں روح قدس اور آگ سے بپتسمہ (غوطہ) دیگا اسکا چھاج اس کے ہاتھہ میں ہوگا وہ اپنے کھلیان کو خوب صاف کرے گا اور اپنے گیہوں کھتے میں جمع کریگا۔ پر بھوسی کو اوس آگ میں جلائے گا جو کبھی نہیں بجھتی (انجیل متی کا تیسرا باب)

بشارت ہشتم

بشارت نہم

---

[1] نبیط عرب شرقی وشمالی کے قبائل۔ یہ سب باتیں مدینہ میں خلافت اول میں پوری ہوئیں سبا یعنے یمن کے قبائل اور بنی قیدار کے قبائل اور نبیط کے قبائل اونٹنیوں پر سوار ہوکر بقصد جہاد شام مدینہ میں

حضرت آدم علیہ السلام سے لیکر حضرت مسیح علیہ السلام تک سب انبیاء آفتاب کے طلوع ہونے کی بشارت دیتے آئے ہیں۔ آخر جب دنیا ظلمت سے بھر گئی تو یہ آفتاب جہان تاب ربیع الاول کے مہینہ میں فاران کی چوٹیوں سے جلوہ گر ہوا۔ یعنے حضرت خاتم المرسلین محمد صلے اللہ علیہ وسلم مکہ میں خاندان قریش میں آمنہ خاتون رض کے شکم سے پیدا ہوئے۔

آپ کے پیدا ہونے کے دنوں میں عجائب وغرائب آیات قدرت ظہور پذیر ہونے شروع ہو گئے تھے جو ایک عظیم الشان وقوعہ کے پیش خیمہ تھے۔ شیاطین آپس میں مل ملکر روتے اور سروں پر خاک اوڑاتے پھرنے لگے آسمانی خبریں جنوں پر بند ہو گئیں اسکی جو کے تلاش میں سرگرداں وحیراں پھرتے تھے کہ یہ کیا انقلاب ہوا جاتا ہے بتوں میں سے نوحہ اور رالوداع کی آوازیں لوگوں کو سنائی دینے لگیں۔ اہل نظر سماوات پر آثار عجیبہ وغریبہ معاینہ کرتے تھے۔ اہل کتاب کے علماء زمانہ اس آنے والے کے ظہور کا بہت انتظار کر رہے تھے۔ اہل نجوم وغیرہ جو آثار وعلامات سے حوادث عجیبہ استدلال کیا کرتے ہیں بالاتفاق قائل تھے کہ دنیا کا نقشہ دگرگوں ہوا چاہتا ہے۔ اور جب حضور اقدس کا تولد ہوا تو حضرت کی والدہ دادا جدہ اور پاس کی عورتوں نے عجیب وغریب

بقیہ نوٹ صفحہ اس کثرت سے جمع ہوئے کہ مدینہ کی سرزمین کو ڈھانک لیا تھا۔ پھر وہ نیند ہے اور بھیڑیں یعنے ان کی اور جنگلی قومیں خداوند کے ذبح پر قربان ہی ہوئیں خدا کے لئے شہید ہوئے اور فتوحات کے بعد سونا چاندی بھی اس کثرت سے مدینہ میں لائے کہ ڈھیر لگ گئے اور سب خداوند کی ستایش تکبیر وتہلیل کے نعرہ بلند کرتے ہوئے گئے تھے اور نعرے بلند کرتے ہوئے آئے۔ الیسع کی یہ بشارت بنی اسرائیل پر کسیطرح سے بھی صادق نہیں آتی ۱۲ منہ

ہ۲ اس کے بعد یہ بھی ہے کہ اوس قوم سرکش کو سزا دلاؤں گا جو غیر اللہ کی پرستش کرتی ہے جو سور کا گوشت کھاتی ہے ۱۲ منہ

ہ۳ عیسائی کہتے ہیں اس سے مراد روح القدس ہے۔ یہ غلط ہے کیونکہ وہ آنے والا تو روح القدس سے بپتسمہ دیگا نہ کہ خود روح القدس ہوگا۔ دوم روح القدس کا ظہور کسطرح سے نہیں ہوا کہ شریروں کو جہاں میں پٹک کر جدا کیا۔ اور انکو سزا دی ہو ۱۲ منہ محمد ابو الحسن

آیات قدرت کا معاینہ کیا۔ پیدائش کے قریب روحانیات حضرات انبیا علیہم السلام اور اوران کی بیویوں کو عیاناً دیکھا اور جو کچھ اس آنے والے کی بابت انہوں نے فرمایا اسکو کانوں سے سنا۔ بوقت تولد ایک ایسا نور متجلی ہوا۔ کہ حضرت کی والدہ ماجدہ اور پاس کی عورتوں کو مشارق و مغارب دکھائی دیتے۔ مجوسیوں کے آتش کدہ کی وہ آگ جو ہزاروں برسوں سے مسلسل روشن تھی خود بخود بجھ گئی۔ ایوان کسرے کے کنگورے گر پڑے۔ جسمیں اشارہ تھا کہ سب بلند آپکے قدموں پر گرائے جائیں گے۔ جنگل کے وحوش وطیور ایک دوسرے کو مبارکبادی دیتے تھے +

الغرض عالم ناسوت سے لیکر عالم ملکوت تک ایک عجیب فرحت و سرور جلوہ گر تھا۔ عرش سے فرش تک دھوم تھی پھر طفولیت سے لیکر عہد شباب تک اور شباب سے آخر حیات تک جو کچھ معجزات و آیات بینات لوگوں نے دیکھے اگر ان سب کو قلمبند کیا جائے تو بڑی بڑی ضخیم کتابوں میں بھی نہ سمائے۔

(۳) عرب میں قیدار کا خاندان ہے اُن میں مضر کا اور انہیں قریش کا اور ان میں بنی ہاشم کا بہت بلند خاندان شمار ہوتا تھا۔ شجاعت۔ عفت۔ ثروت۔ سخاوت و ذکاوت میں بھی بنی ہاشم ضرب المثل تھے عرب اس سلسلہ نسب کو نہایت شریف سلسلہ سمجھتے تھے۔ اور ورصل شریف

ف حبشہ کا نجاشی بادشاہ عیسائی مذہب اور روم کا ہرکلیوس اور مصر کا مقوقس اناجیل کی بشارات اور مشائخ کی زبانی اور تحریری روایات سے اوس عظیم الشان نبی کے مبعوث ہونے کے منتظر تھے اور کسیوجہ سے معلوم کر گئے تھے کہ عنقریب ظہور ہونیوالا ہے اسلئے نجاشی تو کھلم کھلا ایمان لے آیا اور ان دونوں نے کسی دنیاوی مصلحت سے مذہب اسلام تو اختیار نہ کیا مگر آپکی بزرگی عظمت کا اقرار کرتے رہے سطیح کاہن نے بڑے زور سے اعلان کر دیا تھا کہ عرب بالخصوص حجاز میں ایک ایسا نامور پیدا ہونیوالا ہے جو سلاطین موجودہ پر غالب آجائیگا اور اس کے لوگ مشرق و مغرب کو اپنی حکومت میں لے آئیں گے اور تہذیب و اخلاق میں دنیا کا نقشہ پلٹ جائیگا۔ ابوالحسن

سلسلۂ نسب رسول اکرم علیہ السلام

آپکا سلسلہ نسب یہ ہے

محمد صلے اللہ علیہ وسلم بن عبداللہ۔ بن عبدالمطلب بن ہاشم۔ بن عبد مناف بن قصی۔ بن کلاب۔ بن مرہ بن لوی۔ بن غالب۔ بن فہر۔ بن مالک بن نضر۔ بن کنانہ۔ بن خزیمہ۔ بن مدرکہ۔ بن الیاس۔ بن مضر بن نزار۔ بن معد بن عدنان یہاں تک کے ناموں میں کسی نسابہ اور مورخ کو اختلاف نہیں۔ اِس کے بعد کے سلسلہ میں تو کلام نہیں البتہ ناموں میں قدرے اختلاف ہے جسلئے آنحضرت صلعم نے اسیقدر پر بمقتضائے احتیاط سکوت فرمایا +

ورنہ عرب کے ماہرین انساب جو گھوڑوں کے نسب سے بھی ایسے واقف ہوتے ہیں کہ اور بلاد میں انسان اپنے خاندانوں سے بھی ایسے واقف نہیں ہوتے۔ یقیناً جانتے ہیں کہ عدنان چہ پشت کے واسطہ سے قیدار کا پوتا ہے اور یہ قرین قیاس بھی ہے کیونکہ اسقدر قریب نسب ایسے ماہران نسب کے نزدیک مجہول نہیں ہو سکتا +

عدنان کا نسب نامہ یہ ہے کہ وہ آد کے اور وہ آدو کے اور وہ الہمیسع کے اور وہ سلامان کے اور وہ نبت کے اور وہ حمل کے بیٹے تھے اور حمل قیدار کا فرزند اکبر اور قیدار حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کے فرزند اکبر اور یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے فرزند اکبر تھے۔ ابراہیم علیہ السلام کا نسب نامہ توریت میں مذکور ہے +

اصول بنائے کعبہ

کعبہ کی بنیاد اور اسکی تولیت

حضرت ابراہیم مامور کیے گئے تھے کہ حضرت آدم علیہ السلام کی مسجد کو جو طوفان نوح میں منہدم ہوگئی تھی از سر نو تعمیر کریں چنانچہ وہ خود بھی تشریف لائے اور اپنے بیٹے اسمٰعیل کو بھی تعمیر میں شریک کیا جو اسی نیت سے مع اِن کی والدہ ہاجرہ کے اِسی جگہ روانہ کئے گئے تھے۔ خانہ کعبہ کی تعمیر کے بعد اسکے متولی حضرت اسمٰعیل ہوئے اور خدا پرستی کی ترویج کے لئے حضرت ابراہیم کی اولاد جا بجا منتشر کیگئی تھی۔ اسمٰعیل کی بود و باش اِسی ملک عرب میں رہی اُن کے بعد یہ تولیت انہیں کے خاندان میں متوارث چلی آتی تھی۔ اور سب موحد اپنے آبائی

مذہب ابراہیمی کے پابند تھے حج بھی انہیں کی طرز عبادت کی یادگار ہیں ایک سالانہ عبادت تھی۔ مگر آنحضرت صلعم سے تخمیناً تین برس پہلے عُمر بن لُحی نے قبائل عرب سے سیکھ کر بت پرستی کو رواج دیا اور ہوتے ہوتے اسکا خود اس خاندان قریش میں بھی جو اسمعیل کی اولاد اور کعبہ کے متولی تھے چرچا پھیل گیا اور خاص خانہ کعبہ میں آنحضرت کے عہد میں کئی سو بت قریش نے کھڑے کر رکھے تھے حج کا ارکان کو بھی بدل ڈالا تھا۔ یہ تولیت قریش میں رہی اور پھر قریش میں خاص بنی ہاشم کے قبضہ میں آئی اور حضرت کے جدامجد عبدالمطلب بالاتفاق سردار تسلیم کئے گئے +

حضرت ابراہیم نے خداپرستی کی غرض سے اپنے فرزند اکبر کو اس خشک اور ریگستانی اور پہاڑی ملک میں آباد کیا تھا جسپر انہوں نے خدا سے دو دعائیں بھی مانگی تھیں اور دونوں قبول ہوئیں اول یہ کہ میری نسل کا محافظ رہنا اِن کی روزی کا سامان مہیا کرتے رہنا لوگوں کے طبائع اِن کی طرف مائل رہا کریں۔ دوئم یہ کہ میری ذریت میں سے ایک ایسا شخص پیدا کرنا کہ میرے طریقہ توحید کو قائم کرے۔ قریش کے قبائل گرمی میں شام کیطرف سردی میں یمن کیطرف تجارت کو جاتے تھے لوگ اِن کی تعظیم کرتے تھے مہمان نوازی سے پیش آتے تھے۔ اِدھر اُدھر کی اشیا اثمار اور بقولات ہمیشہ مکہ کیطرف کھنچی چلی آتی رہی ہیں اسیلئے مکہ دارالامن بھی رہا جس جبار نے اسپر بُرا قصد کیا وہ ہلاک کیا گیا۔ اسلئے مکہ کو بکہ بمعنی گردن شکن بھی کہتے ہیں دوسری دعا کا اثر حضور سرور کائنات علیہ التحیۃ والصلوۃ کا تولد ہے۔ کہ جسنے مکہ کو ابدالآباد تک روشن کر دیا۔ اور اسکی روشنی نے دنیا کو منور کر دیا۔ اب اسپر بھی یہ کہنا کہ قریش مکہ اسمٰعیل و ابراہیم کی اولاد نہ تھے۔ ٹھیک دوپہر میں آفتاب کا انکار کرنا ہے۔ جو فرنگی مورخوں کی شان سے بعید ہے۔

مختصر وقائع عمری حضرت کے دادا عبدالمطلب کے دس فرزند اور کئی ایک لڑکیاں تھیں

وقائع عمری آنحضرت صلعم از ولادت تا ۱۲ سال

عباس حمزہ۔ ابوطالب۔ ابولہب۔ حارث۔ عبداللہ وغیرہ۔ عبداللہ سب میں حسین اور
بااقبال اور بااخلاق و عفیف فرزند اپنے باپ کا فخر تھے۔ اِن کی نانہال مدینہ منورہ میں تھی
اِن کی شادی کی درخواست بڑے بڑے اعیان عرب کیا کرتے تھے مگر یہ سعادت قریش
کے ایک بڑے سردار وہب کو نصیب ہوئی۔ اِن کی دختر عفیفہ آمنہ سے عبداللہ کی
شادی ہوئی۔ ہنوز۔ یہ آفتاب حمل ہی میں تھا کہ عبداللہ کا مدینہ میں عین شباب میں انتقال
ہوگیا اِس صدمہ نے مکہ اور مدینہ میں حشر برپا کردیا اور عبدالمطلب کی تو غم سے کمر ہی ٹوٹ
گئی۔ اِس کے چند مہینوں بعد حضرت کا تولد ہوا۔ اِس خوشی کا بھی کہ بالخصوص بنی ہاشم میں
کوئی اندازہ نہ تھا۔ ابولہب چچا نے اوس لونڈی کو کہ جسنے بھتیجے کے پیدا ہونے کی خبر
دی تھی اِس شادمانی میں فی الفور آزاد کردیا۔ دادا نے جب وہ چاند سی صورت کہ جسکو
چاند اور سورج بھی جھک جھک کر سلام کرتے تھے دیکھی تو فرحت کے مارے قریب تھا
کہ غش آجائے تمام شہر مکہ میں مبارک و سلامت کا چرچا تھا۔ کئی برس سے ایک ایسا سخت
قحط پڑا ہوا تھا کہ لوگوں کو ہڈیوں اور مردار کھانے کی نوبت آگئی تھی۔ اِس ولادت باسعادت
سے دفع ہوگیا۔ سرداران قریش کے بچوں کو اطراف مکہ کی عورتیں کسی انعام و اجرت
کی امید پر دودہ پلانے اپنے گھر لیجایا کرتی تھیں جب دودہ بڑھ جاتا تھا تو لے آتے
اور حسب مقدور انعام پاتی تھیں۔ حضور اقدس کو حلیمہ سعدیہ نے لیا گویا دارین کی دولت
وسعادت کو گود میں اٹھا لیا اِس کے گھر پر وہ وہ آثار فلاح و ثروت ظاہر ہوئے جو اسکے
خیال سے بھی باہر تھے۔ ابھی حضور اقدس کی عمر گرامی کے سات برس بھی پورے
نہونے پائے تھے کہ والدہ ماجدہ نے بھی دنیا سے کوچ کیا۔ گھر کی غریبی پر والدین کا
اوٹھ جانا یہ ایسی شکستگی تھی کہ جبپر بیکسی بھی زار زار روتی تھی۔ اب دنیا میں بجز عبدالمطلب
کے اور کون اِس یتیمی کا چارہ گر تھا۔ وہ بھی حضرت کو دیکھکر اپنے ناسور دل کا درماں
کیا کرتے تھے۔ جب سن شریف آٹھ برس کا ہوا تو عبدالمطلب بھی چل بسے۔ اور

مرتے وقت اِس گنج گرانمایہ کو ابو طالب کے سپرد کر گئے جو عبداللہ کے عینی بھائی تھے اودہر تو حضور اقدس کی ذاتی خوبیاں اودہر یہ کہ اِن کے مرے بھائی کی نشانی ابو طالب کو جان سے زیادہ عزیز تھی +

قریش مکہ تجارت پر بسر اوقات کیا کرتے تھے ابو طالب ایکبار جو مال و اسباب لیکر قافلہ قریش کے ساتھ شام کو چلے تو حضرت کو بھی ساتھ لیتے گئے اور حضرت کا سن شریف نو برس کا تہا۔ اطراف شام میں جب یہ قافلہ بمقام بصریٰ پہونچا تو ایک جگہ جسکے قریب بحیرا راہب کا صومعہ تہا قافلہ نے قیام کیا۔ راہب کے دلمیں تو اوس عظیم الشان ظاہر ہونے والے نبی کی تلاش کا داعیہ موجزن ہی تہا اور اسکو کسیوجہ سے معلوم ہو چکا تہا کہ یہ آفتاب فاران کی چوٹیوں پر طلوع کریگا وہ اِسی تلاش میں قافلہ کو دیکھنے آیا حضور اقدس کو دیکھتے ہی فوراً پہچان لیا کہ یہی وہ ہیں۔ اِس لئے تمام قافلہ کی دعوت کی جب سب لوگ کہانے بیٹھے تو آنحضرت صلعم کو نہ پایا کیونکہ آپ اوسوقت اونٹوں کو پانی پلانے لے گئے تہے ششدر ہو کر پوچھا کہ سب موجود ہیں کوئی باقی تو نہیں رہا لوگوں نے کہا صرف ایک لڑکا موجود نہیں وہ بھی آ جائیگا بحیرا نے کہا وہی تو اصلی مہمان ہے۔ آنحضرت تشریف لائے درختوں کے سایہ کی سب جگہ گھر گئی تھی سایہ دار کوئی جگہ باقی نہ تھی آپ دہوپ ہی میں بیٹھ گئے۔ مگر ساتھ ہی درخت نے بھی اپنے سایہ کا رخ پھیر دیا اور آپ پر سایہ کر دیا۔ بحیرا اور حاضرین حیرت میں رہ گئے۔ یہ کوئی اول بات نہ تھی اسسے پہلے قریش مکہ اور بہت اِس سے بڑھ بڑھ کر معجزات (ارہاصات) دیکھ چکے تھے۔ بحیرا نے ابو طالب کو مخفی طور سے کہا کہ خبردار اس لڑکے کو شام میں نہ لیجانا یہ وہی نبی ہے جسکی خبر اہل کتاب میں مشہور ہے یہود سے اندیشہ ہے کہ وہ پہچان کر قصد ہلاکت نہ کریں۔ اسی لئے ابو طالب نے بعض آدمیوں کے ساتھ آنحضرت کو مکہ میں واپس بھیجدیا +

جب سن شریف قریب پچیس[۲۵] کے پہونچا۔ ایکبار خود سفر تجارت کا قصد کیا خدیجہ جو قریش میں ایک شریف اور پاکباز اور مالدار بیوہ تھیں تجارت کے لئے اپنا مال دیدیا کرتی تھیں۔ آنحضرت کو بھی اسی پاکباز رحمدل نے کچھ سرمایہ دیا اور ایک غلام بھی ہمراہ کر دیا۔ آپ شام تک نہ پہونچے اس کے اطراف ہی میں بیچ کھوچ کر بڑے نفع کے ساتھ واپس چلے آئے۔ خدیجہ کا راس المال اور نفع نہایت دیانت سے دیدیا۔ خدیجہ کو آپ کا حسن معاملہ بہت پسند آیا اور پہلے سے بھی اوصاف جمیلہ کا مکہ میں چرچا تھا جسلئے اہل مکہ نے آپ کو امین کا لقب دیا تھا ادہر خدیجہ کے غلام نے وہ عجائب قدرت جو رستہ میں دیکھے تھے بیان کئے اور اتفاقاً خود خدیجہ نے بھی اپنے بالاخانہ سے جبکہ آپ واپس آرہے تھے آپ پر ابر کو سایہ کئے ہوئے دیکھا جو آپ کی سواری کے ساتھ ساتھ چلتا تھا۔ ان خوبیوں نے ادہر شرافت نسب نے خدیجہ کو آپ کے ساتھ شادی کرنے کی رغبت دلائی۔ طرفین سے باقاعدہ پیغام وسلام ہو کر نکاح کی ٹھری۔ ابوطالب نے مجمع اعیان قریش میں ایک خطبہ کے بعد جسمیں آنحضرت کے مناقب اور سچے اوصاف مذکور تھے نکاح قائم کیا +

یہ وہ اول شادی ہے جسمیں حضور اقدس کی عمر قریب ۲۵ سال کے اور خدیجہ بنت خویلد کی عمر قریب ۴۰ سال کی تھی۔ ان محترم بیوی سے چار صاحبزادے قاسم۔ (جس سے آپ کی کنیت ابوالقاسم ہوئی) عبداللہ۔ طیبؓ۔ طاہرؓ۔ متولد ہوے۔ بعض مورخین کہتے ہیں کہ دو صاحبزادے پیدا ہوئے۔ قاسم۔ اور عبداللہ۔ طیب۔ طاہر عبداللہ ہی کے القاب ہیں۔ مگر یہ سب صغیر سنی میں راہی خلد ہوئے۔ اور چار صاحبزادیاں بھی پیدا ہوئیں۔ رقیہ۔ زینب۔ ام کلثوم۔ سب میں چھوٹیں حضرت سیدہ فاطمہ زہرا۔ ان چاروں میں سے صرف حضرت فاطمہ کی نسل باقی ہے۔ اور خدا نے اس میں بڑی برکت عطا فرمائی ہے۔ انکی شادی مدینہ میں آکر حضرت علی مرتضےٰ سے ہوئی تھی

حضرت امام حسن - امام حسین انہیں کے فرزندارجمند ہیں +

نبی ماں کے پیٹ ہی میں نبی ہوتا ہے۔ النبی نبی ولو کان فی بطن امہ گو آپ پر کوئی شریعت جدید اور احکام نازل نہ ہوئے تھے مگر اصول حسنات و امور تقرب - و توحید و عبادت و مکارم اخلاق و عفت و عصمت کے قدرتی لباس سے مزین تھے بچپن ہی میں آپ کے معارف جلیلہ و مکارم اخلاق اس درجہ پر تھے جو بڑے بڑے کملا کو بہت سی ریاضات کے بعد بھی نصیب نہیں ہوتے۔ یہ لوگ دنیا کے مکاتیب میں تعلیم نہیں پاتے یہ تو خدا ہی کے مدرسہ سے پاس پاکر آیا کرتے ہیں۔ جملہ علوم و معارف جو کتابوں میں جمع کئے جاتے اور مدارس و مکاتیب میں پڑھائے جاتے ہیں وہ سب انہیں کے اُن چشموں کا پانی ہوتا ہے جو قدرت نے اِن کے سینوں میں موجزن کر رکھا تھا +

آپ خدا کی عبادت اور اس کے مراقبہ میں شب و روز مشغول رہتے تھے ملت ابراہیمیہ کے احکام آپ کے سامنے تھے جن پر افراط و تفریط کا گرد و غبار لوگوں نے چڑھا رکھا تھا۔ جب خلوت کیطرف رغبت ہوئی تو جبل حراء کے ایک غار میں رہنے لگے۔ کئی کئی دن کا کھانا پانی خدیجہ وہیں آپکو پہونچا دیا کرتی تھیں۔ اب ملکیت ترقی کرتے کرتے اس درجہ تک پہونچی کہ احجار و اشجار کا کلام بھی سننے لگے۔ اور عالم غیر محسوس کے مخلوق کو عیاناً دیکھنے لگے۔ عمر شریف چالیس برس کو پہونچی تھی کہ ایک روز اسی غار حراء میں جبرئیل امین آپ کو دکھائی دیئے اور آداب وضو و غسل تعلیم فرمائے اور مالم یعلم تک سورۂ اقراء نازل ہوئی اور کچھ وقفہ کے بعد لگے تار قرآن نازل ہونا شروع ہو گیا +

جب تک بت پرستی کی مذمت نہ بیان کی تھی تمام قریش آپ پر فدا تھے جس دن سے بت پرستی اور ان کے رسوم قبیحہ کی برائی بیان کرنی شروع کی اور توحید خالص و صفات باری کا بیان شروع ہوا تو دشمن ہو گئے۔ لڑکوں میں سب سے اول حضرت علی ابن طالب

اور جوانوں میں ابوبکر صدیق اور عورتوں میں خدیجہ ایمان لائیں اور رفتہ رفتہ ایمانداروں کی ایک نئی اور پرجوش برادری قائم ہونی شروع ہوگئی قریش کو اور بھی ناگوار معلوم ہوا اور اب زبانی گالی گلوچ سے گزر کر دست درازی بھی شروع کردی مگر حضرت کے پراثر بیان اور قرآنی کشش کو ان کی یہ زیادتی کچھ بھی روک نہ سکی بلکہ دن بدن اس دریا میں تموج بڑھتا گیا۔ مجامع میں کہیں عبد دولت اور کبھی ابوبکر قرآن پڑھ رہے ہیں لوگ کھڑے سُن رہے ہیں ایک تو قرآن کی وہ شیریں عبارت اوسپر دل کو ہلا دینے والے وہ روحانی مضامین تیروں کیطرح دل میں گھستے ہیں۔ کسیکے آنکھوں سے آنسو رواں ہیں۔ کوئی ہائے ہائے کر رہا ہے کوئی ششدر کھڑا ہے کوئی اپنی جہالت پر اڑ رہا ہے الغرض مکہ میں ایک تلاطم پیدا ہوگیا آج فلاں گھر میں سے بیوی ایمان لے آئی میاں اوسکو مار دھاڑ کر رہا ہے۔ کل کوئی میاں ایمان لے آیا بیوی لڑ رہی ہے۔ اس سے اور بھی اعیان قریش کو جوش پیدا ہوگیا۔ پھر تو ہر قسم کے ظلم وستم کا دروازہ کھولدیا۔ کسیکو دھوپ میں لٹا کر کوڑے مار رہے ہیں۔ کسیکو مارتے مارتے زخمی اور لہولہان کردیا ہے کسیکو زنجیروں میں جکڑ کر گھر میں مقید کر رکھا ہے۔ انحضرت اور آپ کے جانبازیاروں کو بھی ہر طرح کی ایذائیں پہونچائی جاتی ہیں۔ آخر سب نے اتفاق کرکے دار الندوہ میں ایک کاغذ لکھا اور بنی ہاشم اور ابی طالب کو بھی اس جرم میں کہ وہ مظلوم پیغمبر کا ساتھ کیوں دیتے ہیں برادری سے خارج کردیا اور آنحضرت کا بھی گھر سے باہر نکلنا بند کردیا۔ ایسی حالت میں ایمانداروں نے اجازت چاہی کہ مکہ چھوڑ کر کہیں چلے جائیں چنانچہ بارہ ۱۲ مرد اور چار ۴ عورتیں جنمیں حضرت عثمان بن عفان اور ان کی بیوی رقیہ حضرت کی صاحبزادی بھی تھیں مکہ چھوڑ کر حبش میں شاہ نجاشی کے پاس چلے گئے۔ یہ پہلی ہجرت ہے انکو وہاں یہ خبر پہونچی کہ سب قریش ایمان لے آئے اسلئے وہ مکہ میں واپس آگئے یہاں قریش نے ان کو خوب مارا پیٹا۔ اس کے بعد اڑتیس ۳۸ مرد اور اٹھارہ عورتیں جنمیں

حضرت کے چچازاد بھائی جعفر بن ابی طالب بھی تھے۔ حبشہ چلے گئے یہ دوسری ہجرت تھی۔ نجاشی کی حکومت میں انکو امن ملا +

قریش کو یہ سخت ناگوار معلوم ہوا اسلئے چند ایلچی نجاشی کے پاس بھیجے۔ جن میں عمرو بن عاص اور عبداللہ بن زبیر مخزومی بھی تھے۔ انہوں نے آکر کہا کہ یہ جماعت بے دین ہوگئی ہے۔ ہمارے معبودوں کو برا بھلا کہتی ہے حضرت عیسیٰ اور مریم کو بھی گالیاں دیا کرتی ہے۔ نجاشی نے مسلمانوں کو طلب کیا اور جعفر کو مخاطب کر کے جواب مانگا جعفر نے سب ماجرا سنا دیا نجاشی نے کہا اچھا اوس کتاب میں سے جو تمہارے پیغمبر پر نازل ہو رہی ہے کچھ مجھے بھی سناؤ جعفر نے قرآن کی آیات پڑھنی شروع کیں ادھر نجاشی اور اس کے اعیان دولت کے دلمیں اثر ہوا انکھوں سے آنسو رواں تھے۔ قرآن اور حضرت کے ثنا خواں تھے آخر ایمان لے آئے۔ مسلمانوں کی نہایت عزت کی اور ان کے لئے اسباب آسایش بہم پہونچانے کا حکم دیا اور قریش کے ایلچیوں کو بڑی ذلت کے ساتھ نکلوا دیا۔ اس سے اور بھی قریش کا غیض و غضب جوش میں آیا۔ اور محاصرہ بہت سخت کر دیا۔ اور تین برس تک یہ محاصرہ رہا نبوت کے نویں سال یہ محاصرہ دور ہوا۔ اسی عرصہ میں حضرت عمر اور حضرت کے چچا حمزہ بھی ایمان لے آئے۔ اس سے اس جماعت کی قوت و شوکت بڑھ گئی۔ کیونکہ یہ کھلم کھلا جواب دینے کو بھی تیار ہو جاتے تھے +

نبوت کے دسویں سال ابی طالب کا ستاسی برس کی عمر میں انتقال ہوگیا ان کے لحاظ سے مسلمانوں کو بہت کچھ امن تھا۔ اس لئے قریش کی یورش پھر شروع ہوگئی یہ غم تو تھا ہی اس کے چند مہینوں بعد حضرت خدیجہ ام المومنین کا بھی چونسٹھ برس کی عمر میں انتقال ہوگیا۔ اس سے اور بھی ملال ہوا۔ اس لئے اس سال کا نام عام الحزن ہے انہیں دنوں میں آپ زید بن حارثہ کو ساتھ لیکر طائف کیطرف بقصد تلقین و ہدایت

تشریف لے گئے۔ وہاں کے سنگدلوں نے بہت برا برتاؤ اپنے عزیز مہمان کے ساتھ کیا واپسی میں ایک شخص جسکا نام عداس اور مذہب عیسائی رکھتا تھا آپ سے اصول ایمان دریافت کرکے ایمان لایا۔ آگے چلکر جبکہ آپ صبح کی نماز بمقام نخلہ پڑھ رہے تھے مقام نصیبین کے چند جن جو آسمانی خبروں کے بند ہونیکا راز دریافت کرنے کو نکلے تھے قرآن سنکر ایمان لائے اور نیز وہ راز بھی کھل گیا کہ اس وحی کے سبب یہ رخنہ بند کئے گئے ہیں وہاں سے جاکر انہوں نے اپنی قوم کو مطلع کیا اور اپنا ایمان لانا ظاہر کردیا۔ وہاں سے آکر آپ معطم بن عدی کے گھر پر رونق افروز رہے۔ مگر اسلام کا جوش اور مخالفوں کی زیادتی روز افزوں تھی۔ صحابہ کا وہ راتوں قرآن پڑھنا نمازوں میں اپنے خدا کے حضور میں گریہ وزاری کرنا دنیا کی تکلیف اور اسکی راحت کو بے ثبات جاننا خدا کی رضامندی حاصل کرنے میں مصروف رہنا ایک ایسا نشہ تھا کہ جسکو زمانہ کی کوئی بھی شئی نہ اوتار سکتی تھی۔ حضرت کے معتقدوں میں ایک تازہ زندگی کی روح پھونک گئی تھی جو جملہ مصائب دنیا کی برداشت کرنیکا باعث تھی اور وہ تمام ملکات فاضلہ انسانیہ کا سرچشمہ ہوگئی تھی۔ اس مستی و سرور کے آگے ان کو کوئی مصیبت مصیبت معلوم نہ ہوتی تھی +

نبوت کے بارہویں سال آپ کو معراج ہوئی۔ جسم پر روحانیت غالب آکر جسم بھی روح کیطرح لطیف ہوگیا۔ اور طرفۃ العین میں بیت المقدس تک پہونچتے ہوئے آسمانوں پر تشریف لے گئے اسرار ملکوت آنکھوں سے دیکھے۔ حضرت انبیاء سے ملے خدا سے شرف ہمکلامی حاصل ہوا۔ عالم ملکوت کے ہزاروں اسرار سے واقف ہوئے اب یہ زمانہ آگیا ہے کہ آنحضرت صلعم لوگوں کے مجامع میں بھی قرآن سنانے تشریف لیجاتے ہیں حجاج کے قوافل سے بھی ملکر انکو دین حق کی ترغیب دیتے ہیں ادھر قریش بھی رستوں پر آدمی بٹھا دیتے تھے وہ لوگوں کو حضرت سے بدظن کرکے پھیر

کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھتے تھے اتفاقاً مدینہ کا قافلہ بھی آیا ہوا تھا۔ آنحضرت کو انمیں سے چند آدمی ملے اور ایمان لائے اور مدینہ جاکر انہوں نے لوگوں کو اسلام کی رغبت دلائی اور آنحضرت صلعم کے اوصاف بیان کئے بہت لوگ اسلام لائے اور ہر گھر میں آپ کا چرچا ہوگیا۔ سال آیندہ چند اور شخص آئے اور سب نے پہاڑ کی ایک گھاٹی میں آپ سے بیعت کی اس لئے ان کو صحابہ العقبہ کہتے ہیں ان کو حضرت نے اپنی طرف سے نقیب بناکر مدینہ میں بھیجا تبو مدینہ میں اس سرے سے اس سرے تک اسلام کی روشنی چمک اوٹھی۔ اور اہل مدینہ کو آنحضرت اور اس مقدس گروہ سے ایک دلی محبت اور برادرانہ جوش پیدا ہوگیا۔ ان لوگوں نے ایک مسجد بھی بنائی جسکو **مسجد بنی زُریق** کہتے ہیں وہاں اہل مدینہ جمع ہوتے اور قرآن سنتے تھے۔ اگلے سال بہت سے لوگ اور چند عورتیں بھی زیارت کے لئے آئے۔ اور سب نے بیعت کی +

خدا کی مدد غیبی کو دیکھئے کہ ایمانداروں کے لئے ایک مستحکم دارالامن پیدا کر دیا۔ اب یکے بعد دیگرے ایماندار مدینہ میں جانے لگے جو جاتا تھا اسکو وہ سر پر بٹھاتے اور سینہ سے لگاتے تھے سب سے پہلے مدینہ **مصعب بن عمیر** تشریف لے گئے بعض کہتے ابوسلمہ بن عبدالاشد مخزومی تھے۔ قریش مکہ کو یہ اور بھی شاق گزرا اور سب نے بالاتفاق مشورہ کرلیا کہ جو کچھ ہو رات کو گھر میں کود کر پیغمبر کو قتل کر ڈالو تاکہ یہ سلسلہ ہی منقطع ہوجائے مگر قیامت تک قائم رہنے والے سلسلہ کو کون منقطع کرسکتا تھا؟۔

اس عرصہ میں جیسا کہ لوگوں کو عموماً ہجرت کرنے کی اجازت دیدی گئی تھی خود حضرت سرور کائنات علیہ السلام نے بھی ہجرت کا ارادہ کرلیا تھا۔ آپ کے جان نثار خادم ابوبکر صدیق بھی شریک سفر ہونے پر تیار ہوگئے۔ خدا نے اوس رات سے

کہ جسمیں کفار قریش شبخون مارنے کا قصد رکھتے تھے آپکو مطلع فرمادیا۔ آپ شباشب مع ابوبکر صدیق نکل کھڑے ہوئے۔ ابوبکر کا غلام عامر بن فہیرہ بھی خدمت میں ساتھ تھا۔ عبداللہ بن اُرلفط کو اسلئے ساتھ لیا کہ وہ مدینہ کا سیدھا رستہ بتائے۔ مناسب سمجھا گیا کہ راہ راست مدینہ کے رستہ پر نہ جانا چاہیئے کیونکہ کفار تعاقب کریں گے اِس لئے مکہ سے نکلکر جبل ثور کے ایک غار میں جا ٹھہرے۔ کفار جو گھر میں داخل ہوئے تو بجائے آپکے آپکے بستر پر حضرت علی کو سوتے پایا آپکے درپے ہوئے آثار وعلامات سے غار ثور تک پہونچے وہاں جاکر کیا دیکھتے ہیں کہ غار کے مونھہ پر مکڑی نے جالا پور رکھا ہے اور کبوتری نے انڈے دے رکھے ہیں اوپر سے نیچے نگاہ ڈالتے تھے انحضرت اور ابوبکر انکو دیکھتے تھے اور ابوبکر دلمیں ہراس کرتے تھے حضرت فرماتے تھے لا تحزن ان اللہ معنا کہ کچھہ خوف نکرو اللہ ہمارے ساتھ ہے کفار واپس پھر گئے۔ پھر موقع پر غار سے باہر نکلے اور مدینہ کیطرف چلے۔ پیچھے سے کیا دیکھتے ہیں کہ ایک شخص جسکا نام سراقہ تھا تعاقب میں گھوڑا دوڑائے ہوئے چلا آرہا ہے آپنے دیکھتے ہی زمین کیطرف اشارہ کیا تو گھوڑا شکم تک زمین میں دھس گیا سراقہ نے پکار کر امان مانگی اور عرض کیا کہ مجھے نجات دیجئے میں عہد کرتا ہوں کہ قریش کو خبر ندونگا آپنے دوسرا اشارہ کیا تو گھوڑا اوپر نکل آیا سراقہ ایمان لایا اور واپس چلا گیا اور قریش جو پیچھے آرہے تھے اِن سے کہا میں دور تک دیکھہ آیا اور لوگوں سے بھی پوچھا (محمد صلعم) اِس رستہ سے نہیں گئے ہیں سب واپس پھر گئے۔ رستہ میں جب دوپہر اور پیاس کی شدت ہوئی تو آپ ایک عورت کے پاس پہونچے جس کی جھونپڑی کے پاس ایک بکری کی بیٹھہ نبد ہی ہوئی تھی ابتک نہ گابھن ہوئی تھی نہ بیاہی تھی۔ ابوبکر نے اوس سے دودہ طلب کیا عورت نے کہا یہ بکری قابل دودہ کے نہیں ہے اور کوئی بکری موجود نہیں ابوبکر سے آپنے فرمایا کہ بسم اللہ کہہ کر کے اسکا دودہ دودھلو

ابو بکر نے دودھ دوہا۔ ایک پیالہ میں لیکر چھاگل سے اوسمیں سرد پانی ملایا حضرت نے اور ابو بکر نے اور ان کے ہمراہیوں نے شکم سیر ہوکر پیا اور پھر بھی بچ رہا جس میں سے اوس عورت نے بھی شکم سیر ہوکر پیا۔ الغرض منزل بمنزل آپ مدینہ منورہ کیطرف چلے۔ مدینہ میں تشریف آوری کی خبر پہونچ چکی تھی بہت سے مرد و زن ہر روز انتظار میں پہاڑوں کے ٹیلوں پر چڑھکر دیکھا کرتے تھے۔ آخر ایک روز یہ مراد بر آئی دور سے کیا دیکھتے ہیں کہ ایک ناقہ پر دو سوار ہیں جو آگے بیٹھا ہے آفتاب کیطرح چمک رہا ہے اور ایک آدمی آگے چلا آرہا ہے اور ایک رکاب تھامے ہوئے دوڑا چلا آرہا ہے کسینے پکار کر کہا (لقد جاء محمد) کہ یہ حضور تشریف لارہے ہیں۔ پھر تو کیا تھا لوگ دوڑ پڑے ناقہ کے ارد گرد پروانہ کیطرح قربان ہورہے اور اشعار فخر و سرور پڑھ رہے تھے۔ انصار کا جانباز۔ باڑھی گاڑ تلواریں میان میں لٹکائے کندھوں پہ کمان رکھے ہوئے کس جوش و مسرت سے ارد گرد اشعار پڑھتے اور نعرے بلند کرتے چلتے تھے۔ جن کے بعض اشعار کا یہ ترجمہ ہے ؎

وہ آئیں گھر میں ہمارے خدا کی قدرت ہے ✤ کبھی ہم اونکو کبھی اپنے گھر کو دیکھتے ہیں

امروز شاہ شاہاں مہماں شدہ است مارا ✤ بے برگ و بے نوائی ساماں شدہ است مارا

کسیو جہ خاص سے سواری کا رخ قبا کیطرف پلٹا۔ یہ مدینہ سے تخمیناً شرق و جنوب کیطرف دو اڑھائی میل کے قریب ایک چھوٹی سی بستی ہے۔ آپ یہاں چند روز قیام پذیر رہے۔ اس عرصہ میں ایک مسجد کی بھی بنیاد ڈالی۔ مدینہ کے سرداروں کا تقاضا اور انکا وہ دلی جوش اور ولولہ کب وہاں رہنے دیتا تھا۔ آخر مدینہ کیطرف سواری چلی ہر ایک یہی چاہتا تھا کہ میرے گھر پہ فروکش ہوں آپنے اسکا یوں فیصلہ کر دیا تھا کہ جسجگہ ناقہ بیٹھ جائے گی وہیں ٹھہروں گا۔ جب ناقہ ابو ایوب انصاری کے گھر کے قریب پہونچی تو یہ دلمیں کہہ رہے تھے ع محبت آج ترے ہم اثر کو دیکھتے ہیں

جذبۂ دل ناقہ آگے نہ جانے پائے جب بہت ہی قریب آپہونچی قریب تہا کہ ابو ایوب غش کہا کر گر پڑیں کہ ہائے ہمارے سعادت پاس سے نکل گیا مگر سچا جذبہ کب جانے دیتا تہا ناقہ وہیں بیٹھ گئی۔ حضرت انہیں کے گہر میں فروکش ہوئے اللہ اللہ مدینہ کے مرد وزن بوڑہے اور بچہ کا ولولہ شوق ابوایوب کے گہر پہ اوس جمال جہان آرا سے مشرف ہونیوالوں کا وہ مجمع تہا کہ ہوا کو بہی مشکل سے گزر تہا۔ چند روز آپ وہاں مہمان رہے آخر سکونت کے لئے خام مکانات بنائے گئے اور مسجد نبوی کی بنیاد بہی قائم کی گئی۔

اب تو مہاجرین یکے بعد دیگرے آنے شروع ہوگئے۔ اور حضرت کے عیال واطفال بہی آئے۔ خدیجہ کے انتقال کے بعد آپنے ایک سن رسیدہ ایماندار بیوی سے نکاح کرلیا تہا کہ لڑکیوں کی کفالت اور ضروریات کا سرانجام دیں۔ اس بیوی کا نام سودہ ہے۔ مگر ہجرت سے چند ماہ پہلے عائشہ بنت ابی بکر صدیق سے بہی نکاح کرلیا تہا جو اسوقت صغیر السن تہیں۔ یہ سب لوگ آگئے۔ یہ واقعہ تشریف آوری نبوت کے تیرہویں سال کا ہے اسوقت عمر شریف تریپن برس کی تہی عیسوی حساب سے جون کا مہینا ۶۲۲ء عیسوی تہا۔

اہل اسلام کے سنین کی ابتدا اسی ہجرت کے پہلے سال سے ہے جسطرح وقتاً فوقتاً مکہ میں تیرہ برس تک قرآن الہام ہوتا رہا اور نازل شدہ کو آپ مرتب ومحفوظ رکہتے رہے اسیطرح مدینہ میں دس برس تک نازل ہوتا رہا اور اس کہ میں جو کچہہ نازل ہوا اسکو مکی۔ اور مدینہ میں جو نازل ہوا اسکو مدنی کہتے ہیں۔ مدینہ میں

آکر سب سے پہلی برکت یہ ظاہر ہوئی کہ مدینہ کے دو قبیلوں بنی اوس و بنی خزرج میں باوجود ہم جدی ہونے کے کئی سو برس سے ایسا سخت تنازع چلا آرہا تہا کہ جسمیں بارہا سخت خونخوار لڑائیاں ہوئیں۔ طرفین سے بہت سے مارے گئے۔ اور مدینہ کے

اطراف میں جو یہود کے دو گروہ رہتے تھے ایک کا نام **بنی قریظہ** دوسرے کا
بنی نضیر تھا انہیں سے ایک بنی اوس کا دوسرا بنی خزرج کا حلیف ہو رہا تھا۔
اور ہر گروہ اپنے حلیف کے ساتھ جنگ میں شریک ہوا کرتا تھا یہ تنازع رفع ہوگیا
اور دونوں گروہ شیر و شکر ہو گئے۔ ان سب کا لقب اسلام میں انصار قرار پایا
ان کی بزرگی اور شرف مسلمانوں میں مسلم ہے۔ حضرت کی تشریف آوری سے پہلے
انصار نے اپنے میں سے ایک شخص **عبداللہ بن ابی بن سلول** کو سردار بنانا چاہا
تھا قریب تھا کہ اسکی سر پر تاج سرداری رکھا جائے۔ مگر اب حضرت کی تشریف لانے کی بعد جسطرح آفتاب کے سامنے ذرہ
کی کیا قدر رہتی ہے اسیطرح اسکی بھی قدر نہ رہی۔ اسپر یہ بات شاق گزری اور تھا مود کا طالب جاہ و نام
کا بندہ اس لئے دل میں آنحضرت صلعم اور آنے والے لوگوں کا جن کا لقب **مہاجرین**
ہے دشمن ہوگیا اور اسکی مذاق کی لوگ اس کے در پردہ ساتھ بھی ہو گئے۔ اس گروہ کا نام اسلام میں
منافق ہے۔ یہ منافقین یہود کے ان بدقماش قبیلوں سے بھی ساز و باز
رکھتے تھے جنکے دلمیں حضرت کی عداوت کا شعلہ بھڑک اٹھتا تھا۔ منافق ظاہر
میں تو قوم کے رعب و داب سے مسلمان تھے مگر در پردہ منکر اور سخت مخالف۔ یہ
منافق اور وہ یہودی باہم ملکر رات دن تخریب اسلام کی تدابیر سوچا کرتے۔ اور
عرب کے قبائل بالخصوص قریش مکہ کو بھڑکاتے رہتے تھے۔ ان سے خط و کتابت
پیام و سلام بھی جاری تھا۔ اسلام کے مسائل پر نکتہ چینی آنحضرت پر بہتان لگاتے
مسلمانوں کے دل دکھاتے انصار و مہاجرین میں بگاڑ کرا دینے میں کوئی
دقیقہ اٹھا نہیں رکھتے تھے جسکا حسب موقعہ قرآن میں متعدد سورتوں میں ذکر ہے
جیسا کہ ہجرت سے پیشتر قریش مکہ کے اقوال و افعال اسلام کے خلاف میں تھے
اور بعد ہجرت کے بھی جو کچھ انہوں نے حرکات سکئے ان کا بھی کہیں صراحتہً
کہیں اشارۃً ذکر ہے۔ اس لئے مفسرین کو ان آیات کی تفسیر میں ان اتفاقات کا

ذکر کرنا پڑتا ہے تاکہ مطالب واضح ہوجائیں مگر اسمیں بھی بے احتیاط مورخوں نے بہت کچھ رطب ویابس ملا دیا ہے +

مخالفین تو اس آسمانی چراغ کو بجھانا ہی چاہتے تھے مگر واللہ مُتِمُّ نُورِہٖ وَ لَوۡ کَرِہَ الۡکَافِرُوۡنَ ○ خدا کو تو اوس روشنی کو دنیا میں پھیلانا ہی تھا گو کافروں کو برا معلوم ہوا کرے اسلئے اب مسلمان جان بازوں کی بھی ایک جماعت سرفروشی کے لئے موجود ہوگئی اور جہاد کی اجازت ہی نہیں ملی بلکہ حکم ہوگیا۔ ہجرت کے دوسرے سال رمضان کے مہینے میں آنحضرت کو خبر ملی کہ قریش مکہ کا قافلہ جسکا سردار ابوسفیان ہے مال تجارت لئے ہوئے شام سے مکہ جا رہا ہے۔ آنحضرت اس رواروی میں مسلمانوں کی ایک جماعت لیکر اس کے گرفتار کرنے کو نکلے۔ اس جماعت میں تھوڑے سے مہاجرین اور باقی انصار تھے مجموعی تعداد تین سو تیرہ کے قریب تھی اکثر بے سروسامان تھے ہتیار بھی سب کے پاس نہ تھے صرف ہمت و حمایت الٰہی کا حربہ سب کے پاس تھا۔ قافلہ خبر پاکر دوسرے رستہ سے نکل گیا۔ مگر قافلہ کی اطلاع دینے پر مکہ کے قریش بڑے غیض وغضب میں بھرے ہوئے بڑے سازوسامان کے ساتھ مدافعت و مقابلہ کے لئے آئے۔

آنحضرت نے مقام بدر پر ڈیرا کیا قریش کا لشکر بھی مقابلہ میں آپڑا۔ لڑائی سے پہلے آنحضرت نے خبر کردی تھی کہ کل فلاں جگہ فلاں سردار قریش کی لاش پڑی ہوگی۔ اور فلاں جگہ فلاں پڑا ہوگا۔ طرفین میں آپس کے قریبی رشتہ دار بھی تھے ادہر باپ تو اودہر بیٹا اسطرف ایک بھائی تو دوسری طرف دوسرا بھائی اور چچا ادہر تو بھتیجا اودہر تھا۔ جنگ شروع ہوئی۔ قریش کیطرف **ابوجہل** ان کا سردار اور حضرت کے چچا عباس اور خالد بن ولید وغیرہ مشہور جنگ آور تھے۔ آخر قریش کو سخت شکست ہوئی قریب ستر کے مارے گئے ابوجہل وغیرہ اعیان قریش کی وہیں لاشیں پڑی ملیں جہاں کا آپنے نشان دیا تھا اور قریب ستر کے قید کئے گئے جن میں عباس بھی تھے۔ باقی سراسیمہ ہوکر بھاگ گئے

جنگ سے ذرا دیر پہلے قریش نے طعن کی راہ سے یہ بھی کہا تھا یہ مدینہ کے کاشتکار قریش کی تلواروں کی کیا تاب لاسکیں گے ابھی محمد کو ہمارے ہاتھوں میں گرفتار چھوڑ کر بھاگ جائیں گے اس کے جواب میں سعد سردار انصار نے جو للکار کر جواب دیا ہے وہ ان کی حمیت و ایمان اور پیغمبر علیہ السلام کے اثر کی دلیل ہے۔ سعد نے کہا کہ ہم بنی اسرائیل نہیں کہ اپنے پیغمبر سے یوں کہیں کہ جا تو اور تیرا خدا لڑے ہم تو یہیں بیٹھے ہوئے ہیں۔ اگر پیغمبر ہمکو سمندر میں گر جانے کا بھی حکم دیں تو اسی وقت تیار ہیں اور اب بنی قحطان کی آبدار تلواروں کا حال معلوم ہوئے جاتا ہے +

اس لڑائی میں آسمان سے فرشتوں کا مدد کے لئے آنا اور بغیر محسوس اشخاص کے مارنے سے کفار کا مقتول ہو کر گرنا بھی لوگوں نے محسوس کیا تھا۔ اس کے بعد چھوٹے بڑے اور بھی معرکے ہوئے ہر جگہ اسلام غالب رہا۔ ایکبار قریش مکہ نے مدینہ پر چڑھائی کی اور احد پہاڑ کے قریب لڑائی ہوئی بعض ناتجربہ کار مسلمانوں کے سبب اس جنگ میں مسلمانوں کو سخت زخم پہونچا حضرت کے چچا حمزہ بھی شہید ہوئے آخر جو مسلمان سنبھل کر لڑے تو جنگ کی صورت بدل گئی جس سے قریش کو واپس جانا پڑا۔ اس لڑائی سے کفار کو جرأت ہوگئی تھی۔ اسلئے ہجرت کے پانچویں سال یہود کی تحریک پر ابوسفیان نہ صرف قریش مکہ بلکہ اکثر قبائل عرب کو جنکی تعداد پچیس ہزار کے قریب تھی مدینہ پر دفعۃً چڑھا لایا۔ اس لئے اس جنگ کو غزوہ **احزاب** کہتے ہیں۔ اور تحفظ کے لئے مدینہ کے گرد خندق بھی کھودی گئی تھی اس لئے اسکو غزوہ **خندق** بھی کہا جاتا ہے۔

اس لشکر کے آنے سے مدینہ کے منافق جو جو دل کے غبار نکالتے تھے اور اہل مدینہ کو ملامت کر کے نامرد بناتے تھے اکثر کیطرف سورہ احزاب میں اشارہ ہے۔ اس محاصرہ میں مسلمانوں پر فقر و فاقہ کی تکلیف تو بیحد گزری مگر مدینہ پر حملہ کرنے کی انکو جرأت نہ ہوئی۔ اسلئے وحشت میں آکر مہینوں کے محاصرہ کے بعد سب بے نیل مرام بھاگ گئے اس جنگ میں

یہود بنی قریظہ نے باوجود حلف وعہد کے اسلامیوں کے ساتھ بدسلوکی اور قلع قمع کر دینے میں کوئی دقیقہ اوٹھا نہیں رکھا تھا۔ اس لئے اس جنگ کے بعد وہ بھی اپنے کیفر کردار کو پہونچائے گئے۔ اسنے پہلے یہود بنی نضیر ایک نقض عہد کی سزا میں جلاوطن کر دیئے گئے تھے +

اس کے بعد جبکہ عرب کے قبائل میں اسلام پھیل گیا تھا آنحضرت نے حج کا قصد کیا مگر قریش نے بمقام **حدیبیہ** مکہ میں جانے سے روکدیا۔ پیغمبر علیہ السلام نے ہرچند عذر کیا کہ میں لڑنے نہیں آیا ہوں نہ مکہ میں خونریزی کرنا پسند کرتا ہوں مجھے ارکان حج کی اجازت دو۔ مگر وہ نہ مانے آخر طرفین میں معاہدہ ہوا اور اسمیں یہ بھی شرط تھی کہ نہ تم ہمپر اور ہمارے حلیف قبائل پر چڑھائی کرو نہ ہم تمپر اور تمہارے حلیف قبائل پر چڑھائی کرینگے۔ مگر قریش نے ایک موقعہ پر اس عہد کو توڑ ڈالا۔ آنحضرت کے حلیف قبیلہ قزاعہ پر چڑھائی کی۔ قزاعہ آپسے دادخواہاں ہوئے۔ اس لیے ہجرت سے آٹھویں سال آنحضرت نے مکہ پر لشکر کشی کا حکمدیدیا اور بہت سے قبائل آپکے ساتھ شریک ہو گئے۔ آج قریش مکہ کا سارا زور ٹوٹ گیا آپ مکہ میں داخل ہوئے اور امن عام دیدیا گیا۔ مکہ کو بتوں سے پاک وصاف کر دیا اور اب تمام قریش اسلام لے آئے۔ اسکو **فتح مکہ** کہتے ہیں جسکی بشارت آپ کو قرآن میں دی گئی تھی۔ وہ پوری ہوئی۔ اس سے مراجعت کے وقت بنی المصطلق و اہل حنین وغیرہ قبائل سے معرکہ پیش آیا۔ ان قبائل کو انکی بہادری پر بڑا گھمنڈ تھا اگرچہ ایک موقعہ پر ان نے مسلمانوں کی بھیڑ ان کے تیروں کی تاب نہ لاکر بھاگ اٹھی مگر آنحضرت اور انصار و مہاجرین کے استقلال سے فتح ہوئی۔ ان کے بہت سے لوگ گرفتار کر کے غلام بنائے گئے۔ مگر آخر ان کی عاجزی وفرماں پذیری سے آزاد کر دیئے گئے۔ اب عرب میں عموماً اسلام پھیل گیا۔ مگر ہرکلیوس کے ماتحت بعض شاہان شام کی چڑھائی اور آمادگی کی خبر پاکر آنحضرت صلعم ایک بڑے لشکر کے ساتھ جسکی

تعداد ساٹھ ستر ہزار کے قریب خیال کیجاتی ہے۔ عین گرمی میں جبکہ قحط تھا **تبوک** تک پہونچے۔ فریقِ مخالف کی ہمت ٹوٹ گئی ہدایا و تحائف دیکر جان بچانے کے سوا اور کوئی تدبیر نہ بن پڑی +

آنحضرت نے شاہ ایران۔ وشاہ روم و دیگر سلاطین کے نام نامے اور ایلچی روانہ کئے۔ کہ مذہب حق کو قبول کرو اسمیں تمہارے لئے دنیا و دین کی سلامتی ہے۔ اور خیبر جو مدینہ کے قریب یہود کا قلعہ تھا وہ بھی اور فدک وغیرہ اور مواضع میں بھی اسلام کے قبضہ میں آگئے +

اس اثنا میں بعض نفس پرستوں کو بھی نبوت کا داعیہ ہوا۔ چنانچہ یمامہ میں مسلیمہ کذاب اور یمن میں اسود عنسی وغیرہ نے نبوت کا دعویٰ کر دیا۔ لیکن جب تک اصلی جوہر نہوں بناوٹی ملمع اور لاف زنی سے کیا کام چل سکتا ہے ہرچند صدہا جہال انکے دام تزویر میں بھی آگئے اور ہر زمانہ میں خوش اعتقاد جہلا ایسے فریبیوں کے دام میں آجایا کرتے ہیں۔ ایسے جھوٹے نبیوں کی حضرت مسیح علیہ السلام نے بھی خبر دی تھی۔ آخر کار سب نیست و نابود ہو گئے اور نہایت رسوائی اور ذلت کے ساتھ اس جہان سے دفعہ ہوئے +

اب بر عرب میں خوب اسلام شائع ہوگیا بموجب بشارت اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ وَرَاَیْتَ النَّاسَ یَدْخُلُوْنَ فِیْ دِیْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجًا۔ آپنے اپنی آنکھوں سے دینِ الٰہی کا پر بہار باغ دیکھ لیا۔ آپ جبکہ اپنا کام پورا کر چکے تو حیات جاودانی و ملک باقی اور اپنے خدا کی بارگاہ قدس جانے کا آپ پر اشتیاق غالب آیا جسکا اشارہ اس جملہ میں ہے فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ۔ صاف صاف لفظوں میں الوداع اور رخصت و وصیت کرنے لگے۔ چنانچہ اس مرادسے ہجرت کے دسویں سال آپنے حج کا ارادہ کیا اور اعلان عام کردیا اور لوگ بھی جان گئے کہ یہ آخری دیدار اوس جمال جہاں آرا کا ہے۔ بیشمار مخلوق حج میں جمع ہوئی۔ اور آپنے خطبہ میں جملہ مقاصد کو واضح فرما دیا۔ اور رخصت ہوئے اور کہدیا کہ میں تمکو خدا کے سپرد

کئے جاتا ہوں۔ لوگو پر اس جانکاہ فراق سے ایک عجیب حالت طاری تہی ہر طرف سے آہ و نالہ اور اشکباری تہی۔ حج سے فارغ ہوکر مدینہ میں تشریف لائے۔ صرف محرم کے ایک مہینے تک تندرست رہے۔ صفر میں اوس مرض کا جو ایک یہودیہ کے زہر کہلا دینے سے غلبہ کیا کرتا تہا آغاز ہوا۔ بخار لاحق ہوا۔ بیچمیں کچہہ افاقہ بہی ہوگیا مگر آپ تو دار آخرت کا قصد فرما چکے تہے اسیطرف کی لوگی ہوئی تہی آخر ربیع الاول میں پہر شدت ہوئی اور سن گیارہ ہجری میں پیر کے روز بارہویں تاریخ نہایت ہوش و حواس سے اپنے خدا ے قدوس کو یاد کرتے ہوئے جاں بحق ہوئے انا للہ وانا الیہ راجعون۔

اس صدمہ جانکاہ سے صحابہ انصار و مہاجرین پر جو جمال دیکہہ کر جیتے تہے وہ حالت طاری ہوئی کہ جسکا بیان نہیں ہوسکتا۔ آنکہوں میں عالم تاریک ہوگیا ٭

مگر صحابہ نے آپ کا جانشین ابوبکر کو قرار دیکر تجہیز و تکفین کی اور اس گنج گرانمایہ کو سپرد خاک کیا اور روح اقدس حظیرۃ القدس میں پہونچی۔

علیہ صلوۃ اللہ وسلامہ۔

حضرت کے اخلاق و شمائل

آپ سراسر اخلاق مجسم تہے۔ نرم دل رحیم و کریم۔ نہایت سخی بامروت بڑے بہادر و شجاع ایکبار انہیں دنوں میں جبکہ مدینہ مخالفوں کی چڑہائی کا آماجگاہ بنا ہوا تہا رات کو پہاڑوں کیطرف سے ایک ہیبتناک آواز آئی جس سے لوگوں کے دل دہل گئے۔ آپ گھوڑے پر سوار ہوکر بنفس نفیس سب سے پہلے موقع پر پہونچے وہاں کچہہ بہی نہ پایا۔ واپس آرہے تہے کہ ان جاں نثاروں کو بہی معلوم ہوا کہ آپ سبقت کر گئے ہیں تو مہاجرین و انصار عرب کے شیر دل بہی مسلح ہوکر نکلے آپ نے فرمایا کچہہ بہی نہیں اپس پہلے چلو۔ سب واپس چلے آئے۔ ہر معرکہ میں سب سے اول آپ ہوتے تہے۔ عرب کے بڑے بڑے شہسوار بہادر آپ کی شجاعت کو مانتے ہوئے تہے۔ وعدہ کے بڑے سچے جس سے جب کبہی وعدہ کرلیا پورا ہی کردیا۔ فتوحات کے بعد بہی اس سخاوت و دریا دلی کے سبب

لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِّنْ أَنفُسِكُمْ عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيصٌ عَلَيْكُم بِالْمُؤْمِنِينَ رَءُوفٌ رَّحِيمٌ ۝
البتہ ای لوگو تمہارے پاس تمہیں میں سے ایک رسول آیا جسپر تمہاری تکلیف شاق گزرتی ہے تمہاری خیر خواہی کا انکو بہت ہی بڑا خیال رہتا ہے ۱۲ منہ

فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللَّهِ لِنتَ لَهُمْ ۖ وَلَوْ كُنتَ فَظًّا غَلِيظَ الْقَلْبِ لَانفَضُّوا مِنْ حَوْلِكَ ۖ
اللہ کے فضل سے آپ انکے لئے نہایت نرم دل ہیں اگر سخت مزاج سخت دل ہوتے تو آپکے پاس سے لوگ چلدیتے۔ آل عمران رکوع ۱۷۔ ۱۲ منہ

گھر میں فاقہ پر فاقہ ہی رہتا تھا۔ دنوں چند کھجوروں اور پانی پر بسر اوقات فرماتے تھے کبھی رات کا ذخیرہ صبح کے لئے جمع کر کے نہیں رکھا جس سائل نے سوال کیا جو کچھ موجود ہوا دے دیا۔ آپ کا کرم بھی ضرب المثل تھا۔ نہیں کا کلمہ تو گویا آپ کے لئے متروک الاستعمال تھا +

نہایت درجہ کے حلیم و بردبار تھے اقتدار دنیاوی کے بعد بھی نا اہل سخت سے سخت کلمات استعمال کرتے تو آپ جواب نہیں دیتے تھے اور دیتے تو نہایت نرم الفاظ میں کہ جس سے مخالف شرمندہ ہو جاتا تھا۔ کبھی اپنے معاملات میں کسی سے انتقام نہیں لیا نہ کسی پر کبھی خفا ہوئے نہ کسیکو مارا نہ کسی سے سخت کلامی کی۔ انس آپکے خادم کہتے ہیں کہ میں دس برس تک خدمت میں رہا ہوں کبھی مجھے کسی مخالف کام پر یہ نہیں فرمایا کہ یہ کیوں کیا اور نہ کبھی نعمات و سستی پر یہ فرمایا کہ یہ کام کیوں نہ کیا۔ کبھی کسی سے کینہ نہ رکھا اور نہ اسکی وہاں گنجائش تھی۔ جب کسی سخت سے سخت ملزم نے معافی مانگی۔ فی الفور معاف فرما دیا۔ رقیق القلب بھی حد درجہ کے تھے درد دل کی بات پر اسیوقت آنکھوں میں آنسو بھر آتے تھے۔ نہایت شرم و حیا مزاج میں تھی کبھی کوئی ایسا کلمہ جو خلاف تہذیب ہو زبان سے فرمانا تو کجا سن بھی نہیں سکتے تھے لوگوں کے سامنے بدن کا کوئی حصہ کھولنا بھی گوارا نہ فرماتے تھے نیچی نگاہ زبان پر سکوت چہرہ پر آثار تفکر نمایاں رہتے تھے۔ بزرگوں کی توقیر چھوٹوں پر رحم و شفقت آپ کا شیوہ تھا۔ کبھی جانور کو بھی سواری وغیرہ میں اسکی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتے تھے اپنے خادموں سے بھی معاشرت میں مساوات کا معاملہ برتتے تھے۔ نہایت درجہ کے متواضع و فروتن تھے۔ نہ صرف اپنے ہی عیال و اطفال کے ساتھ رحم و خوش خلقی سے پیش آتے تھے بلکہ ہر ایک سے یہی معاملہ تھا۔ جس سے بات کرتے تھے نہایت خندہ پیشانی اور خوش خلقی سے کرتے تھے جس سے ہر ایک یہی سمجھتا تھا کہ مجھی سے زیادہ تر التفات ہے +

انما ارواں پر بڑے شفیق نہایت مہربان ہیں۔ وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ ۝ سورۂ نون رکوع ۱۔ بیشک تم بڑے اعلیٰ درجہ کے اخلاق حمیدہ پر ہو ۱۲ منہ

بازاروں میں جاکر اپنا سودا آپ اٹھا لاتے تھے اور جو کوئی لینا چاہتا تھا تو فرماتے کہ میں بھی اس کے اٹھانے سے عاجز نہیں ہوں۔ گھر میں خود جھاڑو دے لینا پھٹے کپڑے کو آپ پیوند لگا لینا کچھ بھی معیوب نہ سمجھتے تھے۔ تن پروری اور عمدہ کھانے پینے اسباب راحت و تجمل سے بالکل بے اعتنائی تھی۔ کبھی کسی ناپسند کھانے کی نسبت اظہار کراہت نہ کرتے تھے۔ لباس اور وضع میں بالکل سادگی تھی چمڑے کا تکیہ جسمیں کھجور کے پتھے بھرے ہوئے تھے زیر سر مبارک رہتا اور بوریئے پر استراحت فرماتے تھے اور جو کسی نے اسکی بابت کچھ اظہار تاسف بھی کیا تو یہی فرماتے تھے کہ میں دنیا کی آسائش اور اس کے لذات کے لئے نہیں آیا ہوں۔ مسافر ہوں تھوڑی دیر کے لئے کسی سایہ دار درخت کے تلے آرام کرلینا بھی کافی ہے۔ اور یہ اکثر فرماتے تھے کہ دنیا اوسکا گھر ہے جسکا وہاں گھر نہیں اور اس سے وہی دل لگاتا ہے جو وہاں کی نعمتوں سے محروم ہے دنیا اور اس کے سب تجملات کی آپ کی چشم حق بین میں کچھ بھی قدر نہ تھی۔ بیماروں کی ان کے گھر جاکر عیادت کرتے تھے جنازوں کے ساتھ جاتے تھے۔ مہمان نوازی تو آپ کا حصہ تھا۔ مدینہ میں جو مہمان آتا تھا وہ آپ ہی کا مہمان ہوتا تھا۔ جو مفلس مرجاتے تھے قرضہ اپنے ذمہ لے لیا کرتے تھے اور ان کے عیال و اطفال کی پرورش فرماتے تھے بیووں یتیموں مصیبت زدوں کے چارہ ساز تھے۔ آپ کی مجالس غیبت بدگوئی فحش تفاخر سے خالی تھیں نہ انمیں کذب ولغویات ہوتے تھے۔ بلکہ معارف و ذکر الٰہی سے مملو ہوتی تھیں۔ نماز پنجگانہ با جماعت کے سوا رات اور دن میں بہت سے نوافل ادا کرتے تھے۔ آدھی رات کے بعد ہمیشہ صبح تک نماز و ذکر و تلاوت قرآن میں مشغول رہتے تھے اور وہ گریہ وزاری و آہ و درد مناجات میں ہوتا تھا۔ کہ دیکھنے والے کی بھی حالت پر تغیر ہو جاتا تھا۔ اور آپ کے سب یاروں کا قریب یہی حال تھا۔ رمضان کے روزوں کے سوا اور بہت سے روزے رکھا کرتے تھے اور جو کبھی کوئی عمدہ کھانا آیا

سر دپانی یا کوئی کپڑا الجاتا تھا تو اوسپر اپنے خالق و مالک کا بہت کچھ شکر یہ کرتے اور اس انبساط الہی سے بہت ہی حظ اوٹھاتے تھے۔ جو کوئی آپ کو دیکھتا تھا تو اوسپر ہیبت و رعب طاری ہوجاتا تھا۔ مگر جب وہ ملکر باتیں کرتا تھا تو آپ کے اخلاق و محبت کا گرویدہ ہوجاتا تھا +

ہر شان اور ہر ایک حادثہ میں آپ کو خدا ہی کا ید قدرت دکھائی دیتا تھا وہ اپنی ہر کامیابی اور ناکامی رنج و راحت کو اسکی تقدیر ازلی کا نتیجہ سمجھتے تھے۔ جملہ مخلوق آپ کے لئے ایسے دیدار اور جلوہ کا آئینہ مصفا تھی۔ کوئی لحہ اور کوئی آن ذات حق کے مراقبہ سے خالی نہ تھی زبان سے بھی اوقات مختلفہ میں سونے جاگنے چلنے پھرنے اوٹھنے بیٹھنے میں بہت کچھ خدا کی تسبیح و تقدیس کیا کرتے تھے ان سب خوبیوں پر بھی اپنے آپ کو خدا کے حضور میں ایک گناہ گار بندہ سے زیادہ نہ سمجھتے تھے اس لیے بہت کچھ عاجزی اور استغفار کیا کرتے تھے۔ ہر معاملہ میں اپنے خدا ہی سے دعا مانگتے اور اسی کی مدد کا بھروسہ رکھتے تھے اور اسکی بے نیازی اور جلال سے بھی بہت ڈرتے رہتے تھے +

آپ کا معمولی کلام بھی مختصر اور صاف الفاظ میں بغیر ایچ پیچ کے ہوتا تھا۔ آپ مساجد اور دیگر مواقع پر وعظ و پند بھی فرماتے تھے۔ ہر ایک قریب و بعید عالم و جاہل مستفید ہوتا تھا اور بہت صاف الفاظ میں نہایت متانت سے ارشاد فرماتے تھے اگر کوئی آپ کے الفاظ کو گننا چاہے تو گن بھی سکتا تھا۔ تھوڑے سے لفظوں میں بہت سے معنی ہوتے تھے۔ خدا کے آثار جبروت بیان کرنے میں آپ کی آواز بلند ہوجاتی تھی اور چہرہ مبارک پر آثار ہیبت و جلال بھی نمودار ہوجاتے تھے۔ جس سے سامعین لرز جاتے اور ان کے دلوں پر بڑا اثر پیدا ہوتا تھا۔ لفظوں کے ساتھ ساتھ روحانی اثر بھی دوڑتا ہوا مخاطبین کے دلوں میں جاگزیں ہوتا تھا۔ اس لئے جو نقش آپ نے بٹھایا وہ ایسا دیرپا ہوگیا کہ پھر اسکو کوئی شیطانی و نفسانی تغیر نہ مٹا سکا۔ عرب کے

سنگ خارا پر جو کچھ آپ نے گلکاری کی اور وہ ایسی مستحکم ہو گی کہ جسکا نظیر نہیں آپ کا ایک ایسا اعجاز ہے جسکا نہ فلسفہ قدیم انکار کر سکتا ہے نہ فلسفہ جدید۔ اکثر مواقع پر آپ سے معجزات بھی صادر ہوتے رہتے۔ یہ اون خوبیوں کا شمہ ہے جو خدا نے حضرت میں ودیعت رکھی تہیں جن کی تفصیل کتب حدیث میں ہے۔ قرآن میں اکثر ان واقعات کی طرف اشارہ ہے +

آپ کا حلیہ مبارک

۵ صد ہزاراں قالب اندر صورت حسن وجمال + ریختند از تو مطبوع تر کم ریختند +۔ رنگت سرخ وسفید قد میانہ سے کسیقدر اونچا لیکن مجمع میں سب سے بلند و بالا معلوم ہوتا تہا۔ چہرہ مبارک نہایت خوبصورت مدور مگر قدرے کتابی تہا۔ آنکھیں نرگسین۔ ابرو باریک وخمدار دونوں میں نورانی فاصلہ ناک باریک وبلند حسن کے قالب میں ڈہلی ہوئی۔ ہونٹ باریک وسرخ۔ کشادہ پیشانی دُرِ دندان کی لڑیاں دُرِ عدن کو شرماتی تہیں گردن بلند و سطبر۔ پیچھے سے ایسی دکہلائی دیتی تہی کہ جیسے صاف چمکتی ہوئی چاندی۔ سر پہ گہنگروالے بال جو کنگھی کرنے کے بعد بل کہا کر بہت ہی بہلے معلوم ہوتے رہتے۔ ڈاڑہی بہری ہوئی جو گرد نہایت خوبصورت رنگت کی چمک اور سفیدی بالوں کی تیز سیاہی عجب دلکش تہی۔ بازو اور رانیں بہری ہوئیں۔ دست دراز ہاتہوں کی ہتیلیاں پر گوشت اور ریشم سے زیادہ نرم۔ سینہ سے ناف تک نہایت باریک بالوں کی سیلی اوس گورے بدن پر کیا ہی حسن افزا تہی۔ نہ آپ موٹے تہے نہ پتلے دبلے خشک تہے۔ بلکہ متوسط۔ چلنے میں قدم زمین پر اس تیزی اور زور سے پڑتا تہا کہ جیسا اوپر سے نیچے اترنے میں پڑتا ہے۔ پاؤں نور کے سانچے میں ڈہلے ہوئے چکنے اور سرخ وسفید تہے گلاب کیطرح بہار افزا تہے۔ آپ نہایت طاقتور شہسوار باہیبت ووقار تہے چہرے پر شاہنشاہی اور اقبال کا نور چمکتا دکہائی دیتا تہا۔ آپ کو سیکڑوں ہزاروں میں بیٹھے ہوئے اجنبی شخص بھی پہچان لیتا تہا کہ آپ ہی سید المرسلین ہیں۔

حلیہ آنحضرت

پسینہ سے نہایت عمدہ خوشبو آتی تھی۔ ایک صحابی کہتے ہیں کہ چودھویں رات کا چاند بھی جلوہ گر تھا اور حضرت بھی ایک حلقۂ اصحاب میں بیٹھے ہوئے تھے میں کبھی چاند اور کبھی چہرہ منور کو دیکھتا تھا چاند سے بدرجہا بڑھکر چہرہ میں چمک اور خوبصورتی نمایاں تھی۔ کلام نہایت فصیح اور مختصر اور پست آواز سے ہوتا تھا چیخ کر بولنے سے نفرت تھی آپ کی مجلس میں لوگ ایک دوسرے سے بات بھی کرتے تھے تو پاس والے کو سنائی نہ دیتی تھی۔ آنکھوں میں قدرتی سرمہ لگا ہوا تھا۔ الغرض محبوبیت آپ پر سے نثار اور حسن صدقے ہوتا تھا۔ کسیکو ایکبار دیکھنے کے بعد قرار نہ آتا تھا۔ جب تک کہ بار بار نہ دیکھے اور جسقدر دیر تک دیکھتے جائے دل ہی نہ بھرتا تھا۔ چلنے بیٹھنے۔ لیٹنے۔ کھانے۔ پینے کلام سکوت میں نیچی نگاہ کرنے میں گوشہ چشم سے دیکھنے میں ایک عجب قدرتی دلربائی تھی +

سفید لباس زیادہ پسند فرماتے تھے نیچے ازار۔ اوپر عربی کرتا۔ سر پر عمامہ پاؤں میں چپل۔ (ایک قسم کی جوتی) ہاتھ میں عصے۔ اوپر ایک چادر لاکھ لاکھ خوبصورتی نمایاں کرتی تھی۔ آپنے پاجامہ بھی پہنا ہے قبا بھی زیب تن فرمائی ہے جبہ بھی پہنا ہے۔ یمن کی مخطط لونگیوں کو بھی پسند فرماتے تھے۔ ہر وقت بہت پاک وصاف رہتے تھے۔ سر اور ڈاڑھی میں کنگھی بھی کرتے اور تیل بھی ڈالتے تھے +

احکام الٰہی کی سرتابی پر جو آپ کو غصہ آتا تھا تو دونوں ابروؤں میں ایک رگ تھی وہ نمودار ہونے لگتی تھی۔ مگر غصہ میں اور کوئی حرکت جیسا کہ عوام سے سرزد ہوتی ہیں ہرگز نہوتی تھی۔ صرف چہرہ مبارک سے آثار غضب نمودار ہوتے تھے۔ اسیطرح ہنسنے میں بھی صرف تبسم فرماتے تھے آواز سے کبھی قہقہہ نہ لگاتے تھے۔ اور خوشی و رنج کے آثار بھی چہرہ سے نمایاں ہو جاتے تھے۔ کوئی کیسا ہی بلیغ و فصیح کیوں نہو آپ کی تصویر اپنے بیان میں کھینچ نہیں سکتا۔ تریسٹھ[۶۳] برس کی عمر میں دنیا کو چھوڑا

اسوقت تک چہرہ کی تازگی بدن کی قوت میں کچھ بھی فرق نہیں آیا۔ تھا۔ صرف چند بال سفید ہو گئے تھے +

جہاد کا مسئلہ

آپ کی ذات پاک پر جو کچھ مخالفوں نے تعصب و عناد سے حملہ کئے ہیں انکی بنیاد یا ان معاملات پر ہے کہ جو بمصلحت ملت و ملک آپ سے وقوع میں آئے ہیں یا ان روایات ضعیفہ پر جنکے راوی ابتداءً یا تو وہی مدینہ کے منافق ہیں یا وہ حریف بنی نضیر وغیرہ کے یہود ہیں۔ بعد میں بعض سیدھے سادے مسلمانوں نے انہیں کے سلسلہ کو روایت کر دیا ہے۔ آپ کے جن معاملات پر نکتہ چینی کی ہے وہ بڑے دو ہی معاملہ ہیں اول جنگ و جہاد کا مسئلہ جو دشمنوں سے پیش آیا۔ دوسرا تعدد ازدواج کا مسئلہ۔ انہیں کو رنگ آمیزیاں کر کے بُری صورت میں دکھایا ہے۔ ان دونوں مسئلوں کا ہم مختصراً جواب دیچکے ہیں۔ مگر کچھ اسمقام پر بھی تشریح کرنا چاہتے ہیں +

جہاد کا مسئلہ مذہب کے لحاظ سے تو کوئی محل اعتراض ہی نہیں کیونکہ انبیاء بنی اسرائیل یہاں تک کہ حضرت مسیح جیسے درویش طبیعت نے بھی حتے المقدور کچھ نہ کچھ اس میں حصہ لیا ہے۔ جیسا کہ پہلے بیان ہوا۔ اور ہر مذہب کے پیشواؤں نے تلوار سے کام لیا ہے جسکے نظائر پہلے بیان ہو چکے۔

البتہ عقلاء زمانہ کے لئے جو فلسفہ حال کی ترازو میں جملہ واقعات گزشتہ کو تولا کرتے ہیں۔ اسقدر عرض کر دینا کافی ہے۔ کہ کوئی قوم اور کوئی مذہب باقی نہیں رہ سکتا تاوقتیکہ وہ اپنی عزت و ناموس اور اپنے عقائد و خیالات کی اسلحہ سے حفاظت نکرے۔ اور نہ زمانہ گزشتہ میں بغیر اس حفاظت کے کوئی قوم اپنے مذہب اپنی شان کو محفوظ رکھہ سکی ہے۔ حکومت اور اس کے ساتھ فاتح کے خیالات و عادات انکا رسم و رواج حتےٰ کہ طریق تمدن فریق مغلوب کے دلوں میں بہت جلد سرایت کیا کرتا ہے۔ اسی معنی میں کسی حکیم کا مقولہ ہے۔ الناس علی دین ملوکہم خصوصاً وہ مذہب جو تمام بنی آدم میں

ایک نئی اخوت ومساوات قائم کرنے کا ارادہ رکھے اور خیالات فاسدہ و توہمات باطلہ کو مٹانا چاہیئے جو قوموں میں نسل در نسل متوارث ہونے کے سبب بمنزلہ جزء بدن ہو گئے ہوں اور ان کے طبائع میں جز ہو چکے ہوں۔ اب مدبران ملکی و قومی بتلائیں کہ بجز سیاست کے اور کون سا نسخہ ہے جو اس مرض کو دور کر سکے؟ رہا وعظ و پند تعلیم و تلقین وہ بیشک موثر ہے اور اسی لئے حضرات انبیاء علیہم السلام بھیجے گئے ہیں مگر بنی آدم کے طبائع یکساں نہیں ایسے ناپاک طبائع جن کی روحانیت کے جوہر مٹ گئے ہوں وہ اس سے کبھی بھی اثر پذیر نہیں ہوتے کاش وہ خاموش ہی ہیں بلکہ وہ تو مقابلہ میں اس مہذب گروہ کا استیصال ہی کرنا بنی نوع کے لئے بہتر ہی خیال کرتے ہیں بالخصوص جبکہ انہیں صاحب ملک و سیاست مالک لشکر و اسباب حرب بھی ہوں۔ اسپر اگر کوئی اثر کرنے والی چیز ہے تو صاحب سیاست کا تہدید اور فرمان ہی ہے۔ آج جس رسم قبیحہ کو صدہا واعظ خوش بیان سیکڑوں جان توڑ کر کوششوں سے بھی مٹا نہیں سکتے۔ کل ایک فرمان شاہی سے اس سرے سے اوس سرے تک تمام ملک اور قوم سے مٹ سکتی ہے جسکے صدہا نظائر نہ ایشیاء و افریقہ جیسے جاہل ملکوں میں پائے جاتے ہیں بلکہ یورپ و امریکہ جیسے تعلیم یافتہ ملکوں میں بھی ابتک موجود ہیں۔ ایسی صورت میں کیا خدا کی رحمت کا یہ مقتضے نہیں تھا کہ اخیر نبی کی نبوت کو شاہانہ شان میں ظاہر کرنے ضرور تھا۔ پھر ایسا نبی کہ جسکے بعد نبوت کا دروازہ بند ہے دنیا میں اگر ایک آسمانی سلطنت نہ قائم کر جائے (کہ جسمیں جملہ بنی آدم کے حقوق مساوی ہوں اور ایک ادنی سے ادنی قوم اعلی قوم کے مراتب علیہ حاصل کر سکے سب کے لئے ترقی کی راہیں برابر کھلی رہیں نہ اس میں گورے کو کالے پر فوقیت ہو نہ برہمن چھتری کو شودر بیش پر ترجیح ہو) تو کیا کرے پھر ایسی صورت میں حرب و ضرب ضرور ہے اور حرب و ضرب میں شجاعت دلانا ہمت بندھانا۔ صبر و برداشت پر دنیا و آخرت میں اجر قائم کرنا ایک لازمی بات ہے اس قسم کی

آیات کو رحمدلی۔ اخوت انسانی کے مقابلہ میں پیش کرنا ایک ایسی بات ہے کہ جیسا کوئی
احمق شفیق ڈاکٹر کے آلات شگاف و قطع برید دکھا کر مریض کو اوس سے نفرت دلائے
یہ ہے وہ اسلامی جہاد اور یہ ہیں وہ آیات قتال جنکو مخالف پیش کیا کرتا ہے۔

مسئلہ تعدد ازدواج

تعداد ازدواج کا مسئلہ بھی کسیطرح آپ کی سیرت میں کوئی دہبہ نہیں لگا سکتا (۱) اس لئے کہ
. . . . پہلے انبیاء بنی اسرائیل کے پاس بھی متعدد بیویاں تہیں۔ حضرت
ابراہیم اسحاق۔ یعقوب۔ موسے بھی۔ متعدد بیویاں رکھتے تہے اور حضرت داؤد
وسلیمان کے پاس تو سیکڑوں تہیں۔ یہ وہ داؤد ہیں کہ جنکی کتاب کو الہامی جانکر نماز میں
پڑھا جاتا ہے اور جن کی طرف تفاخر و تقدس کی راہ سے حضرت مسیح علیہ السلام کا
نسبنامہ پہونچایا جاتا ہے۔ اِس بات کا ثبوت توریت اور دیگر کتب عہد قدیم سے بخوبی
ہے جسکا کوئی یہودی اور عیسائی انکار نہیں کرسکتا۔ پہر عیسائیوں کا کیا منصب ہے
جو آنحضرت صلعم پر چند بیویاں کر لینے سے الزام لگائیں۔ ہنود سری کرشن کنہیا کو اوتار
کہتے ہیں۔ اِن کی بھی کئی بیویاں تہیں اور گو پیوں کا تو کچھ شمار ہی نہ تہا کہ جن کے
ساتھ عیش و عشرت کرتے ناچتے بجاتے نہاتے میں اِن کے کپڑے اٹھا کر درخت
پر چڑہ جاتے تہے اور کپڑے واپس دینے کے لئے یہ شرط ہوتی تہی کہ اندام
نہانی پر ہاتھ بھی نہ رکہیں بلکہ ہاتھ جوڑ کر سامنے آئیں۔

(۲) عیسائیوں کے سوا (وہ بھی حضرت مسیح کے بہت بعد سے) ہر قوم اور
ہر ملک میں آج سے نہیں بلکہ ہزاروں برسوں سے متعدد بیویاں اور لونڈیاں
رکہنے کا عام رواج تہا اور اِس فعل کو برا نہیں سمجھا جاتا تہا نہ ایسے اشخاص قابل
ملام خیال کئے جاتے تہے۔ البتہ حضرت مسیح علیہ السلام کو وجوہ متعددہ سے
شادی کرنے کا اتفاق نہیں ہوا اور وہ دنیا میں رہے بھی بہت کم اگر ساٹھ ستر برس
اور رہتے تو جانے کے بیویاں کرتے۔ اور ان کے بعد حواری اشاعت مذہب

(۱) ملاحظہ ہو توریت کتاب پیدایش باب ۳۵ کتاب اول صموئیل باب (۲۵) کتاب دوئم صموئیل باب ۳ و باب ۱۱۔ و باب ۱۵۔ کتاب تاریخ اول باب ۳۔ و باب ۱۱۔ ۱۲ منہ

کے لئے سفروں میں رہے اور اسپر طرح طرح کے مصائب بھی پڑتے رہے اسپر بھی پولوس نے خاص ایسے لوگوں کے لئے صرف ایک بیوی کرنی کی اجازت دی تھی۔ نہ انہوں نے نہ خود حضرت مسیح نے عموماً سب کو ایک بیوی سے زیادہ بیویاں رکھنے کی کبھی بھی ممانعت نہیں کی۔ مگر عیسائی راہبوں میں مجرد رہنا اور عورتوں کا بھی شوہر نکرنا سنت مسیحی قرار پاگئی اور عوام پر اس تجرد کا یہ اثر ہوا کہ ان کے نزدیک ایک سے زیادہ بیویاں رکھنا معیوب ٹھہر گیا۔ یہ کوئی مذہبی بات نہیں صرف رواجی بات ہے +

مگر اس تجرد کی بدولت جو کچھ ان مقدس خانقاہوں میں زناکاری کا بازار گرم ہوا اور جسقدر حرامی بچہ مارے جانے لگے اوس کی نظیر جرجیس کے تالاب صاف کرانے کا واقعہ ہے۔ کہ صرف اوس ایک تالاب میں سے جوان مقدسوں کی خانقاہ میں تھا قریب سات سو بچوں کی کھوپریاں برآمد ہوئیں تھیں۔ اور عوام میں زناکاری اور بیوی پر تہمت لگاکر طلاق دے دینا اور دوسری بیوی کر لینا۔ یا پہلی کو زہر دلواکر مار ڈالنا۔ اور دوسری بیوی کر لینا عام دستور ہو گیا۔ اور پھر بے پردگی اور شراب نے تو اسمیں اسقدر جلا دی کہ اب اس تعلیم و ترقی کے زمانہ میں بھی جسقدر ممالک عیسویہ بالخصوص یورپ امریکہ میں ایسے بدخصائل کا رواج ہے اوسکا دسواں حصہ بھی اور ممالک میں نہیں پایا جاتا۔ یہاں تک کہ غیر محصنہ عورتوں نے زنا کرنا کوئی عیب ہی نہیں رہا۔

(۳) جب تعداد ازواج شرعاً و عرفاً کوئی بھی عیب نہیں تو مصالح ذیل سے مدینہ میں آکر ترپن برس کی عمر کے بعد جبکہ نفسانی خواہشوں کا عموماً ہیجان نہیں ہوتا آپ کے کئے چند بیویاں کر لینا عقل و نقل کے نزدیک کیونکر عیب ٹھہر سکتا ہے ؟ ہاں پادریانہ مذاق میں عیب ٹھہرے تو تعجب نہیں۔ مگر دنیا پر فرض بھی نہیں کہ وہ پادریانہ مذاق کی پیروی کریں۔

(مصلحتیں یہ ہیں)

(اول) مہاجرات بیویں جو اپنے قبائل کے نام آوروں کی رشتہ دار بھی تھیں۔ اکثر انکا

تکفل بھی حضرت ہی پر تھا - اور اسلام نے زناکاری کا نشان تک بھی باقی نہ چھوڑا تھا ان کو آزاد کیونکر رہنے دیا جاتا لامحالہ انکا نکاح ایماندار وں سے کرا دیا جاتا تھا اور بعض کی خوشنودی اور دنیا و آخرت کا افتخار حاصل کرنے کا عزم اسی بات کا مقتضی ہوتا تھا کہ وہ خود حضرت کی زوجیت کا شرف حاصل کریں - اس لئے ان کی خاطرداری کے سبب ان سے نکاح کر لیتے تھے (۲) قبائل عرب میں اس رشتہ کا بڑا پاس تھا اور کسی خاندان میں شادی کر لینے سے اوس خاندان کی حمایت و یگانگت میں شریک سمجھا جاتا تھا اور اب بھی جہاں قبائل اور پاس انساب ہے یہ بات ملحوظ ہے - چنانچہ ضیاء الملۃ والدین مرحوم شاہ کابل اپنے فرزندوں کے متعدد نکاح متعدد خاندانوں میں کرا دینے کا سبب اپنی کتاب میں یہی فرماتے ہیں اور یہ قرین قیاس بھی ہے - اس لئے آنحضرت متعدد خاندانوں اور قبائل کی بیویوں کے سبب قبائل عرب میں اتحاد و محبت پیدا کرنا اشاعت تہذیب و اسلام کے لئے نہایت مفید خیال فرماتے تھے اور در اصل مفید بھی ثابت ہوا - (۳) مردوں میں سے تو ایسے بہت لوگ تھے جنہوں نے خدمات دینیہ کے لئے اپنے آپ کو وقف کر دیا تھا بجز اس کے ان کا اور کوئی شغل نہ تھا (اصحاب الصفہ) یہ لوگ قدرے محنت و مزدوری سے بھی اپنی قوت بسری کا انتظام کر سکتے تھے اور مرد ہونے کے سبب ان کے لئے پردے کے مکان اور اس کے ضروری سامان کی بھی حاجت نہ تھی مگر عورتوں میں سے ایسا گروہ کوئی بھی نہ تھا اور ہونا ضرور چاہیئے تھا کس لئے کہ دین محمدی میں عورتوں کے متعلق حیض و نفاس غسل و جنابت کے بہت سے ایسے مسائل بھی ہیں کہ جنکو اجنبی مرد اجنبی عورت سے صاف لفظوں میں تشریح کرنا خلاف تہذیب و شرم خیال کرتا ہے اور نیز عورتوں کی معاشرت اور ان سے حسن سلوک ان کے کج طبائع پر برداشت کا مسئلہ بھی ایسا مسئلہ تھا کہ جبکو تا وقتیکہ ہادی قوم عملاً نہ دکھائے اثر پذیر نہیں ہو سکتا - نیز آنحضرت صلعم کی خلوت و جلوت کی عبادت اور خانہ داری کے

آداب وسنن بھی بجز بیویوں کے اور کوئی نہیں جان سکتا تھا اسلئے آپ نے اناث کا بھی
ایک گروہ قائم کیا اور ان کی فکر معاش بھی اپنے ذمہ لیکر ان کو اس فکر سے آزاد فرمایا
اور دائرہ نکاح میں داخل کر لینے سے انکو ہر وقت کی خلوت وجلوت میں شریک ہونے
اور ہر قسم کے مسائل پوچھنے کا مجاز کر دیا - اگر منکوحہ نہوتیں تو یہ مداخلت و اختلاط
نہوتا اور جو ہوتا تو دشمنوں کی تہمت سے امان نہوتی - اور ان کا اس خدمت کے لئے
اپنی جانوں کو وقف کر دینا ہبہ نفس کے ساتھ تعبیر کر دیتا تہا اور ضمناً یہ معاہدہ تہا کہ ہم تمام
عمر اسی خدمت میں بسر کریں گی بعد میں نکاح کر کے بال بچوں کے بکھیڑوں میں نہ پڑینگی
اب اسپر آپ کا ان سے التفات فرمانا حسن معاشرت سے پیش آنا ان کی اس جاں فروشی
کا معاوضہ تہا - اسکو مخالف جس بُرے پہلو پر چاہے محمول کرے یہ اس کے اندرونہ
اخلاق اور صفائی پر موقوف ہے ❖

ایسی صورت میں ان متعلقات کی تعداد قائم کرنا بھی اصلی مقصد کے خلاف تہا اور
آپ کے بعد ان کو نکاح کرنے کی ممانعت ہونا بھی خود انہیں کے عہد کی ذمہ داری تھی - گو وہ
جملہ صفات حمیدہ سے متصف تہیں مگر پھر بھی بشر تہیں عورتیں تہیں ان سے
قدرے باہمی رقابت کا ظہور ہونا یا آپ سے بیویوں کیطرح کسی بات پر اصرار کرنا اور آپکا
ان کی دلشکنی نکرنا ایک معمولی بات ہے جو ایک نیک سے نیک شخص کو اپنے عیال و
اطفال میں روزمرہ پیش آتی ہے ایسے خانگی معاملات کو بُرے قالب میں ڈھالنا
اور اسکو رنگ دیکر نفرت انگیز پیرایہ میں بیان کرنا ایک سخت کمینہ پن اور اپنے خبث
باطنی کا اظہار کرنا ہے ❖

(تعدد ازواج پر عقلی فیصلہ)

یہ بات پیش نظر رہے کہ اسلام نے ایک سے زیادہ بیویاں کرنیکا نہ حکم دیا ہے نہ اسکیطرف

فانکحوا ما طاب لکم من النساء مثنیٰ وثلث وربع فان خفتم الا تعدلوا فواحدة اور عدالت جو شرط تعدد ہے اسکی نسبت یہ ارشاد ہے ولن تستطیعوا ان تعدلوا بین النساء ولو حرصتم فلا تمیلوا کل المیل فتذروھا کالمعلقة - کہ عدل وانصاف تم سے نہ ہوسکے گا گو تم کتنی ہی حرص کرو پھر یہ نہو کہ ایک طرف بالکل جھک پڑو - اور دوسری کو ادھر میں لٹکتی چھوڑ دو - کہ نہ وہ شوہر والی رہے نہ آزاد وعاشروھن بالمعروف عورتوں سے نیک معاشرت سے پیش آیا کرو ۱۲ منہ

رغبت دلائی ہے بلکہ صاف لفظوں میں کہدیا ہے کہ اگر ممکن ہو تو ایک ہی پر بس کرو اور ضرورت کے وقت بشرطیکہ دونوں میں حقوق کی مساوات اور عدل و انصاف کر سکو دوسرے کی اجازت ہے مگر عدل و انصاف بہت مشکل کام ہے۔ اس لئے بہتر ہے کہ ایک ہی پر قناعت کرو اور اگر ایک کے حقوق بھی ادا نکر سکو تو صبر کرو۔

اب بحث ہے تو اس بات میں ہے کہ

بوقت ضرورت ایک سے زیادہ بیوی بنانا

عقلاً ہے یا نہیں؟

وہ عقل جو رسم و رواج کی ظلمت میں دبی ہوئی ہے کہتی ہے کہ ہرگز جائز نہیں کیسلئے کہ مرد و عورت دونوں برابر ہیں جو ایک کے لئے حقوق حاصل ہیں وہ دوسرے کے لئے بھی ہیں گر ایک عورت کے لئے ایک وقت میں دو شوہر بنانے بوقت ضرورت جائز ہوں تو مرد کے لئے بھی ہو سکتے ہیں ورنہ ترجیح بلا مرجح ہے۔ بلکہ دو بیویوں سے انتظام معاش اور مرد کی راحت میں بڑے خلل پڑتے ہیں جنکا انکار ہو نہیں سکتا۔

عقل سلیم جو دور تک آزادانہ ہر پہلو پر غور کر سکتی ہے بوقت ضرورت اجازت ہی نہیں دیتی بلکہ بہتر کہتی ہے بچند دلائل۔ **اول**۔ مساوات کا مسئلہ خلاف عقل اور خلاف فطرت انسانیہ ہے۔ کس لئے کہ جب دونوں کی بناوٹ میں قدرت نے ایک ایسا فرق بیّن پیدا کر دیا ہے کہ جسکا کوئی صاحب نظر انکار ہی نہیں کر سکتا تو عادات و اخلاق غیرت و حمیت میں کیونکر مساوات ہو سکتی ہے۔؟ مرد فطرۃً زور آور بڑے بڑے سخت کاموں کا سر انجام دینے والا کما کر عورت کو کھلانے والا قومی و ملی حقوق کا اپنی جان کو مہالک میں ڈالکر محافظت کرنے والا بنایا گیا ہے۔ وہ تدابیر کلیہ کا سوچنے والا بڑی غیرت و ہمت والا ہے۔ اسکی بناوٹ بتا رہی ہے کہ یہ حاکم وہ محکوم ہے۔ جب مساوات نہیں تو جس مساوات کے مسئلہ پر تعدد کو ناجائز قرار دیا گیا ہے وہ بھی

باطل ہے ✣

البتہ اسقدر ہم بھی تسلیم کرتے ہیں کہ حقوق انسانیت میں عورت مرد کے ہم پلہ ہے اسکو بہائم کیطرح مال سمجھ کر، اوسپر تعدی کرنا گائے بکریوں کی طرح ایک لکڑی سے ہانکنا جیسا کہ جاہل اور وحشی اقوام کا دستور ہے عقلاً ممنوع ہے جیسا کہ اسلام نے بھی ممنوع بتایا ہے بلکہ اس کے لئے بھی حقوق اور عزت و احترام عطا کیا ہے پس جسطرح کہ وہ افراط عقلاً ممنوع ہے اسیطرح یہ تفریط بھی ممنوع ہے کہ بالکل مساوی بنا دیا جاوے یہ بھی مسلم ہے کہ انتظام اکثر ایک ہی بیوی کے ساتھ وابستہ ہے مگر جن ضرورتوں پر لحاظ کر کے تعدد کی اجازت دیگئی ہے یہ ان کے منافی نہیں بلکہ یہ ذراسی خرابی بمقابلہ اون خرابیوں کے کہ جنکی وجہ سے تعدد جائز ہے کچھ بھی نہیں (۲) اگر مرد و عورت کی تعداد مساوی بھی تسلیم کر لیجائے تو وہ کمی جو مردوں کی تعداد کو قدرتاً اور عادتاً لاحق ہوتی رہتی ہے بہت سی عورتیں زائد ثابت کر دیگی پھر عدم جواز تعدد کی صورت میں ان کے لئے مرد میسر نہیں اور جب مخالف نے مساوات مان رکھی ہے تو اب وہ کیا کریں گی؟ کیا زنا کرائیں گے یا کیا؟ مثلاً لاکھوں مرد لشکروں میں بھرتی ہوتے ہیں اور ایسے مقامات پر رہتے ہیں کہ جہاں ہر سپاہی کے لئے عورت ہمراہ رکھنا مشکل ہے اور پھر لاکھوں کے لاکھوں مارے جاتے ہیں۔ پھر ہزاروں جہازوں پر دریائی سفر میں معاش پیدا کرتے ہیں ہزاروں کانوں میں دب کر مر جاتے ہیں۔ ہزاروں خشکی میں معاش کی تلاش میں پھرتے ہیں اور مصائب میں مر بھی جاتے ہیں وغیرہ ذلک۔

اگر تعدد کا جواز نہو تو اسقدر عورتیں مردوں سے محروم رہتی ہیں اور وہ بدکاری بھی کرتی ہیں اور اولاد کی پرورش حقوق سے محروم رہتی ہیں (۳) ایسا ہوتا ہے کہ ایک عورت ایسے امراض کے سبب جو توالد و تناسل کو مانع ہیں اولاد جننے کے قابل نہیں رہتی اور مرد کو فطرتاً بقاء نسل کیطرف رغبت ہوتی ہے ایسی صورت میں کیا مرد اس عورت کو

ولہن مثل الذی علیہن بالمعروف وللرجال علیہن درجۃ الرجال قوامون علی النساء بما فضل اللہ بعضہم علے بعض و بما انفقوا من اموالہم
سورۃ نساء

کہ عورتوں کے بھی ایسے ہی حقوق ہیں جیسا کہ مردوں کے حقوق انپر ہیں۔ اور مردوں کو فضیلت ہے۔ مرد عورتوں کے سرپرست ہیں اسلئے کہ خدا نے ایک کو دوسرے پر فضیلت دی ہے اور اسلئے بھی کہ مرد عورتوں کیلئے اپنا مال خرچ کرتے ہیں
۱۲ منہ

زنا کا الزام لگا کر طلاق دیدے اور دوسری عورت کرے جیسا کہ یورپ میں رات دن ہوتا رہتا ہے یا اس کے حقوق کو بھی محفوظ رکھکر دوسری کرے عورت کے لئے ان دونوں باتوں میں سے کونسی بہتر ہے؟-

یا ایک عورت بسبب توالد و تناسل و امراض وغیرہ کے مرد کی قضاء حاجت کو کافی نہیں رہتی اور خانہ داری کے انتظام بھی اوس سے عمدہ سرانجام نہیں پا سکتے پھر مرد کیا کرے؟ ٹھاٹھیٹروں سیر گاہوں میں سے آشنا پیدا کر لائے اور اپنی دولت کو اٹھائے یا اسکو طلاق دیکر ایسے وقت میں گھر سے نکالے اور بے مروتی اور سخت دلی کر کے اسکی جگہ دوسری لے آئے یا اس کے بھی حقوق محفوظ رکھے اور دوسری کر لے؟ بتلائے کہ ان تینوں صورتوں میں سے کون بہتر ہے عقل یقیناً اخیر صورت بہتر بتائے گی۔ اور یہی وہ تعدد ازواج ہے۔

(۴) جن ملکوں اور قوموں کو زیادہ قوم کی ضرورت ہو تو وہ کیا کریں؟ جو لوگ حقوق کی مساوات کے قائل ہیں وہ اگر ایک عورت کیلئے دو مرد بلکہ دس بیس مرد تجویز کر دیں گے تو بھی وہی نتیجہ برآمد ہوگا جو ایک مرد سے برآمد ہو سکتا ہے۔ برخلاف اس کے کہ اگر ایک مرد کو چند عورتیں دیجائیں گی تو ہر ایک بچہ دے سکتی ہے۔ اسیطرح عورت پچاس برس کی عمر میں اکثر توالد کے قابل نہیں رہتی۔ برخلاف مرد کے کہ وہ آخر عمر تک بچہ جنا سکتا ہے پھر ایک عورت پر انحصار کر کے اسقدر مدت تک مرد کو توالد و ازدیاد نسل سے کیوں روکا جائے؟

مگر اسلام نے

اس تعدد کو بھی اور قوموں کیطرح غیر محدود نہیں چھوڑا۔ بلکہ بہت محدود کر دیا۔ زیادہ سے زیادہ چار تک کی اجازت دی ہے اسمیں یہ بھی حکمت ملحوظ ہے کہ بقاعدہ فزک حمل کے بعد صرف تین مہینے تک مرد عورت سے متمتع ہو سکتا ہے بعد میں حمل کو ضرر ہے اور عورت کی

صحت کو بھی نقصان پہونچتا ہے۔ اسیطرح بچہ جننے کے بعد تین مہینے تک عورت سے
ہم بستری بچہ کے لئے مضر ہے۔ اِس قاعدہ پر اگر ایک عورت سے ہم بستری کی اور
وہ اول ہی بار بار آور ہو گئی تو تین مہینے تک اِس سے متمتع ہوتا رہے پھر اگر یہ بھی
حاملہ ہو جائے تو اس سے بھی تین مہینے تک متمتع ہوتا رہے۔ پھر اس کے
بعد تیسری سے تین مہینے تک متمتع ہوتا رہے۔ پھر اسیطرح چوتھی سے تین مہینے
تک متمتع ہوتا رہے۔ اِس کے بعد اول بیوی پر بچہ جننے کے بعد تین مہینے گذر چکے
لگے پھر بدستور کے بعد سے متمتع ہو سکتا ہے +

فصل ۲

دشمنوں کے الزامات
اور اِن کے جواب

صدر اسلام اور اسکی کئی صدیوں تک بلکہ جب تک کہ حرب صلیب کا آغاز ہوا تھا
اسوقت تک عیسائیوں کو اسلام اور مسلمانوں سے اسدرجہ کی عداوت اور دلی غیض و غضب
نہ تھا نہ اسوقت کے مصنف حیا و شرم سے پاک و مبرا تھے جھوٹھ بولنا اور کسی پر جھوٹے
الزام لگاکر مشہور کرنا ہی سخت معیوب جانتے تھے۔ مگر بعد میں تو کوئی حد نرہی۔ عیسائی پیشوایان
مذہب کو اسلام کی قدرتی ترقی دیکھہ کر خوف پیدا ہوا کہ کہیں یہ ہماہی بھیڑیں ہمارے قبضہ
سے نہ نکل جائیں جو عقل و شعور سے بے بہرہ ہیں اور ہم انکو سبز باغ دکھا کر جدہر لیجاتے
ہیں چلنے کو تیار ہیں۔ یہان تک کہ اِن کے گناہوں کی معافی انکو قیمت لیکر چٹھی بھی دے
دیتے ہیں اور فرشتوں کو بھی لکھہ دیا کرتے ہیں کہ اسکو بہشت دینا اور اس سے یہہ
سلوک کرنا۔ اور عیسائی فرمانرواؤں پر بھی ایسی ایسی دہمکیاں دیکر خوب حکومت کیا کرتی
ہیں۔ اِن کی خوبصورت لڑکیاں بھی ہماری خدمت میں حاضر ہیں اور اسکو وہ اپنا بڑا

دینی کام سمجھتی ہیں اورکسیقدر ممالک یورپ میں اب تک بھی اس کے آثار باقی ہیں اب تک سیکڑوں جوان جوان عورتیں خبکو نن کہتے ہیں اِن ملنگوں کی خدمت میں حاضر رہتی ہیں کیوں نہ ہیں یہ خدا پرست تارک الدنیا شادیاں بھی تو اسی لئے نہیں کرتے۔ پس انکو لازم ہوا کہ اسلام کی نہایت بدنما تصویر دکہاکر انکو نفرت دلائیں چنانچہ انہوں نے ایسا کرنا شروع کیا کہ بانی اسلام ایک فریبی تہا سوائے مار دہاڑ کے اس کے پاس نہ کوئی معجزہ تہا نہ کوئی خوبی تہی عرب کے جاہلوں کو جنت دوزخ کی ترغیب و ترہیب دلاکر اپنا گرویدہ کرلیا تہا جب ایسے وحشیوں کی ایک جماعت اِن کے پاس موجود ہوگئی تو لوٹ مار شروع کردی لوگوں کی بہو بیٹیاں چہین کر اِن کو لونڈیاں بنانا اور اِن سے کامرانی کرنا ایک لذت کا کام تہا اس سے اور بہی اوس جماعت کی ترقی ہوگئی۔ شہوت پرستی تو ان کے خمیر میں تہی۔ لوٹ مار کے وہ ابتدا ہی سے عادی ہتے۔ نبیوں کے سنے سنائے قصے اور ان کے احکام اور کچھہ پارسیوں کے کچھہ عرب کے دستورات وقصص جمع کرکے ایک کتاب بنادی جسکا نام قرآن رکہا۔ اور ایک ایسی معجون مرکب شریعت بہی بنائی۔ چونکہ فصیح و بلیغ وہ عرب کے جاہل جنکو انبیائی نوشتوں سے کچھہ بہی مذاق نہ تہا اوسپر فریفتہ ہوگئے۔ اور اس کے بے مثل ہونیکا دعوے کردیا۔ اِن کے ڈر کے مارے کیسکو کیا مجال تہی کہ مثل بناکر لاتا اور اِن کو شرمندہ کرتا۔ اِن کے پاس تو بجائے تسکین کردینے کے تلوار ہی کا نسخہ تہا جو کوئی خلاف میں بولا۔ گردن اوڑادی۔ اسلام کی بڑی عبادت کیا ہے عرب کے جاہلانہ میلے میں شریک ہونا جسکو حج کہتے ہیں اور وہاں جاکر خواہ مخواہ جانوروں کی گردنیں مارنا اور پہاڑوں ٹیلوں پر قلندرانہ صورت بناکر غل مچاتے پہرنا۔ جسکو تہذیب و شائستگی بہی دیکھہ کر شرماتی ہے۔ اور اسلامی معاشرت کیا ہے بہت سی عورتیں گہیر لینا اور گہر میں ایک تلوار رکہنا جس جہیر مذہب بالخصوص عیسائی کو پانا اس کی گردن اوڑادینا جسپر وہ ثواب اور شہادت کا درجہ حاصل کیا کرتے ہیں +

آخر فریب تو فریب ہی ہے اِن کے مرتے ہی وہ ساری قلعی کہل گئی آپسمیں سر پُہٹول ہونے لگی خود انہیں کے یاروں نے محمد کی بیٹی اور اِن کے داماد اور اِن کے نواسوں کے ساتہ کیا کیا بُرے سلوک کئے اور انہیں مسلمانوں نے قرآن کے اعجاز اور غیر مثل ہونے کی بہی قلعی کہولدی کہ اوسکو محرف قرار دیکر اور سورتیں بلکہ دس دس پارے ان سے بہی عمدہ بنا کر دکہا دیئے اور جیسا کہ محمد صاحب کی عادت تہی انہوں نے بہی اسیطرح اون پاروں میں محمد کے کنبے کی بیحد تعریف کر دی۔ اور خود محمد صاحب کو بجز اپنی اولاد کے بچوانے کے اور کوئی فکر ہی نہ تہی فاطمہ ایسی اور علے ایسے حسن حسین ایسے جو ان سے محبت رکہیگا بہشت میں جائیگا۔ اور جو نفرت کریگا۔ جہنمی ہوگا۔ اور تمام اہل اغراض اپنی اولاد اور خاندان کے ایسے ہی حقوق قائم کیا کرتے ہیں ہندوستان کے پنڈتوں سے برہمن کی تعریف پوچہہ دیکہئے اور جو جو اس کے لئے خصوصیتیں اور جو جو اِس کے لئے احترام قائم کئے ہیں اِن کو بہی سنئے اسلیئے سید کہا کرتے ہیں کہ ہمارے لئے شریعت کوئی چیز نہیں سید جہنم میں جا ہی نہیں سکتا جیسا کہ یہودیوں کو دعوے تہا کہ ہم نسل ابرہیم ہیں ہمپر آگ حرام ہے محمد صاحب کی صاحبزادی کو چند بیگہ زمین اور چند پیڑوں پر (جو ابوبکر نے تمام ورثہ کے مقابلہ میں صرف انہیں کو نہیں دیدیئے تہے گو اِن کے باپ کی درویشی قائم رکہنے کے لئے ابوبکر نے انکو وقف قرار دیکر آمدنی دینے سے انکار نہیں کیا تہا) ابوبکر سے وہ کینہ ہوا کہ تمام عمریات تک نہ کی یہ اِن کے ترک دنیا کا ایک نمونہ ہے علی تمام عمر ابوبکر اور عمر کے ساتہ باوجودیکہ دلمیں عداوت تہی ڈر کر چاپلوسی کرتے رہے اپنے مافی الضمیر کا اظہار نہ کر سکے بلکہ اِس خوشامد میں عمر سے اپنی بیٹی بہی بیاہ دی اور سپر علی کی شجاعت کی دہوم ہے اور نصف مسلمانوں سے زیادہ انکو اور اِن کے بیٹوں کو پوجتے ہیں یا علی مدد یا حسن یا حسین کے ہر وقت نعرے بلند ہوتے رہتے ہیں۔

جب اسلام اور ملکوں میں پہونچا تو مسلمانوں کی آنکہیں کہلیں۔ اِن کے عقلاء نے

عیسائیوں یہودیوں کی درویشی کو کچھ تغیر و تبدیل کر کے اختیار کر لیا۔ پھر جب ہندوستان میں آئے تو جوگیوں گوشائیوں کے طرز کو بھی اختیار کیا اون کی عبادت کا گانا بجانا اچھلنا کودنا۔ مجنونانہ حرکات کرنا موںہہ سے کفر بکنا۔ کرامت۔ و ولایت بنالیا۔ اگر ان میں حقیقی توحید کا کچھہ بھی رنگ ہوتا تو وہ اپنے پیروں اور ان کی قبروں اور پیغمبر کی اولاد کو نہ پوجتے اور اگر روایت میں صداقت ہوتی تو ان کے مولوی عالم صدہا حدیثیں نہ گھڑ لیتے۔ جس بات کو ان کا دل چاہتا تہا اس کے لئے ایک روایت بنالیتے تہے مسلمانوں میں سے روایت کش بہت سے گزرے ہیں کہ جن کی دوکان میں ہر قسم کا مال مصالح ہر وقت تیار رہتا تہا۔ یہ ہے اسلام اور یہ ہے انکا پیغمبر اور یہ ہے انکا قرآن اور یہ ہیں پیغمبر کے آل و اصحاب اور یہ ہیں ان کے اولیاء اللہ اور درویش صاحب کرامات اور یہ ہے ان کا تصوف اور یہ ہیں ان کے علماء محدثین۔ اور یہ بھی مسلمانوں میں مشہور ہے کہ علی کی خلافت پیغمبر اور خدا کو تو منظور تہی مگر عمر و ابوبکر کے ڈر سے قرآن میں کوئی ایسی آیت نازل نہ کر سکے جسمیں علی اور ان کے خاندان کی خلافت صراحت ہوتی اسلئے بیچارے شیعہ کھینچ تان کر مہمل تاویلات کیا کرتے ہیں اور جب تاویلات بن نہیں آتیں تو تہک کر یہ کہہ اٹھتے ہیں۔ کہ ایسی آیات قرآن میں تہیں مگر ان لوگوں نے نکال ڈالیں۔ پہر بعض یہ بہی کہتے ہیں کہ خم غدیر پر پیغمبر نے علی کے سر پر ایک لاکہہ سے زیادہ صحابہ کے روبرو خلافت کی دستار باندہ دی تہی۔ مگر قوم نے پیغمبر کے بعد اسکو اتار پہینکا جس سے معلوم ہوا کہ اون کو علی کا خلیفہ بنانا بہت شاق تہا۔ کیونکہ پیغمبر کے حکم سے بت پرستی کا چھوڑ دینا گوارا کیا مگر ان کا یہ حکم گوارا نہ کیا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ علی کی ذات میں کچھ ایسی ہی برائیاں تہیں کہ جس سے عموماً وخصوصاً قوم کو سخت نفرت تہی۔ اور اب مسلمانوں میں علی پرستی حسن وحسین پرستی۔ قبر پرستی۔ تعزیہ پرستی۔ اولیاء پرستی

پیر پرستی برابر جاری ہے اور پیر مذہب کے تقدس و توحید کا دعوے ہے۔
ہم ہندوستان کے مسلمانوں اور بُت پرستوں میں کچھ بھی فرق نہیں پاتے۔
جسطرح ہندوؤں میں برہمن کے پاؤں پر سجدہ کیا جاتا ہے اسیطرح پیروں اور ان کی اولاد کو گو وہ کیسے ہی کیوں نہوں مسلمان سجدہ کرتے ہیں ان کے احکام کو قرآن اور پیغمبر کے اقوال سے زیادہ مانتے ہیں اور پیر لوگ صاف صاف کہا کرتے ہیں کہ کیا ہے قرآن اور کیا ہے شریعت اور کیا ہے جنت اور کیا ہے دوزخ سب ڈھکوسلو ہیں قرآن کو جلادو کعبہ کو توڑ دو شراب و کباب اور چنگ ورباب ہی میں خدا ملتا ہے اور ہر چیز خدا ہے کتا گدھا بھی وہی ہے۔ اور پیرزادے اپنے بزرگوں کے بہت سے اوصافی نام قرار دیکر انہیں کے پڑھنے کا حکم بھی دیتے ہیں اور اپنے باپ دادا کی اسلئے کہ ان کی بھی تعظیم کیجائے اسقدر تعریفیں اور ان کی کرامات کے افسانے بیان کرتے ہیں کہ عاقل سنکر مششدر رہجاتا ہے جسمیں یہ بھی بیان ہوتا ہے کہ فلاں پیر خدا سے لڑ بیٹھا اور کہدیا کہ ابھی تیرے عرش و کرسی کو توڑ ڈالتا ہوں۔ ورنہ جو میں چاہتا ہوں وہی کر بیچارا خدا ڈر گیا اور اسکو وہی کرنا پڑا۔ بارہا انہوں نے جبرئیل فرشتہ کو پیٹ دیا ہے۔ ایک بار ملک الموت زنبیل میں روحیں لیکر جا رہا تھا انکو جا پکڑا اور ایسیں وہ دہول دہپا ہوا کہ وہ زنبیل ہاتھ سے چھوٹ گئی اور فرشتہ خدا کے پاس فریادی گیا خدا نے آخر یہی فرمایا کہ میرا اوسپر کچھ بھی زور نہیں چلتا اگر وہ مجھے بھی پیٹ ڈالے تو میں کیا کرسکتا ہوں۔ اور دنیا و دین کے جملہ کام انہیں سے وابستہ کر رکھے ہیں اسی سلئے ان کی نذریں نیازیں کیا کرتے ہیں کہ اس سے خوش ہوکر وہ پیر اور اسکی قبر اولاد فراغدستی تندرستی۔ دشمنوں پر فتح و ظفر دفع قحط و بلا کرینگے اور زائرین جب قبر پر جاتے ہیں تو مجاور ان کی گردن پکڑ کر سجدہ کراتا اور بآواز بلند کہتا ہے کہ یا فلاں اس کے جملہ مقاصد دینی و دنیاوی

عطا فرمائے۔ گویا خدا کے جملہ کاروبار انہیں کے سپرد ہو گئے ہیں اور بیوقوف یہ نہیں سمجھتے کہ جب یہ پیر نہ تھے تب کیا دنیا کے کاروبار نہ چلتے تھے اور جو ان کو نہیں مانتے کیا ان کے کاروبار نہیں چلتے۔ پھر کس دلیل سے سمجھا جائے کہ فلاں حاجت روا نذرانہ لیکر اس قبر یا اس پیر نے دی ہے۔ بت پرستوں اور ان کے اعتقاد میں کیا فرق ہے اسکو کوئی پڑھا لکھا مسلمان اگر وسیلہ کہتا ہے تو پڑھے لکھے ہندو بھی اپنے دیوتاؤں کو وسیلہ کہا کرتے ہیں پھر عجب کہ یہ تو موحد بہشت کے وارث وہ بت پرست مشرک جہنم کے کندے کافر واجب القتل اس قسم کے اقوال مولوی قرآن اور حدیث سے بھی مدلل کیا کرتے ہیں۔ اور پھر ایسے مولوی مسلمانوں میں خوش اعتقاد اور بڑے بزرگ سمجھے جاتے ہیں۔ اگر یہی اسلام ہے اور قرآن حدیث کی یہی تعلیم ہے اور یقیناً یہی ہے تو حقیقت اسلام معلوم ہوگئی +

جواب

اعتراض کے دو حصے ہیں پہلا حصہ آنحضرت صلعم اور آپ کی سیرت اور قرآن کی تعلیم کی بابت ہے۔ دوسرا مسلمانوں کے چال چلن اور ان کے تعامل کی بابت ہے۔ اس اول حصہ میں مخالف نے کوئی بھی ثبوت پیش نہیں کیا صرف ایک بدگمانی ہے۔ ایسی بدگمانی منکران مذہب سب انبیاء کیطرف کر سکتے ہیں یہ در اصل دہریوں کا اعتراض ہے۔ حضرت موسیٰ ابراہیم۔ عیسیٰ علیہم السلام کوئی بھی اس بدگمانی سے بچ نہیں سکتا سب نے جنت و دوزخ کیطرف ترغیب و ترہیب دلائی ہے سب کے پاس ان کے معتقدین کا مجمع تھا۔ معاذ اللہ یہودی تو حضرت مسیح کی ایسی بری تصویر کھینچتے ہیں کہ جس کے ذکر کرنے کو دل بھی نہیں چاہتا وہ بدنصیب بدگمان کہتے ہیں کہ مسیح کا توالد بطریق جائز نہ تھا ایسے بچے فطرۃً چالاک ہوتے ہیں۔ مصر سے کچھ شعبدے سیکھ آئے تھے دماغ میں نبوت کی ہوس پختہ ہوگئی بلکہ اپنے توالد شرمناک کو اسپر محمول کر دیا کہ میں خدا کا بیٹا ہوں نہ

معجزات سے تھے نہ کچھ وعظ و پند میں اثر تھا چند دھیوں ماہی گیروں کو شعبدے دکھا کر معتقد بنا لایا۔ اور لاف زنی کرنے لگے کہ مجھ سے جسقدر پہلے انبیا آئے تھے چور و قزاق تھے سوسے کی تمام شریعت کو جو ابدی تھی ملیامیٹ کر دیا آخران حرکات پر گرفتار کئے گئے جرم قائم ہونے کے بعد دار پر کھینچے گئے ان کی تعلیم کا کچھ اثر باقی نہ رہا۔ حواری بھاگ گئے بلکہ شناسائی کا بھی بلفظ لعنت انکار کر دیا۔ جب سولی دینے لے چلے لوگوں نے کہا کوئی معجزہ دکھایئے کیا دکھا سکتے تھے صاف انکار کر دیا۔ تڑپ تڑپ کر جان دی ساری خدائی باطل ہوگئی یہ آسمانی سلطنت سے وہ بھی لوگوں کو دھمکاتے اور خدا کے پاس راحت پانے کی ترغیب دلایا کرتے تھے۔

ان کے بعد یاروں نے ان کی تاریخیں لکھ کر انکا نام انجیل رکھا۔ ان میں وہ وہ شیخیاں ماریں کہ جو نہ دید تھیں نہ شنید انہیں پولوس یہودی جو آملا اسنے تو لوگوں کو مائل کرنے کے لئے صاف کہدیا کہ نہ کوئی چیز حلال ہے نہ حرام سب کچھ کھاؤ پیو۔ سب کچھ کرو دل کھولکر بدکاری کرو۔ صرف مسیح پر ایمان رکھو۔ اس مذہب میں جو جملہ قیود و پابندیوں سے آزادی ہے اور اس کا اطمینان بھی دلایا جاتا ہے کہ سب کے گناہ مسیح اٹھا لے گئے قسطنطین اعظم بھی جو بڑا ظالم و سفاک تھا۔ داخل ہو گیا۔ اس نے بزور شمشیر لوگوں کو اس مذہب میں داخل کیا۔ پولوس نے وہ دام شیطانی پھیلایا کہ جس سے شیطان بھی شرماتا ہے ان کی روایات ان کے عقائد ان کے اعمال مذاہب کی رسوائی کے لئے کافی ہیں جھوٹھ بولنے پر تو پولوس کا فتویٰ ہی ہے۔ مکر فریب اس مذہب کا شیوہ ہے اس لئے ابتدا میں سیکڑوں نے جعلی انجیلیں بنانی شروع کیں سب کو مسیح کیطرف منسوب کر دیا کرتے تھے انتہیٰ قولہم پھر نصرانی فرقوں کی خرافات کو بیان کیا جائے تو سننے والے کو ان کی عقلوں پر بے ساختہ ہنسی آجائے۔ ہزاروں ہندوں کیطرح پردن ندی میں غوطہ لگانے اس نیت سے جاتے ہیں کہ گناہ معاف ہو جاوینگے پھر جسطرح وہ گنگا جل تبرک کے طور

لاتے ہیں یہ بھی لیجاتے ہیں بجائے خدا کے مسیح ہی کے نام سے دعا مانگتے ہیں انہیں کو پکارتے ہیں۔ نہ معلوم تربیتی کا مسئلہ انہوں نے ہنود سے کس طرح سے اوڑا لیا۔ ہندو کہتے برہما۔ بشن۔ مہادیو۔ تین ملکر ایک خدا بنتا ہے۔ عیسائی بھی باپ بیٹے روح القدس کو ملا کر ایک خدا کہتے ہیں اور اس کا نام تثلیث ہے۔ جسپر انہوں نے نجات کا مدار سمجھ رکھا ہے +

ان کے راہب پادری جھوٹھ بولنے اور فتنہ اٹھانے اور بیرحمی سکھانے میں استاد زمانہ ہوتے ہیں۔ جھوٹی تاریخیں لکھتے ان کو شرم نہیں آتی جغرافیہ میں جھوٹھ بولنے سے انکو عار نہیں دوسرے کے بڑے سے بڑے واقعہ کو خفیف بنا کر اور اپنی ذراسی بات کو پہاڑ بنا کر لکھنا اس قوم کا رویہ ہے جس نیک آدمی سے انکو عداوت ہو جائے اس کے اوپر الزامات لگانا اور اس کے واقعات کو برے رنگ میں رنگین کر کے لکھنا اور عبارت میں طعن و تشنیع اور چبھتے ہوئے فقرے لکھتے جانا اور اسکی عمدہ خو بی کو بھی تمسخر میں اڑاتے جانا باستثنائے بعض جملہ عیسویاں حال وماضی کا دستور ہے اور اسکو فصاحت سمجھتے اور اسپر ناز کرتے ہیں۔ مگر اس آزادی پر بھی یہ مذہب یورپ میں خواندہ لوگوں کے نزدیک ایسا لچر و پوچ ٹھہر گیا ہے کہ اب اسکی بدولت ان کو مذہب کے نام سے ہی نفرت ہوتی چلی ہے۔ پھر لطف یہ ہے کہ دینی لقب چھپا کر اپنا اعتبار جمانے کے لئے اپنے نام کے ساتھ حکیم فیلسوف ڈاکٹر کا خطاب لگا کر آنحضرت صلعم پر بہتان باندھنا ایک لازمی بات ہے +

رہے یہ دیندار مشنری جو ما کفتہ بہ کثرت کو مرتکب ہو کر جہاں جاتے ہیں فتنہ اٹھاتے ہیں۔ اگر انکو مشن سے علیحدہ نہ ملے تو دیکھئے خود ہی کسقدر دین عیسوی کی خاک اوڑاتے ہیں۔ لوگوں سے یتیموں کی پرورش اور بیماروں کے علاج کے بہانہ سے خیرات لاتے ہیں۔ اور اسکو ان کے مذہب برباد کرنے میں اور باقی اپنے عیش و آرام میں

اوڑاتے ہیں۔ رہا یہ الزام کہ قرآن میں چند قصص سنے سنائے جمع کر دیئے لغو الزام ہے کیا تراشیدہ واقعات لکھتے۔ مگر اسمیں بھی قرآن نے اعجاز دکھایا ہے کیونکہ خود اہل کتاب کے ملہم جب ایک شخص کے واقعات لکھنے بیٹھے ہیں تو کسقدر کمی زیادتی کرتے ہیں۔ اور انمیں باہم کسقدر اختلاف[۱] ہوتا ہے برخلاف قرآن کے کہ اس میں سرمو بھی تفاوت نہیں نہ انداز قصہ گوئی ہے +

یہ الزام کہ ادیان مختلفہ سے لیکر محمد (علیہ السلام) نے شریعت بنائی ہے حماقت کا الزام ہے کسلیئے کہ جب ادیان سابقہ بھی من اللہ تسلیم کئے گئے ہیں تو اب کیا ضرور تہا کہ خواہ مخواہ آپ ان کے برخلاف ایک انوکھی بات لکھتے۔ خود اسلام کا دعوی ہے کہ وہ ادیان و ملل سابقہ کے تحریف و تبدیل دور کر کے سب میں سے اصل فطرت کو جمع کرنے آیا ہے۔ اسکی حقانیت کی یہی ایک دلیل کیا کم ہے کہ اسکی شریعت کا مادہ شرائع انبیاء سابقین سے ملتا جلتا ہے +

یہ کہنا کہ ان کے خوف کے مارے کوئی مثل قرآن بنا کر نہ لایا نہایت جاہلانہ کلام ہے۔ یہ دعوے تو قرآن کا اسوقت سے ہے جبکہ مکہ میں قریش کا غلبہ تہا اور ایماندار و پرابار وبارتہی۔ اور اس کے بعد بہت سے قبائل عرب نے مسلمانوں سے صف آرائیاں کیں کیا اسوقت انکو کوئی خوف تہا کہ وہ قرآن کا مثل بنا کر بھیجدیتے ورنہ اپنی قوم میں تو مشہور کر دیتے اور اس کے بعد شام میں عرب نصاریٰ موجود تہے اور اب تک ہیں ان کو کسکا ڈر تہا کہ وہ اس دعوے کی تکذیب کے لئے ایک دوسری کتاب فصیح عربی میں بنا کر مشہور کر دیتے اور اب کون مارتا ہے اب سہی +

سلہ[۱] اناجیل اربعہ کا باہم حضرت مسیح کے حالات میں مقابلہ کر کے ملاحظہ فرمایئے۔ اور پہر کتاب التواریخ اول و دوئم اور کتاب صموئیل اول و دوئم سے ملائیے صرف مسیح کے نسبنامہ میں کتنی غلطیاں معلوم ہونگی۔ اور باہم کسقدر خلاف نظر آئیگا ۱۲ منہ

یہ کہنا کہ خود مسلمانوں نے سورتیں بنا کر اس دعوے کو باطل کر دیا شیعہ میں دس پارہ مشہور ہیں اور قرآن کو انہوں نے محرف بتا دیا کہ اسمیں سے فضائل اہل بیت کی آیات نکال ڈالیں۔ حاشا ثم حاشا محققین شیعہ میں[1] سے یہ کسیکا بھی عقیدہ نہیں نہ وہ ان دس پاروں کے قائل ہیں شیخ صدوق وغیرہ نے اسکی تشریح کر دی ہے البتہ ایران فتح ہو جانے کے بعد بعض مجوسیوں نے یہ چال[2] کی کہ ظاہر میں تو اپنے آپ کو مسلمان اور حضرت علی کا محب مشہور کیا اور خلافت کے ایک معمولی اختلاف کو جو انتخاب کے وقت ہوا کرتا ہے حضرت عمر سے عداوت قلبی نکالنے کے لئے علی کی محبت وطرف داری کے پیرایہ میں ایسی ایسی روایات بھی گھڑلیں کہ جن سے نہ صرف عمر و ابو بکر پر دھبہ لگے بلکہ خود حضرت علی اور فاطمہ اور پیغمبر علیہ السلام اور خدائے قادر اور قرآن پر بھی عیب لگے جیسا کہ معترض نے بیان کیا اور ان کے چند حمقا رمقلدات اسنا کے قائل ہو گئے اور جاہلوں میں ایسی روایات مشہور کر دیں۔ اور جبکہ علی کی خلافت میں طلحہ و زبیر و بیوی عائشہ سے ایک بات میں اختلاف ہو کر انہیں شریروں کی شرارت سے جنگ کی نوبت آ گئی گو بعد میں تصفیہ ہو گیا تو ان کو ایسی روایات مشہور کرنے کا عمدہ موقع مل گیا۔ اور حضرت علی کے طرفداروں کو انکی طرف کان دھرنے کا بھی موقع ہاتھ آ گیا۔ پھر امیر معاویہ کے مقابلہ سے تو اور بھی گنجائش ہو گئی پھر بد نصیب یزید کے ظلم سے جو اس کے ہاتھ سے اہل بیت پر ہوا محبان اہل بیت کے لئے یہ روایات نہایت قابل اعتبار ٹھہر گئیں۔ اور بے احتیاط علماء نے جوش محبت اہل بیت میں ان کو اپنی کتابوں میں بھی درج کر لیا ہو

[1] شیعہ کے تین بڑے فرقے ہیں۔ زیدیہ۔ اسماعیلیہ اثنا عشریہ تینوں کے محقق اس کے منکر ہیں ۱۲ منہ

[2] چنانچہ دساتیر کے نامہ زردشت میں اس بات کی خبر دی گئی ہے کہ مجوسی لوگ مسلمانوں میں مل کر ان کے دین و مذہب میں خلل ڈالیں گے۔ بعض یمن کے یہودی بھی بلباس اسلام و محبت علی اس خلل اندازی میں مشہور ہیں منجملہ ان کے ایک شخص عبداللہ بن سبا تھا۔ جسکو خود حضرت علی نے کئی بار اسکے ایسے اقوال پر نکلوا دیا تھا ۱۲ منہ

کچھ تعجب نہیں اور بعد والوں کے لئے وہ حجت ہوگئی ہوں تو کچھ بھی بعید نہیں - اہل بیت میں ایک ذاتی خوبی تھی اور اس کے سبب وہ قابل مدح و محبت بھی تھے اور اسلام میں انکے بڑے بڑے مساعی جمیلہ بھی تھے اور پیغمبر علیہ السلام کے بہت سے علوم انہیں کے ذریعہ سے پچھلوں کو پہونچے اگر اسلئے انسے محبت رکھنا یا ان کی تعظیم کرنے کا آپنے حکم دیا تو کیا محل عیب ہے؟ مگر بنی امیہ کے جور و ستم کے زمانہ میں اہل بیت کے طرفدار پیدا کرنے کی غرض سے بہت سے محبان اہل بیت نے اہل بیت کے مناقب - اور سید و نکے فضائل کی روایات بھی تصنیف کیں ہوں تو بعید از قیاس نہیں - مگر اس سے یہ خیال کر لینا کہ پیغمبر نے ان کی پرستش کا بندو بست کر دیا تھا - محض غلط اور جاہلانہ خیال ہے - پیغمبر علیہ السلام نے احکام شریعت میں کسی کی کوئی بھی جانب داری نہیں فرمائی پیغمبر علیہ السلام کی یہ دو حدیثیں اس امر کے لئے کافی دلیل ہیں - جب آپنے قوم کو آخرت کے معاملہ سے تنبہ کیا - تو یہ بھی فرمایا کہ اسے فاطمہ محمد کی بیٹی اعمال کے غرور میں نہ رہنا کہ میں محمد کی بیٹی ہوں - میں خدا کے عذاب کو دور نکر سکوں گا - اپنے عمل میں آپ کوشش کر ہاں دنیاوی معاملات میں جو باپ بیٹی سے کر سکتا ہے میں بھی کر سکتا ہوں - پھر جب فاطمہ کے لئے یہ ارشاد ہے تو کسی سید یا شیخ کی کیا مجال ہے کہ وہ یہودیوں کیطرح دعوے کرے - دوسری حدیث یہ ہے کہ ایک عورت قریشیہ نے مدینہ میں چوری کرلی تھی قریش کو اس کا ہاتھ کاٹنا ناگوار معلوم ہوا - اسامہ بن زید کو جن سے حضرت کو بڑی محبت تھی سفارش کے لئے بھیجا اسامہ نے لب کشائی کی ہی تھی کہ آپ سخت ناراض ہوئے اور فرمایا اگلی قومیں اسی لئے ہلاک و برباد ہوئیں کہ احکام الٰہی غریبوں پر تو جاری کرتے تھے شریفوں پر نکرتے تھے - مجھے اپنے خدا کی قسم اگر میری بیٹی فاطمہ بھی چوری کرتیں تو میں انکا بھی ہاتھ کٹوا دیتا -

انہیں مجوسیوں نے یہ بھی گھڑ لیا کہ عمر نے فاطمہ کے لات ماری جس سے انکا حمل ساقط

ہوگیا اور علی کے ساتھ برے سلوک کئے اول تو عمر کی مجال کیا تھی ان کے پاس کونسا لشکر تھا اور ان کا قبیلہ ہی کیا تھا جو وہ ایسا کرسکتے تھے بمقابلہ علی و فاطمہ کے کہ جن کے باپ پر انصار و مہاجر ایمان لائے تھے ان کو عمر کے ساتھ کیا تعلق تھا جو وہ ایسا دیکھ سکتے تھے خاص بنی ہاشم کیا کم تھے جو وہ اپنی عزیٰ عیرت کو خیر باد کہہ کر ایسا معاملہ دیکھتے۔ جن ملکوں میں قبائل ہیں وہاں قبائل کی حمیت و حمایت مشہور ہے۔ اور بمقابلہ عمر کے بنی امیہ بھی بنی ہاشم کے ساتھ ہوجاتے کیونکہ ان کے بہت قریب کے ہم جدی تھے۔ غریب مجوسی نے اپنے ملک پر قیاس کر کے ایسی روایات گھڑ دیں کہ جنکو واقعات جھٹلا رہے ہیں۔ ابوبکر۔ عمر کی خلافت شاہانہ انداز میں تو تھی ہی نہیں کہ ہاتھی گھوڑے جلو میں چلتی ہوں بڑے بڑے محل حسین عورتوں سے بھرے ہوئے ان کے لئے تیار ہوں باورچیخانی میں ہزاروں قسم کے کھانے پکتے ہوں۔ محض جمہوری خلافت تھی۔ خلیفہ کو نپی تلی تنخواہ شور با ملتا تھا شاید تخمیناً تیس روپیہ ماہوار خرچ کے لئے ملتے تھے اس کے سوا ایک پیسہ بھی وہ اپنے مصارف ذاتی اور خانگی میں نہیں لا سکتے تھے۔ ان کی بات بات پر ہر مسلمان کو اعتراض کرنیکا مجاز تھا۔ خود حضرت علی دونوں خلافتوں میں سکرٹری رہے تھے۔ پھر وہ کیا حق اور کیا دنیا کی دولت تھی جسکا انہوں نے غصب کر لیا تھا؟ بلکہ قوم کی خدمت اور بڑی ذمہ داری تھی۔ جسلئے انہوں نے اپنی اولاد کے لئے اس عہدہ کو پسند نہ کیا قوم کی رائے پر چھوڑ دیا۔ پھر اگر پیغمبر علیہ السلام اس عہدہ کو کسکے واسطے مخصوص کر جاتے تو وہ قوم کہ جس نے ان کی حیات میں بھی جان نثاری کی اور بعد میں بھی وہی سرگرمی وہی دینی نشہ الہٰیں تھا۔ اپنے ہادی کا اتنا سا حکم بھی نہ مانتے بعید از قیاس ہے۔ اور خاص علی کے لئے جنکو خود اسی قوم نے آخرکار خلافت کے لئے منتخب کیا اور ان کے محامد و مناقب بھی قوم میں مشہور رہے تھے +

رہا فدک وغیرہ زمین کا حصہ ترکہ۔ حضرت فاطمہ میراث کی خواہاں ہوئی ہوں گی

مگر جب یہ ظاہر کیا گیا کہ حضرت پیغمبر اپنے بعد کوئی مال نہیں چھوڑ گئے نہ یہ ان کی شان تھی اور جب مال ہی نہیں تو میراث کس چیز میں جاری ہو سکتی ہے۔ ہاں جو زمین آپنے وقف کردی تھی اور اقارب کا نفقہ جسطرح اپنی حیات میں دیتے تھے وہ بدستور ملیگا۔ اسلئے فاطمہؓ ساکت ہوئیں اور پھر اس بارہ میں کلام نہ کیا۔ اس بات کو مجوسیوں نے کن کن رنگ آمیزیوں سے مشہور کیا ہے۔ سادہ لوحوں کو اسپر اعتبار ہو گیا۔ اہل بیت کا دشمن سمجھ کر حضرت ابوبکر و عمر کو گالیاں دینا جزو ایمان سمجھ لیا۔ یہ کہنا کہ علی کے دلمیں کچھ اور تھا ظاہرداری میں خلفاء کے ساتھ برتاؤ دوسرا تھا۔ یہ اوس شیر خدا پر حملہ کرتا ہے۔ جبکہ ان کے فرزند ارجمند امام حسین کا معرکہ کربلا باطل کر رہا ہے۔ یزید کی طرف سے تخمیناً ۲۵ ہزار لشکر محیط تھا اور صرف وہ یہ چاہتے تھے کہ یزید کو آپ خلیفہ مان لیں۔ مگر آپنے وہ تقیہ اختیار نہ کیا باوجودیکہ بہت ہی کم لوگ آپکے ہمراہ تھے اور اور پھر کس جوانمردی سے مقابلہ کر کے ثابت کر دیا۔ کہ بنی ہاشم کسی سے جھکی نہیں کہاتے۔ مجوسی نسلوں نے اس معاملہ کو بھی اپنے معاملات اور اپنی منسوبات کے گریہ وزاری پر محمول کر کے مرثیہ تصنیف کئے تاکہ خواہ مخواہ لوگوں کو رونا آئے۔ اور ان کی محفل کا رنگ جمے۔

یہ کہنا کہ آنحضرت کے پاس کوئی معجزہ نہ تھا تلوار کے زور سے لوگوں کو مطیع کر لیا نہایت بیوقوفی ہے۔ کیونکہ ہجرت سے پہلے مکہ میں اور انصار کے ایمان لانے میں کونسی تلوار تھی۔ پھر ہزاروں معتبر خداترس تو آپکے معجزات و آیات کے مشاہدہ کرنے والے اپنی آنکھوں دیکھی ہوئی چیز کا اقرار کریں۔ اور اپنے ایمان لانے کا بھی وہی سبب بتائیں اور ایک شخص سیکڑوں برسوں کے بعد محض اپنی بدگمانی اور حسد و بغض سے یا ان منافقوں اور دشمنوں کی بے اصل روایت سے انکار کرے۔ بھلا کوئی بھی عاقل خداترس با انصاف اس کے انکار کو مانے گا؟

اور یہ کہنا کہ اسلام کی بڑی عبادت وحشیانہ میلے میں شرکت کرنا اور وحشیانہ وضع بناکر غل مچانا اور جانوروں کو ذبح کرنا ہے اوس سے بھی زیادہ حماقت ہے کاش وہ متعصب معترض اعتراض کرنے سے پہلے قرآن کے اصول حسنات پر واقف ہوجاتا اور ان روحانی برکات سے اور حج کی اصل حقیقت سے خبردار ہوجاتا تو ایسا مہمل اعتراض کرکے ذلیل نہ بنتا۔ نہ ماہرین قرآن اسپر مضحکہ کرتے ✤

یہ کہنا کہ آپ مجمع مکروفریب تھے آپکے انتقال کرتے ہی وہ جھوٹی قلعی کھل گئی ان کے مرید معتقد آپسمیں لڑنے لگے۔ اور ان کا وہ اثر بہت جلد زائل ہوگیا۔ دنیا کی آنکھوں میں خاک ڈالنا ہے کیونکہ تمام مورخین باوجود تعصب وعناد کے اسبات پر متفق ہیں کہ جو کچھ نبی عربی نے توحید وخداپرستی کا دلوںپر رنگ چڑھایا تھا وہ ایسا پختہ رنگ تھا کہ آپ کے گئے بعد بھی جبکہ وہ دنیا کی سرسبز سلطنتوں کے مالک ومتصرف ہوگئے اور قیصر وکسرے کے تاج سر سے اتار ڈالے اور ان کی ہیبت کا دنیا کے آباد حصہ پر وہ اثر طاری ہوا کہ بڑے بڑے جبار عرب کی ننگی تلواروں کا تصور کرکے کانپ اٹھتے تھے اسوقت بھی انمیں وہی درویشانہ صاف خصائل اور پاک اور پرہیزگارانہ زندگی اور اخلاق وراستبازی کا وہی رنگ تھا جو ان کے ہادی نے اپنر چڑھایا تھا۔ انہیں وہی شب خیزی وہی پرہیزگاری وہی عفت وہی صبر وہی خداپرستی وہی فروتنی حلم وتواضع مہمانوازی وہی شجاعت وہی دینی جوش وہی دنیا سے نفرت آخرت سے رغبت باقی تھی۔

اعتراض کے دوسرے حصہ کا جواب

مسلمانوں کی معاشرت عورتوں سے اختلاط اور لوگوں کی گردنیں مارنا بتانا بالکل دروغگوئی ہے جسکی تکذیب مشاہدہ اور یورپ کے فلاسفر کرسکتے ہیں۔ بلکہ عیسوی معاشرت شہوت پرستی شراب خواری مکروفریب ہے۔ ہاں جو بعض جہال مسلمانوں میں جہل اور بت پرستوں یہودیوں عیسائیوں مجوسیوں کے اختلاط سے بری حالت پیدا ہوگئی ہے۔ جبکہ قرآن واحادیث میں اس کا رد ہے علماء اسلام

قولاً و تحریراً اسکور د کرتے چلے آرہے ہیں تو وہ اسلام کے لئے باعث عیب نہیں ہوسکتی بلکہ یہ انہیں کا عیب شمار ہوگا جو اسمیں مبتلا ہیں خواہ وہ مولوی ہوں خواہ پیر ہوں یا انکی اولاد ہوں یا سید ہوں یا شیخ ہوں +

اب ہم اپنی تائید میں فرنگستان کے بعض مصنفوں کے اقوال نقل کرتے ہیں

گاڈفری ہیگنس

اپنی اپالوجی آف اسلام میں لکھتے ہیں کہ **گبن** صاحب لکھتے ہیں چاروں خلفاء کے اطوار یکساں اور ضرب المثل تھے۔ ان کی سرگرمی دلدہی۔ اخلاص کے ساتھ تھی۔ ثروت و اختیار پاکر بھی انہوں نے اپنی زندگی کو اخلاقی و مذہبی فرائض کے ادا میں صرف کیا۔ جبکہ حضرت محمد پر ہر طرف سے مصائب کے تیر برس رہے تھے اور آپ اپنے وطن چھوڑنے پر مجبور کئے گئے اسوقت بھی یہی لوگ آپ کے ساتھ شریک ہو گئے اور ہر قسم کی ایذائیں برداشت کرتے رہے۔ ان کے اسوقت تبدیل مذہب کر کے اسلام اختیار کر لینے سے انکی صداقت اور راستبازی ثابت ہوتی ہے۔ اور دنیا کی سرسبز سلطنتوں کو قبضہ میں لانے سے ان کی لیاقت کی فوقیت معلوم ہوتی ہے۔ ایسی حالت میں کوئی گمان کرسکتا ہے کہ ایسے قابل اشخاص نے ابتدا ہیں سے اپنا پہلا مذہب چھوڑ کر اسلام اختیار کیا اور اسمیں پرہیزگاری کے ساتھ قائم رہے اور اپنے ملک سے جلاوطنی اختیار کی یہ سب ایک ایسے شخص کے لئے تھا کہ جسمیں ہر قسم کی برائیاں ہوں اور وہ پرفن و عیار بھی ہو اور اس کی تعلیم ان کی ابتدائی زندگی اور ان کی آزادانہ معاشرت کے بھی خلاف ہو۔ اسپر ہرگز یقین نہیں ہوسکتا اور خارج از حیطۂ امکان ہے۔ عیسائی اسکو یاد رکھیں تو اچھا ہو کہ محمد کی تعلیم نے ان کے مریدوں کے دلمیں ایسا نشا پیدا کیا جسکو عیسےٰ کے ابتدائی پیروؤں میں بھی تلاش کرنا بیکار ہے۔ ان کا مذہب اس تیزی کے ساتھ دنیا میں پھیلا کہ جس کا نظیر

نہیں ملتا چنانچہ نصف صدی سے کم میں اسلام بہت سی سرسبز اور عالیشان سلطنتوں پر غالب آ گیا۔ عیسے کو جب سولی دینے لے چلے تو ان کے مرید بھاگ گئے ان کا دینی نشا جاتا رہا اور اپنے مقتدا کو موت کے پنجہ میں گرفتار چھوڑ کر چلدیئے۔ اگر وہ انکی حفاظت نہ کر سکتے تھے تو ان کی تشفی کے لئے تو موجود رہتے اور استقلال سے اپنے اور ان کے دشمنوں کو دھمکاتے۔ برخلاف اس کے محمد صاحب کے معتقد اپنے مظلوم پیغمبر کے گرد آئے اور آپ کے بچاؤ میں اپنی جانیں خطرہ میں ڈالدیں اور آپ کو دشمنوں پر غالب کر دیا +

گبن صاحب اپنی تاریخ میں لکھتے ہیں۔ محمدؐ کا مذہب شکوک و شبہات سے پاک ہے۔ مکہ کے پیغمبر نے انسانوں بتوں ستاروں سیاروں کی پرستش کو معقول دلیل سے رد کیا اسنے اپنی سرگرمی سے کائنات کے بانی کا ایک ایسا وجود تسلیم کیا کہ جسکی نہ ابتدا ہے نہ انتہا نہ وہ کسی شکل میں محدود ہے نہ کسی مکان میں موجود نہ اسکا کوئی ثانی ہے جس اسکو تشبیہ دیسکیں پیغمبر نے الٰہیات کے بڑے بڑے حقائق کو ظاہر کیا اور اس کے پیروں نے مستحکم ہو کر انکو قبول کیا۔ اور قرآن کے مفسروں نے بڑے دلائل عقلیہ سے ان کی تفسیر و تشریح کی۔ جو ایک بڑا حکیم خدا کی ذات و صفات کی نسبت اعتقاد رکھتا ہے وہ کہہ سکتا ہے کہ محمد کے عقائد ہمارے ادراک اور قویٰ موجودہ سے ہی بہت بڑھکر ہیں۔ جن اصل الاصول کی بنیاد عقل اور وحی پر ہے وہ محمد ہی کی شہادت سے استحکام پذیر ہوئے۔ ان کے معتقد **مراکش** سے لیکر **ہندوستان** تک موحد کے لقب سے ممتاز ہیں۔ اور بتوں کو حقیر ٹھہرا کر ہمیشہ کے لئے بت پرستی کا خطرہ مٹا دیا +

ڈاکٹر اسپرنگر کہتے ہیں محمد کو نکلتے ہوئے آفتاب برستے پانی۔ اور اُگتی گھاس میں خدا ہی کا ید قدرت دکھائی دیتا تھا۔ اور غرش رعد اور آواز آب و طیور کے نغمے میں

گبن انگلستان کا مشہور و معروف فاضل مورخ تھا جو انیسویں صدی عیسوی میں بمقام ... ۱۸۱۳ء

حمد الٰہی کی آواز سنائی دیتی تھی اور سنسان جنگلوں اور پرانے شہروں کے خرابات میں خدا ہی کے آثار قدرت و جبروت دکھائی دیتے تھے۔

راڈویل دیباچہ قرآن میں اقرار کرتا ہے کہ محمدؐ کے سب کام اس نیک نیتی کی تحریک سے ہوتے تھے کہ اپنے ملک کو جہالت اور ذلت پرستی سے چھڑائیں اور ان کی انتہا درجہ کی خواہش جو انپر مستولی تھی سب سے بڑے امر حق یعنے **توحید الٰہی** کی اشاعت تھی۔ گو انہوں نے بعض مصالح سے اپنے آپ کو خدا کا رسول امین[1] تصور کر لیا تاہم محمدؐ کی سیر اوس قوت و حیات کا کہ جسکو خدا اور قیامت پر اعتقاد کامل ہوتا ہے۔ ایک عجیب نمونہ تھی جسمیں سے بہت کچھ نیک نتائج پیدا ہو سکتے ہیں۔ اسمیں کوئی بھی شبہ نہیں کہ ان کی ذات کریم اور سیرت کے صداقت سے انکو اون لوگوں میں تصور کرنا چاہیئے کہ جنکو ایمان و اخلاق اور ابنائے جنس کی تمام حیات پر **کامل اختیار اور پورا اقتدار** حاصل ہوتا ہے جو حقیقت میں بجز کسی **اولوالعزم** کے اور کیکو حاصل نہیں ہوتا۔

لارڈ ولیم میور باوجود متعصب عیسائی ہونے کے آخر الامر اپنی کتاب سیرت محمدیہ میں اسقدر اقرار کرنے پر مجبور ہی ہوئے۔ ایک زمانہ نا معلوم سے

[1] یہ جملہ ان کا وہی پادریانہ تعصب ہے جو مجبوراً ان کے قلم سے سرزد ہو گیا ورنہ جس کی ذات میں اتنے صفات حمیدہ ہوں جو بجز انبیاء اولوالعزم اور کسی میں نہیں ہوتے اور جن کی خبریں بائبل میں صاف صاف ہیں اس کے رسول امین ہونے میں کیا شک ہے اور عجیب تر یہ ہے کہ حضرت مسیح نے کہیں نہیں کہا کہ میرے بعد کوئی رسول نہیں آئے گا۔ بلکہ آنے کا اشارہ کیا ہے اور ان کے بعد عیسائی ان لوگوں کو بھی رسول مانتے ہیں جنمیں بمقابلہ نبی کریم کے کچھ بھی صفات جمیلہ نہ تھے جیساکہ پولس وغیرہ معلوم یا دجوہ تصدیق مسیح و انجیل کے اور ان کی والدہ کی پاکدامنی پر شہادت دینے کے حضرت محمد صلعم کے رسول امین ماننے سے کون امر مانع ہے ۱۲ منہ

مکہ اور جزیرہ عرب کی روحانی کیفیت بالکل بحس ہوگئی تھی۔ گو ایک ضعیف اور ناپیدار اثر یہودیت و نصرانیت یا فلسفہ کا عرب پر نمودار ہوا تھا۔ جیسا کہ ایک دریا چہ غیر روان کے سطح کا ادہر اُدہر لہرانا مگر تہ میں بحس و بے حرکت رہنا۔ تمام عرب توہمات اور بدکاریوں میں غرق ہو رہے تھے۔ یہ عام رسم تھی کہ بڑا بیٹا اپنے باپ کی بیوہ کو بیاہ لیتا تھا انکے غرور و افلاس سے انمیں رسم دختر کشی بھی جاری تھی جیسا کہ ہندوؤں میں ہے۔ انکا مذہب حد درجہ کی بت پرستی تہا۔ اور ان کا ایمان ایک مسبب الاسباب مالک علے الاطلاق پر نہ تہا بلکہ ارواح غیر مرئیہ کے توہم باطل جیسی ہیئت کا انکا ایمان تہا۔ قیامت اور جزا و سزا جو فعل یا ترک کا باعث ہو اسکی انہیں خبر ہی نہ تھی ہجرت سے تیرہ برس پیشتر (یعنی اظہار نبوت سے پہلے) تو مکہ اس طرح سے ایسے ذلیل حالت میں بیجان پڑا ہوا تہا مگر ان تیرہ برسوں نے کیا ہی اثر عظیم پیدا کیا کہ سیکڑوں آدمیوں نے بتوں کی پرستش چھوڑ کر خدائے واحد کی پرستش اختیار کرلی۔ اور اپنے اعتقاد کے موافق وحی الٰہی کی ہدایت کے مطیع و منقاد ہوگئے وہ اسی قادر مطلق سے بکثرت و شدت دعا مانگتے تھے۔ اسکی رحمت پر مغفرت کی امید رکھتے تھے اور حسنات و خیرات و پرہیزگاری اور انصاف کرنے میں بڑی کوشش کرتے تھے۔ اب انہیں شب و روز اسی قادر مطلق کی قدرت کا خیال رہنے لگا۔ اور وہ یہی سمجھنے لگے کہ وہی رازق ہمارے ادنی حوائج کا بھی خبر گیراں ہے ہر ایک قدرتی یا طبعی کیفیت میں ہر ایک امور متعلقہ زندگانی میں اور اپنے خلوت و جلوت کے ہر ایک حادثہ اور تغیرات میں وہ اسکے ید قدرت کو دیکھتے تھے اور اسکے علاوہ۔ وہ لوگ اوس روحانی حالت کو جسمیں وہ خوشحال اور حمد کناں رہتے تھے خدا کے فضل خاص اور رحمت با اختصاص کی علامت سمجھتے تھے۔ اور اپنے کا فر اہل شہر کے کفر کو خدا کا مقدر خذلان جانتے تھے اور محمد کو وہ اپنی تازہ حیات بخشنے والا سمجھتے تھے الخ اس قول

عرصہ میں کہ اس عجیب تاثیر کے سبب دو حصوں میں منقسم ہوگیا۔ مسلمانوں نے مصیبتوں کو تحمل اور شکیبائی سے برداشت کیا الخ ایک سو مرد و عورت اپنے عزیز ایمان سے انکار نہ کر کے اپنا گھر بار چھوڑ حبش کو ہجرت کر گئے پھر اس سے زیادہ آدمی اور خود نبی بھی اپنے عزیز شہر اور مقدس کعبہ کو چھوڑ کر مدینہ میں ہجرت کر کے چلے آئے یہاں بھی اوس عجیب تاثیر نے ان لوگوں کے لئے ایک ایسی برادری تیار کر دی جو نبی اور مسلمانوں کی حمایت میں جان دینے کو تیار ہو گئے۔ مدینہ کے باشندوں کے گرچہ مدت سے یہود کی حقانی باتیں کانوں میں پڑی ہوئی تھیں مگر وہ بھی اس وقت تک خواب خرگوش سے بیدار نہ ہوئے جبتک کہ نبی عربی کی پر تاثیر۔ اور روح کو کپ کپا دینے والی باتیں ان کے کانوں میں نہ پڑیں تھیں اب وہ بھی ایک نبی اور سرگرم زندگانی میں دم بھرنے لگے۔

ایک مقام پر اسی کتاب میں یہ بھی ہے کہ ہم بلا تامل اسپتا کو تسلیم کرتے ہیں کہ اسلام نے ہمیشہ کیواسطے اکثر توہمات باطلہ کو کالعدم کر دیا۔ اسلام کی صدائے جنگ کے روبرو بت پرستی موقوف ہوگئی اور خدا کی واحدانیت اور غیر محدود کمالات اور قدرت کاملہ کا مسئلہ حضرت محمد کے معتقدوں کے دلوں اور جانوں میں ایسا ہی زندہ اصول ہوگیا جیسا کہ خاص حضرت محمد صاحب کے دل میں تھا۔

مذہب اسلام کی پہلی بات جو خاص اسلام کے معنے میں ہے یہ ہے کہ خدا کی مرضی پر توکل کرنا چاہیئے۔ بلحاظ معاشرت کے بھی اسلام میں کچھ کم خوبیاں نہیں۔ چنانچہ مذہب اسلام میں یہ ہدایت ہے کہ سب مسلمان آپس میں برادرانہ محبت رکھیں یتیموں کے ساتھ نیک سلوک کریں۔ غلاموں کے ساتھ نہایت شفقت سے پیش آئیں نشہ کی چیزوں کی سخت ممانعت ہے۔ مذہب اسلام اسپتا پر فخر کر سکتا ہے کہ اس میں پرہیزگاری کا ایک ایسا حصہ موجود ہے جو کسی دوسرے مذہب میں نہیں پایا جاتا۔ انتہی۔

ان مصنفوں کے سوا بہت سے فرنچ اور جرمنی فاضلوں نے ان سے بھی زیادہ زیادہ شہادت ادا کی ہے اور بڑی تفصیل سے اپنے بیان کو مدلل کیا ہے۔ اور

خلفاء کے حالات میں تو اسقدر مخلوق شاہد ہے کہ جن کا حد و شمار نہیں اور یہ مسئلہ مسلمات عالم سے ہوگیا ہے کہ خلفاء دنیا کی سرسبز سلطنتوں پر بہت جلد قابض ہو جانے کے بعد بھی جسکا نظیر دنیا میں موجود نہیں اوسی درویشانہ حالت میں زندگانی اور زندگی میں فرائض مذہبی و اخلاقی اوسی سرگرمی سے ادا کیا کرتے تھے۔ خلیفہ کے لئے نہ کوئی مخصوص قصر تھا نہ بیٹھنے کے لئے کوئی شاہانہ ایوان تھا۔ خلفاء کے گھر معمولی لوگوں کے گھروں سے بھی پست حالت میں تھے کچے مکان کھجور کی لکڑیوں سے پٹے ہوئے زیادہ بارش میں ٹپکتے تھے اور گر جانے کا احتمال رہتا تھا اور بہت ہی مختصر اور بقدر ضرورت تھے نہ خلفاً لباس میں معمولی لوگوں سے ممتاز تھے بلکہ ان سے بہت ہی فروتر حالت میں رہتے تھے۔

حضرت عمر کے کرتے پر متعدد پیوند لگے رہتے تھے۔ نہ ان کے دروازوں پر شاہانہ پہرا لگا رہتا تھا نہ ان کی سواری دہوم دہام سے نکلتی۔ بلکہ وہ معمولی لوگوں کی طرح تن تنہا جہاں چاہتے چلے جایا کرتے تھے اور اپنے خرید و فروخت کے سب کام آپ کر لینے میں کوئی شرم نہیں کرتے تھے۔ ان کے پاس ہر ایک دادخواہ کو رسائی تھی۔ خلافت کے کاموں میں مصروف رہنے کے سبب قوم نے ان کی بہت ہی تھوڑی سی تنخواہ مقرر کر دی تھی جسکا تخمینہ تین۳ بتیس روپیہ ماہوار کے قریب ہے۔ اسمیں وہ اور ان کے متعلقین گزر اوقات کیا کرتے تھے۔

اسپر انکی شب خیزی عبادت ترک دنیا راتدن دار باقی میں جانے کے لئے توشہ جمع کرنا۔ ان کی فضیلت کی نمایاں دلیل ہے۔ اخلاق اور اسپر تواضع و فروتنی حلم و عفو میں وہ انسان کامل شمار ہوتے تھے۔ ایک ادنی شخص کو بھی ان کے طریق عمل پر اعتراض کرنے کا اختیار تھا اور اسکو بھی وہ اوسی التفات سے سنتے تھے جو قوم کے معزز افراد کی سنتے تھے۔ اپنی ذاتی خواہش سے ایک ادنی شخص کو وہ ایک طمانچہ مارنے یا ایک دن کی قید کر دینے کے بھی مجاز نہ تھے ان کے عدل و انصاف کے واقعات

اگر تحریر کئے جائیں، تو ضخیم دفتروں میں نہ سمائیں۔ حضرت عمر نے جب کسی مصلحت قومی سے خالد بن ولید کو عہدہ سپہ سالاری سے معزول کرکے۔ ان کی جگہ ابو عبیدہ بن الجراح کو قائم کیا اور خطبہ میں قوم کے سامنے اس حکم کا اعلان کیا تو ایک نوجوان لڑکے نے جو خالد کی قوم کا تھا اوس بھری مجلس میں بآواز بلند ایسا سخت کلمہ پکار کر کہدیا کہ جس کے سننے کی ایک معمولی آدمی کو بھی تاب نہیں۔ کہدیا کہ اے عمر تیرے دل سے ابھی تک ایام جاہلیت کی وہ عداوت نہیں نکلی جو تجھے خالد سے تھی۔ اسپر قوم کے اعیان کو ملال پیدا ہوا مگر انکا ملال دور کر دینے کے لئے خود عمر نے ہی فرمادیا۔ کہ لڑکا ہے یہ اسرار سلطنت کیا جانے +

ایک بار حضرت عمر مدینہ میں جارہے تھے اندھیری رات تھی کسیکے پاؤں پر نادانستگی سے پاؤں پڑ گیا۔ اس نے کہا کیا تو اندھا ہے حضرت عمر نے فرمایا معاف کیجئے ظلمت شب نے اندھا کر دیا اسپر وہ حضرت عمر کو پہچان کر معذرت کرنے لگا حضرت عمر نے فرمایا کچھ مضائقہ نہیں تو برسرِ حق ہے۔ قصور میرا ہی تھا +

بیت المقدس کا جب اسلامی لشکر نے محاصرہ کر لیا تو اودھر سے یہ شرط ٹھری کہ تمہارا خلیفہ آئے اور ہم اسکو دیکھیں اور خود اوس سے عہد کریں تو شہر تمہارے سپرد کر دینگے۔ مدینہ میں اس امر میں اہل شوریٰ کا اختلاف ہوا مگر حضرت علی نے یہی فرمایا کہ امیرالمومنین کا وہاں جانا ضرور ہے۔ اب عمر شام چلے اور قوم نے کیا سامان سفر مہیا کر دیا۔ کچھ ستو اور ایک اونٹ کہ جسکی پشت پر ستو اور ایک کاٹھ کا بلماق لٹکا ہوا تھا اور ایک غلام۔ آدھی دور عمر سوار ہوتے تو غلام مہار تھام کر چلتا اور غلام سوار ہوتا تو عمر مہار تھام کر آگے آگے چلتے۔ اور مقام پر پہونچکر باری باری کام کرتے۔ رستہ میں عمال کے ظلم و جفا دور کرتے گئے وہاں پہونچے تو لشکر اسلام نے ان کے خیر مقدم میں تکبیر کا نعرہ بلند کیا۔ اہل شہر نے دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ امیرالمومنین

تشریف لے آئے ہیں۔ اب امیرالمومنین قوم کی طرف سے مجبور کئے گئے کہ عمدہ لباس پہنکر عمدہ
گھوڑے پر سوار ہوکر عیسائیوں سے گفتگو کرنے چلیں۔ دو چار قدم چلے تھے کہ گھوڑے
سے اتر پڑے اور کہا میرا وہی پیوند لگا ہوا لباس لاؤ کیں تئے کہ اِس لباس اور اِس شان
سے میرے دل میں کبر پیدا ہوا تھا اور میں نے پیغمبر علیہ السلام سے سنا ہے کہ جس کے دل میں رائی
کے دانہ کے برابر بھی کسی سبب سے کبر ہوگا وہ جنت کی بو بھی نہ سونگھے گا۔

حضرت علی کے اِس سے بھی زیادہ حالات حیرت بخش ہیں۔ منجملہ اُن کے ایک یہ ہے
کہ اپنی خلافت میں آپ نے ایک یہودی سے زرہ خریدی تھی اور اس کے دام بھی اسیوقت
دیدیئے تھے مگر یہودی نے امتحان کرنے کے لئے حضرت علی پر دعوے دائر کردیا۔
قاضی شریح تھے انہوں نے اوسی عام قاعدہ سے اپنے بادشاہ کو بھی حاضری عدالت کا
حکم دیا حضرت علی تشریف لائے انکو یہودی کے دعوے سے مطلع کیا گیا آپنے فرمایا
میں قیمت ادا کرچکا ہوں۔ قاضی نے فرمایا اب بار ثبوت آپ پر ہے شہادت پیش کیجئے۔ ورنہ
آپ پر ڈگری ہے حضرت علی نے شہادت میں اپنے فرزند امام حسن اور غلام قنبر کو پیش کیا یہودی
نے جرح کی کہ بیٹے کی باپ کے حق میں اور غلام کی آقا کے حق میں شہادت کیونکر معتبر ہوسکتی ہے
قاضی نے جرح کو تسلیم کرکے حضرت علی پر ڈگری دیدی۔ حضرت علی نے یہودی کو بار دگر روپیہ دیدئے
یہودی نے روپیہ لیکر اقرار کیا کہ میں جھوٹا تھا صرف اسلامی عدالت اور اِس کے قاضی اور بادشاہ
کے انصاف کا امتحان مقصود تھا۔ بعد میں وہ اِسی بات پر مسلمان بھی ہوگیا۔

جب یہ مسلم الکل ہے کہ خلفاء آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی روبرو اور بعد ویسے ہی باخدا تھے۔
اور ان کی سلطنت شخصی جابرانہ نہ تھی نہ اِن کے پاس اوس قوم کے سوا کہ جو آنحضرت صلعم پر ایمان
لائی۔ اور آپ کے بعد بھی آپ پر جان نثار تھی۔ اور کوئی سپاہ تھی نہ اِن کے پاس مال و اسباب جاہ
حشم تھے۔ تو ان کی نسبت ایسی روایات کا تسلیم کر لینا کہ وہ آپ کے بعد اسلام سے پھر گئے تھے
دین اسلام پر قائم نہ رہے تھے۔ پیغمبر علیہ السلام سے انکو محبت باقی نہ رہی تھی نہ وہ قرآن کے پابند

لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ
البتہ اللہ ان مسلمانوں سے راضی ہوگیا کہ جو ایک درخت کے تلے اے محمد تم سے بیعت کررہے تھے۔
وَاَلْزَمَهُمْ كَلِمَةَ التَّقْوٰى وَكَانُوْٓا اَحَقَّ بِهَا وَاَهْلَهَا۔ اور ان مسلمانوں پر پرہیزگاری کا کلمہ لازم کردیا اور وہ اس کے مستحق اور اہل بھی تھے دلازم کبھی جدا نہیں) ہوتا۔
وَالَّذِيْنَ مَعَهٗٓ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ
اور جو محمد کے ساتھ والے ہیں کافروں پر سخت آپس میں بڑے رحمدل ہیں تم ان کو رکوع سجود کرتے ہوئے دیکھتے ہو

رہے تھے۔ بالکل حماقت اور خلاف بداہت ہے جسکا نہ کوئی اسلامی قائل ہو سکتا ہے نیز اسلامی
پھر اس کے بعد اگر بالفرض انمیں کسی معاملہ میں اختلاف رار پیدا ہوا ہو اور اس سے
یا کسی دنیاوی معاملہ سے کوئی برا درانہ گلہ یا ملال بھی پیدا ہوا ہو۔ جو شان بشریت ہے تو
اسکو ان کی باہمی عداوت اور کینہ پر محمول کر لینا اور اسپر یہ قیاس پیدا کر لینا کہ معاذ اللہ حضرت
سیدۃ النساء فاطمہ زہرا سے انکو عداوت قلبی تھی اور ان کی ساتھ وہ جابرانہ وظالمانہ برتاوے
سے پیش آئے تھے۔ یا حضرت علی مرتضے سے انکو عداوت تھی اپر ظلم وستم کئے تھے یا خود
حضرت علی کو انتخاب خلافت کے سبب ان سے دلی کینہ تھا یا قوم کو حضرت پیغمبر علیہ السلام کی اولاد
پاک سے بغض وکینہ تھا اور وہ انکی اہانت وذلت کے درپے تھے محض بیہودہ خیال
اور حمقاء وسفہاء کی تقلید ہے جو واقعات اور قرآن کے بھی سراسر خلاف ہے۔

ہاں بنی امیہ بالخصوص یزید نے محض امارت وخلافت کے سبب حضرت علی اور ان کی
اولاد سے مخالفانہ بلکہ ظالمانہ برتاوا کیا جس سے بجز ان کی فوج اور ان کے ماتحت لوگوں
کے جملہ امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام انسے بیزار تھی اور انکو مورد ملامت سمجھتے رہے
اہل مکہ واہل مدینہ سب بنی امیہ سے ناراض تھے۔ یہ انکی وہ قدیم عداوت خاندانی تھی۔ جو
ابتداء میں اثر نبوت سے دب گئی تھی۔ اور بعد میں ان کے عروج دنیاوی کے سبب ظہور پذیر
ہوئی۔ اسکے وہی ذمہ دار ہیں نہ جملہ امت محمدیہ۔

مگر عیسائیوں سے بسا تعجب ہے کہ وہ اسلام اور حضرت نبی کریم سے بغض وعداوت
رکھیں کیونکہ عیسائی تعصبات اور ان کے متاخرین پیشواؤں کے غلو ہو کر عیسائی مذہب
اور اسلام میں جسقدر اتحاد ویگانگت ہے اتنا اور کسی مذہب میں نہیں یہاں تک کہ بعض عیسائی
فاضلوں نے اقرار کر لیا ہے کہ اسلام مذہب عیسوی کی ایک شاخ ہے جسنے زوائد کی قطع
برید کردی ہے۔ اور جبکہ حضرت محمد حضرت مسیح کی شہادت دے رہے ہیں اور قرآن ان کی
اور انکی والدہ کی تطہیر بیان کر رہا ہے تو ہم عیسوی لوگونکو کوئی حق نہیں کہ ان کی مذمت

تفسیر نوٹ صفحہ ۲۶۵ انکی نشانیاں انکے چہروں سے معلوم ہوتی ہیں سجدوں کے اثر سے صحابہ مہاجرین وانصار کے قرآن میں انکو مساعی جمیلہ کے سبب بہت محامد ہیں پھر ان آیات اور واقعات پر مجوسی اور یہودی روایات سے انکو فاسق فاجر سمجھنا مسلمان کی شان نہیں بلکہ عاقل کی بھی شان نہیں ۱۲ منہ

کریں اور انپر الزام لگائیں جو ہماری روسیاہی کا باعث ہے کم سے کم انکو مسیحی مذہب کا مجدد کیوں نہ خیال کریں اور کیا سبب ہے کہ ہم حضرت محمد صاحب کو عیسوی مذہب کے اِن پیشواؤں کے برابر بھی نہ جانیں کہ جنہوں نے مذہب عیسوی کے مروج مسائل وعقائد میں تحقیقات کرکے ایک حد تک درست کرنے کا قصد کیا ہے۔ ان مشنریوں کی تقلید سے باسی کڑہی کو بھی ابال آگیا بت پرست قوم کو بھی جو جملہ اقوام میں ذلیل ہے۔ حضرت رسول کریم پر حملہ کرنے کی جرآت ہوئی اور کن کن کمینہ الفاظ میں آپکی ذات مقدسہ پر حملے کئے ہیں۔ افسوس +

فصل ۳

(نزولِ قرآن اور اس کی ترتیب وجمع)

قرآن مجید ایکبار نازل نہیں ہوا ہے بلکہ تہوڑا تہوڑا تیئیس ۲۳ برس میں۔ دس برس ظہور نبوت کے بعد سے مکہ میں اور تیرہ ۱۳ برس مدینہ میں وقتاً فوقتاً نازل ہوتا رہا۔ جو مکہ میں نازل ہوا ان آیات اور سورتوں کو مکی اور جو مدینہ میں نازل ہوا ان کو مدنی کہتے ہیں۔ مکی حصہ میں اعتقادیات زیادہ ہیں۔ خدا کی توحید بت پرستی اور اوہام کی اطاعت کی مذمت۔ ذات وصفات کا ثبوت دلائل آفاق وانفس سے۔ مرنے کے بعد نیک وبد کام کی جزا وسزا وغیرہ۔ مدنی حصہ میں احکام زیادہ تر ہیں۔ جو کچہہ نازل ہوتا تہا وہ اسکی اس ترتیب اصلی سے جو عالم غیب میں مقرر ہو چکی تہی جمع کرا دیا جاتا تہا۔ آپ خود بہی حافظ تہے اور دیگر حفاظ کی بہی ایک جماعت تہی۔ وہ بہی اس نازل شدہ کو اس کے موقع پر ضم کرکے تلاوت کیا کرتے تہے۔ اور کاتبان وحی جو خاص اس کام پر متعین تہے۔ ان سے بہی آپ فرما دیتے تہے کہ ان آیات کو فلاں سورۃ کو فلاں موقع میں لکہو چنانچہ وہ لکہہ لیا کرتے تہے آپ کی آخر حیات تک زید بن ثابت انصاری۔ عبد اللہ بن مسعود۔ خلفاء اربعہ۔ معاذ بن جبل ابی بن کعب۔ سعد بن ابی وقاص عبد اللہ بن ارقم ثابت بن قیس اور اکثر اصحاب صغار وغیرہ۔ ایسے حافظ تہے کہ اول سے آخر تک تمام قرآن ان کو

یاد تھا۔ اور یہ کوئی تعجب خیز بات نہیں اب بھی مسلمانوں کے ہر شہر اور گاؤں میں بیشمار حافظ ہیں عورتیں بچے جوان بوڑھے اندھے آنکھوں والے۔

جب حفظ کی اس زمانہ میں ان لوگوں کے لئے بھی جو قرآن سمجھتے بھی نہیں۔ صرف اسکی شیرینی زبان سے مزہ لیتے ہیں یہ کثرت ہے تو عرب کہ جنکے حافظے بہت قوی تھے صدہا اشعار جاہلیت نوک زبان تھے سیکڑوں خاندانوں کے نسب نامہ اور ان کے سلاسل انکی زبان پر تھے بلکہ گھوڑوں اور اونٹوں کے نسب نامے بھی یاد رکھتے تھے اور پھر قرآن کی وہ حلاوت جس کا مزا اس کے روح کو جنبش دینے والے مضامین کے خیال سے انکو نشہ پیدا کرتا تھا اسپر رات دن اسکی تلاوت موجب ثواب سمجھی جاتی تھی اور نمازوں میں پڑھا جاتا تھا۔ اس کے جسقدر حافظ ہوتے تھوڑے تھے۔

اس کے سوا قرآن لکھا ہوا بھی تھا آپ ہی کے عہد میں تمام وکمال لکھا جا چکا تھا۔ مگر اسکے تمام اجزا کو ایک جلد میں مجتمع کرنے کی ضرورت نہ سمجھی گئی تھی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت سے تھوڑے دنوں بعد **مسیلمہ** کذاب یمامہ کے جھوٹے نبی کی قوم اور مسلمانوں میں ایک سخت معرکہ آرائی ہوئی وہ بھی جان توڑ کر لڑے مگر ان کو ہزیمت ہوئی اور بہت سے لوگ اور خود وہ مدعی نبوت بھی مارے گئے اور آیندہ کے لئے اس لڑائی نے صفائی کردی۔ مگر مسلمانوں کے بھی اس میں بڑے بڑے کام کے آدمی شہید ہوئے۔ خصوصاً بہت حفاظ نے جام شہادت نوش فرمایا۔ حضرت عمر نے آنیوالی ضرورت کا احساس کر کے یہ بات پیش کی کہ اسیطرح اور دو چار لڑائیوں میں حفاظ شہید ہوتے گئے تو قرآن کی محافظت کا اعلیٰ ترذریعہ[۱] جاتا رہے گا۔ مبادا پھر اہل کتاب کی کتابوں کی طرح اس میں کمی زیادتی کو رستہ ملجائے

[۱] مجھے ایک حکایت یاد آئی جو اس موقعہ پر دلچسپی سے خالی نہیں۔ ایک معتبر شخص فرماتے ہیں کہ ابتدا عملداری میں پادری کثرت سے قرآن خریدا کرتے تھے میرے شہر میں اسکا بڑا محکمہ تھا وہاں کے پادری صاحب پاس میں اکثر آیا جایا کرتا تھا وہ مجھ سے سلوک بھی کرتے تھے اور قرآن بھی خریدا کرتے تھے۔ ایکبار میں نے اس کثرت سے خریداری کا سبب

اسلئے اسکو لکھوا کر ایک جلد میں جمع بھی کرایا جاوے یہ تجویز منظور ہوئی اور اس کام کے **زید بن ثابت انصاری** جو حضرت کی حیات میں بھی کاتب وحی تھے مہتمم قرار پائے۔ انہوں نے پہلے اجزا سے اور نیز حفاظ سے باحتیاط مقابلہ کرکے ایک نسخہ لکھوایا۔ اور وہ نسخہ ابوبکر کے پاس رہا۔ ان کے بعد جب عمرؓ کا دور خلافت آیا تو وہ نسخہ ان کے سپرد ہوا۔

حضرت عمر کے عہد میں اسلام دور دراز ملکوں میں بھی جا پہونچا تھا عراق مصر شام ایران وغیرہ بلاد کے لوگ بھی بکثرت مسلمان ہوگئے تھے ہر جگہ حفاظ پہونچ نہ سکتے تھے بھولے بھٹکے میں اختلافات پیدا ہونیکا اندیشہ ہونے لگا۔ اس لئے حذیفہ بن الیمان نے اوس نسخے سے چند نسخے نقل کراکر اطراف وجوانب میں پہنچنے کی درخواست کی۔ یہ عثمان کی خلافت کا واقعہ ہے عثمان نے پھر زید بن ثابت کو اس سے نقل کرانے پر مامور فرمایا۔ زید بن ثابت نے پھر ویسا ہی اہتمام کیا پھر وہ اجزا جمع کئے اور حفاظ کو بھی شریک کیا اور وہ نسخہ بھی سامنے رکھا اور مسجد کے دروازہ پر دو شخص بھی بٹھا دیئے کہ آتے جاتے نمازیوں سے کہیں کہ جس کے پاس جسقدر قرآن ہو دو گواہوں کی شہادت سے پیش کرے (ایک کتابت دوسرا حفظ) اور اپنے ساتھ اہتمام میں عبداللہ بن زبیر اور سعید بن عاص اور عبداللہ بن حارث بن ہشام کو بھی شامل کیا کیونکہ کہ قرآن زبان قریش میں نازل ہوا ہے اور یہ قریشی زبان کے محاورات کے خوب ماہر تھے۔ اس لئے قریش ہی کے محاورے کے مطابق الفاظ لکھے جاتے تھے اس احتیاط سے چھ یا سات نسخے نقل کراکے عراق مصر شام وغیرہ

بقیہ ص ۲۶۸۔ پوچھا۔ بڑی دیر میں اور اس شرط پر کہ کسیکو مطلع نکروں یہ فرمایا کہ ہمارا مقصود تجارت نہیں بلکہ ان قلمی نسخوں کو تلف کرنا ہے اسوقت مطابع ہند میں تھیں میں آخر کی ہوجائے گی تب ولایت سے ہم چھاپ کر قرآن بھیجیں گے۔ اسمیں مشن کا روپیہ بھی حاصل ہوجائیگا اور ایک اور مطلب مشن کا حاصل ہوگا۔ یعنے اختلاف قرآن میں پیدا کردیں گے میں نے کہا یہ بیہودہ خیال ہے ہر گاؤں میں ایسے حافظ ہیں کہ اول سے آخر تک قرآن لکھا سکتے ہیں۔ چنانچہ میں نے دو ایک حافظ پیش کئے تب وہ بات ملتوی ہوئی ۱۲ منہ

بلاد میں بھجوا دیئے گئے۔ اور اصل نسخہ پھر حفصہ ام المومنین حضرت عمر کی بیٹی کے گھر بھیجد یا گیا۔ اس اصل نسخہ کا نام اُمّ ہے چونکہ عثمانؓ کے عہد میں پھر از سر نو اہتمام کیا گیا تھا اس لئے ان کو **جامع القرآن** کا خطاب قوم نے دیا۔

پھر ان نسخوں سے صدہا ہزارہا نسخے بلاد اسلامیہ میں پھیل گئے۔ حفظ اور کتابت کے دونوں محافظ اس وقت سے اب تک برابر چلے آتے ہیں۔ جس لئے قرآن جیسا نازل ہوا تھا اور جو کچھ اور جسطرح حضرت کی حیات میں موجود تھا ویسا ہی بلا کم و کاست اب تک موجود ہے اور قیامت تک رہے گا۔ اس بات کو مخالف و موافق سب مانتے ہیں۔ مسلمانوں کے تمام فرقے متفق ہیں ÷

(اعتراضات)

جب مسلمانوں اور عیسائیوں میں متعدد مناظرے ہوئے اور اس بات کو عیسائیوں نے مان لیا کہ یہ چاروں انجیلیں حضرت مسیح علیہ السلام کی تصنیف اور نیز الہام شدہ تو کیا انکے زمانہ میں بھی تصنیف نہ ہوئیں تھیں۔ ہاں انہیں حضرت مسیح کے اقوال نقل کئے ہیں۔ اگر ان کی **نقل میں غلطی نہیں** تو وہ الہامی اور منزل من اللہ ہو سکتے ہیں۔ پھر ان چاروں انجیلوں میں بحث ہوئی کہ اگر ان کے مصنفوں کو بھی رسول اور صاحب معجزہ اور الہامی تسلیم کیا جائے تو کیا پھر ان میں بھی کمی زیادتی ہوئی ہے یا نہیں؟ عیسائیوں کی معتبر تصانیف اور معتبر مفسر اور مورخوں سے ثابت کر دیا گیا ہے کہ انہیں بھی صدہا بلکہ ہزارہا جگہ سہو کاتب موجود ہے جسکا اقرار تفاسیر **ہارن وہنری اسکاٹ** میں ہے خود پادری فانڈر نے اختتام مباحثہ دینی اکبر آباد میں اقرار کیا ہے کہ **گریسباخ** وغیرہ محققین نے صاف لفظوں میں تسلیم کر لیا ہے۔ تب متنصریوں نے قرآن مجید پر پلٹ کر یہ اعتراضات کئے ہیں :-

(۱) تفسیر اتقان وغیرہ میں ہے کہ زید بن ثابت انصاری کہتے ہیں کہ اس جمع کرنے میں

مجھے یہ آیت لقد جاءکم رسول من انفسکم الایہ کہیں نہیں ملی مگرابی خزیمہ انصاری کے پاس ایک۔ روایت میں ہے کہ حضرت عائشہ فرماتی ہیں ایک آیت لکھی ہوئی ہمارے پلنگ کے تلے پڑی ہوئی تھی اسکو بکری کھاگئی۔ اسیطرح ممکن ہے کہ اور آیات بھی رہ گئی ہوں۔

(۲) اسیطرح مسلمانوں کی احادیث صحاح ستہ سے یہ معلوم ہوتاہے کہ بہت سی آیات منسوخ التلاوۃ ہوگئیں سورۂ بقرہ کا اوائل بھی اوڑگیا۔ اس بات کو پادری ماسٹر رامچندر نے ایک کتاب میں جمع کرکے دکھایاہے اور اس کا نام تحریف القرآن رکھاہے جس سے قرآن کی کمی بھی ثابت ہوئی اور یہ بھی کہ قرآن اور تصانیف کیطرح ایک مسودہ تھا سقم عبارت یا مضمون دیکھکر جس قدر چاہا پیغمبر نے کم کردیا۔

(۳) مسلمانوں کا فرقہ شیعہ آجتک دوہائی دے رہاہے کہ عثمان نے بسبب عداوت کے قرآن میں سے بہت سی سورتیں اور آیات کہ جنمیں حضرت علی کی خلافت اور ان کے فضائل اور اہل بیت کی فضائل تھے نکلواڈالیں اور انکا نام ونشان مٹانے کی نیت سے عبداللہ ابن مسعود وغیرہ کے مصاحف بھی جلواڈوالے۔ سورہ علی۔ سورہ فاطمہ سورہ حسنین پہلے قرآن میں تھیں +

(جواب)

یہ تین اعتراض ہیں پھر انہیں کی تفصیل میں بڑی بڑی کتابیں تصنیف کی گئیں ہیں۔ بغور دیکھیئے تو ہمارے بیان سابق سے ان اعتراضات کا ورود ہی نہیں ہوسکتا۔ مگر تفصیلی جواب بھی عرض کرنا ضروری ہے (۱) اعتراض کا جواب یہ ہے کہ جب قرآن بہت سے لوگوں کی زبانی یاد تھا اور اجزا میں حضرت کے وقت لکھا بھی گیا تھا۔ اور پھر ایک نسخہ بھی تیار ہوچکا تھا تو اس دفعہ ایک آیت کیا اگر دس آیت بھی انکو کسی جزمیں نہ ملتیں اور ایک پورا قرآن بھی حضرت عائشہ کی بکری کھاجاتی تو کیا اصل قرآن میں سے کوئی حرف بھی کم ہوسکتا تھا

ہر گز نہیں۔ اور زید بن ثابت کا تلاش کرنا بھی اِس بات کی دلیل ہے کہ وہ آیت اِن کو معلوم تھی جسطرح کہ اور حفاظ کو مگر ابی خزیمہ کے مصحف میں سے بھی بنظر احتیاط مقابلہ کر کے لینا مقصود تھا۔ (۲) اعتراض کا جواب یہ ہے کہ یہ روایت جن میں آیات کا منسوخ التلاوہ ہونا مذکور ہے خبر احاد ہیں جنکی صحت اور ثبوت یقینی نہیں اور قرآن حرف حرف تمام مسلمانوں کے نزدیک قطعی الثبوت ہے پہر جب تک انکا قرآن ہونا یقینی طور سے ثابت نہ کر دیا جاوے تو اوس سے منسوخ التلاوہ بنا کر خارج کرنا محض بیقاعدہ بات ہے اور منسوخ التلاوہ کو قرآن کہنا اور بھی بے ثبوت بات ہے۔

قرآن جمہور مسلمانوں کے نزدیک وہی ہے جو المنقول الینا بنقل متواتر۔ جو بنقل متواتر ہمارے تلک منقول ہوا اور اسپر دونوں دفتوں اور مصحف مذکور میں بھی ہو ورنہ خیریت۔ اسی بنا پر اگر کوئی اوس منسوخ التلاوہ کو قرآن نہ کہے تو کسیکے نزدیک بھی کافر اور خارج از اسلام نہیں ہوتا برخلاف قرآن کے کہ اس کے ایک یا آدہی آیت کا منکر بھی کافر ہے پھر اسپر مسودہ اور ترمیم کی تفریع ایک دل خوش کن بات ہے جو معترض نے پیدا کر لی ہے۔ اس تمام بحث اور تحریف القرآن کا تفصیلی جواب ہمنے بھی اپنے ایک رسالہ میں دیا ہے جسکا نام **تحریف القرآن** ہے اور اگر یہ بھی تسلیم کر لیا جائے تو یہ سب کچھ جو ہونا تھا حضرت کے سامنے ہی ہو لیا۔ تھا۔ تحریف تبدیل تو جب متصور ہوتی کہ یہ باتیں آپکے بعد قرآن میں واقع ہوتیں۔

بات یہ تہی کہ رسول کریم نے قرآن کی آیات میں بوقت تلاوت کچھہ تفسیر کے طور پر ارشاد فرمایا تہا لوگوں نے متبرک سمجھکر اسکو بھی انہیں آیات کے ساتھ لکھا لیا تھا۔ پہر جب عرضہ اخیرہ میں جبرئیل نے آنحضرت کو تمام قرآن سنایا اور حضرت سے سنا اور انہیں وہ تفسیر نہ آئی اور کہیں آتی۔ لوگوں نے سمجھہ لیا کہ یہ بھی قرآن تھا مگر اس کی تلاوہ منسوخ ہو گئی ہے جسقدر راویوں کی اِس معاملہ میں روایات ہیں وہ اسی خیال پر مبنی ہیں۔ اور اس لئے نہ صرف خلیفہ وقت نے بلکہ سب نیک لوگوں نے اور عبداللہ بن مسعود کے مصاحف تلف کر دئیے کہ بعد میں کوئی ان کو آیات قرآنیہ

نہ سمجھنے لگے۔ اور سخت تاکید کر دیگئی کہ قرآن کے ساتھ اور کوئی چیز نہ لکھی جائے یہاں تک کہ
کہ الحمد للہ کے بعد آمین لکھنے سے بھی روکدیا۔ اور یہ جو رکوع اور نصف اور معانقہ اور وقف لازم
وغیرہ حواشی پر لوگ لکھا دیا کرتے ہیں اسکو بھی بعض متاخرین نے اس لئے جائز کہا ہے کہ اب
وہ احتمال نہیں ہو سکتا۔

(۳) اعتراض کا جواب یہ ہے کہ محققین شیعہ اس خیال سے تبری کر رہے ہیں وہ دونوں
ہاتھوں کو سر پر رکھہ کر حاشا ثم حاشا فرما رہے ہیں شیخ صدوق ابو جعفر محمد بن علی بابویہ اپنے
رسالہ عقائد یہ میں فرماتے ہیں "جو قرآن کہ اللہ نے حضرت کو دیا تھا وہی ہے کہ جو لوگوں کے
پاس موجود ہے نہ اسمیں کچھہ کم ہوا ہے نہ زیادہ" تفسیر مجمع البیان میں سید مرتضٰے کہ جو شیعہ
کے مسلم علماء میں سے ہیں یوں لکھتے ہیں۔ کہ جو قرآن عہد پیغمبر میں تھا اب بھی وہی ہے
بلا تفاوت۔ قاضی نور اللہ شوستری اپنی کتاب مصائب النواصب میں لکھتے ہیں کہ یہ بات
جو شیعہ کیطرف منسوب کیجاتی ہے کہ وہ قرآن میں تبدل و تغیر کے قائل ہیں محض غلط ہے
محققین شیعہ میں سے اسکا کوئی بھی قائل نہیں اور جو کوئی ہو بھی تو اسکا اعتبار کیا ہے ملا صادق
شرح کلینی میں لکھتے ہیں یہ قرآن اسیطرح امام مہدی تک سالم رہے گا۔ محمد بن حسن حاملی نے
بڑے دلائل سے اس بات کا رد کیا ہے۔

اصل بات

یہ تھی کہ اول ہی صدی میں مسلمانوں میں خلافت و امامت کا جھگڑا اٹھا جمہور کے نزدیک
خلفاء ثلثہ کی خلافت بجا اور درست تھی ایک گروہ جو شیعہ علی کہلاتے تھے اسپر معترض ہوئے
جمہور نے کہدیا۔ کہ خلافت مسلمانوں کی انتظامی خدمت ہے بلحاظ لیاقت و کاروانی جسکا
انہوں نے انتخاب کر لیا وہی خلیفہ اور امام ہے شیعہ کے ایک گروہ نے جو زیدیہ ہے بلکہ دوسرے
گروہ اسمٰعیلیہ کے قدماء نے بھی جمہور کا زیادہ خلاف نہیں کیا۔ ہاں یہ کہدیا کہ بجائے ابو بکر کے

علی خلیفہ کئے جاتے تو بہتر تھا اگر فاضل کے روبرو مفضول کی خلافت و امامت بھی جائز ہے
تیسرے گروہ اثنا عشریہ نے کہا۔ جائز ہی نہیں کس لئے کہ خلافت و امامت نبوت کیطرح سے
ایک خدائی عہدہ ہے جو کسی کے انتخاب یا عدم انتخاب کا محتاج نہیں امامت نبوت کے ماتحت
بڑا درجہ ہے۔ امام بھی معصوم ہوتا ہے۔ ملہم بھی ہوتا ہے جسطرح نبی[2] زمانہ پر ایمان لائے بغیر
بھی نجات ممکن نہیں اور اپنے عہد کے امام برحق علی تھے پھر ان کے بیٹے حسن پھر حسین پھر
زین العابدین پھر باقر پھر جعفر پھر موسےٰ کاظم پھر ان کے بیٹے یہاں تک کہ بارھویں امام حضرت
محمد مہدی پر امامت ختم ہو گئی۔ اور وہ غار سر من رای (سامرہ) میں مخفی ہیں قیامت کے
قریب برآمد ہوں گے۔

جمہور نے ان سے مطالبہ کیا اور یہ کہا کہ آخر آیت الیوم اکملت لکم دینکم ہے جو خبر دیتی
ہے کہ دین کو آنحضرت صلعم تکمیل کو پہونچا کر دنیا سے تشریف لے گئے اور قرآن تفصیل
کل شی ہے پھر اتنا بڑا مسئلہ کہ جسپر نجات موقوف ضرور ہے کہ قرآن میں ہوگا اسکا نشان
اور صاف لفظوں میں دکھاؤ۔ جب نہ دکھا سکے تو اور کچھ بن نہ آیا تو بعض نے یہی کہدیا باعث
عقب گزاری سمجھا کہ جن آیات و سورتوں میں یہ مسئلہ تھا انکو خلفاء نے قرآن سے نکلوا دیا
مگر در اصل نہ ان کا یہ عقیدہ تھا نہ اس سے عقب گزاری ہو سکتی تھی اول تو یہ اس آیت
کے خلاف ہے کہ انا نحن نزلنا الذکر و انا لہ لحافظون کہ قرآن ہمنے نازل کیا۔ اور ہمیں
اس کے محافظ ہیں کوئی کیونکر قرآن سے نکال سکتا ہے؟ دوم جب خلافت امامت
پر جھگڑے ہوئے تو حضرت علی اور بنی ہاشم نے ایک دن بھی اسی معاملہ میں جھگڑا نہ کیا
ان کے سامنے ان کی ایمان کی کتاب میں تحریف کی جائے اور وہ کچھ بھی نہ بولیں خلفاء
کی ذاتی نہ کوئی فوج تھی نہ کوئی زور تھا۔ فوج یا زور تو سب قوم ہی تھی پھر جنہوں نے دین
کے لئے جان و مال دریغ نہ کیا۔ گھر بار چھوڑ دیئے بڑے بڑے معارک میں جان بکف
ہو گئے آج وہ خلفاء کی ایسی خیانت دیکھکر چپ رہجاتے۔ سب علی کیطرف ہو کر انکو

[2] پھر ایمان لائے بغیر نجات نہیں اسیطرح امام

معزول کر دیتے۔ خیر یہ بھی نہ سہی خود حضرت علی اور حضرت فاطمہ اور حسنین اور بنی ہاشم ہی اس قرآن کو محفوظ رکھتے۔ مگر ان کے پاس بھی تھا تو یہی قران تھا۔ اِس بات کو نہ عقل تسلیم کر سکتی ہے نہ نقل ÷

اِس جواب پر دانایان و علمار شیعہ سنبھل گئے اور صاف صاف کہدیا کہ ہرگز ہمارا عقیدہ نہیں کہ قرآن میں کمی زیادتی ہوئی ہے ہاں جہلار کا یہ عقیدہ ہو تو وہ کس شمار اور کس قطار میں ہیں انکا اعتبار ہی کیا ہے ÷ شیعہ نے مسئلہ مذکورہ کے لئے اپنے احادیث اور تاویلات تیار کر لئے جو مدتوں تک لڑنے کا میگزین ہے۔ جمہور کے علمار آجتک اسی بعض کے بیہودہ قول کو بیچارے شیعہ پر الزاماً تھوپے جاتے ہیں۔ پھر یہ بحث مخالف کو کیا فائدہ دیسکتی ہے ؟ کچھ بھی نہیں اس سے استدلال محض سادہ لوحی ہے۔

فصل (۴)

اختلافِ قرآت

ایک حدیث کہ جسکی صحت اور ثبوت میں علمار کا اتفاق ہے یہ آیا ہے اِنَّ القرانَ اُنزِلَ عَلٰی سبعۃِ احرفٍ کلھا شافٍ کافٍ کہ قرآن سات حرفوں پر نازل کیا گیا ہے۔ ہر ایک شافی کافی ہے۔ حرف کے معنی میں علمار کے متعدد اقوال ہیں مگر اس سے سات مشہور قاریوں کی قرآت مراد لینا بڑی غلطی ہے جیساکہ جلال الدین سیوطی مقدمہ تفسیر یعنے اتقان میں فرماتے ہیں وقد ظن کثیر من العوام ان المراد بہا القرات السبعۃ وھو جہل قبیح کسلیے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا تھا اسوقت ساتوں قاری پیدا بھی نہ ہوئے تھے۔ علمار ماہرین فن نے تمام واقعات پر غور کر کے اِس کے یہ معنی بیان فرمائے ہیں کہ عرب کے سات مشہور قبائل کے محاورات مراد ہیں۔ اور یہ بہت ہی

قرین قیاس ہے کس لئے کہ کسی ملک میں گو ایک ہی زبان مستعمل ہو مگر تاہم بلحاظ قبائل اور صوبجات اِن کے محاورات میں فرق ہوتا ہے۔ دہلی لکھنؤ کے محاورات میں فرق ہے چہ جائیکہ دکن مدراس۔ بنگال۔ پنجاب ممالک مغربی وشمالی کے محاورات اور یہ تفاوت ہر زبان میں کم وبیش ہوتا ہے۔ ایک بات کو جو دوسرے محاورہ کی پابندی سے ادا کرتا ہی تو تکلف سے خالی نہیں ہوتا۔ جب اسلام مدینہ میں آکر مختلف قبائل عرب میں پہیلا اور سب ہی کی دینی کتاب قرآن مجید ٹہری جسکا پڑہنا ضروری ہوا۔ خصوصًا نجگانہ نماز میں اب لوگ انہیں جملوں کو بے اختیار اپنے محاوروں میں ہی ادا کر جاتے تھے جسپر روک ٹوک ہونی معمولی بات ہے اور وہ بھی خلاف ما انزل اللہ سمجھکر دلمیں متاثر ہوتے ہونگے۔ آخر یہ مسئلہ بھی بارگاہ رسالت میں پیش ہوا تھا جسپر آنحضرت صلعم نے عذر دشواری بیان کر کے جبرئیل سے اجازت مانگی وہاں سے سہولت امت کے لئے اجازت دی گئی اُسپر آپنے یہ ارشاد فرمایا۔ مثلًا گناہگار کو بعض محاورات عرب میں فاجر بھی کہتے ہیں اور قریش کے فصیح محاورہ میں اثیم تو ان لوگوں کو ان طعام الاثیم کیجگہ قرآن میں ان طعام الفاجر پڑہنے کی اجازت ہوگئی تہی۔ یہ سب کچھ ہوا مگر لکھنے میں اور حفاظ کو بترتیب یاد دلانے میں قریش ہی کا محاورہ ملحوظ رکھا گیا تہا۔ یہ ابتدائی حالت تہی پہر تو تمام قبائل قریش ہی کے شیریں محاورہ پر پڑہنے کے عادی ہو گئے کتاب میں ابتدا ً ایسا ہوتا ہے اور ہوتے ہوتے پہر لوگ مصنف کی اصلی زبان کا تتبع کرنے لگتے ہیں ✤

جب قرآن

قریشی محاورہ میں لکھ کر تمام ملکوں میں بہیجا گیا تو لوگ اسی کے پابند ہوگئے۔ مگر اسوقت کے خط میں اعراب نہ تہے اور نہ جملوں پر ٹہرنے کے نشان دیئے گئے تہے۔ اور بعض حروف اعراب ہی کے تابع ہو کر لکھے جاتے تہے جیسا کہ لفظ ملک اس قسم کے تہوڑے

اختلافات جن سے اصلی معنی میں کچھ تفاوت قابل التفات پیدا نہیں ہوسکتا تھا۔ باقی رہ گیا تھا اور اسکی طرف صحابہ کے عہد میں چنداں توجہ اس لئے نہیں ہوئی کہ وہ اہل زبان تھے لفظ کے ذرا سے اشارہ سے بھی اسکو ٹھیک ٹھیک ہی ادا کرتے تھے۔

مگر اخیر زمانہ صحابہ ہی میں اس کام کے انصرام کے لئے لوگ متوجہ ہوگئے ہر ایک مشہور مقام میں ایسے ماہر پہونچ گئے کہ جو اصلی طور پر پڑھ کر سنا دیا کرتے تھے اور اسی طریق پر قرآن تعلیم فرمایا کرتے تھے۔ مگر اسپر بھی قدرے وہ اختلاف جو لب ولہجہ سے متعلق ہے اور جسکی زبان کی وسعت متحمل ہے باقی رہگیا اور یہ فصیح و بلیغ کلام میں بہت ہوتا ہے۔ ایک جملہ کو دوسرے سے ملا دو تو اور معنی پیدا ہو جاتے ہیں او منقطع کردو تو اور معنی حاصل ہو جاتے ہیں۔ اور کبھی صرف الفاظ کی ادائے گی میں اختلاف ہوتا ہے جیساکہ والضحی کو والضحے اور کم کو کمو پڑھنا اس قسم کا اختلاف قرأت سبعہ متواترہ کہلاتا ہے جو خود پیغمبر علیہ السلام سے ثابت ہے آنحضرت نے بلحاظ وسعت کلام ایسے مختلف طریق سے پڑھا ہے تاکہ سب معانی کا احاطہ ہو جائے۔

صحابہ میں بڑے **سات قاری** یہ تھے۔ عثمانؓ۔ علیؓ۔ ابی ابن کعب۔ زید بن ثابت۔ عبداللہ بن مسعود۔ ابو درداء۔ ابو موسیٰ اشعری۔ کذا قال الذہبی فی طبقات القراء پھر انہیں کے شاگرد مشہور شہروں میں پھیلے اور ہر ایک شاگرد اپنے استاد ہی کی روش پر پڑھنے پڑھانے لگا چنانچہ مدینہ میں سعید بن المسیب اور عروہ بن زبیر و سالم بن عبداللہ بن عمر اور عمر بن عبد العزیز اور سلیمان اور عطاء اور معاذ بن حارث اور عبدالرحمن بن ہرمز اور محمد بن شہاب زہری اور مسلم بن جندب اور زید بن اسلم اپنے عہد کے قراء اور حامل حدیث تھے +

مکہ میں عبید عطاء بن ابی رباح طاؤس۔ مجاہد۔ عکرمہ۔ ابن ابی ملیکہ۔ مشاہیر قراء میں سے تھے کوفہ میں علقمہ۔ اسود۔ مسروق۔ عبیدہ۔ عمر بن شرحبیل۔ حارث بن قیس۔ ربیع عمر بن میمون ابو عبدالرحمن سلمی زر بن حبیش۔ عبید بن فضیلہ۔ سعید بن جبیر۔ نخعی۔ شعبی بڑے قاری تھے بصرہ میں ابو العالیہ ابو رجا نصر بن عاصم۔ یحیی بن یعمر حسن بصری۔ ابن سیرین قتادہ

اِس فن کے بڑے ماہر تھے۔ **شام** میں مغیرہ بن ابی شہاب مخزومی حضرت عثمان کے شاگرد اور ان کے سوا اور بھی قاری تھے۔

پھر انہیں مقامات میں بالخصوص اسی فن کے یہ امام زیادہ مشہور تھے مدینہ میں ابوجعفر پھر ابن نصاح پھر نافع اور مکہ میں عبداللہ بن کثیر حمید بن قیس، محمد بن محیص کوفہ میں یحیٰی بن وثاب عاصم بن ابی النجود سلیمان اعمش پھر حمزہ پھر کسائی۔ بصرہ میں عبداللہ بن ابی اسحاق عیسیٰ بن عمرو۔ ابوعمرو بن العلاء عاصم پھر یعقوب حضرمی شام میں عبداللہ بن عامر عطیہ بن قیس کلابی۔ اسمٰعیل پھر یحیٰی بن حارث ذماری پھر شریح بن یزید حضرمی امام القرا تھے۔

انہیں مذکور اشخاص میں سے یہ سات شخص وہ ہیں کہ جن کی طرف سات قرأت منسوب ہوتی ہیں اور یہی اس فن کے امام مسلم ہیں۔

(۱) **نافع مدنی**۔ انہوں نے ستر تابعین سے یہ علم حاصل کیا تھا۔ یہ وہ نافع نہیں ہیں جو عبداللہ بن عمر کے شاگرد اور امام مالک کے استاد تھے۔

(۲) **ابن کثیر** یہ مکہ میں امام قرأت اور عبداللہ بن سائب صحابی کے شاگرد تھے۔

(۳) کوفہ میں عاصم بھی تابعین کے شاگرد تھے۔

(۴) حمزہ یہ عاصم کے شاگرد رشید تھے۔

(۵) کسائی جو حمزہ کے شاگرد رشید تھے۔

(۶) بصرہ میں ابوعمرو علماء تابعین کے شاگرد رشید تھے۔

(۷) عبداللہ بن عامر شام میں یہ ابودرداء اور عثمان صحابیوں کے شاگردوں کے شاگرد رشید تھے۔

پھر ان ساتوں قاریوں کے دو دو راوی ہیں جنکا باہم اخفاء و اظہار مد و قصر تفخیم و اشمام و امالہ وغیرہ ان امور میں اختلاف ہے جو آواز سے متعلق ہیں یعنی ان حضرات نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لب ولہجہ اور آواز کو بھی جو ادا ئیگی حروف سے

تعلق رکھتی تھی محفوظ کر لیا تھا۔

نافع کے شاگرد قالون اور ورش راوی ہیں۔ اور ابن کثیر کی قرأت کے ناقل قنبل اور بزی اور ابو عمرو کے دوری اور سوسی او ر ابن عامر کے ہشام اور ذکوان اور عاصم کے ابوبکر بن عیاش اور حفص (حفص کی قرأت خراسان ترکستان ہندوستان میں مروج ہے) اور حمزہ کے خلف اور خلاد اور کسائی کے دوری اور ابو الحارث ناقل ہیں بواسطہ۔

یہ ایک بڑا وسیع علم مدون ہو گیا جسکو فن تجوید کہتے ہیں یہ استاد سے سنے بغیر نہیں آسکتا جیسا کہ موسیقی اس فن میں علماء نے بڑی بڑی مفید کتابیں تصنیف کی ہیں سب سے اول ابو عبید قاسم بن سلام نے پھر احمد بن جبیر کوفی نے پھر اسماعیل مالکی نے۔ پھر ابو جعفر ابن جریر طبری نے پھر ابوبکر محمد داجونی نے پھر ابوبکر بن مجاہد نے ان کے بعد پھر بہت لوگوں نے تصانیف کیں۔ جزری اور شاطبی کی کتاب بھی اس فن میں عمدہ ہے اور آجکل یہی درس قرأت میں داخل ہیں۔ صرف خوش آوازی اور کسی لحن کا نام قرأت نہیں جس سے عوام دہوکہ کہا جاتے ہیں۔ اس زمانہ میں مصر میں فن قرأت خوب ہے۔

اس کے بعد ایک دوسری بات اور قابل غور ہے وہ یہ ہے کہ جسطرح ان قراء نے لب و لہجہ وغیرہ امور کو جو صوت سے متعلق ہیں احاطہ کیا اور اسکی حفاظت کے لئے ایک بڑا وسیع علم ایجاد کر دیا۔ اسیطرح کتابت کی حفاظت کے لئے بھی اوسی زمانہ میں علماء کا ایک گروہ اٹھا اور انہوں نے تمام قرآن پر اعراب لگا دئے اور اوقاف مقرر کر دئے اور وقفوں کے ضروری اور جائز و غیر جائز مواقع بھی بتا دیئے اور ان پر نشان قائم کر دئے۔ اور کھینچ کر پڑھنے کی جگہ پر مدات لگا دیئے الغرض جو کچھ ان بزرگوں کے سینہ میں اور زبان پر تھا اسکو یہ کتابت میں لے آئے اور اس کے لئے علم رسم الخط وغیرہ ایجاد کر دیا۔

اس فن میں بھی علماء نے نہایت عمدہ اور مفید کتابیں تالیف فرمائی ہیں۔

یہاں تک کہ قرآن مجید کی سورتیں اور آیات اور حروف[۱] اور اعراب اور نقطے اور مدات سب کو شمار کر لیا ہے۔ کل قرآن کی سورتیں ایک سو چودہ اور آیات جمہور کے نزدیک چھ ہزار چھ سو چھیاسٹھ ہیں اہل کوفہ کے نزدیک چھ ہزار دو سو چھتیس۔ اہل بصرہ کے نزدیک چھ ہزار دو سو چودہ ہیں۔ اس اختلاف کی وجہ یہ ہے کہ آیت پورے جملہ کو کہتے ہیں پھر بعض نے دو جملوں کو ایک جملہ سمجھ کر اسکو ایک آیت شمار کیا ہے۔

معوذتین[۲] جمہور کے نزدیک قرآن کا جزو ہیں مگر بعض روایات سے ثابت ہوتا ہے کہ عبداللہ بن مسعود نہ تو ان کے کلام الٰہی ہونے کے منکر تھے نہ انکو مصحف سے خارج سمجھتے تھے صرف یہ کہتے تھے کہ یہ دعا ہیں شر سے پناہ مانگنے کے لئے نازل ہوئی ہیں۔ اس بات سے کسی نے یہ سمجھ لیا کہ وہ قرآن کا جزو انکو نہ سمجھتے تھے یہ اس کے فہم کی غلطی ہے پھر اس سے یہ بات پیدا کرنا کہ قرآن کی دو سورتوں میں مسلمانوں کا اختلاف ہے بعض جزو قرآن نہیں جانتے اور بھی غلط فہمی ہے۔ حاشا ثم حاشا کہ عبداللہ بن مسعود انکو جزو قرآن نہ جانتے ہوں۔ اور جبکہ یہ دونوں سورتیں ان کے بھی مصحف میں نہیں تو وہ پھر ایسا کیونکر جان سکتے تھے؟۔

حاشیہ صفحہ ۲۷۹۔ [۱] جلال الدین سیوطی اتقان میں فرماتے ہیں افردہ بالتصنیف خلائق من المتقدمین والمتاخرین منہم ابو عمرو الدانی ومنہم ابو العباس المراکشی صنف کتابا سماہ عنوان الدلیل فی مرسوم خط التنزیل کہ اس فن میں متقدمین و متاخرین میں سے ایک مخلوق نے تصنیف کی ہے۔ ان میں سے ابو عمرو دانی بھی ہیں اور ابو العباس مراکشی نے بھی اس فن میں ایک کتاب لکھی ہے۔ جسکا نام عنوان الدلیل فی مرسوم خط التنزیل ہے ۱۲ منہ

[۱] عبداللہ بن مسعود نے تین لاکھ بائیس ہزار چھ سو ستر حرف شمار کئے ہیں۔ اور یہاں بھی اختلاف کا یہی سبب ہے کہ کسی نے حرف مشدد کو دو اور کسی نے ایک شمار کیا ہے ۱۲ منہ

[۲] معوذتین قل اعوذ برب الفلق او قل اعوذ برب الناس ہے ۱۲ منہ

ف(۱) متاخرین نے بعض آیات پر لفظ کوفی بعض پر شامی لکھدیا ہے جس سے یہ مراد کہ علماء کوفہ یا شام کے نزدیک یہ پوری آیت ہے۔ نہ یہ کہ یہ کوفہ یا شام میں نازل ہوئی تھی۔
(۲) علماء نے سہولت حفظ کے لئے قرآن کو تیس حصوں پر بحساب مہینے کے دنوں کے منقسم کر کے ہر ایک کو جزء یا پارہ کہتے ہیں اور سپر الجزء الاول یا الجزء الثانی بھی لکھدیا ہے پھر ہر پارہ کو چار حصوں پر تقسیم کیا ہے اپر ربع نصف ثلث لکھدیتے ہیں۔ اور ہر حصہ کو رکوعات میں منقسم کیا ہے اور اسکا اشارہ (ع) مقرر کیا ہے۔
پھر رکوع کی آیات پر یہ چند نشان لگا دیئے ہیں جن کی تفصیل اور مراد یہ ہے۔

ھ	خمسہ کیطرف اشارہ ہے جس سے یہ مراد کہ کوفیوں اور بصریوں کے نزدیک یا خاص کوفیوں کے نزدیک پانچ آیت ہیں +
ع	عشرہ کا ابتدائی حرف ہے جیسا کہ ھ خمسہ کا اخیر تھا جس سے دس آیتوں کی طرف اشارہ ہے +
عب	سے اسطرف اشارہ ہے کہ بصریوں کے نزدیک دس آیت تمام ہوچکیں ع سے عشرہ اور ب سے بصری مراد ہیں +
خب	سے یہ مراد کہ یہاں تک بصریوں کے نزدیک پانچ آیت ہوچکیں۔ خ سے خمسہ اور ب سے بصری مراد ہیں +
تب	سے یہ مراد کہ بصریوں کے نزدیک پوری آیت ہے ت سے آیت کیطرف اور ب سے بصریوں کی طرف اشارہ ہے +
لب	سے اسطرف اشارہ ہے کہ اہل بصرہ کے نزدیک آیت پوری نہیں لام سے لیس اور ب سے اہل بصرہ کیطرف اشارہ ہے +

(۳) زبان عرب میں جہاں جملہ تمام ہوجائے۔ وہاں ٹھہر جانے کو وقف کہتے ہیں۔ اور کم و بیش ہر زبان میں ایسا ہی ہوتا ہے۔ کیونکہ اگر جملہ پر وقف نہ کیا جائے اور

اسکو اگلے جملہ سے ملا دیا جائے تو بسا اوقات بالبعض اوقات معنی میں فرق آجاتا ہے۔ مثلاً
اس آیت میں فلا یحزنک قولہم۔ ان العزۃ للہ جمیعاً۔ اگر قولہم پر وقف نہ کیا
جائے تو یہ معنی ہوتے ہیں کہ اے پیغمبر ان کی اس بات سے کہ سب عزت اللہ کے لئے
ہے ایک رنج نکریں۔ اس بات سے جو توحید خالص ہے پیغمبر علیہ السلام کیوں رنج کرنے
لگے تھے اور جب وقف کردیا جائے تو یہ معنی ہوئے کہ اے پیغمبر ان کی بات سے
رنج نکر (بات تکذیب رسالت یا انکار حشر تھی) کس لئے کہ سب عزت اللہ ہی کو ہے۔ اور
مقصود بھی یہی ہے۔ اسیطرح اس آیت میں وَلَقَدْ هَمَّتْ بِهٖ وَهَمَّ بِهَا۔ پر وقف کردیا جائے
اور لَوْ لَآ اَنْ رَّاٰ بُرْهَانَ رَبِّهٖ کو الگ کردیا جائے تو معنی بگڑ جاتے ہیں کس لئے کہ اس تقدیر پر یہ معنی
ہونگے کہ زلیخا یوسف پر اور یوسف زلیخا پر قصد کرہی چکے تھے حالانکہ ہم بہا لولا کی جزا
مقدم ہے یہ مطلب ہے کہ اگر یوسف خدا کی برہان نہ دیکھ پاتے تو زلیخا پر ارادہ کرچکے تھے
مگر برہان الٰہی دیکھ چکے تھے اسلئے ارادہ بھی نہ کیا۔ نافع کے نزدیک معنی ہی کے لحاظ سے
وقف کرنا ہوتا ہے مگر ابن کثیر اور حمزہ کہتے ہیں کہ بجز چند مواضع کے جہاں دم ٹوٹتا ہو وہاں
بھی وقف کردینا مضائقہ نہیں عاصم اور کسائی کا بھی یہی مذہب ہے۔ ابو عمر کہتے ہیں جہاں
آیت تمام ہو وہیں وقف کرنا چاہیئے اور اسیکو وقف النبی صلی اللہ علیہ وسلم کہتے ہیں۔
کیونکہ آنحضرت صلعم انتہاء آیات پر وقف کیا کرتے تھے۔

امام ابن انباری کے نزدیک وقف کی تین ہی قسم ہیں۔ وقف تام۔ وقف حسن۔ وقف قبیح
وقف تام وہاں ہے کہ جہاں جملہ بالکل پورا ہو جائے اور حسن وہاں ہوتا ہے کہ جملہ پورا نہیں
ہوا موصوف کو پڑھکر سانس لینے کے لئے وقف کردیا جیسا کہ الحمد للہ پر مگر جب آگے پڑھے
تو اسکو رب العالمین صفت سے شروع نکرنا چاہیئے بلکہ پھر موصوف کو اعادہ کرے للہ رب العالمین
کہے۔ اور قبیح وہ ہے کہ مضاف پر وقف کرے مضاف الیہ کو چھوڑ دے جیسا کہ بسم اللہ
میں صرف بسم پر وقف کرے ؞

ایک پر وقف کرو تو دوسری جگہ وقف نکرنا چاہیئے ✢

یہ اور اس کے سوا اور بہت سے امور ہیں کہ جنکا جاننا قرآن پڑہنے والے کے لئے ضرور ہے یہ علم قررت کی کتابوں میں مشرح ہیں اور قرآن کا ترجمہ اور تفسیر کرنے والا۔ اگر ان مسائل پر واقف نہوگا تو یقیناً ٹھوکر کہا جائے گا۔ غیر مذاہب کے لوگوں نے جو اپنی زبانوں میں ترجمے کئے اور من گھڑت شرحیں لکھی ہیں وہ انہیں وجوہ سے پایہ اعتبار سے ساقط ہیں ✢

فصل ۵

(آیات اور سورتوں کی ترتیب)

جلال الدین سیوطی اتقان میں فرماتے ہیں۔ الاجماع والنصوص المترادفۃ علے ان ترتیب الآیات فی سورہا واقع بتوقیفہ صلی اللہ علیہ وسلم وامرہ من غیر خلاف فی ہذا بین المسلمین کہ آیات کی ترتیب خاص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے ہوئی ہے اسمیں کسی مسلمان کا بہی اختلاف نہیں۔ پہر اس کے بعد اجماع اور وہ آحادیث صحیحہ نقل کئے ہیں کہ جن سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ آیات کی ترتیب خاص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے واقع ہوئی تہی۔ بخاری اور مسلم اور سنن اربع کی آحادیث نقل کیں ہیں۔ جن سے بعض کا یہ بہی مضمون ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر آیات نازل ہوتے تہے تو آپ اپنے کاتبان وحی سے فرمادیا کرتے تہے کہ ان آیات کو فلاں سورہ میں فلاں موقع پر لکھ لو اور یہ بہی ہے کہ بعض سورتیں پوری آنحضرتؐ نے نمازوں میں پڑہیں جیسا کہ سورہ بقرہ و آل عمران والنساء و اعراف وق وطور والنجم والجمعہ واقتربت وملک وحم سجدہ۔ وصف وغیرہا۔ اگر آیات مرتبہ نہوتے تو یہ سورتیں کسطرح پڑہ سکتے تہے اور اگر یہ ترتیب توقیفی نہوتی تو قرآن کے مطالب الٹ پلٹ ہوجاتے۔ کیونکہ ہر کلام میں آگے پیچھے جملوں کے

کر دینے سے تبدیل و تغیر پیدا ہو جاتے۔ جن زندیقوں نے ایسا کرنا چاہا تھا تو علماء اسلام نے قاطبۃً انپر اعتراض کیا +

ہاں یہ بات جائز ہے کہ کوئی شخص مضامین متعددہ میں سے جو قرآن میں ہیں ایک مضمون کی آیات کو ایک جگہہ جمع کر لی اور دوسرے مضمون کی آیات کو دوسری جگہ۔ مثلاً آیات توحید و صفات باری ایک جگہ اور آیات بدء الخلق ایک جگہ اور آیات حشر و نشر جنت و جہنم ایک جگہ آیات احکام ایک جگہ آیات اخلاقی ایک جگہ آیات ادعیہ و استغفار ایک جگہ۔ اور علماء نے ایسا بہت کیا بھی ہے اور مفید مفید کتابیں بھی لکھی ہیں جن کے بہت سے نام کشف الظنون میں مندرج ہیں امام غزالی نے بھی اسی قسم کی ایک کتاب لکھی ہے جسکا نام جواہر القرآن ہے۔ اور یہ اسلئے جائز ہے کہ اس مجموعہ مرتب کو قرآن نہیں کہتے بلکہ ایک کتاب کہ جسمیں آیات قرآن جمع ہیں +

اب رہی سورتوں کی ترتیب جمہور کا اسکی نسبت بھی یہی اعتقاد ہے کہ یہ بھی توقیفی ہے جو ترتیب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں قائم ہو گئی تھی۔ اور جس ترتیب سے آپنے قرآن لکھوایا اور حفاظ کو یاد کرایا تھا۔ یہ وہی ہے جو ابتک موجود ہے امام البغوی شرح السنہ میں فرماتے ہیں الصحابۃ رضہ جمعوا بین الدفتین القرآن الذی انزلہ اللہ علی رسولہ من غیر ان زادوا او نقصوا منہ شیئاً فکتبوہ کما سمعوا من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من غیر ان قدموا شیئاً او اخروا او وضعوا لہ ترتیباً لم یاخذوہ من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ کہ صحابہ نے قرآن کو اسیطرح سے رکھا کہ جیسا خدا کے رسول پر نازل ہوا تھا بغیر اس کے کہ اسمیں کچھ بڑھایا۔ یا گھٹایا ہو۔ پس جسطرح سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا تھا اسیطرح رکھا بغیر اسکے کہ اسمیں کچھ تقدیم و تاخیر کی ہو یا اسکو کسی دوسرے ترتیب سے مرتب کیا ہو جسکو انہوں نے آنحضرت صلعم سے حاصل نکیا تھا۔ علامہ کرمانی برہان میں فرماتے ہیں ترتیب السور ہکذا ہو عند اللہ فی اللوح المحفوظ علی ہذا الترتیب وعلیہ کان یعرض النبی صلی اللہ علیہ وسلم

جبرئیل کل سنتہ ماکان یجتمع عندہ منہ وعرض علیہ فی السنتہ التی توفی فیہا مرتین - کہ سورتوں کی یہ وہی ترتیب ہے جو اللہ کے نزدیک لوح محفوظ میں ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اسی ترتیب کے ساتھ جبرئیل کو سنایا کرتے تھے اور جس سال کہ آپ کا انتقال ہوا۔ دوبار سنایا۔ (اتقان) امام ابوبکر بن انباری فرماتے ہیں۔ انزل اللہ تعالے القرآن کلہ الی سماء الدنیا ثم فرقہ فی بضع وعشرین سنتہً فکانت السورۃ تنزل لامر یحدث والاٰیۃ جوابا لمستخبر ویوقف جبرئیل النبی صلی اللہ علیہ وسلم علی موضع الاٰیۃ والسورۃ فاتساق السور کاتساق الاٰیات والحروف کلہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم فمن قدم سورۃ او اخرہا فقد افسد نظم القرآن۔ (اتقان) کہ اللہ تعالے نے تمام قرآن آسمان دنیا کیطرف ایکبار نازل کر دیا تھا پھر اسکو دنیا میں حضرت پر تئیس برس میں تھوڑا تھوڑا نازل فرمایا۔ جب کوئی بات پیدا ہوتی تھی اس کے لئے اس میں سے اسیقدر کوئی سورۃ یا آیت نازل ہو جاتی تھی۔ اور جبرئیل آپ کو اسکا اصلی موقع تبلا دیا کرتے تھے بس سورتوں کا باہمی ایسا ہی اتصال ہے کہ جیسا آیات وحروف کا۔ اور سب آنحضرت صلعم کیطرف سے ہے پھر جو کوئی کسی سورۃ کو مقدم یا موخر کرتا ہے تو وہ نظم قرآن میں خلل ڈالتا ہے +

ہاں قرن اول میں بعض صحابہؓ نے بغرض تلاوت اپنے مصاحف میں سورتوں میں تقدیم وتاخیر کر رکھی تھی جس سے بعض علماء کو دہوکا ہوگیا۔ کہ سورتوں کی ترتیب آنحضرت نے صحابہ کے اجتہاد پر چھوڑ دی تھی۔ واللہ الہادی۔

فصل ۶

(نزول قرآن کے وقت دنیا کی حالت)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کیوقت دنیا گمراہی میں ڈوبی ہوئی تھی اسبات کا

لہ لوح محفوظ کوئی لکڑی یا لوہے کا تختہ نہیں ہے کہ جسپر علم آلہی کتوب ہو بلکہ وہ ایک مرتبہ تعین علمی

محققین مورخین کو بھی اقرار ہے۔ مگر ہم تفصیل سے آباد اور متمدن اقوام و بلاد کا حال بیان کرتے ہیں۔ ابتدا عرب ہی سے کرتے ہیں کیونکہ اوسی سرزمین سے یہ چشمۂ رحمت جاری ہوا ہے +

عرب کی حالت

نہایت پستی اور ذلت میں تہی سلطنت و دولت کے لحاظ سے بھی یہ بہت ہی گرے ہوئے تہے۔ کیونکہ جنوبی و مشرقی بڑا حصہ یمن و نجد کا تو زیر حکومت شاہانِ ایران تہا نوشیرواں اور یزدجرد وغیرہ کے بعد دیگرا ہنپر حکمراں رہے۔ شمالی و غربی حصہ شاہان روم اور ان کے باجگزاروں کا ماتحت تہا عراق پر کبھی ایرانی کبھی رومی حکمراں رہتے تہے حجاز اور کچھ ریگستانی حصہ آزاد تہے انپر بھی کوئی ایک بادشاہ حکمراں نہ تہا قبائل خودسر رہتے تہے سردار قبیلہ جسکو شیخ کہتے ہیں ایسا ہوتا تہا کہ جیسا ہندوستان میں چودہری اسلئے یہ قبائل آپسمیں لڑا کتا کرتے رہتے۔ ایسی شخصی اطاعت اور ایسی خودسری اور باہمی ہروقت کی مار دھاڑ بدامنی میں کوئی قوم کیا ترقی اور شایستگی اور ہنرمندی اور علوم و فنون میں مہارت تجارت میں نام آوری پیدا کرسکتی ہے؟ کچھ بھی نہیں اسلئے جہل غالب تہا معمولی لکھنا پڑھنا بھی بہت کم آدمی جانتے تہے اور جہل کے ساتھ افلاس بھی سوار تہا اونٹ بکریوں سے گزارہ کرنے کے سوا اور کوئی زیادہ اسباب معاش نہ تہے

بقیہ ص۲۸۷ جسمیں جملہ معلومات باری تعالیٰ ثبت ہیں آسمان دنیا پر تمام قرآن نازل کرنے سے یہ مراد نہیں کہ کاغذ دینمیں لکھہ کر مجلد کرکے بہیجدیا تہا بلکہ عالم غیب کا یہ ایک اسفل مرتبہ ہے جو عالم شہود سے بہت ہی قریب ہے اس عالم میں قرآن تمام و کمال جو طریقے اس کے وہاں ثبت ہوسکتے ہیں اس طریقے سے ثبت ہوچکا تہا حضرتؐ کو مشافہۃً یا بواسطہ جبرئیل امین جو الہام ہوتا تہا وہ اسکا محتاج نہ تہا کہ اس دفتر میں سے دیکھہ کر الہام کیا جاتا تہا بلکہ مستقلاً الہام ہوتا تہا اور وہ اسیکے مطابق آکر پڑتا تہا جو آسمان دنیا میں تہا۔ یہ ایک سر ہے جسکی تشریح کا یہ مقام نہیں ۱۲ منہ

اول تو ملک میں شادابی اور آب پاشی کے ذرائع ہی قدرتاً کم تھے اور بیشتر حصہ زمین کا ریگستان غیر قابل کاشت تھا۔ اسپر بد امنی زراعت کیطرف کب راغب ہونے دیتی تھی اس معاشرت وحشیانہ نے اور بھی جہل کو ترقی دے رکھی تھی۔ اب جاہل وحشیوں کے جو کچھ خیالات اور عادات ہوتے ہیں وہ مخفی نہیں۔ عرب میں جب سے اسمٰعیل علیہ السلام اور انکی نسل آکر آباد ہوئی اسوقت سے ضرور ملت ابراہیمیہ کی روشنی چمکی تھی مگر جب اوس ملت سے رسوم وعادات کے گرد وغبار دور کرنے والا بعد میں آنحضرت صلعم تک کوئی بھی نہ اٹھا تو وہ بھی ٹمٹماتے ٹمٹماتے گل ہوگئی تھی۔ ابراہیمی عبادت تو حج تھا اس کی بھی بگڑتے بگڑتے اور ہی صورت ہوگئی تھی۔ جسکو دیکھہ کر خدا پرست کو گہن آتی تھی ہوتے ہوتے خود حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی اولاد بھی اوسی رنگ میں رنگین ہوگئی جو تمام عرب پر چڑھا ہوا تھا وہ کیا تھا توہمات اور بتوں کی پرستش +

عرب کی بلحاظ مذہبی خیالات کے دو ہی قسم تجویز کرسکتے ہیں اول وہ چند لوگ جو ملت ابراہیمیہ کے معتقد یا پابند تھے۔ دوئم وہ جو پابند نہ تھے اول گروہ کو عرب محصلہ اور دوسرے کو عرب معطلہ کہا جاتا ہے۔ اِس معطلہ کے پھر بہت سے اقسام تھے کیونکہ انسانی سعادت کا قصور دو ہی طرح سے ہوتا ہے یا قصور قوت نظریہ سے یا فتور قوت عملیہ سے۔ قوت نظریہ کے قصور سے عرب میں یہ یہ خیالات فاسدہ پیدا ہوگئے تھے (۱) یہ کہ بعض ایسے بھی تھے جو سرے سے نہ خدا کے قائل تھے نہ انبیاء کے نہ اعمال کی جزا وسزا کے نہ حشر ونشر کے۔ وہ کہتے تھے کہ بس یہی زندگی ہے جو کھایا پی لیا عیش وآرام کرلیا تو غنیمت ہے ورنہ مرکر مٹی ہوجاتا ہے۔ کہاں کا حساب کس کا عذاب وثواب کیسا مرکر جینا یہ سب پہلوں کے تراشیدہ افسانے ہیں جو کچھ ہورہا ہے وہ دہر کررہا ہے اِس گروہ کا نام دہریہ ہے۔ قرآن نے ہر ہر باطل فریق کا اعتقاد اور اس کا رد بھی کیا ہے۔ منجملہ مضامین قرآن کے ایک یہ بھی بڑا مضمون قرآن میں ہے جس کا ہم ہر ہر موقعہ پہ

قرآن سے ذکر کرتے جائیں گے۔ اِس گروہ کا یہ قول نقل فرمایا ہے وَقَالُوْا مَا هِيَ اِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا نَمُوْتُ وَنَحْيَا وَمَا يُهْلِكُنَا اِلَّا الدَّهْرُ اسکا ردبھی فرماتا ہے وَمَا لَهُمْ بِذٰلِكَ مِنْ عِلْمٍ اِنْ هُمْ اِلَّا يَظُنُّوْنَ ۝ کہ انکو اِس بات کی کچھ بھی خبر نہیں کہ دہر ہے کیا شے محض اٹکل پچو باتیں بناتے ہیں۔ کیونکہ جسکو وہ دہر کہتے ہیں وہ میں ہی تو ہوں میرے سوائے کون عالم میں تصرف کرسکتا ہے؟۔ دوسری جگہ اور تشریح سے انکے خیال کے ابطال پر برہان قائم فرمائی ہے۔ اَوَلَمْ يَنْظُرُوْا فِيْ مَلَكُوْتِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ۔ کہ کیا وہ آسمانی اور زمین کی بادشاہت کو نہیں دیکھتے یہ ان گنت ستارے خود بخود کیسے بنگئے اور خود بنے تو جسامت اور نور میں انکا تفاوت کیوں ہوگیا؟ اور بھی آیات اس مضمون میں وارد ہیں (۲) گروہ خدا کا قائل تھا مگر مرکر جینے کا اور حساب کتاب کا منکر تھا۔ اِس کا ذکر ان آیات میں ہے قَالَ مَنْ يُّحْيِ الْعِظَامَ وَهِيَ رَمِيْمٌ کہ بوسیدہ ہڈیوں کو کون زندہ کریگا۔ ءَاِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا ذٰلِكَ رَجْعٌ بَعِيْدٌ کہ کیا جب مرکر ہم مٹی ہوجائیں گے پھر زندہ ہوں گے؟ یہ رجوع کرنا تو بعید از عقل ہے وَقَالُوْا ءَاِذَا كُنَّا عِظَامًا وَّرُفَاتًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ خَلْقًا جَدِيْدًا۔ اِن کا جواب بھی برہان قاطع سے بہت جگہ دیا گیا ہے از انجملہ یہ ہے قُلْ يُحْيِيْهَا الَّذِيْٓ اَنْشَاَهَا

سلہ اسی مرکر جینے کی بابت کسی جاہلیت کے شاعر نے اپنے اِن اشعار میں تعجب ظاہر کیا ہے ؎
حیاۃٌ ثم موتٌ ثم نشرٌ + حدیث خرافۃ یا ام عمرو ۔ کہ مرنا اور پھر جی اٹھنا۔ اور پھر خدا کے سامنے جانا ایک لغو بات ہے۔

لے ام عمرو ہماری سمجھ میں تو نہیں آتی۔ ام عمرو جس سے خطاب ہے آپ کی معشوقہ ہیں۔ ہمارے اُردو فارسی کے رند شاعروں نے بھی اپنے ان بزرگوں کی تقلید میں قیامت کے اور اعمال کی جزا و سزا کے بہشت و دوزخ کے انکار میں کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا بہت بکڑا اڑاتے ہیں اِس گندہ شاعری کے لئے جیسا کہ فلک کو گالیاں دینا نیچی تعلی کرنا واعظوں پر تبرے کرنا معشوق کو رات بھر یار کے پاس رہنے دیکھکر جلنا دل لے بیغرتی) وغیرہ میدان دہرا ہے اسی طرح یہ بھی ان کی جولان گاہ ہے ۱۲ منہ

أَوَّلَ مَرَّةٍ وَهُوَ بِكُلِّ خَلْقٍ عَلِيمٌ ؕ کہ جسنے اول بار زندہ کیا تہا وہی اسکو دوسرے بار بہی زندہ کریگا اور وہ ہر طرح سے پیدا کرنا جانتا ہے یہ گروہ بت پرست تہا (۳) گروہ خدا کا اور مرکر جینے اور حساب دینے کا تو قائل تہا۔ مگر رسولوں کا منکر تہا کہتا تہا کہ خدا کو کیا ضرورت پڑی جو وہ دنیا میں رسول بہیجے اور بہیجے تو ہم جیسے آدمی ہی بہیجے جو کہاتے پیتے ہوں جیساکہ ان آیات میں ذکر ہے۔ وَقَالَ الَّذِينَ لَا يَرْجُونَ لِقَاءَنَا لَوْلَا أُنزِلَ عَلَيْنَا الْمَلَائِكَةُ أَوْ نَرَىٰ رَبَّنَا وَقَالُوا مَالِ هَٰذَا الرَّسُولِ يَأْكُلُ الطَّعَامَ وَيَمْشِي فِي الْأَسْوَاقِ ۙ لَوْلَا أُنزِلَ إِلَيْهِ مَلَكٌ فَيَكُونَ مَعَهُ نَذِيرًا ؕ أَوْ يُلْقَىٰ إِلَيْهِ كَنزٌ أَوْ تَكُونُ لَهُ جَنَّةٌ يَأْكُلُ مِنْهَا۔ وَمَا مَنَعَ النَّاسَ أَن يُؤْمِنُوا إِذْ جَاءَهُمُ الْهُدَىٰ إِلَّا أَن قَالُوا أَبَعَثَ اللَّهُ بَشَرًا رَّسُولًا ؕ ان کے جواب بہی جابجا قرآن میں دیئے گئے ہیں کہیں یہ کہ اگلے رسول بہی بشر تہے کہاتے پیتے تہے۔ ابراہیم اور اسمٰعیل علیہما السلام جنکو بالاتفاق عرب بزرگ مانتے تہے خصوص قریش مکہ کہ جنہوں نے ان کے نام کے بہی بت بناکر کعبہ میں رکہہ چہوڑے تہے۔ وہ بہی بشر ہی تہے کہاتے پیتے تہے زن و فرزند رکہتے تہے۔ کہیں یہ جواب دیا ہے کہ اگر زمین پر فرشتے آباد ہوتے تو ہم ان کے پاس فرشتوں ہی کو رسول بناکر بہیجتے۔ کیونکہ رسول اور اسکی قوم میں مجانست و اتحاد زبان ایک ضروری بات ہے۔ کہیں یہ ہے کہ اگر فرشتے بہیجتے تو وہ بہی انسان ہی کی شکل میں متشکل ہوکر آتے ورنہ وہ لطیف مخلوق ان آنکہوں سے دکہائی نہ دیتی پہر انپر بہی شبہ کرنیوالے وہی شبہ کرتے کہ کیا دلیل ہے کہ ہم اسکو فرشتہ تسلیم کریں؟ کہیں یہ ہے کہ یہ ہماری رحمت ہے جسکو ہم اس رسالت کے لائق دیکہتے اسکو اس سے مخصوص فرماتے ہیں اسمیں کیسکو کیا کلام کرنے کا حق ہے۔ اور سلسلۂ رسالت بہی ہماری رحمت کا اثر ہے۔ یہ مضمون قرآن میں بہت جگہ ہے +

(۴) بت پرست گروہ۔ انہوں نے جن جن چیزوں کو یا جن اشخاص کو اپنے خیال میں

خدائی کاروبار میں شریک سمجھ رکھا تھا۔ ان کے نام سے پتھروں کی خیالی مورتیں بنا رکھی تھیں اور ان کے وہی نام رکھ چھوڑے تھے پھر جو کچھ عاجزی اور بت پرستی کے طریقے انکے خیال میں آتے تھے اپنے حصول مقاصد و دفع بلیات کے لئے اور کبھی خدا کی خوشنودی کے لئے وہ ان سے برتتے تھے۔ ان کے آگے سجدہ کرتے تھے ہاتھ جوڑ کر عرض حال کرتے تھے ان کے آگے جانور ذبح کرتے اور اس کے خون کو ان پر لگاتے تھے۔ کہ گویا یہ ان بتوں نے کھا لیا ہے۔ ان کے آگے باجے بجاتے اور ناچتے کودتے تھے ان کے گرد طواف کرتے تھے ان پر بعض اوقات اولاد کی قربانی بھی کرتے تھے۔ ان کے ناموں پر جانور چھوڑتے تھے جیسا کہ ہندوستان میں ہندو بتوں کے نام سانڈ چھوڑتے ہیں پھر ان کے جدا جدا نام مقرر کر رکھے تھے۔ بحیرہ۔ سائبہ۔ حام۔ وصیلہ۔ جن کا اس آیت میں ذکر ہے۔ ما جعل اللہ من بحیرۃ ولا سائبۃ ولا وصیلۃ ولا حام ولکن الذین کفروا یفترون علی اللہ الکذب واکثرہم لا یعقلون ٥ (مائدہ) کہ یہ خدا نے مقرر نہیں کئے ہیں تم نے خود بنائے ہیں۔

اور اپنی کھیتی اور مواشی میں سے بھی کچھ حصہ بتوں کے نام مقرر کیا کرتے تھے۔ ان باتوں کا قرآن میں بہت ذکر اور رد ہے ازانجملہ یہ آیت ہے وَجَعَلُوا لِلّٰهِ مِمَّا ذَرَاَ مِنَ الْحَرْثِ وَالْاَنْعَامِ نَصِيْبًا فَقَالُوْا هٰذَا لِلّٰهِ بِزَعْمِهِمْ وَهٰذَا لِشُرَكَآئِنَا فَمَا كَانَ لِشُرَكَآئِهِمْ فَلَا يَصِلُ اِلَى اللّٰهِ وَمَا كَانَ لِلّٰهِ فَهُوَ يَصِلُ اِلٰى شُرَكَآئِهِمْ سَآءَ مَا يَحْكُمُوْنَ ٥ وَكَذٰلِكَ زَيَّنَ لِكَثِيْرٍ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ قَتْلَ اَوْلَادِهِمْ شُرَكَآؤُهُمْ لِيُرْدُوْهُمْ وَلِيَلْبِسُوْا عَلَيْهِمْ دِيْنَهُمْ ط ترجمہ مشرکوں نے خدا کی پیدا کی ہوئی کھیتی اور مواشی میں سے کچھ حصہ خدا کا بھی مقرر کر دیا ہے اور کہتے ہیں یہ تو اللہ کا حصہ ہے اور یہ ہمارے معبودوں کا ہے۔ پھر جو ان کے معبودوں کا حصہ بنایا گیا ہے وہ تو خدا کے پاس نہیں جاتا۔ اور جو اللہ کا حصہ مقرر کیا گیا ہے وہ ان کے

معبودوں کے پاس ہی پہونچ جاتا ہے کیا ہی برا فیصلہ کر رہے ہیں۔ اور اسیطرح بہت سے مشرکین کو ان کے معبودوں نے انکی اولاد کی قربانی بہلی کر دکھائی ہتی تاکہ ان کو برباد کریں اور ان کے دین کو خراب کریں +

پھر ہر قبیلہ اور قوم کے بت بھی جدا جدا تھے چنانچہ بنی کلب۔ ود کا بت اور قبیلہ ھندیل سواع کا اور قبیلۂ مذحج یغوث کا اور قبیلہ ہمدان یعوق کا اور قوم حمیر نسر کا بت پوجتے تھے۔ اور مکہ میں بھی بہت سے بُت تھے۔ اساف و نائلہ کا اور خاص حرم اور مسجد ابراہیمی میں جسکو کعبہ کہتے ہیں تین سو ساٹھ بت رکھہ چہوڑے تھے جنمیں سب سے بڑا خدا اور ہبل تہا۔

مکہ میں اس بت پرستی کا مروج عمرو بن لحی ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے تخمیناً تین سو برس آگے گزرا ہے اور دنیا میں دراصل اوسکا قدیم مروج صابی فرقہ ہی ہے یہ ایک اول گروہ ہے جو حضرت نوح علیہ السلام کے عہد میں او حضرت ابراہیم علیہ السلام کے عہد میں بھی تہا۔ یہ حاذیمون دہرمس یعنے حضرت شیث وادریس علیہما السلام کے قائل تھے۔ پھر یہ مذہب بلاد فارس اور ہند او مصر او یونان و روم میں بھی تہا۔ اور اسکے بعض شعبے عرب میں بھی موجود تھے کس لئے کہ عرب فرشتوں کو بھی پوجتے تھے۔ اور ان میں سے بعض کو خدا کی لاڈلی بیٹیاں ہی کہا کرتے تھے۔ اور جنوں کو بھی بیٹیاں سمجھتے تھے۔ اور اس لئے وہ بھی ستاروں کو پوجا کرتے تھے اور ان کے خاص اقتران کی

ف یعنے وہ اللہ کے نام کی چیز کو بتوں پر چڑھا دیتے تھے اور بتوں کی نام کی چیز کی بڑی احتیاط کرتے تھے خدا کے راہ میں نہیں دیتے تھے بلکہ بتوں ہی پر چڑھاتے تھے ۱۲ منہ

ف خدا کی ہر ایک صفت کا ایک شئے کو مظہر بنا کر اس کے نام کا بُت بنا رکھا تہا۔ خدا کی اوس صفت سے کام لینا اسی بُت کے ساتھ منوط کر رکھا تہا۔ مثلاً خدا کی محبت جسکو ود کہتے ہیں اسکا ایک بت خوبصورت عورت کی شکل کا بنا رکھا تہا ۱۲ منہ

نور رب کہتے تھے اور اسیکو اس عالم کا متصرف و مدبر جانتے تھے بارش کا بھی اسیکو سبب حقیقی تصور کیا کرتے تھے۔ اور ان چیزوں کی پرستش کو تقرب الٰہی کا ذریعہ جانتے تھے۔ مانعبدہم الا لیقربونا الی اللہ زلفیٰ اور جسطرح فرقہ صابیہ انبیاء کا منکر تھا اور کہتا تھا کہ ہم میں اور رسولوں میں فرق ہی کیا ہے۔ وہ بھی انسان ہیں کھاتے پیتے حوائج بشریہ میں آلودہ ہیں) ہم بھی ہیں پھر ان کی اطاعت کیوں کریں اسی اصول پر عرب کا بھی رسالت پر اعتراض تھا۔ ان سب باتوں کا قرآن میں ذکر اور کافی رد ایک جگہ نہیں بلکہ جابجا ہے +

اسکے سوا عرب دیگر صدہا توہمات میں گرفتار تھے کہیں یہ سمجھتے تھے کہ مرُدے کی روح اسکی قبر پہ بیٹھی رہا کرتی ہے اور اپنے قاتل سے انتقام کی طالب رہتی ہے۔ اسکو ہامہ کہتے تھے۔ اور فال اور طلوع شکران کا ایمان تھا۔ وہ اپنی ہر حاجت کا روا کرنا ایک غیر موئی روح سے متعلق سمجھتے تھے۔ حاجات اور مصائب میں انہوں کو پکارتے تھے۔ وہ چڑیل بھوت کے آثار کے معتقد تھے۔

قوت عملیہ کا قصور ایسے ناقص اور غلط اعتقادات پر مبنی ہی ہونا لازمی بات ہے۔ اسلیئے ان کے پاس عبادت اور ذکر الٰہی کا کوئی بھی حصہ نہ تھا۔ قوت شہوانیہ اور غضبیہ کے بندے تھے۔ بڑا بیٹا اپنے باپ کی جوروؤں کو بجز اپنی ماں کے تصرف میں لایا کرتا تھا

سے وجعلوا الملئکۃ الذین ہم عباد الرحمن اناثا ستکتب شہادتہم ویسئلون۔ الا انہم من افکہم لیقولون ولد اللہ۔ وانہم لکاذبون۔ وجعلوا بینہ وبین الجنۃ نسبا ولقد علمت الجنۃ انہم لمحضرون انہوں نے فرشتوں کو جو خدا کے بندے ہیں لڑکیاں بنادیا ان کی شہادت لکھی جاتی ہے اور ان سے پوچھا جائیگا۔ اور انہوں نے خدا میں اور جنوں میں رشتہ قائم کردیا ہے۔ حالانکہ جن خود جانتے ہیں کہ وہ پکڑ کر حاضر کئے جائیں گے۔ حدیث میں آیا ہے لاہامۃ۔ ولاعدوائی کہ ان کی روح نکلکر قبر پہ بیٹھی ہے نہ چھوت لگ جاتی ہے۔ ۱۲ منہ

زنا کاری ایک معمولی قضاء حاجت سمجھی جاتی تھی۔ ذرا بات پر غصہ آگیا تو تو خنجر اور تلوار ہی سے کام لیتے تھے شراب پیتے تھے جوا کھیلتے تھے۔ کسی بیگناہ کا قتل ایک ادنی بات تھی۔ عار و ادبار سے بیٹیوں کو زندہ گاڑ دیا کرتے تھے۔ حلت و حرمت کی کوئی پابندی نہ تھی جہل و غرور اور ضد اور ہٹ انمیں خمیر ہوگئی تھی۔ لوٹ مار معمولی پیشہ ہو رہا تھا۔ الغرض ھمہ ظلمات میں غرق تھی۔ مگر چند لوگ کہ جنکو محصلہ سے تعبیر کیا جاتا ہے کچھ کچھ ملت ابراہیم کے پابند رہتے تھے اور اوس قصر آسمانی کے اگر سیکڑوں من تو وہ خاک میں سے کچھ آثار باقی دکھائی دیتے تھے تو انہیں کے پاس دکھائی دیتے تھے۔ منجملہ ان کے زید بن عمرو بن نفیل تھے جو توحید کا وعظ کعبہ کی دیوار سے تکیہ لگا کر بیان کیا کرتے تھے وہ حشر و نشر اور حساب کے بھی قائل تھے منجلہ ان کے **قیس بن ساعدہ** ایادی تھے یہ مر کر بار دیگر جینے کے بھی معتقد تھے۔ اس بارہ میں ان کے یہ اشعار ہیں ؎ یا باکی الموت والاموات فی جدث + علیهم من بقایا بزهم خرق + دعهم فان لهم یوماً یصاح بهم۔ کما ینبه من نوماته الصعق + منجلہ ان کے **عامر عدوانی** تھے یہ عرب کے حکماء و خطباء میں سے تھے ان کا ایک عمدہ کلام ہے جس کے یہ چند جملے ہیں کہ جو چیز آنے والی ہے وہ جانے والی بھی ہے کوئی ممکن خود بخود پیدا نہیں ہوسکتا۔ اگر مرض ہی موت کی علت تامہ ہوتی تو دوا ہی حیات کی علت ہو جاتی منجلہ ان کے **قیس بن عاصم** تمیمی اور **صفوان** بن امیہ بن محرب کنانی اور **عفیف بن معدیکرب** کندی تھے

عرب کے سوا

اسوقت دنیا میں یہ پانچ مذہب زیادہ مروج تھے اور تمام آباد دنیا انہیں کے پابند تھے۔ اول مذہب مجوسی جو ایران اور خراسان و کابل و ترکستان تک پھیلا ہوا تھا بلکہ عرب کے بھی ایک حصہ میں تھا۔ اور ہندوستان میں بھی نئی صورت بدل کر گنگا جمنا کے شاداب قطعات میں مروج تھا۔ اور اکثر ہندو مذہب اسیکے اصول پر مبنی تھا۔

دوم مذہب عیسوی یہ شام اور کچھ حصہ عرب اور عراق اور ایشیائے کوچک اور یورپ اور افریقہ میں دور تک پھیلا ہوا تھا تیسرا مذہب بودھ وہ قدرے ہندوستان میں اور مشرقی جزائر اور جاپان وچین اور منگولیا منچوریا تبت وغیرہ جہان میں پھیلا ہوا تھا چوتھا مذہب یہودی جو عرب کے بعض حصوں اور شام وغیرہ بلاد میں تھا۔ پانچواں حکمار کا مذہب تھا عام ہے کہ وہ حکمار یونان یا حکمار مصر یا حکمار کلدانی یا حکما ایران وہند ہوں۔ یہ بھی ایک قدیم مذہب ہے بعض باتوں میں حضرات انبیار علیہم السلام سے مطابق بھی پڑ جاتا تھا۔ اور کبھی ان مذاہب میں عمداً حضرات انبیا علیہم السلام (اور الفاظ ان کا) کے ہدایات بھی شامل کر لئے جاتے تھے +

یوں ہے کہ بنی آدم میں سے ایسے بھی لوگ تھے جو بہات کے قائل تھے کہ کوئی چیز بھی موجود نہیں عالم محسوس نہ عالم معقول جو کچھ ہے وہ ہمارا وہم اور خیال ہی ہے۔ اس گروہ کا نام سوفسطائی ہے اور کچھ لوگ ایسے بھی تھے کہ جو کہتے تھے کہ جو چیزیں ہیں حواس سے محسوس ہیں یعنے عالم محسوس وہ تو موجود ہیں باقی وہم وخیال ہے۔ انکے نزدیک نہ خدا ہے نہ مرنے کے بعد ارواح باقی رہتی ہے نہ انپر ان کے نیک و بد کاموں کا دوسرے جہاں میں ثواب ہے نہ عقاب ہے نہ فرشتے ہیں نہ کوئی عالم روحانی ہے انبیار نے لوگوں کی ترغیب و ترہیب کے لئے جنت و دوزخ بتایا ہے۔ ان لوگوں کو طبعی[1] کہتے ہیں پھر ان میں سے بعض نے قدرے ترقی کی اور وہ عالم روحانی کے بھی قائل ہوگئے مگر وہ بھی حضرات انبیار اور ان کے شرائع و احکام کے قائل نہ تھے انبیار علیہم السلام کی نسبت انکا اعتقاد تھا کہ وہ بھی علوم حکمیہ کے مالک ہیں واہب الصور سے ان کے قلوب پر بھی احکام علت وحرمت مصالح عباد و تمدن بلاد کے لئے فائض ہوتے ہیں اور جو کچھ یہ عالم روحانی کے احوال جو انپر منکشف ہوتے ہیں بیان کرتے ہیں در اصل

[1] آج کل یہ گروہ یورپ میں ترقی پذیر ہے۔ اور ان میں بھی ایک ترقی کر کے عالم روحانی کی قائل ہوتے جاتے ہیں

وہ ان کے علوم وادراک عقلیہ ہیں جیسا کہ عرش وکرسی لوح وقلم انکو وہ صور خیالیہ کے ساتھ تعبیر کرتے ہیں اور جو کچھ وہ معاد کے بارہ میں کہتے ہیں کہ جنت ہے اور دوزخ ہے اور جنت میں حور وقصور انہار اور میوے ہیں اور جہنم میں آگ اور طوق وزنجیر ہے یہ سب ترغیب وترہیب ہے ورنہ عالم علوی میں جسمانی چیزیں کہاں ہیں؟ پس جو کچھ انسان اپنے علوم وادراک میں ترقی کر لیتا ہے اور ریاضات سے حقائق الاشیاء اور مبدء ومعاد کا واقف ہو جاتا ہے اسکی استعداد کے موافق وہی اسکی سعادت ہے اور جسقدر جاہل رہتا ہے وہی اسکی شقاوت ہے اس پر مرنے کے بعد جو کچھ اسکو فرحت ہوگی وہی اسکی جنت ہے اور جو کچھ افسوس ہوگا وہی اسکا جہنم ہے۔ ان کو **حکماء الٰہی** کہتے ہیں۔ اور بعض حکماء ایسے بھی تھے کہ جو عالم محسوس اور معقول دونوں کے قائل تھے۔ مگر حدود واحکام کے قائل نہ تھے وہ **فلاسفہ دہریہ** کہلاتے ہیں۔ اور بعض لوگ ہیں جو عالم محسوس اور معقول دونوں کے قائل ہیں اور حدود واحکام بھی صحیح مانتے ہیں مگر انبیاء علیہم السلام اور انکی شریعت کے قائل نہیں وہ **صابی** ہیں۔ اور بعض لوگ وہ ہیں جو محسوس اور عالم روحانی دونوں کے قائل ہیں اور سلسلۂ انبیائی کو بھی برحق مانتے ہیں اور کہتے ہیں کہ بنی آدم میں سے کسیکا بھی ادراک وانکشاف خواہ وہ لاکھ ریاضت کرے اس حد اور کمال کو نہیں پہونچ سکتا کہ اس کے ادراک وانکشاف میں وہم وخیال کی آمیزش سے اطمینان ہو جائے کسلئے کہ انسان اپنے ادراک میں حواس سے مدد لینے کا عادی ہے اور قوت جسمانی سے تربیت یافتہ ہے اس جسمانی پانی سے بدؤ الشعور سے لیکر آخر تک پرورش یافتہ ہے اور یہی سبب ہے کہ بڑے بڑے حکماء کی تحقیقات میں باہم بڑا اختلاف واقع ہوا ہے۔ اور ابتو جدید فلسفہ نے بہت سے پرانے خیالات کو رد کر دیا ہے جنپر بہت لوگوں کو ناز تھا۔ بلکہ ابتک بھی ہے۔ مگر حضرات انبیاء علیہم السلام کہ وہ مؤید من اللہ ہیں وہ اپنی ملکیت میں ملائکہ اور اعلیٰ سے اعلیٰ روحانیات سے بڑھکر ہوتے ہیں وہ عالم روحانی کو عیاناً دیکھتے ہیں

ان سے ناموس اکبر وہاں کے صاف صاف حالات بیان کر دیتا ہے وہ اپنے خدا سے
مشافہۃً کلام کرتے ہیں۔ اسی لئے ان کے علوم میں باہم تعارض نہیں۔ انکی دو جانب
ہوتی ہیں۔ ایک اعلیٰ جو مجردات کیطرف بلند ہوتی ہے۔ اس سے وہ وہاں کے علوم فقہ
و معارف صادقہ حاصل کرتے ہیں دوسری اسفل جو عالم محسوسات کیطرف مائل ہوتی ہے
اس سے وہ بندگان خدا کو ان اسرار سے مطلع فرماتے ہیں۔ حکمار کی عمر بھر کی سیر علوم و
انکشافات جو بڑی ریاضات پر مبنی ہوتی ہی انکی سیر کا اول قدم ہے پھر انکے مقابلہ میں ان ناقصوں کی کس بات
کا اعتبار ہو سکتا ہے؟۔ اور ان کی ملکیت کے کمال کی ایک ادنے دلیل یہ بھی ہے کہ جو
کام بڑی سے بڑی جسمانی قوت سے صادر نہیں ہو سکتے وہ ان کی قوت ملکیہ سے بہت جلد
ظہور پذیر ہو جاتے ہیں۔ یعنے معجزات و خرق عادات برخلاف حکمار کے کہ وہ اس کوچہ
میں پاشکستہ اور طفل مکتب ہیں۔

پھر ان کے کئی گروہ ہو گئے ہیں پس وہ جو حضرت آدم علیہ السلام سے لیکر حضرت
محمد صلے اللہ علیہ وسلم تک جملہ انبیار اور ان کی ہدایتوں اور ان کی کتابوں کو مانتے ہیں وہ
اہل اسلام ہیں اور جو بعض کو مانتے اور بعض کو نہیں مانتے پھر ان کے کئی قسم ہیں وہ جو
صرف حضرت موسے اور حضرت یوشع علیہما السلام تک نبیوں کو اور توریت کو مانتے
ہیں وہ **سامری** ہیں اور جو اس کے بعد کے انبیار کو بھی بجز حضرت عیسے علیہ السلام کے
مانتے ہیں وہ **یہود** ہیں اور وہ جو حضرت عیسے علیہ السلام اور ان کے حواریوں اور
ان کے نوشتوں کو بھی مانتے ہیں صرف حضرت محمد صلعم کو نہیں مانتے وہ **عیسائی**
ہیں۔ (از ملل و نحل مصنفہ محمد بن عبد الکریم شہرستانی متوفی ۵۴۸ھ ہجری)

مجوسی کی بابت علمار کی مختلف رائیں ہیں بعض تو ان کو بھی سامریوں کیطرح اہل کتاب اور
سلسلۂ انبیائی کے ماننے والوں میں شمار کرتے ہیں اور بعض علمار صابیوں کی ایک مخلوط
شاخ لکھتے ہیں۔ مگر حق یہ ہے کہ مجوسی کے مختلف فرقے ہیں سب کا ایک حکم نہیں بعض

سلسلۂ انبیاء کی مانتے ولو نہیں داخل ہیں ۔ بعض حکمائ او صابی سے مخلوط ہیں بعض حکما اور انبیائی سلسلے سے مرکب ہیں۔ اسیطرح ہنود کی بھی بہت فرق ہیں بعض وہ ہیں جو ویدوں اور شاستروں کو مانتے ہیں بعض وہ ہیں جو انہیں سے کسیکو بھی نہیں مانتے جیساکہ بودھ جینی۔ جوگی سنیاسی بعض انہیں بھی دہریہ اور طبیعیہ ہیں بعض صابیوں اور یہود سے مرکب ہیں پھر ایک دوسرے سے مخلوط ہو کر بیشمار مذاہب پیدا ہو گئے ہیں اب ہر فرقے کیحالت جداگانہ سنیئے۔

حکما کے جسقدر فرق ہیں اول تو وہ خداشناسی میں بمراحل دور پڑے ہوئے ہیں ٹھوکریں کھا کر خدا بھی ثابت کیا ہے تو مجبور محض جو ہزاروں خیالی قیود میں جکڑا ہوا ہے نہ اسکو جزئیات مادیہ کا علے وجہ التفصیل علم ہے نہ وہ مادہ اور افلاک عقول کو فنا کرنے پر قادر ہے نہ توبہ و استغفار سے جرائم کی سزا اٹھا سکتا ہے (اور جب عالم قدیم ہے تو اسنے عالم کی کسی ایک چیز کو بھی پیدا نہیں کیا) جب سے وہ ہے تب سے عالم بھی ہے پھر جہاں تک تاریخ پتا دی رہی ہے وہ یہ ہے کہ حکما نیرات کو پوجتے تھے +

خیر کچھ بھی ہو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کیوقت یہ حکمت فلاسفہ یونان میں بھی گاؤخورد ہو چکا تھا اسوقت تو یونانی بھی عیسائی تھے ۔ اور عیسوی مذہب کا حال آگے آتا ہے ۔ اور جب حلت و حرمت اور حدود و احکام کی پابندی نہیں تھی تو وہ زیادہ سے زیادہ اسوقت کی طبعی لذ مہریوں جیسے ہی آزاد اور شہوات و لذات میں گرفتار ہونگے جیساکہ آج کل کے فلاسفہ یورپ ہیں جن کے افعال و حرکات سے انسانیت کو بھی لاج لگتی ہے ۔ نعوذ باللہ +

یہود کی حالت خراب ہونے کی دلیل حضرت مسیح علیہ السلام کی بعثت ہے ۔ وہ اصلی توریت اور صحف انبیاء علیہم السلام کھو بیٹھے تھے ۔ اور جو کچھ بچا کھچا وغیرہ ان کے پاس تھا اسمیں بھی تحریف و تبدیل ہو گئی تھی پھر اوسپر بھی انکا عمل درآمد نہ تھا ۔ ان کے بڑے بڑے بادشاہوں ہی کے عہد میں بت پرستی اور بداطواری طاری ہو چکی تھی ۔ انبیاء علیہم السلام کا نصیحت پر قتل کر ڈالنا ان کے ہاں کا دستور ہو گیا تھا ۔ و یقتلون الانبیاء بغیر حق ۔ حضرت ذکریا ۔ یحییٰ و عیسیٰ علیہم السلام کو ان کے ہاتھوں کیا کیا تکلیفیں نہیں پہونچیں ۔ اسپر ان کے احبار کی حب جاہ و مال اور دین فروشی اور مسائل پر رشوت ستانی

اور یہی آفت تھی وَاَکلِھِمُ السُّحْتَ ان میں فرقہ صدوقیہ تو حشر اور اعمال کے حساب کا بھی منکر تھا۔ خدا کی تقدیس میں تشبیہ کا دھبہ لگا رکھا تھا۔ جیسا کہ توریت میں لکھا ہے کہ خدا نے آسمان و زمین پیدا کر کے ساتویں دن آرام کیا جسکے رد میں قرآن میں آیا ہے۔ وَمَا مَسَّنَا مِنْ لُغُوْبٍ۔ اور یہ کہ خدا آدم کو پیدا کر کے اسکی نیک و بد کی پہچان کے سبب پچھتایا۔ (توریت سفر الخلیقہ) اور انبیا علیہم السلام کی نسبت بھی فحش اور غلط اتہام لگا رکھے تھے توریت میں ہے کہ ہارون علیہ السلام نے موسے کے بعد بچھڑا پجوایا۔ اور یہی بنی اسرائیل کی گمراہی کے باعث ہوئے۔ یہ وہ ہارون ہیں جو خدا کے گھر کے کاہن تھے جن کے لئے پیراس بھی اتری تھی۔ اور یہ بھی توریت میں ہے کہ حضرت لوط پیغمبر نے جبکہ وہ ان بستیوں کو چھوڑ کر چلدیئے تھے کہ جنپر عذاب نازل ہوا تھا۔ شراب پیکر اپنی دونوں بیٹیوں سے زنا کیا جن سے موابی وغیرہ قوموں کے جد اعلے پیدا ہوئے۔ اور یہ بھی عہد عتیق کے صحیفوں میں ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام نے اوریا کی عورت بتسبع سے زنا کیا اور اس کے خاوند کو حیلہ سے مروا ڈالا۔ جسپر ناتن نبی کی معرفت انپر عتاب ہوا۔ یہ وہ داؤد ہیں کہ جن کی طرف متیٰ کاتب حواری نے حضرت مسیح علیہ السلام کا نسب پہونچایا ہے اور جن کی کتاب زبور الہامی سمجھی جاتی ہے اور یہ بھی لکھا ہوا ہے کہ سلیمان علیہ السلام نے غیر قوموں کی عورتیں خلاف حکم شریعت کے گھر میں ڈالیں۔ اور ان کی خاطر سے بت خانے بنوائے اور خود بھی بت پرستی کی۔ کتاب صموئیل و کتاب تاریخ ملاحظہ ہوں۔ اور بھی بہت سی خرافات باتیں ہیں ❖

ان کرتوتوں پر یہ بھی دعویٰ تھا کہ ہم حضرت ابراہیم کی نسل ہیں جن سے وعدہ ہو چکا ہے کہ میں انہیں برکت دوں گا اور انپر جو کچھ بھی وہ کریں دوزخ کی آگ حرام ہے۔ لَنْ تَمَسَّنَا النَّارُ اِلَّآ اَیَّامًا مَّعْدُوْدَۃً وَ نَحْنُ اَبْنٰٓؤُا اللّٰہِ وَاَحِبَّآؤُہٗ کہ ہم خدا کے فرزند اور دلبند ہیں۔ اور یہ بھی گھمنڈ تھا کہ نبوت ہمارے ہی خاندان کے ساتھ

مخصوص ہے جیسکے رو میں قرآن میں آیا واللہ یختص برحمتہ من یشاء ۔ وغیرہ لک سامریوں کا ان سے بھی بدتر حال تھا۔

عیسائی مذہب

بے شک ایک پاک مذہب اور منجانب اللہ تھا۔ مگر دوسری بلکہ اول ہی صدی عیسوی سے اسپر وہ آفات نازل ہونے شروع ہوئے کہ جن کا بیان نہیں۔ ان قیصر گردیوں میں وہ ہادی تتر بتر ہو گئے۔ ایسی حالت میں ان کے پاس سے وہ کتاب کہ جسکو انجیل اصلی کہنا چاہیئے جو خود حضرت مسیح پر الہام ہوئی تھی تلف ہوگئی۔ یونانی اور رومی لوگوں کے اس مذہب میں ملنے سے نئے نئے خیالات پیدا ہوگئے اور عیسائی پیشواؤں کے فلسفی طریق اختیار کر لینے سے دلائل اور بیان میں نور ونق آگئی۔ مگر یہ قباحت پیدا ہوگئی کہ جسطرح یونانی فیلسوف اپنے خیالات رواج دینے کو اپنی تصانیف مشہور اشخاص کیطرف منسوب کر دیا کرتے تھے اسیطرح عیسائی بھی کرنے لگے۔ اس لئے اناجیل تصنیف کرنے کا بازار گرم ہوا۔ اور لوگوں نے شتر کے قریب انجیلیں تصنیف کیں کسینے کسی حواری کے نام سے نامزد کی کسینے دوسرے کسی معتبر شخص کے اور سب ہی نے ان کو حضرت مسیح علیہ السلام کی انجیل کہنا شروع کر دیا جنمیں سے یہ چار انجیلیں جو متی لوقا۔ مرقس یوحنا کیطرف منسوب ہیں عیسائیوں میں زیادہ معتبر ہیں۔ اور یہیں انمیں بھی الحاق اور تبدیل و تغیر شروع ہوا اور عیسائی علماء میں ان کی بابت بڑی بڑی بحثیں ہوئیں اسیطرح حواریوں کے خطوط میں بھی بڑے بڑے جھگڑے برپا ہوئے۔

اور جب قسطنطین اعظم چوتھی صدی عیسوی میں اس مذہب میں داخل ہوا تو اس کے رجحان طبیعت کا بھی مذہب پر بہت ہی اثر پڑا۔ عیسائیوں کی سات جماعتیں جداگانہ قائم ہوگئیں تھیں جنکو وہ **کلیسیا** کہتے ہیں۔ کلیسائے یروسلم۔ کلیسائے یونانی کلیسائے روم وغیرہ ان کلیسائیوں میں باہم اختلافات پیدا ہوئے۔ اور ابتک ہیں

اور اسی زمانہ میں تثلیث اور الوہیت مسیح اور کفارہ کا مسئلہ بھی نمودار ہو چلا تھا اور اس میں قیل و قال شروع ہوگئی تھی چنانچہ ۳۲۵ء میں شہر نائس میں جبکہ آریوس نے الوہیت مسیح کا انکار کیا تو بحکم قسطنطین ایک کمیٹی منعقد ہوئی اور اسمیں چند مشکوک کتابیں پیش بھی ہوئیں جنمیں سے صرف کتاب یہودیت واجب التسلیم رہی۔ ملاحظہ ہو مقدمہ جیروم۔ اس کے بعد پھر ایسے ہی منازعات فیصلہ کرنے کے لئے شہر لوڈیسیا میں ایک انجمن قائم ہوئی اس مجلس میں علاوہ کتاب یہودیت کے اور سات مشکوک کتابیں واجب التسلیم قرار پائیں جنکے یہ نام ہیں ÷

(۱) کتاب استر (۲) یعقوب کا خط (۳) پطرس کا دوسرا خط (۴-۵) یوحنا کے دونوں خط۔ (۶) یہودا کا خط (۷) یونس کا خط اور کتاب مکاشفات یوحنا کو مشکوک ہی رہنے دیا۔ پھر ۳۹۷ء میں بمقام کارتھج ایک اور مجلس قائم ہوئی جنمیں علاوہ اگسٹائن کے جو اپنے وقت کا بڑا مجتہد تھا ایک سو چھتیس ۱۳۶ اور بھی بڑے بڑے عیسائی عالم شریک تھے۔ اس مجلس نے پہلی مجلسوں کے حکم کو قائم رکھ کر سات اور مشکوک کتابوں کو واجب التسلیم ٹھہرایا اور اس کے بعد بھی اور مجلس قائم ہوئیں جنمیں وہ سب کتابیں واجب التسلیم رہیں۔ مگر بارہ سو برس کے بعد فرقہ پروٹسٹنٹ پیدا ہوا جسنے ان مقبولہ کتابوں میں سے یہ سات کتابیں یک لخت ردی اور لغو سمجھکر فہرست کتب الہامیہ سے خارج کر دیں۔ (۱) کتاب باروح (۲) کتاب توبیاس (۳) کتاب یہودیت۔ (۴) کتاب وِزڈم (۵) کتاب ایکلیزیاسٹیکس (۶-۷) مقابیین کی دونوں کتابیں۔ اور کتاب استر کے سولہ بابوں میں سے صرف نو ۹ باب باقی رہنے دیے ÷

اس سے آپ کتب الہامیہ مسلمہ عیسائی فرق کی حقیقت سے تو بخوبی واقف ہوگئے ہونگے۔ ایسی طوفان بے تمیزی میں شہر رومہ ملک اٹلی میں پوپ بھی قائم ہوئے پھر ایک پوپ اپنے عہد میں نائب مسیح علیہ السلام سمجھا جاتا تھا وہ احکام حلت و حرمت

بھی جاری کرتا تھا دینی دستورات کی ترمیم بھی اسیکے ہاتھ میں تھی وہ گناہوں کی معافی کی معمولی نذرانہ کے بعد چھٹی بھی دیا کرتا تھا۔ ان کی حرام کاری اور خرافات کا کچھ انتہا نہ تھا جن سے ناراض ہوکر **مارٹین لوتھر** جرمنی نے مذہب عیسوی کی ترمیم کرنی شروع کی فرقہ پرٹسنٹ کا جو جرمن اور انگلینڈ وغیرہ ممالک میں آباد ہے وہی پیشوا ہے۔

اسیطرح مذہب عیسائی میں بلحاظ اختلاف عقائد بہتر سے زیادہ فریق پیدا ہو گئے جن کا اصول دین میں اختلاف ہے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے وقت عیسائیوں میں بت پرستی۔ قبر پرستی توہمات پرستی۔ مروج تھی بداطواری دینی پیشواؤں میں عام مروج تھی۔ سب سے بڑھکر یہ تین خراب اصول جب بھی تھے اور اتبک بھی ہیں (۱) **تثلیث** کہ خدا اور روح القدس[1] اور حضرت عیسےٰ خدائی کے تین اقنوم یا جزو ہیں تینوں الوہیت میں ازلیت ابدیت میں مساوی اور پھر تینوں ملکر ایک خدا نہ تین خدا اسکو وہ توحید فی التثلیث کہتے ہیں۔ بعض بعض فرقے اس کے قائل بھی نہ تھے اور اب بھی بعض قائل نہیں۔ جیسا کہ فرقہ **یونیٹرین**۔ گرچہ یہ بدیہی البطلان عقیدہ ہے مگر تاہم اسکے بطلان پر علماء اسلام نے بہت دلائل قائم کئے ہیں۔ از انجملہ یہ ہے (۱) کہ یہ تینوں اپنے وجود اور تشخص میں ممیز ہیں یا نہیں ؟ اگر ہیں تو تین اشخاص جداگانہ ہوئے نہ ایک پھر ایک کہنا غلط اور اگر نہیں تو تین نہوئے ایک ہی ہوا پھر تین کہنا غلط (۲) تینوں ملکر خدائے مستقل ہوتے ہیں یا جداگانہ بھی ہر ایک خدا ہے اول صورت میں ہر ایک کو خدا کہنا غلط نہ خود خدا خدا ہے نہ روح القدس خدا ہے نہ حضرت مسیح خدا ہیں۔

---

[1] فسطورا عیسائی نے جو ایک فریق کا پیشوا مامون رشید کے عہد میں تھا۔ اس تثلیث کی یوں توضیح کی ہے کہ اصل ذات اللہ ایک ہی ہے۔ اس میں تعدد و تکثر نہیں مسیح صفت علمی، اور روح القدس صفت حیات کا انضمام ہوکر تین اقنوم ہو گئے مجموعہ کو واحد کہتے ہیں یہ بھی غلط توضیح ہے ۱۲ منہ

دوسری صورت میں مستقل خدا ہونے نہ ایک پھر توحید نہ رہی۔ (۳) حضرت مسیح کو جب خدا کا بیٹا کہا جاتا ہے تو باپ اور بیٹے میں ضرور تقدم ذاتی اور زمانی ہے اب اوس مرتبہ میں کہ جب خدا مسیح کا باپ تھا تو خدا خدا تھا یا نہیں اگر تھا تو پھر یہ کہنا کہ تینوں ملکر ایک خدا ہوا غلط ہے کیونکہ وہ اس سے پہلے ہی خدا تھا اور اگر نہیں تو مسیح بھی خدا نہیں ہوسکتا اس لئے کہ جب باپ ہی خدا نہ تھا اور نقص کی حالت میں اوس سے مسیح پیدا ہوئے۔ تو یہ کیونکر خدا ہوگئے خچر سے گھوڑا نہیں پیدا ہوسکتا۔

اس بدعقیدہ کا ابطال قرآن میں بہت عمدہ طور سے کیا گیا ہے ازان جملہ لقد[1] كفروا الذين قالوا ان الله ثالث ثلثة وما من اله الا اله واحد الآیہ۔ ازاں جملہ یہ ہے ولا[2] تقولوا ثلثة انتهوا خيرا لكم انما الله اله واحد عرب کے عیسائی تو مریم کو بھی خدائی میں شریک جانکر پوجتے تھے۔ حضرت مسیح اور مریم کی تصاویر کو سجدہ کیا جاتا تھا اور وقت مصیبت ان کے نام کی دہائی دیجاتی تھی۔ انہیں سے ہی حاجات کا سوال کیا جاتا تھا۔ اب بھی نماز میں جو دعائیں عیسائی پڑھتے ہیں انہیں بجائے خدا کے حضرت مسیح علیہ السلام ہی سے سوال ہوتا ہے۔ اور رومن کیتھولک تو صاف صاف انکی پرستش کرتے ہیں۔

(۴) الوہیت مسیح۔ عیسائی حضرت مسیح کو خدا ہی کہتے ہیں اسلئے قاضی الحاجات دافع البلیات جانکر انکو پکارتے ہیں حالانکہ یہ بھی بہت غلط خیال ہے افراط محبت سے پیدا ہوگیا ہے اور ہر قوم نے آخر کار اپنے ہادیوں کو خدا بنا کر چھوڑا ہے پھر انہیں کے نام کے بت بنا کر پوجنے لگے اسی لئے نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم نے کلمہ نجات میں لا الہ الا اللہ کے بعد محمد رسول اللہ کہنے کی تعلیم فرمائی اور کلمہ شہادت میں اشہد ان لا الہ الا اللہ

الوہیت مسیح

[1] البتہ کافر ہوگئے کہ جنہوں نے یہ کہدیا کہ خدا تین میں کا تیسرا ہے حالانکہ نہیں ہے کوئی خدا۔ مگر خدائے واحد ۱۲ منہ

[2] تین مت کہو اس سے باز آؤ تمہاری بہتری ہے خدا تو صرف ایک ہی خدا ہے ۱۲ منہ

کے بعد یہ بھی شہادت قائم کی واشہد ان محمداً عبدہ و رسولہ جسطرح خدا کی وحدانیت کی شہادت رکن ایمان ہے اسیطرح حضرت محمد کی عبدیت اور رسالت کی گواہی بھی رکن ایمان ہے۔

اس کے بعد جو کوئی جاہل مسلمان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یا ان کی اولاد کو یا حضرت علی کو یا اور کسی بزرگ یا ولی کو خدا کہے یا ان کے لئے الوہیت کی شان ثابت کرے یا اپنے اندر اظہار عبدیت کرے وہ مسلمان نہیں +

اس کا رد بھی قرآن میں بکثرت ہے از انجملہ یہ آیت ہے لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ - قُلْ فَمَنْ يَّمْلِكُ لَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا اِنْ اَرَادَ اَنْ يُّهْلِكَ الْمَسِيْحَ ابْنَ مَرْيَمَ وَاُمَّهٗ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا۔

(۳) وہ پیار اور عزت کے لئے حضرت مسیح کو خدائے بیچون و بے چگون کا بیٹا بھی کہتے تھے۔ اور اب بھی کہتے ہیں۔ جہاں تک عیسائی عالموں کی کتابیں دیکھنے میں آئیں اس کے دو سبب معلوم ہوئے اول یہ کہ اناجیل میں اس لفظ کا اطلاق حضرت مسیح پر ہوا ہے خود مسیح نے اپنے آپ کو خدا کا بیٹا اور خدا کو اپنا باپ کہا ہے (دوئم) یہ کہ مسیح نے ان چیزوں یا ان کاموں کو جو خدا کیطرف منسوب ہوتے ہیں اپنی طرف نسبت کیا ہی (ملاحظہ ہو مفتاح الاسرار مصنفہ پادری فانڈر۔

اول بات کا جواب یہ ہے کہ اگر یہ تسلیم بھی کر لیا جائے تو اسکی وجہ یہ ہے کہ پیار اور محبت میں اگلے زمانہ میں یہ الفاظ مخصوص بندوں پر بولے جاتے تھے اس کے یہ معنی نہ تھے کہ در اصل وہ خدا کے بیٹے ہیں۔ چنانچہ کتاب لوقا کے ۳ باب میں آدم کو خدا کا بیٹا لکھا ہے اور پھر توریت کتاب پیدایش کے ۶ باب ۲ درس میں شیث کو بھی خدا کا بیٹا لکھا ہے پھر اسرائیل کو بھی توریت سفر خروج کے چوتھے باب میں خدا کا بیٹا کہا ہے۔

سلہ بیشک وہ لوگ کافر ہوگئے جنہوں نے یہ کہدیا کہ اللہ تو مسیح بن مریم ہے اے پیغمبر انسے کہدو کہ اگر خدا مسیح اور انکی ماں کو اور سب زمین کے رہنے والوں کو ہلاک کر دینا چاہے تو تمہارے لئے کون اسبات کا مقدور رکھتا ہی کہ ہلاک کرنے سے منع کرے ۱۲ منہ

پھر کتاب یرمیاہ کے ۳۱ باب میں افرائیم کو بھی خدا کا بیٹا لکھا ہے۔ اسیطرح داؤد کو خدا کا بڑا بیٹا ۹۸ زبور کے ۲۶ و ۲۷ باب میں کہا ہے پھر سلیمان کو اول کتاب تاریخ ۲۲ باب میں خدا کا بیٹا لکھا ہے پھر ۲ کتاب صموئیل کے ۷ باب میں تمام اسرائیلیوں کو خدا کا فرزند لکھا ہے پھر رومیوں کے خط کے ۹ باب میں تمام عیسائیوں کو پولس نے خدا کا فرزند بتایا ہے۔

(۳) بات کا یہ جواب ہے کہ اختصاص کے لئے غلام آقا کے املاک کو اور رعیت بادشاہ کے املاک اور عزت کے کاموں کو اپنی طرف منسوب کر دیا کرتے ہیں یہ عام محاورہ ہے۔

اگر عیسائی اس سبب سے خدا کا بیٹے کہتے ہیں کہ آپ نے مردے زندہ کئے تھے۔ جیسا کہ انجیل مرقس کے ۱۵ باب میں ہے تو حضرت الیاس کا بھی مردیکو زندہ کر دینا اول کتاب سلاطین کے ۱۷ باب میں لکھا ہے اسیطرح ۲ کتاب السلاطین کے ۱۳ باب میں الیسع نبی کی مدفون لاش سے بھی مردے کا زندہ ہو جانا لکھا ہے۔ اگر اس لئے بیٹا کہتے ہیں کہ وہ بغیر باپ کے پیدا ہوئے تھے تو حضرت آدم بغیر باپ اور بغیر ماں کے پیدا ہوئے تھے اور بہت سے لوگوں کی نسبت مورخوں نے بغیر باپ کے پیدا ہونا بیان کیا ہے۔ الشقوبلی کے بھی تین بیٹے بغیر باپ کے مورخین نے لکھے ہیں۔ اسیطرح مسٹر کاکرن نے تاریخ چین میں لکھا ہے کہ ولادت مسیح سے تخمیناً چھ سو برس آگے ایک عورت پر شعاع آفتاب نازل ہوئی اور اسی دن سے وہ حاملہ ہو گئی اور وہ حمل بیتالیس برس رہا جس سے ایک سفید بالوں کا لڑکا پیدا ہوا جسکو حکیم لاؤزی کہتے ہیں۔ لاؤزی کے معنی ہیں پیر بالغ یہی وہ لاؤزی ہے کہ جس کی پرستش چین میں مروج ہے۔ (دروغ بگردن راوی)

ابنیت کو بھی خدا تعالیٰ نے قرآن میں بڑی مستحکم دلیلوں سے رد فرمایا ہے ایک جگہ فرمایا اِنَّ مَثَلَ عِيسٰى عِنْدَ اللّٰهِ كَمَثَلِ اٰدَمَ۔ ایک جگہ فرمایا ہے۔

سُبحانہٗ ان یکون لہ ولد لہ ما فی السماوات والارض ایک جگہ فرمایا ہے۔ اللہ الصمد لم یلد ولم یولد۔

(۳) خرابی یہ پیدا ہوگئی تھی کہ حضرت مسیح کی مصلوبی کو جو یہود کے ہاتھ سے ہوئی تھی لوگوں کے گناہ کا **کفارہ** خیال کرنے لگے۔ کہ وہ جو آدم نے خدا کی نافرمانی کی تھی اوس کے حکم بغیر اوس درخت ممنوع میں سے کچھ کھا لیا تھا وہ گناہ نہ ان کی اوس سزا سے معاف ہوا کہ وہ جنت سے نکالے گئے مدتوں پریشان روتے پھرے نہ ان کی توبہ و استغفار سے معاف ہوا بلکہ وہ نسل درنسل سب بنی آدم پر منتقل ہوتا چلا آتا تھا۔ اور خدا کو اس کی سزا دیئے بغیر چارہ نہ تھا کیونکہ عیسائی عقیدہ میں ہر گناہ کی سزا جہنم ضروریات ہے۔ اس گناہ موروثی سے حضرات انبیاء علیہم السلام بھی پاک نہ تھے اب اسکی سزا بھی دی تو کسکو اپنے پیارے فرزند مسیح کو اسلئے ان کو باوجودیکہ ایلی ایلی لما سبقتانی کہہ کر فریاد اور آہ وزاری بھی کرتے رہے مگر خدائے عادل کب توجہ فرمانے والا تھا اس لئے اوس معصوم کو صلیب پر یہود کے ہاتھ سے چڑھوا ہی دیا۔ اور انہوں نے بڑی تکلیف سے چیخ کر جان دی اور تمام مخلوق کے گناہوں میں انہیں کو ملعون بنا کر تین روز جہنم میں رکھا اور وہ تمام دنیا کے لئے **کفارہ** ہوگئے۔ یہ اعتقاد اکثر عیسائیوں کا ہے۔ پولوس کے خطوط ملاحظہ ہوں۔ مجھے اس خداوندی انصاف پر ایک احمق عادل بادشاہ کی **حکایت** یاد آئی جسکا ذکر لطف سے خالی نہیں +

کوئی چور کسی جولاہے کے گھر میں رات کو چوری کرنے گیا اندھیری میں اسکی جامہ بافی کی کوئی سلائی اوس کی آنکھ میں گھس گئی جس سے اسکی آنکھ پھوٹ گئی صبحکو چور عدالت میں حاضر ہو کر جولاہے سے انتقام کا خواہاں ہوا۔ بادشاہ عادل نے حکمدیا کہ ضرور آنکھ کے بدلے آنکھ پھوڑ دینی چاہیئے جولاہے کا کوئی عذر نہ سنا گیا آخر جب جولاہے نے دیکھا کہ یہاں تو اندھیر ہے کوئی ایسا ہی عذر تم بھی کرو جس سے رستگاری ہو اسنے کہا خداوند نعمت مجھے تو دونوں آنکھوں سے کام پڑتا ہے آنکھ جاتی رہے گی تو کیا

کماؤں گا بال بچے بھوکوں مرجائیں گے مرے بدلہ سنار کی آنکھ نکلوا دیجئے۔ کیونکہ وہ جب کام کو غور سے دیکھتا ہے تو ایک آنکھ سے دیکھتا ہے دوسری بند کر لیتا ہے حکم دیا جاؤ کسی سنار کو پکڑ لاؤ ایک کمبخت سنار کو پکڑ لائے وہ ہر چند عذر کرتا رہا کہ حضور میرا کیا قصور ہے مجھے کیوں سزا دیجاتی ہے۔ جواب ملا کہ یہ سچ ہے مگر ہمکو تو ایک آنکھ کے بدلے ایک آنکھ کا نکلوا دینا بقاعدہ عدالت وشان شاہی ضروری امر ہے۔ آخر الامر غریب کی آنکھ نکلوا ہی ڈالی +

اصل اس **بدعت** کے موجد حضرت پولوس[1] مقدس ہیں جنکی اصلی غرض اس سے شریعت انبیاء و احکام توریت سے آزاد کرا دینا تھا۔ چنانچہ وہ اپنے اس دوسرے خط میں جو قرنتیوں کو لکھا ہے اسکے تیسرے باب ۱۳-۱۴ جملے میں فرماتے ہیں۔ ہم موسے کی مانند نہیں جس نے اپنے چہرے پر پردا ڈالا۔ اور پھر اوس خط میں جو عبرانیوں کو لکھا ہے اسکے ساتویں باب میں لکھتے ہیں۔ اگلا حکم اسلئے کہ کمزور اور بیفائدہ تھا اوٹھ گیا۔ اور ایک جگہ شریعت پر عمل کرنا موجب لعنت قرار دیتے ہیں اور اس

[1] پولوس حضرت مسیح علیہ السلام کے بعد حواریوں میں آملا تھا کبھی وہ اپنے آپ کو عبرانی اور کبھی رومی الاصل کہتا تھا دین کے رواج دینے کیو وجہہ جھوٹھ بولنا بھی جائز سمجھتا تھا وہ تمام حواریوں پر غالب آگیا تھا اکثر عیسائی اسکے قول کو معتبر ماننے لگے تھے۔ بولنجر صاحب اپنی کتاب وقایع پولوس کے دوسرے باب میں لکھتے ہیں کہ گری ساشن صاحب دینی اوس تفسیر میں جو انہوں نے کتاب اعمال پر چوتھی صدی عیسوی میں لکھی ہے یوں لکھتے ہیں کہ فرقہ نزارسی جو ابتدا اور صدی عیسوی میں تھا وہ پولوس کے خطوط کو نہ مانتا تھا اور کہتا تھا کہ ختنہ اور تعظیم سبت اور جملہ احکام شریعت کو پولوس نے مٹا ڈالا۔ اسیلئے اہل اسلام بھی پولوس کو اچھا نہیں سمجھتے نہ ان کے قول کا اعتبار کرتے ہیں نہ انکو حواری جانتے ہیں ۱۲ منہ

[2] یعنی جنگلوں میں جو موسیٰ کو ملے تھے یہی تھے کہ خدا کو واحد لاشریک جاننا۔ ماں باپ کی تعظیم کرنا۔ زنا نکرنا۔ ہمسایہ کو نہ ستانا۔ خون نکرنا۔ جھوٹی گواہی نہ دینا وغیرہ ۱۲ منہ

خط میں جو طیطس کو لکھا تھا صاف لکھتے ہیں کہ پاکوں کو ہر چیز پاک ہے۔ پھر ان کے بعد بھی
جو مارٹین لوتھر مصلح دین عیسوی اور فرقہ پراٹسٹنٹ کے پیشوا گزرے ہیں اس سے بھی
زیادہ آزادی عطا فرماتے ہیں چنانچہ مسٹر وارڈ اپنی کتاب اغلاط نامہ مطبوعہ ۱۸۴۱ء عیسوی کے
صفحہ ۳۷ میں مارٹین لوتھر کے اقوال نقل فرماتے ہوئے یوں لکھتے ہیں کہ جناب ممدوح اپنی
ایک کتاب کی تیسری جلد کے صفحہ ۴۰-۴۱ میں فرماتے ہیں ہم نہ سنیں گے موسیٰ کی بات نہ اسکو
دیکھیں گے کیونکہ وہ صرف یہودیوں کے لئے تھا اور اسکو ہم سے کسی بات میں علاقہ نہیں۔
اور پھر اپنی دوسری کتاب میں فرماتے ہیں کہ ہم نہ موسیٰ کو قبول کریں گے نہ اسکی توریت کو
کیونکہ وہ عیسے کا دشمن تھا۔ پھر لکھتے ہیں کہ ہمکو توریت کی اس حکموں سے بھی کوئی تعلق
نہیں تمام بدعات انہیں دس حکموں سے پیدا ہوئے ہیں۔ انتہے۔ باوجودیکہ حضرت
مسیح علیہ السلام تو یہ فرماتے تھے کہ توریت کا تو ایک شوشہ بھی نہ ٹلیگا۔ اور میں اسکی تکمیل کرنے
آیا ہوں نہ مٹانے کو مگر پولوس نے تمام توریت کے احکام کو مٹا ڈالا۔ توریت میں سور۔
شراب سب کچھ حرام ہے مگر عیسائی حضرت رسول کریم کی بعثت سے پہلے سے ہی سب سے
آزاد تھے ان کے نزدیک موجب نجات صرف انہیں تین باتوں پر یقین کر لینا تھا۔ اور اب بھی
یہی ہے اور اسیکو عیسوی ایمان سمجھا جاتا ہے۔

اس کے بعد ہر طرح سے آزادی ہے جو چاہے کھاتے پئے جو چاہے کرے۔
سب گناہ حضرت مسیح اٹھا کر لے گئے۔ اسلئے عیسائی ملکوں میں بدکاری کی بے حد کثرت ہے۔
اس خیال کو بھی قرآن نے متعدد آیات اور متعدد سورتوں میں رد فرمادیا ہے از انجملہ
یہ ہے ولا تزر وازرۃ وزر اخریٰ کہ کوئی شخص کسی دوسرے کا گناہ نہیں اٹھاتا۔
اور بہت خرابیاں پیدا ہوگئی تھیں جنکا ذکر عیسائی مورخوں نے تاریخ کلیسا میں کیا ہے
لیکن یہ واضح رہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت تک اگر کچھ لوگ خدا پرست
پائے جاتے تھے تو وہ اسی عیسائی فریق میں سے تھے۔ جیسا کہ اصحاب کہف

اور حبش وغیرہ جو عرب میں تھے جنکے معتقدوں کے قتل کے لئے ذونواس یہودی ظالم
بادشاہ نے خندقیں کھدواکران میں آگ جلوادی اور جو اس دین سے انکار نکرتا تھا اسکو
اُس دہکتی آگ میں ڈلوادیتا تھا۔ اس واقعہ کیطرف سورۂ بروج میں اشارہ ہے اور حبش کا
نجاشی بادشاہ بھی اسی عیسائی مذہب کا تھا جسنے مسلمانوں کو پناہ دی اور آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم پر ایمان لایا تھا۔ اور بحیرا راہب اور اسکا شاگرد بھی جو حضرت پر ایمان
لائے تھے عیسائی درویش تھے۔

اور اس میں ذرا بھی شک نہیں کہ اس مذہب میں سے اگر وہ بدعات جو حضرت
مسیح علیہ السلام کے بعد رواج پا گئی انہیں چھانٹ دی جائیں تو مذہب اسلام میں اور
اس مذہب میں اگر اس کے خدا ترس لوگ کم از کم انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس مذہب کا
مجدد اور مصلح مانکر اتنا ہی سمجھیں کہ وہ بھی رسول تھے جیسا کہ مسیح کے بعد کے رسولونکو
سمجھتے ہیں۔ تو کچھ زیادہ فرق نہیں رہتا۔ اور حضرت عیسے علیہ السلام نے کہیں نہیں فرمایا
ہے کہ میرے بعد کوئی رسول برپا نہوگا۔ بلکہ انہوں سنے ایک آنے والے رسول کی
خبر دی ہے جسکا ترجمہ فارقلیط کیا گیا ہے۔ اور یہ بھی بڑے افسوس کی بات ہے
کہ جو شخص یہود کے مقابلہ میں حضرت مسیح کی شہادت دے۔ انکو کلمۃ اللہ اور روح اللہ
کہے ان کی والدہ ماجدہ کی پاکدامنی پر جہان بھر کے مقابلہ میں شہادت دے۔ انجیل پر

۵ مجھ کو ایکبار ریل میں دور تک ایک خدا ترس عیسائی کے ساتھ سفر کا اتفاق ہوا وہ ایک علاقہ کے
بشپ تھے انہوں نے از خود مذہبی ذکر چھیڑ کر مجھ سے پوچھا کہ تم عیسائی کیوں نہیں ہو جاتے مینے
کہا میں اور جملہ اہل اسلام عیسائی ہیں آنکو تعجب ہوا مینے باعث تعجب پوچھا تو کہا آپ لوگوں کا حضرت
مسیح پر ایمان نہیں مینے کہا میں حلف سے کہتا ہوں کہ ہمارا انپر ایمان ہے ہاں ہم ان کو خدا اور خدا کا
بیٹا اور خدائی کا ممبر نہیں سمجھتے نہ اسکی تعلیم چاروں انجیلوں کے کسی صاف جملہ سے ہے اور جو پیش
سکئے جاتے ہیں اول تو عیسائی محققوں سنے انکا الحاقی ہونا تسلیم کر لیا ہے۔ دوئم وہ بھی مادل ہیں

ایمان لانے کی تاکید کرے حواریوں کو برگزیدہ کہے اور حضرت عیسیٰ کے کسی کلام کی بھی تکذیب نکرے۔ دنیا میں مکارم اخلاق توحید خدا پرستی راستبازی کو رواج دے پھر خواہ مخواہ اسکی عداوت اسکی توہین اسپر اتہام لگانا عیسوی مذہب کا رکن بنایا جاوے جیساکہ مشنریانِ زمانہ کہہ رہے ہیں یہ کہاں کی خدا پرستی اور انصاف ہے۔

یہاں تک کہ ہر مسلما کو ابراہیمی موسوی عیسائی ہونے سے بھی انکار نہیں بلکہ ان کا دعویٰ ہے کہ در اصل حقیقی ابراہیمی موسوی عیسائی ہم ہیں ہم ان بزرگوں پر ویسا ہی ایمان رکھتے ہیں جیساکہ حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم پر ان کی گستاخی اور بے ادبی کو ویسا ہی برا اور باعث بدنصیبی سمجھتے ہیں جیساکہ حضرت محمد کی گستاخی اور بے ادبی کو اسپر بھی مذہب اسلام اور اس کے پیرو مورد طعن قرار دیئے جائیں اور ان کی اس قرابت کا کچھ بھی حق نہ سمجھا جاوے محل افسوس ہے ÷

مجوسی مذہب کے بھی بہت سے فریق ہیں۔ حضرت ابراہیم خلیل اللہ ملت حنیفیہ کے بانی ہیں جنہیں یہود سارے سلمان شمار کیئے جاتے ہیں۔ صابی فریق کے مخالف تھے۔ آخر کار حضرت ابراہیم کا مذہب نہایت

بقیہ صفحہ ۳۱۰ اسلئے آپ خلکو عیسائی کہتے ہیں ان میں سے بھی بعض فریق ان باتوں کے قائل نہیں پھر کیا آپکو کہہ سکتے ہیں کہ ان کا حضرت مسیح پر ایمان نہیں اور کیا آپ میری نجات میں شک ہے حضرت مسیح کہ جو مجھپر ایمان لائیگا وہ میرے باپ کے تخت کے دائیں طرف بیٹھے گا کوئی شک کر سکتے ہیں بشپ صاحب بڑی دیر تک متفکر رہے آخر انصاف سے کہا کہ نہیں پھر مجھ سے اپنی نجات کی بابت سوال کیا میں نے کہا اگر مسیح کے منکر کی نجات ہے تو ان کے بعد آنے والے رسول کے منکر کی بھی نجات ہے اب محل تردد میں آپ ہیں نہ ہم ہماری نجات کا تو آپنے بھی فتویٰ دیدیا اگر آپ محمدؐ پر بھی ایمان لے آئیں تو آپ کی مذہب میں کیا مانع ہے اسپر وہ بہت ہی متفکر ہوے اور سر اوٹھا کر کہا کچھ نہیں اسلئے میں بھی اقرار کرتا ہوں کہ محمد صاحب پر ایمان لایا اب میری نجات میں کیا شک ہے میں نے کہا کچھ نہیں اب میں اور آپ دونوں ہم مذہب اور بھائی ہیں ۱۲ منہ

مجوسی مذہب

ترقی پاگیا تھا اور تمام بادشاہان عجم ملت ابراہیمی کے تابع ہوگئے تھے اور انکی تمام رعایا اپنے بادشاہوں کے مذہب پر ہوتی تھی اور ان سلاطین کا ایک سرگروہ اور دینی سردار ہوتا تھا جسکی تعظیم بادشاہوں کے برابر کیجاتی تھی اور اس کے حکم سے کیسکو بھی سرتابی کی مجال نہ تھی۔ اور اسکو موبد موبدان کہا کرتے تھے۔

کتاب دساتیر میں جومہ آباد نام آیا ہے اور اُسکیطرف بھی ایک نامہ منسوب کیا ہے اوس سے غالباً ابراہیم علیہ السلام مراد ہیں۔ بمرور زمانہ پھران ملکوں میں دایران اور اس کے توابع مختلف لوگ مختلف الخیال پیدا ہوئے۔ اور نئے نئے مذاہب پیدا ہوگئے بدین تفصیل :۔

(۱) کیومرثیہ یہ کہتے ہیں کہ مبدء اول اشخاص میں سے کیومرث ہے اور کبھی کہتے ہیں زروان اول ہے اور اخیر نبی زردشت کو سمجھتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ کیومرث آدم ہیں۔ ان کے نزدیک تمام مخلوق کے دو شخص خالق ہیں۔ نیک چیزوں کا نور خالق ہے جسکو یزداں کہتے ہیں اور بُری چیزوں کا خالق ظلمت یعنے اہرمن ہے۔ یزداں قدیم اور اہرمن حادث ہے۔ یزداں کے دلمیں ایک بار یہ خطرہ گزرا کہ اگر کوئی میرا مخالف اور مقابل اُٹھ کھڑا ہوا تو کیا ہوگا۔ اس خیال سے ظلمت یعنی اہرمن پیدا ہوگیا اور یزداں اور اہرمن میں بڑی جنگ ہوئی اور طرفین کے لشکروں میں بڑی معرکہ آرائیاں ہوئیں آخر فرشتے بیچ میں آپڑے اور دونوں کی اشیاء پر مصالحت کرادی کہ سات ہزار برسوں تک عالم سفلی پر اہرمن کا ہی مستقل قبضہ رہے چونکہ اسکی سرشت میں شر شہوت وغصہ ہے اسلئے اسنے صلح سے پہلے کے سب لوگوں کو فنا کردیا اور ایک نیا شخص اور ایک نیا حیوان پیدا کیا ہے۔ شخص کیومرث اور حیوان بیل تھا۔ پھر ان دونوں کو اہرمن نے قتل کر ڈالا جس جگہ کیومرث قتل ہوا تھا وہاں سے ایک انسان پیدا ہوا جسکا نام **ریباس** ہے

پھر بیاس کے قدموں سے ایک مردمیہ اور ایک عورت پیسانہ پیدا ہوئے پھر لوگ انہیں
سے پیدا ہوئے اور بیل جسجگہ قتل ہوا تھا وہاں سے چارپائے اور کل حیوانات پیدا ہوگئے
نور یعنے یزداں نے ارواح انسانیہ کو ان دو باتوں میں اختیار دیا کہ اگر چاہو تو میں تم کو اہرمن
کی جگہ سے اٹھا لوں اور چاہو تو تمکو جسم کا لباس پہنا دوں کہ تم اہرمن سے جنگ کرو ارواح
نے جسم کا لباس پہنکر اہرمن سے جنگ کرنا اس شرط پر اختیار کیا کہ آپ کی طرف سے
ہمکو فتح و ظفر ملے اور جب ہم اہرمن کے لشکروں کو ہلاک کردیں تو قیامت قائم کردیجائے
پس امتزاج روح اور جسم کا یہ سبب ہے اور اسکی خلاصی یہ ہے۔

(۲) زروانیہ وہ کہتے ہیں کہ نور نے اشخاص نورانیہ پیدا کئے وہ سب کے سب روحانی
ربانی تھے لیکن ان میں سے ایک بڑے شخص کے دلمیں جسکو زروان
کہتے ہیں کسی بات میں شک پیدا ہوا اوس شک سے **اہرمن** پیدا ہوا بعض کہتے ہیں
یوں نہیں ہوا بلکہ زروان نو ہزار نو سو ننانویں برس تک اس لئے گاتا رہا کہ اس کے کوئی
بیٹا پیدا ہو پھر جب نہوا تو اس نے کہا شاید یہ عالم کچھ بھی نہیں پس اس غم اور رشک سے
تو **اہرمن** پیدا ہوا اور اس کے علم سے ہرمز پیدا ہوا اور یہ دونوں ایک ہی شکم میں
تھے اور قریب تھا کہ پہلے ہرمز برآمد ہو مگر اہرمن ماں کا پیٹ پھاڑ کر اوس سے پہلے ہی
نکل آیا اور دنیا پر قابض ہوگیا۔ بعض یہ بھی کہتے ہیں کہ جب اہرمن اپنے باپ زروان کے
سامنے آیا اور اسمیں فساد اور شرارت دیکھ کر زروان سخت ناراض ہوا اور اسپر لعنت کی۔
اور نکالدیا۔ مگر اس نے جاکر تمام دنیا پر قبضہ کرلیا اور ہرمز ایک زمانہ تک اس کے مقابلہ
سے عاجز رہا پھر جب لوگوں نے اسمیں خیر و حسن اخلاق و طہارت دیکھی تو اسکو رب قرار دیدیا۔
بعض زروانی یہ بھی کہتے ہیں کہ خدا میں ہمیشہ سے ایک ایک ردی خصلت تھی یا
فکر ردی یا عفونت اوس سے اہرمن پیدا ہوا جسکو شیطان بھی کہتے ہیں اور اس سے
پہلے دنیا میں شر و فساد مصیبت اور دکھ نہ تھا اور اہل دنیا بڑے مزے اور راحت میں تھے

شیطان نے یہ خرابی پیدا کر دی اور شیطان اسمان پر حیلہ کر کے چڑھ گیا۔ بعض کہتے ہیں کہ وہ آسمان میں تہا حیلہ کر کے زمین پر اتر آیا اور اپنا لشکر لیکر نور (یزدان) سے مقابل ہوا اور زمین میں تین ہزار برس تک جنگ برپا رہی آخر فرشتے بیچ میں آپڑے اور یہ شرط قرار پائی کہ شیطان مع ان تین ہزار برسوں کے نو ہزار برس اور زمین پر رہے۔ خدا اوس معاہدہ کو توڑ نہیں سکتا جب تک کہ یہ مدت تمام ہو لوگ مصائب میں مبتلا رہیں گے اسکے بعد پھر نعیم و راحت میں آجائیں گے۔ اس خرافات کا ٹھکانا ہے۔

(۳) مسخیہ۔ کہتے ہیں کہ دراصل ایک ہی نور تہا۔ پھر اسمیں سے کچھ مسخ ہوکر ظلمت ہوگیا اور یہی فرقہ خرمیہ کا قول ہے اور یہ دونوں فرقے تناسخ اور حلول کے بھی قائل ہیں اور کسی حکم اور شریعت کے قائل نہیں نہ ان کے نزدیک کوئی شے حلال ہے نہ حرام ہے

(۴) زردشتیہ یہ لوگ زردشت بن پوراشپ کے معتقد ہیں جو گشتاسپ بن لہراسپ شاہ ایران کے عہد میں ظاہر ہوا تہا۔ ان کی والدہ شہر رے کی اور باپ آذربیجان کے رہنے والے تہے۔ یہ لوگ نبوت و سلطنت کے قائل ہیں کہتے ہیں سب سے اول کیومرث تہا جو تمام دنیا کا بادشاہ ہوگیا تہا۔ اسکا پائے تخت شہر اصطخر تہا۔ اس کے بعد ہوشنگ ہوا جو ہند کا فاتح ہے۔

اسکے بعد طہمورث ہوا۔ انہیں کے اول سال جلوس میں فرقہ صابی پیدا ہوا ان کے بعد انکا بہائی جمشید ہوا۔ ان کے بعد انبیاء و سلاطین پیدا ہوئے جنمیں سے فریدون اور منوچہر تہے آخر اللہ کر بابل میں آیا۔ اور انہیں کے زمانہ میں حضرت موسے کا ظہور ہوا۔ یہاں تک کہ گستاسپ کا زمانہ آیا ان کے عہد میں زردشت پیدا ہوا۔ انہوں نے تیس برس کی عمر میں دعویٰ نبوت کیا اور شاہ گستاسپ نے ان کا مذہب قبول کیا۔ انکا قول ہے کہ نور و ظلمت دو متضاد چیزیں ہیں۔ تمام عالم کے اصول یہی ہیں ان کی ترکیب سے اشیاء مختلفہ پیدا ہوئیں۔ اور خدا تعالیٰ نے نور و ظلمت کا

خالق و مظہر ہے۔ وہ واحدہ لاشریک ہے نہ اس کا کوئی شریک ہے نہ سہیم۔ خیر و شر صلاح و فساد طہارت و خبث نور اور ظلمت کے امتزاج سے پیدا ہوئے ہیں اگر امتزاج نہ ہوتا تو عالم کا ظہور بھی نہ ہوتا۔ نور و ظلمت میں باہم مقابلہ رہتا ہے کبھی یہ غالب وہ مغلوب کبھی وہ مغلوب یہ غالب۔ پھر نور اپنے عالم کیطرف اور ظلمت اپنے عالم کی طرف جدا ہو کر چلے جائیں گے اور یہی خلاص ہے اور ان کو ملانے والا وہ باری تعالے ہے۔ اپنی حکمت و مصلحت سے اسنے انہیں ترکیب دی ہے کہتے ہیں اسنے ایک کتاب تصنیف کی تہی جسکا نام **زندوستہا** ہے بعض کہتے ہیں اسپر نازل ہوئی تہی۔ اسمیں جہان کو دو قسم پر منقسم کیا ہے **میناوگیتی** یعنے عالم جسمانی و روحانی۔ پہر جو کچھ عالم میں ہے اسکو بہی دو قسم پر منقسم کیا ہے۔ ایک بخشش دوسرا کنش یعنے تقدیر اور فعل۔ اور ہر ایک کو دوسرے سے تعلق ہے۔ پہر موارد تکلیف حرکات انسان کو ٹہیرا کر ان کو تین قسم پر منقسم کیا ہے منش۔ کنش۔ کویش۔ یعنے اعتقاد عمل۔ قول۔ اور کہا ہے کہ انہیں تینوں سے انسانی سعادت کا تکملہ ہوتا ہے اور ان میں قصور کرنے سے دین میں قصور واقع ہوتا ہے۔ جب انسان ان تینوں میں شریعت کے موافق چلے گا فلاح پائے گا۔ اور اس کے معتقد یہ بہی کہتے ہیں کہ زردشت سے معجزات بہی ظاہر ہوئے تہے۔ اور یہ بہی کہتے ہیں کہ ہندوؤں کا بڑا پنڈت دیاس جی بلخ میں زردشت سے آکر مرید ہوا اور تعلیم پاکر ہندوستان میں واپس آیا +

یہاں تک کیانیوں کا عہد تہا۔ پہر ان کے بعد دوسرا طبقہ ساسانیوں کا ہوا ان میں بہی متعدد فریق پیدا ہوئے سب میں بڑا فرقہ۔

ساسانی

(۶) **ساسانی** ہے وہ کیومرث اور مہ آباد وغیرہ اگلوں کو بہی اور زردشت کو بہی مانتے ہیں ساسان پنجم نے انکے نوشتوں کو پاژندی زبان سے (جو سنسکرت سے بہت مشابہ ہے اگر لب و لہجہ سے جو ملکی تفاوت سے پیدا ہوتا ہے۔

قطع نظر کیجائے تو دونوں ایک ہی زبان ہیں) دری زبان میں ترجمہ کیا جس کا نام دساتیر ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں یہی مذہب زیادہ مروج تھا۔ اس مذہب میں ثواب و سیارات اور عناصر کی پرستش تھی اور ان کی پرستش کے طریقے اور آفتاب و دیگر نیرات کی تسبیح و تقدیس بھی دساتیر میں مذکور ہے۔

(۷) **ثنویہ**۔ جو نور و ظلمت کو عالم کی دو اصل ازلی کہتا تھا۔

(۸) **مانویہ**۔ جو مانی بن فاتک حکیم کا فریق تھا۔ حکیم مانی شاپور بن اردشیر کے عہد میں ظاہر ہوا تھا جسنے مجوسی اور عیسائی مذہب کے بین بین نیا مذہب نکالا تھا وہ نور او ظلمت کو مستقل عالم کا خالق مانتا تھا اور کہتا تھا کہ یہ اتفاقاً باہم مل گئے جن سے یہ اشیاء مختلفہ بنگئیں آفتاب و ماہتاب اور تمام ستارے اوس نور کو ظلمت میں سے کھینچتے رہتے ہیں پھر جب رفتہ رفتہ انوار کھنیچ جائیں گے تو ترکیب اجسام مختل ہوجائے گی اور ہر چیز اپنی اپنی جگہ میں جا پہونچے گی۔ اور یہی اختلال ترکیب قیامت ہے اور مانی یہ بھی کہتا تھا کہ تسبیح و تقدیس اور اچھے کلام سے صبح صادق کے وقت اجزاء نور مرتفع ہوکر فلک القمر تک پہونچتے ہیں اور قمر ان کو پندرہ روز تک لیتا رہتا ہے اور پھر پندرہ روز تک آفتاب کے پاس پہونچاتا رہتا ہے پھر آفتاب اسکو اپنے سے اوپر کے نور پاس پہونچاتا رہتا ہے پھر وہ عالم نور خالص میں جا ملتے ہیں۔ پھر جب کچھ بھی نور باقی نہ رہے گا تو اس وقت وہ فرشتہ جو آسمانوں کو تھامے رہتا ہے ان کو چھوڑ دے گا تب آسمان زمین پر گر پڑے گا پھر آگ جلائی جائے گی کہ جس سے آسمان و زمین ایک ہزار چار سو چھیاسی[۱۴۸۶] برس تک جلیں گے پھر جو قدرے قلیل نور رہگیا ہوگا وہ بھی نکل جائے گا مانی نے اپنے مریدوں پر دن میں چار بار نماز اور سال میں عشر فرض کیا تھا وہ بت پرستی اور زنا اور جھوٹھ کو اور حیوان کے مارنے کو منع کرتا تھا۔ اگلے تمام انبیاء کو برحق مانتا تھا اور کہتا تھا کہ مسیح علیہ السلام برحق نبی تھے۔ اور ایک بڑا بلند مرتبہ رسول خاتم الانبیاء زمین عرب میں پیدا ہوگا۔ مگر آفتاب

اور نیرات اور آگ کو پوجتے تھے۔

(۹) مزدکیہ کا نوشیرواں کے باپ قباد کے عہد میں مزدک پیدا ہوا تھا قباد بھی اسکے مذہب میں داخل ہو گیا تھا اس کے بہت سے خیالات فرقہ مانویہ سے ملتے تھے۔ وہ لڑائی جھگڑے حسد و بغض سے منع کرتا تھا پھر جب اسنے دیکھا کہ تمام جھگڑے عورت اور مال سے بھی پیدا ہوتے ہیں تو کہدیا کہ عورت اور مال میں سب کا حصہ برابر ہے کسیکی خصوصیت نہیں ہر عورت سے ہر شخص قضاء حاجت کا مجاز ہے اور ہر ایک کے مال کو دوسرا لے سکتا ہے۔ جب اس سے فساد برپا ہوا۔ تو قباد نے اسکو بلا کر قتل کروا ڈالا پھر اس کے مذہب میں چند فریق پیدا ہو گئے۔ کوزکیہ نو نواحی اہواز و فارس و شہرزور میں پھیلا ہوا تھا اور ابانیہ و اسبید جا بکیہ نواحی سند و سمرقند و شاش و ایلاق میں تھے اور بھی فریق مجوس کے تھے مگر سب کے سب آتش پرستی اور آفتاب و نیرات پرستی میں مشترک تھے۔ اور ان کے بڑے بڑے قدیم آتشکدے یہ تھے۔ ایک شہر طوس میں دوسرا بخارا میں جسکا نام بردسون تھا۔ ان دونوں کو فریدوں نے بنایا تھا اور ایک نواحی بخارا میں اور بھی تھا۔ جسکو قباذان کہتے تھے اور ایک نے سجستان میں جسکو تہمتن نے بنایا تھا اسکا نام کرکرا تھا اور ایک فارس و اصفہان کے درمیان کیخسرو نے بنایا تھا جسکو گوبہ کہتے تھے اور ایک قومس میں تھا جسکا نام جریر تھا اور ایک اقصٰے چین میں سیاوش نے بنایا تھا جسکا نام گنگ دژ تھا اور ایک ارجان فارس تھا جسکو گشتاسپ کے دادا نے بنایا تھا۔ یہ آتشکدے تو وہ ہیں جو زردشت سے پہلے تھے پھر زردشت نے ایک نیشاپور میں دوسرا شہر نسا میں بنایا۔ گشتاسپ کو حکم دیا کہ اس میں اوس آگ کو لاؤ جسکی جمشید تعظیم کیا کرتا تھا تو اسکو شہر خوارزم میں پایا اور وہاں سے اوسکو لاکر کچھ تو آذر خوار میں رکھی اور کچھ نسا میں۔ بعض کہتے ہیں کہ اوس آگ کو نوشیرواں نے لاکر کرمان کے آتشکدہ میں رکھا تھا۔ اور اس آگ کی ایرانی بیحد تعظیم کیا کرتے تھے۔

یہاں تک کہ جب کیخسرو افراسیاب کے مقابلہ میں نکلا اور وہاں پہونچا تو اس آگ کو سجدہ کیا۔ قسطنطنیہ کے پاس بھی ایک آتشکدہ تھا جسکو شاپور بن اردشیر نے بنایا تھا اور وہ خلیفہ مہدی کے عہد تک تھا۔ اور یونان میں بھی ایک آتشکدہ توران کسریٰ کی بیٹی نے بنایا تھا اور چین میں بھی آتشکدے بنائے گئے تھے اور بلخ میں بھی ایک قدیم آتشکدہ تھا اور ہندوستان میں بھی تھے خصوصاً شہر ملتان میں ایک بڑا آتشکدہ شاہان ایران کے حکم سے بنا تھا۔

الحاصل مجوسی فرقوں میں سے کوئی بھی ایسا نہ تھا جو آگ کو نہ پوجتا ہو۔ آفتاب و نیرات کو سجدہ نکرتا ہو سب میں یہ پرستش جاری تھی خصوصاً آنحضرت صلعم کے بعثت کے وقت اس کا بڑا ہی چرچا تھا +

ہندوستان میں آج سے نہیں ہزاروں برسوں سے تین فریق ہیں۔ اول بت و عناصر و آفتاب و نیرات پرست بلکہ انسان پرست حیوان پرست نباتات و جمادات پرست جنکو صابیوں یا مجوسیوں کا مقلد کہنا چاہیئے دوئم کچھ ایسے بھی ہیں جو خدا ہی کے منکر تھے۔ سوئم جاہل و وحشی جنکا نہ کوئی مذہب نہ کوئی ملت یہ تین قسمیں ہوئیں پھر ہر ایک قسم کی بہت شاخیں تھیں۔ **قسم اول** میں سے ایک بڑا فریق جسمیں وہاں کے سلاطین و حکما بھی شامل ہیں وہ ہیں کہ جنکو **ویدک دہرم** کہتے ہیں۔ یہ لوگ چار کتابوں کو جنکا نام **رگوید۔ یجروید۔ اتھربن وید۔ شام وید** ہے اور چھہ شاستروں اور اٹھارہ پورانوں کو مانتے ہیں ان سب کتابوں میں بہت سے دیوتاؤں کی طرح اور پرستش و افسانے مذکور ہیں ارواح غیر مرئیہ عناصر ستارے آفتاب ماہتاب مشاہیر اشخاص سب دیوتاؤں میں شمار ہیں چھوٹے بڑے تینتیس کروڑ دیوتا ہنود کے معبود ہیں :-

از کتاب رسوم الہند واخل سررشتہ تعلیمات گورنمنٹ انڈیا۔

ہندوؤں کی قدیم مذہبی کتابیں چار ہیں جنکو وید کہتے۔ مگر بہت سے پڑھے لکھے

ہنود کے مذاہب

ہندوانہیں سے صرف تین ہی کو مانتے ہیں وید کی مختلف باتوں کو جو مدتوں سے لوگوں کو زبانی یاد تھیں حضرت عیسے کے چودہ سو برس پہلے ویاس جی نے جمع کیا ان کتابوں میں یہ لکھا ہے کہ خدا ایک ہے اور سب سے بڑا ہے اور کل جہان کو اسینے پیدا کیا ہے اور یہ بھی لکھا ہے کہ ہوا آگ پانی زمین سورج چاند ستارے اور بعض نیکیاں مثلاً انصاف حکمت سب کے سب دیوتا ہیں ان کی پوجا کرنے سے بہت سے فائدہ حاصل ہوتے ہیں ان دیوتاؤں کے راضی رکھنے کے واسطے ویدوں میں کئی طرح کی نذریں مقرر کی ہیں چنانچہ اکثر گھی چاول۔ سوم[۵۱] کارس اور کبھی ذبح کیئے ہوئے جانور بھینٹ چڑھاتے تھے اور منتر کے زور سے دیوتاؤں کو بلا کر کہتے تھے کہ آپ ہماری نذر قبول کیجئے اور ہمکو دونوں جہان میں عزت دیجئے۔ ویدوں میں بڑے بڑے راجاؤں کے واسطے گھوڑے کی قربانی جائز رکھی ہے اور کہیں کہیں انسان کی قربانی کا بھی ذکر ہے مگر اکثر بجائے انسان کی قربانی کے جانوروں کو ذبح کرتے تھے ظاہر میں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ہندوؤں نے گھوڑے کی قربانی کا ڈھنگ سندھ کے پار رہنے والوں سے اوڑایا ہے اور آدمی کی قربانی کا طور ہندوستان کے اصلی[۵۲] باشندوں سے سیکھا ہے۔ ویدوں میں بھگوان (خدا) کے کئی سروپوں مثلاً اشکتہ یعنے قدرت او اور چیزونکا بیان ہے مگر برہماجی شیوجی بشن جی جنکو ہندو لوگ پیدا کرنیوالا پالنے والا اور مارنے والا جانتے ہیں انکا ذکر ویدوں میں بہت ہی کم ہے۔ منوجی[۵۳] نے اپنے دہرم شاستر میں بہت سے دیوتاؤں کی پوجا جائز رکھی ہے مگر بشن جی اور شیوجی (مہادیو) کا اس میں

[۵۱] گندنا ۱۲ منہ [۵۲] بھیل گونڈ وغیرہ صحرائی قومیں ۱۲ منہ [۵۳] منوجی برہما کے پوتے یا فرزند جنہوں نے ہنود کے لئے دہرم شاستر بنایا اور برہماجی کے چاروں مونہوں سے چار وید نکلے اور برہماجی مخلوق کو پیدا کرتے ہیں تمام قومیں انہیں سے یوں پیدا ہوئیں کہ کوئی زبان سے کوئی ناک سے کوئی بازو سے کوئی رانوں پاؤں سے اور یہی وجہ قوموں میں تفاوت کی ہے۔ اور

کہیں نام بھی نہیں۔ اور وشن جی کے اوتاروں[۱] رام چندر جی اور کرشن جی کا تو کیا ذکر ہی اسی شاستر سے یہ بھی پایا جاتا ہے کہ مورتوں کی پوجا نہ کرنی چاہئے مگر دیوتاؤں کی مورتوں کی تعظیم واجب ہے اور ان کے سایہ پر قدم رکھنا یا انکو لانگھنا ہرگز درست نہیں۔

منو جی اپنی کتاب میں دنیا کی پیدائش کا حال اس طرح بیان کرتے ہیں کہ جب خدا نے اپنی ذات سے دنیا کے پیدا کرنے کا ارادہ کیا تو پہلے اوس نے پانی کو پیدا کیا اور اس میں ایک بیج ڈالا جو تھوڑی دیر کے بعد انڈے کی صورت میں بدل گیا۔ اس انڈے میں سے برہما جی نکلی اور انہوں نے آدھے جسم کو نر اور آدھے کو مادہ بنایا اور مادہ حصہ سے براٹ کو پیدا کیا اور براٹ کی تپسیا (عبادت) کے سبب منو جی پیدا ہوئے اور وہ منو جی میں ہوں جس کی پیدائش اس طرح سے ہوئی اور میرے ہی سبب سے زمین آسمان دیوتا۔ انسان اور تمام چیزیں ظاہر ہوئی ہیں۔ منو جی کا ایک قول یہ بھی ہے کہ ہندوں کی چار ذاتیں خاص برہما جی کے ہی جسم سے پیدا ہوئی (دونوں قولوں میں صریح تعارض ہے) چنانچہ پہلے باب میں جہاں ہندوں کی ذاتوں کا بیان ہے اس امر کا کچھ ذکر آچکا ہے۔

منو جی نے اپنی کتاب میں یہ بھی لکھا ہے کہ دنیا ایک خاص مدت کے بعد فنا ہو کر خدا کی ذات میں ملجاتی ہے اور پھر اوسی طرح سے پیدا ہوتی ہے جس طرح سے

بقیہ صہ ۳۱۹ برہما۔ بشن۔ مہادیو۔ تینوں صفات خدا ہنکر مج ست تم۔ خدائی کا کام کرتے ہیں پیدا کرنا پالنا مارنا۔ عیسائی تثلیث بھی اسیکے قریب قریب ہے ۱۲ منہ

[۱] اوتار وہ شخص جسمیں خدا یا کوئی دیوتا اترے یعنے حلول کرے ہنود ایسے اشخاص کے قائل ہیں کہ ان میں خدا نے یا دیوتا نے حلول کیا تھا۔ ان کے کرشمے اور خوارق کے لحاظ سے منجملہ ان کے اجودھیا کے راجہ رام چندر جی اور متھرا کے باشندے سری کرشن جی کو بھی خیال کرتے ہیں ۱۲ منہ

پہلے پیدا ہوئی تھی۔

دہرم شاستر کی رو سے انسان کو دو روحیں دی گئیں ہیں ایک کو چھتر یگ یا جیوا تما کہتے ہیں دوسری کو مہان بولتے ہیں۔ پہلی روح کے سبب سے بدن کو حرکت ہوتی ہے اور آدمی کلام کرسکتا ہے اور اچھے برے کام بھی اسی روح سے ہوتے ہیں دوسری روح کے باعث سے پہلی روح کو ہر ایک جسم میں آرام یا تکلیف معلوم ہوتی ہے اور یہی روح رجو گن ستوگن تموگن یعنے شہوت اور نیکی اور بدی کا مقام ہے۔ جو کہ مہان آرام یا تکلیف کے پانے کا ایک ذریعہ ہے تو اسے گناہ کی سزا کا کچھ دکھ نہیں ہوتا۔ صرف چھتر یگ کو تکلیف ہوتی ہے۔ یہ دونوں روحیں ہمیشہ پرم اتما یعنے خدا کی روح کے سہارے پر رہتی ہیں۔ اور جب چھتر یگ روح جسم سے نکلجاتی ہے تو وہ مہان اور پرم آتما سے بھی جدا ہو جاتی ہے اور آرام یا تکلیف اٹھانے کے واسطے اسے ایک اور جسم ملتا ہے (تناسخ) اور وہ اس جسم میں آکر اچھے یا برے کاموں کے عوض کچھ مدت تک سُرگ (بہشت) یا نرک (دوزخ) میں رہتی ہے اور اس کے بعد پھر اسکو مہان اور پرم آتما کا سہارا ملجاتا ہے اور کچھ تھوڑے سے گناہ کی عوض جو نیک آدمی سے کبھی نہ کبھی ہوا ہے یا گناہگار آدمی سے سزا بھگتنی باقی رہ گئی ہے اس روح کو حیوان اور درخت اور کمینے لوگوں کے جون میں جانا پڑتا ہے اور ان جونوں کو بدل کر اور گناہوں سے صاف ہو کر اسے پھر اچھا برن نصیب ہوتا ہے مگر جس آدمی نے صرف نیک ہی کام کئے ہوں اسکی روح کو جینے مرنے اور جونوں کے بدلنے کی تکلیف نہیں ہوتی بلکہ وہ سیدھی پرم آتما سے جاکر مل جاتی ہے۔

ہندوں کے مذہبی رسوم میں سے جن کا ذکر دیدوں میں آیا ہے دو رسمیں بہت بڑی ہیں ایک جنیو[۵] ڈالنا جب کسی آدمی کے جنیو ڈالا جاتا ہے تو پنڈت لوگ اسکی صورت

[۵] گلے میں حمائلی طور پر کچے تاروں کا بٹا ہوا تاگا جسکو زنار فارسی میں کہتے ہیں ۱۲ منہ

برہم چاری فقیروں کی سی بنا کر اسکو گایتری منتر پڑھاتے ہیں دوئم سرادہ یہ وہ ہے کہ جب ہندوؤں میں سے کسیکے ماں باپ مرجاتے ہیں تو اسکے نام پر ایک پنڈدان کرتے ہیں یعنے چاول گھی شہد دودہ دیگر ایسی چیزوں کا ایک لڈو بنا کر اپنے آگے رکھتا ہے۔ اور منتر کے زور سے اپنے مردوں کو بلا کر ان سے اس نذر کے قبول کرنے کی درخواست کرتا ہے پھر برہمنوں کو کھانا کہلاتا ہے۔ اس کے سوا نقد اور وہ وہ اشیا بھی جو مردہ اپنی زندگی میں استعمال میں لاتا تھا کپڑے گھوڑا برتن ہتھیار بلکہ اس کی بیوی بھی اس برہمن کو دیتا ہے جو خاص اس خدمت کے لئے ہر خاندان کے ساتھ مخصوص ہوتا ہے۔ جسکو پروہت کہتے ہیں مگر برہمن سے بیوی کو روپیہ دیکر خرید لیتے ہیں۔ اور برہمن گویا ان چیزوں کو مردہ کے پاس پہونچانے والا خیال کیا جاتا ہے۔ مگر جب مردہ تناسخ کے سبب کسی حیوان یا انسان کی جون میں ہے تو اسکا آنا اور نذر قبول کرنا مشاہدہ سے باطل ہے (یہ مسئلہ تناسخ کو باطل کر رہا ہے)۔

دہرم شاستر میں برہمن کے لئے گوشت کی ممانعت نہیں مگر ترک کو بہتر بتایا ہے۔ ہندوؤں میں اٹھارہ کتابیں جنکو پوران کہتے ہیں اور یہی ہیں جنکو ادسی دیاس جی کی تصنیف بتلاتے ہیں کہ جسنے ویدوں کو جمع کیا ہے۔ لکھا ہے کہ دنیا بار بار پیدا ہو کر فنا ہوتی ہے اور بشن پوران میں ہے کہ آدمیوں کا ایک سال دیوتاؤں کے ایک دن کے برابر ہوتا ہے اور دیوتاؤں کے بارہ ہزار سال کے چار جگ یعنے زمانہ ہوتے ہیں جنکے یہ نام ہیں ست جگ ترتیا جگ۔ دواپر جگ۔ کل جگ۔ اور اب کل جگ ہے۔ ایسے ہزار زمانے یعنے چار ارب تئیس کروڑ سال برہما جی کے ایک دن کے برابر ہیں

---

[1] وید کا ایک منتر یعنے جملہ ہے جسمیں دیوتاؤں کی مدح سنہے اسکو برہمن سب منتروں سے افضل جانتے ہیں اور خیال کرتے ہیں کہ اس کے پڑھنے سے بڑی قدرت حاصل ہوجاتی ہے اور مشکلیں حل ہوجاتی ہیں ۱۲ منہ

اور اسی عرصہ میں چودہ منوجی پیدا ہوتے ہیں اور ہر منوجی کے زمانہ میں بعض دیوتا فنا ہو کر پھر پیدا ہو جاتے ہیں۔ جب برہما جی کا ایک دن گزر جاتا ہے تو سارا جہان فنا ہو جاتا ہے اور رات بھر فنا کی حالت میں رہتا ہے صبح کو پھر پیدا ہو جاتا ہے اور برہما جی اپنے ہی برسوں کے حساب سے سو برس جیتے ہیں۔ پورانوں میں پایا جاتا ہے کہ دیوتاؤں کا پوجنا اور مذہبی رسوم ادا کرنا ہر نیکی سے بہتر ہے اور اکثر ہندو پورانوں پر چلتے ہیں۔ پورانوں کے موجب سب ہندو جانتے ہیں کہ خدا ایک ہے جسے نارائن یا بھگوان (دیا ایشور) کہتے ہیں۔ لیکن اسکی عبادت کوئی نہیں کرتا بلکہ بھگوان کے تینوں سروپوں (مظہر) کو برہما جی۔ بشن جی۔ شو جی۔ (مہادیو) مانتے اور ان میں سے صرف بشن اور شو کو پوجتے ہیں۔ ہندو لوگ بشن جی کی اتنی پوجا نہیں کرتے جتنی ان کے دونوں اوتاروں راجہ رام چندر جی اور سری کرشن جی کی کرتے ہیں خصوصاً کرشن جی کو تو نارائن کا سروپ جانتے ہیں۔ شو یعنی مہادیو کو۔ ایسی صورت میں خیال کرتے ہیں کہ ایک فقیر اپنے بالوں کی لٹیں چھوڑے بیل پر سوار ہے (ایک ہاتھ میں ترسول دوسرے میں ڈیرو) بدن پر سانپ لپٹے ہوئے ہیں بالوں میں سے گنگا کی دھاریں بہ رہی گرچہ اُنکو فنا کرنے والا جانتے ہیں۔ مگر فنا کے بعد بقا خیال کرتے ہیں اسلئے اُنکی بھی پوجا کرتے ہیں ا سلئے عورتیں ان سے[1] اولاد مانگتی ہیں اور ان تینوں شخصوں کی بیویوں کو بھی پوجتے ہیں سرسوتی جی برہما جی کی بیوی (اور بیٹی) لچھمی جی بشن کی اور پاروتی مہادیو کی

[1] ان کی مورتیں تراش کر بڑے بڑے مکانوں میں رکھ چھوڑی ہیں جنکو دیول یا مندر کہتے ہیں۔ مندروں میں جو مہادیو کے نام سے بنے ہیں۔ کہیں ایک پتھر کا بیل بیٹھا ہوا ہے جو مہادیو کی سواری تھا اور ایک کھرل اور اسمیں ایک عمودسا پتھر کا لمبا بٹا بھی کھڑا ہے۔ کھرل سے جسکو جلہری کہتے ہیں مہادیو کی بیوی کا اندام نہانی اور دستہ سے مہادیو کا اندام نہانی مراد ہے مستورات ہنود حصول اولاد کے لئے اسکا مس کرنا سجدہ کرنا پر اثر عمل خیال کرتی ہیں ۱۲ منہ

تھی۔ اور انکو دولت اور علم اور فنا کی دیویاں جانتے ہیں۔ پاروتی جی اکثر بھوانی دیوی۔ اور درگا دیوی بھی کہلاتی ہیں۔ ان کے ماننے والے متعدد فریق ہیں۔ ان میں سے بعض ایسے بھی ہیں کہ جن میں کسی ذات کا امتیاز نہیں برہمن۔ چھتری۔ بیش شودر سب مل کر ایک برتن میں گوشت اور شراب ملا کر کھاتے اور پھر کیا کیا ناگفتہ بھی حرکات کرتے ہیں ہنود میں بھوت پریت امراض وغیرہ کو بھی دیوتا مان کر پوجتے ہیں دسیتلا یعنی چیچک کی دیوی کا ہر گاؤں میں ایک چھوٹا سا مندر ہوتا ہے جسکو پوجتے ہیں اور اسکے خوش کرنیکو گدھوں کو گھنگنیاں کھلاتے ہیں اور بڑے بڑے سال میں معین دنوں میں میلے ہوتے ہیں۔

ہندوؤں میں ہر ایک دیوتا کے پوجنے والوں کے متعدد فریق ہیں اور ہر فرقہ میں برہمن یا گسائیں کی قوم سے ایک ایک گروہ ہوتا ہے اور انکو لوگ بہت دیتے لیتے رہتے ہیں اسلئے بڑے متمول ہوتے ہیں۔ اور ہر ایک ہندو خواہ کسی فرقے کا ہو اپنے ماتھے پر ٹیکہ لگاتا ہے اور ٹیکے مختلف الاشکال کے ہوتے ہیں جس سے معلوم ہو جاتا ہے کہ فلاں فرقے کا ہے اور ہر ہندو کے سر پر ایک چوٹی بھی ہوتی ہے جسکو منڈانا بہت برا جانتے ہیں ہنود کی بڑی عبادت اور مذہبی پابندی یہ ہوتی ہے کہ صبح کو گنگا میں نہانا اور گنگا نہ ہو تو اور پانی میں بھی اور نہا کر بتوں کو سجدہ کرنا انپر پانی ڈالنا ان کے آگے کھانا وغیرہ رکھنا گھنٹہ اور ناقوس بجانا جس سے وہ اپنے سوتے بتوں کو بیدار کرتے ہیں۔ اور غیر قوم کی کوئی چھوئی ہوئی چیز نہ کھانا نہ پینا اسمیں بڑی احتیاط کیجاتی ہے گائے کے گوبر سے جگہ لیپ پوت کر کھانا پکانا اسکو چوکا کہتے ہیں۔ گوشت سے پرہیز کرنا مگر مخصوص قومیں چھتری کشمیری برہمن وغیرہ مخصوص ہیں۔ مگر گائے کا گوشت سبکے نزدیک ممنوع ہے مردوں کو جلانا اور مردہ کے لئے پروہت سے سرادہ کرانا جنیو گلے میں ڈالے رکھنا۔ بتوں کے سالانہ اور ماہوار میلے کرنا بڑی دھوم دھام سے انکو نکالنا دور دراز

سفر کر کے گنگا کے اشنان کو جانا یا بڑے مشہور مندروں پر جا کر نذر بھینٹ چڑھانا۔)
ہندوں میں دیوتاؤں کی بڑی کثرت ہے اور بڑے چھوٹے سب دیوتا تینتیس کروڑ
ہیں اور ان میں سے مشہور دیوتا یہ ہیں گنیش جی۔ جنہیں مشکلوں کا آسان کرنے والا سمجھتے
ہیں اور ہر کام میں برکت کے لئے پہلے انہیں کی پوجا کرتے ہیں (اسکی صورت ایسی بناتے
ہیں ہاتھی کا سر اور سونڈ نیچے کا دھڑ انسان کا مکانوں کے دروازوں پر بھی یہی متبرک شکل
بناتے ہیں) اندر۔ کوبیر۔ سوام۔ کارتک۔ اور کام دیو۔ جو سرگ دولت لڑائی اور شہوت
کے دیوتا ہیں ورن۔ اگن۔ پرتھوی۔ پون۔ سور۔ سوم یعنی پانی۔ آگ۔ زمین۔ ہوا۔
سورج۔ چاند۔ ان کے سوا نوستارے اور بہت سے دریا بھی انہیں تینتیس کروڑ میں ہیں۔
دریاؤں میں گنگا جی اول درجے پر جمنا جی دوئم درجہ پر ہے اور ان دونوں کو عورت کی
صورت میں خیال کرتے ہیں۔ اندر اور پون اور بڑے بڑے دیوتاؤں کے واسطے جدے
جدے مکان مقرر ہیں۔ جن کو لوک (یعنی عالم) کہتے ہیں اور انمیں سے اندر استھان
کی جسکو اندر پوری اور اندر لوک بھی کہتے ہیں بڑی تعریف لکھی ہے۔ چنانچہ بیان کرتے
ہیں کہ اندر لوک میں سونے کے محل جواہر آبدار سے آراستہ ہیں ہر طرف خوشنما باغ
موجود ہیں۔ نہریں بہ رہی ہیں۔ پھول کھل رہے ہیں اپسرا اور گندھرب دو معشوقیں
اپنے ناز و انداز سے راجہ اندر کو رجھا رہی ہیں۔ اور بھی صدہا مہ جبین حلقہ باندھے
آرایش کئے بیٹھی ہیں۔ راجہ اندر کا اکھاڑا مشہور ہے +

ان کے سوا گوشائیوں۔ سناسیوں۔ بیراگیوں۔ جوگیوں کے صدہا گروہ ہیں جنکی عبادت
مجرد رہنا۔ شادی نکرنا ہے۔ یہ کہیں دریا کے کنارے کبھی پہاڑوں میں کبھی کسی اور جگہ
اردگرد آگ جلاتے اور رات دن اس میں بسر کرتے ہیں بدن کو راکھہ ملتے ہیں بعض بالکل
برہنہ رہتے ہیں بعض صرف ایک لنگوٹی باندھے رہتے ہیں۔ بعض متبوکلانہ صرف دودھ پر
بسر اوقات کرتے ہیں بعض گھروں میں جا کر بھیک مانگ لاتے ہیں۔ انکی ریاضتیں بھی

سخت ہیں۔ بعض ایک ٹانگ پر کھڑے رہتے ہیں دوسرے کو سو کہا دیتے ہیں بعض ایک ہاتھ کو اٹھائے رکھتے ہیں یہاں تک کہ وہ سوکھ جاتا ہے۔ ان میں روحانی ریاضتیں اور مجاہدے کرنے والے بھی ہوتے ہیں جنپر قدرے روحانی اثر بھی مرتب ہوتے ہیں اور بعض تسخیر شیاطین کرنے میں مصروف ہوتے ہیں سحر کی مشاقی کرتے ہیں۔ پھر ہر ایک جماعت کا ایک گرو ہوتا ہے اور جہاں گرو رہتا ہے وہاں بہت کچھ مال و اسباب ہوتا ہے بلکہ آپس سے بیوپار اور داد ستد سودی بھی کرتے ہیں گرو مرجانیکے بعد اوسکا چیلہ جانشین ہوتا ہے۔ ان کے معابد میں گانا بھی ایک بڑی عبادت شمار ہوتی ہے۔ بامشافہ بان میں وہ گیت گائے جاتے ہیں جو دنیا کی بے ثباتی پر دلالت کرتے ہیں۔ فن موسیقی کے یہ بڑے اوستاد ہوتے ہیں۔ طب اور کیمیا میں بھی انکو دخل ہوتا ہے۔ اسلئے عوام و خواص ہنود ان کے بہت معتقد ہوتے ہیں نذر و نیاز پیش کرتے ہیں۔ مگر یہ بھی ہنود کے دیوتاؤں اور ان کی مورتوں کو پوجا کرتے ہیں۔ ہنود میں ایک فرقہ ویدانتی کہلاتا ہے جنکے خیالات وحدت الوجود میں قریب قریب صوفیائے وجودیہ کے ہوتے ہیں۔ ان کی عبادت مراقبہ اور تصحیح خیال ہے البتہ یہ بتوں کو نہیں پوجتے۔ ایک ہندو ایک وقت میں متعدد بیویاں کرسکتا ہے اور ایک بیوی جب خاوند سے اولاد کی توقع نہو تو دس مردوں تک سے اولاد حاصل کرسکتی ہے اور اسکو نیوگ کہتے ہیں۔ دھرم کے لئے ہندوں میں جنگ کرنا ایک عمدہ کام ہے ✣

قسم دوم میں بہت سے فرقے ہیں جنمیں سے یہ دو فرقے بہت مشہور ہیں اول بودھ۔ اگلے زمانہ میں برہمنوں کے قول کے موافق ہندو یہ خیال کرتے تھے کہ جس شخص میں بدھ یعنے عقل کامل آجاتی ہے اسی قدرت خدائی حاصل ہوجاتی ہے اور وہ بدھ کہلانے لگتا ہے۔ مگر یہ اسیکو حاصل ہوتی ہے جو دھرم میں

نہایت کوشش کرتا ہے +

حضرت عیسے سے چھ سو برس پہلے ایک چھتری راجہ کے بیٹے نے جس کا نام سدہارتھہ تھا اس درجہ کے حاصل کرنے کے واسطے دہرم پر کمر باندہی اور راج پاٹ چھوڑ کر بیراگ اختیار کر لیا۔ اور جنگلوں میں تپتیا کرتا پھرا آخر اس کے دلمیں ٹھن گئی کہ مجھکو بدہ کا مرتبہ حاصل ہو گیا اور اپنے تئیں سب علوم کا ماہر سمجھ کر اپنا بودہ مذہب پھیلانا شروع کر دیا اور اسوقت سے اسکا نام شاکی سنگہ گوتم یا شاکی منی۔ مشہور ہوا۔ پہلے پہل یہ مذہب نواح بنارس میں جاری ہوا پھر آہستہ آہستہ تمام ہندوستان میں پھیل گیا۔ اور حضرت عیسے سے اڑھائی سو برس پہلے اوس نے بڑی رونق پائی اور تھوڑے عرصہ کے بعد جزیرہ سراندیپ برما چین میں جہاں ابتک اس مذہب کے ہزاروں آدمی موجود ہیں چمک گیا۔ لیکن اب ہندوستان میں بجز پہاڑی[1] ملکوں کے اسکا نام و نشان بھی نہیں +

[1] تبت وغیرہ ۱۲ منہ

اس مذہب میں ذات کو کچھ دخل نہیں ہر ایک آدمی کا درجہ اسکے عملوں پر موقوف ہے۔ شاکی منی کہتا ہے کہ بچے بڈھے جوان مرد عورت کو تکلیفیں سہنے سے ایک خاص فائدہ ہوتا ہے۔ اس کے نزدیک **نجات** ایک ایسی حالت میں پہونچ جاتا ہے کہ جسمیں خوشی و رنج دوستی دشمنی اور جملہ خیالات اور خواہشوں سے آزاد ہو جائے۔ اس کے حیات میں ہی اس کے مذہب نے بڑا رواج پایا ویدک دہرم۔ اور برہمنوں کا قریب استیصال کے ہو گیا تہا بڑے بڑے راجہ مہاراجہ اس مذہب میں آ گئے تھے اور اس کے بعد بھی اس مذہب کی بڑی ترقی ہوئی۔ لیکن رفتہ رفتہ اس میں بہت سے فریق ہو گئے جو آج تک مختلف مقامات میں موجود ہیں۔ انمیں سے ایک بڑے فریق کا یہ قول ہے کہ خدا کچھ چیز نہیں اور سب میں بڑا بُدہ ہوتا ہے۔ اور چوبیس بدہ گزر چکے ہیں گوتم پچیسواں بدہ ہے۔ اور انکا یہ بھی قول ہے کہ

کہ مادے میں ایک ایسی خاصیت ہے کہ وہ خود بخود جہان کی صورت میں بدل جاتا ہے اور پھر فنا ہو کر نئے سرے سے پیدا ہوتا ہے اور ہمیشہ یہی حالت جاری رہتی ہے۔ بعض فرقے کہتے ہیں کہ خدا موجود ہے مگر اسنے نہ دنیا کو پیدا کیا ہے نہ اسکو انسان کے نیک و بد کاموں سے کچھ تعلق ہے۔ بعض فریق کہتے ہیں کہ گرچہ خدا کو دنیا سے کچھ سروکار نہیں لیکن پھر بھی تمام چیزیں اسکی مرضی سے پیدا ہوتی ہیں۔ اِس مذہب کی بڑی عبادت یہ ہے کہ دنیا سے دل نہ لگاؤ۔ کسیکو دکھہ نہ دو اسلئے ان میں سے اکثر دنیا چھوڑ کر ایک مکان میں جسکو وہار کہتے ہیں ہو بیٹھے ہیں صندل کی لکڑیاں جلا کر بھجن کیا کرتے ہیں۔ بودہ مذہب کے اکثر لوگ ہندوں کے دیوتاؤں کو بھی پوجتے ہیں اور اپنے گھروں اور بودہ کی مورت کو عموماً پوجتے ہیں۔ اور ان کے مندروں میں عجائب عجائب حیوانات کی مورتیں پائی جاتی ہیں۔
دوسرا **جینی** مذہب ہے یہ بھی بودہ مذہب کیطرح کہتے ہیں کہ خدا کوئی چیز نہیں۔ اگر ہے تو اسکو دنیا کے کاموں میں کچھ دخل نہیں نہ اسنے دنیا کو پیدا کیا ہے بلکہ مادے میں ایک ایسی خاصیت ہے کہ وہ خود بخود دنیا کی صورت میں بدل جاتا ہے جسطرح بودہ مذہب کے لوگ بدھ کو مانتے ہیں اسیطرح یہ **ارہنت** کو پوجتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ دنیا میں چوبیس ارہنت ہیں اور یہ پہلے آدمی تھے۔ تپسیا[۱] کر کے ارہنت ہوگئے اور جب ان کا زمانہ پورا ہو چکے گا تو چوبیس اور ہونگے۔ جینی لوگ اس زمانہ کے ارہنتوں میں سے **رشب** جی کو جو سب سے پہلے ارہنت ہیں اور پارس ناتہہ کو جو تیئسویں ہیں اور مہابیر جی کو جو چوبیسویں ہیں بہت پوجتے ہیں اور یہی دونوں اخیر شخص اس مذہب کے بانی معلوم ہوتے ہیں۔ جینیوں کے دو فرقے بڑے مشہور ہیں ایک **دگمبری** دوسرے **سوتیمبری**

[۱] جب خدا نہیں تو تپسیا یعنے عبادت کسکی کی تھی ۱۲ منہ

دگمبری جنکو سراؤگی بھی کہتے ہیں اپنے دیوتاؤں کی مورتوں کو برہنہ رکھتے ہیں اور ان کے منی بھی بالکل ننگے رہتے ہیں وہ سمجھتے ہیں کہ ہمیں جہات ششہ کے سوا اور کسی لباس کی ضرورت نہیں لفظ دگمبر دگ اور امبر سے مرکب ہے۔ دگ سنسکرت میں سمت کو اور امبر چادر کو کہتے ہیں یعنے ان کا لباس یا چادر صرف جہات ہیں۔ پھر اس فرقے میں بھی کئی فریق ہیں مگر زیادہ مشہور وہ ہیں جو پہلے بنئے تھے اور پھر سراؤگی ہو گئے :۔

سوتیمبری وہ لوگ ہیں جو اپنے بتوں کو کپڑے تو نہیں پہناتے مگر خول کے طور پر زیور پہنا دیتے ہیں چاندی سونیکے انگرکھے پاجامے۔ یہ لفظ سویت اور امبر سے مرکب ہے۔ سویت سنسکرت میں سفید کو کہتے ہیں یعنے سفید چادر پہننے والے انکی بھی کئی قسمیں ہیں۔ موہنہ بندہے جنکو سیوڑے اور ڈہونڈے کہتے ہیں وہ بھی انہیں سے ہیں۔ ان کے منی سفید چادر اوڑہتے ہیں۔

جینیوں کا بڑا اصول مذہب یہ ہے کہ کوئی جانور ان کے ہاتہ سے نہ مرنے پائے اسلئے ہاتہ میں ایک سوت کی جھاڑو رکھتے ہیں کہ جگہ جھاڑ کر بیٹھیں کوئی جانور دبکر نہ مرجائے اور کپڑا بھی موہنہ پر تاگے میں ڈالکر ٹنکائے رکھتے ہیں کہ موہنہ کی بھاپ سے کوئی جانور نہ مرجائے اور پانی چھان کر پیتے ہیں اور اس امر میں طرح طرح کی تکلیفیں گوارا کرتے ہیں مگر سب **بت پرست** ہیں اپنے پیشواؤں کی مورتوں کو پوجتے ہیں۔ ان کے آگے ہاتہ جوڑتے سجدہ کرتے ہیں مرادیں مانگتے ہیں اور ہندوں کے دیوتاؤں کو بھی پوجتے ہیں۔ عجب ہے کہ خدا تو کوئی چیز نہیں اور ہے تو اسکو دنیا کے کاموں میں کچھہ بھی دخل نہیں اور ان کے بتوں کو سب کچھہ دخل ہے جو ان کے ہاتہ کے بنائے ہوئے ہیں اور جنکے نام کے یہ بت ہیں وہ انہیں جیسے آدمی تھے اناج کہاتے پاخانہ پھرتے تھے انکو مرنے کے بعد بھی یہ قدرت ہے کہ دہ تو وہ ان کے نام کی مورتیں پوجے بغیر بھی چارہ نہیں۔

جینی بھی بودہ مت کیطرح ویدوں اور ہنود کی دیگر کتابوں کو واجب التسلیم نہیں جانتے

بلکہ بعض تو سخت برائی بیان کرتے ہیں۔ ان کے پاس اپنے دہرم کی کتابیں ہیں جنکی زبان خالص سنسکرت نہیں بلکہ مخلوط ہے +

اس مذہب والے وسط ہند میں بھی ہیں اور راجپوتانہ اور گجرات اور کاٹھیاواڑ میں تو بکثرت ہیں جوناگڈھ کے پہاڑ گرنار پر نیموناتھ کا ایک مندر ہے جسمیں ہندوں کو نہیں جانے دیتے۔ کئی گز کا ایک بلند بت ہے وہاں ان کے درویش اور عالم رہتے ہیں

ان دونوں قسموں میں قدیم سے بت پرستی مروج ہے جیساکہ عرب میں تہی اور اسلیئے علماء نے کہا ہے کہ عرب اور اہل ہند کے مذاہب و خصائل میں بہت مشابہت ہے۔

ان ہنود میں علوم بہی تہے ریاضی خصوصًا ہیئت۔ ہندسہ۔ حساب۔ موسیقی نجوم میں کمال مہارت تہی۔ فن طب بہی ان میں ایک حد تک ترقی پر تہا۔ ان کے چہتری بہادر اور غیور بہی تہے۔ رحمدلی مہمان نوازی بہی ان میں تہی سخاوت اور داد و دہش بہی تہی۔ اسیطرح عرب میں عمدہ خصائل بہی تہے۔ شجاعت۔ سخاوت۔ مہماں نوازی حمیت علم نسب و قیافہ کے بڑے ماہر تہے + مگر بطرح اہل ہند سادہ لوح اوہام پرست تہے اسیطرح عرب بہی تہے۔

تیسری قسم کے جاہل اور وحشی ہندو ہیں اور اس ملک کے اصل باشندے بہی ہیں جنکو وسط ایشیا سے آکر آریوں[۱] نے مغلوب کر لیا تہا۔ اور انکو

[۱] آریہ یعنی ایرین حضرت مسیح سے تخمیناً دو ہزار برس پہلے بعضوں کے نزدیک پندرہ سو برس پہلے ترکستان سے آکر اول پنجاب میں ستلج تک بسے اور پہر ترقی کرتے کرتے ہندوستان پر حاوی ہو گئے برہمن انکی علمی قوم قرار پائی۔ چہتری جنکی نسل سے راجپوت اور کہتری ہیں اہل حکومت قرار پائے۔ ویش بنئے وغیرہ اہل تجارت قرار دیئے گئے شودر یہاں کے قدیم باشندے نہرہ غلاموں کے قرار دیئے گئے ابتداء میں ایرین خانہ بدوش تہے مواشی کے گلے انکے ساتہ رہتے تہے مبادی مذہب ساتہ لائے تہے عناصر وغیرہ کی مدح میں لوگ کچہ اشعار تصنیف کر کے آگ عناصر وغیرات کی پرستش

شودر کا خطاب دیا تھا جو آریوں کے ساتھ کسی حق کے مستحق نہ تھے محض خدمت گار سمجھے جاتے تھے جیسا کہ چمار۔ خاکروب۔ ڈھیر۔ بھیل گونڈ۔ انکا کسی وقت میں بھی کوئی مذہب و ملت نہیں ہوا ہے۔ یہ بت پرست بلکہ عجائب پرست ہیں ہر چیز کو جوان کے نزدیک بڑی قوت والی ہو خدا سمجھتے ہیں۔ اسیطرح اوس عہد میں کیا بلکہ ابتک افریقہ کے جاہلوں کا یہی حال ہے اور دیگر طوائف بنی آدم کی بھی یہی حالت تھی۔ ایسی حالت میں خدا کی رحمت کا مقتضے تھا کہ کوئی بڑا زبردست رسول بھیجے جو تمام بنی آدم کو خدا پرستی اور مکارم اخلاق طہارت و نجاست جائز ناجائز باتیں بتادے۔ مرنے کے بعد آنے والی زندگی کی صحیح صحیح خبر دیکر متنبہ کرے اور ملت ابنیائی اور مذہب ابراہیمی کو از سرنو زندہ کرے جو جو امور اس کے لوگوں میں باقی رہ گئے ہوں ان کو انکے غلط خیالات کی آمیزش سے پاک و صاف کرکے ملت میں باقی رکھے اور جو مٹ گئی ہوں انکو از سرنو قائم کرے۔ اور ایسا شخص اوس عہد میں بجز حضرت محمد مصطفے صلے اللہ علیہ وسلم کے اور کوئی دوسرا مبعوث نہیں کیا گیا اور اگر کوئی دوسرا ایسا ہوا ہو تو ہمکو بتلایا جاوے باتفاق مورخین ایسا کوئی اوس عہد میں مبعوث نہیں ہوا ہے۔ پس آپ کی نبوت

بقیہ نوٹ ص۳۳۰ کے وقت پڑھا کرتے تھے وہ شدہ شدہ منتر قرار پاگئے اور روز بروز تصنیف کا سلسلہ بڑھتا گیا ابتدائے زمانہ سے لیکر ان کے عروج تک جبکہ انمیں شائستگی پیدا ہوگئی تھی تخمیناً ہزار برس سے زیادہ تک یہ سلسلہ جاری رہا پھر ویاس نے ان مختلف اشخاص کے مختلف المضامین اشعار کو جمع کردیا انکا نام وید یعنی علم قرار پایا۔ شاید رگ یجر۔ اتھروشام لوگوں نے بعد میں یا اسی وقت میں ترتیب دینے میں کوشش کی انہیں کے نام سے نامزد ہوگئے اسیلئے ویدوں میں مضامین مختلف پائے جاتے ہیں۔ کیونکہ ان کے متعدد مصنف مختلف زمانوں کے ہیں اور اس اثنا میں انبیا بھی آئے ہوں اور انکے کلام کو بھی شامل کرلیا ہو تو تعجب نہیں اسیلئے ان اھب باطلہ میں بعض سچے اور الہامی باتیں بھی تلاش سے ملتی ہیں مگر غضب یہ ہوا کہ انپر بھی خیالات کی قلعی چڑھکر اور ہی صورت کردی گئی ہے ۱۲ منہ

ورسالت آفتاب سے زیادہ روشن ہو کر ثابت ہو گئی جسمیں منصف کو قیل وقال کی مجال ہی باقی نہیں رہی +

جس مذہب کو آپنے رواج دیا ہے اسکا نام اسلام ہے اور یہی خدا کے نزدیک مقبول اور موجب نجات ہے جیساکہ قرآن میں آگیا ہے اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَامُ کہ دین تو اللہ کے نزدیک اسلام ہی ہے وَمَنْ یَّبْتَغِ غَیْرَ الْاِسْلَامِ دِیْنًا فَلَنْ یُّقْبَلَ مِنْہُ وَھُوَ فِی الْاٰخِرَۃِ مِنَ الْخٰسِرِیْنَ ۝ کہ جسنے اسلام کے سوا اور کوئی دین اختیار کیا تو وہ مقبول نہوگا اور وہ شخص آخرت میں نقصان پانے والوں میں سے ہوگا۔ کسلئے کہ دین برحق کا بڑا اصول توحید اور اسکی ذات وصفات وغیرہا ان امور پر ایمان لانا ہے جنکو حواس محسوس نہیں کرسکتے پھر وہاں تک رسائی کے دو ہی طریق ہیں اول استدلال سو یہ کافی نہیں۔ کیونکہ استدلال میں بڑی بڑی غلطیاں پیش آجاتی ہیں۔ جنکی تفصیل علم منطق میں مذکور ہے جو خاص استدلال کی حفاظت کے لئے حکماء نے مدون کیا ہے۔ اور یہی سبب ہے کہ ایک حکیم استدلالی کا نتیجہ دوسرے کے خلاف نکلتا ہی اور کبھی خود ایک نتیجہ نکالتا ہے پھر دوسرے وقت آپ ہی اوس کو غلط قرار دیتا ہے دوم کشف۔ اسمیں وہم وخیال کی آمیزش ہو جاتی ہے۔ کوئی ہزار روحانی ریاضات کرے اور کسی حدتک اس کے کشف کا پایہ بلند ہو جائے مگر تا وقتیکہ تائید الٰہی جسکو عصمت فی العلم کہتے ہیں معین نہو۔ وہمی اور خیالی آمیزشوں سے بچ نہیں سکتا اور وہ کشفی ادراک میں معصوم صرف حضرات انبیاء علیہم السلام ہی ہوتے ہیں کسلئے کہ یہ دنیا میں اسکی ہدایت کے ذمہ دار ہوتے ہیں یہی علوم آخرت پہونچانے کا وسیلہ قرار دیئے جاتے ہیں۔ انکی نگہبانی نہ کیجائے تو کام کیونکر چلے۔ جن باتوں کو اور لوگ استدلال یا کشف سے کچھ کچھ دریافت کرنے میں سالہا سال محنتیں اٹھاتے ہیں وہ انکو عیاناً دکھادی جاتی ہیں اور ان کے چشم باطن میں خلاف بینی کا عیب بھی نہیں

ہونے پاتا ہے وماذاغ البصر وماطغیٰ اب جسقدر مذاہب کا آپنے حال دریافت کیا کہ نصرانیوں کیا زمانہ کی اسی عمر ہے اور نور ظلمت کے اختلاط سے یوں ہوا اور آخر خدا کی ذات کا جزو ہو جانا نجات ہے یا اور اسکی ذات میں سے منفصل ہوکے دنیا بنی تھی سب اوہام و تخیلات ہیں انپر کوئی کیونکر یقین کر سکے؟ اور انکے غلط نتائج بھی عقلاء کے نزدیک ظاہر ہیں خدا کوئی مجسم چیز نہیں کہ جس سے اجزا منفصل ہوں اور دنیا بننے سے وہ اجزا جدا ہوکر اسکی ذات کا نقصان لازم آئے اور پھر اسی میں بلجانے سے اسکی تکمیل ہوجائے یہ تو ہندوں کی نجات نہوئی بلکہ خدا کی ہوئی کہ ناتمام پڑا تھا۔ اسکے اجزاء ملکر پورا ہوگیا +

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم دنیا میں کوئی نیا دین نہیں لائے بلکہ اسیکو درست کر دیا جو آدم نوح ابراہیم موسے عیسے علیہم السلام لائے تھے یا اور ملکوں میں اور انبیاء لائے تھے اور بمرور زمانہ اسمیں لوگوں نے امیزش و تحریف کر کے بگاڑ دیا تھا۔ اسلئے اس مذہب کی باتوں کو یہ کہنا کہ یہ فلاں مذہب سے لی گئی ہیں فلاں سے ایک بیکار کوشش اور فضول اعتراض ہے۔ جب آپ دنیا بھر کے مذاہب و ادیان سے واقف ہوچکے تو اب دیکھئے اور انصاف کیجئے کہ قرآن نے انسانی سعادت کے متعلق کن کن علوم کو ذکر کیا ہے۔ یہی ایک بات قرآن کے من جانب اللہ ہونے کے لئے کافی ہے اور منصف کے لئے دلیل شافی ہے

فصل (۷)

(قرآن کے علوم)

انسان کے اندر خدا نے دو قوتیں ایسی رکھی ہیں کہ اگر انکی اصلاح ہو جائے تو نجات

ف اگر ان آسمانی جواہر کو خود خدا ہی نے قرآن میں مجتمع نہیں کر دیا ہے تو حضرت محمد صلعم نہ لکھنے پڑھے تھے نہ ان کے پاس مذاہب مختلفہ کی کتابیں تھیں نہ عربوں کو ادیان مختلفہ سے اطلاع تھی تو پھر انہوں نے کیونکر انتخاب کر کے جمع کیا یہ عقل سے باہر ہے ۱۲ منہ

اور سعادت عملی ہے یہہ جسقدر انسان انمیں ترقی کرے گا۔ اسیقدر اسکی سعادت میں ترقی ہوگی اور جسقدر ان میں نقصان رہے گا۔ اسیقدر اسکی سعادت میں قصور رہے گا۔ اور وہ دو قوتیں یہ ہیں۔ ایک **قوت نظریہ** علم وادراک حقیقی اور مطابق واقع اور یہ اعلے قوت ہے یہی اعمال پر بھی برانگیختہ کرتی ہے اور مرنے کے بعد یہ انسان کے ساتھ رہتی ہے۔ اسکی تکمیل یہ ہے کہ موجودات کو ٹھیک ٹھیک طور پر جانے۔ موجودات کی دو قسم ہیں مجردات و مادیات یا کہو عالم محسوس و عالم معقول۔ محسوسات و مادیات کے علوم و انکشاف بمقابلہ مجردات کے علوم و انکشاف کے چنداں کمال میں داخل نہیں کس لئے کہ اول تو مادیات متغیر ہیں جنکے تغیر سے علم میں بھی تغیر ہونا لازمی بات ہے دوئم یہ خسیس ہیں اور خسیس کا عالم بھی ویسا ہی خسیس ہے۔ انسان کی صحت و مرض کے عالم کو حیوانات کی صحت و مرض کے عالم پر اسیلئے فوقیت ہے کہ وہ شریف کا علم ہے یہ خسیس کا۔ اسی معنی میں سعدی نے کیا خوب کہا ہے ؎

بوریا باف گرچہ بافندہ است　　　نہ برندش بہ کارگاہِ حریر

مجردات میں سب سے اعلیٰ و اشرف موجود حقیقی اللہ تعالے ہے اسکی ذات و صفات کا علم ایک بڑا شریف علم ہے اور اس علم میں استدلال و انکشاف بجز انکشاف انبیاؑ کے قاصر ہے اسلیئے اس گرداب میں صدہا کشتیاں غرق ہوگئیں اور پھر باہر نہ نکلیں ؎

درین ورطہ کشتی فروشد ہزار　　　کہ پیدا نشد تختہ بر کنار

(۱) سیکڑوں مذاہب باطلہ و ادیان کاذبہ اسیلئے پیدا ہوئے کہ انہوں نے خدا کو خدا نہ جانا بلکہ اپنے خیالات کا تراشا ہوا خدا بنایا اور اپنے خیال باطل کے موافق اسکو صفات ناقصہ کا لباس پہنایا۔ جیسا کہ آپ کو تفصیل مذاہب سے معلوم ہوا ہوگا۔ مگر قرآن نے اس مشکل کو آسان کر دیا۔ دلائل آفاق و انفس سے اپنی ذات اور وجود کا ثبوت بھی کر دیا۔ اور توحید و قدرت و علم و حیات و ارادہ وغیرہ صفات کمال بھی ثابت

کر دیئے اور فنا ر وحدوث و احتیاج اور جسمانی آلائشوں سے پاکیزگی بھی بتا دی بنا بیچون و بے چگون ہونا بھی واضح کر دیا۔ قرآن کا ایک حصہ اسی علم میں ہے نمونہ کے طور پر ہمنے چند آیات صدر کتاب میں نقل کیں۔ ہیں۔ باب اول کی فصل اول و دوم تم پڑھو +

(۲) وہ نورانی مخلوق جو عالم جسمانی میں فیض الٰہی پہونچنے کا ذریعہ ہے اور نیز اس کی تسبیح و تقدیس کے لئے بھی ہے اعنی فرشتے ان کے حالات کی بھی قرآن نے بہت کچھ تشریح فرمائی ہے اسمیں بھی قرآن کا بہت حصہ ہے۔ آیات نظائرا بحث ملائکہ میں ذکر ہو چکیں +

(۳) عالم روحانی جہاں مرنے کے بعد ارواح اپنے نیک و بد کاموں کا بدلہ پاتی ہیں **عالم برزخ**۔ **عالم آخرت** حشر و نشر جنت اور وہاں کے کوائف دوزخ اور وہاں کی مصیبتیں اور مرنے کے بعد ارواح کی کیفیات اور جسم سے متعلق ہونے سے پہلے کے حالات۔ اس علم کو بھی قرآن نے بہت کچھ واضح فرمایا ہے۔ ملاحظہ ہوں وہ چند آیات جو اس بحث میں ہم پیش کر چکے ہیں۔ گو ایک موقعہ پہ بلید الذہن سائل کے جواب میں جو اس مسئلہ کو عمدہ طور سے سمجھ نہ سکتا تھا۔ تھوڑا سا حال بیان کر دیا اور اتنا ہی کہنا کافی سمجھا کہ قل الروح من امر ربی مگر اور اور مقامات پر جیسا کہ ہمنے آیات سے ثابت کیا ہے بہت کچھ حال ارواح کا بیان فرمایا ہے پھر یہ کہنا کہ ارواح کے علم سے قرآن خالی ہے محض تعصب ہے۔

(۴) **محسوسات** میں اعلیٰ و اشرف حضرات انبیا رہیں علیہم السلام کیونکہ وہ اپنی قوت ملکیہ کے لحاظ سے فرشتوں سے کم نہیں اور اسی سبب سے اپنر عالم روحانی کے علوم و حقائق منکشف ہوتے ہیں اور جسمانی لحاظ سے وہ انسان کامل ہیں اول تو انسان ہی عالم صغیر ہے خدا کے جمال کا آئینہ ہے اسکی خوبی کو سماوات اور ستارے کہاں

پہونچ سکتے ہیں اسکا ادراک اور اسکا وہ دل دردمند جو سوز وگداز الہی کا خزانہ ہے جسنے امانت الہی سر پر اٹھالی جسکو آسمان وزمین اور بڑے مستحکم پہاڑ نہ اٹھا سکے۔ انا عرضنا الامانۃ علی السموٰت والارض والجبال فابین ان یحملنہا وحملہا الانسان پہر ان میں حضرات انبیاء جو انسانیت کے فرد کامل بدرجہا اولے افضل ہیں۔ اسلئے انبیاء علیہم السلام کا حال ذکر کیا اور نبوت کے مرتبہ کی حقیقت بیان فرمائی۔ اور جو کچھہ کم فہموں کے نبوت پر شبہات تہے انکو دفع کردیا اور انبیاء کے خصائص اور ان کے فرائض منصبی بہی واضح کردیئے۔ اور اسنے مخالف جسقدر برکات سے محروم رہے اور انپر بلائیں نازل ہوئیں انکو بہی پہلی امتوں کے واقعات میں جو محض نظیر کے طور پر ذکر کیئے گئے آشکارا کردیا۔ اور یہ اسلئے کہ بنی آدم اور خدا میں یہی واسطہ ہوتے ہیں اسکے احکام پہونچنے کا یہی گروہ ذریعہ ہے۔ اس بیان میں بہی بہت کچہہ قرآن کا حصہ ہے ملاحظہ ہو بحث نبوت

(۵) انبیاء علیہم السلام بہی بشر ہوتے ہیں وہ اپنے فرائض منصبی اداکرکے عالم جاودانی میں چلے جاتے ہیں پہر ان کے علوم وہدایات کا متکفل کامل[ل] انکی وہ الہامی کتاب ہی باقی رہجاتی ہے جسپر ایمان لانا ان انبیاء اور ان کے الہامی امور پر ایمان لانا اور نبی کے برکات سے مستفید ہوتے رہنا ہے۔ اسلئے کتب انبیاء اور ان کے صحیفوں کا بہی قرآن میں بہت کچہہ ذکر ہے اور متعدد سورتوں میں ہے ایک جگہ ہے ولقد اتینا موسی الکتب۔ ایک جگہ ہے واتینا داود زبورا۔ حضرت عیسے کی نسبت ہے واتینٰہُ الانجیل۔ ایک جگہ ہے اِنَّ ھٰذَا لَفِی الصُّحُفِ الْاُولٰی

[ل] اسمیں اسطرف اشارہ ہے کہ ان کے اصحاب اور ان کا خاندان بہی متکفل اور اس کے علوم کا خزانہ ہوتے ہیں مگر نہ اسقدر کہ جسقدر کتاب ہوتی ہے۔ اسیلئے آنحضرت نے فرمایا کہ میں تم میں دو بہاری اور بڑی چیزیں چہوڑے جاتا ہوں کتاب اور اپنا خاندان ۱۲ منہ

صُحُفِ ابراہیم ومُوسیٰ +

جسنے حضرات انبیاء کی کتابوں پر یقین کر لیا اسنے خدا کے تمام منازل علوم پر یقین کر لیا ہے۔ یہ پانچ علوم ام العلوم ہیں۔ جبکو یہ حاصل ہو گئے اسکی قوت نظریہ ایک حد تک کامل ہو گئی شرع میں ان کے اعتقاد کو **ایمان** کہتے ہیں۔ اسلام میں انپر یقین کرنا ازبس ضروری ہے۔ قرآن میں انپر ایمان لانے کی بڑی تاکید ہے +

(۶) جملہ محسوسات علویات آسمان ستارے چاند اور سورج اور عناصر اور سفلیات زمین حیوانات نباتات جمادات ہیں۔ قرآن نے انکی آفرینش اور بقا کا نقشہ سامنے کھڑا کر دیا ہے اور بتا دیا ہے کہ یہ جملہ اشیاء اوسی قادر مطلق کی بنائی ہوئی ہیں جو ہمیں ہر روز اپنی قدرت و کمال کے نمونے دکھاتا ہے۔ خود ان کی پیدائش ان کے حالات کا تغیر اور ان میں جو کچھ اسنے باریکیاں رکھی ہیں وہ بتا رہی ہیں کہ وہ ایک دانا دور اندیش باعلم و حکمت قادر کاریگر کا کام ہے یعنے خدا کا نہ مادہ اور طبیعت میں یہ ادراک ہے نہ علم و شعور ہے نہ یہ چیزیں خود بخود بن سکتی ہیں۔ مخلوق میں سے ہر ہر شے اس کے آیات قدرت کا دفتر ہے ان سب کو **دلائل آفاق** کہتے ہیں پھر ان میں خود حضرت انسان اور اسکی بناوٹ اور اس کے قویٰ اسکا علم و ادراک اور اسکا جزر و مد اس کے دل کی جو ایک دریاء بیکنار ہے موجیں اسکی فنا اور اسکا میدان شہود میں یہ سفر اسکی ترقی و انحطاط یہ سب نہتا، دلائل ہیں جو اسکی قدرت و کمال پر دال ہیں انکو **دلائل انفس** کہتے ہیں۔ قرآن میں جابجا اس بات کو بڑے دلکش انداز سے بیان فرمایا ہے۔ صدر کتاب میں نمونہ کے آیات پیش کر چکا ہوں۔ قرآن کا ایک بڑا حصہ اسی بیان میں ہے باقی ان اشیاء کا اسطور سے علم کہ ہوا اور پانی میں کیا ثقل ہے نباتات میں کیا کیا تاثیرات ہیں ستاروں کی چال کسطرف سے کسطرف ہے یہ حکماء کے علوم ہیں۔ الہامی کتابیں اور حضرات انبیاء انکی بتانیکو نہیں بھیجے جاتے ان کے لئے انسان عقول اور انکا تجربہ کافی ہے

دوسری **قوت عملیہ** ہے اسکے متعلق کارآمد اور ضروری تین علم ہیں۔ کیونکہ اگر شخص واحد کی اصلاح وفلاح کا علم ہے تو اسکو **تہذیب النفس** کہتے ہیں۔ پھر اس علم کی بہت سی شاخیں ہیں۔ طہارت بدن ولباس ماکل ومشارب۔ کہ یوں فلاں نجاستوں پر غسل کرنا چاہیئے۔ اور اس موقع پر صرف وضو کافی ہے۔ نجاست بدن اور کپڑے پر لگے تو اسکو دھو ڈالنا چاہیئے استنجا کرنا چاہیئے۔ مکانوں کو نجاست ظاہری وباطنی سے پاک رکھنا چاہیئے۔ اس کو علم الطہارت کہتے ہیں۔ یہ اسلیئے ضرور ہے کہ نجاست بدن کا اثر روح تک بھی پہونچتا ہے اس علم کو قرآن نے خوب مشرح بیان فرمایا ہے۔ اور پھر پیغمبر علیہ السلام نے قولاً وفعلاً۔ اور بھی توضیح کردی ہے۔ جنابت کی بابت فرمایا ہے وَاِنْ کُنْتُمْ جُنُبًا فَاطَّهَّرُوْا کہ اگر جنابت[1] ہو تو نہاؤ۔ اور سراس کا یہ ہے کہ ایسی حالت میں تمام بدن میں ایک تغیر پیدا ہوتا ہے خود انسان کو اپنے بدن اور پسینے میں ایک طرح کی بو معلوم ہونے لگتی ہے۔ حرارت غریزیہ کا ہیجان ہوتا ہے۔ بعد میں نہانا حرارت غریزیہ کے تحفظ کا باعث ہے۔ عورتوں کو جب معمولی ایام ہوں تو ان سے صحبت کی ممانعت فرمادی ہے۔ فاعتزلوا النساء فی المحیض اسمیں جو یہود کا مبالغہ تھا کہ اسکے ہاتھ کی چھوئی ہی کوئی چیز نہیں کہاتے تھے اسکا کہانا پانی جدا کردیتے تھے اس افراط کو رد کردیا۔ عیسائیوں میں کچھ بھی پروانہ کرتے تھے اس تفریط کو بھی دور کردیا۔ انسان جب پاخانہ پیشاب سے پاک ہو تو پانی یا ڈھیلوں سے صفائی کرے۔ اسکی ترغیب اس آیت میں دلادی فیہ رجال یحبون ان یتطہروا واللہ یحب المطہرین ○ کہ اس مسجد قبا میں وہ لوگ رہا کرتے ہیں جو ستھرائی کو پسند کرتے ہیں اللہ بھی ستھرائی اور پاکیزگی والوں کو پسند کرتا ہے۔ نماز پڑھنے کے وقت وضو کا حکم دیا۔ اذا قمتم الی الصلوٰۃ فاغسلوا وجوھکم وایدیکم الی المرافق وامسحوا برءوسکم وارجلکم الی الکعبین کپڑے پاک رکھنے کی بابت حکم دیا وثیابک فطھر معنوی نجاست بت وغیرہ آلہ باطلہ

[1] بیوی سے صحبت کرنا یا خواب میں انزال ہو جانا ۱۲ منہ

اور تصاویر ہیں جنکو عرب اور دیگر اقوام خدا بنا کر پوجتے تھے اسلئے بھی مکانوں کو پاک رکھنے کا حکم دیا۔ والرجز فاھجر۔ واجتنبوا الرجس من الاوثان۔ کہ پلیدی سے دور رہ اور بت جو ناپاکی ہے اسلئے دور رہ۔ طہارت اخلاق یعنے جو چیزیں اخلاق کو ناپاک کرتی ہیں اور ان سے روح پر تاریکی پیدا ہوتی ہے جنکو شرع میں **شرک و معاصی** کہتے ہیں اسلئے پاکیزگی حاصل کرنے کا جابجا قرآن میں حکم دیا ہے۔ شرک کیا ہے۔ خدا کی ذات اور صفات عبادت و تعمیل احکام میں کسی دوسرے کو ملانا خواہ وہ کوئی ہو نبی ہو فرشتہ ہو ولی چاند اور سورج اور عناصر یا کوئی دیوتا ہو۔ ایسے کام کرنے والوں کو بھی قرآن نے ناپاک تبلایا ہے یہ روحانی ناپاکی ہے انما المشرکون نجس کہ شرک کرنے والے ناپاک ہیں۔ معاصی۔ یا نفسانی بیجا خواہشیں ہیں۔ یا طمع بیجا ہے یا غیر کی حق تلفی تینوں قسموں کو سخت ممنوع اور حرام کردیا قسم اول زنا۔ لواطت اور ان کے دواعی یعنے جملہ وہ باتیں جو نفس کو ہیجان میں لائیں اور زنا میں مبتلا کردیں۔ فحش تصاویر فحش قصے اور اشعار۔ نامحرم عورتوں کے ساتھ اختلاط راگ ورنگ رقص سرود ان سب کو قرآن نے لھو الحدیث فرمادیا ہے اور پیغمبر علیہ السلام نے بہت کچھ تشریح کردی ہے۔ قسم دوم وسوم چوری قتل لوٹ کھسوٹ رہزنی بنی نوع کو وقت ضرورت پر قرض دیکر ان سے سود لینا۔ جعلسازی۔ جھوٹ بولنا جھوٹی گواہی دینا۔ رشوت لینا دینا۔ انصاف میں جانبداری کرنا ناجائز حیلوں سے غیروں کا مال اوڑا لینا۔ ماں باپ کی نافرمانی غیبت کرنا گالی دینا ہر قسم کا ظلم عام ہے کہ بنی نوع پر ہو یا حیوانات پر ہو۔ ان امور کے لئے قرآن میں بہت کچھ بیان ہے از انجملہ یہ آیت ہے الذین یجتنبون کبائر الاثم والفواحش الا اللمم ○ از انجملہ یہ ہے واقسطوا ان اللہ یحب المقسطین عدل کیا کرو کسلئے کہ اللہ انصاف کرنے والوں سے محبت رکھتا ہے از انجملہ یہ ہے یٰایھا الذین لا یسخر قوم من قوم عسیٰ ان یکونوا خیرا منھم ولا نساء من نساء عسیٰ

اَنْ یَّکُنَّ خَیْرًا مِّنْهُنَّ وَلَا تَلْمِزُوْا اَنْفُسَكُمْ وَلَا تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوْقُ بَعْدَ الْاِیْمَانِ وَمَنْ لَّمْ یَتُبْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ۝ یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا كَثِیْرًا مِّنَ الظَّنِّ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ وَّلَا تَجَسَّسُوْا وَلَا یَغْتَبْ بَّعْضُكُمْ بَعْضًا الآیہ الحجرات۔ حم۔ کہ اے ایمان داروں تم میں سے کوئی قوم دوسری قوم کو اور نہ کوئی عورت دوسری عورت کو ٹھٹھوں میں اڑائے شاید وہ لوگ کہ جن سے تمسخر کیا جاتا ہے اسنے بہتر ہوں اور نہ کوئی دوسرے پر طعنہ کیا کرے اور نہ کسیکے چڑ کے نام مقرر کیا کرو ایمان کے بعد بدکاری کے نام بہت برے ہیں اور جو باز نہ آئیں تو وہی ظلم کرنے والے ہیں۔ اے ایماندارو بدگمانی سے بچا کرو کسلئے کہ بعض بدگمانی گناہ ہے اور عیب جوئی نہ کیا کرو اور نہ غائبانہ بدگوئی کیا کرو۔

تہذیب اخلاق اور حسن معاشرت کے لئے یہ آیات اصل الاصول ہیں۔ اکثر باہمی فسادوں کی یہی باتیں جڑ ہیں جن سے منع فرمایا ہے از انجملہ یہ ہے۔ وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنَا کہ زنا کے پاس بھی نہ جانا کیونکہ یہ فحش کام اور برا راستہ ہے۔ از انجملہ یہ ہے وَلَا تَاْكُلُوْا اَمْوَالَكُمْ بَیْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ۔ کہ آپسمیں ایک دوسرے کا مال ناحق نہ کھاؤ۔ اس میں دغابازی چوری غضب خیانت۔ رشوت سب شامل ہیں اور ہر ایک کی جداگانہ بھی مما لعنت آئی ہے۔ جھوٹھ بولنے پر لعنت آئی ہے لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْكَاذِبِیْنَ الغرض ہر قسم کی بدکاری اور گناہ کی نجاست سے پاک رہنے کی جابجا تاکید ہے۔

پیغمبر علیہ السلام نے اس کا سر ظاہر فرمایا ہے کہ جب انسان کوئی گناہ کرتا ہے تو اس کے دل پر ایک سیاہ نقطہ پیدا ہو جاتا ہے۔ اگر توبہ و استغفار کر لیا تو مٹ جاتا ہے ورنہ پھیلتے پھیلتے تمام دل کو گھیر لیتا ہے +

یعنے ملکیت پر ظلمت طاری ہو جاتی ہے اور یہی ظلمت نور حق تک پہونچنے میں حجاب ہو جاتی ہے اور یہی آگ زنجیر طوق وغیرہ اشکال مناسبہ میں مرنے کے بعد متشکل ہو کر

تکلیف و عذاب پہونچاتی ہے۔ حضرات انبیاء علیہم السلام کا یہ پہلا کام ہے کہ انسان کو اس آفت سے بچائیں ÷

ف انسان کے قوی بہیمیہ کا حد اعتدال سے تجاوز کرنا گناہ ہے۔ اور اسکی تین قسمیں ہیں قوت شہوانیہ[1] کا تجاوز جماع اور کہانے پینے مکان و لباس میں منحصر ہے اور ان کے دواعی و اسباب بھی اسمیں داخل ہیں۔ پھر اسکی بہت شاخیں ہیں۔ اپنی بیوی اور لونڈی شرعی کے سوا روہ بھی ممنوع ایام میں نہو اور سے قضاء شہوت خواہ بہائم سے ہو خواہ اپنے ہی ہاتھ سے ہو یا انسانوں میں مرد سے ہو یا عورتوں سے ہو سب میں تجاوز حد ہے۔ قرآن نے اس جملہ میں الا علی ازواجھم او ما ملکت ایمانھم میں بیوی اور لونڈی کے سوا سب کو ممنوع فرمادیا۔ اسمیں لواطت اجارہ وطی نیوگ وغیرہ سب آگیا۔ کہانے پینے میں تجاوز بیگانی چیز بلا اجازت و بلا حق[2] کہانا پینا۔ یا ان چیزوں کو کہانا پینا جن میں نجاست یا مضرت ہو۔ نجاست عام ہے۔ باطنی ہو یا ظاہری۔ باطنی جیسا کہ غیر اللہ بتوں وغیرہ کے نام کا ذبیحہ یا چڑھاوا اسکی نسبت قرآن نے فرمادیا وما اہل لغیر اللہ بہ کہ جسپر اللہ کے سوا اور کا نام تقرب و تعبد کے طور سے لیا جاوے یا غیر مذبوح وغیر مزکی جانور کہ جسکو ذبح نکیا گیا ہو وہ خود بخود مر گیا ہو جسمیں نطیحہ[3] متردیہ ماکول السباع بھی داخل ہیں یا اسکو اللہ کے نام سے موحد نے ذبح نہ کیا ہو۔

---

[1] حیض و نفاس حالت احرام میں بیوی لونڈی سے بھی ممنوع ہے ۱۲ منہ

[2] اس میں چوری زنا رشوت لوٹ مار کا مال۔ سود کی کمائی اور ناجائز اشیاء کی تجارت واجرت کی کمائی بھی شامل ہے ۱۲ منہ

[3] نطیحہ وہ جانور جسکو سینگ والے جانوروں نے سینگوں سے مار ڈالا ہو متردیہ جو اوپر سے گر کر مر جائے۔ ماکول السباع جسکو شیر وغیرہ نے مار کر کہایا ہو اس کا پس ماندہ سب ممنوع ہے ۱۲ منہ

نجاست ظاہری کی بھی دو قسم ہیں ایک وہ کہ جو طبائع عامہ و خاصہ سب کے نزدیک محسوس ہو
جیساکہ پاخانہ پیشاب وغیرہ دوسری وہ کہ جسکو طبائع سلیمہ ہی مکروہ جانتی ہیں اور ان کا اثر
اخلاق و عادات پر برا محسوس کرتے ہیں جیساکہ سور اور درندے شیر بھیڑیا کتا وغیرہ
یا حشرات الارض سانپ بچھو وغیرہ یا شکاری پرند چیل کوا باز بھری وغیرہ ان کے گوشت
سے انسانی اخلاق پر بلکہ ملکیت پر برا اثر پیدا ہوتا ہے جسکا احساس اس علیم و خبیر
نے اپنے نبی کو کرا دیا۔ مضر اشیاء کی بھی دو قسم ہیں ایک وہ کہ جن کا اثر صرف اخلاق پر
پڑتا ہے جیساکہ شراب اور جملہ مسکرات یہ چیزیں ابتدا میں تو قوی شہوانیہ کو ہیجان میں
لاتی ہیں۔ انسان اسوقت بہائم سیرت ہو جاتا ہے کوئی تمیز باقی نہیں رہتی لیکن آخر کار
جسمانی مضرتیں بھی پیدا ہوتی ہیں جسکا عقلاء مشاہدہ کر رہے ہیں دوئم وہ کہ انکی مضرت
زیادہ تر صحت جسمانی پر پہونچتی ہے جیساکہ سمیات ان سب کا فیصلہ قرآن کے ایک اس
جملہ نے کر دیا۔ یُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبٰتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ کہ رسول لوگوں کے
لئے پاک چیزوں کو حلال اور ناپاک چیزوں کو حرام کرتا ہے۔ اشیاء کی حلت و حرمت
ان کے ذاتی خصائص سے دور کر کے اشخاص کی پاکی اور ناپاکی طبائع پر محمول کر دینا
اور یہ کہدینا کہ پاکوں کو سب چیزیں پاک اور ناپاکوں کو سب چیزیں ناپاک ہیں۔
اصلی معاملہ کو منقلب کر دینا ہے +

لباس و مکان میں شہوانی قوت کا تجاوز یہ ہے کہ ناپاک اور ناجائز کمائی کا لباس و مکان
اختیار کیا جاوے یا جائز کمائی سے وہ لباس اختیار کرے جو شان کے خلاف ہو مثلاً
مرد عورتوں کا لباس پہنے اور ان کی خصوصیات کو اختیار کرے اسمیں ریشمی لباس اور
جملہ زیورات اور زنانہ بناو سنگار آ گیا یا عورت مردانہ لباس پہنے اور جن اعضاء کا اظہار
مردوں کے لئے معیوب نہیں انکو ظاہر کرے۔ یا مرد اپنے لباس اور وضع میں متکبروں
یا لچے شہدوں کی پیروی کرے با اقبال اور شائستہ قوموں کو لباس اور وضع میں تکبر اور

اشتر ہنا یا بیجا پنا اختیار کرنا۔ مرضی عالم بالا کے خلاف ہے اور نیز رفتہ رفتہ اسکا اخلاق و عادات پر بھی اثر پڑتا ہے۔ یا بیحیائی کا لباس پہنے کہ جن چیزوں کو عوام و خواص چھپاتے ہیں یہہ انکو برہنہ کرے یا ایسا مہین کپڑا پہنے جس سے وہ ظاہر ہو جاتے ہوں۔ یا مسلمان کہلا کر دوسری قوموں کے مخصوص لباس اور مخصوص زی کو اختیار کرے جس سے قومی اختصاص بلکہ قوام قومیت میں فرق آئے جسکے آگے چلکر برُے برُے نتائج پیدا ہونے کا اندیشہ ہوتا ہے۔ اِس باب میں حضرت پیغمبر علیہ السلام۔ اور صحابہ کرام نے بہت کچھ ہدایات فرمائی ہیں ۞

ان کے سوا جملہ نعماء اسلام نے مباح کر دی ہیں۔ قل من حرم زینۃ اللہ التی اخرج لعبادہ والطیبت کہ اے پیغمبر لوگوں سے کہدو کہ وہ آرایش اور پاک چیزیں جو خدا نے اپنے بندوں کے لئے بنائی ہیں انکو کسنے حرام کر دیا ہے۔ یعنے کسینے بھی نہیں۔ اسلام نے نہ تو ہنود و رہبان کیطرح وہ وقت پیدا کی ہے جس سے معاشرت میں حرج واقع ہو نہ بیقید قوموں کی طرح ہر قسم کی آزادی بخشی ہے جو اخلاق و عادات میں فتور پیدا کرے ہاں آزادی بخشی ہے۔ مگر درمیانی لباس میں مکان میں کہانے پینے میں سادگی اور تہذیب ملحوظ رکھی ہے۔ بلکہ شادی و غمی جنگ و صلاح دولت و افلاس تندرستی اور بیماری ہر حال میں تہذیب اور شایستگی کا حکم دیا ہے۔ کلوا واشربوا ولا تسرفوا فرمادیا ہے بے تہذیبی خواہ کہانے پینے میں ہو خواہ لباس و مکان میں اسراف ہے۔

ان مسلمانوں سے جنہوں نے اپنے ہر معاملات دینی و دنیاوی کو غیر اقوام کے رنگ میں رنگ رکہا ہے اسلام پر عیب لگانا محض بیجا اور سخت ناانصافی ہے۔

دوسری قوت غضبیہ ہے اسکا تجاوز ظلم و قتل و ضرب و سب و شتم وغیرہ سے ہے اس قسم کے جرائم اس سے سرزد ہوتے ہیں اسکی بابت قرآن نے بہت کچھ ارشاد

فرمایا ہے ایک آیت نے تو فیصلہ ہی کر دیا ہے وجزاء سیئۃ سیئۃ بمثلہا کہ بدی کا معاوضہ بقدر
اسی بدی کے ہونا چاہیے مگر مکارم اخلاق سے بہتر یہ ہے ادفع بالتی ھی احسن
فاذا الذی بینک وبینہ عداوۃ کانہ ولی حمیم ۰ وما یلقٰہا الا الذین
صبروا ۔ وما یلقٰہا الا ذو حظ عظیم کہ برائی کے بدلے میں بھلائی کرنی چاہیے
پھر وہ شخص کہ تجھ میں اور اسمیں عداوت ہے گویا تیرا دوست حمایتی ہو جائے گا (گویا
اسلئے فرمایا کہ اکثر سلیم طبائع ایسی ہی ہوا کرتی ہیں لیکن بعض بدذات اسکے بعد بھی بر سر
پرخاش رہتے ہیں) اور یہ کام بڑے خوش نصیبوں کے حصہ میں آیا کرتا ہے ولمن صبر
وغفر ان ذلک لمن عظم الامور ۔ کہ صبر کرنا اور معاف کر دینا بڑی عظیم الشان بات ہے
والکاظمین الغیظ والعافین عن الناس واللہ یحب المحسنین ۔ کہ بلند مرتبہ
وہی لوگ ہیں جو غصہ کو دباتے اور لوگوں کو معافی دیتے ہیں اور اللہ نیکو کاروں کو دوست
رکھتا ہے ۔ پیغمبر علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ جو تجھ سے توڑے تو اوس سے بھی رشتہ
مودت جوڑ اور جو بچھے نہ دے تو اسکو بھی دے (بخاری) اور بہت آیات و احادیث
اس باب میں وارد ہیں اور زمانہ عروج میں اسلامیوں کا ہمیشہ یہی دستور رہا ہے ۔
اگر خلفا سے کے نظائر پیش کروں تو ایک دوسری کتاب تیار ہو جائے ۔

تیسری قوت نفسانیہ ہے جب اسکی ساتھ وہ دونوں قوتیں بھی جمع ہو جاتی ہیں
تو انسان شیطان سے بھی بڑھجاتا ہے ۔ حسد بغض غرور نخوت طمع سب اسیکے شعبے
ہیں پھر چوری رہزنی بدمعاشی عیاری جھوٹھ بولنا کمزوروں پر رحم نکرنا وغیرہ سیئات
اسی گندہ چشمہ سے نکلتے ہیں ۔ اسکی بھی قرآن مجید نے بہت کچھ اصلاح فرمائی ہے
احادیث میں بھی اسقدر بیان ہے کہ جسکے لئے ایک بڑا دفتر درکار ہے ۔
یا ایھا الناس انا خلقنٰکم من ذکر وانثٰی وجعلنٰکم شعوبا وقبائل لتعارفوا
ان اکرمکم عند اللہ اتقٰکم ان اللہ علیم خبیر ۰ حجرات ۔ کہ اے لوگو

ہمنے تمکو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا ہے (تم بنی آدم آپسمیں بھائی ہو ایک خاندان اور ایک نسل سے ہو) اور تمہارے قبائل اور قومیں جو جدا جدا کر دیں ہیں تو اس لیے کہ باہم تعارف رہے (نہ کہ تکبر و غرور کرو) اور تم میں سے زیادہ عزت دار تو اللہ کے نزدیک وہ ہے جو تم میں پرہیزگار زیادہ ہے۔ (آیندہ عزت و ذلت کا انجام اللہ جانتا ہے) کیونکہ وہ علیم و خبیر ہے +

کسیکا بھی مائہ غرور باقی نرکھا عرب و عجم گورے کالے حبشی ترکی برہمن چھتری شودر دولتمند فقیر خوبصورت بدصورت سب یکساں ہیں شاہ و گدا برابر ہیں مذکورہ اسباب میں سے کوئی بھی باعث ناز نہیں عزت کا سبب صرف خداترسی و پرہیزگاری ہے

يَا أَيُّهَا الْإِنسَانُ مَا غَرَّكَ بِرَبِّكَ الْكَرِيمِ الَّذِي خَلَقَكَ فَسَوَّاكَ فَعَدَلَكَ ۝ فِي أَيِّ صُورَةٍ مَّا شَاءَ رَكَّبَكَ ۝ کہ اے انسان تجھے کس چیز نے اپنے رب کریم سے مغرور کر دیا جسنے تجھے پیدا کیا پھر تجھے ٹھیک کیا پھر برابر کیا پھر جس صورت میں چاہا تجھے جوڑ دیا۔ یعنے ایک قطرہ منی کو الٹی پلٹیاں دیکر تجھے خوبصورت بدصورت جس ڈھانچ میں چاہا ڈھالا۔ پھر کس چیز پر غرور اور ناز ہے جو اکڑتا پھرتا ہے اور خدا سے عجز و نیاز نہیں کرتا۔ پھر موت کا پیش آنا اور شاہ و گدا کا ایک روز بیکس ہو جانا اور خدا کے پاس حساب و کتاب کے لیئے لایا جانا اس انداز سے اس آیت میں بیان فرمایا ہے کہ اگر ذرا بھی ہوش ہو تو شراب غرور اور دنیا طلبی اور بیہودہ کاری کا سارا نشا اتر جائے

كَلَّا بَلْ تُحِبُّونَ الْعَاجِلَةَ ۝ وَتَذَرُونَ الْآخِرَةَ ۝ وُجُوهٌ يَوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ ۝ إِلَىٰ رَبِّهَا نَاظِرَةٌ ۝ وَوُجُوهٌ يَوْمَئِذٍ بَاسِرَةٌ ۝ تَظُنُّ أَن يُفْعَلَ بِهَا فَاقِرَةٌ ۝ كَلَّا إِذَا بَلَغَتِ التَّرَاقِيَ ۝ وَقِيلَ مَنْ ۜ رَاقٍ ۝ وَظَنَّ أَنَّهُ الْفِرَاقُ ۝ وَالْتَفَّتِ السَّاقُ بِالسَّاقِ ۝ إِلَىٰ رَبِّكَ يَوْمَئِذٍ الْمَسَاقُ ۝ (سورۂ قیامہ)

ترجمہ نہیں نہیں تم تو دنیا کو دوست رکھتے اور آخرت کو چھوڑتے ہو اسدن بہت سے

مونہہ شادماں اور اپنے خدا کو دیکھتے ہونگے (یہی نجات ہے) اور بہت سے مونہہ اسروز غمزدہ ہونگے سمجھ رہے ہونگے کہ اپنر کوئی سخت مصیبت آرہی ہے۔ نہیں نہیں جبکہ جان گلے تک پہونچ جائے گی اور کہنے پھرینگے کہ ہے کوئی جھاڑنے والا (یعنے دوا یا جھاڑنے سے اسکو کوئی بچائے) اور وہ سمجھ چکا ہے کہ یہ فراق ہے (مال و دولت زن و فرزند سے) اور ٹانگ سے ٹانگ ملی ہوئی ہے آج تو تیرے رب کے پاس چلنا ہے۔ اس مضمون میں بھی قرآن کا بہت ہی بیان ہے +

منجملہ شاخوں علم تہذیب النفس کے ایک علم التخلیہ ہے جسطرح اول علم التزکیہ تھا کسلئے کہ جب کسی چیز پر کوئی رنگ و روغن اور نقش و نگار کرنا ہوتا ہے تو اول اسکو صاف کیا جاتا اور آلایش سے مانجھا جاتا ہے منجھتے ہی اس شے کے اصلی جوہر نمودار ہونے لگتے ہیں اسیطرح اول روح کو نجاست و آلایش ظاہری باطنی سے پاک کرنا مقدم ہے تب اسپر کوئی رنگ چڑھتا ہے +

اس علم میں اصل و مقصود بالذات خدا کے ساتھ تقرب ہے۔ کیونکہ اب روح کے جوہر نمودار ہوگئے آئینہ صاف ہوگیا اب اسمیں انوار حق جلوہ گر ہوسکتے ہیں اسلئے اول عبادت جس سے انوار حق جلوہ گر ہوں۔ نماز ہے۔ گرچہ ہر نبی نے نماز کی تعلیم فرمائی ہے۔ مگر قرآن نے اسکی تکمیل کردی ہے طہارت ظاہری کے بعد ایسی عبادت تعلیم کی جسمیں جسم اور اعضاء جسمانی اور روح دونوں شریک ہیں۔ سب سے اول کعبہ کو رخ کھڑا ہو جسمیں سید الموحدین حضرت ابراہیم علیہ السلام کے معبد کیطرف متوجہ ہونا پایا جائے گویا ملت ابراہیمیہ کا اتقیاد کرلیا ورنہ کعبہ کو سجدہ نہیں نہ کعبہ معبود ہے اور جسنے ایسا سمجھکر کعبہ پرستی کا الزام لگایا ہے یہہ اسکی نافہمی ہے۔ پہر دونوں ہاتھ اوٹھاکر اللہ اکبر کہے جسمیں اشارہ ہے کہ اسنے اسوقت دونوں جہانوں سے ہاتھ اٹھا یا اور خاص خدا تعالیٰ کے سامنے اسکی کبریائی یاد کرکے مودب کھڑا ہوا ہاتھ باندہ کر

پھر اسنے حضور میں حاضر ہوتے ہی سُبْحَانَکَ اللّٰھُمَّ وَبِحَمْدِکَ وَتَبَارَکَ اسْمُکَ وَتَعَالٰی جَدُّکَ وَلَا اِلٰہَ غَیْرُکَ کہا جسکے یہ معنی کہ اے خدا تو سب عیبوں سے پاک ہے اور تیری ستایش اور تعریف کے ساتھ تقدیس کرتا ہوں تیرا نام بابرکت ہے اور تیری عزت[ف۱] و مرتبہ بلند تر ہے اور تیرے سوا کوئی معبود نہیں اسکے بعد اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم کہے کہ میں شیطان مردود سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں جسمیں اشارہ ہے کہ خصائص بہیمیت اور خطرات ماسوی اللہ اس تقرب کے وقت نہ آنے پائیں۔ اسکے بعد سورہ فاتحہ پڑھے۔ الحمد للہ رب العالمین۔ الرحمن الرحیم۔ مالک یوم الدین۔ سب قسم کی ستایش خاص اللہ کے لئے ہے جو جملہ جہانوں کا پرورش کرنے والا ہے عالم ناسوت سے لیکر عالم ملکوت تک اور پھر ان دونوں میں جسقدر عالم ہیں عالم اجسام عالم نباتات جماد عالم عناصر عالم علویات کواکب و افلاک عالم روحانیات ملائکہ وغیرہ سب اسکی مخلوق اور اسکے فضل و کرم کے پروردے ہیں کوئی بھی خالق اور مالک نہیں تمام موجودات اسکے آگے محتاج اور دست نگر ہیں وہ بہت مہربان نہایت رحم والا ہے۔ اس نے اپنے رحم و فضل سے سب کو پیدا کیا ہے اور ہر ایک کو اسکے مناسب سامان دیا ہے کسیکا کوئی حق اوسپر نہیں اور نیز اسکے دربار میں رحم و عنایت ہی کا ذکر جو باعث محبت ہے مناسب ہے۔ اسی کرم اور رحم پر وہ روز جزا کا بھی مالک ہے۔ ایاک نعبد و ایاک نستعین۔ ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں نہ کسی اور کی اور تجھہ ہی سے ہر کام میں مدد مانگتے ہیں نہ کسی اور سے دکیونکہ تیرے سوا جو کوئی ہو وہ تیرا بندہ اور مملوک اور محتاج ہے۔ یہ بندہ کیطرف سے عبادت و استعانت اوسی سے کرنے کی بابت اقرار نامہ ہے۔ اھدنا الصراط المستقیم۔ ہم کو ہر امر میں سیدھی راہ دکھا۔ ایسے مقام تقرب میں صراط مستقیم سے زیادہ اور کیا چیز عمدہ ہے جسکا سوال کیا جائے۔ جب دینی اور دنیاوی

[ف۱] جد کے یہ مرادی معنے ہیں ۱۲ منہ

امور میں بندہ کو صراط مستقیم عنایت ہوگیا تو دنیا و آخرت کے مقاصد کو پہونچ گیا صراط الذین
انعمت علیہم ان لوگوں کی راہ کہ جنپر تیرا انعام وفضل ہوا۔ اسمیں اشارہ ہے کہ خدا کا انعام و
فضل انہیں پر ہوا ہے کہ جو صراط مستقیم پر چلتے تھے مقاصد و مطالب کی سیدہی راہ پر چلنا
حصول مقاصد کا سبب ہے غیر المغضوب علیہم ولا الضالین نہ ان لوگوں کی راہ پر چلا کہ جنپر
صراط مستقیم چہوڑنیکے سبب تیرا غصہ ہوا اور وہ گمراہ ہوگئے۔ آمین اے خدا میری عرض
قبول فرما۔ اس کے بعد اور آیات قرآن مجید پڑہے اور تمام قرآن اسکی ثنا و صفت ہے
پڑہے اس تقرب کے بعد جب شرف نیاز حاصل ہوگیا تو رکوع میں جائے یعنے دونوں
ہاتھ گہٹنوں پر رکہہ کر اللہ اکبر کہہ کے اسکے آگے جہکے اور تین بار سبحان ربی العظیم
کہے۔ پاک ہے میرا رب عظیم۔ پہر سیدہا کہڑا ہوکر سمع اللہ لمن حمدہ۔ ربنا لک الحمد کہے
سن لیا اللہ نے اسکو جو اسکی حمد کرتا ہے۔ اے ہمارے رب حمد تیرے لئے ہے
پہر اللہ اکبر کہہ کے سجدہ میں جائے یعنے اسکے سامنے سر رکہدے اور تین بار سبحان ربی الاعلی
کہے کہ پاک ہے میرا خدا اے بلند مرتبہ۔ پہر اللہ اکبر کہہ کے سر اوٹہائے اور اطمینان سے
بیٹھکر اللہ اکبر کہہ کر بار دگر سجدہ اوسیطرح کرے اور سر اوٹہائے یہ ایک رکعت ہوئی پہر
کہڑا ہوکر دوسری رکعت اسیطرح ادا کرے۔ مگر سبحانک اللھم اور اعوذ نہ پڑہے۔ دوسری
رکعت کے بعد دوزانو ہوکر بیٹھ جائے اور یہ پڑہے۔ التحیات للہ والصلوٰۃ
والطیبات۔ السلام علیک ایھا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ السلام
علینا وعلی عباد اللہ الصالحین اشھد ان لا الہ الا اللہ واشھد
ان محمدا عبدہ ورسولہ۔ کہ نیاز وستایش اللہ ہی کے لئے ہے اور نماز
اور پاکیزہ۔ (کام و کلام سب اسیکے لئے ہے۔ اے نبی آپ پر سلام اور اللہ کی
رحمت اور برکت ہو اور سلام ہو ہمپر اور خدا کے سب نیک بندوں پر۔ میں شہادت
دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا اور کوئی معبود نہیں اور شہادت دیتا ہوں کہ محمد اسکے

بندے اور اسکے رسول ہیں +

اگر دو رکعت ہی کی نماز ہے جیساکہ صبح کی تو اس کے بعد پیغمبر پر درود[1] بھیجے اور دعا مانگے اور پھر دائیں بائیں مونہہ پھیر کر السلام علیکم ورحمۃ اللہ کہدے نماز تمام ہو چکی اور اگر چار رکعت ہیں جیساکہ ظہر و عصر و عشا میں یا تین ہوں جیساکہ مغرب میں تو دو رکعت کی بعد صرف التحیات پڑہے اور اخیر کی التحیات میں درود و دعا پڑہے۔ ایسے امور میں کہ پیغمبر علیہ السلام نے نماز میں کبھی ناف پر کبھی نیچے ہاتھ باندہے اور کبھی باندہے نہیں یوں ہی لٹکائے رکہے اور کبھی ہر اللہ اکبر کہنے میں ہاتھ بھی اٹھائے اور کبھی صرف اول ہی بار اٹھائے اور کبھی لفظ آمین آہستہ کہا کبھی آواز سے علمائے اسلام کا اختلاف ہے اور اسیطرح التحیات وغیرہ میں آنحضرت صلعم نے کلمات میں کمی بیشی کی یا انہیں کے ہم معنی دوسرے الفاظ استعمال فرمائے۔ ان خفیف باتوں میں بھی اختلاف ہے +

یہ نماز ہر مسلمان عاقل بالغ پر پانچ وقت دن رات میں فرض ہے۔ اگر کسی عذر سے کہڑا ہو کر نہ پڑہ سکے تو بیٹھ کر اور بیٹھ بھی نہ سکے تو لیٹ کر پڑہے رکوع و سجود اشارہ سے کرے۔ ہاں عورت کو حیض و نفاس میں معاف ہے۔

[1] بہت سے الفاظ میں درود وارد ہیں از انجملہ یہ ہے۔ اللہم صل علی محمد وعلی آل محمد کما صلیت علی ابراہیم وعلی آل ابراہیم انک حمید مجید۔ اللہم بارک علی محمد وعلی آل محمد کما بارکت علی ابراہیم وعلی آل ابراہیم انک حمید مجید۔ کہ اے خدا محمد اور ان کی آل پر سلامتی اور برکت نازل کر جسطرح کہ ابراہیم اور ان کی آل پر سلامتی اور برکت نازل کی تہی بیشک تو ممدوح اور بزرگ ہے اس کے پیغمبر اور ان کی آل محتاج نہیں بلکہ اسلئے حکم دیا کہ پیغمبر کے ساتھ رابطہ و ارادت و قلت مستحکم ہو جو فیض الہی اور اس کے برکات نازل ہونیکا ذریعہ ہے۔ توریت میں ہے کہ اے ابراہیم جو تجہپر ایک بار برکت بہیجیگا میں اسپر دس بار برکت بہیجونگا۔ دعا بہی مختلف الفاظ میں وارد ہے بہتر وہی دعائیں ہیں جو قرآن میں تعلیم فرمائی گئیں یا وہ

صبح کے وقت صبح صادق سے لیکر طلوع آفتاب سے اول دو رکعت پھر دن ڈھلنے سے لیکر ہر چیز کا سایہ دوچند ہوجانے تک چار رکعت اور اسکو ظہر کہتے ہیں۔ پھر دوچند سایہ ہوجانے کے بعد سے غروب آفتاب تک چار رکعت اسکو عصر کہتے ہیں پھر غروب سے لیکر سرخی یا اسکے بعد کی سفیدی باقی رہی تک تین رکعت اور اسکو مغرب کہتے ہیں۔ اور سفیدی غائب ہونے کے بعد سے آدھی رات تک یا صبح صادق ہونے سے پہلے تک چار رکعت پڑہے اسکو عشار کہتے ہیں۔ اور مسنون طریق مردوں کے لئے جو مسجد تک جاسکتے ہوں یہ ہے کہ مسجد میں جاکر جماعت سے نماز پڑہیں۔ یہ نماز فرض ہے اسکے سوا جو کچھہ پیغمبر علیہ السلام نے اور بھی نماز ہمیشہ پڑہی ہے اسکو سنت موکدہ کہتے ہیں صبح کی نماز سے پہلے دو رکعت۔ ظہر سے پہلے چار اور بعد دو رکعت مغرب کے بعد دو رکعت عشار کے بعد دو رکعت اور تین رکعت وتر پڑہے ہیں۔ امام ابوحنیفہ وتر کو واجب کہتے ہیں۔ آدہی رات کے بعد صبح صادق تک بارہ[۱۲] رکعت پڑہی ہیں جس کو تہجد کہتے ہیں سب بزرگ شب خیزی کیا کرتے تھے اوس تنہائی کے وقت خدا کے حضور گریہ وزاری دعا و استغفار تسبیح و تقدیس پیغمبر علیہ السلام اور ان کے ساتھہ والوں کا لازمی کام تہا اگلے پیغمبر بہی ایسا ہی کیا کرتے تھے ایسے ہی لوگوں کی شان میں قرآن فرماتا ہے یبیتون لربہم سجدًا و قیامًا کہ وہ سجدے اور قیام میں اپنے رب کے سامنے رات گزار دیتے ہیں۔ پہر آفتاب کے غروب اور طلوع کے بعد بہی اور دیگر اوقات میں بہی آنحضرت صلعم بہت نمازیں پڑھا کرتے تھے ان کو نفل کہتے ہیں۔ اسیطرح عید الفطر اور عید الضحیٰ میں بہی زوال سے پہلے دو رکعت جماعت سے پڑھا کرتے تھے اور اسکے بعد

بقیہ نوٹ صفحہ ۳۴۹) جو پیغمبر علیہ السلام نے تعلیم فرمائیں۔ از انجملہ یہ ہے ربنا آتنا فی الدنیا حسنۃ وفی الآخرۃ حسنۃ وقنا عذاب النار کہ اے ہمارے رب ہمکو دنیا میں بہی بہتری دے اور آخرت میں بہی بہتری عطا کر اور آگ کے عذاب سے بچائیو ۱۲ منہ

خطبہ پڑہتے تھے جسمیں تعلیم احکام فرماتے تھے یہ سال بہر میں دوبار شہر اور آس پاس کے
مسلمانوں کے اجتماع کا باعث ہے اور ہر جمعہ میں اول خطبہ پڑھکر دو رکعت نماز
باجماعت ادا کیا کرتے تھے۔ اسیطرح کسوف و خسوف اور بارش کے لئے بہی نماز پڑہتے
تہے۔ جمعہ شہر بہر کے مسلمانوں کا اجتماع ہے جو اتفاق اور قومی اتحاد کا عمدہ ذریعہ ہی
نماز جسکو عربی میں صلوٰۃ کہتے ہیں ایک مراقبہ ہے۔ اگر حضور قلب کے ساتھ ادا
کیجائے تو روح پر انوار فائض ہوتے ہیں۔ آنکھہ بند کرنے سے یہ انوار صاف
باطنوں کو نظر آتے ہیں +

قرآن میں اسکا جا بجا حکم موکد ہی عمداً ترک کرنے والیکو گناہگار تو سب ہی کہتے
ہیں مگر بعض علماء اسکو خارج الاسلام بہی سمجھتے ہیں یہ ہیئت کذائی اسکی حضرت پیغمبر علیہ السلام
نے تعلیم کی ہے۔ قرآن میں اقیموا الصلوٰۃ بہت جگہ آیا ہے +

دوئم صوم یعنے روزہ بہی روح کی نورانیت زیادہ کرتا ہے۔ اگلے انبیا حضرت عیسےٰ موسیٰ
ابراہیم علیہم السلام بہی روزہ رکہا کرتے تہے۔ روزہ یہ ہے کہ صبح صادق سے لیکر غروب آفتاب
تک کہانے پینے عورت سے جماع کرنے سے باز رہے۔ اور کمال روزہ کا یہ ہے کہ جملہ
گناہوں سے بہی محفوظ رہے بلکہ اہل طریقت کے نزدیک دل کو بہی غیر اللہ کے خطرات
سے محفوظ رکہے۔ اسمیں کوئی بہی شبہ نہیں کہ نفس کو اسکے خواہشوں سے روکنا روح پر
نورانیت پیدا کرتا ہے اور جو اپنے نفس کو خواہشوں سے روکنے پر قادر نہیں وہ جملہ
کمالات انسانیہ سے محروم ہے دنیا کے بہی وہ مشقتیں برداشت نہیں کرسکتا جسلئے
وہ دنیاوی ترقی سے بہی ہمیشہ محروم رہا کرتا ہے۔ دنیا میں جو قومیں بلند ہوکر نیچے گری
ہیں انکو نفسانی خواہشوں کی تابعداری نے گرایا ہے۔ اسلام نے سال بہر میں ایک
مہینہ معین یعنے رمضان میں روزہ رکہنا ہر عاقل بالغ تندرست مقیم پر فرض کردیا
ہے خواہ کوئی شاہ ہو یا گدا ہو تاکہ نفس سے مجاہدہ و مقابلہ کی ورزش رہے اور نیز

تندرستی جسمانی کے لئے بھی روزہ ایک مفید علاج ہے رطوبات بلغمیہ اس سے خشک ہوجاتی ہیں
ہاں حیض و نفاس والی عورت اور بیمار روزہ نہ رکھے اس کے بعد جسقدر فوت ہوگئے ہیں رکھ دے
اور جو بہت بوڑھا ہوگیا ہے وہ روزہ کے بدلے ہر روز ایک محتاج کو کھانا کھلاوے۔ اگر
مقدور ہو بے عذر روزہ رمضان ترک کرنا اسلام میں سخت گناہ ہے قرآن میں روزہ کی تاکید
اور اس کے احکام مذکور ہیں ازانجملہ یہ آیت ہے۔ کتب علیکم الصیام کہ تم پر روزے
فرض کئے گئے ہیں۔

یہ فرضی روزہ ہے اسکے سوا پیغمبر علیہ السلام شوال کے چھ روزے رکھتے تھے
ہر مہینے میں تیرہویں چودہویں پندرہویں تاریخ اور جمعرات اور پیر کے دن شعبان
کی پندرہویں تاریخ محرم کی دسویں۔ ذی الحجہ کی نویں تاریخ کو بھی اکثر روزہ رکھتے تھے اسلئے یہ
روزے مسنون ہیں۔ انکے سوا اور بہت سے روزے رکھتے تھے جنکو نفلی روزہ کہتے ہیں۔
سوئم۔ زکوٰۃ ہے۔ یعنے جو مسلمان عاقل بالغ سال بھر میں کم از کم ساڑھے باون روپیہ
بھی رکھتا ہو تو اسکا چالیسواں حصہ خدا کے نام پر یتیموں فقیروں مسافروں محتاجوں کو دے
اسمیں اہل قرابت و اہل وطن و اہل مذہب زیادہ تر قابل لحاظ ہیں۔ اس حساب سے جسقدر زر نقد
ہو اسکا چالیسواں حصہ دینا فرض ہے۔ نقد کے سوا بھیڑ بکری اونٹ گائے بیل۔
وغیرہ میں بھی ایک حصہ معین دینا لازم ہے جسکی تفصیل فقہ کی کتابوں میں ہے۔ مال
ایک مرغوب چیز ہے اسکو خدا کی رضامندی کے لئے اسکے بندوں کو دینا صلہ رحمی کرنا
ایسا نیک کام ہے جسمیں کسی مذہب و ملت اور قوم کو بھی اختلاف نہیں۔ اس سے بھی
روح پر نورانیت پیدا ہوتی ہے اور تمدن کی بھی اصلاح ہے۔ اس کے سوا اور بھی
نیک کاموں میں دینے مساکین و یتامی کو کھانا کھلانے مسافروں کے ساتھ مہمان
نوازی کرنے کی اقارب اور والدین کو دینے اور ان کی خدمت کرنے کی جسقدر اسلام میں
تاکید ہے اور جسقدر قرآن میں ان اشخاص کی بابت اور نیز غلاموں کو روپیہ دیکر آزاد

کرانے کی بابت یہاں تک کہ قیدیوں کے کھانا دینے کی اور آفت رسیدوں کی چارہ سازی کی بابت احکام اور ترغیب ہے اگر سب نقل کروں تو ایک کتاب بنتی ہے۔ ازانجملہ یہ آیات ہیں وآتوا الزکوٰۃ کہ زکوٰۃ دیا کرو یہ حکم متعدد مقامات پر ہے فَكُّ رَقَبَةٍ أَوْ إِطْعَامٌ فِي يَوْمٍ ذِي مَسْغَبَةٍ يَتِيمًا ذَا مَقْرَبَةٍ ۝ أَوْ مِسْكِينًا ذَا مَتْرَبَةٍ ۝ وہ بڑی نیکیوں کی گھاٹی یہ ہے کسیکی گردن کو چھوڑنا عام ہے کہ وہ غلام ہو جسکی گردن غلامی میں بندھی ہوئی ہو یا قرض دار ہو جسکی قرض کی زنجیر میں گردن بندھی ہوئی ہے۔ یا بھوک اور قحط کے دنوں میں کھانا کھلانا قرابت دار یتیم کو یا خاکسار محتاج کو ان نیکیوں کے ساتھ ان لوگوں میں سے بھی ہوں جو ایمان لائے اور انہوں نے صبر اور مہربانی کرنے کی وصیت کی ہے تو یہ لوگ برکت والوں میں سے ہیں یا یہ لوگ خدا کے تخت کے دائیں طرف بیٹھنے والوں میں سے ہیں +

وَفِي أَمْوَالِهِمْ حَقٌّ لِلسَّائِلِ وَالْمَحْرُومِ ۝ کہ نیک بندوں کے مال میں سوال کرنیوالوں اور بے سوالوں سب کا حصہ ہوتا ہے۔ علاوہ روپیہ پیسہ روٹی پانی کے ان کے مکانوں سواریوں باغوں کھیتیوں کپڑوں کام کے اوزاروں کتابوں میں بھی حق ہوتا ہے جو کوئی مستعار لیتا ہے تو اپنی فیاضی سے دیدیتے ہیں اور کچھ معاوضہ نہیں لیتے وَيُطْعِمُونَ الطَّعَامَ عَلَىٰ حُبِّهِ مِسْكِينًا وَيَتِيمًا وَأَسِيرًا ۝ إِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ اللَّهِ لَا نُرِيدُ مِنكُمْ جَزَاءً وَلَا شُكُورًا ۝ کہ نیک بندے اسکی محبت سے محتاجوں اور یتیموں اور قیدیوں کو کھانا کھلاتے ہیں (اور کہتے ہیں) کہ ہم تو تمکو محض اللہ کے واسطے

ف۔ زکوٰۃ کے علاوہ اور بھی خیرات اسلام میں واجب ہے عید الفطر کے روز صدقہ کفارات میں مسکینوں کو کھانا کھلانا غلام آزاد کرنا۔ اسکے سوا اور نوافل خیرات مخصوص لوگوں کے لیے یہاں تک ہے کہ ایک پیسہ بھی ان کے پاس جمع نہ رہتا تھا۔ اصحاب الصفہ میں سے ایک شخص مرگیا۔ اسکے پاس سے ایک دینار نکلا آنحضرتؐ نے فرمایا کہ یہ ایک داغ ہے آتش جہنم کا آنحضرت کی تمام عمر فاقہ کشی اور درویشی میں گزری

کھلاتے ہیں نہ ہمکو تمسے معاوضہ مقصود ہے نہ شکر گزاری - اِنَّ الَّذِیْنَ هُمْ مِّنْ خَشْیَةِ رَبِّهِمْ مُّشْفِقُوْنَ ○ وَالَّذِیْنَ هُمْ بِاٰیٰتِ رَبِّهِمْ یُؤْمِنُوْنَ ○ وَالَّذِیْنَ هُمْ بِرَبِّهِمْ لَا یُشْرِكُوْنَ ○ وَالَّذِیْنَ یُؤْتُوْنَ مَآ اٰتَوْا وَّقُلُوْبُهُمْ وَجِلَةٌ اَنَّهُمْ اِلٰى رَبِّهِمْ رٰجِعُوْنَ ○ اُولٰٓئِكَ یُسٰرِعُوْنَ فِی الْخَیْرٰتِ وَهُمْ لَهَا سٰبِقُوْنَ ○ جو لوگ اپنے خدا سے ڈرتے رہتے ہیں اور جو اپنے رب کی آیتوں پر ایمان رکھتے ہیں وہ جو اپنے رب کے ساتھ کسیکو بھی شریک نہیں کرتے اور وہ جو کچھہ دیتے ہیں تو ان کے دل لرزتے ہوتے ہیں کہ انکو اپنے خدا کے پاس جانا ہے - یہی لوگ نیک کاموں میں دوڑتے ہیں - اور یہی پیشقدمی کر جاتے ہیں - مَثَلُ مَا یُنْفِقُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ اَنْۢبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِیْ كُلِّ سُنْۢبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ - جو لوگ اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں اسکی مثال ایک دانہ کی ہے جو سات خوشہ اگھائے اور ہر خوشہ میں سو سو دانے ہوں یعنے ایک کے سات سو ہو جائیں اسیطرح اللہ تعالے ایک پیسہ کے خرچ کرنے سے سات سو پیسہ کا اپنے فضل سے اجر دیتا ہے ✤

اَلَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ فِی السَّرَّآءِ وَالضَّرَّآءِ نیک لوگ مستحق جنت وہ ہیں جو فراغدستی اور تنگی ہر حال میں اللہ کی راہ میں دیتے ہیں اور غصہ کو دباتے اور لوگوں کو معافی دیتے ہیں - زکوٰۃ نہ دینے والوں کی نسبت ہے وَالَّذِیْنَ یَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا یُنْفِقُوْنَهَا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِیْمٍ ○ یَّوْمَ یُحْمٰى عَلَیْهَا فِیْ نَارِ جَهَنَّمَ فَتُكْوٰى بِهَا جِبَاهُهُمْ وَجُنُوْبُهُمْ وَظُهُوْرُهُمْ هٰذَا مَا كَنَزْتُمْ لِاَنْفُسِكُمْ فَذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَكْنِزُوْنَ ○ سورہ توبہ رکوع (۵) - ترجمہ وہ لوگ جو سونا چاندی گاڑ کر رکھتے ہیں اور اسکو اللہ کی راہ میں

بقیہ نوٹ صفحہ ۳۵۳ - آپ بھوکا رہنا محتاج کو کھلا دینا خط الحظ اسلام سے ہے یُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ - مگر یہ ہر ایک کے لئے حکم نہیں ایک فضیلت ہے جو چاہے اختیار کرے دنیا کے تجمل اور اسباب آرائش کا مرانی کو قرآن نے بمقابلہ آخرت متاع قلیل کہا اور بے قدر ثابت کیا ہے ۱۲ منہ

خرچ نہیں کرتے ہیں انکو عذاب الیم کا مژدہ سناد و جس دن کہ وہ سونا چاندی جہنم کی آگ میں تپا کر اوس سے انکے چہروں اور پسلیوں اور پیٹھوں پر داغ دیئے جائیں گے اور کہا جائیگا کہ یہ ہی تو ہے کہ جسکو تم اپنے لئے گاڑ کر رکھتے تھے سو اب اپنے گاڑ کر رکہنے کا مزہ چکھو +

چہارم حج ہے۔ وہ یہ ہے ایام مخصوص میں ابراہیمی لباس پہنکر عاشقانہ وضع بنا کر جسکو احرام کہتے ہیں ابراہیمی عبادت کرنا۔

حج میں تین باتیں فرض ہیں۔ ان میں سے ایک بہی فوت ہو جائے تو حج نہو گا۔ اول احرام باندہنا غسل کر کے دو کپڑے پہننا خواہ نئے ہوں یا دہلے ہوئے ایک نیچے باندہنا جاتا ہے ایک چادر کیطرح اوڑہا جاتا ہے۔ اسکے بعد دو رکعت نفل پڑھکر تلبیہ کرنا یعنے اللہم لبیک۔ لبیک لا شریک لک لبیک ان الحمد و النعمۃ لک و الملک لا شریک لک کہنا اسکے بعد اسپر شکار کرنا کسی جانور کا مارنا۔ جماع کرنا شہوت انگیز باتیں کرنا کسی سے لڑنا جہگڑنا۔ بد کلامی کرنا حرام ہو جاتا ہے۔ یہ محرم نہ سر ڈھانکے نہ عطر و خوشبو لگائے نہ حجامت بنوائے نہ ناخون کٹوائے نہ پاجامہ کرتا وغیرہ سلا ہوا کپڑا پہنے نہ رنگین کپڑے کا استعمال کرے نہ کسی مصالح سے سر دہوئے ہاں نہانے کا کوئی مضائقہ نہیں اور یہ احرام مکہ میں داخل ہونے سے پہلے ہی باندہا جاتا ہے اسکے لئے ہر سمت سے آنیوالے کے لئے جگہیں مقرر ہیں جنکو میقات کہتے ہیں۔ وہاں پہونچکر بغیر احرام باندہے آگے نہ بڑہے۔ دوئم ۹۔ ذی الحجہ کو میدان عرفات میں ٹہرنا۔ جہاں امام خطبہ پڑہتا ہے اور دعا مانگتا ہے اور لوگ بہی دعا مانگتے ہیں۔ سوئم وہاں سے آکر کعبہ کا طواف کرنا۔ اسکو طواف الزیارہ کہتے ہیں اسکے بعد عورت بہی حلال ہے یہ دسویں یا گیارہویں یا بارہویں کو ہوتا ہے۔ اور پانچ چیزیں واجب ہیں انکے ترک کرنے سے حج تو ہو جاتا ہے مگر ناقص ہوتا ہے وہ یہ ہیں۔ اول عرفات سے لوٹتے وقت بمقام مزدلفہ شب کو ٹہرنا۔ دوئم بمقام منیٰ آکر ان تین میناروں پر جہاں حضرت ابراہیم کو شیطان دکہائی

دیا تھا اور آپ کے دل میں خطرہ ڈالنا چاہتا تھا اور آپ نے اوس پر کنکریاں ماری تھیں اب وہاں مینار بنا دیئے گئے ہیں اس نیت سے کہ میں نفس بد اور شیطان پر کنکریں مارتا ہوں سات کنکریاں ہانا
سوئم اسکے بعد سر منڈانا یا بال کترانا عورت کو ایک لٹ کترنا کافی ہے جسمیں اشارہ ہے کہ خیالات باطلہ کو سر سے نکالدیا۔ اسکے بعد احرام کہولدیتے ہیں اور سوائے عورت کے سب چیزیں اسکے لئے مباح ہو جاتی ہیں۔ طواف الزیارۃ کے بعد وہ بہی حلال ہو جاتی ہیں
چہارم صفا و مروہ دونوں پہاڑیوں کے درمیان دوڑتے ہوئے آنا جانا کیونکہ ہاجرہ حضرت ابراہیم کی بیوی اپنے معصوم بچے حضرت اسمٰعیل کو جہاں اب زمزم کا کنواں ہے چھوڑ کر پانی کی تلاش میں حیران و پریشان خدا کی رحمت کی امیدوار ہو کر انہیں دونوں پہاڑیوں کے بیچمیں دوڑتی پہری تہیں جس سے خدا نے فضل کیا۔ حضرت اسمٰعیل کے پاؤں رگڑنے سے چشمہ نمودار ہو گیا اور وہ مدتوں جاری رہا۔ اب اس مقام پر کنواں کہودا ہوا ہے۔ اسکے پانی کو زمزم کہتے ہیں اور متبرک سمجھا جاتا ہے۔
پنجم طواف صدر یعنے طواف الزیارۃ کے بعد جب تیرہویں تاریخ منیٰ میں تین دن تک میناروں پر کنکریاں مار کر مکہ آوے تو کعبہ کا سات بار طواف کرے۔ مگر حیض والی عورت مکہ اسکے سوا اور جسقدر امور ہیں جیسا کہ مکہ میں آتے ہی کعبہ کا طواف کرنا۔ جسکو طواف القدوم کہتے ہیں۔ حجر اسود کو جو حضرت ابراہیم کا یادگار پتہر ہے بوسہ دینا منیٰ میں قربانی کرنا سنت و آداب ہیں۔ البتہ حج و عمرہ ملا کر کرنے والے پر قربانی واجب ہے کم سے کم ایک بکری اور جو مقدور نہو تو دس روزے رکہے تین مکہ میں اور سات گھر آکر۔

حج کے ایام میں نماز پنجگانہ بہی حسب دستور فرض ہے عرفات کے روز ظہر و عصر ملا کر ظہر ہی کے وقت میں ادا کر لیتے ہیں اور مغرب و عشاء مزدلفہ میں آکر ایک وقت میں ادا کرتے ہیں۔ یہ ہے حج اور عمرہ یہ ہے کہ احرام باندھکر ان حدود سے جو حرم کے باہر ہیں اور انکو حل کہتے ہیں ایک جانب مکہ سے تخمیناً تین میل باہر حل ہے)

مکہ میں آنا کعبہ کا طواف سات بار کرکے صفا و مروہ کے درمیانی رستوں میں جہاں اب بازار ہے سات بار دعائیں کرتے ہوئے آنا جانا اور پھر سر منڈوانا یا بال کتروانا۔ اور اس کے لئے ماہ ذی الحجہ کی بھی کوئی قید نہیں۔

یہ حج ہر مسلمان پر واجب نہیں بلکہ دولتمند پر جو اتنے صفات رکھتا ہو۔ حُر[۱] ہو۔ کسیکا غلام نہو۔ بالغ[۲] ہو لڑکا نہو۔ عاقل[۳] ہو۔ مجنون اور سفیہ و فاطر العقل نہو۔ تندرست[۴] ہو بیمار نہو اعضا[۵] بدن سلامت ہوں سفر کرسکے اسلئے اوس مریض پر جو سواری پر بھی بیٹھ نہ سکتا ہو اور جسکے ہاتھ پاؤں کٹے ہوں یا قدرتی نہوں لنگڑا لولا ہو اور مفلوج ہو ان پر اور بہت بڈھے پر جو سفر کی قدرت نہ رکھتا ہو حج واجب نہیں یہاں تک کہ امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں اندھے پر بھی واجب نہیں اور پھر اسکے پاس خانہ داری کے حوائج اور واپس آنے تک اہل و عیال کے خرچہ سے بچکر اسقدر روپیہ بھی ہو کہ سواری اور آنے جانے کا خرچ کافی ہو اور رستہ بھی پُرامن ہو بری و بحری رستہ میں غالبًا ہلاکت۔ اور نقصان جان و مال کا قوی اندیشہ نہو۔ اگر عورت ہو تو اسکے ساتھ جبکہ مکہ اور اس کے گھر میں تین روز کے سفر کا رستہ ہو تو اسکا خاوند یا محرم ساتھ ہونا ضرور ہے۔ محرم وہ لوگ ہیں جن سے اسکا نکاح شرعًا ممنوع ہے بیٹا باپ بھائی۔ بھانجا۔ بھتیجا۔ ماموں۔ چچا۔ نانا۔ دادا وغیرہ اور ان شرائط کے ساتھ عمر بھر میں ایک بار حج فرض ہے۔ اس کے بعد اسکو اختیار ہے کریگا تو ثواب پاوے گا ورنہ کوئی مأخذہ نہیں۔

قرآن میں حج کا حکم ہے وَلِلّٰہِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَیْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَیْهِ سَبِیْلًا ۝ وَاَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلّٰہِ۔ کہ لوگوں پر خدا کے لئے کعبہ کا قصد کرنا لازم ہے اسپر جو وہاں تک پہونچنے کی قدرت رکھتا ہو۔ اور احکام حج بھی قرآن میں بیان ہوئے ہیں۔ اور یہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد سے سالانہ عبادت عرب میں جاری تھی مگر اوہام جہال نے اسمیں بہت سی کجیاں پیدا کردی تھیں نبی آخر الزماں نے انکی اصلاح کردی

(اسرار)

حج کے بہت سے ہیں (۱) یہ کہ بعد طوفان نوح علیہ السلام کے دنیا میں خدا پرستی کے مروج حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام ہیں مسلمان عیسائی۔یہودی۔مجوسی سب ان کو پیشوا اور رئیس الموحدین کہتے ہیں۔ان کے بعد حضرات انبیاء علیہم السلام دنیا میں آئے اصول ملت ابراہیمیہ ہی کے مجدد و موسس تھے اور ادیان میں ملت ابراہیمیہ محرف ہو چکی تھی۔آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اسکے مجدد و موسس مبعوث ہوئے تو خدا پرست قوموں میں حضرت ابراہیم کا کوئی یادگار قائم رکھنا توحید کی ترغیب دلانا ہے۔حج جو سنت کی سادا عبادت اور دلی ولولوں اور شوق و عشق الٰہی سے مرکب ہے نیز ابراہیمی لباس یعنے احرام اور وہ عاشقانہ ہیئت جو حضرت ابراہیم کی عرب میں تشریف لانے کے وقت تھی اور خاص وہی مسجد جسکی بنیاد خود حضرت ابراہیم نے اپنے ہاتھ مبارک سے قائم کی تھی اور اسوقت اس کے سوا ئے زمین پر اور کوئی خدا پرستی کا معبد نہ تھا۔اس لئے حج میں یہ سب چیزیں خدا پرستی کے رواج دینے اور ابراہیم علیہ السلام کیطرف رغبت دلانے کے لئے قائم کی گئیں تاکہ روئے زمین کے خدا پرست مجمع ہو کر اوسی ہیئت سے اوس عبادتگاہ میں خدا کی عبادت کریں اور انہیں میدانوں و پہاڑ ٹیلوں پر وہی کلمات شوق او عشق الٰہی میں بلند کریں اور ان کی قربانی کی رسم کو جو خاص خدا کے لئے تھی پھر زندہ کریں +

(۲) انسان میں جسطرح خدائے قادر نے جوہر عقل ودیعت رکھا ہے جس سے وہ اپنے خدا کو اور نیک و بد کو پہچانتا ہے اسیطرح اوس میں ایک قوت عشقیہ بھی عطا کی ہے۔ اور دونوں کے دستور العمل بھی جدا جدا ہیں عقل کہتی ہے ادب سے بادشاہ حقیقی کے روبرو کھڑا ہو کر اسکی ثنا و صفت کر کے سوال کر عشق کہتا ہے سب جھگڑے چھوڑ

اسکے پاؤں مبارک پر سر رکھدے اور صرف سبحان ربی الاعلیٰ ہی کہے جا۔ ~~۵~~

گر دست رسد ہزار جانم
بر پائے مبارکت فشانم

اسلیئے اسلام کی جملہ عبادات دونوں پہلو لئے ہوئے ہیں۔ مگر جو عقل سے برسوں میں مقام طے ہوتا ہے عشق اسکو دم بھر میں طے کر دیتا ہے۔ خدا مجسم نہیں جو اسپر عاشقانہ وضع بنا کر بلا گرداں ہوا کریں اسکے گرد پھر کر اسپر نثار ہوا کریں۔ مگر ایسا ہونا ایک تکمیل روحانی ضرور ہے اور بلا جہت یہ بات بجز خاصان خدا کے اور کو نصیب نہیں اسلئے اوس عاشق خدا کی اوس مسجد کے گرد طواف کرنا جو خاص اسکی عبادت کے لئے تعمیر ہوئی تھی گویا خدائے بے جہت و بے مکان کے گرد طواف کرنا اور اسپر قربان اور فدا ہونا ہے۔

(۳) انسانی رغبت و نفرت شوق و عداوت امید و خوف کے لئے مواضع و مواطن کو بھی بڑا دخل ہے جو اسکا انکار کرتا ہے وہ بدیہات و مشاہدات کا منکر ہے جن مواضع پر خدا پرستوں نے خدا پرستی کی ہے جہاں اسکی رحمت نازل ہوئی ہے وہاں دل کی اور ہی حالت ہوتی ہے خصوصاً ان کے آثار باقیہ کو دیکھ کر ان کے ہاتھوں کی چھوئی چیزوں اور پاؤں کی روندی ہوئی زمین سے انہیں کی خوشبوئیں آیا کرتی ہیں۔ برخلاف اس کے جہاں سالہا بدکاریاں ہوئی ہوں اور وہاں اس کا غضب نازل ہوا ہو وہاں دل کی اور ہی کیفیت ہوتی ہے۔ اسلئے اسلام نے عمر بھر میں مسلمان کو کم از کم ایک بار ان مشاہد مقدسہ کی زیارت اور وہاں جاکر عبادت و دعا کرنے کا حکم دیا تاکہ یہ ان برکات کا مشاہدہ کرے۔ اسکی دعائیں اسکی عبادت ان بزرگوں کی تبعیت میں قبول ہوں +

(۴) یہ بات بدیہی ہے کہ فرادی قوت سے اجتماعی قوت قوی بھی ہوتی ہے ہر طرح سے عمدہ بھی ہوتی ہے۔ قومی اتفاق کے برکات دنیا میں مسلم ہیں اسلیئے ہر قوم کی باہمی میل جول و تبادلہ خیالات کے لئے سالانہ جلسہ مقرر ہوتے ہیں ہر اطراف و اکناف سے

لوگ مجتمع ہوکر ایک دوسرے کو فائدہ پہونچاتے اور فائدہ اوٹہاتے ہیں۔ انہیں وجوہ کے لئے مسلمانوں کا بہی ایک سالانہ اجلاس ضروری تہا۔ اور چونکہ یہ قوم ایشیار یورپ افریقہ وغیرہ بلاد میں پہیلی ہوئی ہے اور یہ بات پیغمبر علیہ السلام کو خدا نے معلوم بہی کرادی تہی تو ان سکے اجتماع کے لئے عرب سے بہتر اور کوئی جگہ ہو نہیں سکتی تہی کسلئے کہ یورپ اور مشرقی ممالک اور جنوبی وشمالی ممالک کے وسط میں ہے اور نیز مکہ سے بڑھکر اور کوئی جگہ قرار نہیں پاسکتی اول تو حضرت ابراہیم کا اول معبد یہاں ہے دوم اسلام کا چشمہ (یعنے ذات بابرکات) یہیں سے جاری ہوا۔ اور نیز مسلمانوں کی مذہبی زبان عربی ہے مسلمانوں کو یہانکے لوگوں سے اور نیز چین اور مراکش کے مسلمانوں کو باہم عربی میں کلام کرنا آسان بات ہے +

یہ اجتماع دینی فوائد کے لئے تو بہتر ہی ہے۔ مگر مسلمانوں کی دنیاوی ترقی کا بہی ایک آلہ ہے۔ اقطار بعیدہ کے مسلمان ایک دوسرے سے مستفید ہوسکتے ہیں تجارت سے منافع اٹہا سکتے ہیں۔ مسلمانوں کے سربرآوردہ اور تمام ممالک کے سلاطین یا انکے وکلاء اور اسیطرح حجاج اگر اپنے شہروں اور ملکوں اور جماعتوں کے وکلاء بنکر بہی آئیں تو تمام مسلمان جس تجویز کو ایسے مقدس مقام پر منظور کرلیں تو دنیا بہر کے مسلمان کنفس واحدہ ہوسکتے ہیں جس سے انکا کوئی زبردست سے زبردست دشمن بہی انپر قابو نہیں پاسکتا +

(۵)۔ انسان جب تک بری اور بحری سفر نہیں کرتا اقطار الارض کے لوگوں کی خو۔بو۔طرز تمدن اور ان کے خیالات سے بہرہ نہیں اوٹہاتا اپنے شہر اور ملک میں بند رہکر پختہ کار اور اولو العزم نہیں ہوسکتا اور نہ وہ زمانہ کی رفتار سے واقف ہوسکتا ہے۔ اسکے لئے اس سفر سے بہتر اور کوئی سفر مفید نہیں ہوسکتا۔ بشرطیکہ اس زمانے کے غافل مسلمان ان برکات سے جو ان کے ہادی برحق نے۔ جماعت

اور جمعہ اور عیدین اور حج اور خطبہ میں ملحوظ رکھے ہیں مستفید ہونا بھی چاہیئے۔ اور ان کو خواب غفلت سے بیدار بھی کرے۔ کسلئے کہ اسلام کے جملہ امور مذہبی دنیاوی پہلو بھی ساتھ لیئے ہوئے ہیں ✝

پنجم اگر دلمیں ایمان ہے تو اسکو ظاہر بھی کرنا چاہیئے تاکہ اسلام کے جملہ برکات سے بہرہ مند ہونے کا موقع ملے اور اظہار اسلام کے لئے صرف کلمہ توحید لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ صدق دل سے کہنا اور لوگوں کے روبرو اشہد ان لا الہ الا اللہ و اشہد ان محمدا عبدہ و رسولہ زبان پر لانا کافی ہے۔ جسنے صدق دل سے یہ کہا اسنے اجمالاً اسلامی عقائد الایمان باللہ وملائکتہ وکتبہ ورسلہ والیوم الاخر اور اسلامی احکام خمسہ کو قبول کرلیا۔ درحقیقت یہی اسلام ہے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں ان عقائد خمسہ اور ان احکام خمسہ کے ماننے ہی کو اسلام سمجھا جاتا تھا۔ اور ان میں تمام اسلامی فرقوں کا اتفاق ہے۔ اسبات کو بھی قرآن نے بیان کردیا ہے ✝

نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، کلمہ ۵

بعد میں جو جزئیات امور میں اختلاف ہوا اور پھر وہ رفتہ رفتہ ہر ایک فریق کا عقیدہ ٹھہر گیا وہ بالائی بات ہے اگر ان فرقوں نے پھر اتنے پھر اتنے اپنے مخترعات کی تائید میں نصوص قرآنیہ و حدیث متواتر و اجماع قطعی کا انکار نہیں کیا ہے تو خیر ان فرقوں کو اہل الھویٰ و اہل بدعت ہی کہیں گے ورنہ وہ خارج از اسلام سمجھے جائینگے۔

قرآن میں جابجا امور مذکورہ پر ایمان لانے کی تاکید ہے۔ ازانجملہ یہ آیت ہے یایھا الذین امنوا باللہ ورسولہ والکتب الذی نزل علے رسولہ والکتب الذی انزل من قبل ومن یکفر باللہ وملٰئکتہ وکتبہ ورسلہ والیوم الاخر فقد ضل ضلالاً بعیدا ○ کہ اے مسلمانوں اللہ اور اس کے رسول پر اور اس کتاب پر جو اسنے اپنے اس رسول پر نازل کی ہے اور اس کتاب پر جسکو پہلے نازل کرچکا ایمان لاؤ اور جسنے انکار کیا۔ اللہ اور اس کے

فرشتوں اور اسکی کتابوں اور اس کے رسولوں اور قیامت کے دن کا تو وہ بہت ہی بڑی گمراہی میں پڑا۔ ایمان ہر چند دل سے تصدیق کرنے کو کہتے ہیں مگر جماعت یا قوم میں کسی کی دلی تصدیق بغیر زبان سے اظہار کئے معلوم اور معتبر نہیں ہو سکتی +

ان علوم اور احکام کے علاوہ اور بھی قرآن میں انسانی سعادت کے متعلق بہت علوم اور احکام ہیں

(۱) خدا کا ذکر کثیر اور اسکی تسبیح و تقدیس ہر حال میں۔ چلتے پھرتے۔ اٹھتے بیٹھتے۔ ادیان سماویہ میں اس سے بڑھکر روح کو روشنی بخشنے والی اور کوئی چیز نہیں۔ کیونکہ انوار الٰہی سے زیادہ کوئی موثر نہیں اور روح سے زیادہ کوئی متاثر نہیں جب مادیات میں ایک چیز کا اثر دوسری چیز میں پہونچتا اور اپنے رنگ میں رنگ لیتا ہے تو اس اثر کا کیا اندازہ ہو سکتا ہے لوہا آگ میں رکھنے اور اسکی صحبت سے لال اور آگ بنجاتا ہے مٹی پھولوں کی صحبت سے معطر ہو جاتی ہے۔ ؎ گلے خوشبوئے در حمام روزے + رسید از دست محبوبے بدستم + بدو گفتم کہ مشکی یا عبیری + کہ از بوئے دل آویز تو مستم + بگفتا من گلے ناچیز بستم + ولیکن مدتے با گل نشستم + جمال ہمنشیں در من اثر کرد + وگرنہ من ہماں خاکم کہ ہستم +

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِیْرًا ۝ وَّسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّاَصِیْلًا ۝ وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِیْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝

(۲) آیات قدرت دلائل افاق و انفس میں غور اور مراقبہ کرنا اور انکے حالات سے خدائے قادر تک پہونچنا۔ گویا جملہ مخلوق اس کے جمال باکمال کا ایک مصفیٰ آئینہ ہے اور ایسے لوگ جب کسی چیز کو دیکھتے ہیں تو انکو اسمیں خدا ہی نظر آتا ہے۔ اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّیْلِ وَالنَّهَارِ وَالْفُلْكِ الَّتِیْ تَجْرِیْ فِی الْبَحْرِ بِمَا یَنْفَعُ النَّاسَ

وَمَا أَنزَلَ اللَّهُ مِنَ السَّمَاءِ مِن مَّاءٍ فَأَحْيَا بِهِ الْأَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَبَثَّ فِيهَا مِن كُلِّ دَابَّةٍ وَتَصْرِيفِ الرِّيَاحِ وَالسَّحَابِ الْمُسَخَّرِ بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يَعْقِلُونَ

یہ تمام کائنات حسی کا مجموعہ ہے جسکو عقلاء کے لئے اسکا جمال دیکھنے کے لئے آئینہ بناکر اس آیت میں سامنے رکھدیا ہے آیت میں یہ چیزیں مذکور ہیں۔ (۱) آسمانوں اور زمین کی پیدائش۔ وہ نیرات عظام اور ان کا وہ کم زیادہ نور ان کا وہ طلوع وغروب انکی وہ کشش انکی وہ تاثیرات زمین کی کرویت اسکا پانیوں سے محیط ہونا۔ اس کے پہاڑ اور قطعات گوناگوں اور ان کے جواہر و تاثیرات اور اس کے نباتات رنگارنگ اور انکی بناوٹ اور انکی خوبصورتی اور ان کے وہ خواص و تاثیرات پھر اسکے حیوانات حشرات الارض پرند و رند چرند بری بحری ہوائی بڑے بڑے اور چھوٹے سے چھوٹے ان کے حالات وخواص انکی طرز معاشرت (۲) رات دن کا انقلاب جو عالم حسی کے انقلاب اور انسان کی بے ثباتی کی دلیل ہے (۳) دریاؤں سمندروں اور بہتے پانیوں میں کشتیوں اسٹیمروں کا دوڑے دوڑے پھرنا انسان کے کارآمد اشیاء کا لانا لیجانا سمندروں کے تلاطم و امواج سے محفوظ رہنا (۴) آسمانوں یعنے ابر سے پانی برسنا اور اسی سے خشک زمین کا تر و تازہ ہوجانا نباتات وحیوانات کا پیدا ہونا (۵) ہواؤں کا بدلنا ابھی تو پچھوا چل رہی تھی ابھی کسینے پھنکے کا رخ پھیر دیا پُروا چلنے لگی (۶) بادلوں کا فضا میں پیدا ہونا اور ان کی رفتار اور ان سے بجلی کڑک پیدا ہونا اولے برسنا۔

الَّذِينَ يَذْكُرُونَ اللَّهَ قِيَامًا وَقُعُودًا وَعَلَىٰ جُنُوبِهِمْ وَيَتَفَكَّرُونَ فِي خَلْقِ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هَٰذَا بَاطِلًا سُبْحَانَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ

کہ خدا کے بندے کھڑے اور بیٹھے اور لیٹے ہوئے اللہ کو یاد کیا کرتے ہیں اور آسمانوں اور زمین کی بناوٹ میں فکر وغور کرکے کہا کرتے ہیں کہ اے ہمارے رب تو نے یہ سب کچھ غلط اور باطل طور سے نہیں بنایا ہے تو اس تہمت سے پاک ہے۔ اے ہمارے رب

دوسرے عالم میں ہمکو عذاب جہنم سے بچانا۔ یعنے جسنے یہ عالم بنایا کیا وہ عالم روحانی کے بنانے پر قادر نہیں؟ ضرور قادر ہے پھر جب اس عالم میں رنج وراحت ہے تو کیا اس عالم میں نہیں؟ ضرور ہے +

(۳) ہر کار اور ہر شان میں اس پر توکل کرنا اسیکے دست قدرت کا نگراں رہنا۔ قرآن میں توکل بر خدا جابجا ہے وَمَنْ یتوکال علی اللہ فھو حسبہ کہ جو خدا پر توکل اور بھروسہ کرتا ہے وہ اسکی چارہ سازی کرتا ہے +

(۴) خدا کی نعمتوں کا شکر کرنا۔ اسکی نعمتیں بشیار ہیں وان تعدوا نعمۃ اللہ لا تحصوھا ومن یشکر فانما یشکر لنفسہ ومن کفر فان اللہ غنی حمید۔ کہ جو کوئی شکر کرتا ہے تو اپنے ہی بھلے اور فائدہ کے لئے کرتا ہے اوسکو اور نعمتیں عطا ہوتی ہیں اور جو کوئی ناشکری اور کفران نعمت کرتا ہے تو خدا بھی بے پروا اور مستغنی ہے اسکو کسی کی حاجت نہیں لان شکرتم لازیدنکم کہ اگر شکر کروگے تو میں اور زیادہ دوں گا۔ اور جو کفران نعمت کروگے تو میرا عذاب بھی سخت ہے +

(۵) مصائب پر صبر کرنا خدا کی قضا و قدر سے ناراض نہو جانا بلکہ اسکو اپنے اعمال کا نتیجہ سمجھنا اور آیندہ اس سکے اجر کا اُمیدوار رہنا۔ الغرض انسان کی دو حالت ایسی ہیں کہ جو اسکو اکثر غافل کردیتی ہیں نعمت جسمیں مست و مسرور ہوجاتا ہے۔ مصیبت جسمیں نا اُمید ہوکر رشتہ محبت و اخلاص توڑ ڈالتا ہے دونوں حالتوں کی اصلاح فرمائی اول کی شکر سے دوسرے کی صبر سے۔

(۶) ہر بات میں صدق و راستی کا پابند رہنا خواہ خدا کے ساتھ معاملہ ہو خواہ بندوں کے ساتھ کُونُوا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ ○ کہ گروہ صادقین میں ہوکر رہو۔

(۷) زہد و تقویٰ کا پابند رہنا دلکو دنیا کے تجملات اور اسکے زیب و زینت پر نہ لگانا۔ یہاں کی زندگی کو ایک تیز رو مسافر کے دھوپ میں تھوڑی دیر آرام لینے سے زیادہ نہ سمجھنا

اس علم کو بھی خدا نے قرآن میں مختلف پیرایہ میں متعدد سورتوں میں بیان فرمایا ہے
ایک جگہ ارشاد ہوتا ہے فاعرض عن من تولی عن ذکرنا ولم یرد الا الحیوۃ الدنیا
ذٰلِكَ مبلغہم مِن العلم۔ کہ جو ہماری یاد سے مونہ پھیر بیٹھا اور اسنے زندگی میں دنیا ہی
کی خواہش کی اوس سے تو بھی مونہ پھیرلے۔ انکی اسیقدر سمجھ ہے۔ ایک جگہ فرمادیا۔
وَضْرِبْ لہم مثل الحیوۃ الدنیا کماء انزلنہ مِنَ السَّمَاءِ فَاخْتَلَطَ بِهٖ نَبَاتُ
الارض فاصبح ھشیما تذروہ الریاح وکان اللہ علی کل شئ مقتدرا ۝
المالُ والبنونَ زینۃُ الحیوۃ الدنیا والباقیات الصلحت خیر عند ربك
ثوابا وخیرا املا ۝ کہف۔ کہ اے پیغمبر ان لوگوں کے لئے دنیا کی زندگی کی مثال
بیان کردو کہ وہ ایسی ہے کہ جیسا ہم اوپر سے پانی برساتے ہیں جس سے زمین کے
نباتات اوگتے اور لہراتے ہیں پھر تھوڑے دنوں کے بعد وہ چورا ہو جاتے ہیں جنکو
ہوائیں اوڑاتی پھرتی ہیں اور آپ کا خدا تو ہر بات پر قادر ہے (ہر حالت کا انقلاب
اسکے ہاتھ میں ہے) مال و فرزند صرف اسی چند روزہ دنیا کی زینت ہے۔ اور ثواب
اور امید کے لحاظ سے تو باقی رہجانے والیاں نیکیاں ہی آپکے خدا کے نزدیک
بہتر ہیں +

اِس سے زیادہ عمدہ اور کوئی مثال حیات دنیا کے لئے ہو نہیں سکتی جس طرح
زمین کی جڑی بوٹیاں آسمانی پانی سے اوگتی ہیں اور ایک وقت تک اپنر کیا بہار ہوتی
ہے سبز پوش نازک کمر درخت کس امنگ حسن میں جھومتے ہیں غنچہ و گل اپنے دلفریب
حسن پر کیا اترا رہا ہے۔ زمین بمنزلہ رحم مادر کے اور آسمانی پانی بمنزلہ نطفہ کے ہے۔
اسیلئے تحتانی چیزوں کو امہات اور فوقانی کو آبا کہا کرتے ہیں یہی حال انسان اور
دیگر حیوانات کا ہے نر کا نطفہ مادہ کے رحم میں قرار پاکر کیا کیا دلفریب انسان و حیوانات
اوگتے ہیں پھر انکی وہ اوٹھتی ہوئی جوانی اور ان کا وہ شباب دلکش اور انکی وہ دلی امنگیں

اور وہ ولولے کیا ہی غضب ہوتے ہیں۔ نہ مرنے کا خیال نہ اس بہار کے تمام ہونے کا دھیان ایک نشا ہے جسمیں سرشار ہیں۔ اہل دولت اور شاہان ملک کس غرور و نخوت میں قیامت تک انتظار کر رہے ہیں اور کس کس عیش و شادمانی کے اسباب میں مست و مغرور ہیں مہ جبین اور حسین ہیں کہ اپنی رعنائی سے دل عشاق کو ٹھکراتے جا رہے ہیں۔ کہ اپنر ایک دوسری حالت طاری ہونی شروع ہوتی ہے یا یوں کہو کہ منازل عمر کے پُر بہار مقامات طے کرتے کرتے اب وہ سنسان اور بیابان جہاں خلدزاروں کے سوا کچھ بھی نہیں پیش آنے لگے۔ چند روز میں بال سفید ہو گئے دانتوں کی موتیوں جیسی لڑیاں جھڑنے لگیں معدہ جواب دینے لگا وہ تازگی اور وہ بہار رخصت ہونے لگی اور اعضا ربدن ایک دوسرے رو رو کر رخصت ہو رہے ہیں اور کہتے ہیں کہ اب قیامت تک کا فراق ہے آخر مر گئے چند روز میں ہڈی اور پسلی اور وہ سر پر غرور پاؤں میں ٹکراتے پھر رہے ہیں اسکے بعد چورا چورا ہو گیا۔ ہوا میں ذرات اڑتے پھر رہے ہیں کہیں اسکی مٹی کی اینٹیں بن کر پاخانہ میں لگی ہوئی ہیں اور ایک اینٹ دوسری سے کس حسرت آمیز الفاظ میں اس کے صاحب کا حال پوچھ رہی اور وہ کن کن پر درد الفاظ میں اپنے جاہ و حشم عیش و نشاط ارباب جلسہ ہاتھی گھوڑوں مہ جبین معشوقوں دنیا کے موسموں بہار برسات جاڑے گرمی کے واقعات کی کہانیاں سنا رہی ہیں اب اگر ان کے اصحاب کے پاس کچھ ہے تو وہی نیک کام جن سے اس جہان میں حیات جاودانی کی امید ہو رہی ہے۔ نہ مال ہے نہ زن و فرزند ہیں ایک جگہ فرمایا ہے یٰاَیُّهَا الْاِنْسَانُ اِنَّکَ کَادِحٌ اِلٰی رَبِّکَ کَدْحًا فَمُلٰقِیْهِ ۔ کہ اے انسان تو تو گھٹتا گھٹتا اپنے رب کیطرف چلا جا رہا ہے آخر اس کے پاس پہونچ کر رہے گا۔ یہ رات اور دن اسکی تیز رو گاڑی کے دو پہیے ہیں جو اسے کھینچے لئے جا رہے ہیں یہ سواری کسیکے روکے نہیں رکتی۔ انہیں معانی میں بعض عرفا نے کیا کیا عمدہ نظمیں لکھی ہیں۔ سعدی فرماتے ہیں ؎

تفرج کنان در ہوا و ہوس | گذشتیم بر خاکِ بسیار کس
کسانیکہ از ما بغیب اندر اند۔ | بیایند و بر خاک ما بگذرند
نباید بسا ماہ پروین و ہور | کہ تو سر نیاری ز بالین گور
بسا نیز و دے ماہ از وی بہشت | بیاید کہ ما خاک باشیم و خشت

ایک فرماتے ہیں۔ ؎

افسوس کہ گلرخانِ کفن پوش شدند | از خاطر یک دگر فراموش شدند
آنانکہ بصد زبان سخن میگفتند | آیا چہ شنیدند کہ خاموش شدند

(۸) گزشتہ زمانہ سے عبرت و نصیحت حاصل کرنا۔ گزشتہ زمانہ کو بیکار او نیست محض سمجھکر واقعات گزشتہ اور نیک و بد کاموں کے نتائج سے کانوں کو بند کرنا ایسا ہی ہے جیساکہ موجودہ اشیاء سے آنکھہ بند کر لینا اور عبرت حاصل کرنا۔ کیونکہ سب طرح گزشتہ زمانہ اور اسکے واقعات کے لئے کان بنائے ہیں کہ عبرت کریں۔ اسیطرح موجودہ اشیاء سے مستفید ہونے کے لئے آنکھہ بنائی گئی ہے۔ الہام الٰہی کی یہ شان نہیں کہ وہ ایک عضو کو ایک بڑے فائدہ سے معطل کردے۔ اسلئے قرآن نے گزشتہ واقعات کا سچا فونوگراف بھی سامنے رکھدیا ہے۔ اور انکو سننے اور ان سے نصیحت لینے کا بھی حکم دیا ہے۔ ایک جگہ ایسے واقعات کے نہ سننے والوں اور ان سے عبرت حاصل نکرنے والوں کی مذمت بیان فرمائی ہے وَلَهُمْ اٰذَانٌ لَّا يَسْمَعُوْنَ بِهَا۔ کہ ان کے کان تو ہیں مگر انسے سنتے نہیں۔ وہ چارپائے ہیں بلکہ ان سے بھی بدتر۔

اس مراد سے قرآن نے حضرات انبیاء علیہم السلام اور انکی امتوں کے نظیر کے طور پر کچھہ واقعات بھی بیان فرمائے ہیں کہ انکو ان کی امتوں کیطرف بھیجا اور وہ لوگ ان ناپاک خصائل میں آلودہ تھے اون انبیاء نے ان کو اس اس طرح سمجھایا اور انہوں نے نہ مانا مقابلہ کیا بلکہ انبیاء کو مارنے ایذائیں پہونچانے کی تدابیر کیں انبیاء کے پیروؤں

ظلم وستم کئے آخر ہمنے انبیاء علیہم السلام اوران کو پیروُں کے عذاب سے نجات دی اور پر برکات نازل فرمائے انکو برومند کیا اور منکروں پر یہ بلائیں نازل کیں +

اسمیں کچھہ بھی شبہ نہیں کہ واقعات گزشتہ سنکر اور خصوص ایک کے واعظ سے دلپر وہ اثر ہوتا ہے جیساکہ آنکھہ کے دیکھے ہوئے واقعات سے اور جب اس لحاظ سے عقلاً کے نزدیک فن تاریخ بھی ایک کارآمد اور بڑا مفید علم ہے تو الہامی طور پر واعظانہ پیرایہ میں واقعات کا بیان کرنا کسی طرح بھی بیکار نہیں ہوسکتا چہ جائیکہ عبث اور عیب ہو۔ پھر اس سے الہامی کتاب پر عیب لگانا سراسر سفاہت ہے +

لیکن واعظانہ اور مورخانہ بیان میں بڑا فرق ہے۔ مورخ ایک واقعہ کو ابتدا سے لیکر آخیر تک بترتیب وقوع بیان کرتا ہے اور ایکبار بیان کرکے بار دگر بیان کرنا لغو سمجھا جاتا ہے۔ برخلاف واعظانہ بیان کے اسلئے قرآن نے جو واقعات بیان فرمائے ہیں ان میں چند امور کی رعایت رکھی ہے اور رکھنی چاہیئے تھی۔

اوّل انہیں واقعات اور انہیں انبیاء علیہم السلام کے وقوعہ بیان فرمائے کہ جن سے قرآن کے اولاد بالذات مخاطبین کے کان آشنا تھے۔ اور جس زبان میں جو کتاب نازل ہوا اور جس ملک میں رسول برپا ہوا اول مخاطب اوسی ملک کے لوگ ہوا کرتے ہیں آخرت کی نعمتوں کے بیان میں اور نیز احکام میں زیادہ تر اسی قوم کی عادات ورغبت کی رعایت کیجاتی ہے یہ حسن سلیقہ ہے اسکو خدا کی مجبوری یا طرف داری یا پابندی سمجھ لینا بدفہمی ہے (**دوئم**) واقعات کو بترتیب وقوع بیان نہیں فرمایا یعنے اسباب کی پابندی کرنا کہ جو واقعہ پہلے گزرا ہے اسکو اول اور جو اس کے بعد واقعہ ہوا۔ اسکو بعد بیان کیا جاوے مقصد میں خلل پیدا کرنا ہے اسلئے ایسا نہیں کیا گیا (**سوئم**) جس واقعہ میں جسقدر بیان مقصود مقام تھا اسیقدر بیان فرمایا (**چہارم**) جب ایک بڑے واقعہ میں کئی باتیں مقصود ہوئیں تو اسی واقعہ کو بار بار

کو بار بار ذکر کیا کبھی مجملاً کبھی قدرے تفصیلاً ہر بار ایک نئی غرض سے۔

مثلاً موسیٰ اور فرعون کا واقعہ اسمیں کہیں تو فرعونیوں کے ظلم و ستم ظاہر کر کے اسنے بنی اسرائیل کو خلاصی دینے کی نعمت کا اظہار مقصود ہے اور کبھی فرعون کی سرکشی اور رسول سے مقابلہ کا بد نتیجہ غرق ہو جانا۔ قریش مکہ کو تنبیہ کیا جاتا ہے کہ تم بھی انجام بد سے پرحذر رہو کہیں خدا پرستوں کی مظلومی اور صبر کا نیک نتیجہ بیان کر کے مسلمانوں کو تسلی دینی مقصود ہوتی ہے علی ہذا القیاس اسلیئے اوس قصہ کا اعادہ کیا جاتا ہے مگر بایں ہمہ ہر بار جدید شان اور نیا عنوان ہوتا ہے جس سے مکرر ہونیکی بے مزگی نہیں معلوم ہوتی بلکہ نیا لطف آتا ہے اور راست گوئی کا پورا ثبوت ملتا ہے ورنہ ایک بات کو بار بار کہتے ہیں کچھ نہ کچھ مخالفت پیدا ہو ہی جاتی ہے بر خلاف بیان قرآنی کہ وہ اس سے پاک ہے

پنجم ہر بیان میں صدق و راستی ملحوظ رکھی گئی مبالغہ اور رجحان و جوش سے بالکل یکسوئی اور اجتناب کلی ہے برخلاف بیان مورخین کے کہ کہیں کہیں وہ جن سے نفرت ہوتی ہے ان کے عمدہ خصائل سے بھی چشم پوشی کر لیتے ہیں۔ اور ناکردہ الزامات بھی انپر دھر دیتے ہیں اور جن سے رغبت ہوتی ہے ان کے عیبوں سے چشم پوشی کر کے انکی اونے اعمدہ بات کو پہاڑ بنا کر دکھاتے ہیں ضرور انکی طبیعت کا رنگ کچھ نہ کچھ واقعات پر چڑھا ہوا ہوتا ہے برخلاف قرآن کے کہ وہ ان سب باتوں سے پاک اور مبرا ہے ؛

فائدہ۔ مخالفین اسلام نے اس مقام پر قرآن پر دو قسم کے الزام قائم کئے ہیں **اول** یہ کہ قرآن نے انہیں واقعات کو جو کتب مقدسہ توریت وغیرہ میں بھی بیان ہوئے ہیں کبھی تو زائد بیان کیا ہے جسکا ثبوت کتب مقدسہ سے نہیں ملتا اور کبھی خلاف بھی بیان کیا ہے جسکو کتب مقدسہ صاف صاف رد کر رہی ہیں۔ اور لطف یہ ہے کہ قرآن کتب مقدسہ کی تصدیق بھی کر رہا ہے اور ان کے فضائل و محامد بھی بیان فرما رہا ہے ؛

اعتراض	جواب
۱ بوقت پیدائش آدم فرشتوں کا سوائے شیطان کے سجدہ کرنا یہ بائبل میں کہیں نہیں۔	۱ پولوس کے نامہ عبرانیوں کے ۱ باب میں ہے کہ جب پہلوٹھے (آدم) کو دنیا میں لایا تو کہا کہ خدا کے سب فرشتے اوسے سجدہ کریں +
۲ سورہ عنکبوت میں ہے کہ بوقت طوفان نوح نوسو پچاس برس کے تھے حالانکہ موسیٰ کی پہلی کتاب کے ۷ باب میں ہے کہ طوفان کے وقت نوح چھہ سو برس کے تھے اور ۹ باب میں ہے کہ طوفان کے بعد نوح تین سو پچاس برس تک زندہ رہے اس حساب سے اونکی کل عمر ساڑھے نوسو برس کی ہوتی ہے +	۲ آیت مذکورہ میں یہی یہی ہے ولقد ارسلنا نوحا الی قومه فلبث فيهم الف سنة الا خمسين عاماً کہ ہمنے نوح کو اسکی قوم کیطرف بھیجا وہ ان میں نوسو پچاس برس تک زندہ رہے + قرآن نے طوفان کے وقت کی عمر نہیں بتائی صرف یہ کہدیا کہ فاخذهم الطوفان وهم ظالمون کہ انکو طوفان نے آلیا اور وہ ظالم تھے دونوں بیانوں میں کچھہ بھی مخالفت نہیں +
۳ سورہ ہود کے اوائل میں ہے کہ نوح کے ایک بیٹے نے کشتی میں سوار ہونے سے انکار کیا اور وہ ڈوب مرا لیکن موسے کی پہلی کتاب کے ۸-۹ باب میں ہے کہ نوح کے سب بیٹے کشتی میں سوار ہوئے اور سب نے طوفان سے نجات پائی +	۳ قرآن نے اوس نالائق بیٹے کو لیس من اهلك کہہ کر کے انکی اولاد ہی سے خارج کردیا اب ایماندار اولاد میں

۴ سورۂ یوسف میں ہے کہ یوسف نے اپنے مالک کی جورو سے برا قصد کیا تہا مگر موسے کی پہلی کتاب کے ۳۹ باب میں ہے کہ یوسف نے بالکل انکار کیا اور بری فکر کو دلمیں راہ بہی ندی +

۵ سورہ قصص کے اوائل میں ہے کہ موسے کو فرعون کی بیوی نے فرزند بنا کر پرورش کیا مگر موسے کی دوسری کتاب کے دوسرے باب میں یوں ہے کہ اسکی بیٹی نے فرزند بنا کر پرورش کیا تہا +

۶ سورہ مریم کے شروع میں ہے کہ بوقت ولادت مسیح مریم دور دراز جگہ چلی گئی تہی اور مسیح خرمے کے درخت کے تلے پیدا ہوئے تہے حالانکہ انجیل لوقا کے دوسرے باب میں ہے کہ مریم بیت اللحم اپنے باپ کے گاؤں میں چلی گئیں تہیں اور مسیح اصطبل میں پیدا ہوئے تہے +

اسکا شمار نہونا جنہوں نے نجات پائی کوئی بہی مخالفت نہیں +

۴ قرآن میں بہی ایسا ہی ہے۔ کیونکہ ہم بہا لولا ان رای برہان ربہ کی جزا ہے۔ یعنے اگر خدا کی برہان نہ دیکہتے تو ارادہ بد کر چکے تہے مگر اوس سے پہلے برہان دیکھ لی اس لیئے قصد نکیا +

۵ قرآن میں صرف یہ ہے کہ فرعون کی بیوی نے بیٹا بنا کر پرورش کرنیکی صلاح دی تہی اس سے یہ نہیں لازم آتا کہ اوسنے بیٹا بنایا تہا۔ اور جب بیٹی نے فرزند کیا تو کیا وہ ماں کا فرزند نہیں کہلا سکتا +

۶ قرآن میں مکانا قصیا ہے جس کے معنی گوشہ اور کونہ کے ہیں۔ عام ہے بیت اللحم میں ہو یا کہیں اور ہو وہ اصطبل ہو یا دیوان خانہ۔ اور کیا اصطبل میں خرما کے درخت کا ہونا محال تہا۔ معترض کی غلط فہمی ہے۔ اوس نے قصیا کے معنی سمجہنے میں غلطی کی +

اور بہت سے وہ قصے ہیں کہ جنکا کتب مقدسہ میں ذکر تک بھی نہیں اور نیز وہ قانون قدرت کے بھی خلاف ہیں

اعتراض

۱ ابراہیم کا قصہ کہ انہوں نے اپنے باپ کے بت توڑ ڈالے اور اس کی قوم نے اسکو آگ میں ڈالا۔ اور خدا نے آگ کو سرد کر دیا ٭

۲ داؤد کی بابت کہ پہاڑ اور پرند اسکے ساتھ تسبیح کیا کرتے۔ یہ بھی خلافِ عقل بات ہے ٭

۳ سلیمان کی نسبت مذکور ہے کہ انکے جنات تابع تھے اور سلیمان نے چیونٹیوں کی گفتگو سنی۔ اور سلیمان کو زندہ سمجھکر جنوں نے فریب کھایا اور سلیمان کے پاس ہدہد جانور بلقیس شاہزادی کی خبر لایا اور سلیمان کے پاس آنکھہ جھپکتے ہی بلقیس کا تخت اسکے کسی یاری نے منگا دیا اور بلقیس حاضر ہوئی۔ اور سلیمان تمام دنیا کے بادشاہ تھے۔ ہوا ان کے تابع تھی صبح سے دوپہر تک پھر زوال سے

جواب

۱ کتب مقدسہ اول تو بلا تحریف موجود نہیں نہ وہ کتاب موجود ہیں کہ جنکا کتب مقدسہ میں حوالہ دیا گیا ہے۔ انہیں سے چند کے یہ نام ہیں (۱) جنگنامہ جسکا حوالہ سفر عدد کے ۲۱ باب میں ہے (۲) کتاب الیاشر جسکی طرف اسبات کا حوالہ دیا گیا ہے کہ آفتاب ٹہر گیا اور قریب دن بھر کے پچھم کیطرف مائل نہوا۔ (۳) کتاب یاہو (۴) یسعیا کی پانچویں کتاب۔ پھر کتب مقدسہ میں ذمہ داری بھی نہیں کہ جملہ واقعات ان میں مندرج ہوں اور یہی سبب ہے کہ ایک ہی شخص کے حالات میں خود کتب مقدسہ کم زیادہ بیان کرتے ہیں انجیل متی کے سوا اور کسی انجیل میں نہیں کہ مجوسی ایک ستارے کی دلالت سے مسیح کے پاس آئے جیسکے اور بھی بہت سے نظائر ہیں پھر کیا کوئی ایسے واقعات کو جو دیگر کتب مقدسہ

شام تک وہ تخت مہینے بھر کی راہ طے کرتا تھا۔ اور جنوں کو سلیمان نے عمارت وغیرہ کے کاموں میں لگا رکھا تھا وہ بڑے بڑے کام کیا کرتے تھے یہ خلاف عقل باتیں ہیں +

۴ قرآن میں یہ بھی ہے کہ سکندر رومی نے مشرق و مغرب کا وہاں تک سفر کیا کہ جہاں آفتاب کو دلدل یا سیاہ چشمے میں ڈوبتا ہوا پایا۔ اور سکندر نے کوئی عجیب و غریب دیوار جنکر یاجوج ماجوج کا رستہ بند کر دیا کہ قیامت تک اس سے باہر نہیں نکلیں گے حالانکہ آفتاب کسی چشمہ یا دلدل میں غروب نہیں ہوتا وہ آسمان پر ہے اور اب ایسی کوئی قوم نہیں معلوم ہوتی کہ کس دیوار میں بند ہو۔ اور نہ اسکے یہ اوصاف ہیں کہ کوئی پچاس گز کا بلند کوئی بالشتیا ایک کان اوڑھ لے دوسرا بچھا کر سوتا ہو نہ ایسی کوئی دیوار اب موجود ہے یہ بھی بعید از عقل انسانی ہے +

مقدسہ میں نہوں غلط کہہ سکتا ہے؟ قرآن نے موجودہ کتب مقدسہ کی صحت کا بھی کہیں اقرار نہیں کیا ہے۔ اور کیا جو واقعہ کتب مقدسہ میں نہو وہ غلط ہے؟ یہ کہنا کہ یہ واقعات خلاف عقل ہیں۔ اہل کتاب کے حال سے تو ایسا بعید ہے۔ جبکہ ان کی مقدس کتابوں میں ان سے بھی بڑھ بڑھکر خلاف قانون قدرت واقعات مذکور ہیں جنکو فلسفہ تسلیم نہیں کرتا۔ (۱) آفتاب کا ایک جنگ میں ٹھہرا رہنا تاکہ ہفتہ کار و زنہ لگ جائے (۲) انبیاء بنی اسرائیل کے کل معجزات جو کتب مقدسہ میں مذکور ہیں (۳) حضرت مسیح کا جنوں کو نکالنا اور انکا نکلکر بصورت خنزیر دریا میں ڈوب پڑنا (۴) حضرت مسیح اور ان کے حواریوں کا مردے کو زندہ کرنا (۵) بوقت مصلوبی مسیح ہیکل کا پردہ اوپر سے نیچے تک پھٹ جانا اور زمین کا کانپنا اور پتھروں کا تڑک جانا قبروں کا کھل جانا لاشوں کا قبروں سے نکلکر شہر میں بہتوں کو نظر آنا

۵- یہ بھی ہے کہ مسیح نے لڑکپن میں جبکہ ماں کی گود میں تھے لوگوں سے باتیں کیں اور یہ کہ وہ گارے کے پرند بناتے اور ان میں پھونک مارتے تھے وہ پرند بنکر اوڑ جاتے تھے۔ یہ بھی خلاف عقل ہے +

۶ یہ بھی ہے کہ موسے نے خضر سے ملاقات کی اور اونسے علم لدنی سیکھنے گئے۔ حالانکہ خضر کا کہیں کتب مقدسہ میں ذکر تک بھی نہیں اور پھر موسی سے کون ٹرھکر عالم تھا +

۷- اسیطرح اصحاب کہف کا بھی ایک بے اصل افسانہ قرآن میں موجود ہے ان باتوں سے معلوم ہوا کہ عرب کے پیغمبر یہودی عیسائی مجوسی لوگو نسے وہ قصے جو عوام میں مشہور تھے سنکر اور نیز عرب کے مشہور واقعات عاد و ثمود کے عوام سے سنکر نظم کر دیتے تھے اور اسکو قرآن اور کتاب الہی اور منزل من اللہ بتاتے تھے +

۸ قرآن میں ہے کہ فرعونیوں کے بعد

(انجیل متی باب ۲۷) اور اسیطرح چھٹے گھنٹے کے قریب تمام زمین پر اندھیرا چھا جانا اور تین گھنٹہ تک یہ حال رہنا اور پھر سورج کا تاریک ہو جانا (انجیل لوقا باب ۲۳) اسیطرح حضرت مسیح کا بغیر باپ کے پیدا ہونا اور قبر سے نکل کر آسمان پر چڑھ جانا وغیرہ +

اہل کتاب کو کچھ قرآن سے ایسی عداوت ہے کہ جب اسپر اعتراض کرنے لگتے ہیں تو انکو اسکی بھی خبر نہیں رہتی کہ جس فلسفہ کی تلوار سے وہ اسلام کو کاٹ رہے ہیں خواہ وہ اسپر لگے یا نہ لگے مگر سب سے اول انہیں کے مذہب کا سرتن سے اوڑ جاتا ہے۔ یہی حال ان مصنفوں کا ہے جنہوں نے باوجود دعوی ایمان داری قرآن کے ترجمہ اور تفسیر میں اسکی کیا ہی بدنما صورت بنا کر دکھانیکا قصد کیا ہے۔

جو واقعات قرآن کیطرف فلسفہ کے گراب پڑنے کے لئے پیش کئے ہیں وہ بہت کچھ غلط طور پر بیان ہوئے ہیں

ان کے باغوں اور چشموں اور مکانوں کے بنی اسرائیل مالک کے گئے حالانکہ بنی اسرائیل نے ایک دن کے لئے بھی قلزم عبور کر کے بعد پھر مصر میں نہیں آئے ان کے باغوں اور مکانوں کا مالک ہونا تو کجا اور اگر وہ مالک ہو گئے ہوتے تو پھر ملک مصر پر انہیں کی حکومت ہوتی وہ سرکش لوگ جو بات بات میں موسیٰ سے سرکشی کرتے تھے کبھی بن جنگلوں میں خانہ بدوشوں کی طرح مارے مارے نہ پھرتے حالانکہ اسبات کا خود قرآن بھی اقرار کرتا ہے کہ وہ جنگلوں میں چالیس برس تک مارے مارے پھرے قرآن کا یہ جملہ اسبات کو بتارہا ہے فانها محرمة علیهم اربعین سنة یتیهون فی الارض مائدہ رکوع ۳۔ یہ کیسا غلط مضمون ہے +

۹ قرآن میں حضرت مریم کو ہارون کی بہن کہا ہے یا اُختَ ھارُونَ حالانکہ ہارون موسئے کے بھائی تھے ان میں اور مریم میں سیکڑوں برس کا

مثلاً سکندر رومی کا سفر۔ حالانکہ سکندر کا قرآن میں نام تک بھی نہیں البتہ ذوالقرنین کا ذکر ہے اب جس مورخ نے اسکو سکندر رومی سمجھا ہے یہ اوس کا قیاس ہے وہی اسکا ذمہ دار ہے نہ قرآن (۲) سیاہ چشمہ میں آفتاب کو ڈوبتے دیکھنے کے یہ معنی قرار دینا کہ درصل وہ اسمیں ڈوب بھی رہا تھا معترض کی خوش فہمی ہے سمندر کے کنارے کھڑے ہونے والے کو ہر روز آفتاب پانی میں ڈوبتا ہوا ہی نظر آیا کرتا ہے۔ اسیطرح کسی دلدل کے کنارے کھڑے ہونے والے کو دلدل ہی میں ڈوبتے دکھائی دیا کرتا ہے (۳) یاجوج ماجوج کا قد اور ان کے کانوں کی درازی کسیجگہ بھی قرآن میں مذکور نہیں جس مفسر نے ایسے افسانے گھڑ کر قرآن سے چپکائے ہیں وہی ذمہ دار ہے نہ قرآن (۴) اعتراض کا جواب حضرت ابراہیم علیہ السلام کا آگ سے سلامت رہنا کوئی بھی خلاف قانون قدرت نہیں عالم اسباب میں بھی دیکھا گیا ہے

فاصلہ ہے۔ پھر مریم ہارون کی بہن کیونکر ہوسکتی ہیں +

۱۰ قرآن بتاتا ہے کہ موسے کے بعد سامری نے بچھڑا بناکر بنی اسرائیل سے پجوایا توریت میں ہے کہ یہ فعل ہارون نے کیا تھا جبپر موسے واپس آکر سخت ناراض ہوئے +

کہ گھر جل گیا سب لوگ جل مرے مگر بعض اشخاص یا حیوان زندہ وسلامت نکل آئے۔ چہ جائیکہ جہاں خدا کا فضل ہو

(۲) اعتراض کا جواب حضرت داؤد کے ساتھ پہاڑ اور پرندوں کا تسبیح کرنا اس عالم اسباب کے بھی بعید نہیں۔ پہاڑ و ٹیلے میں آواز گونج اٹھتی ہے جسطرح کنوئیں کے اوپر بیٹھکر اندر کے رخ کوئی کچھ آواز دیتا ہے گاتا ہے یا پڑھتا ہے ویسی ہی آواز کنوئیں سے برآمد ہوتی ہے اب یہ کہنا کہ فلاں کے ساتھ کنواں گا رہا تھا کیا مستبعد بات ہے۔ نغمات سے حیوانات کو بھی دلچسپی ہوتی ہے۔ رات کو جو عرب حدی خوانی کرتے ہیں تو اونٹ مست ہوکر تیز چلنے لگتے ہیں۔ اگر نغمۂ داؤدی پر طیور کی فریفتگی ہوئی ہو۔ اور وہ وجد میں آئے ہوں اور یہی ان کی تسبیح ہے تو کیا بعید ہے۔ اور جو سر روحانیات سے واقف ہیں اور وہ جمادات وحیوانات کے ادراک وتکلم سے بھی واقف ہیں ان کے نزدیک یہ کوئی ناممکن بات نہیں +

(۳) اعتراض کا جواب قرآن نے سلیمان علیہ السلام کو کہیں بھی تمام دنیا کا بادشاہ نہیں کہا ہے۔ رہا پرندوں اور حیوانات کی بولی سمجھنا یہ گو اہتک عوام کے نزدیک ناممکن بات ہے مگر جنکو روحانی ریاضتوں کا اتفاق ہوا ہے یا ان کی روح میں قدرت نے روشنی بخشی ہے ان کے نزدیک یہ ممکن ہے۔ حیوانات کیا وہ جمادات کی باتیں سنتے اور سمجھتے ہیں لیکن وہ باتیں ہماری باتوں جیسی نہیں۔ اسیطرح اگر ہدہد سے مراد یہی معروف پرند ہے تو ایسے شخص کا اوس سے کلام کرنا اور اسکو خط دیکر بھیجنا کوئی بھی ناممکن بات نہیں سیکڑوں کبوتر نامہ بر ہوتے ہیں۔ اسیطرح جب جن کا وجود ہے تو سلیمان کا

انکو تسخیر کر کے اُنسے کام لینا کیا تعجب کی بات ہے۔ جب غبارہ وغیرہ اس زمانہ میں ایسی چیزیں ایجاد ہوئی ہیں کہ ہوا میں اوڑتی ہیں اور مہینوں کا رستہ گھنٹوں میں طے کرتی ہیں تو سلیمان کے عہد میں انکا معجزہ بہی تسلیم نکیا جاوے تو بہی ایسے فنوں کے ایجاد میں کیا حیرت ہے۔ دن بدن جو جو چیزیں حیرت انگیز ایجاد ہو رہی ہیں ٹیلیفون۔ فونوگراف وغیرہ جنکو پہلے قانون قدرت کے خلاف سمجھا جاتا تہا وہ بتا رہی ہیں کہ ابہی بہت کچھہ چیزیں جو ابہی تک خلاف قانون قدرت سمجھی جارہی ہیں خزانہ غیب میں مستور ہیں شاید ظہور کریں۔ اور زمانہ کی حرکت دوری بہی بتا رہی ہے کہ پہلے بہی جانے کیا کیا عجائب علوم ظہور پذیر ہوئے تہے جو مٹ گئے۔ اپنے دو انچ کے دماغ کو قدرت کا قانون سمجھہ لینا اور جو اسمیں نہ آسکے اسکو جہٹ پٹ خلاف کہدینا ایک سفاہت ہے۔ نہ ابہی تک قدرت کی انتہا معلوم ہوئی ہے نہ انسان اسکے لئے کوئی قانون تیار کر سکتا ہے جسکو یہ قانون قدرت کہتا ہے وہ تو اس کا مشاہدہ و تجربہ ہے انسان محدود اسکے قویٰ محدود اسکی زندگی محدود اسکے تجربے و مشاہدے محدود۔ پہر غیر محدود چیز کے لئے محدود کیونکر قانون بن سکتا ہے

(۴) اعتراض کا جواب قرآن میں ذوالقرنین کا ضرور ذکر ہے جسکو اہل کتاب نے معا سمجھہ کر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے بطور امتحان کے پوچھا تہا وہ صرف اسیقدر ہے کہ وہ ایک بادشاہ تہا جسکو ہمنے ہر قسم کے ساز و سامان دیئے تہے اسنے مغرب میں اور مشرق میں وہاں تک سفر کیا کہ سامنے سمندر رہتا جہاں اسکو آفتاب ڈوبتے ہوئے دکہائی دیا وہاں کی قوموں کو ہدایت کی پہر اسنے تیسرے سفر کا قصد کیا اور ایک قوم تک پہونچا جنہوں نے یاجوج ماجوج قوموں کی غارتگری کی شکایت کی اور ان کے روکنے کے لئے دیوار بنانے کی درخواست پیش کی اسنے لوہے کے ٹکڑوں سے دیوار بنائی اور اسپر گرم کر کے تانبا پگہلا کر ڈال دیا جسپر بلندی کے سبب وہ چڑہ سکتے تہے نہ مضبوطی کے سبب اس میں نقب لگا سکتے تہے وہ قومیں دہکا پیل کر کے آتی تہیں پر نہ نکل سکتی تہیں مگر ایک وقت وہ قومیں کہولی

جائیں گی اور بلندیوں سے دوڑی چلی آئیں گی (۱) نہ قرآن میں اس سفر کے موقع کا ذکر ہے کہ یہ کس ملک میں ہوا تھا (۲) نہ اسبات کا کہ یاجوج ماجوج کون قوم تھی اور کیسی تھی اور اب بھی ہے کہ نہیں اور ہے تو کس حال میں ہے اور کیا نام ہے (۳) نہ اسبات کا ذکر ہے کہ وہ دیوار کس ملک میں بنی تھی اور اب بھی ہے کہ نہیں (۴) نہ اسبات کا ذکر ہے کہ یاجوج ماجوج قوم کس وقت اور کس زمانہ میں نکلیں گیں اور نکلکر کیا کرینگی (۵) نہ اسبات کا کہ ذوالقرنین کس ملک کا بادشاہ تھا ان امور کا ذکر اسلئے نہیں کیا کہ وہ جسقدر جواب دینا چاہیئے تھا اوس سے زائد تھے۔ اب یہ باتیں جو علماء نے دریافت کی ہیں اور انپر رائیں قائم کیں ہیں اپنے قیاس سے جسمیں کہیں الفاظ قرآنیہ کے اشارات سے کہیں مورخین کے اقوال سے کہیں آحادیث سے جو خبر احاد ہیں جنکا مرتبہ ظن سے زائد نہیں کام لیا ہے اور ممکن ہے کہ وہ صحیح بات تک پہونچ گئے ہوں یا غلطی کی ہو۔ مگر قرآنی بیان پر کوئی بھی اعتراض عقلی یا نقلی وارد نہیں ہوسکتا معترض نے علماء کی رایوں کو قرآن سے چپکا کر اعتراض کیا ہے اور اس صورت میں بھی اعتراض غلط ہے کس لئے کہ ابھی تک دنیا میں کئی دیواریں عجائب روزگار باقی ہیں (۱) دیوار چین (۲) جبل الطے کے ایک گھاٹی میں ایک دروازہ بند ہے (۳) آذربائیجان کے پہاڑوں میں ہے جسکو دربند اور باب الابواب کہتے ہیں۔ ان دیواروں کے بنانے سے اسکے بنانے والوں کا مقصود کسی قوم کا روکنا تھا ان میں ایک یاجوج ماجوج بھی تھی +

(۵) جب مسیح علیہ السلام کی اور صدہا وہ باتیں خلاف قانون قدرت نہیں جنکو آجتک نصف دنیا مانتی چلی آئی ہے تو لڑکپن میں باتیں کرنا اور گارے کے پرند بنا کر اوڑا دینا ہی کیا محل اعتراض ہے رہی یہ بات کہ وہ ان چاروں انجیلوں میں کیوں نہیں ؟ اسکا جواب تو یوحنا حواری ہی دے سکتے ہیں جو اپنی انجیل کے آخر جملہ میں فرماتے ہیں۔ اور بھی بہت سے کام ہیں جو یسوع نے کئے اگر وہ جدا جدا لکھے جاتے تو میں گمان کرتا ہوں کہ کتابیں جو لکھی جاتیں تو دنیا میں نہ سما سکتیں۔ اب ان میں سے اگر یہ دو باتیں قرآن نے بیان کر دیں تو قرآن کیوں ملزم

ٹھیرایا جاتا ہے۔ اسکے سوا عیسائیوں کے ہاں ایک انجیل طفولیت بھی ہے جسکو عیسائی الہامی تو نہیں مانتے مگر سراسر جھوٹی بھی نہیں سمجھتے اسمیں یہ باتیں لکھی ہیں +

(۶) کا یہ جواب ہے کہ خضر وہی ملک الصدق ہیں جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے عہد میں بھی تھے جن کا ذکر پولوس نے اپنے ایک خط میں کیا ہے۔ اگر موسے علیہ السلام اوس بزرگ روحانی سے ملے ہوں تو کیا تعجب ہے۔ اگر یہ ذکر موسے علیہ السلام کے حالات میں یہودیوں نے نہ لکھا ہو تو کچھ ان کے لکھنے پر قرآن نے انحصار بھی نہیں کر لیا ہے اور نہ واقعات کی اصلیت انہیں کے نوشتوں پر منحصر ہے +

(۷) اصحاب کہف کا واقعہ حضرت مسیح علیہ السلام کے کئی سو برس بعد ہوا ہے اگر اس کا توریت وانا جیل میں ذکر نہو تو کوئی تعجب نہیں ہاں اسوقت کے بعد والوں نے ضرور لکھا ہے لارڈ ولیم میور اپنی کتاب تاریخ کلیسا میں افرائم کے حوالہ سے اس واقعہ کی تصدیق کر رہے ہیں اور کہتے ہیں کہ گلاڈیس قیصر کے وقت یہ واقعہ ہوا کہ شہر افسوس کے چند عیسائی ایک غار میں جو وہیں تھا چھپ گئے اور تین سو برس تک سوتے رہے اور پھر ہشیار ہوئے + اور پھر بادشاہ کے پاس حاضر ہونے کے بعد وہیں غار میں چلے گئے۔ گلاڈیس کو عربی میں دقیانوس کہتے ہیں +

(۸) یہ معترض کی غلط فہمی ہے اور جس مفسر نے ایسا سمجھا اسکی بھی غلط فہمی ہے آیت یہ ہے کم ترکوا من جنات وعیون وزروع ومقام کریم ○ ونعمۃ کانوا فیہا فاکہین کذلک واورثنہا قوما اخرین ○ (دخان) کہ فرعونیوں نے بہت سے کچھ باغ اور چشمے اور کھیتیاں اور عمدہ مکان اور خوشی و نعمت کے سامان چھوڑے (ڈوب مرے) بات یوں ہی ہے اور ان کا ہمنے اور لوگوں کو مالک کر دیا۔ اور سورہ شعراء میں یہ ہے فاخرجناہم من جنت وعیون وکنوز ومقام کریم ○ کذلک۔ واورثنہا بنی اسرائیل ○ کہ ہمنے فرعونیوں کو باغوں اور خزانوں اور عمدہ مکانوں سے باہر کر دیا

اسیطرح۔ اوران چیزوں کا بنی اسرائیل کو مالک بنا دیا۔ اس کے یہ معنی نہیں کہ خاص انہیں فرعونیوں کی چیزوں کا مالک بنادیا۔ بلکہ انہیں چیزوں کا یعنے انکی مثل چیزوں کا ملک فلسطین میں) وارث بنادیا۔ ایک عام محاورہ ہے کہ ایک شے کی مثل کو اس شے سے تعبیر کیا کرتے ہیں۔ مثلاً دو شخصوں کے پاس جب دو چیزیں مشابہ و مساوی ہوں تو ایک دوسرے سے کہدیا کرتا ہے کہ جو تیرے پاس ہے وہی میرے پاس ہے۔ حالانکہ وہی اس کے پاس نہیں بلکہ اسکا مثل ہے۔ یہ محاورہ عرب۔ عجم ہر ملک میں اور ہر زبان میں ہمیشہ سے ہے اور دلیل ہمارے قول پر سورۂ قصص کا ابتدا ہے جہاں فرعون و موسے کے حالات میں خدا فرماتا ہے طسم۔ تلک ایات الکتاب المبین۔ الایات۔ ونرید ان نمن علی الذین استضعفوا فی الارض نجعلہم ائمۃ ونجعلہم الوارثین ○ ونمکن لہم فی الارض الایۃ اور ایک جگہ یوں فرمایا واورثنا القوم الذین کانوا یستضعفون مشارق الارض ومغاربہا التی بارکنا فیہا الایۃ کہ فرعون تو اسرائیلیوں پر ظلم و ستم کر کے اپنی تدابیر سے ہمیشہ انکو غلام ہی بنا رہنا چاہتا تھا اور ہم ان ضعیفوں پر احسان کیا چاہتے تھے اور انکو سلاطین مالک اور زمین پر زور آور کرنا چاہتے تھے سو یہ بات ملک شام میں آنے کے بعد بنی اسرائیل کو میسر آئی۔ دوسری آیت نے تو اور بھی مطلب واضح کر دیا کہ ہمنے اوس قوم کو جو زمین (مصر) میں ضعیف اور کمزور سمجھے جاتے تھے اوس ملک کے مشارق و مغارب کا وارث کر دیا۔ کہ جسمیں ہمنے برکت دی ہے یعنے ملک فلسطین شام میں اور اس برکت کے لفظ سے قرآنی محاورہ میں بھی ملک سمجھا جاتا ہے جیساکہ سورہ اسرا وغیرہا میں ہے۔ امام ابن کثیر وغیرہ محققین مفسرین اسیطرف گئے ہیں جیساکہ ہمنے بیان کیا اور جو کوئی مفسر غلط فہمی کر گیا ہو تو اسکا قول تفسیر بالقرآن کی مقابلہ میں ہم پر حجت نہیں ہو سکتا۔ مگر مخالفین قرآن تو ایسے ہی مفسروں کی تلاش میں رہا کرتے ہیں +

(۹) معترض نے یہ کہاں سے ثابت کرلیا کہ ہارون سے مراد وہی ہارون علیہ السلام ہیں۔ جو حضرت موسے کے بھائی تھے کیا بنی اسرائیل میں موسے ہارون ابراہیم لوگوں کے نام انبیاء کے نام پر نہ رکھے جاتے تھے ضرور رکھے جاتے تھے۔ اعتراض کرنے سے پہلے معترض کسی یہودی سے پوچھ بھی لیتا تو اعتراض نہ کرتا۔ مگر فضیلت پناہ کیونکر کہلاتا حضرت مریم کے بھائی کا نام بھی ہارون تھا ✣

(۱۰) یہی توقرآن کا دعوے اور اسکے نزول کی ایک ضرورت ہے کہ یہود وعیسائیوں نے جو کچھ غلط اوہام کتب مقدسہ میں بدنیتی یا غلط کاری یا طرف داری سے ملا دیئے تھے انکی اصلاح کرے ونقص علے بنی اسرائیل اکثر الذی ھم فیہ یختلفونo یہی ایک غلطی اہل کتاب کی نہیں اور بھی بہت سی ہیں جیسا کہ حضرت سلیمانؑ کا بت پرستی کرنا حضرت داؤدؑ کا اوریا کی بیوی بنت سبع والدہ حضرت سلیمان سے زنا کرنا حضرت لوط علیہ السلام کا شراب پیکر اپنی دونوں بیٹوں سے صحبت کرنا۔ خدا کا آدم کو پیدا کرکے پچھتانا۔ اسمانوں اور زمین کو پیدا کرکے تھک جانا ہفتہ کے دن آرام کرنا۔ خدا کا یعقوب سے کشتی لڑنا۔ فرشتوں کا حضرت ابراہیم کے پاس آکر کھانا پینا۔ خدا کا دو کروبیوں پر سوار ہوکر نیچے اترنا اسکی اون جیسی سفید ڈاڑھی ہونا نتھنوں سے دھواں نکلنا وغیرہ یہ سب خرافات ابتک کتب مقدسہ میں موجود ہے ✣

یہ تھے وہ بڑے بھاری واقعات قرآنیہ پر اعتراض جنکو مخالفین قرآن کے ابطال میں پیش کیا کرتے ہیں اور بھی ہونگے تو وہ اسلئے بھی زیادہ کمزور اور لغو جنکو تلاش کرکے نقل کرنے اور پھر انکے جواب دینے کی ہمیں کوئی بھی ضرورت نہیں ہم پھر علوم قرآن کیطرف رجوع کرتے ہیں ✣

(۹) علم التواضع وہ یہ کہ انسان کی گفتار رفتار لباس وضع مہذب ہو۔ ناک بھوں چڑہائے رہنا نہ چاہیئے۔ انداز گفتگو بھی بہت شائستہ اور نرمی سے ہو اس علم کا بھی

قرآن میں بہت کچھ ذکر ہے ازانجملہ یہ آیات ہیں ولا تصعر خدک للناس ولا تمش فی الارض مرحًا ط ان اللہ لا یحب کل مختال فخور ہ واقصد فی مشیک و اغضض من صوتک ط ان انکر الاصوات لصوت الحمیر کہ لوگوں کے سامنے گال نہ پھلا یعنے متکبرانہ صورت نہ بنا زمین پر اتراتا اکڑتا ہوا نہ چل کیونکہ اللہ کو کوئی بھی اترانے فخر کرنے والا پسند نہیں۔ اور درمیانہ چال چلا کر اور بات بھی نرم اور پست آواز سے کیا کر کیونکہ آوازوں میں مکروہ آواز گدھے کی ہے۔ ان اصول پر اور باتوں کو بھی قیاس کر لینا چاہیئے جو خلاف تہذیب اور شان تکبر ہیں +

(۱۰) امر بالمعروف نہی عن المنکر یعنے نیک اور اچھی باتوں کی نصیحت کرنا مگر نرمی اور دلسوزی سے) اور برے کاموں سے منع کرنا۔ یہ بھی انسانی اخلاق میں ایک عمدہ بات ہے کسیکو کوئیں میں گرتے دیکھنا اور منع نہ کرنا کریم النفس انسانوں کا شیوہ نہیں ؎

اگر بینم کہ نابینا و چاہ است   اگر خاموش بنشینم گناہ است

دو لڑتوں کو چھڑا دینا یہاں تک کہ دو جانوروں کو بھی لڑنے نہ دینا بھولے کو راہ بتادینا کوئی کسی کام کی عمدہ تدبیر جانتا ہے دوسرے کو جو اچھی طرح واقف نہیں رہبری کرنا خواہ دینی امور میں خواہ دنیاوی میں سب امر بالمعروف و نہی عن المنکر میں داخل ہے۔ اس کی بابت بھی قرآن میں بہت کچھ تاکید ہے اور نیز اس مسئلہ کو حسن تمدن میں بھی بڑا دخل ہے وامر بالمعروف وانہ عن المنکر واصبر علی ما اصابک ان ذلک من عزم الامور کہ نیک باتوں کی نصیحت اور بری باتوں سے منع کیا کر اور جو اسمیں تجھے کوئی ایذا پہونچے (اسلئے کہ جاہل اور ناعاقبت اندیش لوگ ناصح سے لڑنے اور طعن و تشنیع کرنے لگتے ہیں) تو اسپر صبر کر بدلہ نہ لے یہ نہیں کہ تو بھی لڑنے لگے سخت کلامی کا جواب دینے لگے یہ صبر و برداشت ایک بڑی بات ہے۔ اسمیں ناصح کا فرض منصبی بھی بتادیا گیا +

(۱۱) خدا سے اپنے گناہوں کی مغفرت مانگنا اپنے نادم ہونا بھی قرآن میں مذکور ہے۔

وتوبوا الی اللہ جمیعًا ایھا المومنون لعلکم تفلحون ٥ کہ تم سب اے ایماندار و اللہ کیطرف رجوع کرو توبہ کرو۔ ولم یصرّوا علےٰ ما فعلوا وھم یعلمون کہ نیک بندے کوئی براکام کرکے اسپر اصرار نہیں کرتے بلکہ ندامت کرتے ہیں۔ استغفار کی بہت جگہ قرآن میں ہدایت ہے اور اسپر معافی و مغفرت کا وعدہ بھی ہے۔ وبالاسحارھم یستغفرون ٥ ایماندار سحرگاہ باوجود عبادت کے خدا سے استغفار کیا کرتے ہیں۔

(۱۲) خدا سے استغفار و توبہ کے بعد رحمت و بخشش کا امیدوار رہنا بھی قرآن میں ہے قُل یٰعبادی الذین اسرفوا علی انفسھم لا تقنطوا من رحمۃ اللہ ان اللہ یغفر الذنوب جمیعا کہ اے نبی میرے ان بندوں سے جنہوں نے گناہ کیئے ہیں کہدو کہ خدا کی رحمت سے ناامید نہو جاؤ کیونکہ وہ سب گناہ بخشدیتا ہے لا ییٔس من روح اللہ الا القوم الکافرون کہ اللہ کی رحمت سے کافر ہی ناامید ہوا کرتے ہیں یہ ایک ایسا خیال ہے کہ جو خدا سے محبت پیدا کرتا ہے اور انسان کو آیندہ نیکروی پر لاتا ہے +

(۱۳) مگر اسکے ساتھہ خوف بھی رکھنے کا حکم ہے تاکہ دلیر ہوکر ہر قسم کی بدکاری نکرنے لگے اسکا بھی بہت جگہ قرآن میں ذکر ہے۔ واتقوا اللہ کہ اللہ سے ڈرتے رہا کرو فلیحذر الذین یخالفون عن امرہٖ ان تصیبھم فتنۃ او عذاب الیم کہ جو اس کے حکم کی برخلافی کرتے ہیں انکو ڈرتے رہنا چاہیئے کہ انپر دنیا میں فتنہ یعنے آزمایش مرگ اولاد و تلف مال مرض غلبہ اعدا اور آخرت میں عذاب الیم نہ پہونچ جائے +

(۱۴) خدا سے دعا مانگنے کا بھی حکم ہے اور دنیا و آخرت کے لئے مفید دعائیں بھی تعلیم فرمائی ہیں کیونکہ دعا بندہ کی ایک عمدہ عبادت ہے اور اسپر اجابت کا بھی مژدہ دیا ہے ادعونی استجب لکم مجھہ سے مانگو میں قبول کرونگا۔ یہ بھی ایک محبت الٰہی کا بڑا واسطہ ہے۔ اور بھی تہذیب الاخلاق کے متعلق بہت سے علوم قرآن میں مذکور ہیں۔ بنظر اختصار انہیں چند پر بطور نمونہ کے اقتصار کیا گیا۔ اور اگر ان عملی باتوں کا علم ہی

جو باہمی معاملات سے تعلق رکھتے ہیں تو اسکو علم **تدبیر المنزل** کہتے ہیں جیساکہ بیع و شرا میراث وغیرہ اسلئے اس علم کی بہت سی شاخیں ہیں جنمیں سے چند یہ ہیں :-

(۱) ماں باپکے ساتھ ادب اور نرمی سے پیش آنا ان کی خدمت و پرورش کرنا کس لئے کہ خدائے جہاں آفریں کے حقوق کے بعد والدین کا مرتبہ ہے جن سے یہ پیدا ہوا۔ لڑکپن میں جبکہ یہ اپنے بدن سے مکھی بھی دور نہیں کرسکتا تھا۔ اسکی پرورش کرتے تھے اپنے آرام سے اسکا آرام مقدم سمجھا کئے اس کے ذراسے دکھہ سے وہ بے چین ہوجاتے تھے اپنا مال اپنی عزیز چیزیں اس سے دریغ نہ رکھتے تھے۔ اسلام میں ماں باپ کی نافرمانی ایک بہت ہی سخت گناہ ہے جسکو حقوق الوالدین کہا جاتا ہے قرآن نے اس معاملہ میں بہت کچھہ ہدایات ارشاد فرمائے ہیں از انجملہ یہ آیت ہے واخفض لهما جناح الذل من الرحمة وقل رب ارحمهما كما ربياني صغيرا ہ کہ ماں باپکے لئے مہربانی کا بازو جھکادے اور ان کے لئے دعا کرکہ اے رب انپر رحم کر جیسا کہ یہ مجھے لڑکپن میں پرورش کیا کرتے تھے۔ ووصينا الانسان لوالديه حملته امه وهنا على وهن وفصاله في عامين ان اشكرلي ولوالديك الي المصير ہ کہ ہمنے انسان کے لئے اسکے والدین کے لئے وصیت کردی ہے اسکو اسکی ماں نے تھک تھک کر اوٹھایا ہے دو برس میں اسکا دودہ بڑہتا ہے۔ کہ میرا اور اپنے والدین کا شکریہ کیا کر۔ پہر تو میرے ہی پاس آتا ہے۔ وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا إِمَّا يَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ أَحَدُهُمَا أَوْ كِلَاهُمَا فَلَا تَقُلْ لَهُمَا أُفٍّ وَلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُلْ لَهُمَا قَوْلًا كَرِيمًا ہ کہ ہمنے جسطرح خاص خداپرستی کا حکم دیا ہے ایسا ہی والدین کے ساتھ احسان کرنے کا حکم دیا ہے اگر تیرے سامنے ان دونوں میں سے کوئی یا دونوں بڈہے ہوجائیں تو انکو اُف بھی نہ کہہ نہ جھڑک اور ان سے عزت و احترام کی بات کیا کر۔ روحانی بزرگ استاد۔ مرشد بھی ادب و احترام میں باپ ہی کا حکم رکھتے ہیں۔

(۲) بھائی بہن دیگر اقارب کے ساتھ صلہ رحمی کرنا اسیطرح دیگر اقارب نسبتی خسر خوشدامن بیوی وغیرہا کے ساتھ بھی حسن سلوک اور مروت سے پیش آنا اور اسیطرح ہمسایہ اور دوستوں سے بھی نیکی کرنا۔ قرآن مجید میں جابجا ہے وَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰی حَقَّہٗ وَالْمِسْکِیْنَ وَابْنَ السَّبِیْلِ کہ اہل قرابت کا حق ادا کر قرابت کی چار قسم ہیں (۱) قرابت نسبتی (۲) قرابت سببی جیسا کہ بیاہ وغیرہ کے رشتے (۳) قرابت محبت و دوستی (۴) قرابت ہمسایگی و ہموطنی۔ پھر ان کے حقوق بہت کچھ ہیں انسے برائی دور کرنا انکی جان و مال کی حفاظت کرنا انسے بمروت پیش آنا ان سے سلوک کرنا انکی برائی سے درگزر کرنا۔ اور محتاج اور مسافر کا بھی حق ادا کر محتاج کی خبرگیری کرنا مسافروں کے مال اور جان و آبرو کی حفاظت، اور غریب ہوں تو ان کو کھانا اور انکی حاجات کا برلانا اونکا حق ہے۔ ان باتوں بغیر تمدن درست نہیں ہوسکتا +

(۳) اسیطرح زنا اغلام چوری۔ ڈکیتی دغابازی قتل وغیرہ امور خلل انداز امن عام کی بھی ممانعت ہے اور انپر سخت سزائیں قرآن میں مذکور ہیں یہ بھی تمدن و آسائش دنیا و باہمی اتفاق و یکجہتی کے اصول ہیں جنسے ملک آباد اور لوگ ہر طرح کی برکات سے متمتع ہوسکتے ہیں +

(۴) سخاوت صداقت رحمدلی وغیرہ امور جو تہذیب اخلاق میں مذکور ہوئے ہیں وہ بھی سب اصول تمدن ہیں +

(۵) قانون معاملات بھی قرآن نے بہت کچھ بیان فرمائے ہیں ازانجملہ بیع و شرا ہے ازانجملہ رہن و استقراض ہے ازانجملہ قانون میراث ہے۔ ازانجملہ قانون ترشیح ہے جس میں یہ بیان ہے کہ کون کون عورتیں ہیں کہ جن سے نکاح درست نہیں اور وہ ہمیشہ کے لئے حرام ہیں اور کونسی عارضی حرام

ف زنا کی سزا محصن کے لئے سنگسار کرنا غیر محصن پر درے مارنا۔ زنا کی تہمت پر اسی درے مارنا۔ چور کا ہاتھ کاٹنا۔ ڈاکوؤں کو سولی دینا یا ایک طرف کا ہاتھ دوسری طرف کا پاؤں کاٹنا یا قتل کردینا یا جلاوطن کردینا جیسا موقعہ ہو قرآن میں جسمانی سزائیں یہ ہیں انپر یہ اعتراض کرنا کہ یہ وحشیانہ سزائیں ہیں جو شائستگی کے خلاف ہیں ایک بیجا اعتراض ہے ۱۲ منہ

ہیں اور نکاح کیونکر ہونا چاہیئے اور کتنی عورتوں سے بضرورت ایک وقت میں نکاح کی اجازت ہے اور نہ حکم اور عورت و مرد کے فرائض منصبی کیا کیا ہیں اور انکو حسن معاشرت سے ملکر رہنا چاہیئے اور عورت پر مرد کو ایک قسم کی فوقیت ہے (نہ یہ کہ عورت مواشی کیطرح اوس کا مال ہے جیسا چاہے برتاو کرے) اور اگر باہم نزاع اور سوء معاشرت پیدا ہو جائے تو طرفین کے اشخاص باہم ملاپ کرادیں اور جو ممکن نہو تو لاچاری میں طلاق ہے۔ اور طلاق کی تعداد اور مطلقہ کے احکام اور عورت کا نان ونفقہ مرد پر کب تک اور کسطرح ہوتا ہے اور اولاد پر کس کا استحقاق ہوتا ہے اور ان کے مصارف و تربیت کس پر ہونی چاہیئں اور خاوند کے مرنے کے بعد عورت کے کیا حقوق ہیں اور عدت کب تک ہے اور عدت میں عورت نکاح یا پیغام نکاح بھی نہیں کر سکتی۔ اگر مرد اپنی عورت کو مبتلا رحرام دیکھے اور اس پاس شہادت نہو تو پھر کیا ہونا چاہیئے اور بچہ کا دودہ پلانا کب تک ہے اور مرضعہ کے مصارف کا کون ذمہ وار ہے۔ عورتوں کو نامحرموں کے سامنے کسطرح سے کپڑا پہننا چاہیئے اور پردہ ستر کسطرح رکھنا چاہیے نامحرموں کو گھروں میں اجازت سے آنا چاہیے اور کن کن اوقات میں اجازت بغیر محرموں کو بھی اندر نہ جانا چاہیئے وغیرہ[1] احکام قرآن میں متعدد سورتوں میں مذکور ہیں۔ کسلئے کہ بغیر ایسے قوانین کے نزاعات کا فیصلہ فریقین کو مطمئن نہیں کر سکتا اور بغیر اس کے باہمی اتفاق و تمدن قائم نہیں رہ سکتا اور بغیر بیان احکام مذکور الہام اپنے فرض منصبی سے سبکدوش نہیں ہو سکتا + اسیطرح قتل و قصاص اور تعدے اموال اور زخموں کے متعلق قصاص و دیت بھی قرآن میں مذکور ہے +

(۶) باہمی معاہدات کی پابندی اور فریقین کے معاملات کے فیصلہ عدل و انصاف سے کرنا یگانہ اور بیگانہ مفلس و زردار کا زور آور اور ضعیف کا خیال نکرنا اور اسیطرح معاملات پر شہادت حق حق بلا کم و کاست ادا کر دینا اور معاملات پر گواہ بنانا یا حیز کتابت میں لانا

ان اللہ یامرکم ان تؤدوا الامانات الی اہلہا واذا حکمتم بین الناس ان تحکموا بالعدل ولا تکتموا الشہادۃ ومن یکتمہا فانہ آثم قلبہ اوفوا بالعقود اوفوا بالعہد ان اللہ یامر بالعدل والاحسان وایتاء ذی القربی وینہیٰ عن الفحشاء والمنکر والبغی یعظکم لعلکم تذکرون

[1] ایلار وظہار ۱۲ منہ

اور وصیت اور ولایت کے احکام اور ادائے امانت اور اولیاء کو کس حال میں یتیموں کو انکے اموال انکو سپرد کرنا چاہیئے یہ سب اصول تمدن قرآن میں مذکور ہیں +

(۷) قرآن نے خودداری اور کسب معاش اور اپنی آبرو و مال و جان کا تحفظ بھی ارشاد فرمایا ہے فمن اعتدی علیکم فاعتدوا علیہ بمثل ما اعتدی علیکم۔ وان عاقبتم بمثل ما عوقبتم بہ ولئن صبرتم فھو خیر للصابرین۔

(۸) بحری و بری سفر کی تجارت واکتساب علوم و آثار قدرت کے ملاحظہ کے لئے ترغیب دلائی ہے سیروا فی الارض فانظروا کیف کان عاقبۃ الظلمین تاکہ پختہ کاری اور اولوالعزمی پیدا ہو۔

(۹) علم کے لئے سفر اور پھر اسکی اشاعت اور قوم کی ہدایت کرنے کا حکم بھی قرآن میں ہے لولا نفر من کل فرقۃ طائفۃ لیتفقھوا فی الدین ولینذروا قومھم اذا رجعوا ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر۔

(۱۰) کفایت شعاری اور سخاوت میں میانہ روی کی تعلیم تاکہ بخل و افلاس کی ذلت قوم کا شیرازہ جمعیت نہ منتشر کردے +

(۱۱) لغو اور بیہودہ باتوں سے اعراض کرنے کی بھی تعلیم فرمائی ہے وعن اللغو ھم معرضون۔ کسلئے کہ جسقدر قوموں پر ادبار آیا اور انسانیت کے درجہ سے نیچے گر گئیں وہ اس لغو ہی کی بدولت گری ہیں کھیل تماشے۔ ناچ رنگ بیہودہ افسانے خیالات کو خراب کرنے والی شاعری۔ یہ بازیاں کبوتر بازی پتنگ بازی بٹیر بازی شطرنج بازی۔ ہی انسان کو فضول خرچ اور کاہل اور بے ہمت بلکہ بے حمیت و بے غیرت بنا دیتی ہیں جس سے تمدن میں خلل آجاتا ہے +

(۱۲) قمار بازی شراب خوری سے بھی سخت الفاظ میں منع فرمایا انما الخمر والمیسر والانصاب رجس من عمل الشیطان فاجتنبوہ لعلکم تفلحون۔ کہ یہ چیزیں

ولا تبذر تبذیرا کہ مال کو بے فائدہ اور بیہودہ طور پر اڑا مت۔ ولا تجعل یدک مغلولۃ الی عنقک ولا تبسطھا کل البسط کہ اپنا ہاتھ بھی بالکل نہ روک اور نہ بالکل کھولدے ۱۲ منہ

ناپاک اور شیطانی کام ہیں ان سے بچو تاکہ تمکو فلاح ہو۔ اس سے باہمی عداوت ورنجش اور فساد پیدا ہوتے ہیں جسکا ترقی یافتہ قوموں میں بھی ہم مشاہدہ کر رہے ہیں۔

(۱۳) معمولی برتاوے کی چیز دینے دریغ کرنے کی مذمت (ویمنعون الماعون)۔ اور اسیطرح حاجتمندوں سے قرض دیکر اوسنے سود لینے کی بھی سخت ممانعت فرمائی۔ (احل اللہ البیع وحرم الربوا) کیونکہ یہ بے مروتی قومی تمدن کے سخت مضر ہے۔ اور انسان کو طامع اور لالچی اور تنگدل اور بے رحم بنا دیتی ہے۔ پھر اس کے برے برے نتائج پیدا ہوتے ہیں +

(۱۴) بدگوئی بدکلامی بدگمانی تفاخر وتعلی طعنہ زنی خصوصاً لوگوں کے نسب پر اتہام وغیرہ سے بھی سخت ممانعت فرمائی جیساکہ علم الاخلاق میں بیان ہوا کیسلئے کہ یہ باتیں قوم میں نفاق و عداوت پیدا کر دیتی ہیں۔ وغیر ذلک +

(۱۵) حقوق انسانی کی بھی واجبی طور پر مساوات کر دی اور ہر ایک میں حیرت کی روح پھونکدی دنیاوی امور میں بھی جو حق ایک بڑے بادشاہ یا شریف اور دولتمند قوم کو حاصل ہے وہی ایک ادنیٰ ایا ندار مفلس کو بھی ثابت کر دیا۔ رومی حبشی۔ کالے گورے عرب۔ عجم۔ سب کو مساوی درجہ کا بھائی بنا دیا اور تمام افراد میں ایک تازہ اور پرجوش اخوت قائم کر دی مغرب کا مسلمان مشرق کے مسلمان سے بیاہ شادی کر سکتا ہے۔ ایک دسترخوان پر دونوں بیٹھکر کھانا کھا سکتے ہیں۔ انما المؤمنون اخوة فاصلحوا بین اخویکم۔ وقال لا یسخر قوم من قوم الآیہ۔ اگر کسیکو دوسرے پر فوقیت ہے تو تقوی اور پرہیزگاری میں ہے۔ جو جرائم کی سزائیں ایک کمتر حیثیت کے مسلمان کے لئے ہیں وہی بڑے سے بڑے کے لئے بھی ہیں اس میں ایک ننگا حبشی اور ہاشمی مکی مدنی سب برابر ہیں۔ دین کے لحاظ سے بھی کسی قوم اور شہر اور شخص کو بغیر علم کسی کے مقتدی ہونے کا فخر حاصل نہیں خواہ سید ہو یا شیخ مکی ہو یا مدنی یا کسی

ولا تجسسوا ولا یغتب بعضکم بعضا ویل لکل همزة لمزة ان بعض الظن اثم ان الذین یرمون المحصنت الغافلت الآیہ ۱۲ منہ

بزرگ کی اولاد جو کام اور پیشہ ایک شخص کرسکتا ہے وہی دوسرا بھی کرسکتا ہے کس لئے کہ یہ تفاوت قومیت قائم نہیں ہوئے دنیا اور جو ہوا بھی تو وہ لفافہ ہے۔ اسلام نے مذہب خداپرستی کی تمام افراد بنی آدم میں قومیت و برادری قائم کردی جو وطنیت اور نسب کی برادری سے کہیں زوردار ہے۔ اسلام کی وہ ترقی کہ ایک صدی کے اندر ہی اندر اسکا نصف دنیا پر محیط ہوجانا اسکی ایک بڑی دلیل ہے۔ اور بھی بہت سے علوم تمدن ارشاد فرمائے ہیں +

اور اگر ان چیزوں کا علم ہے جو انتظام سلطنت و ملک کے متعلق ہے تو اس کو **علم سیاست** کہتے ہیں اس کے متعلق بھی قرآن میں بہت کچھ احکام ہیں۔ یہ اسلئے کہ خدا مذہب اسلام کو دنیا میں ذلیل حالت پر رہنا پسند نہیں کرتا کسلئے کہ غیر اقوام کا ماتحت ہوکر کوئی مذہب و ملت بالخصوص وہ جو دنیا میں حقوق انسانی کی مساوات کا ذمہ وار ہو انسانی پرستش چھوڑا کر خدائے واحد کی پرستش تعلیم فرماتا مخلوق پرستی شہوت پرستی اور نفسانی بیجا خواہشوں کو روکتا ہو نیک باتوں کا حکم دیتا ہو بری باتوں سے روکنے کی تاکید کرتا ہو آزادانہ قائم رہ نہیں سکتا جس مذہب میں رئیس مشرک سے غلام خداپرست معزز سمجھا گیا ہو جسمیں کسی منکر خدا و رسول کو کسی ایماندار پر فرماں روائی کا اختیار نہ دیا گیا ہو۔ وہ مذہب دنیا میں آسمانی سلطنت کا پھریرا اوڑا کر آزادانہ خدا کی تسبیح و تکبیر کے آوازوں سے جنگلوں اور پہاڑوں کو گونجائے بغیر رہ نہیں سکتا۔ تاکہ اس کے نقاروں کی صداؤں سے بت اوندھے گر پڑیں اس کے لشکروں کی ہیبت سے جبار و متکبر جو انسانی شائستگی کو مٹانا چاہتے ہیں لرز جائیں اور وہ یتیموں مظلوموں محتاجوں بے زبان جانوروں کا چارہ سازی کیا کرے +

(۱) ایک جمہوری سلطنت قائم کرنے کا حکم صادر فرمایا کیونکہ انسانی حقوق کی مساوات اسی میں ہے۔ وَاَمْرُهُمْ شُوْرٰى بَيْنَهُمْ کہ مسلمانوں کے جملہ امور باہمی مشاورت پر

ولنعبد سوء من خیر من مشرک ولو اعجبکم ما جعل الله للکا فرین علے المؤ منین سبیلا ۱۲ منہ

نہیں رہے ہونے چاہییں۔ ایک ادنے ایماندار کو بھی امور سلطنت میں رائے زنی اور اعتراض
کرنے کا وہی حق حاصل ہے جو ایک بڑے سے بڑے سردار کو حاصل ہے۔ خود سب سے
اول بادشاہ کو جو دین کا بھی بادشاہ تھا جس کی رائے میں عصمت تھی جسکے دل پر الہام الہی کا تار
خدائی دربار سے لگا ہوا تھا مامور کر دیا کہ قوم سے مشورہ لیا کریں وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ۔ اسکے
بعد کسی بادشاہ کو بھی مطلقاً آزادی نہیں کہ بغیر مشورہ قومی جو چاہے کیا کرے۔ سلطنت کے
خزائن و اموال میں بادشاہ کا اسیقدر حق ہے جو اسکی قوم نے اسکی خدمت کے لحاظ سے اس کا
مشاہرہ یا یومیہ مقرر کر دیا ہے اس کے سوا بادشاہ کو ایک پائی بھی کیسکو دینے لینے یا اپنے
مصارف میں صرف کرنے کا اختیار نہیں کسلئے کہ قرآن نے اموال سلطنت کے مصارف
خود بتا دیئے ہیں۔ اور سنت مطہرہ نے قولاً و فعلاً اور اسیطرح پیغمبر علیہ السلام کے جانشینوں
نے قولاً و عملاً اختیارات شاہی کی تشریح کر دی ہے جو قیامت تک کے مسلمانوں کا
دستور العمل رہے گا۔

خود آنحضرت صلعم کو آپکے عیال اور نیز قرابت دار محتاجوں اور نیز مسافروں اور قومی
ضرورتوں کے لئے ایک تھوڑی سی زمین ملی تھی جو زمین یہود بنی نضیر اور یہود خیبر و فدک سے
اسلام کے قبضہ میں آئی تھی۔ اسمیں سے جسکی سالانہ آمدنی مساکین و مسافرین و قومی ضرورتوں سے
بچکر اتنی بھی باقی نہ رہتی تھی کہ خاص آپ کے لئے اور آپکے عیال کے لئے کافی ہو سکے۔ اسلئے
فقر و فاقہ سے بسر اوقات کیا کرتے تھے اور اسمیں نہایت شاداں اور اپنے خدائے
قادر کے شکر گزار رہا کرتے تھے۔ باوجودیکہ آپ کی حیات میں اسلام کو بڑے بڑے فتوحات
بھی رونما ہونے لگے تھے۔ آپکے بعد حضرت ابوبکرؓ کے لئے جو قومی انتخاب سے جانشین پیغمبر قرار
پائے تھے ایک تھوڑی سی تنخواہ ملتی تھی۔ جو ان کے عیال کو بھی کافی نہ ہوتی تھی۔ اسیطرح حضرت
عمرؓ کے لئے بھی وہی قدر قلیل وظیفہ ملا کرتا تھا خلفاء کے مکان اور خانہ داری کے اسباب
معمولی مسلمانوں سے بھی بہت کم مرتبہ تھے حالانکہ فتوحات کے دروازے کھل گئے تھے۔

پیغمبر علیہ السلام نے فرمایا ہے توخذ من اغنیائہم وترد الی فقرائہم کہ زکوۃ غنیوں سے لیکر محتاجوں کو دی جاتی ہے حدیث صحیح ۱۲ منہ

یہی حال بعد کے دونوں خلفا حضرت عثمانؓ وحضرت علیؓ وغیرہ کا رہا۔ ان کے اختیارات کی بابت دو ایک واقعات نقل کرتا ہوں اور باقی باتوں کو قیاس کر لینا چاہیئے **واقعہ** حضرت عمرؓ نے جب خالد بن ولید کو سپاہ سالاری کے عہدہ سے معزول کرکے انکی جگہ ابو عبیدہ بن الجراح کو سالار افواج بنایا اور اسکی مصلحت خطبہ میں قوم کو سنانے لگے تو خالد کی قوم میں سے ایک نوجوان معمولی مرتبہ کے شخص نے بھری مجلس میں یہ کہدیا کہ عمر کے دلمیں ابھی تک خالد کی وہ عداوت باقی ہے جو جاہلیت میں تھی۔ اسلامی محاورہ میں یہ حضرت عمر پر سخت اور نامہذب حملہ تھا۔ مگر حضرت نے تبسم فرماکر جبکہ قوم اسکو بری نگاہوں سے دیکھنے لگی یہ فرمایا کہ یہ لڑکا ہے مصالح ملکی سے واقف نہیں +

(۲) **واقعہ** حضرت علی نے اپنے عہد خلافت میں ایک یہودی سے دو سو درہم میں ایک ذرہ خریدی اور قیمت ادا کردی یہودی نے عدالت میں حضرت علی پر قیمت کا دعویٰ دائر کردیا بمجبوری حضرت علی عدالت میں تشریف لے گئے شریح قاضی نے مدعی علیہ کا بیان لیا آپنے ذرہ خریدنے اور قیمت ادا کرنے کا اقرار کیا۔ قاضی نے کہا روپیہ ادا کرنیکا ثبوت آپ پر ہے گواہ پیش کیجئے ورنہ ڈگری۔ حضرت نے امام حسن اپنے فرزند اور قنبل غلام کو شہادت میں پیش کیا مدعی نے جرح کی کہ ایک انکا بیٹا دوسرا غلام ہے۔ شہادت کافی نہیں قاضی نے جرح کو تسلیم کیا اور حضرت علی پر ڈگری دیدی۔ بمجبوری تعمیل حکم عدالت حضرت علی نے یہودی کو بار دیگر قیمت دینے کا قصد کیا۔ یہودی پر اسلامی عدالت کے انصاف اور ان کے بادشاہ کی راستباری وانقیاد حکم کا وہ اثر پڑا کہ اسنے اپنے کاذب ہونیکا صاف اقرار کیا اور مذہب اسلام قبول کرلیا اور کہدیا کہ مجھے اسلامی انصاف کا امتحان مقصود تھا +

خلفاء اپنے معاملات میں اور لوگوں سے زیادہ کوئی خصوصیت نہ رکھتے تھے۔ نہ خلافت موروثی حق کسیکا سمجھا جاتا تھا (ملاحظہ ہو سیرت خلفاء)

(۲) جب بادشاہ کے اختیارات محدود کر دیئے تو قوم کو بھی انکی اطاعت کا حکم دینا ایک لازمی امر ہے اسلئے فرمایا۔ اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ کہ اللہ اور اس کے رسول اور اپنے حاکم کی اطاعت کیا کرو۔ اس حکم کی اسلام میں بڑی تاکید ہے آنحضرت صلعم نے فرمادیا ہے کہ اگر تمپر کوئی نکٹا حبشی بھی حاکم ہو تو اسکی بھی اطاعت کرنا۔ حاکم کی اطاعت اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت قرار دیگئی ہے +

(۳) قوم کے لئے حکم ہے کہ جان و مال سے سلطنت کی مدد کریں قرآن میں اس کے محامد بیان ہوئے ہیں ان اللہ اشتریٰ من المؤمنین انفسہم و اموالہم بان لہم الجنۃ یقاتلون فی سبیل اللہ فیقتلون ویقتلون الآیہ کہ اللہ نے ایمانداروں کا مال اور جان جنت کے بدلہ میں خرید لی ہے سو انکو اللہ کی راہ میں لڑنا چاہیئے پس ماریں اور مرجائیں۔ جہاد کی ترغیب اور اس کے فضائل۔ اس کے برکات دنیا و اخری کے درجات سورۂ توبہ۔ انفال وغیرہا میں مذکور ہیں اور شہیدوں کے فضائل بھی بیان فرمائے ہیں کہ انکو حیات جاودانی نصیب ہوتی ہے۔ بڑی بڑی نعمتیں ملتی ہیں۔ اس مال اور جان بازی کو بطور استعارہ کے تجارت اور خرید و فروخت سے تعبیر کیا ہے اور اللہ کے راہ میں خرچ کرنے کو اللہ کو قرض دینے سے تعبیر فرمایا ہے یہ استعارہ ہے جو کلام فصیح میں ہوا کرتا ہے۔ اس سے قرآن پر یہ عیب لگانا کہ قرآنی خدا تاجر ہے لوگوں سے قرض مانگتا ہے ایک نہایت درجہ کی کوڑمغزی ہے +

(۴) ایمانداروں کو ظاہر و باطن ہر حال میں انقیاد و یک جہتی کا حکم دیا نفاق اور دورخے پن کی سخت ممانعت فرمائی۔ ایسے لوگوں کو **منافق** کے لفظ سے ملقب فرمایا اور تمثیلیں دے دے کر انکی دنیاوی و اخروی حالت کا برا نقشہ کھینچکر دکھایا۔

اسمیں ذرا بھی شبہ نہیں کہ قومی و ملکی ریاست و حکومت کے حق میں لوگوں کے نفاق سے بڑھکر اور کوئی زیادہ زہر دار چیز نہیں یہ قومی بربادی کا سبب ہوجاتا ہے۔

کسلئے کہ جو شخص بظاہر مطیع اور در پردہ مخالف ہے نہ تو وہ اوس مذہب پر ایمان رکہتا ہے نہ اس کے دلمیں اوس مذہب کی وقعت ہوتی ہے نہ اس کے احکام کو واجب التعمیل جانتا ہے نہ احکام کی فرمانبرداری کرتا ہے وہ درپردہ تخریب کے درپے ہوتا ہے وہ دشمنوں سے سازوباز رکہتا ہے وہ قومی اسرار فاش کرتا رہتا ہے۔ اور مذہب کی توہین لوگوں کے دلوں میں بٹہانے کی کوشش کیا کرتا ہے وہ بظاہر جو کبہی کسی قومی کام میں شریک ہوتا ہے تو اوروں کی بہی ہمت توڑا دیتا ہے اور کوئی نہ کوئی فتنہ برپا کرتا ہے۔ اسلئے یہ جماعت ان لوگوں سے جو کہلم کہلا مخالف ہیں زیادہ تر اندیشناک ہے۔ اور یہ قوم اور سلطنت اور مذہب کے باغی اور نہلسٹ ہوتے ہیں +

ابتدا مدینہ میں کچہہ ایسے لوگ بہی قوم انصار میں سے تہے اور وہ بہی حرکات کیا کرتے تہے جنکا قرآن میں اکثر مواضع پر ذکر ہے اور جابجا قرآن میں اس گروہ ناپاک پر سرزنش بہی ہے۔ خدا نے اپنے پیغمبر علیہ السلام اور راستباز ایمانداروں کو ان کے حالات سے مطلع کیا ہے ان سے آنحضرت صلعم کو بہی بڑی بڑی تکلیفیں پہونچیں ہیں اسی گروہ نے حضرت عائشہ صدیقہ رض پر بہتان باندہا تہا جسکا ذکر سورہ نور میں ہے اوس گروہ کا سرگروہ عبداللہ بن اُبی بن سلول تہا +

(۵) قوم کو ان کے مخالفوں اور دشمنوں کے مکائد سے مطلع فرماکر مقابلہ پر آمادہ کرنا کیونکہ بغیر اس کے وہ قوم قوم نہیں رہ سکتی۔ اس لئے قرآن میں اوس وقت کے مخالف فرقوں کے عقائد باطلہ اور اقوال وافعال فاسدہ سے بہی آگاہ کرنا پڑا منجملہ ان کے ایک فرقہ یہود کا تہا جسکو اہل کتاب اور نسل ابراہیم ہونے کا بڑا گھمنڈ تہا وہ خود بہی اسلام پر اعتراض کیا کرتے تہے اور عرب کے جہلا کو بہی سکہایا کرتے تہے ان کے اعتراض اور جواب اور انکی کرتوت کا بہی قرآن میں اکثر ذکر ہے۔ منجملہ ان کے ایک گروہ عیسائیوں کا بہی تہا جو اپنے آپ کو نصاریٰ کہتے تہے اکثر رومن کیتہولک کے

اور دیگر فرقوں کے عیسائی تھے جنمیں مذہب عیسوی کے کچھ بھی برکات باقی نرہے تھے حضرت مسیح اور مریم کی پرستش انکا مذہب تہا۔ صدہا توہمات باطلہ ان میں مروج تھے انمیں سے ایک گروہ رہبانیت کا بھی دم بہرتا تہا۔ ان کے مذہب کے حالات اور ان کارروائیوں کے بدخیالات سے بھی قرآن میں جابجا ایمانداروں کو مطلع فرمایا ہے منجملہ انکے ایک بڑا گروہ **مشرکین عرب** کا ان کی بت پرستی اوہام باطلہ اور رسوم قبیحہ کی پابندی اور اسپر اصرار اور مسلمانوں سے پرخاش اور رات دن کی لڑائی اور مار دہاڑ تھی ان کا بھی قرآن میں اکثر ذکر ہے اور ان سے خطاب کیا گیا ہے۔ ابتدا مکہ میں مسلمانونکو صبر و برداشت کا حکم تھا پہر جب ان کی زیادتی اور اقسام وانواع کے ظلم حد سے گزر گئے اور پیغمبر علیہ السلام اور ایماندار وطن چھوڑ کر مدینہ چلے آئے اور ایمانداروں کی ایک جماعت قائم ہوگئی تو بدلہ لینے اور کلہ بہ کلہ جواب دینے بلکہ ان پر چڑہائی کر کے مغلوب کرنے اور خداپرستوں کو ان کے شر سے محفوظ رکھنے کا حکم ہوا۔ جس کے بعد انسے متعدد لڑائیاں ہوئیں۔ بدر۔ احد کی دو مشہور جنگ ہیں اور بھی لڑائیاں ہوئی ہیں +

آنحضرت صلعم کے عہد میں مسلمانوں کے دو گروہ تھے **ایک انصار کا** یہ مدینہ کے لوگ بنی اوس و بنی خزرج کے قبیلے تھے انہوں نے پیغمبر علیہ السلام اور انکے پاس آنے والوں کی حمایت اور خدمت گزاری میں کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا تھا۔ اسلئے ان سے آنحضرت صلعم کو بہت محبت تھی اور انکو اپنا دلی ارادتمند سمجھتے تھے۔ دوسرا **مہاجرین** کا یہ وہ لوگ ہیں جو کفار کے ظلم سے اپنے شہروں اور گہروں سے ہجرت کر کے آنحضرت صلعم کے پاس جمع ہو گئے تھے بیشتر تو ان میں مکہ کے لوگ تھے۔

فتح مکہ سے پہلے ہر ایماندار پر ہجرت فرض تھی کسلئے کہ وطن میں ادائے فرائض نہ کر سکتے تھے فتح مکہ کے بعد ہجرت فرض نہ رہی کسلئے کہ اکثر عرب میں اسلام پہیل گیا تھا +

ان سب باتوں کا ذکر بھی قرآن میں بکثرت موجود ہے۔ انصار و مہاجرین کے مناقب اور ان کے درجات اور ان واقعات میں جو جو خدا کیطرف سے ایماندار ونپر غیبی امداد ہوئی ان کا بھی ذکر قرآن میں ہے

ف اب بھی جہاں مسلمانوں پر غیر قوموں کی تعدی ہوا ور مراسم اسلامیہ بآزادی ادا کرنے کی ممانعت ہو وہ ملک **دار الحرب** کہلاتا ہے وہاں سے مسلمانوں کو ہجرت کر کے اسلامی ملک میں چلاجانا واجب ہے **ف** جو مسلمان غیر اقوام کی سلطنت میں رہتے ہوں اور انپر یہ تشدد نہو۔ بلکہ وہ وہاں ہر طرح آرام و امن سے امور مذہبیہ ادا کر سکتے ہوں تو انپر اس حکومت سے غدر کرنا ممنوع ہے۔ جو کچھ انہوں نے اوس سلطنت سے عہد کر لیا ہو۔ بشرطیکہ خلاف اسلام نہو اسکی پابندی واجب ہے انکو وفاداری اور صداقت سے اوس ملک میں رہنا چاہیئے۔ **ف** بعض ناعاقبت اندیش ان غریب مسلمانوں سے سلطنت کو اندیشہ دلاتے رہتے ہیں۔ یہ انکی سخت ناانصافی اور غلط فہمی ہے +

(۱) قوم کو دشمنوں کی حرب کے لئے آمادہ کرنا زمانہ کے موافق عمدہ سے عمدہ سامان حرب تیار رکھنے کا حکم دینا بھی اصول سیاست میں سے ہے وَاَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ وَّمِنْ رِّبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُوْنَ بِهٖ عَدُوَّ اللّٰهِ وَعَدُوَّكُمْ وَاٰخَرِيْنَ مِنْ دُوْنِهِمْ لَا تَعْلَمُوْنَهُمْ اَللّٰهُ يَعْلَمُهُمْ۔ جہاں تک تم سے ہو سکے دشمنوں کے مقابلہ میں ایک ایسی قوت تیار رکھو کہ جس سے خدا کے اور تمہارے دشمنوں کو خوف و ہیبت پیدا ہو تا کہ اور دشمنوں کو بھی خوف ہو جنکو ابھی تک تم نے نہیں جانا ہے انکو اللہ جانتا ہے اسمیں عرب کے سوا دیگر ممالک کے دشمنوں کیطرف بھی اشارہ ہے کہ جن سے بعد آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے خلفاء کے محاربات جنگ ہوئی +

قوت کا لفظ جامع ہے سامان حرب کو بھی شامل ہے جیسا کہ پہلے زمانہ میں تیر و کمان

عمدہ گھوڑے تلوار و نیزہ خنجر و خود و بکتر و زرہ وغیرہ تہا۔ اس زمانہ میں توپ بندوق۔ کارتوس بحری و بری سواری۔ ریل اور سٹیمر اور تارپیڈو اور ہر قسم کا سامان آتش فشاں جو ایجاد ہوا ہے اور جو آیندہ ایجاد ہو سب کو شامل ہے اور فن سپہگری سیکھنے کو بہی شامل ہے جیسا جس زمانہ میں رواج ہو اور جو کار آمد ہو۔ یہ ملکی لشکر تیار کرنے کی طرف اشارہ ہے جسکو والنیٹر کہتے ہیں کہ خود قوم ہی سپاہی بنجائے۔ اسلئے ان کے لئے مال غنیمت میں سے حصہ دیا جاتا ہے۔ برخلاف تنخواہ یاب لشکر کے کہ ان کا غنیمت میں کوئی حق نہیں۔ کل سلطنت کا مال ہے مگر جسکو جسقدر سردار حسب مصلحت بطور بخشش کے دیدے۔ مسلمانوں کے جسقدر فتوحات حیرت انگیز خلفاء کے عہد میں ہوئے ہیں وہ اکثر قومی لشکر سے ہوئے ہیں ✢

(۲) قوم کو مضبوط اور بہادر اور جفاکش ہونے کا حکم دینا بہی اصول سیاست میں ہے کسلئے کہ جب تک لشکر میں جوانمردی اور جفاکشی نہوگی آرام طلب اور بزدل سپاہ کے پاس لاکہہ سامان حرب و ضرب عمدہ سے عمدہ ہو مگر موقع پر شکست ہی ان کا استقبال کرے گی۔ اسلئے قرآن میں یہ بہی حکم دیدیا۔ ولیجدوا فیکم غلظۃ ایسے رہو کہ تمہارے دشمن تم میں سختی محسوس کریں۔ تم کو بودا۔ اور آرام طلب نہ پاویں۔

یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا لَقِیْتُمُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا زَحْفًا فَلَا تُوَلُّوْھُمُ الْاَدْبَارَ ۝ وَمَنْ یُّوَلِّھِمْ یَوْمَئِذٍ دُبُرَہٗٓ اِلَّا مُتَحَرِّفًا لِّقِتَالٍ اَوْ مُتَحَیِّزًا اِلٰی فِئَةٍ فَقَدْ بَآءَ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰہِ وَمَاْوٰىہُ جَھَنَّمُ ۭ وَبِئْسَ الْمَصِیْرُ ۝ الانفال کہ اے ایماندارو جب کافروں سے تمہارا جنگ میں مقابلہ ہو تو پیٹہہ نہ پہیرنا اور بجز اسکے کہ جو جنگ میں وار کرنے کے لئے پیٹہہ پہیرتا ہے یا لشکر میں جا ملنے کے لئے پیٹہہ پہیرتا ہے اور کسینے پیٹہہ پہیری تو اسنے خدا کا غضب حاصل کیا اور اس کا ٹہکانا جہنم ہے اور وہ بہت بری جگہ ہے یہ مضمون بہی قرآن میں بکثرت ہے ✢

علم سیاست کے متعلق اور بھی بہت مفید ہدایات قرآن میں ہیں لیکن بخوف تطویل انہیں چند اصول پر اقتصار کرتا ہوں ÷

فوائد۔ (۱) ان علوم و مسائل کے متعلق جو کچھ آحادیث صحیحہ میں وارد ہے ان آیات کی اصلی تفسیر وہی ہے اور نیز صحابہ و اہل بیت کا تعامل اور ارشاد بھی تفسیر ہے مگر اول سے دوم درجہ پر۔ انکے برخلاف جو کچھ کسینے تفسیر کی ہے وہ غیر مقبول ہے خواہ کسینے کی ہو اسکو یاد رکھنا چاہیئے کسلئے کہ معترض لوگ بہت سے اقوال باطلہ سے سند لیکر اسلام پر اعتراض کیا کرتے ہیں ÷

(۲) جو لوگ بمقابلہ قرآن مجید اپنی مذہبی کتابوں کو الہامی اور منزل من اللہ کہا کرتے ہیں جیسا کہ ہنود چار وید وں کو مجوس وساتیر و زندوستہا کو بودہ بودہ پٹشتک اور دیگر کتابونکو عیسائی اناجیل اربعہ و نامہ حواریوں اور جملہ عہد قدیم کو اور یہودی صرف عہد قدیم کو اور سامری صرف عہد قدیم میں سے موسی کی پانچوں کتابوں کو جنکو **توریت** کہتے ہیں اول تو اہل اسلام کو کسی آسمانی کتاب اور نبی سے مخالفت نہیں اگر وہ کتابیں انبیاء علیہم السلام پر نازل ہوئی ہیں۔ اِن میں الہامی مضامین ہیں اور ان میں تحریف و تبدیل بھی نہیں ہوئی ہے وہ اسیطرح باقی ہیں تو ہمارا انپر بھی ایمان ہے اور در اصل وہ کتابیں واجب الاحترام ہیں کیونکہ قرآن نے بتا دیا ہے کہ خدا نے ہر امت میں نذیر انبیاء علیہم السلام یا ان کے نائب بھیجے ہیں۔ مگر جب ان موجودہ کتابوں کو دیکھا جاتا ہے تو بڑا شک پیدا ہوتا ہے کس لئے کہ اول تو ان کے مضامین (گو انمیں کچھ عمدہ بھی ہیں) ایسے ہیں کہ جو مخلوق پرستی و کذب مبالغہ سے خالی نہیں۔ چاروں وید اور دساتیر کی اگر وہی معنے ہیں کہ جنکو ہمیشہ سے اون کے ماننے والے مانتے آئے ہیں اور انہیں کے الفاظ سے بغیر تاویل کے پیدا ہوتے ہیں تو سراسر عناصر و مخلوق پرستی سے مملو ہیں۔ بودھ کی کتابیں خدا پرستی کا نام بھی نہیں۔ عہد قدیم و جدید میں گرچہ بہت سے الہامی مضامین ہیں مگر تحریف کے سبب بہت

غلط بھی ہیں +

اسپر بھی اگر کسیکو دعویٰ ہے تو مضامین مذکورہ بالا پر اپنی کتاب سے ایک ایک ہی جملہ ثبوت میں پیش کر دے تاویل بعید نکرے۔ ترجمہ لفظی ہونا چاہیئے۔ جسکو ہر ایک زبان داں مان سکے۔ یہی امتحان کی کسوٹی ہے +

(۳) احکام اور قانون کی شان خود تبلادیا کرتی ہے کہ یہ کسی طماع تنگ خیال قومی طرفداری میں ڈوبے ہوئے کا بنایا ہوا ہے یا ان سب باتوں سے پاک خدا ئے جہاں آفرین کا کہ جو سب مخلوق خصوصاً سب بنی آدم پر اپنی شان رب العالمینی سے نظر عنایت رکھتا ہے۔ یہ شان قرآنی احکام اور قرآنی قوانین میں ہی ہے +

(فائدہ ۴) جن جن علوم کا ہم قرآن سے نشان دیتے آئے ہیں ان کے لئے جداگانہ علماء اسلام نے متعدد اور مفید اور مبسوط کتابیں تصنیف فرمائی ہیں مثلاً اسمانوں۔ اور زمین اور کائنات کی پیدائش کا جو قرآن میں ذکر ہے اسکو علم بدء خلق السماوات والارض کہتے ہیں اور جن آیات میں دلائل انفس و افاق سے اپنی ذات کاملہ اور صفات مقدسہ کا ثبوت کیا ہے اور صفات قبیحہ سے تقدیس کی ہے اور شریک و مثل ہونے کی نفی کی ہے اسکو علم الذات والصفات وعلم التوحید کہتے ہیں اور فلسفہ الہیات اور اسیطرح جہاں عالم مجردات ملائکہ وارواح وغیرہا کا ذکر ہے اسکو علم المجردات کہتے ہیں اور اسیطرح انسان کو اسکی حیات دنیا کی بے ثباتی اور دوسرے جہان میں حیات ابدی پانے اور خدا سے دل لگانے وغیرہ امور کا ذکر کیا ہے اسکو علم الزہد والرقاق کہتے ہیں اور عملیات ہیں۔ جہاں حرام حلال چیزوں اور عبادات و فرائض کا ذکر کیا ہے۔ اس کو علم الاحکام کہتے ہیں پھر ان میں سے ارث کی بات جو کچھ ہے اسکو علم الفرائض وعلم المیراث کہتے ہیں اور جہاں حج وغیرہ کا بیان ہے۔ اسکو علم المناسک کہتے ہیں۔ اور جن آیات میں عبرت لانے کیلئے گذشتہ انبیاء اور ان کی امتوں کے

حالات بیان کئے ہیں اسکو علم القصص کہتے ہیں اور پھر جہاں جہاں قرآن میں امثال ذکر ہیں اسکو علم الامثال اور جہاں مجاز و استعارہ مذکور ہے اسکو علم المجاز۔ اور جہاں آیات متشابہات ہیں اسکو علم المتشابہ اور جہاں محکمات مذکور ہیں اسکو علم المحکمات کہتے ہیں الغرض ہر بیان کو قرآن میں سے لیکر ایک جگہ جمع کر دیا ہے اور ایک جداگانہ علم قرار دیا ہے۔ پھر ہر ہر علم میں بہت سے فضلاء نے عمدہ عمدہ تصانیف کی ہیں۔ اگر ان علوم اور ان میں جو کچھ کتابیں لکھی گئی ہیں سب کو مفصلاً بیان کروں تو ایک بڑی کتاب بھی اسکے لئے کافی نہو۔ اور لطف یہ ہے کہ جس زمانہ میں مسلمانوں کا باہم خلافت و امامت میں اختلاف ہو رہا تھا اور گھر کی وہ تلوار جسنے تھوڑے دنوں میں تقریباً نصف کرہ ارض پر تسلط کر لیا تھا۔ گھر والوں پر بھی اولٹ پڑی تھی اور سخت سخت خونخوار محاربات پیش آرہے تھے پھر دس پانچ برس نہیں بلکہ صدیوں تک یہی حال رہا ایسے جانکاہ حادثہ میں اشاعت علوم تو کیا اگر قرآن اور اصول مذہب ہی مٹ جاتے تو کچھ بھی تعجب نہ تھا مگر اعجاز اسلام کو دیکھو کہ وہی زمانہ ان علوم کی تدوین اور کتابوں کی تصنیف کا تھا۔ اور ہر فرقہ محدثین احادیث رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے جمع کرنے اور راویوں کی تنقید میں سرگرم تھا اور اسی عہد میں حدیث کی معتبر کتابیں لکھنی شروع ہو گئیں اور راویوں کی تحقیق و تفتیش کا علم الرجال بھی مدون ہو گیا اور ابوخثیمہ نے ۲۳۴ھ میں کتاب الجرح و التعدیل بھی لکھدی اور ابن جریج اور مالک اور سفیان ثوری وغیرہ نے کتب حدیث بھی لکھیں اور پھر یوماً فیوماً ترقی ہوتی گئی۔ یحییٰ بن سعید قطان امام الجرح و التعدیل وغیرہ نے بھی تصانیف کیں اور حدیث کی مصطلحات بھی مقرر ہو گئے یہاں تک کہ امام محمد بن اسمٰعیل بخاری اور مسلم بن حجاج قشیری نے تو اس فن کو تکمیل ہی کو پہونچا دیا صحیح بخاری اور صحیح مسلم و موطا امام مالک اس فن میں بے نظیر کتابیں ہیں گرچہ سنن ابو داؤد و جامع ترمذی و سنن نسائی و ابن ماجہ و مسند امام احمد حنبل وغیرہ اور بھی بہت کتابیں اس فن میں

ادہر قرار کا گروہ فن قرارت کی تکمیل کر رہا تہا انہوں نے بہی اس فن قرارت میں بڑی بڑی مفید کتابیں لکہیں[1] ادہر آیات زہد و رقاق سے انتخاب کر کے اہل دل صوفیائے کرام نے علم تصوف میں نہایت عمدہ کتابیں تصنیف فرمائیں متاخرین میں امام غزالی کی احیاء العلوم اور شیخ شہاب الدین سہروردی کی عوارف المعارف اس فن میں بہت عمدہ کتابیں ہیں۔ ادہر گروہ مفسرین علم تفسیر کی تکمیل میں سرگرم تہا۔ عبداللہ بن عباس اس فن کے ایک بڑے استاد تہے۔ پہر عکرمہ۔ ضحاک۔ سدی۔ قتادہ۔ ابوالعالیہ وغیرہ اس فن کے ماہر تہے اس فن میں بہی بہت کتابیں تصنیف ہوئیں جن کا شمار سیکڑوں سے زائد ہے اور ادہر علماء مجتہدین قرآن و احادیث سے عملی مسائل کو انتخاب کر کے جداگانہ ترتیب دیتے تہے اور اس علم کا نام انہوں نے فقہ رکہا۔ اس انتخاب اور استنباط احکام میں مجتہدین کی رائوں کا جزئیات مسائل میں مختلف ہونا ضرور ہی تہا۔ اسلئے مجتہدین کی فقہ ان کے نام سے موسوم ہوئی۔ مگر ان میں سے ان چار مجتہدوں کی فقہ جسقدر مرتب اور مقبول خاص و عام ہوئی۔ ایسی اور کسیکی نہیں ہوئی۔ اول امام **ابوحنیفہ** کوفی دوئم امام **مالک** بن انس مدنی سوئم امام محمد بن ادریس شافعی چہارم امام احمد بن محمد بن حنبل۔ ان کے عہد سے لیکر اب تک روئے زمین کے اکثر مسلمان انہیں چاروں کی فقہ پر چلتے ہیں انہیں کے نام سے منسوب بہی ہیں ہندوستان و ترکستان و یورپ کے مسلمان اکثر حنفی ہیں عرب و شام و مصر کے اکثر شافعی ہیں۔ تونس و مراکش وغیرہ بلاد کے لوگ اکثر مالکی کہلاتے ہیں عرب و شام وغیرہ بلاد میں بہت کم جماعت حنبلی کہلاتی ہے۔ ان کا باہمی اختلاف فرائض میں نہیں صرف جزئیات و استنباطی مسائل میں ہے جس سے ایک دوسرے کو گمراہ اور بدعتی نہیں خیال کرتا بلکہ سب اہل حق سمجہے جاتے ہیں +

[1] یہاں تک کہ علم رسم الخط میں بہی کتابیں تصنیف ہوئیں ۱۲ منہ

فقہ حنفی و شافعی کی کتابوں کے لئے ایک بڑا دفتر درکار ہے جنہیں ان کے نام مع مصنفین کے نام کے لکھے جائیں حنفیوں کی فقہ میں ہدایہ۔ در مختار۔ کنز۔ وقایہ وغیرہ معتبر کتابیں ہیں جنہیں امام محمد شاگرد امام ابوحنیفہ کی چھ مشہور کتابوں سے مسائل انتخاب کئے گئے ہیں اور وہ چھ کتابیں یہ ہیں۔ جامع صغیر۔ جامع کبیر۔ زیادات۔ مبسوط۔ سیر صغیر۔ سیر کبیر۔ اور ایک گروہ نے ایک اور علم کی بنیاد ڈالی جسمیں قرآن و احادیث و اجماع امت قیاس یعنے استنباط مجتہد سے بحث کیجاتی ہے کہ ان سے مسائل عملیہ اخذ کرنے کا کیا طریقہ ہے؟۔ اس علم کا نام **اصول فقہ** ہے۔ اسمیں قرآن کی ان آیات سے بحث ہوتی ہے جو احکام کے متعلق ہیں کہ وہ اپنے مطلب پر عبارت النص اشارۃ النص۔ اقتضاء النص دلالۃ النص کس طور سے دلالت کرتی ہیں۔ پھر کیا وہ اپنی دلالت میں ظاہر۔ نص۔ مفسر۔ محکم یا اس کے برخلاف خفی مشکل۔ مجمل۔ متشابہ ہیں۔ پھر الفاظ کا استعمال بطور حقیقت کے ہے یا مجاز کے۔ صراحۃ کے یا کنایہ کے پھر اس کے الفاظ عام خاص ماول۔ مشترک کیسے ہیں۔ ایسے حدیث اور اسکے اقسام سے اور اجماع اور اسکے شرائط سے اور قیاس کی ماہیت اور اسکے شرائط صحت سے بحث ہوتی ہے اور ضمناً اور بہت دقیق مسائل پر بھی بحث ہوتی ہے۔ اس فن میں بھی بہت کتابیں ہیں مسلم الثبوت۔ تلویح توضیح۔ حسامی۔ کاتب الحروف نے عربی زبان میں اسکی شرح لکھی ہے جسکا نام نامی ہے علماء نے اسکو نہایت عزت و احترام کی نظر سے دیکھا ہے۔ مختصر الاصول میزان وغیرہ۔ اور ایک گروہ نے قرآن کی اُن آیات کو کہ جنمیں اعتقادی امور تھے جدا مرتب کیا۔ اور اس علم کا نام **علم العقائد** رکھا اور جب یونانی فلسفہ خلفاء عباسیہ کے عہد میں عربی میں ترجمہ ہو کر آیا اور علماء نے دیکھا کہ فلسفہ سے اسلامی عقائد کی نسبت لوگوں کو سست اعتقاد ہونے کا اندیشہ ہے تو اسی علم عقائد کو ادلہ عقلیہ سے مدلل کرنا شروع کیا اور فلسفہ یونانی کے اصول کو توڑ پھوڑ کر ایک نیا فلسفہ قائم کر دیا تب اس علم کا نام

اصول فقہ

علم العقائد

علم الکلام رکھا گیا۔ اس فن میں بھی بہت کتابیں ہیں امام ابو منصور ماتریدی۔ اور
امام ابوالحسن اشعری کی تصانیف اول ہیں پھر شرح مواقف شرح مقاصد عقائد نسفی
فقہ اکبر کی کتاب عقائد الاسلام وغیرہ بھی بہت کتابیں لکھی گئیں۔ ایک گروہ نے علم لغت
کیطرف توجہ کی تو دوسرے نے زبان عربی کے قواعد صرف و نحو بنائے اور ایک نے
بلاغت اور فصاحت کے قواعد مقرر کئے تو ایک نے عروض و قوافی کو مدون کیا ہر فن میں
متعدد کتابیں ہیں اسیطرح ایک گروہ نے اسلامی واقعات اور اپنے پیغمبر علیہ السلام اور
ان کے صحابہ وغیرہ کے حالات و غزوات قلمبند کرنے شروع کئے۔ اس فن کو فن سیرت
کہتے ہیں اس میں بھی بہت کتابیں ہیں اور اسکی بہت شاخیں ہیں۔ اس علم کی یہہ
کتابیں بہت مشہور ہیں۔ سیرت ابن ہشام۔ سیرت شامیہ۔ مواہب لدنیہ۔ سیرت حلبیہ
وغیرہ صحابہ کے حالات میں اسد الغابہ اور اصابہ بڑی مبسوط کتابیں ہیں۔ اور کسی نے
فرمانرواؤں اور ان کے محاربات و سلطنت کے حالات لکھے ہیں اوسکا نام علم تاریخ ہے
اوسمیں بھی مسلمانوں نے صدہا کتابیں لکھی ہیں۔ ابن الاثیر کی کامل اور مسعودی۔ اور
تاریخ ابن خلدون۔ تاریخ ابن خلکان مشہور کتابیں ہیں۔ ایک گروہ نے قرآن کے
اون آیات سے جن میں توحید و صفات و قیامت پر استدلال اور منکرین کی تقریروں
کا رد ہے ان میں نظر کرکے ایک معیار بحث قائم کیا کہ اگر اس کے مطابق ہے تو نتیجہ بخش
ہے ورنہ بیکار اور یہ اگر خاص مجتہدین کے مسائل اختلافیہ میں رد و اثبات کے لئے
مستعمل ہے تو اسکو علم الجدل والخلاف کہتے ہیں اور عموماً ہر دعوی کے اثبات اور اسکے

ف بلاغت میں تلخیص المفتاح پھر اس کے شرح مطول مختصر المعانی وغیرہ۔ لغت میں مفردات راغب
اصفہانی۔ نہایہ۔ ابن اثیر۔ مجمع البحار۔ قاموس وغیرہ ہیں۔ صرف میں میزان منشعب۔ مراح۔ شافیہ
وغیرہ نحو میں مائۃ عامل ہدایۃ النحو۔ الفیہ کافیہ اور اسکی شرح۔

ردمیں مستعمل ہے تو اسکو علم المناظرہ کہتے ہیں۔ اس فن میں بھی بہت کتابیں ہیں آداب باقیہ مناظرہ رشیدیہ ہمارے دیار ہندوستان میں زیادہ مروج ہے۔ انہیں ایام میں ایک گروہ کرہ ارض کے حالات کے درپے ہوا۔ اور اپنی سیاحت سے جو کچھ بلاد و اقالیم کا صحیح صحیح حال معلوم ہوا۔ اسکو قلمبند کیا اس علم کا نام جغرافیہ ہے اس فن میں بھی مسلمانوں نے مجتہدانہ طور پر بہت کتابیں تصنیف کی ہیں۔ تقویم البلدان۔ احسن التقسیم۔ اقوام المسالک۔ نزہتہ المشتاق وغیرہ۔ جن جن مواضع و ممالک کا قرآن میں ذکر آیا ہے۔ اسکو آئینہ کردیا ہے پھر منطق۔ ریاضی۔ طبیعات الٰہیات وغیرہ فنون[۵۱] میں جو کچھ مسلمانوں نے کمال پیدا کیا اور عمدہ عمدہ تصانیف کیں ان کا ابتک یورپ بھی مقر ہے ابن رشد کا فلسفہ فریڈرک جرمنی کے عہد میں جسقدر یورپ میں مانا گیا ہے اسکی تاریخیں شہادت دے رہی ہیں +

ان علوم کو اور نیز ان علوم دنیاویہ کو بعض علماء نے قرآن سے ثابت کیا اور دکھا دیا ہے کہ قرآن نہ صرف دینی و اخلاقی علوم ہی کا چشمہ ہے بلکہ جملہ[۵۲] علوم کا سرچشمہ ہے۔ اس بحث میں سرسری بحث نہیں اسلئے اسیقدر پر بس کرتے ہیں +

---

۵۱ چنانچہ نصیر طوسی وغیرہ علماء نے اقلیدس اور مجسطی کی کتاب کو از سر نو زندہ کردیا مگر دلائل کو مستحکم بنا دیا۔ اسیطرح علم مثلث۔ علم اکر۔ علم مناظرہ۔ علم مقابلہ۔ اصطرلاب میں کتابیں لکھیں ۱۲

۵۲ ویدوں میں بجز ستائش و پرستش متعدد دیوتاؤں کے علوم مذکورہ میں سے کچھ بھی نہیں اور اگر کوئی بات ہے بھی تو معمولی جیسا کوئی بوڑھا برہمن کسی راہ گزر پر بھیک مانگنے بیٹھ جاتا ہے اور آتے جاتوں کو کچھ معمولی نصیحتیں کرتا اور معمولی دعائیں دیتا ہے اور ساتھ ہی تعریفیں بھی کرتا جاتا ہے کہ تو ایسا اور تیری بیوی ایسی تیرے گھوڑے اور ہتھیار ایسے۔ فرقہ آریہ کے بانی نے مسلمانوں سے یہ بات اوڑا کر کہ قرآن جملہ علوم کا سرچشمہ ہے دعوے کردیا کہ ویدوں میں طبعیات و ریاضات اور جدید صنعتیں تار برقی ریل وغیرہ سب کچھ ہے۔ اور اپنی جاہل قوم کو تسلی اسطرح دی کہ جہاں ویدوں میں

صفحہ[illegible]

فصل (۸)

(قرآن کا طرز بیان)

(۱) مضامین مذکورہ بالا کو اس بلاغت و فصاحت سے ادا کیا ہے کہ جسکے مقابلہ میں فصحاء عرب باوجود تحدی کے ایک سورۃ تو کیا اس کے دسویں حصہ کے برابر بھی بنا کر لانے پر قادر نہو سکے حالانکہ وہ میدان سخن کے بڑے شہسوار تھے اور انواع و اقسام سخن پر قادر اور ہر قسم کی نظم کے مشاق تھے عرب میں سالانہ جلسے ہوا کرتے تھے ان میں ایک دوسرے کے مقابلہ میں اپنی نظمیں بڑے فخر و مباہات سے پڑتے تھے اور جب شعراء اور فصحاء و بلغا کیطرف سے آوازۂ تحسین و آفریں بلند ہوتا تھا تو اسکو وہ سلطنت اور بے شمار دولت ملنے سے زیادہ قابل فخر سمجھا کرتے تھے اور ان کا کلام عوام و خواص کی زبانوں پر چڑھ جاتا تھا اور قبائل عرب میں ضرب المثل ہو جاتا تھا۔ بات یہ تھی کہ عرب کو فصاحت و بلاغت کا ایک قدرتی مذاق تھا آقا سے لیکر غلام تک مرد سے لیکر عورت تک بڑے سے لیکر بچے تک سب ہی تو اس ذوق سے آشنا تھے اور یہی وجہ تھی کہ ملک کیطرف سے قدر دانی ہوتی تھی اور قدر دانی شعراء کا حوصلہ بڑھاتی تھی۔ اور قدرتاً عرب کی زبان میں

(بقیہ فٹ صفحہ ۴۰۳) آسون وغیرہ الفاظ آئے ہیں جنکے معنی انجرات آگ۔ دھواں۔ وغیرہ ہیں اور یہی ہنود کے معبود ہیں انہیں کی ستایش وید میں موجود ہے اسلئے کہیں تو مراد خدا تعالیٰ لیا تاکہ ویدوں کو توحید کا چشمہ بنائے اور کہیں ان چیزوں کے ذکر آنیسے یہ بات ثابت کی کہ جتنی کلیں چلتی ہیں وہ انجن کے زور سے چلتی ہیں اور انجن بھانپ۔ گیاس۔ برقی قوت سے چلتے ہیں پس ان چیزوں کے ذکر آجانے سے ویدوں میں جملہ جدید و قدیم علوم و صنائع آگئے۔ پنڈت دیانند جی نے بڑی کوشش کرکے دھرم کی اصلاح چاہی تھی۔ اسلئے اول ہنود کی ان مذہبی کتابوں کا جہاں تاویل ناممکن ہے انکار کر دیا۔ صرف ویدوں کے اول حصوں پر انحصار کیا پھر دیباچہ لکھ کر بہت کچھ زمین و آسمان کے قلابے ملائے اور رگوید کی شرح لکھنے بیٹھے۔

وسعت بھی بڑی ہے صرف اونٹ اور شراب اور سطرج گھوڑے کے بہت سے نام ہیں کیفیات محسوسہ اور غیر محسوسہ کے نئے تشبیہات اور استعارات اور کنایات اور مجاز کے ایسے قوالب ڈھلے ہوئے تیار ملتے تھے کہ جنمیں فصیح و بلیغ اپنے مطلب کو نہایت عمدگی سے باسانی ادا کرسکتا تھا۔ زبانوں کی وسعت اور تنگی زبان والوں سے مخفی نہیں۔ میں یہ نہیں کہتا کہ اور کس زبان میں یہ وسعت اور شیرینی نہیں ہوگی۔ مگر بہت کم +

پھر باوجود مقابلہ اور مقاتلہ کے کہ ان کے مذہب پر اعتراضات ان کے معبودوں کی خدائی کا ابطال ان کے رسم و رواج پر طعن اور ان سے بار بار یہ کہا جاتا تھا۔ کہ اگر قرآن خدا کیطرف سے نہیں تو تم اور تمہارے معبود جن اور جس سے چاہو مدد لو سب ملکر تو ایک سورۃ یا اس کے دسویں حصہ کے برابر ہی بنا لاؤ۔ پھر اس پر بھی ان کا نہ بنا کر لانا کم سے کم اسبات کی توصریح دلیل ہے کہ یہ کلام عرب کے فصحا و بلغا کی مجموعی قوت سے بھی بالاتر ہے۔ اُس زمانہ کے مخالف عرب باوجودیکہ اسلام کے دشمن پیغمبر علیہ السلام سے سخت عداوت مگر جب کہیں آیات قرآنیہ سنتے تھے تو پہروں کھڑے ہو کر مزے لیتے اور سر دھنتے تھے اور بہت سے فصحا و بلغا محض بعض بعض آیات سنکر ہی ایمان لے آئے۔ خانہ کعبہ کا جاہلیت میں بھی حج ہوا کرتا تھا کسی صحابی نے شعراء عرب کے دکھانے کے لئے جو ہر سال دور دراز سے آیا کرتے تھے اور مجامع میں اپنا کلام سنایا کرتے تھے سورۂ انا اعطیناک الکوثر + فصل لربک وانحر + ان شانئک ہو الابتر + لکھ کر دیوار کعبہ سے لگا دی اور کاغذ پر نیچے لکھنے کے لئے بہت سی جگہ بھی چھوڑ دی شعراء غور سے پڑھتے تھے اور کچھ لکھ نہ سکتے تھے۔ آخر ایک بڑے

بقیہ نوٹ صفحہ ۴۰۴ منتر کی تاویلات کرتے کرتے تھک گئے تو اسکو ناتمام ہی چھوڑ دیا۔ یجروید کی شرح ہی لکھی جسمیں عملیات موجود ہونیکا بڑا دعویٰ تھا وہاں عملیات میں بڑا عمل دنیا و آخرت کی بھلائی کا ہنوں کے سوا اور کیا تھا کہ آگ پر سہن و گھی وغیرہ یوں برباد کیا کرو پھر وہ بھی مکرر بیان اور اسکے فضائل سی یجروید پر تھا اسلئے پنڈت جی نا امید ہو گئے اور اپنا کام ناتمام چھوڑ کر دنیا سے چل بسے شاید باعتقاد ہنود دوسرا جنم لیکر یہ کام پورا کر جائیں یا مسلمان ہو جائیں ۱۲ منہ

شاعر نے جسکی فصاحت و بلاغت کا عرب میں سکہ جما ہوا تھا۔ صرف یہ جملہ کہا۔ ما ہذا کلام البشر کہ یہ بشر کا کلام نہیں۔ اسیطرح اور صدہا واقعات ہیں جو انہیں مقابلہ و معارضہ کرنیکے خواستگاروں نے اسلام لانے کے بعد بیان کئے ہیں +

یہ تو ایک اجمالی ثبوت تھا جو عربی داں اور غیر عربی داں سب کو اطمینان دلانے کے لئے کافی تھا اب میں خاص زبان دانوں کے لئے تفصیلی ثبوت پیش کرتا ہوں +

تعریف فصاحت

فصاحت کلام کا ان عیبوں سے خالی ہونا (۱) غرابت الفاظ یعنے غیر مانوستہ الاستعمال الفاظ نہ لائے جائیں عام ہے کہ وہ الفاظ اسی زبان کے ہوں یا دوسری زبان کے مگر اس زبان میں مستعمل ہو گئے ہوں۔ اگر اسی زبان کے ہی وہ الفاظ استعمال کئے جاوینگے جو متروک ہو گئے ہیں تب بھی کلام فصیح نہ رہے گا۔ اور ہر زبان میں باہمی اختلاط سے جسکا کوئی سبب کیوں نہو تھوڑے یا بہت دوسری زبان کے الفاظ ضرور مستعمل ہوتے رہتے ہیں۔ (۲) کلمات کے حروف میں تنافر نہو یعنے زبان دانوں کے زبان پر ثقیل نہوں جیسا کہ گنواروں کے الفاظ اہل شہر کے نزدیک سخت ہوتے ہیں (۳) اس لغت کا جو کچھہ قاعدہ ہو الفاظ اسکے برخلاف نہوں جن لفظوں کی جسطرح جمع آتی ہو جسطرح اسم فاعل و مفعول بنتا ہو جو مذکر و مونث حاضر و غائب کے لئے صیغوں کا قاعدہ ہو اسیکے موافق استعمال ہونا چاہیئے اسکے خلاف ہو گا تو کلام درجہ فصاحت سے ساقط ہو جائیگا۔ (۴) ضعف تالیف نہو یعنے کلمات کا جوڑ بیقاعدہ نہو (۵) تعقید لفظی و معنوی۔ نہو یعنے الفاظ اور معنی میں گلجھٹی اور گرہ نہو۔ کیونکہ جس کلام میں ایچ پیچ یا ہیر پھیر سے معنی سمجھے

نوٹ علماء اسلام نے جب قرآن کے الفاظ و جملوں اور ان کے محاورات حقیقت و مجاز کنایہ و استعارہ سے بحث کی ہے وہاں یہ بھی بتلایا ہے کہ اسقدر الفاظ قریش کی زبان کے نہیں بلکہ دوسری زبان کے ہیں جو قریش میں مستعمل تھے وہاں بعض وہ مشنری کہ جنکو قرآن پر اعتراض کرنے کا بڑا شوق ہے دور تک ان الفاظ پر نمبر شمار لگانے گئے ہیں اور کہدیا کہ اتنے الفاظ غیر زبان کے ہیں یا کہدیا

جانتے ہوں وہ کلام فصیح نہیں رہتا۔ قرآن ان سب عیبوں سے پاک ہے آجتک کسی مخالف زبان دان نے بھی ان عیبوں میں سے کوئی عیب قرآن پر نہیں لگایا +

بلاغت باوجود فصاحت کے کلام کا حسب موقع صادر ہونا اور مطلب کو عمدہ پیرایہ میں ادا کر دینا لیکن یہ بات زبان دانوں سے مخفی نہیں کہ موقع اور حال ہر وقت یکساں نہیں ہوتا غبی سے جو کلام کیا جاتا ہے وہاں وہ موقع حال نہیں ہوتا جو ایک ذکی۔ تیز فہم اشاروں سے سمجھنے والے کے ساتھ کلام کرنے میں ہوتا ہے اول کو اوسی اسلوب کلام سے مخاطب بنایا جاتا ہے جسمیں کوئی حذف وابدال و استعارہ وکنایہ وغیرہ نہو۔ برخلاف ثانی کے۔ کہ اس کے خطاب میں یہ سب[۱] باتیں ملحوظ ہوتی ہیں ورنہ کلام پھیکا پڑ جاتا ہے اور سامع کو لطف نہیں آتا۔ مگر قرآن میں ان سب باتوں کی ایسی رعایت ہے کہ کلام بلاغت میں اعجاز کو پہونچ گیا۔ قرآن کا روئے سخن تمام عقلا کیطرف ہے جنمیں ہر قسم اور ہر مذاق کے لوگ ہیں اولاً مخاطب تو اسکے عرب ہیں جنکی زبان میں قرآن ہے ثانیاً اور سب لوگ اسلئے فصاحت وبلاغت میں مذاق ومحاورات عرب کا زیادہ لحاظ رکھا گیا اور خود کلام میں بھی خواہ اسکو کسی زبان میں ترجمہ کر کے لیجاؤ۔ ایک ایسا لطف رکھا ہے کہ سمجھنے کے بعد طبیعت سلیمہ پھڑک ہی اٹھتی ہے۔ اور تیز ذکی اور غبی دونوں اپنے اپنے فہم و استعداد کے موافق

بقیہ نوٹ صفحہ ۴۰۶) گنواری ہیں اسلئے قرآن فصیح نہیں اور اسپر اسقدر اعتراضات ہمارے ہونے اور انکے سند میں علما کے اقوال پیش کرنے افسوس اس طمع کا ریسے بجز اس کے کہ عوام شک میں پڑ جائیں اور کیا نتیجہ ہے مگر اہل علم کے نزدیک یہ نہایت شرمناک حرکت ہے ۱۲ منہ

[۱] منجملہ ان کے تاکید وترک تاکید اور تاکید کے مراتب اور اسناد خبری میں حقیقت ومجاز کا استعمال اور کلام کا ایجاز واطناب اور کلمات حصر وقد کا حسب موقع استعمال۔ اور کلام کا بغیر حرف عطف یا بالعطف لانا جسکو وصل وفصل کہتے ہیں اور تشبیہ میں ادات تشبیہ کا حذف وغیر اور وجہ تشبیہ کا اظہار واخفاء اسیطرح کنایات میں قرآن کا ذکر وعدم ذکر وغیرہ بہت باتیں ہیں ۱۲ منہ

اوس سے پورا پورا حظ اٹھاتے ہیں۔ قرآن کے الفاظ میں ایک ذاتی حلاوت بھی ایسی رکھی گئی ہے کہ جو سمجھتے نہیں وہ بھی محظوظ ہوتے ہیں اور یہی سبب ہے کہ اتنی بڑی کتاب کا حفظ کرلینا آسان ہوگیا۔ وس جزو کی کتاب کو بھی جو کوئی سخت محنت سے بڑی مدت میں حفظ کرسکتا ہے اور حفظ کرنے کے بعد سخت سے سخت محنت سے یاد رکھہ سکتا ہے اوس سے بہت کم مدت اور کم محنت میں قرآن کو حفظ کرسکتا ہے اور تھوڑی سی محنت سے اسکو پھر یاد بھی رکھہ سکتا ہے۔ اسیلئے قرآن کے حفاظ شروع سے ابتک نہ صرف عرب اور جوان لوگ ہی ہوتے آئے ہیں بلکہ عرب عجم لڑکے جوان بوڑہے عورت مرد ہزاروں ہر ملک میں اول سے لیکر آخر تک حافظ موجود ہیں برخلاف اور کتابوں کے کہ باوجود رغبات۔ اور ضرورتوں کے بھی انکا کوئی بڑا قوی الحافظہ بھی حرفاً حرفاً حافظ سننے اور دیکھنے میں نہیں آیا۔ لطف یہ ہے کہ جن حافظوں نے تھوڑے دنوں میں قرآن حفظ کرلیا ہے۔ پھر انہوں ہی نے عربی کی کسی کتاب کے حفظ کرنے کا ارادہ کیا خواہ وہ کتاب صرف و نحو و منطق کی تھی یا حدیث و فقہ کی اسکو یاد نکر سکے اور اگر بنہایت مشکل اور محنت سے یاد بھی کرلیا تو گو مطالب اکثر یاد رہ گئے لیکن وہ کتاب حرفاً حرفاً یاد نرہی باوجودیکہ اس کو قرآن کی طرح پھر پڑہتے بھی رہے۔

اور یہی حسن ذاتی ہے کہ اگر قرآن کا کوئی جملہ۔ عربی کی کسی کتاب میں آجاتا ہے خواہ وہ صرف و نحو و منطق و فلسفہ کی کتاب ہو یا حدیث و فقہ کی یا فن ادب میں بڑے سے بڑے فصیح و بلیغ کی جیسا کہ مقامات حریری جسکی فصاحت و بلاغت مسلم ہے تو وہ جملہ خود بخود ایسا جدا معلوم ہوتا ہے کہ جیسا سونے کے زیور میں کوئی یاقوت و الماس چمکتا ہوا جدا معلوم ہوا کرتا ہے +

اب کوئی منکر ہمیں سبب بتائے کہ کیا ہے؟ یہ وجہ کہ مسلمانوں کو قرآن سے الفت ہے مسلم نہیں کس لئے کہ جو غیر مسلمان عربی داں ہیں ان کو بھی یہ بات نصیب ہے۔

باوجودیکہ انکو قرآن سے بجائے انس کے عداوت ہوتی ہے اور خیر یہ بھی تسلیم تو ہر اہل مذہب کو اپنی کتاب سے ویسا ہی انس ہے جو مسلمانوں کو قرآن سے تو اسقدر نہیں صرف وس بیس ہی حافظ اپنی کتاب کے دکھائیں چلو مسلمانوں کا دعویٰ ہی توڑنے کے لئے سہی اور کئی ایک فرمانرواؤں نے ایسا کرنا چاہا۔ مگر ناکام رہے۔ اگر کوئی یہ کہے کہ اور اہل مذہب کو اپنی دینی کتاب سے ایسا انس نہیں جو مسلمانوں کو قرآن سے ہے تو یہی ایک دلیل اسکے اعجاز کی کافی ہے کیونکہ قرآن میں جذب مقناطیسی ہے اور وں میں نہیں ⁜

اب میں قرآن کی ان خاص خاص باتوں کو بتاتا ہوں جو فصاحت و بلاغت میں اعجاز کے پہونچنے کا سبب ہوئی ہیں ⁜

(۱) ہر قوم اور ہر ملک کے لوگوں میں قدرت نے آج سے نہیں بلکہ ابتدا سے یہ مذاق رکھدیا ہے کہ انکو بہ نسبت غیر فصیح و بلیغ کلام کے فصیح و بلیغ میں ایک قسم کی لذت۔ اور سرور معلوم ہوتا ہے جیسا کہ موزوں آواز میں بہ نسبت غیر موزوں آواز کے مزا معلوم ہوتا ہے اسیطرح نثر سے زیادہ نظم میں لذت آتی ہے۔ لیکن نظم کے قواعد و اوزان ہر قوم اور ہر ملک میں اپنے اپنے مذاق کے بموجب جداگانہ ہیں جیسا کہ نغمہ کے اوزان اور راگ و راگنیاں ہر قوم و ہر ملک میں اپنے اپنے مذاق کے بموجب جداگانہ ہیں قرآن جبکہ جملہ بنی آدم کے لئے نازل ہوا ہے تو اسکی زبان گو عربی ہے اور عربیوں ہی کے اسالیب بلاغت و فصاحت میں ڈہالا گیا ہے۔ مگر اس کے جملہ کہ جنکو آیت کہتے ہیں ایسے جامع اسلوب پر ہیں کہ جن سے عرب و عجم ایشیا افریقہ یورپ امریکہ ہر ملک کے لوگوں کو اپنے اپنے مذاق کے بموجب نظم کا مزا آتا ہے۔ لیکن باایں ہمہ وہ کسیکے مذاق پر بھی باقاعدہ نظم نہیں کس لئے کہ شاعرانہ عروض و قوافی کے تکلفات سے کلام کرنا کسی حکیم کی شان ہے نہ بادشاہ باشکوہ کی چہ جائیکہ خدائے جلیل و جبار کی شان یہ ایک ایسی بات ہے کہ جسکا التزام کوئی بھی فصیح و بلیغ کر نہیں سکتا۔ واضح ہو کہ جملوں کے

اگر چند حروف اخیر ایک طرح کے ہوتے ہیں تو اس سے کلام میں شیرینی پیدا ہو جاتی ہے بشرطیکہ تکلف نہو جیسا کہ حریر۔ قصیر۔ اب اسکی تین قسم ہیں اگر سجع میں یہ بات ہے تو اسکو **قرینہ** کہتے ہیں اور اگر نظم میں ہے تو اسکو **قافیہ** کہتے ہیں۔ اور اگر قرآن میں ہے تو اسکو **فاصلہ** کہتے ہیں جسکی جمع فواصل آتی ہے یہ ایک آیت کو دوسرے سے جدا کر دیتا ہے۔ لیکن ہر ایک کے احکام جداگانہ ہیں بعض تغیرات قافیہ میں عیب سمجھے جاتے ہیں فواصل میں نہیں۔ کسلئے کہ قوافی میں بعض پابندیوں کے لحاظ سے ضرور ایک قسم کا تکلف سمجھا جاتا ہے برخلاف فواصل کے اسلئے فواصل میں یہ وسعت ہے (۱) یہ کہ اگر اخیر حرف میں سب کا اشتراک ہو اور اس سے پہلے وہی مدہ ہے (یعنے حرف علت ساکن اور اسکے پہلے حرکت موافق ہو) بار بار آئے تو زیادہ تر لطف ہے جیسا کہ رحیم۔ کریم۔ نعیم۔ کہ سب کے اخیر میں میم ہے اور اس سے پہلے ہی ساکن ماقبل مکسور ہے۔ ورنہ آخر کا حرف بدل جائے اور مدہ وہی رہے تو بھی درست ہے جیسا کہ مریج۔ یجحد۔ کہ حرف آخر ایک میں ج۔ دوسرے میں د ہے مگر دونوں کے اول مدہ ایک ہی ہے ی ساکن ماقبل مکسور۔ اور اسیطرح تبار فواق عجاب ہے کہ حرف اخیر مختلف ہے مگر پہلے مدہ ایک ہی ہے الف ساکن ماقبل مفتوح اور اگر اخیر حرف ایک ہو یا نہو اور اول کا مدہ بھی دوسرا ہو تو بھی درست ہے جیسا کہ تعلمون اور مومنین اور مستقیم۔ اخیر حرف دونوں جگہ ن اور ایک جگہ م اور ایک جگہ مدہ و دوسری جگہ ی ہے (۲) قوافی میں دونوں مصرعوں کی مساوات شرط ہے برخلاف فواصل کے کہ یہاں دوسری آیت پہلے سے زیادہ کم بھی ہو تو کچھ مضائقہ نہیں (۳) ایک غزل یا قصیدہ میں آخر تک ایک ہی قافیہ کی پابندی کرنی پڑتی ہے برخلاف سورہ قرآنیہ کے کہ ایک سورۃ میں فواصل نشاط ذہن سامع کے لیئے بدل دینا حسن کلام ہے جیسا کہ سورہ مریم میں اول اور فواصل تھے آخر میں ادّا۔ ھدّا۔ بدل دیئے گئے اور سورہ فرقان کے آخر میں بھی دوسرے فواصل سلاما۔ کراما۔ بدل دیئے گئے۔

مگر اس وسعت پر بھی بعض سورتوں اور بعض آیات میں مرصع کاری کی گئی ہے کہ متعدد فواصل اور کئی جملوں کے بعد پھر بار بار ایک خاص جملہ کا اعادہ کیا گیا ہے جیسا کہ ترجیع بند یا مخمس مسدس میں ہوتا ہے جس سے سامع کو عجب لطف آتا ہے جیسا کہ سورہ الرحمٰن میں بار بار فبای آلاء ربکما تکذبان کا اعادہ کیا لطف دے رہا ہے جیسا کہ شعرا ایک ہی شعر میں متعدد قافیہ لا کر حسن کلام بڑھا دیتے ہیں ع

کالدہر فی ترف والبدر فی شرف والبحر فی کرم والبدر فی ہمم

اور اسکو التزام مالایلزم کہتے ہیں قرآن میں اس قسم کا بہت کلام ہے جیسا کہ اما الیتیم فلا تقہر۔ واما السائل فلا تنہر۔ رسے اول ہ کا التزام ہے اسیطرح الم نشرح لک صدرک الخ ہے کٖ سے اول ر کا التزام کیا گیا ہے جیسا کہ والطور وکتاب مسطور۔ ما انت بنعمۃ ربک بمجنون۔ وان لک لاجراً غیر ممنون۔ اور کبھی تین تین حرف کا التزام ہے۔ جیسا کہ فاذا ہم مبصرون اور لا یقصرون۔ اور کہیں کلام میں لطف زیادہ کرنے کے لئے دو دو کلموں ہی کو مقفیٰ یعنی مفصول کر دیا ہے جیسا کہ یایہا المدثر قم فانذر الخ والمرسلات عرفاً الخ والذاریات ذروا الخ والعادیات ضبحاً الخ اور کبھی ہر جملہ کو پہلے سے مساوی کر کے حسن بڑھا دیا ہے۔ جیسا کہ والنجم اذا ہوی۔ ما ضل صاحبکم وما غوی۔ اور کہیں جملوں کو قصیر کہیں متوسط کہیں طویل کر کے شان بلاغت دکھائی ہے۔ قصیر دو کلموں سے کم نہیں ہوتا طویل دس سے متجاوز ہوتا ہے ان دونوں کے درمیان متوسط ہیں۔ (۴) فواصل کی بنیاد وقف پر ہے اس لئے مرفوع کے مقابلہ میں مجرور اور مجرور کے مرفوع لا کر وسعت فواصل دکھا دی گئی۔ جیسا کہ خلقنا ہم من طین لازب (۵) فواصل میں تضمین اور ایطاء جائز ہے برخلاف شعر کے تضمین یہ کہ فاصلہ کا مابعد اوس سے متعلق ہو جیسا کہ انکم تمرون علیہم مصبحین وبالیل۔ بالیل تمرون سے متعلق ہے۔ ایطاء فاصلہ یا قافیہ کا اوسی لفظ سے مکرر لانا اور اسی وسعت کے سبب فواصل میں جنکی بنیاد حالت وقفی پر ہوتی ہے بقاعدہ

زبان عرب کہیں حذف کہیں زیادت ہے اسی قسم کی چالیس حالتیں ہوتی ہیں جنکا ذکر ابن الصائغ نے اپنی کتاب احکام الرای فی احکام الائ میں کیا ہے پھر جو جوان نوصل میں باریکیاں ودیعت رکھی گئی ہیں بیان سے باہر ہیں کہ اگر اوس لفظ کی جگہ دوسرا لایا جائے تو وہ باریکیاں باقی نہ رہیں جنکو اہل زبان ہی خوب جانتے اور مزہ لیتے ہیں۔ اگر ایک ہی سورۃ کے نوصل کے اسرار بیان کیے جائیں تو کئی جلدوں میں نہ سمائیں۔

(۲) ایک بڑے طول وطویل کلام میں یہ بات ضرور دیکھی جاتی ہے کہ متکلم کا ابتدار اور وسط اور آخیر میں کیا حال ہے جس شان سے ابتدار کی ہے اگر وسط میں بھی وہی ہے اور خاتمہ بھی عمدہ موقع پر اول و وسط کو زیر نظر رکھ کر کیا ہے تو کلام فصیح و بلیغ ہے ورنہ درجہ کمال سے گرا ہوا ہے۔ آپنے مجالس میں بڑے بڑے خوش بیانوں کو تقریر کرتے دیکھا ہو گا۔ بعض تو ابتدار میں بڑے وسیع پیمانہ پر کلام کرتے ہیں اور بیچمیں بہت ہی کمزور کلام ہوتا ہے اور آخر میں تو ایسے برے موقعہ پر تمام کرتے ہیں کہ جیسا کسینے سر سے بوجھ زمین پر بے موقعہ دہم سے دے مارا۔ مگر قرآن میں جس سورہ کو دیکھئے گا تینوں مواضع میں نہایت موزوں اور بلند شان پائے گا مقطع پر ایک ایسا پر نمک فقرہ ہوتا ہے جو تمام مضمون سابق میں تازہ روح پھونکدیتا ہے اور سارے کلام کی تصویر کھینچدیتا ہے۔ ابتدار کلام اس شان و انداز سے ہوتی ہے کہ سامع کو تقین ہو جاتا ہے کہ کوئی بلند مضمون بیان ہونے والا ہے اور پھر وسط اسکی تصدیق کر دیتا ہے۔ اور مقطع اسپر مہر ہو جاتا ہے۔ علمار نے خاص طوالع و مقاطع قرآنی کے حسن وخوبی میں بڑی بڑی مفید کتابیں لکھی ہیں +

(۳) ہر فصیح و بلیغ شاعر کسی خاص بیان میں ایک خصوصیت خاص رکھتا ہے عرب کے مشہور خوش بیانوں میں سے کوئی رزم میں کوئی بزم میں کوئی گھوڑونکی مدح میں کوئی معشوقوں کے حسن و جمال خد و خال میں کوئی ہجو میں مشہور تھا۔ ان خاص مضامین کے سوا

جب وہ دوسرے مضمون پر کچھ کہتے تھے تو وہ بات حاصل نہوتی تھی۔ مگر قرآن مجید جملہ مضامین اور تمام سورتوں میں اعلےٰ درجہ کی بلاغت پر ہے +

(۴) فصیح و بلیغ شعراء کا بڑا میدان سخن محسوسات کے کیفیات ہیں پھر اسکے ساتھ کذب اور مبالغہ بھی جزو بلاغت ہے اور پھر مضمون کے وہ تابع نہیں رہتی۔ لفاظی کے لئے جو مضمون آگے لجائے اور جو کوئی عمدہ قافیہ اور اچھا لفظ مل جائے تو اسکو بھی لے آتے ہیں اگر مضمون کی پابندی کر دیجائے اور کذب و مبالغہ سے بھی منع کر دیا جائے۔ اور مضمون بھی قرآنی مضامین مذکورہ بالا میں سے ان کو دیا جائے مثلاً توحید و خدا پرستی یا دنیا کی بے ثباتی۔ یا عالم ملکوت کے حالات یا احکام صوم و صلوٰۃ یا قانون میراث دیت و قصاص کے مسائل عفت و صداقت کی خوبی۔ شہوت پرستی اور ریاکاری اور نمود کی مذمت وغیرہ تو پھر ان مشہور شاعروں اور مسلم بلیغ و فصیح لوگوں کی شاعری۔ اور خوش بیانی کو ملاحظہ فرمائیے کیسی پھیکی اور بے نمک معلوم ہوتی ہے۔ برخلاف قرآن مجید کے کہ اول سے آخر تک انہیں وہی مضامین عالیہ ہیں کہ جنکو ہم نے بطور نمونہ کے ذکر کیا اور پھر سراسر راستی ہے مبالغہ اور کذب اور طبیعت کے جوش و رجحان سے انحراف ہے مگر بایں ہمہ اعلیٰ درجہ کی بلاغت ہے انہیں باتوں کو دیکھ کر عرب کے بڑے بڑے شعراء فصحاء و بلغاء کے قرآن کے مقابلہ میں کچھ بنا کے لانے سے دل چھوٹ گئے تھے۔

(۵) ہر ایک کلام سے متکلم کی شان نمودار ضرور ہوتی ہے۔ عرفاء کے کلام پڑھنے سننے سے دل پر ایک کیفیت نورانیہ پیدا ہوتا ہے جس سے معلوم ہوتی ہے کہ یہ کسی شیریں چشمہ کا پانی ہے اور دنیا کے عشاق شہوت پرستوں یا فلسفہ کی دلدل میں دھسے ہوئے کلام سے ضرور پہلی کیفیت کے برخلاف دل پر دوسری کیفیت پیدا ہوتی ہے جو چاہے مثنوی مولانا روم اور بدر منیر کو پڑھکر مشاہدہ کرلے۔ اور نیز بازاری کے کلام اور بادشاہ کے فرمان کا بھی پڑھکر معاینہ کرلے اول الذکر کے وہی بازاری محاورات وہی اسکا حوصلہ

وہی اسکے دلی خیالات نمایاں ہوں گے برخلاف ثانی کے کہ اس سے شاہی جلال اور اسکی بلند خیالی معلوم ہوگی۔ اب جسکو ذرا بھی تمیز و قوت دراکہ ہے تو قرآن کو اور دوسری کتابوں کو پڑھکر آپ مشاہدہ کرے کہ قرآن سے توحید و خدا پرستی کا اور دنیا سے بے رغبتی کا اور عالم جاودانی کے اشتیاق کا اکتساب حسنات کے شوق کا معاصی سے نفس کی لگام تہامنے کا کیسا رنگ دلپر چڑہتا ہے اور توکل و رضا و تسلیم و محبت حق کا کیا نور پیدا ہوتا ہے اور کلام سے ایک شان کبریائی پیدا ہوتی ہے۔ یہ ایک ایسی بات ہے کہ جو کیسا ہی فصیح و بلیغ کیوں نہو تا وقتیکہ وہ نورانی اور روحانی مستی میں سرشار نہو اپنے کلام میں پیدا نہیں کرسکتا اور کسینے نقل بھی اتاری تو اس میں وہ مستی اور درد نہیں ہوگا۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ جب دنیا پر اس سرے اوس سرے تک بت پرستی اور بدکاری کی ظلمت محیط تھی تمام برعرب اس میں غرق تھا ایک ایسے شخص نے کہ جو ایک ایسے ملک اور ایسے شہر کا رہنے والا تھا جہاں کسی قسم کے علوم کی بھی روشنی نہ پڑی تھی نہ وہ پڑہے لکھے تھے کہ اور کتابوں سے انہوں نے یہ بات پیدا کرلی ہو نہ وہ شعر و سخن کے مشتاق تھے نہ عمر بھر کبھی اس قسم کے مجالس میں شریک ہوئے تھے باوجود سخت مصائب کے ایک ایسی کتاب جسمیں یہ علوم عالیہ اس بلاغت و فصاحت سے ایسی طبیعت انسانیہ کو نورانیت بخشنے والی راہ راست پر لانے والی مخلوق پرستی سے نفرت دلانے والی بغیر الہام الہی کیونکر تصنیف کردی؟ ہرگز نہیں ہرگز نہیں حیطۂ امکان سے باہر ہے۔

(۶) بعض لوگوں کے مضامین تو عمدہ ہوتے ہیں مگر الفاظ کی رکاکت تشبیہات و استعارات کی بیہودگی باہم جملوں اور مضامین کی بے ربطی ایک ایسا عیب اسمیں ہوتا ہے جس سے مضمون کی خوبی میں فرق آجاتا ہے۔ کتاب حزقیل کا ۲۳ باب ملاحظہ ہو۔ اور ۲۳ باب کے

یہ جملہ ہیں۔ خداوند کا کلام مجھکو پہونچا اور اسنے کہا اے آدم زاد دو عورتیں تھیں۔ جو ایک ہی ماں باپ سے پیدا ہوئیں تھیں۔ انہوں نے مصر میں زناکاری کی وہ اپنی جوانی میں

یا رہا ہوئیں وہاں انکی چھاتیاں ملی گئیں اور انکی بکر کی پستان چھوئی گئیں انمیں سے بڑی کا نام آہولہ اور اسکی بہن کا اہولیبہ تہا۔ دے میری جورو ان ہوئیں انجام سپر بہی اس نے اپنے جوانی کے دنوں کو یاد کر کے زبان پر زنا کاری کی ہو وہ اپنے یاروں پر مرنے لگی جنکا گدہونکا سا اور جن کا انزال گھوڑوں کا سا تہا۔ غزل الغزلات سلیمان ۴ باب میں یہ فقرے ہیں۔ میری بہن میری بیوی تیرا عشق کیا خوب ہے کیا ہی پر فحش تشبیہات ہیں۔

اسیطرح ویدوں کی بے ربط منتر اوران میں عناصر اور غیر مرئی دیوتاؤں کی بیحد ستائش اور وہی تنگدست بھکیاری برہمنوں جیسی بول چال مگر قرآن اول سے آخر تک ان سب باتوں سے پاک ہے +

(۷) ایک مضمون یا ایک قصہ کو ایکبار بیان کر کے اگر بار دگر بیان کیا جاتا ہے تو خواہ مخواہ اوس تکرار سے سامع کو ایک طرح کی بے لطفی معلوم ہوتی ہے جسکے سننے اور پڑھنے سے طبیعت منقبض ہوتی ہے۔ یہ ایک طبعی بات ہے جس سے انکار ہو نہیں سکتا۔ چنانچہ ایک شاعر فرماتے ہیں ؎

مکرر گرچہ سحر آمیز باشد   طبیعت را ملال انگیز باشد

بااین ہمہ بسا اوقات تکرار اور بار بار بیان کرنے کی ضرورت بھی پڑتی ہے تاکہ وہ مضمون سامع کے ذہن میں بار بار گوش زد ہونے سے جاگزیں ہو جائے اور یہی سبب ہے کہ جب کوئی کلام حفظ کرنا مقصود ہوتا ہے تو اوس ایک ہی جملہ کو بار بار پڑھا جاتا ہی جس سے نفس متاثر ہو کر اسکو نقش کر لیتا ہے۔ اور بار بار ایک عمل کرنے سے اس عالم میں اثر محسوس ہونے کا ایک باریک سر ہے اسیلئے لکھنے کی یا اور کام کی تکمیل کے لیے بنی دم مشق کیا کرتے ہیں جسمیں اس کام کی تکرار ہوتی ہے۔ اور اسیلئے قرآن میں مضامین توحید وصفات وغیرہ اور اسیطرح احکام اور قصص بار بار آئے ہیں کہ لوگونکے دلونپر اثر ہو۔ اور نقش کالحجر ہو جائیں اور یہی وجہ ہے کہ قرآن ایک بار نازل نہیں کیا تئیس برس میں تھوڑا

تھوڑا نازل فرمایا کہ نبی کو بھی الہامی حالت میں وقتاً فوقتاً لذت ٹپرہتی رہے اور کمالات نبوت
کی ترقی ہوتی رہے اور مخاطبین بھی بار بار اس رنگ میں رنگین ہوتے رہیں مگر تاوقتیکہ اس
تکرار میں ایک جداگانہ لذت نہ پیدا کر دیجائے انقباض خاطر سامعین دفع نہیں ہوا اسیلئے
گانے میں ایک ہی کلمہ کو بار بار اس سئے کہتے ہیں کہ ہر بار نغمہ کی خوبی نئی لذت بخشتی رہتی
ہے اور اسیلئے اسماء الٰہی کے بار بار کہنے میں مزا آتا ہے کہ ہر بار اسکی تجلی دل کو جداگانہ
فرحت بخشتی رہتی ہے قرآن نے اس تکرار کی بے لطفی کو تغیر و تبدیل عنوان کلام سے
دفع کیا یعنے جب ایک مضمون یا قصہ کو بار دیگر بیان فرمایا ہے تو ایک سنئے انداز او
شان سے بیان کیا ہے کہ وہی پہلا مضمون یا قصہ نیا معلوم ہوتا ہے یہ ایک ایسی
بڑی بات ہے جسکو کوئی فصیح و بلیغ خواہ وہ کیسا ہی قادر الکلام ہو کر نہیں کہہ سکتا +

(۸) ایک ایسی بات قرآن میں ہے جس سے ہر ایک فصیح و بلیغ عاجز ہے وہ یہہ کہ
ایک مضمون سے دوسرے مضمون کیطرف بڑی خوبی اور عمدہ مناسبت سے منتقل ہوجاتا
ہے۔ توحید کے مضمون سے احکام کیطرف قصص سے توحید و دار آخرت کے مضمون
کیطرف۔ احکام سے آثار قدرت کیطرف و بالعکس۔ اسیلئے نہ قرآنیں مضامین کے
لئے ابواب باندھے ہیں نہ فصول قائم کئے ہیں تمام کلام مسلسل ہے۔ باوجودیکہ
تئیس ۲۳ برس میں ٹکڑے ٹکڑے ہو کر لوگوں کے جواب اور امور پیش آئندہ کی ہدایات میں
نازل ہوا ہے +

لیکن باہمی مناسبت کہیں صاف اور ظاہر ہے کیونکہ غبی اور جاہل بھی مخاطب ہیں
اور کہیں نہایت باریک کہ جسکو بجز ذکیوں اور صاحب ذوق سلیمہ کے اور کوئی نہیں سمجھتا
اسیلئے علماء کرام کی ایک جماعت نے مناسبت آیات اور سورۃ میں بڑی بڑی مبسوط
کتابیں تصنیف کی ہیں +

سب سے اول شیخ ابوبکر نیشاپوری اسطرف متوجہ ہوئے پھر تو بہت علماء نے قلم اٹھایا

امام رازی نے بھی اپنی تفسیر کبیر میں آیات کی مناسبت بہت کچھ بیان فرمائی ہے۔ اور علامہ ابو جعفر بن زبیر استاد ابی حیان نے اس علم میں ایک کتاب لکھی ہے جس کا نام **البرہان فی مناسبۃ ترتیب سور القرآن** ہے اور شیخ برہان الدین بقاعی کی بھی ایک کتاب ہے جس کا نام **نظم الدرر فی تناسب الآی والسور** ہے اور اس فن میں علامہ جلال سیوطی کی کتاب **اسرار التنزیل** بھی بہت ہی عمدہ ہے اور شیخ علی مہائمی کی تفسیر **تبصیر الرحمٰن وتیسیر المنان** بھی نہایت عمدہ ہے۔ اس عاجز کی تفسیر فتح المنان مشہور بہ تفسیر حقانی بھی اس بیان میں کافی وافی ہے +

(فائدہ)

مناسبت لغت میں مشاکلت و مقاربت کو کہتے ہیں اور مال کار اس کا آیات یا دو جملوں میں ایک رابطہ ہوتا ہے وہ رابطہ کبھی عام ہوتا ہے کبھی خاص کبھی حسی۔ کبھی عقلی کبھی خیالی اور کبھی تلازم ذہنی ہوتا ہے جیسا کہ سبب و مسبب، علت و معلول۔ نظیرین۔ و ضدین وغیرہ علاقات میں ہوا کرتا ہے۔ فائدہ اس کا اجزاء کلام کے باہمی ارتباط سے اس میں استحکام پیدا کر دینا ہے جیسا کہ دیوار کے مختلف اجزاء کو مربوط کرنے سے قوت و استحکام ہو جاتا ہے۔ ہر مرکبات میں اسکے اجزاء تالیفیہ کے باہمی ارتباط سے قدرتاً استحکام پیدا ہو جاتا ہے +

اس تمہید کے بعد آپ اس قاعدہ کلیہ کو ملحوظ خاطر رکھیں گے تو مناسبت کا اصول آپ کو معلوم ہو جائے گا وہ ایک آیت کے بعد دوسری آیت کو دیکھئے اگر وہ پہلی آیت کا کلمہ تتمہ ہے خواہ احکام و قصص میں خواہ استدلال میں تو انکی مناسبت اور باہمی ارتباط ظاہر ہے اور اگر ایک دوسرے کی تاکید یا تفسیر و تشریح یا بدل یا کسی سوال مقدر کا جواب ہے یا بیان سابق کا نتیجہ ہے تب بھی دونوں کی مناسبت ظاہر ہے

جسکو ہر ایک اہل زبان بشرط سلیقہ سمجھ سکتا ہے۔ ہاں اگر دونوں جملے بذات خود مستقل ہیں تو اب یہ دیکھنا چاہیے کہ ایک دوسرے پر حروف مشترکہ عطف کیساتھ معطوف ہے یا نہیں؟ اگر معطوف ہے تو ضرور ان دونوں میں اشتراک اور علاقات مذکورہ میں سے کوئی نہ کوئی علاقہ ہے جیسا کہ ان آیات میں یعلم ما یلج فی الارض وما یخرج منھا وما ینزل من السماء وما یعرج فیھا۔ ان میں ولوج۔ اور خروج نزول وعروج اسمان وزمین باہم علاقہ تضاد رکھتے ہیں اللہ یقبض و یبسط والیہ ترجعون قبض وبسط میں علاقہ تضاد ہے۔ عذاب کے بعد ثواب کا رحمت کے بعد غضب کا ترغیب کے بعد ترہیب کا ذکر جو اکثر آیات میں ہوتا ہے وہاں بھی علاقہ تضاد ہوتا ہے۔ قرآن مجید میں اکثر احکام کے بعد وعدہ وعید اور کبھی وہ گزشتہ واقعات ذکر کئے جاتے ہیں جنمیں فرمانبرداروں پر عنایت اور نافرمانوں پر عتاب مذکور ہوتا ہے تاکہ احکام مذکورہ کی تعمیل میں لوگ کوشش کریں۔ اور کبھی قیامت اور مرنے کے بعد ہولناک رحمت ونعمت کے واقعات بھی بیان ہوتے ہیں تاکہ نتیجہ عمل سامع کے ذہن نشین ہو جائے اور کبھی آیات توحید اور آیات انعام بھی بعد میں ذکر ہوتے ہیں تاکہ آمر وناہی کی شان معلوم ہو جائے کہ یہ ایسے حکیم وشہنشاہ ومنعم کے احکام ہیں۔ اسی غرض سے سورہ بقرہ اور نساء اور مائدہ کے آیات میں اگر آپ تامل کریں گے تو اکثر یہی بات پائیں گے ؀

اور اگر دونوں جملوں میں عطف نہیں ہے تو ضرور کوئی نہ کوئی ان میں ان روابط میں سے ایک رابطہ ہوتا ہے ؀

(۱) نظیر کیونکہ ایک نظیر کو دوسرے سے الحاق کرنا عقلاء کی شان ہے جیسا کہ ان آیات میں كَمَآ أَخْرَجَكَ رَبُّكَ مِنۢ بَيْتِكَ بِٱلْحَقِّ۔ اسکے اول کا یہ جملہ ہے أُو۟لَٰٓئِكَ هُمُ ٱلْمُؤْمِنُونَ حَقًّا اس جملہ سے اول یہ بیان تھا کہ اے نبی علیک السلام۔ آپ امور سیاست میں کسی کی مخالفت اور طعن کی پروانہ کیجئے۔ کیونکہ ان کے مصالح عوام کے سمجھ میں نہیں آتے مومن

خالص بے چون وچرا آپ کی پیروی کرتے ہیں اور بعد میں سبکو انکی مصلحت معلوم ہوجاتی ہے جیساکہ آپ کا گھر سے نکلنا۔ اس معاملہ میں طبائع عامہ مخالف تہیں مگر اسکی برکات کا بعد میں سب نے معاینہ کرلیا۔ گھر سے نکلنے میں یا ہجرت کی طرف اشارہ ہے یا قریش کے مقابلہ کے لئیے جانا اور بدر میں مقابلہ ہوکر اسلام کا فتح پانا کفر کی کمر ٹوٹ جانا مراد ہے۔

(۲) **مضادت** کہ ایک چیز بیان کرنے کے بعد اسکا ضد بیان کیا جائے تاکہ اوسکی پوری حالت کا انکشاف ہوجائے جیساکہ ایمانداروں کے اوصاف اور ان کے دنیا اور آخرت میں نیک نتیجہ بیان کرنے کے بعد کافروں فاسقوں کے حالات کا بیان مشہور ہے تعرف الاشیاء باضدادہا۔

(۳) **استطراد** جیساکہ اس آیت میں یابنی اٰدم قد انزلنا علیکم لباسًا یواری سوٰاتکم وریشًا ولباس التقوٰی ذلک خیر۔ کیونکہ اس سے پیشتر آسمانوں اور زمین کی پیدائش اور آدم کی وہ حالت بیان ہوئی تہی کہ وہ بجائے لباس کے اپنے بدن پر درختوں کے پتے چپکاتے تہے اس موقعہ پر ضرور اوس لباس کا ذکر کردینا مناسب ہوا۔ جو خدا نے بعد میں بنی آدم کو بنانا سکھایا جو انکی زیب و زینت کا باعث ہے اور لباس میں بہی لباس تقوی کا ذکر مناسب پر مناسب ہوا۔ اسی قبیل سے یہ آیت ہے لن یستنکف المسیح ان یکون عبد اللہ ولا الملٰئکۃ المقربون ۝ کیونکہ اصل جملہ تو عیسائیونکے رد میں صادر ہوا تہا کہ وہ حضرت مسیح کو خدا اور خدا کا بیٹا کہتے تہے کہ وہ نہ خدا ہیں نہ اس کا بیٹا کیونکہ انکو خدا کے بندہ ہونے سے انکار نہیں مگر تبعًا عرب کے خیال کا ابطال بہی مناسب ہوا۔ کیونکہ وہ بہی فرشتوں کو خدا کی بیٹیاں کہا کرتے تہے کہ ملائک مقربین کو بہی اسکی عبدیت سے انکار نہیں۔

(۴) **حسن التخلص**۔ اسمیں اور استطراد میں صرف یہی فرق ہے کہ استطراد میں ایک مضمون ذکر کرتے ہوئے اسکے مناسب دوسری بات بیان کرکے جلد اصل مضمون

کیطرف آجاتے ہیں اور حسن التخلص میں ایک مضمون بیان کر کے اسکے مناسب دوسرے مضمون کیطرف اس خوبی سے منتقل ہوجاتے ہیں کہ سامع کو اس انتقال کیطرف خیال بھی نہیں آنے پاتا کسلئے کہ دونوں مضمون میں کمال اتحاد ہوتا ہے۔ یہ قرآن میں بہت ہے اور اس خوبی سے ہے کہ بڑے بڑے فصحا حیران رہجاتے ہیں جیسا کہ سورہ اعراف میں انبیاء اور قرون ماضیہ کا ذکر کرکے حضرت موسے علیہ السلام کے ذکر کی نوبت آئی یہاں کہ موسے نے ستر آدمی ساتھ لیکر کوہ طور پر خدا سے کلام کرنے گئے اور موسے نے اپنی امت کے لئے دعا کی بقولہ واکتب لنا فی ہذہ حسنۃ اور اس کا جواب ملا کہ گو میری رحمت نے ہر شئے کو گھیر لیا ہے۔ مگر میرا عذاب بھی جسکو چاہتا ہے پہونچتا ہے۔ اس مقام سے خدا نے تخلص کرکے جناب سید المرسلین صلے اللہ علیہ وسلم اور ان کی امت کے مناقب وفضائل بیان کرنے شروع کر دیئے کہ اے موسے یہ رحمت خاص آپکی امت کا حصہ نہیں۔ یہ تو ایک آنے والے نبی امی کی امت کا حصہ ہے اور ان کے یہ مناقب ہیں۔ اسلیئے فرمایا فسا کتبہا للذین یتقون ویؤتون الزکوۃ والذین ہم بآیتنا یؤمنون ۝ الذین یتبعون الرسول النبی الامی الذی یجدونہ مکتوبا عندہم فی التورٰۃ والانجیل۔ یامرہم بالمعروف وینہٰہم عن المنکر ویحل لہم الطیبٰت ویحرم علیہم الخبائث ویضع عنہم اصرہم والاغلال التی کانت علیہم۔ والذین اٰمنوا بہ وعزروہ ونصروہ واتبعوا النور الذی انزل معہ اولٰئک ہم المفلحون ۝ کہ اس حسنہ اور رحمۃ خاصہ کو میں ان کے نام لکھے دیتا ہوں جو پرہیزگار ہونگے (۲) وہ جو صدقہ وخیرات کرینگے (۳) وہ جو ہمارے آیتوں پر ایمان لائیں گے (۴) وہ جو رسول نبی امی کے پیرو ہونگے۔ جسکو وہ توریت وانجیل میں اپنے پاس لکھا پائیں گے اور وہ نبی کیا ہوگا۔ (۱) انکو نیک باتوں کا حکم دے گا۔ اور بری باتوں سے منع کرے گا (۲) ان کے لئے پاک چیزیں حلال اور

ناپاک اپنر حرام کرے گا (۳) اسلئے سخت احکام کے بوجھ دور کرے گا (۴) اور نافرمانیوں اور خدا کے غضب کے انکی جو گردنوں میں طوق پڑے ہونگے انکو اتار دے گا اور جو کوئی اسپر ایمان لائے گا اور اسکی توقیر کرے گا اور اسکی مدد کرے گا اور اس نور کا بھی جو اس کے ساتھ نازل کیا گیا ہوگا پیرو ہوگا۔ وہی فلاح بھی پائے گا۔ اس کے بعد اسباب کے جتلانے کے لئے کہ وہ نبی امی جس کے یہ صفات موسیٰ سے خدا نے بیان فرمائے تھے کون ہیں؟ حضرت کو حکم دیتا ہے قُلْ یٰاَیُّھَا النَّاسُ اِنِّی رَسُولُ اللّٰہِ اِلَیْکُمْ جَمِیْعًا کہ اے نبی کہدو اے لوگو میں اللہ کیطرف سے تم سب کیطرف بھیجا گیا ہوں۔ اسکے بعد اللہ کی شان بیان کرنا ضرور تھا تاکہ معلوم ہو کہ جسکیطرف سے رسول آیا ہے وہ کیسا ہے کسلئے کہ فرستادہ کی قدر و عزت فرستندہ کے لحاظ سے ہوتی ہے اسلئے اللہ کی شان بیان ہوتی ہے الذی لہ ملک السماوات والارض۔ لا الہ الا ھو یحیی ویمیت کہ اللہ وہ ہے جسکی سلطنت آسمانوں اور زمین پر ہے۔ دکوئی شئے اس کے قبضۂ اقتدار سے باہر نہیں وہ مجرم کو سزا اور مطیع کو جزا بھی دے سکتا ہے۔ اس سے بڑھکر اس مقام پر اور کوئی صفت مناسب نہ تھی) اس کے سوا اور کوئی معبود نہیں وہی مارتا اور وہی جلاتا ہے غیر معبودوں کی الوہیت باطل کرنے کے لئے ان دو وصفوں مارنے اور جلانے سے زیادہ کوئی شئے موثر نہیں۔ اب اسکے بعد لوگوں کو بھی اوس رسول پر ایمان لانے کا حکم دینا عین مناسب تھا اسلئے فرمایا فامنوا باللہ ورسولہ النبی الامی کہ اللہ اور اس کے رسول نبی امی پر ایمان لاؤ اور اسپر ایمان لانا اے اہل کتاب تمہارے دین و مذہب کے بھی برخلاف نہیں کسلئے کہ الذی یومن باللہ وکلماتہ کہ وہ نبی اللہ اور اس کے کلمات منزلہ پر ایمان لا رہا ہے اور یہی تمہارا بھی اصلی مذہب ہے اب بے کھٹکے واتبعوہ اسکی پیروی کرو لعلکم تھتدون۔ تاکہ اس عہد میں کہ تحریفات و تغیرات کے سبب تمہارا اصلی مذہب تمسے چھوٹ گیا ہے اس نبی کے وسیلہ سے

تمہیں ملے اور تم مقصود کو پہونچو۔ اب اسباب کی بھی تصدیق ضروری تھی کہ کوہ طور پر موسے نے یہ دعا کی تھی اور خدا نے اس کا یہ جواب دیا تھا اور نبی امی کے یہ اوصاف بیان فرما کر اسکے پیرون کے لئے رحمت وحسنہ کا لکھا جانا مخصوص فرمایا تھا۔ اسکی شہادت اگر کوئی دے گا تو موسے ہی کی قوم کا دیگا۔ اسلئے ان راستبازوں اور خدا ترس اسرائیلیوں کی خوبی بیان کرنا بھی مناسب ہوا جو شہادت دیتے ہیں۔ ومن قوم موسے امة یھدون بالحق وبہ یعدلون ہ کہ موسے کی قوم میں سے ابھی تک ایک ایسا بھی گروہ ہے جو لوگوں کو حق پر چلنے کی ہدایت کرتا اور خود بھی حق کے ساتھ عدالت کرتا ہے۔ اور عدالت حق کا مقتضی مضمون سابق کی تصدیق ہے۔ جو انہوں نے کی اور نبی امی پر اس نوشتہ توریت و انجیل کے موافق ایمان لائے جیسا کہ عبداللہ بن سلام وغیرہ۔ اسکے بعد پھر اصل مضمون کیطرف رجوع کر کے موسے اور اسکی قوم کے حالات بیان فرماتا ہے وقطعناھم الخ۔

اب اس حسن التخلص و استطراد اور آیات کی مناسبت کو غور فرمایئے کہ موتی ہیں جو ایک لڑی میں باترتیب پروئے گئے ہیں اختصار کے لئے تمام نظم قرآن کے لئے یہی نمونہ کافی ہے +

(۹) سورتوں کے فواتح اور مقاطع میں وہ مناسبت ہے کہ جس سے بڑے بڑے بلیغ و فصیح عاجز آ گئے۔ اس فن میں بھی علماء نے نادر کتابیں تصنیف فرمائی ہیں از انجملہ جلال الدین سیوطی کی ایک کتاب ہے جسکا نام **مراصد المطالع فی تناسب المقاطع والمطالع** ہے۔ اور اسیطرح کرمانی کی کتاب عجائب بھی بہت ہی عمدہ ہے۔ دیکھو سورہ بقرہ کا ابتدا یہ ہے الم ذلک الکتاب لاریب فیہ ھدی للمتقین الخ کہ یہ کتاب ایسی ہے کہ جسمیں کچھ بھی شبہ نہیں پرہیزگاروں کے لئے ہدایت ہے آگے پرہیزگاروں کے اوصاف بیان فرمائے ہیں۔ اور پھر ان کے ضد کافروں کے خصائل ذکر کئے اور خاتمہ یہ ہے واعف عنا واغفر لنا وارحمنا۔ انت مولنا فانصرنا علی القوم الکافرین۔

جسمیں کتاب کے ہدایت ہونے اور پرہیزگاریکے دنیاوی و اخروی نتیجہ کا بیان ہے۔
پرہیزگاری اور ایمانداری کا اخروی ثمرہ یہ ہے کہ خدا بھول چوک کے گناہ معاف
فرمائے کسلئے کہ کوئی لاکھ پرہیزگار ہوجائے مگر بشریت ساتھ لگی ہوئی ہے۔ جس میں
اشارہ ہے کہ بشریت کی لغزشیں پرہیزگاریکے منافی نہیں۔ اس کے لئے واعف
عنا واغفر لنا کہنے کی تعلیم فرمائی۔ مگر صرف بخشدینا ہی کافی نہیں بلکہ خدا کی عنایت اور
دار باقی کی نعمتوں کا ملنا بھی مقصد اعلےٰ ہے اسکے لئے اور نیز دنیا میں عافیت وعزت
کے ساتھ زندہ رہنے کے لئے وارحمنا کہنے کی تعلیم فرمائی رحم سب کو شامل ہے نیز
دنیا میں خدا کی مدد اور مخالفین پر فتحیابی بھی ایک اعلیٰ چیز ہے اس کے لئے انت مولنا
اور فانصرنا علی القوم الکافرین کہنے کی تعلیم فرمائی جسمیں اشارہ ہے کہ فتح ونصرت ملنا
اور خدا کا حامی ومددگار ہونا پرہیزگاری کا ثمرہ ہے اور مغلوب ومقہور ہونا کفر و
بدکاری کا نتیجہ بد ہے۔

اسیطرح سورہ آل عمران کا ابتداء یہ ہے الٓمٓ اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ ۝ نَزَّلَ
عَلَیْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَیْنَ یَدَیْهِ وَاَنْزَلَ التَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِیْلَ
مِنْ قَبْلُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَاَنْزَلَ الْفُرْقَانَ ۝ کہ اللہ ہی ہے جسکے سوا اور کوئی
معبود نہیں۔ وہ زندہ ہے قائم رکھنے والا ہے۔ اسے نبی اسنے (اپنی وحدانیت
اور حیات اور قیومیت کے تقاضے سے حضرت ابراہیم کے بعد ملت ابراہیمیہ کے زندہ و
قائم رکھنے کے لئے جو توحید پر مبنی ہے) تین کتابیں نازل فرمائیں (۱) آپ پر قرآن نازل
کیا جو توحید کا خزانہ ہے اور حیات ابدی اور وجود ابدی بخشنے کا باعث ہے۔ اور اوس
حی وقیوم نے اپنے ان دو صفات کے مطابق قرآن میں بھی دو صفت رکھی ہیں اول یہ
وہ بالحق ہے اسمیں کوئی بات بھی باطل نہیں اور کتاب کی حیات بھی یہی ہے کہ وہ سراسر حق
ہو ورنہ باطل کتاب مردہ ہے دوئم یہ کہ وہ اگلی کتابوں کا مصدق ہے اور وہ ان کو

قائم رکھہ رہا ہے سو قرآن کی قیومیت ہے جو اسکی قیومیت کا مظہر ہے (۲) توریت (۳) انجیل ۔ قرآن میں دو وصف اور بہی ہیں ایک یہ کہ وہ دنیا میں تہوڑا تہوڑا تئیس برس میں نازل ہوا اس لحاظ سے اسکو اول لفظ منزل سے تعبیر کیا اور کتاب کہا اور وصف کتابیت پارہ پارہ ہوکر ہی وجود میں آنے کا مقتضی ہے دوئم یہ کہ بیت المعمور سے آسمان دنیا میں یکبارگی نازل ہوا۔ اور اسکو بلفظ انزل اور بلفظ فرقان تعبیر فرمایا۔ توریت و انجیل دو کتابوں کے مقابلہ میں قرآن دو وصف سے دوبار بیان فرمایا جسمیں اشارہ ہے کہ جو ان دونوں میں تہا وہ سب کچھہ قرآن میں ہے یہ ان دونوں کے برابر ہے اور اسیلئے اسمیں اب یہ تین وصف ہو گئے دو تو وہی تیسرا فرقان ہونا۔ اور ہر وصف خدا کے تینوں اوصاف مذکورہ سے مناسبت رکہتا ہے اور خاتمہ اس سورہ کا یہ ہے یا ایہا الذین امنوا اصبروا وصابروا ورابطوا واتقوا اللہ لعلکم تفلحون کہ اے ایماندار و برداشت کیا کرو اور مقابلہ میں ثابت قدم رہا کرو اور نیک کاموں میں دل لگائے رہا کرو۔ اور اللہ سے ڈرتے رہا کرو تاکہ تم فلاح پاؤ۔ انسانی سعادت کا انہیں تین اوصاف پر مدار ہے (۱) نفسانی بدخواہشوں شہوات ولذات فاسدہ سے اپنے آپ کو بچانا یہ بچانا۔ صبر و برداشت ہے اور جب نفس بد کا حملہ ہو تو مقابلے میں مستحکم رہنا یہ صابروا ہے۔ (۲) نیک کاموں کو عمل میں لانا اور خدا سے دل لگانا یہ رابطوا ہے (۳) اللہ سے ڈرتے رہنا کسی وصف پر مغرور نہو جانا برے کاموں سے بچنے اور نیک کاموں سے دل لگانیکا یہی تقویٰ محرک ہے۔ سعادت کے بعد پہر فلاح ہی فلاح ہے۔ چونکہ خدا کی تمام کتابوں کا یہی لب لباب ہے اسلئے سورۃ کو اسی پر تمام کر دیا۔ نظاہر کتابیں تین بیان ہوئی تہیں اسلئے موجبات سعادت بہی تین ہی بیان ہوئے۔ لیکن قرآن کو دو وصف کے لحاظ سے دوبار ذکر کیا تہا جسلئے اس فرق اعتباری سے چار ہو گئیں اسیطرح اگر اصبروا وصابروا کو تہوڑے سے تفاوت سے دو سمجہا جائے تو موجبات سعادت بہی چار ہو جاتے ہیں

اب مطلع اور مقطع کی مناسبت اور دونوں میں جو جو الفاظ لائے گئے ہیں انکی باریکی دیکھئے

(۱۰) مفاتح سور میں ایک ایسا سر بلاغت رکھا ہے جو اعجاز کو پہونچگیا ہے۔ جسکی تفصیل یہ ہے جس سورت میں جو مضمون زیادہ تر ملحوظ ہے اسیکے مناسب شروع سورہ میں الفاظ لائے گئے ہیں۔ سورتوں کی ابتدا دس قسم سے ہے (۱) خدا تعالیٰ کی ثنا و صفت کے ساتھ پھر ثنا کی دو قسم ہیں اول صفات مدح کا ثبوت دوئم برے صفات سے تنزیہ و تقدیس پس پانچ سورتوں کو تحمید کے ساتھ شروع کیا اور دو کو بہ لفظ تبارک جنمیں اثبات صفات ہے۔ اور لفظ سبحان کے ساتھ سات سورتوں کو شروع کیا۔ مگر اسمیں بھی یہ خوبی رکھی ہے کہ کہیں مصدر کے ساتھ جیسا کہ سورہ بنی اسرائیل سبحان الذی اسری بعبدہ اور کہیں صیغہ ماضی سے جیسا کہ حدید اور سورہ حشر سبّح اور کہیں صیغہ مضارع سے جیسا کہ تغابن اور جمعہ یسبح اور کہیں صیغہ امر سے۔ جیسا کہ سبح اسم ربک الاعلیٰ اور اسمیں بھی ایک نکتہ ہے (۲) حروف تہجی سے۔ انتیس سورتوں کو شروع کیا اور اسمیں بھی یہ نکتہ باریک رکھا کہ حروف کے جسقدر اقسام ہیں سب کے نصف نصف ان حروف میں آگئے ہیں اور جس سورہ کو جو جو حروف مناسب تھے وہی اول میں لائے گئے۔ (۳) دس سورتوں کو بلفظ ندا شروع کیا پانچ کو یعنے احزاب۔ اور طلاق۔ اور تحریم۔ اور مزمل۔ اور مدثر۔ کو بندا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کہیں یا ایہا النبی اور کہیں یا ایہا المزمل اور کہیں یا ایہا المدثر۔ اور پانچ کو یعنے سورۂ نسار۔ مائدہ۔ حج۔ حجرات ممتحنہ۔ کو بندا امت (۴) تئیس سورتوں کو جملہ خبریہ سے شروع کیا۔ یسلونک عن الانفال۔ براءۃ من اللہ۔ اتی امر اللہ۔ اقترب للناس حسابہم۔ قد افلح المومنون۔ سورۃ انزلناہا۔ تنزیل الکتاب۔ الذین کفروا۔ انا فتحنا۔ اقتربت الساعۃ الرحمن علم القران۔ قد سمع اللہ۔ الحاقۃ ماالحاقۃ۔ سئل سائل۔ انا ارسلنا نوحا۔ لااقسم۔ دو جگہ عبس۔ انا انزلناہ۔ لم یکن۔ القارعۃ۔ الھاکم۔ انا اعطیناک ✣ (۵) پندرہ سورتوں کو قسم سے شروع کیا ایک میں ملائکہ کی قسم ہے۔ والصافات۔ اور دو میں آسمانوں کی

والسماء ذات البروج۔ والسماء والطارق۔ اور چھ میں انکے لوازم کی والنجم ستاروں کی
والفجر مبدء نہار کی والشمس نشان نہار کی۔ واللیل نصف زمانہ کی والضحیٰ نصف دن کی۔ والعصر
نصف آخر کی اور کل زمانہ کی اور دو میں ہوا کی جو ایک عنصر ہے والذاریات والمرسلات
والطور زمین کے جزء ایک پہاڑ کی والتین نبات کی والنازعات حیوان ناطق یا ایک قسم
کے ملائکہ کی۔ والعادیات حیوان کی ایک قسم خاص یعنے گھوڑونکی قسم ہے ان قسموں
کا سر ہم آگے چلکر بیان کرتے ہیں۔ (۶) سات سورتوں کو شرط سے شروع کیا ہے
اذا وقعت الواقعہ۔ منافقوں اذا جاءک المنافقون۔ تکویر۔ انفطار۔ انشقاق۔ زلزلہ
اذا زلزلت الارض۔ نصر اذا جاء نصر اللہ (۷) چھ سورتوں کو بصیغہ امر شروع کیا۔
قل اوحی۔ اقرء قل یاایہا الکافرون۔ قل ہو اللہ۔ قل اعوذ برب الناس (۸) چھ سورتونکو
بصیغہ استفہام شروع کیا۔ ہل اتی۔ عم یتساءلون۔ ہل اتاک۔ الم نشرح۔ الم تر۔ ارئیت
(۹) تین سورتوں کو بددعا کے ساتھ شروع کیا۔ ویل للمطففین۔ ویل لکل ہمزہ۔ تبت
(۱۰) ایک کو تعلیل کے ساتھ لئیلاف قریش۔ علامہ ابوشامہ فرماتے ہیں کہ بددعا کو اور
اسیطرح ثناء کو بھی بجز سبح اسم ربک کے جملہ خبریہ میں داخل کرسکتے ہیں اور سبحان خبر اور
امر دونوں کا احتمال رکھتا ہے +

اب میں بطور نمونہ کی ہر ایک مطلع سورہ کی اوسکے مضمون کے ساتھ مختصر مناسبت
بیان کرتا ہوں :-

(۱) وہ پانچ سورتیں جو حمد سے شروع ہوئی ہیں یہ ہیں اول سورۂ فاتحہ۔ دوم سورہ انعام
سوئم سورہ کہف چہارم سورہ سبا پنجم سورہ فاطر۔ اب سورۂ فاتحہ قرآن کی اول سورہ
کو دیکھئے جسکے ابتداء میں الحمد للہ رب العالمین ہے۔ انبیاء علیہم السلام کی معرفت
جسقدر علوم نازل ہوئے ہیں ان سب کا ان چار علموں میں انحصار ہے اول علم الاصول
جسکا مدار خدا کی ذات اور صفات کی معرفت پر ہے اسکا بیان اول جملہ الحمد للہ

رب العالمین میں ہے جسکی تشریح ہمنے اپنی تفسیر میں کی ہے۔ دوئم علم نبوات اسکیطرف اشارہ الذین انعمت علیھم میں ہے۔ سوئم معرفت معاد اسکی طرف مالک یوم الدین میں ہے۔ چہارم علم العبادات اسکی طرف ایاک نعبد میں اشارہ ہے پنجم علم السلوک وہ نفس کو آداب شرعیہ اور انقیاد رب البریہ کا پابند کرنا ہے اسکی طرف ایاک نستعین اھدنا الصراط المستقیم میں ہے ششم امم گذشتہ کے حالات پر مطلع ہونا تاکہ مطیعوں کی سعادت نافرمانوں کی شقاوت معلوم ہو اسکی طرف اس جملہ میں اشارہ ہے صراط الذین انعمت علیھم غیر المغضوب علیھم ولا الضالین۔ اور قرآن مجید کے بھی یہی مقاصد ہیں جو سورہ فاتحہ میں اجمالاً جمع کردیئے گئے ہیں اور پھر دیگر سورتوں میں انکی تفصیل ہے۔ اور یہ بندوں پر اسکی بڑی نعمت و رحمت ہے جسپر حمد کرنا مناسب اور حق شناسی ہے اسلئے ابتدا میں الحمد للہ رب العالمین کا لانا اشارہ اجمالی ہے کہ اسکے بعد جو کچھ ارشاد ہوگا وہ ایک نعمت و رحمت ہوگی اس مناسبت کی خوبی ملاحظہ فرمائیے +

دوسری سورۃ جسکے شروع میں الحمد ہے سورہ کہف ہے۔ اس سورہ میں چند باخدا لوگوں کے واقعات ہیں اصحاب کہف کا ان دو شخصوں کا جنہوں نے بڑا سرمایہ صرف کرکے اپنے دو باغ بنائے تھے پھر غرور اور کفران نعمت کے سبب ایک کے باغ پر آفت آئی اور دوسرے کے باغ میں اسکی خدا پرستی اور نیکوکاری کے سبب برکت ہوئی۔ موسےٰ و خضر کا ذکر ہے کہ نیکوکار اور ان کی پس ماندہ مصائب سے محفوظ کئے جاتے ہیں دنیا میں بھی نیکی کا پھل پاتے ہیں۔ ذی القرنین کا کہ جسکو خدا نے اسکی نیکوکاری کے سبب سب قسم کے سامان عطا کئے تھے اور وہ اوس بلندی پر پہونچ کر بھی خدا پرست رہا مظلوموں کی حمایت کی کہ ایک دیوار بنا کر ان کو روکدیا۔ اور پھر ہر موقعہ پر حسن تخلص پیرایہ میں دار آخرت اور نیکوکاری کے ثمرات کا بھی ذکر ہے اور اسکے برخلاف برائیکا دنیا و آخرت میں برے نتیجہ کا بھی بیان ہے۔

ایسے واقعات گزشتہ کا بیان جنکو کوئی تاریخ بھی مفصل نہیں بتاتی جنمیں بڑی عبرت ونصیحت ہے خدا کی ایک بڑی نعمت ورحمت ہی جو قرآن کے ذریعہ سے بندوں تک پہونچی اس لئے اسکے مطلع میں یہ جملہ آنا الحمد للہ الذی انزل علے عبدہ الکتاب ولم یجعل لہ عوجاً۔ گویا تمام سورہ کا شروع میں عنوان بیان کر دینا ہے۔ سورہ بنی اسرائیل میں چونکہ معراج کا ایک ایسا ذکر ہے کہ جسکی تکذیب منکرین کے نزدیک کچھہ مستبعد نہ تھی اور خدا کو کذب کی طرف منسوب کرنا اسمیں نقص ثابت کرتا ہے اسلئے سورہ کی ابتدا ہی میں لفظ سبحان لایا گیا کہ وہ جھوٹھہ بولنے سے پاک ہے۔

(۳) حروف تہجی کا ابتدا میں لانا ایک خاص رمز کے لئے ہے کہ جسکو خاص اللہ تعالے یا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی جانتے تھے۔ یا وہ کہ جنکو آپنے مطلع فرمایا تھا۔ مگر اسکے سوا اور جو جو فوائد ان کے ذکر کرنے میں ودیعت رکھے گئے ہیں وہ غور کرنے سے معلوم ہو سکتے ہیں۔ از آنجملہ یہ ہے کہ بجز تین سورتوں روم عنکبوت ن کے جہاں کہیں سورہ کو ان حرفوں نے شروع کیا ہے وہاں ضرور اس کے بعد قرآن کا بھی کچھہ نہ کچھہ ذکر آیا ہے جیسا کہ الم ذلک الکتاب لاریب فیہ۔ المص کتاب انزل الیک۔ الر تلک آیات الکتاب المبین۔ طہ ما انزلنا علیک القرآن لتشقے۔ طسم تلک آیات الکتاب۔ یس والقرآن الحکیم۔ ص والقران ذی الذکر۔ حم تنزیل الکتاب ق والقرآن المجید۔ جس سے ایک یہ بھی اشارہ ہے کہ قرآن بھی انہیں حروف اور کلمات سے مرکب ہے دکھلانے کہ کہیں حروف کو مفرداً ذکر کیا ہے کہیں مرکباً اور پھر کہیں دو دو سے اور کہیں تین تین سے اور کہیں چار چار سے اور کہیں پانچ سے ترکیب دی ہے کہ یہ دکھلانے کہ خماسی سے زیادہ کلمات عرب مرکب نہیں ہوتے) جو تمہارے کلام کا بھی مادہ ہیں پھر کیا وجہ کہ باوجود متحدی کے تم اسکی ایک سورہ کے برابر بھی بنا کر نہیں لا سکتے۔ پھر ان حروف کو جہاں جسطرح ابتدا میں لایا گیا ہے

اوس سورہ میں اوس قسم کے زیادہ حروف مستعمل ہوئے ہیں +

(۳) جن سورتوں کو جملہ خبریہ سے شروع کیا ہے وہاں وہ جملے جو ابتدا میں آئے ہیں آیندہ بیان کا نمونہ ہیں کہ اس قسم کا بیان ہوگا۔ اور یہی حال ان سورتوں کا ہے کہ جنکے ابتدا میں ندا ہے۔ +

فائدہ۔ ہر سورہ اپنے بیان میں ایک مستقل نامہ شاہی یا فرمان ہے۔ شاہانہ فرامین کی مختلف شان ہوتی ہے کبھی تو نفس مضمون سے ابتدا ہوتی ہے جیسا کہ وہ سورتیں ہیں کہ جنکی ابتدا جملہ خبریہ سے ہے اور کبھی عنوان میں بھیجنے والے کی شان کا اظہار ہوتا ہے از طرف شاہ شاہان وغیرہ الفاظ ہوتے ہیں یہ وہ سورتیں ہیں کہ جنکی ابتدا میں خدائے تعالے کی عظمت و جبروت یا صفات کمال کا اظہار ہے جیسا کہ تنزیل الکتاب من اللہ العزیز الحکیم اور کبھی مکتوب الیہ کیطرف خطاب ہوتا ہے جیسا کہ بنام فلاں یہ وہ سورتیں ہیں کہ جن کی ابتدا ندا سے ہے اور کبھی وہ نامہ مختصر ہوتا ہے اور کبھی مطول یہی حال سورتوں کا ہے اور کبھی اظہار جلال و جبروت ہوتا ہے اور کبھی اظہار عنایت و مرحمت اسی طرح سورتونکا حال ہے +

فصل (۹)

(دیگر اسباب بلاغت)

(۱) علامہ ابن ابی الاصبع نے اس فن میں ایک کتاب لکھی ہے جسکا نام اعجاز القرآن ہے اسمیں تقریباً سنو قسم کے بدائع[۱] درج کئے ہیں۔ مجاز۔ استعارہ۔ کنایہ۔ ارداف

---

[۱] بدیعہ کی جمع کلام میں علاوہ عمدہ عبارت و عمدہ پیرایہ میں مطلب ادا کرنیکے کوئی حسن و خوبی ہو تو اسکو بدیعہ کہتے ہیں۔ اور ان چیزوں کا ذکر فن بدیع میں ہوا کرتا ہے ۱۲ منہ

تمثیل۔ تشبیہ۔ ایجاز۔ اتساع۔ اشارہ۔ مساوات۔ بسط۔ ایغال۔ تسجیع۔ تسریع۔ ایضاح

نفی الشی بایجابہ۔ تتمیم۔ تکمیل۔ احتراس۔ استقصار۔ تذییل۔ زیادہ۔ تردید۔ تکرار

تغییر۔ مذہب کلامی۔ قول بالموجب۔ مناقضہ۔ انتقال۔ استعمال۔ تسلیم۔ تمکین۔ توشیح

تسہیم۔ رد العجز علے الصدر۔ تشابہ الاطراف۔ لزوم مالایلزم۔ تخییر۔ ایہام یعنے توریہ۔

استخدام۔ التفات۔ استطراد۔ اطراد۔ انسجام۔ ادماج۔ افتنان۔ اقتدار۔ ائتلاف

اللفظ مع اللفظ۔ ائتلاف اللفظ مع المعنی۔ استدراک۔ استثنار۔ تاکید المدح

بما یشبہ الذم۔ تعریف۔ تغائر۔ تقسیم۔ تدبیج۔ تکمیت۔ تضمین۔ تجنیس۔ جمع المؤتلف

والمختلف۔ حسن النسق۔ عتاب المرء نفسہ۔ عکس۔ عنوان۔ فوائد۔ قسم۔ مبالغہ۔ مطابقہ۔

مقابلہ۔ موازنہ۔ مراجعہ۔ نزاہتہ۔ ابداع۔ مقارنہ۔ حسن الابتداء۔ حسن الختام۔

حسن التخلص۔ حسن الطلب۔

ان کے علاوہ اور بھی صنعت بدیع ہیں۔ جیسا کہ حسن تعلیل۔ لف ونشر۔ مراعۃ الاستہلال۔ مراعات النظیر۔ مشاکلت وغیرہ۔ جنکو اہل بدیع نے بہت صراحت سے بیان کیا ہے۔ ان صنعتوں میں سے اکثر تو معنویہ ہیں۔ اور بعض لفظیہ جیسا کہ تجنیس رد العجز علے الصدر۔ قلب کہ حروف کے اولٹنے سے وہی جملہ بنجائے جیسا کہ کل فی فلک ربک فکبر اور فارسی ہیں۔ در قرآن میں اکثر ان بدائع کا اس لطف وخوبی کے ساتھ استعمال ہوا ہے کہ زبان داں سنکر بڑے مزے لیتا ہے۔ بلاغت کے متعلق۔ انشاء وصل فصل۔ ایجاز۔ اطناب قصر۔ حذف۔ ابدال وغیرہ۔ ان امور میں جو بلاغت کا عنصر ہے اور محاورہ کی پابندی میں جو اصول بلاغت ہے قرآن نے اعجاز دکھایا ہے محاورہ کے موقعہ پر زبان کے بہت سے قوانین تغیر کردینا کلام میں جان ڈالدینا ہوتا ہے اور اگر محاورہ کی رعایت نہ کیجائے تو کلام نہایت پھیکا اور بدمزہ ہوجاتا ہے۔ اور یہ بڑے قادر الکلام کا کام ہے۔ آپ اردو کے محاورے کو دیکھئے بہت الفاظ مشترک

اور پھر ان میں جو قدرے کسی کسی معنے کے لئے خصوصیت ہے جیسا کہ کہنا۔ فرمانا اور عرض کرنا۔ طلب کرنا۔ اور پھر ایک معنی کے اصناف و انواع کے لئے جو لفظ مخصوص ہیں ان کا ان کے مواقع پر استعمال کرنا ہی بلاغت ہے۔ مثلاً بکری کے بولنے کو ممیانا اور گھوڑے کے آواز دینے کو ہنہنانا کہتے ہیں جاندار کے از خود اپنے جسم کو کسی جگہ قائم کرنے کو بیٹھنا۔ غیر ذی روح کو دھر دینا کہتے ہیں۔ اب اگر کوئی یوں کہے کہ فلاں جگہ کتاب بیٹھی تھی تو کیسا برا معلوم ہوتا ہے۔ بخلاف اسکے اگر یوں کہیں کہ دھری یا رکھی تھی تو با قاعدہ معلوم ہوگا۔ مگر ایک فصیح و بلیغ جب کسی استعارہ کے لحاظ سے ان الفاظ میں ادل بدل کر کے عام قاعدے کو چھوڑ دیتا ہے تو کلام میں جان پڑ جاتی ہے مثلاً کوئی بلیغ کسی کو شیر سے تشبیہ دے اور اس کے للکارنے کو غرانے سے تعبیر کرے تو کیا عمدہ معلوم ہوتا ہے۔ یا کسی کو بیجان و بے حس ظاہر کرنا ہو تو اسکو وہ شخص وہاں دھرا تھا۔ یا دھرے رہو۔ اسیطرح فعل کے روابط کے ادل بدل میں بھی محاورہ کی رعایت کرنا فصاحت و بلاغت ہے۔ مثلاً دہلی کے فصحا یوں کہتے ہیں کہ فلاں بھوکوں مر گیا اور وہ اس بات سے خبر ہی نہوا لیکن جو ماہر زبان نہیں وہ یوں کہے گا کہ بھوک سے مر گیا۔ اور فلاں بات سے اسکو خبر نہوئی۔

اب دیکھئے قرآن نے ان باتوں کی کہاں تک رعایت کی ہے۔ مگر جو شخص اس مذاق سے واقف نہیں وہ اسکو خلاف فصاحت و بلاغت کہے گا۔ قرآن کے مخالفوں نے اس قسم کے تغیرات کو بڑی محنت سے انتخاب کر کے اور عبارت میں نون مرچ لگا کر بڑی چٹ پٹی کتاب بنا دی اور گلے میں ڈھول ڈالکر شہرت دیتے پھرے۔ کہ قرآن درجہ فصاحت اور بلاغت سے گرا ہوا ہے اسمیں اسقدر الفاظ غیر زبانوں کے ہیں اور اسقدر مواقع پر اصول زبان عرب کے خلاف کیا ہے۔ مگر جب کسی غیر مذہب زبان داں ہی نے اس پر تکلف خوبچے میں سے کچھ لیکر چکھا تو تھو تھو کر کے تھوک دیا۔

اور اس نحو نیچے والیکو جو ہر گلی اور بازار میں آوازیں لگاتے پھرتا تھا سیکڑوں صلاتیں سنائیں ان کو مسلمانوں کے سوا دیگر زبان دانوں ہی نے پورا صلہ دیدیا ہے۔

اب میں سب امور مذکورۃ الصدر کو مفصلاً بیان کروں تو اسی بحث میں کئی جلد کی ضخیم کتاب تیار کرنی پڑے۔ مگر بعض بعض کو بیان کرتا ہوں۔ لان مالا یدرک کلہ لا یترک کلہ عرب کا مشہور مقولہ ہے۔

(۱) **استعارہ و کنایہ** وغیرہ۔ ہر زبان میں فصاحت و بلاغت کا جوہر ہے۔ اگر عمدہ طور سے استعمال کیا جائے۔ قرآن چونکہ فصاحت و بلاغت میں درجۂ کمال تک پہونچا ہوا ہے۔ اسمیں استعارہ اور مجاز اور کنایہ اور تشبیہ اور مثال کا نہونا ایسا ہی بے معنی خیال ہے کہ جیسا سمندر میں پانی کا نہونا۔ یا آگ میں حرارت اور آفتاب میں نور کا نہونا۔

جو لفظ معنے کے لئے وضع[ل] کیا جاوے اسکو **لفظ موضوع** کہتے ہیں۔ اگر اوسکا کوئی جزو معنے پر دلالت کرتا ہو اور وہ دلالت بھی مقصود ہو تو اس کو **مرکب** کہتے ہیں۔

ل وضع مقرر و معین کرنا۔ اسکے کئی قسم ہیں۔ اگر واضع نے لفظ اور معنی کا بوقت وضع دونوں کو خصوصیت سے لحاظ کیا ہے تو یہ (۱) وضع خاص اور موضوع لہ خاص ہے جیسا کہ لفظ انسان اس کے معنی کے لئے (۲) اگر دونوں کو بطور عموم و کلیت لحاظ کیا ہے کہ جس جس لفظ پر وہ وجہ صادق آئے وہ ان ان معانی پر دلالت کرے کہ جو اس معنی کلی کے افراد ہو سکیں تو اسکو وضع عام اور موضوع لہ عام کہتے (۳) اگر لفظ کو خصوصیت سے لیکر ایک عام معنی کے لئے وضع کردیا ہے کہ جسقدر اس معنی کلی کے افراد ہوں سب پر یہ لفظ بولا جائے تو اسکو وضع عام اور موضوع لہ خاص کہتے ہیں (۴) اگر اسکے برعکس ہے تو اسکو وضع خاص اور موضوع لہ عام کہتے ہیں مگر ایسا پایا نہیں گیا شرح مسلم بحر العلوم

ف علماء نے اس مسئلہ میں بڑی بحث کی ہے کہ الفاظ کو معنی کے لئے معین کرنے والا کون ہے ایک گروہ نے کہا کہ خدا۔ اور ان کا استدلال اس آیت سے ہے وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَاءَ كُلَّهَا۔

یا تام ہے اگر اسپر سکوت کرنا صحیح ہو سکے جیسا کہ زید قائم ہے۔ پھر مرکب تام کے دو قسم ہیں۔
کیونکہ اگر اسکو سچا یا جھوٹا کہہ سکتے ہوں تو اسکو خبر کہتے ہیں ورنہ **انشاء** ہے۔ پھر انشاء کی
کئی قسم ہیں **امر۔ نہی۔ استفہام۔ تمنی۔ ترجی۔ عرض۔** وغیرہ۔ یا مرکب
غیر تام ہے کہ بغیر دوسرے لفظ کے ملائے مطلب پورا نہو۔ اسکی بھی کئی قسم ہیں۔ یا تقییدی
ہے اگر جزء ثانی اول کی قید ہے خواہ بطور اضافت کے جیسا کہ غلام زید۔ یا بطور صفت کے
جیسا کہ رجل فاضل یا غیر تقییدی ہے۔

اور اگر جزء لفظ جزء معنے پر دلالت نکرے تو اسکو **مفرد** کہتے ہیں۔ پھر وہ مفرد
اگر اپنی دلالت میں مستقل ہے اور اسکی ہیئت ترکیبہ سے زمانہ حال۔ ماضی۔ مستقبل
نہیں سمجھا جاتا تو اسکو **اسم** کہتے ہیں اور اگر اسکی ہیئت ترکیبہ سے زمانہ سمجھا جاتا ہے
تو اسکو **فعل** اور منطقی **کلمہ** کہتے ہیں۔ لیکن یہ بات نہیں کہ جسکو عرب فعل کہتے ہیں
ان سب کو منطقی کلمہ کہتے ہوں۔ کیونکہ حاضر اور متکلم کے صیغہ جیسا کہ تمشی و امشی۔ عرب
کے نزدیک فعل ہیں۔ مگر منطقی انکو کلمہ نہیں کہتے۔ کیونکہ ان کے نزدیک یہ مرکبات میں
داخل ہیں احتمال صدق و کذب رکھتے ہیں ت تمشی کی مخاطب پر۔ اور ہمزہ امشی میں
متکلم پر دلالت کرتے ہیں برخلاف یمشی غائب کے صیغہ کے۔ کیونکہ ی میں
محکوم علیہ پر دلالت کرنے کی صلاحیت نہیں کسلئے کہ کبھی اسکا فاعل ظاہر بھی ہوتا ہے

(بقیہ نوٹ صفحہ ۴۳۲) ایک گروہ کہتا ہے کہ واضع یعنے معین کرنے والے انسان ہیں انکی ضرورت وقت انکو
ایک شئے کے لئے جو پیش آتی ہے اپنی زبان کے مذاق کیموافق کسی نہ کسی مناسبت سے جیسا کہ ایک گروہ علماء کا
خیال ہے یا بغیر کسی مناسبت کے کوئی نہ کوئی لفظ وضع کرنا تعلیم کر دیتی ہے اور یہ سلسلۂ تعلیم کسی قوم کسی زمانہ
تک محدود نہیں۔ میرے خیال میں یہ آتا ہے کہ ایک حد تک دونوں گروہ کا قول صحیح ہے۔ ابتداء آفرینش میں جو ؤ
اشیاء کے نام حضرت آدم کو تعلیم فرمائے ہوں اور بعد میں انسانی ضرورت کے ساتھ یہ سلسلۂ تعلیم متعلق ہو گیا ہو
جو الفاظ کسی معنی کے لیئے موضوع نہوں انکو مہمل کہتے ہیں ۱۲ منہ

اور اگر کسی معنے پر مستقلاً دلالت نکرے تو وہ **حرف** ہے اور منطقی اسکو **ادات** کہتے ہیں۔ جسکی جمع ادوات آتی ہے +

پھر اسم کی کئی قسمیں ہیں۔ کیونکہ اس کے ایک ہی معنے ہیں یا ایک سے زائد ہیں۔ اگر اس کے ایک معنی ہیں تو اگر وہ معنی مشخص ہیں اور وہ ضمیر اسم اشارہ مھو وبھی نہیں۔ جیساکہ عربی میں انت ہذا الرجل ہے تو اسکو **علم** کہتے ہیں اور اگر معنی مشخص نہیں بلکہ کلی ہیں۔ جیساکہ انسان پھر اگر وہ سب افراد میں برابر ہیں تو اسکو **متواطی** کہتے ہیں اور اگر تفاوت ہے تو اسکو **مُشکک** کہتے ہیں جیساکہ سیاہ کا لفظ اس کے افراد مساوی نہیں کیونکہ بعض جگہ تیز سیاہی ہوتی ہے بعض جگہ ہلکی۔ اور اگر اس اسم کی کے متعدد معنی ہیں پھر اگر وہ سب کے لئے برابر وضع کیا گیا ہے تو اسکو **مشترک** کہتے ہیں جیساکہ عربی میں لفظ عین جیسے چشمہ۔ آنکھ۔ گھنٹے وغیرہ کئی معنے ہیں۔ اور اگر سب کے لئے برابر وضع نہیں کیا گیا۔ اب اگر اسکے پہلے وضعی معنے متروک ہو گئے ہیں اور دوسرے معنی میں مستعمل ہو رہا ہے تو اسکو **منقول** کہتے ہیں اگر ناقل عرف عام ہے تو اسکو منقول عرفی کہتے ہیں۔ جیساکہ عربی میں لفظ دابہ واضع نے تو اسکو ہر ایک زمین پر چلنے والے کیلئے وضع کیا تھا مگر اب عرف عام میں وہ معنے چھوٹ گئے ان میں سے خاص گھوڑے خچر گدھے پر استعمال ہونے لگا اور اگر ناقل شرع ہے تو اس کو منقول شرعی کہتے ہیں جیساکہ لفظ صلوٰۃ واضع نے خاص دعا کے لئے وضع کیا تھا۔ مگر شرع نے اسکو نماز کے لئے مخصوص کرلیا۔ اسیطرح زکوٰۃ۔ صوم۔ وغیرہ ہیں اور اگر ناقل کوئی گروہ خاص ہے تو اسکو منقول اصطلاحی کہتے ہیں جیساکہ ہر ایک جماعت کے مصطلحات مثلاً مرفوع لغت میں بلند کو کہتے تھے۔ مگر نحویوں کے گروہ نے جسپر ضمہ ہو اسکے لئے مخصوص کردیا۔

اور اگر پہلے معنے متروک نہیں ہوئے تو اول معنے میں اسکو **حقیقت**۔ اور

دوسرے معنی میں **مجاز** کہتے ہیں جیسا کہ لفظ شیر واضع نے تو اسکو ایک درندے کے لئے وضع کیا ہے۔ مگر بہادر کو بھی شیر کہتے ہیں اور درندہ پر اسکا اطلاق حقیقی اور بہادر پر مجازی ہوگا۔ دو لفظ۔ اگر ایک معنی رکھتے ہیں تو ان کو **مترادف** اور جو جداگانہ معنی رکھتے ہیں تو ان کو **مبائن** کہتے ہیں۔ مترادف جیسا کہ مطر و غیث۔ دونوں کے معنی بارش کے ہیں۔ اسد و لیث دونوں کے معنی شیر کے ہیں۔ مبائن جیسا کہ حجر و شجر بر و بحر۔

کسی لفظ کو اس کے اصلی معنی چھوڑ کر دوسرے میں اطلاق کرنا بغیر کسی باہمی علاقہ کے درست نہیں۔ اسلئے اس قسم کے علماء نے پچیس[۲۵] علاقہ قرار دیئے ہیں۔ مشابہت[۱]۔ مسببت[۲]۔ سببیت[۳]۔ کلیت[۴]۔ جزئیت[۵]۔ لازمیت[۶]۔ ملزومیت[۷]۔ تقیید[۸]۔ اطلاق[۹]۔ عموم[۱۰]۔ خصوص[۱۱]۔ مجاورۃ[۱۲]۔ اول الیہ[۱۳]۔ کون فیہ[۱۴]۔ حالیت[۱۵]۔ محلیت[۱۶]۔ آلیت[۱۷]۔ الشی بدلیت[۱۸]۔ احدہما عن الآخر[۱۹]۔ تضاد[۲۰] وغیرہ ان میں سے صرف ایک علاقہ مشابہت کے سبب اگر ایک لفظ دوسرے معنی میں استعمال ہوا ہے تو اسکو **استعارہ** کہتے ہیں باقی اور علاقات میں **مجاز مرسل**+

استعارہ	یہی مجاز کی ایک قسم خاص ہے جسمیں علاقہ تشبیہ ہے۔ جیسا کہ شیر بول کر بہادر مراد لینا مجاز ہے کسلئے کہ دونوں کو شجاعت میں

مشابہت ہے۔ اور جب کسی مقام پر لفظ کے حقیقی معنی درست نہو سکیں۔ اور کوئی قرینہ حقیقی معنی سے مانع ہو جیسا کہ شیر لکھ رہا ہے۔ لکھ رہا ہے قرینہ ہے کہ شیر کے اصلی معنی مراد نہیں۔ تب کسی علاقہ کی وجہ سے مجاز قرار دیا جاوے گا اور بغیر قرینہ کے معنے مجازی ہرگز مراد نہ لئے جائیں گے +

استعارہ میں دو چیزیں ہوتی ہیں اول مستعار وہ لفظ کہ جو دوسرے معنی کیلئے مانگ لیا گیا ہے۔ دوئم مستعار منہ کہ جس سے وہ لفظ مانگا گیا ہے یعنی اس کے اصلی معنے سے جو مشبہ بہ ہے۔ سوئم مستعار لہ جسکے لئے وہ لفظ مانگا گیا ہے۔

استعارہ اور اس کے اقسام

یعنے مشبہ شیر کہہ رہا ہے۔ لفظ شیر مستعار اور مشبہ بہ زید یا کوئی جو اس سے مراد لیا گیا ہے مستعار لہٗ اور مشبہ جسکو ادعاً شیر کا فرد بنایا گیا ہے معنی حقیقی مستعار منہ

غرض۔ اس سے کبھی خفی بات کا اظہار اور کبھی ظاہر کا ایضاح واشتہار یا مبالغہ ف ہوتی ہے اظہار خفی کی مثال وَاِنَّہٗ فِیۡۤ اُمِّ الۡکِتٰبِ۔ اصل کیجگہ اُم کا لفظ بطور استعارہ کے استعمال ہوا۔ اس مشابہت سے کہ جسطرح اصل سے فرع پیدا ہوتی ہے اسیطرح ماں سے اولاد پیدا ہوتی ہے۔ یہاں ایک غیر محسوس بات کو محسوس بنا کر دکھا دیا گیا ایضاح کی مثال واخفض لہما جناح الذل۔ مطلب اولاد کو ماں باپ کی اطاعت کا حکم دینا۔ اور حکم موکد کرنا ہے اسلئے اطاعت کرنہ کہا بلکہ اسکے آگے جھک جا کہا۔ جو اول سے موکد ہے۔ دوئم انسان کا جھکنا کسی جانب سے ہوا کرتا ہے۔ گردن شانہ وغیرہ سے اسکی جگہ جناح کا لفظ بطور استعارہ کے آیا۔ کیونکہ جناح پرند کے بازو کو کہتے ہیں۔ اور وہ باوجود طیران کے جب چاہتا ہے تو اپنا بازو بالکل زمین سے لگا دیتا ہے یعنے تو ماں باپ کے آگے زمین سے لگ جا۔ اسمیں ایضاح اور مبالغہ دونوں ہیں +

استعارہ کی مختلف اعتبارات سے بہت سی قسمیں ہیں لیکن ارکان ثلاثہ۔ مستعار۔ مستعار منہ۔ مستعار لہ۔ کے لحاظ سے **پانچ قسم** ہیں۔ (۱) ایک محسوس کا دوسرے محسوس کے لئے استعارہ۔ جیسا کہ اس آیت میں وَاشۡتَعَلَ الرَّاۡسُ شَیۡبًا ط۔

(ترجمہ) بڑھاپے کا سر میں شعلہ بھڑک اٹھا مستعار منہ آگ مستعار لہ بڑھاپا۔ مستعار لفظ اشتعل ہے اور وہ مشبہ آگ کی روشنی اور بڑھاپے کی سفیدی ہے۔ اور ہر ایک محسوس ہے وَتَرَکۡنَا بَعۡضَہُمۡ یَوۡمَئِذٍ یَّمُوۡجُ فِیۡ بَعۡضٍ۔ کہ ہمنے اسدن انکو

ف مبالغہ سے مراد وہ مبالغہ نہیں جو عرف عقلاء میں ممنوع ہے جیسا کہ شعراء کے کلام میں ہوا کرتا ہے بلکہ ایک معنی کا زیادہ کرنا ۱۲ منہ

ایک دوسرے میں جیں مارتے چھوڑا۔ موج اصل میں پانی کی حرکت کو کہتے ہیں مگر اس روز قوم کی باہم دھکا پیل کو بطور استعارہ کے موج سے تعبیر کیا۔ کیونکہ دونوں میں وصف سرعت انتقال مشترک ہے یہ بھی محسوس ہے۔ وَالصُّبْحِ إِذَا تَنَفَّسَ ط۔ قسم ہے صبح کی جبکہ وہ سانس لے۔ سانس کا رفتہ رفتہ لینا صبح کے ظہور کے لئے جو وہ بھی شیئاً فشیئاً ہوتا ہے۔ استعارہ کیا گیا اور ہر ایک محسوس ہے (۲) محسوس کا محسوس کے لئے استعارہ ہو اور مشابہت حسی نہو بلکہ عقلی ہو۔ جیساکہ وَاٰيَةٌ لَّهُمُ الَّيْلُ نَسْلَخُ مِنْهُ النَّهَارَ ط کہ ان کے لئے رات بھی ایک قدرت کا نمونہ ہے۔ جسکی کھال اوتار کر ہم دن نکالتے ہیں مستعار منہ سلخ یعنے کھال اتارنا اور مستعار لہ رات کی اندھیری میں سے روشنی روز کا نمودار ہونا اور وہ دونوں حسی ہیں اور دونوں میں امر مشابہ ایک چیز کے بعد دوسری کا ظہور اور ایک پر دوسری کا مرتب ہوتا ہے جیساکہ رات سے دن کا ظہور اور کھال اتارنے سے گوشت کا ظہور امر عقلی ہے فَجَعَلْنٰهَا حَصِيدًا۔ کہ ہمنے اوس بستی کو کٹا ہوا کھیت بنا دیا۔ حصید کٹے ہوئی نباتات اور بستی کے لوگوں کا مرے ہوئے پڑا ہونا جو مستعار و مستعار لہ ہیں حسی ہیں مگر ہلاکت جو دونوں میں مشترک ہے امر عقلی ہے (۳) ایک معقول کا دوسرے معقول کے لئے استعارہ اور مناسبت بھی عقلی ہو جیساکہ مَنْ بَعَثَنَا مِنْ مَّرْقَدِنَا۔ مستعار منہ خواب مستعار لہ موت۔ اور دونوں میں مشترک مشابہت افعال کا ظہور نہونا۔ ہر ایک عقلی ہے وَلَمَّا سَكَتَ عَنْ مُّوْسَى الْغَضَبُ۔ مستعار سکوت مستعار منہ ساکت مستعار لہ غضب اور ہر ایک عقلی ہے (۴) محسوس کا معقول کے لئے استعارہ وجہ عقلی سے ہو جیساکہ مَسَّتْهُمُ الْبَاْسَآءُ وَالضَّرَّآءُ مس یعنے چھونا جو اجسام کی ایک صفت محسوس ہے دکھ اور درد پانے کے لئے استعارہ کی گئی اور دونوں میں مشترک لحوق ہے اور وہ دونوں عقلی ہیں بَلْ نَقْذِفُ بِالْحَقِّ عَلَى الْبَاطِلِ فَيَدْمَغُهٗ کہ ہم حق کو باطل پر دے مارتے ہیں سو وہ حق اوس باطل کو توڑ پھوڑ دیتا ہے۔ قذف اور دمغ حسی ہیں

اور حسی و باطل عقلی۔ ضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ وَالْمَسْكَنَةُ اَيْنَمَا ثُقِفُوْٓا اِلَّا بِحَبْلٍ مِّنَ اللّٰهِ وَحَبْلٍ مِّنَ النَّاسِ۔ کہ یہود پر خدا کی طرف سے ذلت ڈالدی گئی ہے (یہہ بھی استعارہ ہے) وہ کہیں بھی بغیر رستے (عہد) خدا اور آدمیوں کے رہ نہیں سکتے حبل رستے کو کہتے ہیں اور یہہ ایک حسی چیز ہے مضبوطی و استحکام کی شرکت سے اس لفظ کا عہد کے لئے استعارہ ہوا ہے جو ایک امر غیر محسوس ہے۔ فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ۔ کہ اے پیغمبر جس بات کا آپ کو حکم دیا گیا ہے اسکا بھانڈا پھوڑ دو یعنے صاف صاف کہدو صدع اصل میں برتن یا شیشے کے پھوڑ توڑ دینے کو کہتے ہیں اور یہ ایک حسی چیز ہے اسکا کسی بات کے افشا کرنے کے لئے استعارہ کیا گیا ہے اور یہ امر عقلی ہے اور تاثیر جو دونوں میں جامع ہے وہ بھی عقلی ہے۔ اب ایک تو یوں کہنا اور ایک یہ کہ جو کچھ آپ کو حکم دیا گیا ہے اسکو پہونچا دو۔ دونوں میں ایک زباں داں صاحب سلیقہ کے نزدیک بڑا فرق ہے۔ اسیلئے جب ایک عرب فصیح و بلیغ نے یہ آیت سنی تو وجد میں آکر زمین پر سجدہ کرنے کے لئے گر پڑا اور کہا میں اس متکلم کو سجدہ کرتا ہوں۔

اسیطرح ان آیات میں بھی محسوس کا معقول کے لئے استعارہ ہے اور جامع بھی عقلی ہے۔ یخوضون فی ایاتنا خوض اصل میں پانی میں غوطہ لگانا مگر اس کلام میں عیب جوئی ہی فکر کرنے کے لئے استعارہ کیا گیا ہے فنبذوہ وراء ظھورھم کہ یہود نے توریت کو پس پشت پھینکدیا۔ نبذ پھینکنے کو جو امر حسی ہے بے پروائی اور عمل نکرنے کے لئے جو امر غیر محسوس ہے استعارہ کیا۔ اَفَمَنْ اَسَّسَ بُنْيَانَهٗ عَلٰى تَقْوٰى۔ يَبْغُوْنَهَا عِوَجًا۔ لِتُخْرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ۔ فجعلناہ ھباءً منثورًا۔ فی کل وادٍ یھیمون۔ وَلَا تَجْعَلْ يَدَكَ مَغْلُوْلَةً اِلٰى عُنُقِكَ۔ اور صدہا آیات اس قسم کے استعارات سے پر ہیں۔

(۵) ایک امر غیر محسوس کا محسوس کے لئے استعارہ کرنا اور جامع بھی غیر محسوس ہو

جیسا کہ ان آیات میں۔ انا لما طغی الماء مستعار منہ تکبر اور وہ غیر محسوس ہے اور مستعار لہ پانی کا جوش جو حسی ہے اور استعارہ جامع ہے جو غیر حسی ہے۔ تکاد تمیز من الغیظ۔ وجعلنا ایۃ النھار مبصرۃ۔ من الایات۔

استعارہ کی ایک دوسرے اعتبار سے یہ بھی تقسیم ہے یا وہ اصلیہ ہے۔ اگر اسم جنس کا استعارہ کیا گیا ہے جیسا کہ پہلی مثالوں میں گزرا یا تبعیہ ہے اگر مشتقات اور فعل اور حروف کا استعارہ ان کے مشابہ دوسرے شئے کے لئے کیا گیا ہے حرف کا استعارہ فالتقطہ آل فرعون لیکون لھم عدوا وحزنا۔ کہ موسے کو فرعون کے خاندان نے (او معترض صاحب اتنو آپ کی تسلی ہوئی بیوی کا نام نہیں خاندان کا ذکر ہے جسمیں بیٹی بھی داخل ہے) دریا میں بہتے ہوئے اوٹھالیا تاکہ ان کے لیئے انجام کا دشمن اور رنج بنے۔ اور رنج بننے کے لئے نہیں اُٹھایا تھا۔ بلکہ فرزندی کے لئے۔ مگر اس آیت میں ان کے اٹھانے پر جو عداوت و دشمنی مرتب ہوئی اسکو معلول کی علت پر مرتب ہونے کے ساتھ تشبیہ دیکر لیکون کے لام کا (جو مشبہ بہ میں علت کے لئے آیا کرتا ہے) استعارہ مشبہ کے لیئے کیا گیا ہے اب آیت کے یہ معنی ہونگے تاکہ انجام کار ان کا دشمن اور رنج کا باعث ہو۔

صاحب مطول اسکو استعارہ بالکنایہ کہتے ہیں کہ دل میں مثلاً عداوت کو علت غائیہ سے تشبیہ دی گئی اور بجز مشبہ کے اور کچھ ذکر نہ کیا گیا اور اسپر مخصوصات مشبہ سے متنبہ کر دیا اور وہ لام تعلیل ہے ایک اور اعتبار سے استعارہ کی یوں تقسیم ہے۔ یا تو کوئی چیز بھی مناسبات مستعار لہ و مستعار منہ سے ذکر نہو تو اسکو **استعارہ مطلقہ** کہتے ہیں یا ذکر ہو۔ پھر اگر مستعار منہ کے مناسبات مذکور ہیں تو اسکو **استعارہ مرشحہ** کہتے ہیں۔ جیسا کہ اس آیت میں۔ اُولٰئِکَ الَّذِیْنَ اشْتَرَوُا الضَّلٰلَۃَ بِالْھُدٰی فَمَا رَبِحَتْ تِّجَارَتُھُمْ کہ گمراہوں نے ہدایت کے بدلے گمراہی خریدی اور انکو اس تجارت میں نفع نہوا۔

اس مبادلہ کو تجارت سے استعارہ کیا اور تجارت کے مناسبات میں سے نفع ونقصان
ہوتا ہے اسلئے نقصان کا ذکر کیا۔ یا مستعار لہ کے مناسبات ذکر کئے جائیں تب اسکو
استعارہ مجردہ کہتے ہیں جیسا کہ فَاَذَاقَهَا اللّٰهُ لِبَاسَ الْجُوْعِ وَالْخَوْفِ۔
کہ اس قریہ کو کہ جسنے خدا کی نعمتوں کا کفران کیا تھا خدا نے بھوک اور خوف کا لباس
چکھایا۔ پنہایا نہ فرمایا۔ اگر یہ فرمایا جاتا تو ترشیح ہوجاتی۔ گو وہ بھی بلیغ ہے مگر ادراک
بالذوق ادراک باللمس کو شامل ہے نہ عکس یعنے ادراک لمس ادراک ذوقی کو شامل
نہیں۔ پس اذاقہ یعنے چکھانے میں شدت مصیبت کیطرف استعارہ جس خوبی سے
ہوسکتا ہے وہ پہنانے میں نہیں ہوتا۔ اور چکھانے سے مراد پہونچانا ہے کیونکہ
مصائب پر چکھانے کا اطلاق عرف عرب میں بطور حقیقت کے ہوا کرتا ہے کہتے
ہیں ذاق فلاں البوس والضر کہ فلاں نے سختی کا مزا چکھا۔ بعض کہتے ہیں یہاں دو
استعارہ ہیں ایک تصریحیہ ہے اور وہ یہ کہ انسان پر بھوک اور مصیبت میں جو کچھ
حالت طاری ہوتی ہے اسکو لباس سے تشبیہ دیگئی ہے کہ جسطرح لباس ڈھانک لیتا
ہے وہ حالت بھی ڈھانک لیتی ہے۔ دوسرا استعارہ مکنیہ ہے کہ جو کچھ اثر ضرر اور الم
معلوم ہوتا ہے اسکو کڑوی چیز کے چکھنے سے تشبیہ دیگئی ہے اسلئے اوسپر لفظ ذوق کا
اطلاق ہوا (مطول)

ایک اور تقسیم ہے۔ تحقیقیہ۔ وتخیلیہ۔ ومکنیہ۔ وتصریحیہ۔ تحقیقیہ وہ ہے کہ جسکے
معنے حسًا معلوم ہوسکیں۔ جیسا کہ اذاقہا اللہ یا عقلاً جیسا کہ انزلنا الیکم نورًا ای بیانا واضحا
اور اگر کسی چیز کو کسیکے ساتھ دلمیں تشبیہ دی جائے اور سوائے مشبہ کے اور کچھ ذکر نکیا جاوے
تو اس تشبیہ مضمر کو **استعارہ بالکنایہ** اور **استعارہ مکنیہ** کہتے ہیں اور اس کے
مقابلہ میں **استعارہ تصریحیہ** ہے اور خصوصیات مشبہ کا ذکر **استعارہ**
تخیلیہ ہے۔ جیسا کہ اس آیت میں۔ یَنْقُضُوْنَ عَهْدَ اللّٰهِ مِنْ بَعْدِ مِیْثَاقِهٖ

عہد کو استحکام میں رسّے سے دلمیں تشبیہ دی اور بجز عہد مشبہ کے ارکان تشبیہ میں سے کچھ بھی ذکر نکیا یہ تو استعارہ بالکنایہ ہوا اور رسّے پر دلالت کرنیوالا لفظ نقض ذکر کرنا استعارہ تخیلیہ ہوا۔ ہمارے محاورے میں جب کسی حسین کو کوئی عیب لاحق ہوجاتا ہے تو کہتے ہیں کہ چاند کو گہن لگ گیا۔ چاند کے ساتھ دلمیں معشوق کو تشبیہ دینا استعارہ بالکنایہ ہے اور گہن لگنا خصوصیات مشبہ بہ یعنے چاند سے ہے آدمی کو گہن نہیں لگتا اس کا ذکر استعارہ تخیلیہ ہوا۔ اسیطرح اذاقہا اللہ لباس الجوع والخوف میں وہ حالت خوف وجوع جو لباس کی طرح بدن پر طاری ہوجاتی ہے اسکو تلخ چیز سے تشبیہ دی یہ استعارہ بالکنایہ ہوا۔ اور اذاقہا کا لفظ اسکے لئے تخیل ہوا +

اسیطرح **وفاقیہ** اور **عنادیہ** بھی استعارہ کے اقسام ہیں اول وہ ہے کہ مستعار لہ اور مستعار منہ ایک چیز میں جمع ہوسکتے ہوں جیساکہ اومن کان میتا فاحیناہ یہاں گمراہی کے لئے موت اور ہدایت کے لئے حیات کو استعارہ کیا ہے اور یہ دونوں وصف یکے بعد دیگرا ایک شخص میں جمع ہوسکتے ہیں۔ دوئم وہ ہے کہ جمع نہو سکیں اور عنادیہ کے اقسام میں سے استعارہ تہکمیہ و تملیحیہ ہے وہ یہ کہ ایک لفظ کو اس کے خلاف معنی کے لئے استعارہ کیا جاوے جیساکہ فبشرہم بعذاب۔ کیونکہ بشارت کا لفظ نعمت کے موقع پر استعمال ہوتا ہے۔ یہاں انکی تحقیر کے لئے بمقام عذاب اخبر کے معنی میں استعارہ کیا گیا۔ استعارہ کی خوبی یہ ہے کہ الفاظ میں تشبیہ کی بو بھی نہ آئے اور دونوں میں مشابہت واضح بھی ہو۔ اگر کوئی لفظ بھی تشبیہ پر دلالت کرنے والا مذکور ہوگا تو وہ استعارہ تشبیہ گنا جائیگا +

تشبیہ لغت میں ایک چیز کو دوسری سے مشابہت دینا **اصطلاح** علم بیان میں دو چیزوں کا باہمی ایک وصف خاص میں اشتراک ظاہر کرنا ہے۔ جیساکہ شیر کا وصف خاص شجاعت اور آفتاب کا نور ہے۔ تشبیہ میں یہ بھی قید ہے کہ

تشبیہ اور اسکے اقسام

کہ وہ نہ استعارہ بالکنایہ کے طور پر ہو نہ تجرید کے طور پر ہو نہ استعارہ تحقیقیہ کے طور پر ہو +
تشبیہ میں چار چیزیں ہوتی ہیں (۱) مشبہ جسکو تشبیہ دیگئی (۲) مشبہ بہ جسکی ساتھ تشبیہ دیگئی
(۳) ادات تشبیہ وہ کلمات جنکی ساتھ تشبیہ بیان کیجاتی ہے۔ عربی میں کاف کاَن وغیرہ
اُردو میں گویا۔ جیسا۔ وغیرہ۔ (۴) وجہ الشبہ وہ وصف خاص جسمیں تشبیہ دیگئی ہے جیساکہ
زید کالاسد۔ زید شیر جیسا ہے۔ زید مشبہ۔ شیر مشبہ بہ۔ کاف ادات تشبیہ۔ شجاعت
وجہ الشبہ جسمیں تشبیہ دیگئی +

تشبیہ کے اعتبارات مختلفہ سے بہت سے اقسام ہیں جنکے ذکر کی یہاں گنجایش نہیں
علم بیان میں مشرح ہیں مگر مختصر اً یہہ ہے کہ وجہ الشبہ یا واحد ہے یا مرکب ہے یا متعدد اور پہلے
دونوں یا حسی ہیں یا غیر حسی اور تیسری حسی ہیں یا غیر حسی یا مختلف یہہ سات قسم پیدا
ہوتی ہیں۔ اور ہر ایک صورت میں مشبہ اور مشبہ بہ یا حسی ہیں یا غیر حسی یا مختلف اٹھائیس قسمیں
پیدا ہوتی ہیں لیکن جب وجہ الشبہ حسی میں یہ قید لگا دیجائے گی کہ مشبہ اور مشبہ بہ بھی حسی ہوں
تو اس سے بارہ خارج ہو کر صرف سولہ باقی رہجائیں گی +

غرض تشبیہ سے اکثر تو مشبہ کیطرف عائد ہوتی ہے۔ کبھی اسکا ممکن الوقوع ہونا ثابت کیا
جاتا ہے یا اوس کا حال بیان کرنا مقصود ہوتا ہے جیساکہ ایک کپڑے کو دوسرے سے
سیاہی میں تشبیہ دیجائے یا اُس کے حال کی مقدار بیان کرنی مقصود ہوتی ہے قوت و ضعف
دیادتی کمی میں مثلاً کسی سیاہ چیز کو کالے کوے سے تشبیہ دیجائے یا حال کی تقریر مقصود ہوتی
ہے جیسا کسیکے کام کا کوئی نتیجہ برامد نہوتا ہو اسکو پانی پر لکھنے سے تشبیہ دیجائے۔
ان چاروں صورتوں میں مشبہ بہ کا اوس وصف میں اکمل اور مشہور ہونا چاہیے لیکن اسمیں
بعض علما نے کلام کیا ہے جسکے محاکمہ کا یہ موقع نہیں۔ یا مشبہ کی خوبی بیان کرنی مقصود
ہوتی ہے جیساکہ کسی حسین کے بالوں کو سیاہی میں مشک سے تشبیہ دیجائے۔ یا اسکی قباحت
بیان کرنی مطلوب ہوتی ہے جیسا کسیکی آنکھ کو بلی کی آنکھ سے تشبیہ دیجائے یا مشبہ کی

کوئی انوکھی اور نادر بات بیان کرنی مقصود ہوتی ہے اور کبھی مشبہ بہ کیطرف عائد ہوتی ہے۔ اور اسکی دو ہی صورتیں ہیں (۱) یہ کہ مشبہ بہ کی فضیلت کا اظہار مقصود ہوتا ہے جیسا کہ تشبیہ مقلوب میں اور وہ ناقص چیز کو مشبہ بہ بنا کر کامل کو اس سے تشبیہ دیجائے جیسا کوئی چاند کو اپنے معشوق کے موہنہ سے تشبیہ دے مقصد یہ ہوتا ہے کہ معشوق کا چہرہ چاند سے زیادہ منور اور خوبصورت ہے (۲) زیادتی تو مقصود نہیں مگر کسی وجہ سے مشبہ بہ کی شان کا اہتمام مقصود ہے جیسا کوئی بہوکا کسیکے چہرہ کو نور میں چاند سے اور گولائی میں روٹی سے تشبیہ دے اور یہ ظاہر ہے کہ بہوکے کو روٹی کیطرف زیادہ اہتمام ہوتا ہے ✤

بلحاظ وجہ الشبہ تشبیہ کی تین قسم ہیں (۱) تمثیل وغیر تمثیل (۲) مجمل ومفصل (۳) قریب الفہم وبعید الفہم۔ اور ادات تشبیہ کے لحاظ سے تشبیہ کی دو قسم ہیں (۱) **موکد**۔ یہ وہ ہے کہ جسمیں ادات تشبیہ کاف وغیرہا محذوف ہوں جیسا کہ یہ آیت وہی تمر مر السحاب اے مثل مر السحاب اور اس قسم میں سے یہہ بھی ہے کہ مشبہ بہ کو مشبہ کیطرف مضاف کردیا جاوے ادات حذف کرنے کے بعد جیسا کہ ماہ طلعت۔ گلرو شمشاد قد۔ (۲) **مرسل** جسمیں ادات تشبیہ مذکور ہوں جیسا چاند سا موہنہ۔

اب قرآن مجید کی تشبیہات کو ملاحظہ فرمایئے کہ حسن وخوبی میں اعجاز کو پہونچ گئی ہیں۔ بعض علمار نے خاص اس فن میں کتابیں لکھی ہیں اور قرآن کی تشبیہات کا کمال دکھایا ہو نمونہ کیطور پر چند مثالیں بیان کرتا ہوں۔ مَثَلُهُمْ كَمَثَلِ الَّذِي اسْتَوْقَدَ نَارًا۔ أَوْ كَصَيِّبٍ مِّنَ السَّمَاءِ فِيهِ ظُلُمَاتٌ وَرَعْدٌ وَبَرْقٌ۔ اول تشبیہ مرکب ہے منافقوں کے حال کو ایک آگ روشن کرنے والے اور روشنی کے فوائد پاکر اس کے جلد گم ہوجانے اور اس شخص کے اندھیریوں میں حیران وپریشان رہجانے کے ساتھ تشبیہ دیگئی ہے اس تشبیہ کے جملہ اعتبارات مذکورہ کو ملاحظہ فرمایئے کس خوبی کے ساتھ بلاغت کے سانچے میں ڈھالے گئے ہیں۔ دوسری میں ان کے حال کو ایسے لوگوں کے حال سے تشبیہ دی ہے۔

کہ جنپر بارش اور گھنگھور گھٹا چھائی ہو جسمیں کڑک اور چمک بھی ہو ادہر تو اونکے دلوں میں بارش
کے منافع کی خوشی بھری ہوئی ہے کہ جو ان کے رزق و روزی کا سامان ہے ادہر کڑک
اور چمک سے دل لرز رہا ہے۔ کڑک کے مارے کانوں میں اونگلیاں ڈال رہے ہیں
کہ سنائی نہ دے چمک سے فائدہ بھی اٹھا رہے ہیں کہ اندھیریوں میں دو چار قدم رستہ بھی
طے کرتے ہیں۔ مگر اس فائدہ کے ساتھ خوف بھی ہے کہ چمک سے آنکھیں چوندھیائی جا رہی
ہیں عجب حال ہے۔ دونوں تشبیہوں میں ک مشبہ بہ پر داخل ہے اول میں مذکور پر دوسرے
میں مقدر پر جو زور ہے مشبہ منافقوں کا حال مشبہ بہ گھٹائیں جنمیں کڑک اور چمک ہے۔

یایہا الذین امنوا کونوا انصار اللہ کما قال عیسے بن مریم للحواریین
من انصاری الی اللہ قال الحواریون نحن انصار اللہ۔ یہاں مسلمانوں کو انصار اللہ
ہوجانے کی تشبیہ دی ہے اور مشبہ بہ حواریوں کا مجرد حضرت عیسے علیہ السلام کے فرمانے سے
حواریوں کا انصار اللہ ہوجانے کا اقرار کرنا ہے چونکہ مشبہ بھی مجموعہ ہے اسلئے مجموعہ پر کاف
تشبیہ کما قال الخ وارد ہوا۔ اور یہ کمال بلاغت ہے مثل الذین حملوا التوریٰة ثم
لم یحملوہا کمثل الحمار یحمل اسفارا۔ یہود کو جو حامل توریت اور اس کے عامل نہیں
گدہے سے تشبیہ دی ہے جس پر کتابیں لدی ہوں مشبہ ایک قوم کا حال جو مقید ہے
بعدم العمل مشبہ بہ گدہا جو مقید ہے بحمل اسفار۔ وجہ الشبہ عدم انتفاع جو دونوں میں مشترک ہے
عقلی ہے اور تشبیہ بیان حال کے لئے واقع ہوئی ہے اسلئے مشبہ بہ میں عدم انتفاع اتم اور
اس صفت میں اشہر بھی ہے اور کاف تشبیہ مشبہ بہ مرکب سے ملا ہوا ہے واضرب لہم
مثل الحیوة الدنیا کماء انزلنٰہ من السماء فاختلط بہ نبات الارض
فاصبح ہشیما تذروہ الریاح مشبہ دنیا کی زندگانی مشبہ بہ وہ نباتات جو آسمانی پانی
سے اوگتی ہیں دونوں مرکب وجہ الشبہ بھی مرکب وہ دنیا کی بہار اور پھر اوس کا جلد زوال
پذیر ہوجانا اسیطرح نباتات کی تازگی اور انکا جلد فنا پذیر ہوجانا۔ یہاں بھی کاف مشبہ بہ پر داخل

جیسا کہ لفظ مثل تعبیر کیا ہے ۱۲ منہ

ہوا ہے۔ دونوں مشبہ اور مشبہ بہ کے مفردات میں بھی مشابہت ہے۔ آسمانی پانی کو انسانی منی سے تشبیہ ہے مرد کو بالا رہنے کے سبب آسمان سے مادہ کو زیر رہنے کے سبب زمین سے پیدا ہونے والے بچے کو نباتات سے انسان بلکہ دیگر حیوانات کے شباب کو نباتات کی بہار اور نمو کامل سے۔ ان کے بڑھاپے کو نباتات کے زرد پڑ جانے سے حیوانات کی موت کو نباتات کے زمین پر سے اوکھڑ جانے سے مرنیکے بعد حیوانات کے اجزاء جسم بوسیدہ ہوکر ہواؤں میں اُڑتے پھرنے کو نباتات کے چورا چورا ہوکر ہواؤں میں اوڑتے پھرنے سے مشابہت ہے +

تمثیل اصلاح میں اوس مجاز مرکب کو کہتے ہیں کہ جسمیں استعارہ ہو۔ اور اسکو تمثیل علے سبیل الاستعارہ کہتے ہیں۔ کسلیئے کہ وجہ شبہ امور متعددہ سے منتزع کرکے مشبہ بہ کا ذکر کیا جاتا ہے اور مراد مشبہ ہوتا ہے۔ جیساکہ متردد ہوا اور اسکو کہیں تم تو ایک پاؤں آگے اور دوسرا پیچھے رکھتے ہو۔ متردد کیحالت کو بطور مبالغہ کے اوس شخص کے حال سے تشبیہ دیگئی ہے کہ جو جانے میں تردد کرتا ہے ایک پاؤں آگے رکھکر دوسرا پیچھے ہٹا لیتا ہے۔ اور کبھی اسکو مطلقاً تمثیل کہا کرتے ہیں۔ اور جب اس مجاز مرکب کا بطریق استعارہ کے زیادہ اہلِ زبان میں استعمال ہو جاتا ہے (اور اسمیں کوئی انوکھی بات بھی ہوتی ہے) تو اسکو **مثل** کہتے ہیں جسکی جمع امثال آتی ہے۔ اور اُردو میں اسکو **کہاوت** کہتے ہیں مثل میں کوئی تغیر کرنا جائز نہیں جسطرح اس کا استعمال ہو اوسیطرح ذکر کرنا چاہیئے اور جس کے لئے وہ مثل بنی ہے (جسکو مضرب کہتے ہیں) اسکیطرف التفات نہیں کیا جاتا خواہ وہ مرد کے لئے بنی تھی یا عورت کے لئے خواہ ایک کے لئے یا دو کے لئے یا جمع کے لئے۔

کنایہ لغت میں مصدر ہے کہتے ہیں کنیت بکذا عن کذا وکنوت اذا ترکت التصریح یعنے صراحت کی کوئی بات کہلینا اور اصطلاح میں ایک لفظ بولکر اسکے

معنے کا لازم مراد لینا جہاں معنے اصلی کا مراد لینا بھی ممکن ہو مفتاح میں ہے کہ کلمہ کے یا تو صرف اصلی معنی مراد دیئے جاتے ہیں یا غیر اصلی یا دونوں اول صورت میں حقیقت ہے دوسری میں مجاز تیسری میں کنایہ۔ سکاکی نے کنایہ اور مجاز میں یہ فرق کیا ہے کہ کنایہ میں لازم سے ملزوم کیطرف جاتے ہیں جیسا کہ لمبے کرتے والا۔ بولکر طویل القامت مراد لیا جاے طویل القامت ملزوم لمبا کرتا لازم اور مجاز میں ملزوم سے لازم کیطرف جاتے ہیں جیسا کہ شیر بولکر جو ملزوم ہے شجاعت سمجھیں جو لازم ہے۔ مگر اسپر صاحب تلخیص نے اعتراض کیا ہے ÷

کنایہ کی تین قسم ہیں (۱) یہ کہ اوس سے نہ کوئی صفت مقصود ہو نہ نسبت بلکہ صرف مکنی عنہ کی ذات پھر کبھی ایک صفت مخصوص ذکر کر کے مکنی عنہ کی تعین ہوتی ہے۔ جیسا کوئی شخص کسی ایک وصف میں مشہور ہوا اور وہی ذکر کیا جاوے تا کہ وہ موصوف سمجھا جاوے اور کبھی چند صفات سے موصوف معین کیا جاوے جیسا کہ اس آیت میں فاکتبھا للنبی الامی الذی یجدونہ مکتوبا عندھم فی التورٰۃ والانجیل یامرھم بالمعروف وینھاھم عن المنکر الایہ مقصود ان اوصاف سے آنحضرت صلعم ہیں اور لطف اسطرح کے کنایہ میں یہ ہوتا ہے کہ ان عمدہ صفات کو مکنی عنہ میں ثابت کر کے جنکا مخاطب بھی انکار نہیں کر سکتا بطور برہان مکنی عنہ بتایا جاتا ہے یہ بات ان کے نام لے دینے میں حاصل نہیں ہوتی۔ (۲) یہ کہ اسکی کوئی صفت بیان کرنا مقصود ہوتا ہے جیسا کہ طول قامت شجاعت وغیرہ پھر اسکی بھی دو قسم ہیں اول کنایہ **قریبہ** کہ بغیر وسائط کے موصوف کیطرف ذہن منتقل ہو جائے پھر اسکی دو قسم ہیں ایک واضحہ کہ بلا تامل ذہن منتقل ہو جائے دوئم یہ کہ بتامل منتقل ہو اسکو خفیہ کہتے ہیں دوئم **بعیدہ** کہ وسائط کثیرہ کے ذریعہ سے ذہن منتقل ہو جیسا کہ کثیر الرماد یعنے بہت راکھہ والا بولکر اسکی سخاوت سمجھی جاوے کس لئے راکھہ کی کثرت سے اول ذہن بہت لکڑیاں جلنے کیطرف منتقل ہوتا ہے پھر اوس سے

بہت کہانا پکنے کیطرف پہراوس سے بہت مہمانوں کیطرف۔ پہراوس سے مہمان نوازی اور سخاوت کیطرف جن استعارات وکنایات میں بہت مشکل سے مراد کیطرف ذہن منتقل ہو۔ وہ بلاغت کی شان سے بعید ہیں انکو لغز (جسکی جمع الغاز آتی ہے) اور معما کہتے ہیں جنکا استعمال کبہی کسی مصلحت سے بلیغ وفصیح بہی کیا کرتے ہیں (۳) اوس کنایہ سے کوئی نسبت مقصود ہوتی ہے یعنے کسی چیز کا اثبات یا اسکی نفی۔

سکاکی کہتے ہیں کہ کنایہ جب عرضیہ ہو تو اسکو **تعریض** کہنا مناسب ہے۔ صاحب کشاف کہتے ہیں کہ تعریض یہ ہے کہ کسی کلام سے ایسی بات پیدا کیجائے جو مذکور نہو جیسا کوئی حاجتمند کسی سے کہے کہ میں آپ کو سلام کرنے آیا ہوں جس سے طلب حاجت مقصود ہو جو کلام میں مذکور نہیں۔ اور جب کنایہ میں وسائط کثیرہ ہوں تب اس کو **تلویح** کہنا چاہئے۔ تلویح میں غیر کیطرف دور سے اشارہ ہوتا ہے۔ اور جب لازم و ملزوم میں خفا ہو اور وسائط بہی کم ہوں تب **رمز** کہنا چاہیئے۔ اسمیں کسی قریب کیطرف مخفی اشارہ ہوتا ہے اور وسائط کم ہونے کی صورت میں اگر لازم و ملزوم میں خفا نہو تب اسکو **ایما** اور **اشارہ** کہنا چاہیئے +

اب ہم دکہاتے ہیں کہ قرآن میں بلاغت کے لئے۔ مجاز۔ تشبیہ۔ استعارہ۔ کنایہ کا کس کس خوبی کے ساتہ استعمال ہوا ہے +

واضح ہو کہ مجاز و استعارہ و کنایہ جس طرح مفردات میں ہوتا ہے اسیطرح مرکبات میں بہی اور حروف و آوات کلام میں بہی۔ کبہی ایک کلمہ کے اعرابی تغیر پر بہی مجاز کا اطلاق ہوتا ہے خواہ وہ تغیر کسی لفظ کے حذف کرنے سے پیدا ہوا ہو یا زدہ کر دینے سے جیساکہ جاء ربک واسئل القریۃ۔ لیس کمثلہ شئی پہلی صورت میں جاء امر ربک تہا اوس آنے والے واقعہ کی عظمت بتانے کیلئے امر کو حذف کرکے اس مجیئت کو خدا کی طرف اسناد کر دیا۔ دوسری صورت میں واسئل اہل القریۃ

تھا مگر یہ بات بتانے کے لئے کہ ان برباد شدہ گاؤں کے اب اہل اور بسنے والے کہاں ہیں جو کوئی ان سے انکے گزشتہ عبرتناک واردات پوچھے اہل کے لفظ کو حذف کر کے یہ بتا دیا کہ ان اجڑی ہوئی بستیوں ہی سے پوچھو کہ وہ زبان حال سے کیا جواب دیتی ہیں۔ تیسری صورت میں لیس مثلہ شیٔ۔ تھا مگر ما ثلت۔ خالق و مخلوق کی نفی بتاکید کرنی مقصود تھی کنایہ کے طور پر لفظ کمثلہ ٹھہرا دیا۔ بولتے ہیں مثلک لا یبخل کہ آپ جیسا شخص بخل نہیں کیا کرتا۔ مراد اسکی ذات ہوتی ہے کہ آپ بخل نہیں کیا کرتے۔ اس طرح سے تعبیر کرتے ہیں بخل کی نفی زیادہ ہو جاتی ہے۔ کسلئے کہ الکنایۃ ابلغ من الصراحۃ فصحاء کا مشہور و مسلم مقولہ ہے۔ اسیطرح بل یداہ مبسوطتان میں اسکا جود مقصود ہے کسلئے کہ عرف میں سخی جو کچھ دیتا ہے ہاتھوں سے دیتا ہے اسلئے فراخدستی ثروت و جود سے کنایہ ہے اور تنگدستی افلاس اور بخل سے اصلی معنی کیطرف ایسے الفاظ میں التفات بھی نہیں ہوا کرتا کیونکہ افلاس اور بخل پر خواہ کیسکے کتنے ہی لمبے چوڑے ہاتھ ہوں کچھ بھی باعث مدح نہیں ہو سکتے +

(۱) خدا نے اپنی ذات و صفات کے بیان میں بھی استعارہ اور کنایہ سے کام لیا ہے کسلئے کہ جس کا نہ کوئی مثل ہو نہ وہ ممکنات کے سلسلہ میں داخل ہو نہ وہ محسوس ہو۔ نہ ادراک خیالی اس تک پہونچ سکتا ہو نہ طائر وہم وہاں تک پرواز کر سکتا ہو۔ اس کی ذات و صفات کی بندوں کے سامنے تصویر کھینچی جائے تو بندے بغیر استعارہ و کنایہ کے سمجھ نہ سکیں الرحمن علی العرش استوی۔ ثم استوی علی العرش و یحمل عرش ربک فوقہم یومئذٍ ثمانیۃ ۝ یہ سب کنایات ہیں۔ ان سے یہ لفظی معنے سمجھ لینا کہ در اصل خدا ایک لکڑی یا سونے کے تخت پر جسکو آٹھ فرشتہ اٹھائے ہوئے ہیں ایسا ہی بیٹھا ہے کہ جسطرح بادشاہ بیٹھے ہوتے ہیں ایک بڑی غلطی ہے کیونکہ ان معنوں کی آیات تنزیہ لیس کمثلہ شیٔ۔ وغیرہا نفی کر رہی ہیں۔

کسلئے کہ ان معنی سے اسکی جسمیت اور جہت اور دیگر مماثلت مخلوق کے ساتھ ثابت ہوتی ہی
جنسے وہ خود اپنی پاکی ظاہر فرماتا ہے۔ پھر یہ معنی لیکر قرآن پر اعتراض کرنا اور بہی غلطی ہے
مفسرین نے جیساکہ امام رازی وصاحب کشاف ہیں ان معنے کا صاف انکار کردیا ہی
بلکہ یہ مراد ہے کہ اسکو اپنی مخلوق پر ایسا قبضہ وتصرف ہے کہ جیسا کسی بادشاہ تخت نشین
کو ہوتا ہے کہ جسکے تخت کو آٹھ نے اُٹھایا ہو۔ ہر تخت کو چار پائے اٹھائے ہوتے ہیں
مگر اسکا تخت اسلئے بہی زیادہ عظیم الشان ہے کہ اسکے آٹھ پائے ہیں بلکہ اوروں کے
تخت کو چار چار شخص اٹھاتے ہیں تو اس کے تخت کو آٹھ۔ آٹھ کے لفظ کا ابہام اس
عظمت کو ثابت کررہا ہے جسمیں آٹھ سو آٹھ ہزار آٹھ لاکھ آٹھ کروڑ آٹھ ارب آٹھ
پدم پھر آٹھ فرشتے یا آٹھ جہات چار سفلی یعنے دنیاوی چار آسمانی سب کیطرف اشارہ ہی دنیا کی
بڑی بڑی بادشاہ کے تخت کا قیام دنیا کی چار جہات مشرق مغرب جنوب شمال۔ کی وسعت
حکومت پر ہوتا ہے۔ مگر اس کے تخت حکومت کا اس سے بہی دوچند جہات پر ہے
اور قیامت کے روز جب وہ تخت عدالت پر جلوس فرمائے گا تو اس شان وشوکت سے
ظہور کرے گا +

اسیطرح ید بمعنی دست۔ وجہہ بمعنی چہرہ ساق بمعنی پنڈلی۔ قبضہ داہنا ہاتھ۔ والارض
قبضتہ والسماء مسطویات بیمینہ یوم یکشف عن ساق۔ ویبقے وجہ ربک۔ سب کنایات اور
استعارات ہیں۔ جنکے معنے اسکی ذات اور اسکا قبضۂ قدرت ہیں +

ف۔ علماء اسلام کے متقدمین نے بہی ان الفاظ کے وہ معنی مراد نہیں لئے ہیں جو اسکی تقدیس کے
خلاف ہوں بلکہ یہ کہدیا ہے کہ ان الفاظ پر ہمارا ایمان ہے یہ متشابہات میں سے ہیں جنکا علم اسیکو
ہے تاویل کی کوئی ضرورت نہیں ان کے جو کچھ معنے علم الٰہی میں ہیں انکا انکار کرنا ممنوع ہے متاخرین
نے جبکہ اوہام عوام خلاف تقدیس لفظی معنے کیطرف جانے لگے تو ان کنایات کے مرادی معنی بیان فرمادیئے
علماء کلام کے محققین اسیطرف گئے ہیں امام رازی وغیرہ ۱۲ منہ

(۲) اسیطرح ملائکہ خصوصاً جبرئیل وغیرہ عالم مجردات کی اشیاء کے حالات بیان کرنے میں بھی استعارات وکنایات کا استعمال ہوا ہے۔ انکے لئے جو دو دو اور تین تین۔ اور چار چار بازو بیان فرمائے ہیں۔ جَاعِلِ الْمَلٰٓئِكَةِ رُسُلًا اُولِيْٓ اَجْنِحَةٍ مَّثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ ط يَزِيْدُ فِي الْخَلْقِ مَا يَشَآءُ۔ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ خود قرینہ رسالت بتا رہا ہے کہ اس سے انکی قوت وسرعت سیر مراد ہے جو پیغام واحکام رسانی اور قضا وقدر کے احکام کی تنفیذ کے لئے ضروری بات ہے اب اس سے یہ سمجھ لینا کہ دراصل وہ چیل۔ کوؤں کی مانند پرند ہیں ان کے چونچ پنجے بھی ہیں اور جبرئیل تو ایک بہت بڑے پرند ہیں جنکے چھہ سو بازو بتائے گئے ہیں ایک صریح غلط فہمی ہے اور اسپر اعتراض اور بھی سفاہت ہے کسی مخالف کو حق نہیں کہ وہ قرآن میں سے استعارہ ومجاز وکنایہ کو نکالکر آپ اپنی طرف سے کوئی معنی اعتراض جمانے کے لئے پیدا کرے۔[۵۱]

(۳) اسیطرح جہاں کہیں قرآن میں تضلیل کا انتساب اپنی ذات مقدسہ کیطرف کیا ہے کہ وہ جسکو چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے اور فلاں کو گمراہ کر دیا۔ اور ان کے دلوںپر مہر کر دی اور ان کی آنکھوںپر پردا ڈالدیا یہ سب مجازات ہیں مسبّب بولکر سبب مراد لئے گئے ہیں کہ خدا جو کل مخلوق جواہر واعراض کا خالق ہے اسنے اسباب ضلالت بھی پیدا کر دئیے جنکو وہ استعمال میں لاکر گمراہ ہوئے اور انکی آنکھوںپر پردے پڑ گئے دلوںپر گمراہی کی

۵۱ فرقہ آریہ کے بانی نے اپنی کتاب ستیارتھ پرکاش وغیرہ میں مجاز وغیرہ تسلیم کر لیا ہے اور وہ کیونکر تسلیم نہ کرتے انہوں نے تو ویدوں کے تمام داغ دھبوں کو تاویلات رکیکہ کے ہی پانی سے دھونا چاہا ہے ان تاویلات کی بنیاد کاش استعارہ کنایہ مجاز پر ہوتی اور وہ ان چیزوں کو جہاں انہوں نے ویدوں کی مطالب کو بدلا ہے دکھاتے اور زبان والوں سے ثابت کر دیتے تو ایک بات تھی مگر وہ ایسا کر نہیں سکتے تھے۔ مخالفوں کا مونہہ بند کرنیکے لئے یہ تو کہدیا کہ سیاق وسباق کے ملانیسے جس کلام کے معنی اس کلام کے ماننے والے بیان کرتے ہوں اسکے خلاف معنی پیدا کرنے کا مخالف کو حق نہیں مگر ان کے مریدوں کو ہے ۱۲ منہ

مہر ہو گئی۔ انکی ان اسباب کو باختیار خود عمل میں لانے کی مذمت بیان کرنے کے لئے ان کے مسبّب ضلالت وغیرہ کو اپنی طرف اسناد کیا۔ اور اسباب ضلالت اس عالم امتحان و اختیار میں پیدا کرنا اس قدوس کے لئے کوئی بھی عیب اور نقص نہیں۔ مجاز کو چھوڑ کر حقیقی معنے لیکر قرآن پر الزام لگانا ایک سخت کوڑ مغزی ہے۔

(۴) اسیطرح احکام سعادت کی ترغیب دلانے کے لئے بھی قرآن میں استعارہ و کنایہ کا استعمال ہوا ہے جیسا کہ من ذا الذی یقرض اللہ قرضاً حسناً۔ واقرضوا اللہ قرضاً حسناً ۰ کہ خدا کو قرض حسن دو۔ قرآن کی دیگر آیات لہ ما فی السماوات والارض۔ واللہ الغنی وانتم الفقراء۔ کہ جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے سب اسکا ہے اور تم فقیر ہو اللہ ہی غنی ہے وللہ خزائن السماوات والارض۔ اور اللہ ہی کے لئے ہیں آسمانوں اور زمین کے خزانے۔ اس معنی حقیقی سے کہ درحقیقت خدا محتاج ہے بندوں سے قرض مانگتا ہے۔ دوگنے چوگنے دینے کا وعدہ کرتا ہے۔ مانع آرہی ہیں اور یہ ایک قرینہ صارفہ ہے۔ بلکہ بندوں کے لئے استحکام اجر کے لئے لفظ قرض سے استعارہ کیا گیا ہے۔ یعنی جیسا کسی معتبر کو قرض دینے میں مع منافع واپس آنے کا اطمینان ہوتا ہے۔ اسیطرح خدا کی راہ میں صرف کرنے پر دنیا اور دار آخرت میں اصل اور نفع کثیر حاصل ہونے کا اطمینان خدا پرست کو دلایا جاتا ہے۔ اس وجہ الشبہ سے لفظ قرض انفقوا کے لئے استعارہ کیا گیا اب اسکے حقیقی معنی پر پھکڑ اڑانا ایک سخت سفیہانہ حرکت ہے۔

(۵) اسیطرح برے اعمال کی جزا کو تہدیداً بر سبیل مشاکلت کبھی انہیں الفاظ سے تعبیر کیا ہے کہ جن سے ان کے اعمال بد تعبیر کئے گئے۔ اور یہ فصیح و بلیغ لوگوں کا عام محاورہ ہے۔ فارسی میں بھی ہے۔ سعدی فرماتے ہیں ؎ بدی را بدی سہل باشد جزا۔ حالانکہ بدی کی جزا بدی نہیں ہوتی مگر بر سبیل مشاکلت اسپر بھی بدی کا لفظ اطلاق ہوا۔ اُردو میں بھی کہتے ہیں بدی کا بدلہ بد ہے قرآن نے بھی اسی بلاغت کی رعایت سے

اعمال بد کی جزا پر انہیں اعمال بد کا اطلاق کیا ہے جیسا کہ مکروا ومکر اللہ واللہ خیر
الماکرین۔ کہ انہوں نے مکر کیا اللہ نے بھی ان سے مکر کیا یعنے مکر کی جزا دی اور اللہ بہت
بڑا مکر کرنیوالا ہے۔ یعنے مکر کی بڑی جزا دینے والا ہے۔ اللہ یستھزئ بہم اللہ بھی انسے
دل لگی کرتا ہے یعنے وہ جو خدا کی باتوں پر تمسخر کرتے ہیں خدا ان کو اُن کے تمسخر کی سزا دے
رہا ہے ویکیدون کیداً واکید کیداً۔ کہ وہ داؤ اور فریب کر رہے ہیں میں بھی انکے
فریبوں کی جزا دے رہا ہوں۔ اب اس استعارہ یا مجاز کو جسمیں صنعت مشاکلت ہے جو
بلغا میں قابل قدر ہے حقیقت پر محمول کر کے۔ قرآن پر الزام لگانا اور قرآنی خدا کو فریبی
مکار مسخرہ کہنا۔ اگر ایک سفاہت نہیں تو اور کیا ہے؟ یہ ہیں فرقہ آریہ کے وہ بڑے
اعتراض جنکو وہ اپنی آبائی تہذیب اور قومی اور ملکی شرافت سے کن کن فحش اور بیہودہ
الفاظ میں اسلام اور قرآن پر وارد کیا کرتے ہیں۔

واضح ہو کہ تصریح چھوڑ کر کنایۃ تعریض کرنے کے چند اسباب ہوتے ہیں (۱) یہ کہ وہاں
تصریح خلاف تہذیب ہوتی ہے اسلئے جماع کو لمس سے تعبیر کیا لامستم النساء
کہ اگر عورت کو چھوؤ یعنے جماع کرو۔ ایسطرح پاخانہ کو غائط سے تعبیر کیا (غائط مکان مطمئن)

ف سیات بھی خدا ہی کے پیدا کئے ہوئے ہیں اور یہ اس کے لئے کوئی عیب نہیں اب جو کوئی نادان
باوجود ممانعت کے سنکھیا کھائے تو اسکی سرکشی کی قباحت بیان کرنے کے لئے یہ کہدینا کہ خدا نے اسکو
کھلا دیا اسکا نوشتہ ازلی اس بدنصیب پر غالب آگیا کوئی عیب نہیں اس سے یہ سمجھ لینا کہ خدا سنکھیا
کھلاتا ہے اور آپ ہی کھانے سے منع بھی کرتا ہے روکنے کے لئے کتابیں اور انبیاء بھی بھیجتا ہے
عجیب بات ہے نہایت بدفہمی ہے اسمیں شبہ نہیں کہ خدا علیم و خبیر ہے اسکو مخلوق کے پیدا کرنے سے پہلے
بھی علم تھا کہ یہ ایسی ہوگی اور ایسا ایسا ظہور میں آئیگا۔ اب اسکا یہ علم ازلی جسکو تقدیر اور نوشتہ کہتے ہیں
بندوں کے اختیار و قدرت کو جسقدر اسنے ان کے افعال ارادیہ کے لئے عطا کیا ہے کچھ بھی منافی
نہیں نہ ان کے اختیار کو باطل کرتا ہے نہ انکی قدرت میں فرق لاتا ہے۔ دنیا میں کتابیں نازل فرمانا۔

ہمارے محاورے میں اگر کوئی یوں کہے کہ ہگنے گیا تو برا معلوم ہوتا ہے برخلاف اس کے
یہ کہنا کہ بیت الخلاء گیا ایک مہذب کلام ہے ان باتوں کی قرآن میں بہت رعایت ہے
اسیطرح حضرت مریم کی عصمت کو پاکدامنی سے تعبیر کیا۔ احصنت فرجہا۔ فرج چاک دامنی
وگریبان یعنے اپنے دامن کو مستحکم و مضبوط رکھا مگر مراد ستر خاص ہے۔ اسیطرح فنفخنا فیہا
من روحنا ہے جس سے مراد یہ ہے کہ جبرئیل نے انکے گریبان میں پھونکدیا تھا ستر خاص
مراد نہیں جسکو نہایت بے تہذیبی تھی۔ (اتقان)۔
(۲) کبھی کسی پردہ پوشی کرنا مقصود ہوتا ہے نام لے دینے میں کسیکا عیب ظاہر ہو جاتا ہے
اسلئے قرآن میں اعداء دین کا نام نہیں لیا گیا صرف ان کے صفات ذمیمہ ذکر فرمائے تاکہ
سمجھنے والے سمجھ جائیں اور ان کی رسوائی نہو کافروں۔ منافقوں سے کنایہ ہی میں خطاب
ہوا ہے اسیلئے مفسرین ان کے نام بتلانے میں مختلف الاقوال ہو جاتے ہیں۔
(۳) کبھی کسیکے صفات حمیدہ کا اظہار مقصود ہوتا ہے اسلئے ان کے صفات حمیدہ ذکر
ہوتے ہیں نام نہیں لیا جاتا جیساکہ دین میں جانبازی کرنے والوں صحابہ و اہل بیت کے
محامد بیان کرنے میں کیا گیا جس سے انصار و مہاجرین مراد ہیں۔
(۴) کبھی تصریح میں مخاطب کی رنجیدگی کا خوف ہوتا ہے اسلئے کنایہ و تعریض سے
کام لیا جاتا ہے جیساکہ مالی لا اعبد الذی فطرنی میں ذکر تو اپنا کیا کہ مجھے کیا ہوا۔ کہ میں
اسکی عبادت نکروں کہ جسنے مجھے بنایا اور مراد اس سے مخاطب ہیں کہ تم کیوں اس کے
عبادت نہیں کرتے جسکی طرف والیہ ترجعون میں اشارہ کر دیا کہ تم سب کو اسکے پاس جانا ہے

بقیہ نوٹ صفحہ (۴۵۲) انبیاء علیہم السلام بھیجا جو اسکی سراسر رحمت ہے بندوں کو خداداد اختیار اور قدرت ہی پر مبنی ہے
پھر جس بات کو کتاب اور نبی بندے کے حق میں بری جانکر منع کرے اور وہ بندہ اوس سے منع ہو جانیکی قدرت بھی رکھتا ہو۔
اور پھر بدنصیب باز نہیں وہی سنکھیا کھائے تو اب اسکی اس سرکشی کو بطور حسرت و افسوس کے یہ کہنا کہ خدا ہی نے اسکو سنکھیا
کھلائی خدا ہی نے اسکی آنکھوں پر پردہ ڈالا بلحاظ اسباب پیدا کرنے کی کوئی بھی عیب نہیں ۱۲ منہ

پھر اس آیت میں اپنر تعریض ہے اتخذ من دونہ الھۃ الا یہ کہ کیا میں خدا کے سوا کوئی اور معبود بنا لوں کہ جو اللہ مجھے ضرر دینا چاہے تو وہ معبود کچھہ کام ہی نہ آسکے یعنی تمنے ایسی چیزونکو معبود بنا رکھا ہے اور اس آیت میں لئن اشرکت لیحبطن عملک الایہ خطاب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کیطرف اور مراد اور لوگ ہیں تاکہ شرک کی قباحت اور اسکے نتیجہ بد سے وہ متاثر ہوں۔

ایسے ہی مواقع پر توریہ و ابہام سے کام لیا جاتا ہے کہ ذو معنی بات کہدیجاتی ہے جیساکہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے بتوں کو توڑ ڈالا اور بڑے بت کو رہنے دیا اور جب قوم نے پوچھا تو کہدیا فعلہ کبیرھم۔ کہ یہ کام ان کے بڑے نے کیا ہے جس سے بڑے بت اور سب سے بڑے خدا تعالی دونوں کیطرف اشارہ ہوسکتا ہے اور اس میں اپنر تعریض تھی کہ ان بتوں سے برتر ایک اور ذات مقدسہ ہے جو اپنر قادر ہے اسکو نہ پوجنا عین حماقت ہے اسیطرح انی سقیم میں بھی توریہ تھا کہ میں بیمار ہوں تمہارے ساتھ نہیں جا سکتا اور یہ بھی کہ تمہاری بیہودہ باتوں سے میرا دل بیمار رہا ہے۔ اسیطرح مصری جبار بادشاہ کے جواب میں اپنی بیوی سارا کو بہن کہنا بھی توریہ تھا کیونکہ وہ ان کے چچا کی بیٹی بھی تھیں۔ اسیطرح آفتاب و ماہتاب کو قوم کے سامنے یہہ کہدینا کہ ہذا ربی۔ یہہ میرا خدا ہے مخاطبوں پر تعریض تھی کہ یہ طلوع و غروب کرنے والی چیز جسکو تم پوجتے ہو (کیونکہ صابی انکو بھی پوجا کرتے تھے) میرا خدا نہیں بلکہ تمہارا معبود ہے جیساکہ ہمارے محاورہ میں کسی حقیر شخص کو کہ جسکو مخاطب بادشاہ خیال کرتا ہو کہا جائے کہ یہ میرا بادشاہ ہے یعنی نہیں۔ یا کوئی بری اپنی بات میں یہ کہے کہ میں ہی خطاوار ہوں یعنے نہیں بلکہ تم خطاوار ہو۔

(۵) یا کسی بات کا کسی مصلحت سے مخفی رکھنا مقصود ہوتا ہے جیساکہ مقطعات قرآنیہ یعنے اوائل سورتوں میں جو حروف مفردات آئے ہیں جیساکہ۔ الم۔ ص۔ ن۔ ق۔ حم۔ وغیرہا ان حروف سے جو مراد ہے اسکو خدا نے کسی مصلحت سے مخفی رکھنا چاہا ہے۔

اور اس کیطرف ان حروف سے اشارہ کردیا ہے۔

فصل

ہر کلام کی بلاغت کے لئے چند ایسے اصول ہیں کہ جنکی رعایت نہ کرنے سے کلام درجہ بلاغت سے دور جا پڑتا ہے ازانجملہ ایجاز و اطناب ہے یعنے حسب موقع کلام کو مختصر اور دراز کرنا۔ اسبات کی قرآن میں وہ رعایت ہے کہ جس کے بڑے بڑے بلیغ و فصیح قائل ہو گئے ہیں۔ ایجاز کلام میں یا تو اختصار مناسب سے ہوتا ہے جیسا کہ اس آیت میں فی القصاص حیوۃ اس موقع پر عرب میں یہ جملہ مشہور تھا۔ اور اسپر وہ فخر کیا کرتے تھے القتل انفی للقتل آیت کے یہ معنی ہیں کہ قصاص میں زندگی ہے۔ قاتل یعنے قتل کے ارادہ کرنے والے کی تو اسلئے کہ وہ قانون قصاص سے ڈر کر قتل سے باز آئے گا۔ اور قصاص میں مارا نہ جائے گا اور جسکو قتل کرنا چاہتا تھا وہ اس قانون کے سبب قتل ہونیسے بچ رہیگا۔ پھر قتل کے رک جانے سے طرفین کے حامیٔ باہمی قتال سے رک جائیں گے۔ اس سے ہزاروں جانیں بچ جائیں گی دوسرے جملہ کے یہ معنی ہیں کہ قتل کو قتل ہی زیادہ تر مٹایا کرتا ہے۔ غور کیجئے کہ دونوں جملوں میں کتنا فرق ہے؟ (۱) تو ہر قتل دوسرے قتل کو نہیں مٹاتا بلکہ بعض مواقع پر تو اور بڑھاتا ہے جیسا کہ قتل ناحق جس سے باہمی خونریزی کے سبب صدہا قتل پیدا ہوتے ہیں (۲) اسمیں حذف نہیں برخلاف مشہور جملہ کے جو بڑا مختصر سمجھا جاتا تھا وہاں قتل کے ساتھ کوئی قید محذوف ماننی پڑتی ہے (۳) آیت مطلب پر وضاحت سے دلالت کرتی ہے برخلاف جملہ مشہورہ کے (۴) اس کے حروف جملہ مشہورہ سے کم ہیں کیونکہ آیت کے حروف ملفوظہ گیارہ اور جملہ کے چودہ ہیں (۵) حیوۃ کی تنوین تعظیم کا فائدہ دے رہی ہے کہ بڑی زندگی ہے

یعنے ایک جماعت کی (۶) آیت میں طرادہے کہ ہر قصاص موجب حیات ہے برخلاف ہر قتل کے (۷) آیت میں الفاظ متکرر نہیں برخلاف جملہ کے کہ اسمیں دوبار قتل کا لفظ آیا (۸) آیت میں مقدر ماننے کی ضرورت نہیں برخلاف جملہ کے کہ اوسمیں من ترکہ مقدر ماننا پڑتا ہے (۹) آیت میں صنعت مطابقت ہے برخلاف جملہ کے صنعت مطابقت دو متضاد چیزونکا ایک کلام میں جمع کرنا جیسا کہ گرم۔ سرد۔ حیوۃ قصاص۔ اور بہی بہت سی خوبیاں ہیں ÷

حذف

دوم ایجاز **حذف** ہے مگر وہ حذف کہ جس سے کلام میں خلل نہ پیدا ہو پہر اس کی بہت سے اقسام ہیں یا تو جملہ **مستقلہ** ہے پہر وہ ایک ہی یا زیادہ پہر یا تو وہ سبب ہے کہ مسبب سے خود سمجہا جا سکتا ہے جیسا کہ اس آیت میں فقلنا اضرب بعصاک الحجر فانفجرت کہ ہمنے موسیٰ کو حکم دیا کہ پانی کے لئے اس پتہر پر اپنا عصے مارو تب اوس پتہر میں سے بارہ چشمے پہوٹ نکلے۔ اس کے سبب کو جو پہلے جملہ سے سمجہا جاتا تہا یہاں محذوف کردیا۔ فضربہ کہ اس پتہر پر عصی مارا۔ اسیطرح یہ آیت ہے کَانَ النَّاسُ اُمَّۃً وَّاحِدَۃً فَبَعَثَ اللّٰہُ النَّبِیّٖنَ مُبَشِّرِیْنَ وَمُنْذِرِیْنَ ۝ کہ ابتدا میں سب لوگ ایک ہی طریق (توحید) پر تہے۔ پہر خدا نے انبیا بہیجے جو نیکوں کو مژدہ دیتے اور بروں کو بدنتیجہ سے ڈراتے تہے۔ انبیا کے بہیجنے کا سبب لوگوں کا باہم اختلاف طریق کرنا پہلے جملہ سے سمجہا جاتا تہا اسلئے فاختلفوا جملہ سببیہ محذوف کردینا بلاغت تہا۔ یا وہ جملہ محذوف سبب ہے کہ مسبب ہے مخاطب کے ذہن میں خود بخود آسکتا ہے اسلئے اسکا حذف کرنا بلاغت ٹہیرا جیسا کہ اس آیت میں لیحق الحق ویبطل الباطل۔ کہ خدا نے حق کو حق اور باطل کو باطل کرنے کے لئے فعل ما فعل ایسا ایسا کیا یہ جملہ مسبب ہے اسکو محذوف کردیا۔ یا سبب و مسبب کے سوا اور کوئی جملہ ہو۔ جو سیاق کلام سے سمجہا جاتا ہو۔ اسکو حذف کردینا جیسا کہ مخصوص بالمدح والذم

فنعم الماہدون یعنی خوب زمین کو بچھانے والے ہیں۔ یعنے ہم وبئس المصیر اور بری جگہ ہے یعنے جہنم یا وہ محذوف کئی جملہ ہیں جو سیاق سے خود بخود سمجھے جاتے ہیں جیسا کہ اس آیت میں انا انبئکم بتاویلہ فارسلون یوسف الایہ کہ شاہ مصر کے ساقی نے قید سے رہا ہوکر جبکہ شاہ مصر نے ایک خواب دیکھا اور اسکی تعبیر سے معبرین عاجز آگئے درباریوں سے یہ کہا کہ اسکی تعبیر میں تمہیں بتاتا ہوں مجھے بھیجو۔ اب اس کے بعد کے یہ جملے محذوف ہیں کہ اسکو بھیجا اور وہ یوسف کو لایا تب یوسف سے کہا۔ یوسف اسے یوسف اسکی تعبیر بتا +

یا وہ محذوف جزء جملہ ہے پھر اسکی بھی کئی قسمیں ہیں یا تو مضاف ہے۔ جیسا کہ واسئل القریہ یہاں القریہ کا مضاف اہل محذوف ہے اے اہل القریہ۔ یا موصوف ہے کقولہ تعالے ومنہم دون ذلک اے من ہو موصوف محذوف ودون ذلک صفت۔ اور کبھی خود صفت محذوف کر دیجاتی ہے جیسا کہ اس آیت میں وکان وداءھم ملکٌ یاخذ کل سفینۃٍ غصبا سفینہ موصوف مذکور اور اس کی صفت صحیحہ یا سالمۃ بقرینہ سابق محذوف کسلئے کہ بادشاہ خراب کشتیاں بیگار میں نہیں پکڑتا تھا جسلئے خضر نے اوس کشتی کو کہ جسمیں سوار تھے تختہ توڑ کر عیب دار کر دیا یا شرط محذوف ہو جیسا کہ تمنی استفہام امر۔ نہی۔ کے بعد ہوا کرتی ہے صرف جزاء کلام میں مذکور ہوتی ہے اسلئے ان کے بعد کا جملہ مجزوم ہوتا ہے اور انکے سوا دیگر مواضع میں بھی شرط محذوف ہوتی ہے کسی قرینہ کے سبب جیسا کہ قل لعبادی الذین امنوا یقیموا الصلوۃ اے ان امنو یقیموا الصلوۃ اسلیئے یقیموا مجزوم آیا۔ شرط کے لئے یہ کچھ ضرور نہیں کہ وہ حصول جزاء کے لئے علت تامہ ہو بلکہ اس پر توقف ہونا کافی ہے۔ ایمان لانا اقامت صلوۃ کے لئے علت تامہ نہیں۔ مگر ایمان پر صحت صلوۃ موقوف ہے +

اور جیسا کہ فاللہ ہو الولی - اسکی شرط ان ارادو ولیا بقرینہ سابق ام اتخذوا من دونہ اولیا محذوف ہے کبھی جواب شرط محذوف ہوتا ہے یا تو محض اختصار کے لئے جیسا کہ اس آیت میں واذا قیل لہم اتقوا ما بین ایدیکم وما خلفکم لعلکم ترحمون - اس شرط اذا قیل کا جواب محذوف ہے اے اعرضوا کہ وہ نہیں مانتے - کیونکہ مابعد کا جملہ وما تاتیہم من آیۃ من آیات ربہم الا کانوا عنہا معرضین - اسپر دلالت کر رہا ہے - یا اسلئے جواب کو حذف کیا جاتا ہے کہ سامع کو معلوم ہو کہ جواب بڑی چیز ہے احاطۂ توصیف میں نہیں آتا جس سے مخاطب کو کبھی ہیبت دلانا کبھی شوق دلانا مقصود ہوتا ہے یا اس کے خیال میں وسعت دلانی مطلوب ہوتی ہے کہ جہاں تک اس کے خیال میں آئے اسکو جز ارسمجھ لے جیسا کہ ان آیات میں ولو تریٰ اذ وقفوا علی النار اس کا جواب لتریٰ امراً فظیعا یعنے اے مخاطب اگر آپ منکروں کو اسوقت دیکھیں کہ جب وہ جہنم کے کنارے کھڑے کئے جائینگے - اسکا جواب یہ ہے کہ بڑی خوفناک حالت دیکھیں گے - ولو تریٰ اذ الظالمون موقوفون عند ربہم - ولو تریٰ اذ المجرمون ناکسوا رؤسہم عند ربہم - رغبات کے نظائر حتے اذا جاؤہا وفتحت ابوابہا - کہ جب اہل جنت بہشت کے پاس آئیں گے اور اس کے دروازے کہولدیئے جائیں گے تو کیا ہوگا؟ اسکا جواب محذوف ہے کہ بڑی بہار ہوگی یا اس قسم کا اور کوئی جملہ ان چیزوں کے سوا اور بہت مواقع میں حذف کرنا حسن بلاغت ہے کبھی مسند حذف کر دیا جاتا ہے - کبھی مسند الیہ کبھی مفعول تاکہ فعل کا اثر عام ہو جائے جیسا کہ لا یعلمون کہ وہ جانتے نہیں - اگر کسی چیز کا نام لیا جاتا تو یہ بات نہ حاصل ہوتی جو حذف میں ہے گویا کچہہ بہی نہیں جانتے - کبھی فعل ہی حذف کر دیا جاتا ہے اسی تعمیم کے لحاظ سے - کبھی حال حذف کر دیا جاتا ہے - کبھی مستثنےٰ اور کبھی مستثنےٰ منہ اور کبھی مضاف الیہ جیسا کہ یا ابن ام اے یا ابن امی اور کبھی قسم کا جواب محذوف کر دیا جاتا ہے - جیسا کہ والفجر ولیال عشر - اور کبھی لما کا جواب محذوف کر دیا جاتا ہے جیسا کہ

فلما اسلما وتلہ للجبین۔ اور کبھی معطوف مع حرف عطف حذف کردیا۔ جاتا ہے جیسا کہ لا یستوی منکم من انفق من قبل الفتح وقاتل وقاتل سے اول بدلالت ما بعد۔ اولئک اعظم درجۃ من الذین انفقوا من بعد مقدر محذوف ہے ومن انفق من بعد کبھی ادات وروابط کسی غرض خاص سے حذف کردینا بلاغت سمجھا جاتا ہے جیسا کہ واختار موسیٰ قومہ اسے من قومہ من کو اسلئے حذف کردیا کہ دراصل موسے کی عمدہ قوم وہی ستر آدمی تھے جنکو پہاڑ پر ساتھ لے گئے تھے۔ باقی قوم بعد میں بچھڑا پوجنے کے سبب اصلی قوم نہ رہی تھی۔ اور بہی مواقع ہیں اختصاراً انہیں پر بس کرتا ہوں ✢

مفسرین اپنی تفاسیر میں توضیح کے لئے اس قسم کے محذوفات ظاہر کیا کرتے ہیں۔ جلال الدین سیوطی کی تفسیر جلالین زیادہ تر اسی فن محذوفات کے اظہار کو حاوی ہے ✢

معاندین ان محذوفات کو وکہا کر قرآن پر عیب لگایا کرتے ہیں کہ دیکھو اسمقام پر یوں کہنا چاہیئے تھا ✢

واضح ہو کہ اطناب کی بحث بڑی طویل بحث ہے اسیطرح دیگر ابواب بلاغت میں فصل وصل انشار۔ جر۔ اسناد۔ حصر۔ وغیرہ جہاں قرآن نے اعجاز دکہایا ہے اگر میں انمیں سے تہوڑا تہوڑا بیان بھی کروں تو میری یہ کتاب مقصود سے نکلکر خاص ایک فن اعجاز کی کتاب ہوجاوے ✢

فائدہ جلیلہ

فصیح و بلیغ کے مسلسل اور منتظم کلام کے جملے آپسمیں ایسے مربوط ہوتے ہیں کہ جیسا لڑی کے موتی۔ اور پہلا جملہ آنے والے جملہ کی خود خبر دیدیا کرتا ہے کہ اس کے بعد یوں کہا جائیگا یہ بات جسکو سخن فہمی کا سلیقہ ہے بہت عمدہ طرح سے سمجھ سکتا ہے اسیلئے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم قرآن کے بعض آیات سناتے یا کاتبوں سے لکھواتے تھے

فائدہ جلیلہ

ہنوز آپ نے اگلا جملہ زبان سے نہیں نکالا ہے کہ سامع نے پہلے سے پڑھ دیا۔ اور آپ نے اسکو لکھوا دیا۔ اس سے بعض کوڑ مغزوں کو یہ بدگمانی پیدا ہوئی کہ یہ وحی اور منزل من اللہ کیا ہے یہ تو جو کچھ پہلے سے ہم کہہ دیتے ہیں اسکو ہی وحی اور منزل جانکر مصحف میں لکھوا دیتے ہیں چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک کاتب اسی خیال سے مرتد ہوکر شام میں بنی غسان نصاریٰ کے پاس چلا گیا اور دعوے کرنے لگا کہ محمدؐ کے قرآن جیسا تو میں بھی بنا سکتا ہوں اور اسی معارضہ کی امید سے شاہ غسانی نے اسکو بہت لالچ دیکر بلوایا بھی تھا مگر جب اوس سے وہاں کہا گیا کہ لو اب کچھ بناؤ تو کچھ بھی نہ بنا سکا بات تو در اصل کچھ اور ہی تھی بارہا قصد کیا طبیعت پر زور ڈالا مگر کچھ بھی نہو سکا اسپر غسانی بادشاہ نے اسکو بُری حالت سے نکلوا دیا۔

لیکن اسکے ہم مشرب مشتری جو باوجود عربیت دانی کے یہاں تک کہ بعض کی تو عربی زبان مادری ہوتی تھی جیساکہ بیروت شام کے فصیح و بلیغ عیسائی مقابلہ میں تو آجتک دس جملونکو بھی جمع و تالیف کی جرأت نکر سکے۔ مگر لوگوں کے دلوں میں شبہ ڈالنے کے لئے اس بات کو ضرور پیش کر دیا کرتے ہیں کہ فلاں فلاں جملے فلاں فلاں اشخاص کی زبان کے نکلے ہوئے ہیں جو قرآن میں شامل ہیں۔ واللہ الہادی +

فصل (۱۱)

ہمنے مجاز اور اس کے علاقات کا مختصراً بیان کر دیا ہے۔ مگر اس فصل میں اس کی قدرے تشریح کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے تاکہ معلوم ہو کہ قرآن میں برعایت حسن کلام و بلحاظ محاورہ کسطرح مجاز کا استعمال ہوا ہے اس فن میں امام عزالدین بن عبدالسلام نے ایک کتاب لکھی ہے جسکا خلاصہ جلال سیوطی نے کیا اور اسکا مجاز الفرسان الی مجاز القرآن رکھا ہے +

مجاز کی دو قسم ہیں (۱) ترکیب کلام میں مجاز ہو اسکو مجاز الاسناد و مجاز عقلی کہتے ہیں۔ اور علاقہ ملابست ہوتا ہے اور وہ یہ ہے کہ ایک فعل یا شبہ فعل کو کسی لگاؤ کے سبب سے جس وہ سرزد ہوا ہو اسکیطرف اسناد کر دیا جاوے اور اسکی چار قسم ہیں اول یہ کہ دونوں طرف تو معنی حقیقی میں مستعمل ہوں صرف اسناد میں مجاز ہو جیسا کہ اذا تلیت علیہم آیاتہ زادتہم ایمانا زیادہ کرنا جو اللہ کا فعل تہا آیات کیطرف سببیت کے علاقہ سے نسبت کر دیا گیا۔ یذبح ابناءہم حالانکہ اسرائیلوں کے بیٹے فرعون کے نوکر ذبح کیا کرتے تہے لیکن فرعون حکم دینے والا تہا اسلئے یذبح میں فرعون کیطرف اسناد ہوا۔ واخرجت الارض اثقالہا۔ وبلغت القلوب الحناجر زمین کیا اپنا ثقل باہر کریگی بلکہ خدا اور دل کیا گلوں تک پہنچیں گے بلکہ خدا پہنچاتا ہے۔ اور ہمیں خوف و دہشت سے استعارہ بہی ہے جیسا کہ ہماری محاورہ میں کہتے ہیں ناک میں دم آگیا (دوئم) یہ کہ دونوں طرف بہی مجازی معنی میں مستعمل ہوں مسند اور مسند الیہ یہ دو طرف ہیں جیسا کہ فما ربحت تجارتہم ربح اور تجارت بہی مجازی معنی میں مستعمل ہیں۔ اور استعارہ بہی مجازی ہے (سوئم) یہ کہ اسناد بہی مجازی ہو اور مسند بہی مجازی معنی میں مستعمل ہو۔ (چہارم) یہ کہ اسناد تو مجازی ہو اور مسند الیہ ہی مجازی معنی میں مستعمل ہو۔ ان دونوں قسموں کے نظائر بہت ہیں انہا لظی نزاعۃ للشوی تدعوا من ادبر و تولی۔ آگ کی طرف بلانے کا اسناد مجازی ہے۔ حتی تضع الحرب اوزارہا۔ لڑائی کی طرف ہتیاروں کا رکھدینا اسناد مجازی ہے (۲) مجاز مفرد۔ اس کی کئی قسم ہیں اور اسکو مجاز لغوی ہی کہتے ہیں۔

اول حذف جس کے نظائر ہم ذکر کر چکے ہیں۔ بعض علما اس کو مجاز سے خارج سمجھتے ہیں **دوئم**۔ ایک اسم کا دوسرے اسم کیجگہ استعمال ہونا۔ **سوئم**۔ فعل یا شبہ فعل کا دوسرے معنی میں استعمال ہونا اور اسکی جگہ دوسرا فعل یا شبہ فعل (اسم فاعل اسم مفعول صفت مشبہ وغیرہ) کا آنا **چہارم** حروف میں مجاز ہونا ایک کی جگہ دوسرا آنا۔ پہر آگے ہر ایک کی بہت قسمیں ہیں۔ فعل کی مثال اہذا الذی یذکر آلہتکم کہنا یہ تہا کہ کیا یہی ہے جو تمہارے معبودوں کو گالیاں دیا کرتا ہے لیکن بجگہ تہذیب

کے طور پر بند کر لایا گیا ثقلت فی السماوات والارض اصل حفیت تہا۔ شبہ فعل میں مجاز کی نظائر فظلت اعناقہم لہا خاضعین کہ اس حادثہ کے سامنے ان کی گردنیں جہک گئیں۔ کہنا چاہیے تہا خاضعات کیونکہ اعناق مونث ہے مگر جبکہ اعناق سے مراد جزء بولکر کل مراد لینے کے قاعدہ پر خود وہ لوگ مراد لیئے گئے۔ تو ان کے لیئے خاضعین جمع مذکر کا صیغہ لانا ہی بلاغت تہا۔ اسیطرح مریم کی نسبت من القانتین فرمایا ان کا صفات مرادنہ سے مردوں میں شمار کرکے۔ حروف میں مجاز اکثر تضمین کے لحاظ سے ہوتا ہے کہ ایک لفظ میں دوسرے لفظ کے معنی ضمناً لیکر جو روابط وصلات اس ضمنی معنے کے لیئے آتے ہیں اس بات کے جتلانے کے لیئے کہ اس میں یہ معنے لیئے گئے ہیں وہی استعمال کرنا جس کے نظائر یہ ہیں فلما تجلی ربہ للجبل اے علی الجبل علے کیجگہ لام آیا۔ ہم لہا سابقون اے الیہا۔ الی کیجگہ لام کا استعمال ہوا لاصلبنکم فی جذوع النخل ای علے جذوع النخل علی کیجگہ فی آیا سیں وانی الارض اے علے الارض علی کیجگہ فی آیا السماء منفطر بہ اے فیہ۔ مستکبرین بہ اے عنہ +

اسیطرح مظہر کیجگہ مضمر۔ حاضر کیجگہ غائب کا صیغہ متکلم کیجگہ غائب کا صیغہ لانا جو صنعت التفات میں ہوا کرتا ہے مجاز ہے جو معنی میں نمک پیدا کر دیتا ہے اور انہیں مواضع پر فصاحت وبلاغت کی تمیز کیجاتی ہے۔ اسیطرح مستقبل کو یقینی الثبوت ہونے کے سبب بلفظ ماضی تعبیر کرنا قرآن میں آئیوالے واقعات کو اس لحاظ سے ماضی کے صیغوں سے تعبیر کیا ہے۔ جیسا کہ وسیق الذین کفروا الی جہنم کہ کافر جہنم کیطرف ہانکے گئے یعنے ہانکے جائیں گے۔ اسیطرح کسی شے پر قابض ہونیکو اسکی چوٹی پکڑ لینے سے تعبیر کرنا جیسا کہ من دابۃ فی الارض الا ہو اخذ بناصیتہا کہ کوئی چیز زمین پر چلنے والی ایسی نہیں کہ جسکی خدا نے چوٹی نہ پکڑ رکہی ہو۔ اسیطرح کسیکی حسرتناک حالت کو اس سے تعبیر کرنا کہ اسپر نہ آسمان رویا نہ زمین نے آنسو بہائے فما بکت علیہم السماء والارض اور کبہی قبیح حالت کہ جملہ دعائیہ یعنے بددعا سے تعبیر کرنا قتل الانسان ما اکفرہ۔

مارا جائے انسان کیا ہی ناشکرا ہے۔ تبت یدا ابی لہب ابی لہب کے دونوں ہاتھ ٹوٹ جائیں کہیں غیر مخاطب کو مخاطب بنا لیا جاتا ہے جیسا کہ گذشتہ واقعات میں تہدید کے لئے موجودہ بنی اسرائیل سے خطاب کیا گیا ہے اور کبھی ایک غیر محسوس امر کو یقینی ثابت کرنے کے لئے محسوس قرار دیکر مخاطب سے اوسپر توجہ نکرنے کی بابت معاینہ کیا جاتا ہے جیسا کہ اولم یر الذین کفروا ان السماوات والارض کانتا رتقا ففتقناہما کہ کیا کافر اسبات کیطرف نہیں دیکھتے کہ آسمان و زمین بند تھے ہمنے ان کو کھولدیا ہے اور کبھی یقینی بات کو مخاطب کے علم ظنی اور تخمینی کے موافق تخمینی ہی کلمات سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ کیونکہ بات تو کچھہ اور کہنی ہے اگر اول اسی میں تحقیقاً کلام ہو تو اصلی بات رہجائے۔ مخاطب اسی میں اوجہنے لگے جیسا کہ ماتہ الف اور یزیدون کہ یونس کو ہمنے نینوا کیطرف جہاں لاکہہ یا اس سے بھی زیادہ آدمی تھے کیونکہ شہروں کی مردم شماری اوس عہد میں یقینی نہ تھی اور مخاطبین کو انکی تعداد میں اختلاف بھی تہا۔ گو خدائے علیم کو انکی تعداد کا علم حقیقی تہا۔ اسیطرح خلق الموت والحیوٰۃ لیبلوکم ایکم احسن عملاً۔ آزمائش کا لفظ ایسے مواقع پر استعمال کرنا مخاطبین کے خیال پر ہے۔ کیونکہ ان کو بعد الوقوع علم ہوتا ہے ورنہ خدا کو تو قبل الوقوع بھی ویسا ہی علم ہے کہ جیسا بعد الوقوع ہوتا ہے۔ اسیطرح فاتوا بالتورٰۃ فاتلوہا کہ اگر سچے ہو تو توریت لاکر پڑھو تو سہی اس میں بھی ان کے زعم پر کلام ہے کہ جبکو تم توریت سمجھتے ہو اسکو لاؤ تو سہی اسکے مطابق تم ملزم ٹھہرتے ہو یہ سب مجاز و استعارہ ہے جو فصحاء و بلغاء کے کلام میں ہوا کرتا ہے +

معاند ان مواقع پر اعتراض کرے یا ان سے اپنے مطلب پر استدلال کرے اسکی غلط فہمی ہے +

فصل (۱۲)

فوائد

(۱) قرآن کا طریق استدلال مطالب پر ایسا ہی سہل الماخذ ہے کہ جسکو ایک بڑے سے بڑا حکیم اور ایک جاہل اونٹ بکریاں چرانے والا دونوں سمجھ سکتے ہیں۔ اور ہر ایک اپنے اپنے فہم و مذاق کے بموجب اس دلیل سے مستفید ہو سکتا ہے۔ اگر خاص حکیمانہ ہی طریق پر استدلال بیان ہوتے تو عوام مستفید نہوتے مثلاً کتاب الٰہی کا پہلا فرض منصب یہ ہے کہ وہ خدا کے وجود اور اس کے صفات کا کسی دلیل سے ثبوت پیش کرے کسلیئے کہ انسان جو محسوسات کے ادراک کا خوگر ہے وہ غیر محسوس وجود کا مشکل سے قائل ہوتا ہے یہاں تک کہ جو علوم حسیہ کے بلند ترین مقامات پر بھی جا بیٹھے ہیں اور وہ بڑے بڑے حکیم و فلاسفر بھی کہلاتے ہیں اور محسوسات میں انہوں نے حیرت انگیز اختراع بھی کیئے ہیں لیکن بعض کیا بلکہ آجکل تو اکثر اوسی ابتدائی حالت خام کاری میں پڑے ہوئے ہیں وہ غیر محسوس موجودات کا انکار کرتے ہیں جسمیں خدا تعالیٰ اور ارواح و ملائکہ سب آگئے۔ جہاں تک ہمارے سامنے مذہبی کتابیں موجود ہیں جنکو ان کے معتقد الہامی اور کلام الٰہی کہتے ہیں ان سب کو اول سے لیکر آخر تک دیکھ جائیں کہیں بھی ایک دلیل ایسی نہ ملے گی جو خدا کے وجود کو ثابت کر سکے۔ ہاں یہ ملیگا کہ خدا موجود ہے وہ وحدہ لاشریک ہے اسکی عبادت کرو اسکو مانو اس سے محبت کرو۔ مگر یہ سب دعاوی ہیں منکر کتاب و الہام کے سامنے جو موجودات کا دائرہ محسوسات ہی تک محدود مانتا ہے حجت اور تسلی بخش نہیں ہو سکتے برخلاف سب کے قرآن نے سب سے اول سورۃ کے اول ہی جملہ میں سب سے اول اسی بات کو ثابت کر دیا ہے۔ الحمد للہ رب العالمین کہ سب خوبیں اور ہر طرح کی

ستائش اللہ ہی کے لئے ہے اور اللہ ہے کون؟ رب العالمین اب عالم کے جملہ انواع و اصناف پر ایک نظر ڈالجائے عالم سفلی سے لیکر عالم علوی تک۔ عالم انسان عالم حیوانات۔ عالم نباتات عالم جمادات عالم عناصر۔ عالم افلاک۔ علم سیارات و نیرات ان میں سے کوئی چیز بھی ایسی نہیں کہ جو اسکے فیض تربیت اور پرورش سے خالی ہو سب سے اول انسان اپنے حالات کو غور کرے کہ نطفہ کو تدریجاً کس کمال تک پہونچایا جاتا ہے۔ آخر وہ ایک انسان کامل ہو جاتا ہے۔ نیرات کی سب باتوں کو جانے دیجئے ان کی مجموعی رفتار کو دیکھئے کہ کس انداز پر ہے کہ ایک دوسرے سے ٹکرا نہیں جاتا نہ یہ ان کے مادہ کا فعل ہے نہ انکی طبیعت کا کسلئے کہ کہ یہ دونوں چیزیں مدرک اور صاحب شعور نہیں پھر ان کے جسقدر افعال تسلیم کئے جائیں انہیں کے اجسام تک محدود ہیں دوسرے جسم میں ایک طبیعت اور مادہ کا فعل ارادی پہونچنا حیطۂ امکان سے باہر ہے ✤

اب اس دلیل سے عوام بھی مستفید ہو سکتے ہیں کہ ان کو سب سے بالاتر ایک ایسا وجود دکھا دیا جو انکی پرورش کر رہا ہے اور ایک حکیم بھی اسکو منطق کے قاعدہ پر برہان بنا کر اطمینان کر سکتا ہے کہ عالم مربوب ہے اور جو مربوب ہے اسکے لئے ایک مربی ہے نتیجہ نکلا کہ عالم کیلئے ایک مربی ہے اور وہی خدا ہے۔ اور اس سے عالم کو حادث بھی ثابت کر سکتا ہے کہ عالم موثر سے مستغنی نہیں۔ (کیونکہ مربوب ہے) اور جو موثر سے مستغنی نہیں وہ حادث ہے نتیجہ نکلا کہ عالم حادث ہے اور جب حادث ہے تو اسکے لئے کوئی محدث بھی ہے اور وہی خدا ہے دنیا میں بہت سی قومیں جو گمراہ ہوئیں انکا اول مزلۃ الاقدام یہی ہے کہ انہوں نے عالم کو خدا کا کسی بات میں محتاج نہیں سمجھا یہ گمان خدا کے وجود کا بطلان کرتا ہے پھر جسکسی نے کچھ ترقی بھی کی اور وہ خدا کے قائل بھی ہوئے تو ایک بیکار خدا کے جس کا عالم پر کچھ بھی اختیار و تصرف نہیں جیسا کہ فرقہ جینی اور آریہ وغیرہ کا گمان ہے۔ پھر جب وہ مربی و محدث ہے تو قدرت رحم وغیرہ جملہ صفات بھی تسلیم کرنی پڑیں

سلہ اسی غلطی سے بہت حکماء عالم کو قدیم مان گئے اور بہت سے خدا کا انکار کر دیا ۱۲ منہ

اسیطرح احکام کے بیان میں بھی ایک ایسا سہل اور موثر طریق اختیار کیا ہے کہ جس سے
بندوں کے دلوں پر اثر ہو اور وہ تعمیل کے لئے آمادہ ہو جائیں اسلئے کہیں تو اپنی ذات و
صفات کے اثبات کے بعد بیان کیا ہے۔ تاکہ آمر کی شان مشقت عمل پر آمادہ کرے کبھی
حشر و دار آخرت سے ملاکر تاکہ عمل کے نتائج اسکو عمل پر محرک ہوں اور نافرمانی کے بُرے
نتائج نافرمانی سے باز رکھیں اور کہیں نیک و بد لوگوں کے واقعات کے بیان کے ساتھ تاکہ
ان کو بھی رغبت اور نافرمانی سے نفرت ہو پھر سب کو ایک باب یا ایک فصل میں ترتیب جمع
نہیں کر دیا۔ بلکہ انہیں شیر ینیوں کیساتھ اس دوار کو ایک جگہ نہیں بلکہ متعدد جگہ ملا دیا ہے۔
پھر ایک عنوان سے نہیں بلکہ مختلف عنوان سے پھر ایکبار نہیں بلکہ بتدریج حکم دیا ہے
منصف سمجھ سکتا ہے کہ اس بیان میں اور لوگوں کے معمولی بیان احکام میں جو فصلوں اور
بابوں میں مذکور ہوتے ہیں۔ کتنا فرق ہے۔ اسکا نظیر بھی کتب مذہبیہ میں نہیں پایا جاتا۔
(۳) قرآن اکثر مطالب کو مع دلیل بیان فرماتا ہے اور کبھی مخاطبین کے عرف اور مذاق
کے موافق اسکی صداقت پر قسم کھاتا ہے۔ عرب کے مذاق پر کسی مضمون کی بابت قسم کھانا
باعث اعتبار ہوتا تھا یہ بات ملکی مذاق سے تعلق رکھتی ہے اسکے ثبوت کے لئے براہین
و دلائل کی ضرورت نہیں مگر اس قسم کے کھانے میں بھی کمال کیا ہے۔ اس کمال کی تشریح سے
پہلے یہ چند باتیں معلوم کر لینی ضرور ہیں +

اول یہ کہ قسم میں کئی چیزیں ہوتی ہیں اول آلات قسم یعنے وہ حروف جو زبان عرب میں قسم
کے لئے مخصوص ہیں جیساکہ و۔ ت۔ ب۔ واللہ۔ تاللہ۔ باللہ ان حروف کی جدا جدا
خصوصیات ہیں کہیں صاف لفظ قسم ہوتا ہے۔ اور کبھی لا کے ساتھ آتا ہے لا اقسم سا و
کہیں جملہ پر لام لاکر قسم کھائی جاتی ہے جیساکہ لعمرک۔ انہم لفی سکرتہم یعمہون کہ اے نبی
آپ کی حیات کی قسم وہ اپنے نشہ میں اندھے ہو رہے ہیں۔ دوئم مقسم بہ کہ جس کی قسم
کھائی جاتی ہے۔ سوئم مقسم علیہ کہ جس بات پر قسم کھائی جاتی ہے +

دوئم یہ کہ مقسم بہ میں کوئی نہ کوئی بات ہونی چاہیئے جسکی قسم کھائی جاتی ہے اور وہ بات یہی تو مقسم بہ کی عزت و عظمت ہوتی ہے جیساکہ ہمارے عرف میں خدا یا کعبہ یا قرآن کی قسم انکی عزت وحرمت کے سبب کھائی جاتی ہے۔ اکثر لوگ ایسی چیزوں کی اسی خیال سے قسم کھایا کرتے ہیں بُت پرست اپنے معبودوں کی قسم اسلئے کھاتے تھے اور یہی وجہ ہے کہ اسلام نے غیر اللہ کی قسم کھانے سے منع کردیا۔ حدیث میں آیا ہے کہ جو تم میں سے کوئی قسم کھائے تو اللہ کی قسم کھائے ورنہ خاموش رہے تاکہ بتوں کی عظمت نہ قائم ہو۔ مگر خدا اور بندوں کی حالت جداگانہ ہے۔ یہ حکم خدا کے لئے نہیں ہے وہ اپنی مخلوق میں سے جسکو چاہے عزت واحترام دیسکتا ہے۔ اُس سے خدا مشرک نہیں ہوسکتا اور کبھی اسکی محبت ہوتی ہے جیساکوئی اپنی اولاد کی قسم کھائے۔ کوئی اپنی اولاد کو معبود یا قابل تعظیم سمجھکر قسم نہیں کھاتا ایساہی اپنی آنکھوں یا سر کی قسم ہے۔ کبھی اسکی کوئی ذاتی خوبی ہوتی ہے کبھی اسمیں منافع ہونے کے سبب قسم کھائی جاتی ہے جیساکہ اپنے گھوڑے یا دیگر کارآمد اشیاء کی قسم کبھی وہ مقسم بہ قدرت کاملہ کا ظاہر نمونہ ہوتا ہے۔ جیساکہ آسمان آفتاب ستارے وغیرہ۔

(سوئم) مقسم علیہ کوئی شاندار بات ہوتی ہے ورنہ معمولی بات پر قسم کھانا ایک لغو بات سمجھی جاتی ہے قرآن نے جن چیزوں پر قسم کھائی ہیں وہ یہ امور مہتم بالشان ہیں قرآن نے اصول ایمان پر قسم کھائی ہے جنکا اعتقاد کرنا مخلوق پر واجب ہے (۱) کبھی توحید پر (۲) کبھی قرآن کے حق ہونے پر (۳) کبھی رسول کے برحق ہونے پر (۴) کبھی جزار کے برحق ہونے اور وعدہ وعید پر (۵) کبھی انسان کی حالت پر کہ وہ اپنے رب کا ناشکر ہے اور یہ کہ وہ بغیر ایمان اور عمل صالح خسارہ میں ہے اور یہ کہ انسان کا اعمال میں اختلاف ہے کوئی کسی بات کو موجب نجات سمجھ رہا ہے کوئی کسیکو۔ اسکا فیصلہ کتاب اللہ ہی کرسکتی ہے ؂

قرآن - میں اللہ تعالےٰ نے جن چیزوں کی قسم کھائی ہے وہ تین ہیں **اول** اپنی ذات مقدسہ کی سات جگہ پر اس قسم میں عظمت وجلال ملحوظ ہے **دوم** اپنے افعال مقدسہ کی قسم کھائی ہے جیسا کہ نفس وما سوٰہا - یہاں بھی عظمت وجلال ملحوظ ہے **سوم** اپنی مخلوق کی تین - زیتون - صافات - ذاریات - قلم شمس - قمر لیل نہار مواقع النجوم وغیرہ ان سب امور میں علماء کے دو قول ہیں **اول** یہ کہ ان کے اول لفظ رب محذوف ہے یعنی ان مفید اور آیات قدرت کے رب کی قسم - اس تقدیر پر یہ قسمیں بھی اپنی ہی ذات کی قسمیں ہوئیں - مآل کار تمام قسموں کا اپنی ذات کی قسمیں ہیں یا صفات - یعنی اپنے افعال کی صرف ایک جگہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات پاک کی قسم آپ کی محبت اور عزت کے ظاہر کرنے کو کھائی ہے - **دوم** یہ کہ مخلوقات مذکور کی قسم کھائی ہے - اس تقدیر پر معترض دو اعتراض کیا کرتے ہیں - **اول اعتراض** یہ کہ خدا کو قسمیں کھانے کی کیا ضرورت ؟ قرآن کے ماننے والے تو بغیر قسم کے بھی تصدیق کرتے تھے منکر قسموں کا بھی کیا اعتبار کرتے ہوں گے اور نیز بار بار قسمیں کھانا شان کبریائی - بلکہ شانِ بادشاہی سے بھی بعید ہے اسکا **جواب** یہ ہے کہ عرب کی عادت کے موافق کلام ہے - اور نیز اس قسم کے کلام کو موکد جانتے تھے جیسا اِنّ اور لام اور جملہ اسمیہ میں تاکید وتقویت ہوتی ہے اس سے بھی زیادہ کلام قسمی میں ہوتی ہے یہ ایک زبان کا محاورہ ہے اور نیز ان کے نزدیک ایسے کلام سے دل پر صداقت کا اثر پڑتا تھا اسلئے صدہا ایمان لے آئے اور ماننے والوں کے ایمان کو ایسے کلام سے اور زیادہ تقویت ہوتی ہے - بے ضرورت قسمیں کھانا ضرور شان کبریائی کے خلاف ہے مگر ضرورت پر نہیں قسم پر کیا موقوف ہے شان بادشاہی کے خلاف تو بار بار حکم دینا بار بار ایلچی بھیجنا اور کمتر درجہ کے لوگوں سے کلام کرنا بھی خلاف ہے - مگر اوس رحیم وکریم کی شان کے خلاف نہیں اسلئے

اسنے کتابیں الہام کیں۔ ایک دو جزر کی نہیں بلکہ بڑی بڑی اور اپنی مخلوق کو مخاطب ہی بنایا یکے بعد دیگر انبیا ہی بھیجے **دوسرا اعتراض** یہ کرتے ہیں کہ انجیر اور زیتون کا درخت اور گھوڑے وغیرہ ادنے مخلوق کی قسم کہانا شان کبریائی سے بعید ہے۔ جو کوئی جسکی قسم کھاتا ہے اسکو واجب الاحترام ہی سمجھتا ہے پھر کیا یہ چیزیں خدا کے نزدیک واجب التعظیم نہیں! اسکا **جواب** یہ ہے کہ قسم میں یہ کوئی ضرور نہیں کہ وہ شے اسکے نزدیک واجب التعظیم ہی ہو۔ بلکہ مخاطب کے نزدیک واجب التعظیم ہونا ہی کافی ہے۔ اور عرب کے نزدیک تو ان چیزوں میں سے بہت تو واجب الاحترام تہیں اور محبت تو سب ہی سے تھی اور یہ بھی نہو تو اسقدر بھی کافی ہے کہ وہ شے کثیر النفع یا آیت قدرت ہونیکے سبب بھی ایسی ہو کہ اوس کی قسم کہائی جائے اس لحاظ سے کہ مخلوق کی خوبی اور کمال اسکے خالق کی خوبی اور کمال ہے ان چیزوں کی قسم کہانا گویا اپنے ہی کمال و قدرت کی قسم کھانا ہے اسی نکتہ سے اول گروہ نے لفظ رب محذوف مانا ہے رہی قسموں کی کثرت وہ مجموعہ قرآن سے خیال کیجا سکتی ہے ایک سورہ یا آیت میں نہیں جو مذموم ہو۔ اسقدر طول طویل کلام میں جدا گانہ چند قسمیں کثرت پر محمول نہیں ہوسکتیں ۔!۔

ان قسموں میں جو کچھ کمال ہے اسکو مفصلاً تو علامہ ابن قیم جوزیہ نے اپنی کتاب تبیان فی اقسام القرآن۔ میں بیان کیا ہے جو خاص اسی فن میں تصنیف فرمائی ہے مگر مختصراً یہ ہے کہ جہاں جس چیز کی جس مضمون کے لیئے قسم کہائی ہے اوس چیز کو اوس مضمون سے نہایت مناسبت ہے پھر جن حروف اور جملوں لئے وہ قسم ہے وہ جواب قسم کے لئے نہایت ہی موزوں ہیں۔ پھر جن جن مواقع پر جواب قسم یعنے مقسم علیہ کو مذکور کیا ہے وہاں مذکور کرنا کیا ہی لطف دے رہا ہے اور جہاں بدلالت قسم حذف کیا ہو وہاں حذف ایک نیا لطف پیدا کر رہا ہے

اس مختصر میں اسکی تشریح کی گنجائش نہیں لہذا اسیقدر پر بس کرتا ہوں واللہ الہادی۔

فصل

نسخ کے لغوی معنی کسی چیز کا دوسری چیز سے مٹا دینا۔ یا بدل دینا۔ کہتے ہیں۔

نسخت الریح آثار القوم اذا عدمت و نسخت الشمس الظل اذا اعدم (کبیر)

اسلام کا دعویٰ ہے کہ قرآن میں احکام کی بابت نسخ ہوا ہے۔ **مخالفین اسلام** نے بے سمجھے بوجھے غل مچا دیا اور سب سے بڑا اعتراض اسلام پر اسیکو قرار دیدیا۔ کہ اس سے خدا کی تقدیس میں فرق لازم آتا ہے۔ کیا اسکو پہلے سے معلوم نہ تہا جو بعد میں اسکی اصلاح کی۔ اور مسلمان کہتے ہیں کہ کتب سابقہ توریت انجیل وغیرہ قرآن نے منسوخ کردیں بہلا کبھی آسمانی احکام اور علوم جو انبیاء علیہم السلام کی معرفت الہام ہوئے منسوخ ہوسکتے ہیں؟ حضرت مسیح علیہ السلام تو فرماتے ہیں کہ آسمان و زمین ٹل جائینگے مگر توریت کا ایک نقطہ بھی نہ ٹلیگا اور میں توریت کی تکمیل کرنے آیا ہوں۔ نہ کہ مٹانے مگر یہ نبی عربی سب کو مٹانے آئے ہیں؟ یہ دو اعتراض ہیں اول میں تو آریہ وغیرہ سب شریک ہیں اور اسکو بڑے طعن آمیز الفاظ میں بیان کرتے ہیں۔ دوسرا اعتراض خاص عیسائیوں کا ہے وہ بھی اسکو بڑی طول وطویل تقریر میں نہایت زور دیکہ بیان کیا کرتے ہیں۔

اول اعتراض کا جواب یہ ہے کہ معترض نے ابتک نسخ اور بدا میں امتیاز نہیں کیا بدا اسکو کہتے ہیں کہ کوئی بات پہلے معلوم نہو بعد میں معلوم ہوجائے۔ البتہ یہ بات شان تقدیس کے خلاف ہے اسکے مسلمان ہرگز قائل نہیں برخلاف نسخ کے کہ اوسمیں اول سے علم ہوتا ہے مثلاً معلوم ہے کہ بالفعل مریض کو

نسخ کی بحث

اول اعتراض کا جواب

یہ نسخہ مفید ہے اور بعد میں حسب مرض اور حسب مصلحت اسمیں یہ تغیر کیا جاویگا۔ اس سے حکیم کی حذاقت اور علم میں کوئی فرق نہیں لازم آتا۔ اگر کوئی حکیم کسی مریض کے لئے مصلحت وقت اور مناسب مرض خیال کر کے کوئی نسخہ تجویز کرے اور بعد میں مرض اور مصلحت وقت بدل جانے پر بھی وہ اس نسخہ کو استعمال کرے اور اسمیں تبدیل نکرے تو یہ اوسکے لئے عیب نہوگا۔ ایسا فعل جاہل کر سکتا ہے کہ اسکو کہیں سے کوئی پرانا نسخہ ہاتھ آگیا اور وہ نہ زمانہ کی حالت کا خیال کرتا ہے نہ مریض کی حالت کو دیکھتا ہے ہر موقع پر اسکو تجویز کرتا ہے +

زمانہ کی رفتار اور اسکے تغیرات کا کوئی انکار نہیں کر سکتا۔ کیا اوس قوم اور ملک کے لئے وہ قوانین جو انکی جاہلیت اور سرکشی میں تجویز ہوئے تھے انکی علمی روشنی اور اطاعت کے زمانہ میں مناسب خیال کئے جا سکتے ہیں؟ ہرگز نہیں اسی لئے خدا نے ابتداء آفرینش انسان سے لیکر آخر تک بار بار الہام کیا یکے بعد دیگرا ابنیاء بھیجے خدائے علیم و حکیم کوئی جاہل وید (حکیم) نہیں کہ ابتداء آفرینش انسان میں تو ایک نہیں چار رشیوں پر بلا ضرورت چار کتاب الہام کرے جنمیں بے تکے مضامین ہوں جنمیں انسانی سعادت و شقاوت کا کچھ بھی بیان نہو نہ اشیاء کی حلت و حرمت نہ طہارت و نجاست نہ عبادت و نجات کا دستور العمل نہ عقائد کی تشریح نہ عملیات میں احکام کی توضیح ہو پھر ایک کتاب دوسری کتاب کا نہ تکملہ نہ تشریح۔ بلکہ بے جوڑ اور پھر ہر ایک کے منتروں میں نہ انتظام نہ کوئی مناسبت نہ اوس زبان کی کہ جسمیں وہ ہوں رعایت[1] اور پھر جب انسان دنیا میں پھیلیں اور انکو نئی نئی ضرورتیں پیش آئیں جنکے لئے تقدیم چار نسبہ کچھ بھی کارآمد نہو سکیں چپ بیٹھا رہے اور اُس جاہل وید کی طرح اوس مہمل نسخہ

[1] یہی وجہ ہے کہ ویدوں کے عام سنسکرت دانوں کو بھی معنی معلوم نہوئے۔ بلکہ بقول آریہ خاص خاص ان رشیوں کو کہ جنکے اسمار گرامی منتروں کے سرو پر اب تک لکھے ہوئے پائے جاتے ہیں اور ان کو بھی کسی

کے استعمال کا حکم دیا کرے۔ اور اس نسخہ کے طرفدار کھینچ تان کر اسکی تاویلیں کر کے ہمیں جھوٹے فوائد بتایا کریں۔ یہ سمجھہ میں نہیں آتا نہ یہہ اوس رحیم وکریم قادر وعلیم کی شان ہے

دوسرے اعتراض کا جواب

یہ ہے کہ اس معترض نے ہی نسخ کے معنی نہیں سمجھے کاش کسی اصول کی کتاب کو پہلے دیکھہ لیتے یا کسی مسلمان عالم سے پوچھہ لیتا تو نہ اعتراض کی نوبت آتی نہ اوس اعتراض کے انہیں پر اولٹ پڑنے سے مشکل پڑتی۔ مگر ان کی غرض تو خواہ مخواہ اسلام پر اعتراض کر دینا ہے خواہ وہ اعتراض پڑے یا نہ پڑے اندہے کا لٹھہ ہے گہما دینے سے غرض خواہ اولٹ کر اسیکے سر یا ہاتہہ پاؤں پر جا پڑے۔

واضح ہو

کہ جسقدر علوم و معارف ذات وصفات حق سبحانہ کے متعلق ہیں اور جسقدر قصص و واقعات حضرات انبیاء نے فرمائے ہیں اور جسقدر امور متعلقہ صفات و ذات ہیں یا قیامت وغیرہا ان سب (نظریات) میں کبھی نسخ نہیں ہوتا۔ نہ اہل اسلام اسکے قائل ان معنی میں نہ توریت منسوخ ہے نہ انجیل نہ اور کوئی الہامی کتاب نہ ان باتوں میں نسخ ہو سکتا ہے۔ صرف **احکام عملیہ** میں اور احکام عملیہ کی بہی دو قسم ہیں۔ ایک اصول جیسا نماز یعنے خدا کی پرستش زکوٰۃ خیرات وصدقات روزہ۔ نفس کو اسکے شہوات سے روکنا یا مکارم اخلاق اسیطرح ممنوعات میں وہ چیزیں جو انسان کی روح پر

بقیہ نوٹ صفحہ (۱۷۱) دہان سکے قاعدہ سے معلوم نہیں ہوتے بلکہ کشف سے جو الہام کیلئے دوسرا لفظ ہے بات یہ ہے کہ ابتدا میں جسطرح انسانی حالت صنائع و تمدن میں گری ہوئی ہوتی ہے اسیطرح زبان کا بھی حال ہوتا ہے پہر جسطرح تمدن میں انسان ترقی کرتا جاتا ہے زبان بہی شائستگی حاصل کرتی جاتی ہے۔ ویدوں کی تصنیف کے جیسا آریہ قوموں کا تمدن تہا ویسی ہی زبان بہی تہی پہر ایسی زبان کی کتاب کے معنی دریافت کرنا کوئی آسان کام نہیں یہی وجہ ہے کہ ویدوں کے معانی میں زمین و آسمان کا فرق ہے جنکو قدیم پنڈت مانتے آئے ہیں اور جو آریہ کے پیشواؤں نے معنی بیان کئے ہیں دونوں کو ملا کر دیکھنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ دونوں دو جدا کتاب ہیں ۱۲ منہ

دوسرے اعتراض کا جواب

تاریکی پیدا کرتی ہیں۔ زنا۔ قتل۔ ظلم۔ جھوٹ بولنا۔ بت پرستی وغیرہ ان میں بھی نسخ نہیں نہ اسکے مسلمان قائل ان امور میں جملہ شرائع انبیاء علیہم السلام ابدی ہیں اور ان سب باتوں میں جملہ انبیاء علیہم السلام متفق ہیں سب کا ایک ہی طریقہ اور ایک ہی شریعت ہے جیسا کہ قرآن میں ہے شرع لکم[1] من الدین ما وصی بہ نوحا والذی اوحینا الیک وما وصینا بہ ابراھیم وموسیٰ وعیسےٰ ان اقیموا الدین ولا تتفرقوا فیہ (شوریٰ رکوع ۲) اولٰئک الذین ھدی اللہ فبھدٰھم اقتدہ[2] (سورۂ انعام رکوع ۹)

(دوئم) فروع عملیات یعنے ان احکام کے قوالب اور صورتیں البتہ ان میں بحسب ضرورت وقت وبلحاظ اقوام ضرور نسخ ہوا ہے اور ہونا بھی چاہیے۔ مثلاً نماز کسی نبی کے عہد میں صرف دعا و تسبیح و تہلیل تھی اخیر نبی کے عہد میں اسمیں رکوع و سجود وغیرہ شرائط و ارکان قائم ہوگئے۔ حضرت مسیح علیہ السلام جو فرماتے ہیں کہ میں توریت کو منسوخ کرنے نہیں آیا۔ وہ قسم اول اور فطری باتوں کی نسبت فرماتے ہیں سو قرآن بھی یہی فرماتا ہے رہا فروع کا اختلاف حسب موقع سو اسکا تو نہ کوئی یہودی انکار کرسکتا ہے نہ کوئی عیسائی بشرطیکہ وہ توریت و اناجیل کا قائل بھی ہو کسلیئے کہ فروع میں نسخ انکے ہاں بھی ثابت ہے جسکے نظائر یہ ہیں (۱) آدم علیہ السلام کے عہد میں بہن بھائی کا نکاح درست تھا بلکہ سارا حضرت ابراہیم کی علاتی بہن نہیں جیسا کہ توراۃ سفر تکوین کے بیسویں باب میں ہے حالانکہ یہ حکم حضرت موسیٰ کے

---

[1] اے مسلمانوں تمہارے لئے وہ شریعت قائم کی ہے کہ جس کا ہمنے نوح کو حکم دیا تھا اور وہ جو اے پیغمبر آپ پر وحی کی گئی اور وہ جسکا ابراہیم اور موسیٰ اور عیسیٰ کو حکمدیا تھا کہ اسکو قائم رکھو اسمیں اختلاف نکرنا۔ اس سے ثابت ہوا کہ شریعت محمدیہ اگلی شریعتوں اور جدید احکام منزل من اللہ کا مجموعہ ہے کوئی نئی شریعت نہیں۔ اب اسکے احکام کو اور شریعتوں سے نئے جانے کا الزام لگانا محض بیہودہ خیال ہے ۱۲ منہ

[2] یہ انبیاء (جنکا ذکر ہوا) وہ ہیں کہ جنکو خدا نے ہدایت دی تھی پس اے پیغمبر آپ بھی انہیں کی چال چلیں یعنی اصول دین اور شریعت سب انبیاء کی متحد ہیں۔ ان میں قرآن نے نسخ نہیں کیا ۱۲ منہ

عہد میں منسوخ ہو گیا۔ اور بمنزلہ زنا کے قرار دیدیا گیا جیساکہ سفر احبار کے اٹھارہویں باب میں ہے (۲) نوح علیہ السلام کے عہد میں زمین پر چلنے والے کل جانور حلال تھے جیساکہ سفر تکوین کے ۹ باب میں ہے مگر موسے کے عہد میں بہت سے حرام ہوگئے جنمیں خنزیر بھی ہے ملاحظہ ہو سفر احبار کا گیارہواں باب۔ (۳) حضرت یعقوب علیہ السلام کے عہد میں دو حقیقی بہنوں سے ایک ساتھ نکاح کرنا درست تھا چنانچہ لیا اور راحیل دو حقیقی بہنیں ایک وقت میں حضرت یعقوب کے نکاح میں تھیں جیساکہ سفر تکوین کے ۲۹ باب میں ہے پھر یہ نکاح حضرت موسے کے عہد میں حرام ہو گیا۔ ملاحظہ ہو سفر احبار کا اٹھارہواں باب۔ (۴) حضرت موسیٰ کے عہد میں بہت سے جانور حرام تھے۔ ختنہ اور تعظیم سبت وغیرہ فرض تھی اور انکی بہت تاکید تھی اور انکو ابدی بھی بتایا تھا۔ مگر موسے کی اس تمام شریعت کو حواریوں نے یک لخت منسوخ کر دیا۔ صرف چار حکم باقی رہے۔ ذبیحہ صنم۔ خون۔ گلا گھونٹا ہوا جانور زنا۔ جیساکہ نامہ حواریان کے پانچویں باب میں مذکور ہے پھر چند روز کے بعد پولوس مقدس جسکے مذہب پر جملہ عیسائی چلتے ہیں۔ زنا کے سوا انکو بھی منسوخ کر دیا (نامہ حواریاں باب ۵) مگر جب اوسپر بھی کوئی سزا قائم نہ رکھی تو گویا اسکی بھی ایک معنی سے اجازت دیدی۔ اس سے بڑھکر یہ ہے کہ پولوس مقدس نے موسیٰ کی تمام شریعت اور کتاب کو جسکو پرانے عہد نامہ سے تعبیر کیا ہے کمزور اور بیفائدہ سمجھکر اٹھا دیا ملاحظہ ہو پولوس کا وہ خط جو اہل اغلاطیہ کو لکھا ہے اسکا تیسرا باب اور اسمیں حضرت مسیح علیہ السلام کا لوگوں کے بدلہ میں ملعون ہونا بھی لکھا ہے۔ اور پیشوائے فرقہ پراٹسٹنٹ مارٹین لوتھر تو بدکاری کرنے اور شریعت سے آزاد

---

۵ انسان کے شتر بے مہار اور ہر طرح کی بدکاری عیاری میں سرشار رہنے کے لئے اس سے بڑھکر اور کوئی تجویز سمجھ میں نہیں آتی یہ وہ اعتقاد ہے جو انسان کو مذہبی برکات سے محروم رکھتا ہے۔ اسیلئے عیسائی ممالک میں باوجود تہذیب اور شائستگی کے بدکاری شراب خوری کا وہ رواج ہے جس کا نظیر کسی دوسری جگہ مشکل سے ملیگا ۱۲ منہ

رہنے کا حکم دیتا ہے۔ اسپر مغفرت کا مستحق بتاتا ہے۔

عیسائی اس مقام پر لاجواب ہو کر ایک توجیہ کیا کرتے ہیں کہ موسیٰ کی رسمی شریعت کی مسیح کے آنے سے ضرورت نہ رہی۔ البتہ اخلاقی شریعت واجب العمل ہے اور وہ اخلاقی کیا ہے صرف مسیح کو خدا اور خدا کا بیٹا اور دنیا کا کفارہ سمجھنا اور ان باتوں پر ایمان لانا یہی تو مسلمان بھی کہتے ہیں کہ بعض شرائع سابقہ رسمی ہونے کے سبب واجب العمل نہ رہے اور یہی وہ نسخ ہے جسکے مسلمان قائل ہیں۔ بات تو ایک ہی ہے پھر اوسپر اعتراض کرنا اپنے ہی اوپر اعتراض کرنا ہے اور اس تیشہ سے جسکو اسلام پر چلاتے تھے اپنے مذہب اور پولوس وغیرہ کے اقوال کو جڑ پیڑ سے کاٹنا ہے جنہوں نے باوجودیکہ حضرت مسیح اسکا شوشہ بھی مٹانے نہیں آئے تھے۔ اسکے ورق اور ابواب بلکہ کتاب مٹا دی یہ تو نسخ نہیں نہ اسمیں کوئی عیب۔ مگر مسلمان جو کہتے ہیں وہ نسخ اسپر طعن۔ عجب انصاف ہے۔

قرآن کے احکام میں بھی نسخ ہوا ہے؟

ابو مسلم وغیرہ علمار فرماتے ہیں کہ ہرگز نہیں۔ نہ احکام میں نسخ واقع ہوا ہے نہ آیات کے الفاظ میں اور جن احکام کو منسوخ کہا جاتا ہے در اصل وہاں تعمیم و تخصیص ہے۔ یا وہ احکام در اصل واجب و فرض نہ تھے۔ لوگ انکو عمل میں بطور وجوب کے لاتے تھے۔ بعد میں واضح کر دیا گیا کہ یہ واجب نہیں۔ اسبات کو علمار نے نسخ سمجھ لیا۔ اور جن کو آیات منسوخ التلاوہ کہا جاتا ہے در اصل وہ قرآن نہ تھا بلکہ حضرت رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی تفسیر تھی جسکو صحابہ نے متبرک سمجھ کر ان آیات کے ساتھ ملا کر مصاحف میں لکھ دیا تھا۔ قرآن جب جمع کیا گیا اور ان تفسیری جملوں کو ترک کیا گیا تو لوگوں نے یہ سمجھ لیا کہ وہ منسوخ التلاوہ ہو گئے۔ اور بے احتیاط محدثوں نے اس کی بابت حدیثیں روایت کر دیں جو بیشتر غلط ہیں۔

اکثر علماء کہتے ہیں کہ قرآنی احکام میں بعض بعض مواقع پر نسخ ہوا ہے۔ غور کر کے جو دیکھا گیا تو اس قسم کا پانچ حکموں میں نسخ پایا گیا (۱) ابتداء اسلام میں میراث کے حکم سے پہلے وصیت فرض تھی۔ جیسا کہ سورہ بقرہ میں ہے کُتِبَ عَلَیْکُمْ اِذَا حَضَرَ احدکم الایہ یہ حکم آیت میراث سے منسوخ ہوگیا یوصیکم اللہ فی اولادکم الایہ (۲) ابتداء اسلام میں جسکا شوہر مرجائے اوس عورت کے لئے برس بھر عدت کرنے کا حکم تھا والذین یتوفون الی قولہ متاعًا الی الحول۔ یہ حکم منسوخ ہوگیا صرف چار مہینے دس دن کی عدت باقی رہ گئی اربعۃ اشھر وعشرًا۔ (۳) ابتداء اسلام میں دہ چند کفار سے مقابلہ فرض تھا وان یکن منکم عشرون صابرون۔ انفال۔ اس کے مابعد کی آیت سے صرف دوچند سے مقابلہ کرنا باقی رہ گیا (۴) آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو موجودہ بیویوں کے علاوہ اور سے نکاح کرنا ممنوع ہوگیا تھا لا یحل لک النساء من بعد مگر یہ حکم اس سے پہلی آیت سے یا اس آیت سے منسوخ ہوگیا انا احللنا لک ازواجک الایہ (۵) تنہا میں آکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بغیر صدقہ دیئے سرگوشی کرنا ممنوع ٹھہر گیا تھا کس لئے کہ منافقین مسلمانوں کی دل آزاری کے لئے خواہ مخواہ آنحضرت سے سرگوشیاں کرکے آپ کا بھی حرج کرتے اور مسلمانوں کو بھی ایذا دیتے تھے اذا ناجیتم الرسول فقدموا بین یدی نجوٰکم صدقۃ۔ سورہ مجادلہ۔ مگر بعد میں یہ حکم منسوخ ہوگیا۔

قدماء نسخ کے وسیع معنے لیکر بہت سی آیات کو منسوخ کہدیا کرتے تھے۔ ان کے نزدیک عام کی تخصیص مطلق کا مقید کرنا یا بالعکس نسخ سمجھا جاتا تھا۔ اس معنے سے ابومسلم اور قدماء میں نزاع لفظی باقی رہجاتا ہے۔ کیونکہ اسکا وہ بھی انکار نہیں کرتے۔ نسخ متنازعہ فیہ وہ ہے کہ دونوں حکموں میں صریح تعارض ہو تب موخر حکم کو ناسخ اور مقدم کو

---

۵ گروہ اخیر کا استدلال اس آیت سے ہے ما ننسخ من ایۃ او ننسھا نات بخیر منھا او مثلھا۔ کہ جب ہم کسی آیت کو مٹاتے یا بھولاتے ہیں تو اوس سے بہتر یا ویسی ہی لے آتے ہیں

منسوخ کہیں گے۔ اس تقدم و تاخر کا پتا آیات کے زمانہ نزول سے لگایا جاتا ہے اسیلئے علماء مفسرین آیات مکیہ و مدنیہ کو بتلا دیا کرتے ہیں اور فن تفسیر کا یہ بھی ایک اہم کام ہے علماء نے یہ بھی فرمایا ہے کہ آیات کی ترتیب اور تقدم و تاخر سے ناسخ و منسوخ نہیں متعین کیا جاویگا بلکہ زمانۂ نزول سے گو ناسخ جو بعد میں نازل ہوا ہے منسوخ سے مقدم ہی کیوں نہ لکھا گیا ہو +

ف قرآن کا نزول بتدریج ہوا ہے کبھی ایک سورہ کی چند چند آیات نازل ہوئی ہیں کبھی ایک سورہ تمام و کمال نازل ہوئی ہے۔ پھر یہ بھی ہوا ہے کہ ایک بڑی سورہ کچھ مکہ میں قبل ہجرت نازل ہوئی اور باقی مدینہ میں۔ قرآن کی آیات اور سورتوں کی ترتیب نزول پر نہیں رکھی گئی ہے بلکہ قرآن کی اصلی حالت پر جو لوح محفوظ میں تھی یا مضمون کی مناسبت پر مگر یہ سب کام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے روبرو بامر الٰہی ہو چکا تھا آیات کی ترتیب بدلنے کا کسیکو اختیار نہیں +

فصل

احکام جن آیات میں بیان ہوئے ہیں انکی تعداد میں علماء کا اختلاف ہے کیونکہ جنہوں نے صراحت کا لحاظ کیا ہے ان کے نزدیک ایسی آیات کی تعداد ایک سو پچاس ہے اور جنہوں نے استنباط کا بھی خیال کیا ہے ان کے نزدیک پانسو ہیں **احکام** کی تقسیم علماء نے اس طور سے کی ہے کہ جو فعل ایسا ہو کہ خواہ اسکو کوئی کرے

بقیہ نوٹ صفحہ (۴۷۴) ابو مسلم کہتے ہیں کہ آیت سے مراد آیت قدرت ہے نہ آیت قرآنی بدلیل سیاق و سباق اور نیز یہ جملہ شرطیہ ہے جس کے لئے تحقق شرط نہیں امام رازی نے بھی اس آیت سے نسخ آیات قرانیہ پر استدلال کرنے میں کلام کیا ہے ۱۲ منہ

ف ابو مسلم وغیرہ ان پانچ احکام میں بھی نسخ حقیقی کے قائل نہیں ۱۲ منہ

یا نکرے تو اسکو **مباح** کہتے ہیں اور جسکو کرنا چاہیئے اسکی کئی صورتیں ہیں یا تو ضرور اسکو عمل میں لانا چاہیئے اور اسکی تاکید شدید ہے تو اسکو **فرض** کہتے ہیں اور جس کی اس سے کم تاکید ہے تو اسکو **واجب** کہتے ہیں اور جو اس سے بھی کم تاکید ہے اور اس کے ترک پر کوئی دنیاوی یا اخروی قباحت و عذاب مرتب نہیں ہے تو اسکو **مندوب** کہتے ہیں سنت موکدہ اور سنن زوائد اسمیں داخل ہیں۔ اور اس سے کم درجہ وہی مباح ہے اور اگر اوس کے ترک کی تاکید و تہدید ہے اور اسپر کوئی عذاب و نکال مرتب کیا ہے تو اسکو **حرام** کہتے ہیں اور جو اس سے کم تہدید و تاکید ہے تو اسکو **مکروہ تحریمی** کہتے ہیں اور جو اس سے بھی کم ہے تو اسکو **مکروہ تنزیہی** کہتے ہیں۔ اور جو یہ بھی نہیں تو وہ مباح ہے۔ غرض امر مباح کی دونوں طرف یکساں ہیں کرنے پر ثواب نہیں نکرنے پر عذاب نہیں۔

یہ بات کہ یہ حکم مذکورہ اقسام میں سے کس قسم میں داخل ہے۔ قرآن کے الفاظ سے سمجھی جاسکتی ہے۔ فرض و واجب کے علامات (۱) لفظ فرض (۲) یوصیکم اوصی یا وصینا (۳) لفظ امر۔ ان اللہ یامرکم (۴) امر کے صیغے مگر جہاں قرینہ غیر وجوب کا ہو وہاں اباحت سمجھی جائے گی۔ (۵) لفظ قضی یا جو اس معنی کے الفاظ ہوں (۶) یا اس کے ترک پر کوئی قباحت دنیاوی یا عذاب اخروی مرتب کیا ہو (۷) اس کے فاعل کی مدح اور اسپر نتیجہ خیر مرتب کیا ہو (۸) اس کے عمل میں لانے کی تاکید فرمائی ہو۔ (۹) اس فعل پر کوئی ثواب مرتب کیا ہو (۱۰) اس فعل کو ابرار کا فعل بتایا ہو اسپر اپنی محبت و رضا کا اظہار کیا ہو۔ حرمت و کراہتہ تحریمی کے علامات (۱) لفظ حرام و حرمت کا اطلاق ہونا (۲) اسپر نہی وارد ہونا۔ (۳) اس فعل کو رجس یا نجس یا شیطان کا فعل بتانا (۴) اسپر کوئی عذاب اخروی یا عتاب صادر کیا جانا (۵) اس کے فاعل کی مذمت۔ (۶) اسکو کسی خرابی کا باعث کہنا۔ (۷) اسکو حمقاء و سفہاء کا فعل بتانا۔ (۸) اس فعل پر

لعنت کرنا (۹) اسکے فاعل پر لعنت کرنا (۱۰) اسکو اپنے غضب اور ناراضی کا سبب بتانا وغیرہ
ف بعض علماء کے نزدیک فرض و واجب میں اسیطرح حرام و مکروہ تحریمی میں کچھ فرق نہیں
لیکن محققین نے یہ فرق بتایا ہے کہ جسکا عمل میں لانا دلیل قطعی[۵] سے سمجھا جائے۔ اور اس کی
دلالت بھی یقینی ہو تو وہ فرض ہے۔ اگر اسیطرح سے ممانعت ثابت ہو تو وہ حرام ہے۔
اور اگر دلیل ظنی سے ثبوت یا ممانعت ہے تو اسکو واجب یا مکروہ تحریمی کہیں گے خواہ اسکے
ثبوت میں ظن ہو جیسا کہ خبر احاد اور قیاس مجتہد یا ثبوت تو قطعی ہو مگر دلالت ظنی ہو کہ وہ بات
قرآن کے صاف لفظوں سے ثابت نہیں ہوتی۔ اسیلئے فرض اور حرام کا منکر کافر سمجھا
جائے گا نہ واجب و مکروہ تحریمی کا۔

جن امور کے کرنے کا شرع نے حکم دیا ہے ان میں ضرور کوئی نہ کوئی خوبی ہوتی ہے
جسکو عقل سلیم بھی تسلیم کرتی ہے اور جن سے منع کیا ہے انمیں کوئی نہ کوئی قباحت ہوتی
ہے جو غور و فکر سے عقل میں آسکتی ہے۔

(فصل)

لفظ اگر اپنے پورے معنی پر دلالت کرے تو اس دلالت کو **مطابقی** کہتے ہیں اور
اگر معنی کے جزء پر دلالت کرے تو اسکو **دلالت تضمنی** کہتے ہیں اور اگر معنی کے علاوہ
کسی دوسری چیز پر دلالت کرے بشرطیکہ اوس غیر اور معنی اصلی میں کوئی لزوم ہو ورنہ
معنے کے غیر تو ہزاروں چیزیں ہوتی ہیں اپر لفظ بغیر لزوم کے کہ اس کے تصور سے اسکا
بھی تصور آجائے۔ کیوں دلالت کرنے لگا۔ ایسی دلالت کو **التزامی** کہتے ہیں۔
جیسا کہ لفظ تخت اس سے جو وہ مرکب بنا ہوا سمجھا جاتا ہے یہ دلالت مطابقی ہے۔
اور اسکا جو کوئی جزء پایا یا تختہ وغیرہ سمجھا جاتا ہے تو یہ دلالت تضمنی ہے اور اس سے
جو اس کے بنانے والے کا وجود سمجھا جاتا ہے خواہ وہ کوئی ہو یہ دلالت التزامی ہے

---
[۵] دلیل قطعی آیت یا حدیث متواتر یا اجماع قطعی ہے ۱۲ منہ

یہ دلالت[۱] لفظی وضعی کے اقسام ہیں ✦ ہر جملہ جو ظاہر المراد ہے وہ محتمل تاویل ہے یا نہیں
اگر اسمیں تاویل کی گنجایش ہے پھر اگر اسکے معنی کا ظہور محض اسکے الفاظ سے ہے تو اسکو
ظاہر کہتے ہیں اور اگر سیاق کلام سے اسکے معنی میں اور بھی ظہور ہو گیا ہے تو
نص کہتے ہیں جیسا کوئی یوں کہے کہ میرے پاس قوم آئی اسکو مجیئت قوم کے لئے
نص کہیں گے اور جو کوئی یوں کہے کہ مینے فلاں کو اسوقت دیکھا جبکہ میرے پاس قوم
آئی تہی تو فلاں کی رویت کیلئے تو یہ کلام نص اور قوم کے آنے کے لئے ظاہر ہوگا
عام محاورہ شرعی میں ہر آیت اور حدیث کو بھی نص کہا کرتے ہیں۔ اور اگر اس کے
معنی کا ظہور اس حد تک پہونچ گیا ہے کہ اب اسمیں دوسرے معنے بذریعہ تاویل پیدا
کرنے کی بھی گنجایش نہیں رہی تو اسکو **مفسر** کہتے ہیں۔ لیکن باوجود اسقدر ظہور معنی
کے اسمیں منسوخ ہونے کا احتمال باقی تہا اور اگر یہ احتمال بھی باقی نہ رہے تو اسکو **محکم**
کہتے ہیں۔ اور اس میں اس احتمال باقی نہ رہنے کی وجہ یا تو خود اس کے معنے کے

---

[۱] دلالت کی کئی قسم ہیں ایک عقلی ہے اسکی دو قسم ہیں غیر لفظی جیسا کہ دہوئیں سے آگ کا معلوم کر لینا اسمیں لازم سے ملزوم اور ملزوم سے لازم پر دلالت ہوتی ہے۔ دوئم لفظی کہ کسیکی آواز سنکر یہ سمجھ لینا کہ کوئی آواز دینے والا ہے۔ دوسری طبعی کہ تقاضائے طبیعت سے اندرونہ حالات پر دلالت کرنے والی چیز پیدا ہوں جیسا کہ درد میں ہائے ہائے یا بدن میں کوئی حالت پیدا ہو جیسا کہ خوف کے وقت چہرہ کی زردی تیسری وضعی کہ کسینے کوئی چیز کسی چیز کے لئے وضع کر دی ہو وہ غیر لفظی بھی ہوتی ہے جیسا کہ اشارات اور جہنڈیاں اور حروف کی صورتیں وغیرہ اور لفظی بھی ہوتی ہے جیسا کہ الفاظ کا معنی کے لئے وضع کرنا پھر یہ مطابقی تضمنی التزامی اس کی قسم ہیں ۱۲ منہ

ف مفسرین کے نزدیک آیات محکمات میں ظاہر نص مفسر محکم سب داخل ہیں اور درجات متفاوت ہیں اسیطرح مشکل۔ مجمل متشابہ۔ سب متشابہات ہیں اور ان کے بھی درجات متفاوت ہیں ان معنی سے غیرہ متشابہات کو راسخین بھی جانتے ہیں ۱۲ منہ

استفامت ہے جیسا کہ آیات توحید وصفات وغیرہ امور اعتقادیہ یا کسی عارض کے سبب نسخ کا احتمال جاتا رہا ہو جیسا کہ آیات احکام فرعیہ بھی اب انقطاع وحی اور وفات پیغمبر علیہ السلام کے سبب منسوخ نہیں ہوسکتیں اسلئے وہ بھی محکم ہوگئیں ❖

ان چار قسموں کے مقابل جنمیں درجہ بدرجہ معنے کا ظہور تھا۔ چار قسم اور ہیں جن میں درجہ بدرجہ معنی میں پوشیدگی بڑھتی جاتی ہے۔ کیونکہ اگر ان کے معنی کا خفا کسی عارضی سبب سے ہو الفاظ میں خفا نہیں ہے تو اسکو **خفی** کہتے ہیں پھر یہ خفا کبھی تو معنی کے زیادہ ہو جانے سے ہوتا ہے کبھی کم ہو جانے سے۔ جیسا کہ آیت سرقہ کفن چور کے حق میں معنے سرقہ کے کم ہو جانے سے خفی ہے۔ کیونکہ چوری مال محفوظ کو مالک کی غفلت سے لیجانے کا نام ہے اور کفن مال محفوظ نہیں اور کیسہ بُر میں معنے کی زیادتی سے خفا ہو گیا۔ کیونکہ یہ غفلت میں نہیں بلکہ ہوشیاری میں مال اوڑا لیجاتا ہے۔ اسمیں غور و تامل کر کے معنی قائم کرنے چاہئیں۔ یا الفاظ ہی میں کوئی خفا ہے۔ مگر ایسا خفا ہے کہ سباق وسیاق اور قرآن میں تامل کرنے سے دور ہو سکتا ہے تو اسکو **مشکل** کہتے ہیں۔ اور اگر تامل سے بھی خفا دور نہو سکے بلکہ متکلم کیطرف سے وضاحت کا محتاج ہو تو ایسے کلام کو **مجمل** کہتے ہیں جیسا کہ والعادیات ضبحاً وغیرہا کہ ان سے کیا مراد ہے گھوڑے یا اونٹ؟ اور اگر یہ امید بھی نہو تو اسکو **متشابہ** کہتے ہیں۔

کلام میں خفا کے کئی سبب ہوتے ہیں کبھی اشتراک یا غیر معروف ہونے کے سبب یا ضمائر اور اسم اشارات سے مراد متعین نہونے کے سبب معنی میں مخاطب کے نزدیک خفا پیدا ہو جاتی ہے **مفسر** کا کام ہے کہ اسکو حل کرے اور اسکو فن تفسیر میں **شرح غریب** کہتے ہیں اور اسمیں مفسر کا کمال یہ ہے کہ قرآن کے دوسرے جملوں ہی سے حل کرے ورنہ صحابہ و تابعین کے اقوال سے جو بروایت معتبرہ ثابت ہوں اس کے بعد کتب لغت وغیرہ سے ❖

کلام میں **اشکال** پیدا ہو جانے کے بھی چند اسباب ہوتے ہیں کبھی کوئی مضمون دوسرے آیات یا احادیث صحیحہ یا تاریخی واقعات کا مخالف معلوم ہوتا ہے اور حقیقت میں مخالف نہیں ہوتا یا اسمیں قواعد زبان کا خلاف معلوم ہوتا ہے یا مضمون ہی میں کوئی پیچیدگی ہوتی ہے یا واقعات کے بیان میں ان کی ترتیب وقوع اور قصہ کا ابتدا نہ معلوم ہونے سے اشکال پیدا ہو جاتا ہے اسیطرح احکام کا پورا حال ذہن نشین نہونے کے سبب اشکال پیدا ہو جاتا ہے۔

مفسر کا فرض ہے کہ اسکو بھی انہیں پابندیوں سے حل کرے مثلاً حضرت مریم کو ان کی قوم نے یا اخت ہارون کہا تھا اس سے یہ اشکال پیدا ہوتا تھا کہ ہارون علیہ السلام تو حضرت مریم سے سینکڑوں برس پہلے ہو گزرے ہیں پھر مریم ان کی بہن کیونکر ہوسکتی ہیں؟ - اس بات کو خود پیغمبر علیہ السلام ہی نے بتادیا کہ یہ وہ ہارون نہیں بلکہ ان کے نام پر مریم کے بھائی کا نام تھا اور بنی اسرائیل میں بزرگوں کے نام پر نام رکھنے کا دستور تھا۔

اجمال کے بھی بہت سے اسباب ہوتے ہیں کبھی کسیکا ذکر صفات سے ہوتا ہے یا اسکو اسماء موصولہ سے تعبیر کیا جاتا ہے یا احکام میں اطلاق ہوتا ہے یا عموم کے الفاظ ہوتے ہیں جنسے معنی میں اجمال وابہام ہو جاتا ہے جیساکہ والذاریات ذرواً اب نہیں معلوم کہ ذرایات سے کیا مراد ہے ہوائیں یا فرشتے ہیں؟ اسکا حل کرنا بھی مفسر کے فرائض منصبی میں سے ہے مگر اسکا حل احتمالات عقلیہ سے صحیح نہیں بلکہ اسکی نسبت جوکچھ نبی علیہ السلام یا ان سے تعلیم یافتوں نے بیان کیا ہے اوس سے حل کرے اور روایت صحیحہ کا اعتبار کرے۔ جیساکہ یہ آیت ہے ولقد فتنّا سلیمان والقینا علی کرسیہ جسدا ثم اناب ۝ کہ ہمنے سلیمان کو آزمایا اور اس کی کرسی پر ایک جسم ڈالدیا پھر سلیمان خدا کیطرف متوجہ ہوئے۔ اب بظاہر نہیں معلوم کہ

کہ سلیمان کی کیا آزمائش تھی اور ان کی کرسی پر جسم ڈالدینے سے کیا مراد ہے؟ بے احتیاط مفسر اسکی تفسیر میں زمین و آسمان کے قلابے ملا دیتے ہیں ✣

تشابہ کلام میں پیدا ہوجانیکا یہ سبب ہوتا ہے کہ تھوڑے سے لفظوں میں بہت سے معانی جمع ہوجاتے ہیں کلام کا ہر پہلو ہر ایک معنی پر برابر دلالت کررہا ہے۔ اور کبھی یہ ہوتا ہے کہ کسی غیر محسوس کا حال محسوسات کے پیرایہ میں بیان کیا جاتا ہے کیونکہ اس کے لئے اور الفاظ ہی مخاطبوں کے محاورے میں نہیں ہوتے ہیں۔ خواہ ذات و صفات باری کا بیان ہو یا غیر محسوس عالم کے کیفیات کا ✣

اسمیں علماء اسلام کے دو قول ہیں ایک گروہ کہتا ہے کہ ان کے معانی بجز خدا کے اور کوئی نہیں جانتا ان کے نزدیک لَا یَعْلَمُ تَاْوِیْلَهٗۤ اِلَّا اللّٰهُ ؕ پر وقف لازم ہے وَالرّٰسِخُوْنَ فِی الْعِلْمِ۔ دوسرا جملہ ہے۔ پھر متشابہات کے نازل کرنے سے یہ مقصود ہے کہ مخلص ایماندار اسپر ایمان لائیں چون وچرا نکریں دوسرا گروہ الا اللہ پر وقف نہیں کرتا بلکہ والراسخون فی العلم پر اسکا عطف کرتا ہے۔ ان کے نزدیک متشابہات کو علماء راسخین بھی جانتے ہیں جنمیں حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے فیض یافتہ بدرجہ اولی داخل ہیں اسلئے وہ ان کے معانی کی تشریح احادیث واقوال صحابہ و اہلبیت سے کیا کرتے ہیں۔ مگر کج طبع لوگوں کو فاسد خیالات پیدا کرنے کا بڑا موقعہ ملتا ہے اسیلئے قرآن نے ان کی مذمت بھی بیان فرما دی ہے ✣

اون پہلی چار قسموں کو کہ جنکے معنے ظاہر ہوں کسیکی تفسیر و تاویل کی حاجت نہیں انہیں تاویلات باطلہ کر کے خلاف ظاہر معنی پیدا کرنا سراسر الحاد و زندقہ ہے۔ ہاں ان کو مسلم مانکر ان کے بطون سے حقائق کا اظہار جائز ہے ✣

اسیطرح	جب کلام کو اس کے معنی پر دلالت کرنے کے لحاظ سے دیکھا جاتا ہے یعنے یہ کلام اوس معنی پر کیونکر دلالت کرتا ہے تو اسکی بھی چار قسم پیدا ہوتی ہیں

کیونکہ مستدل جب اِس کلام سے کوئی مطلب حاصل کرنا چاہتا ہے یا تو یہ کلام اس مطلب کے لئے ہی صادر کیا گیا تھا تب اس دلالت کو **عبارۃ النص** کہیں گے اور اگر وہ الفاظ سے تبعًا سمجھا جاتا ہے تو اسکو **اشارۃ النص** کہیں گے وَعَلَى المولود له رزقهن وكسوتهن بالمعروف۔ جسکا بچہ ہے اوسپر دودھ پلانے والیکا روٹی کپڑا حسب دستور واجب ہے۔ کلام کا صدور تو مرضعہ کے روٹی کپڑا لازم ہونے کے لئے ہے اس معنی پر اسکی دلالت بعبارۃ النص ہے۔ مگر المولود له میں ضمیر مذکر ہے اس سے باشارۃ النص یہہ بات بھی سمجھی گئی کہ بچہ باپ ہی کا ہے نہ ماں کا۔ اول کو دلالت مطابقی دوسریکو تضمنی سمجھنا چاہئے۔ اول دوئم سے قوی ہے اور اگر لغوی معنی سے کوئی بات سمجھی جائے تو یہ **دلالۃ النص** ہے فلا تقل لهما اُف ولا تنهرهما۔ کہ ماں باپ کو نہ اُف کہہ نہ جھڑک۔ مگر ان معنی سے ہر اہل زبان سمجھہ سکتا ہے کہ گالی دینا مارنا بھی ممنوع ہے۔ کیونکہ جھڑکنے اف کہنے سے منع کرنا رنج اور تکلیف دینی منع کرنا ہے۔ مارنا گالی دینا بھی تکلیف و رنج دینا ہے۔ یہہ دلالت بمنزلہ التزامی کے ہے جو لازم معنی لغوی پر ہے۔ اور اگر کلام سے وہ بات سمجھی جائے کہ جسپر معنی کی صحت موقوف ہے تو اسکو **اقتضاء النص** کہتے ہیں اور یہ توقف عام ہے۔ شرعی ہو خواہ عقلی۔ مثلاً نماز کا حکم دیا۔ چونکہ شرع میں نماز وضو پر موقوف ہے پس اس حکم سے وضو رجو سمجھا گیا تو لطریق اقتضاء النص سمجھا گیا۔

یہہ چاروں دلالت علماء کے نزدیک معتبر ہیں اور جو کچھہ ان سے سمجھا جائیگا خواہ وہ کوئی نظری بات ہو یا عملی قطعی الثبوت سمجھی جائے گی۔ البتہ خود ان چاروں میں قطعیت کے لحاظ سے ایک کو دوسرے پر فوقیت ہے سب میں مقدم عبارۃ النص ہے پھر اشارۃ النص پھر دلالۃ النص پھر اقتضاء النص۔

برخلاف ان کے اور دلالتیں جیسا کہ مفہوم مخالف یا مفہوم صفت و مفہوم شرط انکا اعتبار نہیں اور جو چیز استنباط اقتباس قیاس سے سمجھی جائے وہ بھی قطعی نہیں۔

بلکہ ظنی ہے۔ قیاس یہ ہے کہ ایک حکم فی علت تلاش کرنا اور جہاں وہ علت پائی جائے اوس پر وہی حکم لگا دینا۔ شراب کی حرمت کی علت نشا رہے پہر جس جس چیز میں نشا رپایا جاوے اوسکو حرام قرار دینا۔ شراب مقیس علیہ بہنگ وغیرہ مقیس نشا علت۔

قیاس اکثر علمار کے نزدیک معتبر چیز مانی گئی ہے۔ قرآن کی آیات یا احادیث سے جسقدر مسائل بطور استنباط ثابت ہونگے وہ بہی قابل التسلیم سمجھے جائیں گے۔ مگر قیاس مجتہد یعنے ایسے عالم متبحر کا کام ہے جسکو جملہ علوم شرعیہ اور ان کے مبادی پر کامل قدرت ہوا ور اسمیں ملکہ اجتہاد و استنباط بہی ہو جیسا کہ ائمہ اربعہ ابو حنیفہ۔ مالک۔ شافعی۔ احمد حنبل تہے۔

محدثین کا ایک گروہ قیاسی مسائل کا پابند نہیں نہ وہ قیاس کو حجت شرعیہ سمجہتے ہیں مجتہدین کے مسائل قیاسی کے پابند **مقلد** کہلاتے ہیں اور کثرت سے ہر ملک کی مسلمان مقلد ہی ہیں شیعہ انکو اصولی کہتے ہیں۔ دوسرا گروہ **ظاہری** اور اہل حدیث۔ اور غیر مقلد شیعوں میں اخباری کہلاتا ہے۔

فصل

تفسیر و تاویل کے معنی اور ان کے باہمی فرق میں علمار کی مختلف عبارتیں ہیں جن کا خلاصہ مطلب قریب قریب یہی ہے۔ تفسیر۔ بروزن تفعیل۔ فسر سے ہے جسکے معنی بیان اور کشف کے ہیں اور تاویل اول سے ہے جسکے معنی رجوع کرنا۔ گویا ماول الفاظ کے چند معنی متحملہ میں سے بقرائن ایک معنی کیطرف رجوع کرتا ہے۔ **ماتریدی** فرماتے ہیں کہ تفسیر میں ایک معنی پر یقین کرلینا ہوتا ہے کہ خدا کی یہی مراد ہے اگر اس کے پاس کوئی شہادت عمدہ ہے تو خیر ورنہ وہ تفسیر بالرائے ہے جو ممنوع ہے نبی صلی اللہ

علیہ وسلم نے فرمایا ہے من قال فی القرآن بغیر علم وفی روایۃ برأیہ فلیتبوء مقعدہ من النار کہ جسنے قرآن میں بغیر علم یا اپنی رائے سے کچہہ کہا تو اسکو اپنا ٹہکانا جہنم میں بنا لینا چاہیئے۔

اور تاویل میں دو معنی میں سے ایک کو ترجیح دینا ہوتا ہے +

فرق دونوں میں یہ ہے کہ مبہمات کی تعین مشکلات کا حل متشابہات کی توضیح۔ احکام کی تفصیل قیود الفاظ کے فوائد شان نزول کا بیان لغات کا حل وغیرہ سب از قسم تفسیر ہیں تاویل کا تعلق زیادہ تر معانی کے ساتھ ہوتا ہے برخلاف تفسیر کے۔ اسلئے ابوحیان نے تفسیر کی یہ تعریف کی ہے کہ وہ ایک ایسا علم ہے کہ جسمیں الفاظ قرآن کی کیفیت نطق اور الفاظ کے معانی اور ان کے افرادی و ترکیبی حالات اور ان کے تتمات کا بیان کیا جاوے۔ علم کا لفظ بمنزلہ جنس کے ہے جو جملہ علوم کو شامل ہے کیفیت نطق کی قید سے علم قرءت اور الفاظ کے معانی کی قید سے علم لغت کیطرف اور الفاظ کے احکام افرادی و ترکیبی کی قید سے صرف نحو۔ بیان۔ بدیع کیطرف اور حالت ترکیب کی قید سے مدلولات حقیقیہ و مجازیہ کیطرف اور تتموں کی قید سے معرفت ناسخ و منسوخ ظاہر و نص وغیرہ اور توضیح قصص و احکامات کیطرف اشارہ ہے۔ اور یہ علوم علم تفسیر کے مبادی ہیں +

پس **علم تفسیر** کے دو جزء قرار پائے۔ ایک معرفت ناسخ و منسوخ۔ و اسباب نزول مقاصد آیات کی تشریح غریب الفاظ کی توضیح ابہام و اجمال کی تشریح یہ حصہ تفسیر نقل صحیح اور اقوال سلف کے ساتھ تعلق رکھتا ہے۔ متقدمین اسی حصہ کو تفسیر کہا کرتے تھے۔ دوسرا حصہ وہ ہے جو لغت۔ صرف و نحو۔ بیان۔ و معانی وغیرہ علوم سے تعلق رکھتا ہے اور یہ علوم اس حصہ اول کے مبادی ہیں۔ جنکی طرف حاجت پڑتی ہے یہ حصہ نقل آثار سلف پر موقوف نہیں۔ ان دونوں جزوں کے لحاظ سے فن تفسیر میں صرف نحو۔ بیان۔ معانی بدیع اصول فقہ۔ اصول حدیث۔ علم قرءت۔ علم فقہ۔ علم کلام۔ علم تاریخ۔ علم جغرافیہ (کیونکہ جن واقعات کا قرآن میں بیان ہوا ہے ان کے مقامات کا جاننا بھی ضرور ہے) کتب سابقہ توریت وغیرہ (کیونکہ قرآن میں بنی اسرائیل کے واقعات اور احکام کا ذکر آتا ہے) علم حدیث۔ علم الرجال۔ علم لغت۔ اور اس زبان پر عبور کامل ہونا۔ علم الزہد و الرقاق

علم الاسرار یعنے جسمیں اسرار احکام قرآنی بیان ہوتے ہیں۔ علم الجدل و الخلاف۔ علم السیرۃ علم الحقائق: یعنے وہ علم کہ جسمیں حقائق موجودات کا بیان ہوتا ہے۔ یہ بڑا وسیع علم ہے۔ اور پھر اسکی بہت شاخیں ہیں اور وہ حکمار قدیم کا جدا علم ہے۔ حکمار جدید کا جدا پھر اہل اشراق کا جدا اور پھر اہل حقیقت حضرات صوفیا رکرام کا جدا جو ان کے انکشاف روحانی پر مبنی ہے جو ان کو حضرت رسول کریم سے بواسطہ یا بلا واسطہ حاصل ہوتا ہے علم الحساب کیونکہ قرآن میں علم میراث بھی ہے اور اسمیں حساب کی ضرورت پڑتی ہے۔ علم منطق کیونکہ اس سے قرآن کا طریقہ استدلال معلوم ہوتا ہے +

جب تک ان علوم میں مہارت نہو تفسیر لکھنے کا قصد بھی نکرنا چاہئیے اور ان سب سے مقدم مفسر کی دیانت شرط ہے۔ کسلئے کہ جب دنیاوی امور میں غیر متدین کی بات تو کیا شہادت کا بھی اعتبار نہیں ہوتا تو دینی امور بالخصوص مطالب قرآنیہ کی بابت کیونکر اعتبار ہوسکتا ہے مخالف اور بدمذہب ضرور کچھ نہ کچھ اصلی مطلب بیان کرنے میں پردہ ڈالدیتا ہے کہ عمدہ مطلب بھی برا معلوم ہوتا ہے یا وہ اپنی طبیعت کے رنگ میں رنگ کر مطالب کو دوسرے پیرایہ میں بیان کرجاتا ہے یا وہ ایسے برُے عنوان سے تعبیر کرتا ہے جو بدنما معلوم ہوتا ہے یا بدنما کرنے کے لئے پوری بات بیان نہیں کرتا۔ یا عمدہ بات کو اسکے موقعہ پر بیان نہیں کرتا یا زور دار بات کو دبی زبان سے ادا کرجاتا ہے۔ یا تفسیر میں عمداً اغلاط اور غیر معتبر افسانے روایت کے ذریعہ سے داخل کرکے قرآن کو عیب دار بناکر دکھاتا ہے۔ الغرض اس قسم کی بہت سی صورتیں خیانت کی ہیں یا وہ اپنی جہالت سے مطالب کو نہیں سمجھتا اپنی رائے ناقص سے کام لیتا ہے۔ انگریزی اور فرنچ میں جسقدر یورپین نے قرآن کے ترجمے اور تفسیریں لکھی ہیں انمیں یہی کاریگری کی گئی ہے اور آجکل نئی روشنی کے ڈیوٹ جو علوم مذکورہ سے نابلد محض ہوتے ہیں صرف انگریزی میں مہارت پیدا کرلینا کافی سمجھکر قرآن کا ترجمہ اور تفسیر کرتے ہیں۔ کیا کیا غضب

ڈھاتے ہیں ایک تو بد مذہبی اسلامی احکام سے مطلقاً بے پروائی دوسرے علوم اسلامیہ سے جہالت تیسرے ان کی خود آرائی اور پندار ان کو جملہ علوم سے مستغنی کر دیتی ہے مسلمانوں کو ان کے تراجم و تفاسیر پر اعتبار نہ کرنا چاہیئے۔ نہ مخالف ہمارے مقابلہ میں ان سے سند پیش کر سکتا ہے۔

علم تاویل کی دو قسم ہیں ایک تاویل صحیح جو الفاظ سے تعلق رکھے اور ان معانی کے الفاظ بھی محتمل ہوں اور وہ اصول اسلامیہ اور سلف صالحین کے خلاف بھی نہ ہو۔ اسکے لئے بھی بہت سے علوم درکار ہیں اور سب سے بڑھکر ایک خدا داد ملکہ بھی درکار ہے جو نہ وہ وراثت سے حاصل ہوتا ہے نہ تعلیم و تعلم سے۔ اس قسم کی تاویل مقبول ہے کسلئے کہ قرآن کے لئے ظہر و بطن حدیث میں بیان ہوا ہے اور قرآن دریا ر بیکنار ہے اسکی تہ میں عجائب و غرائب دُر شہوار خدا نے رکھے ہیں ہر پہلو اسکا ایک نئے معنی کو لئے ہوئے ہے حضرات صحابہ و اہل بیت پھر ان کی برکت سے تابعین اور ان کے بعد کے اہل کشف نے جو جو موتی اس دریا ر سے نکالے ہیں انمیں سے ایک ایک قرآن کا اعجاز۔ اور نبی علیہ السلام کی صداقت و عظمت کی دلیل ہے +

دوسری قسم تاویل باطل ہے جو ظاہری الفاظ قرآن سے نہ سمجھی جائے یا ان کے مخالف ہو یا جمہور اسلام کے عقائد اور نصوص صریحہ و احادیث صحیحہ کے مخالف ہو اسکو **تحریف** کہتے ہیں یہ حرام اور زندقہ و الحاد ہے خواہ کوئی اسکا قائل ہو اور اگر وہ کسی مشہور بزرگ کیطرف منسوب ہے۔ تو یقین کر لینا چاہیئے کہ زندیقوں نے ابطال کتاب اللہ کے لئے اس بزرگ پر بہتان لگایا ہے۔ اس قسم کی تاویل باطل کرنے کے **چند اسباب** ہوتے ہیں (**اول**) مخالفین مذہب اسلام نے پہلے زمانہ میں ایسی چالاکیاں کیں ہیں اور اب بھی کرتے ہوں تو تعجب نہیں کہ کبھی کسینے اپنے تئیں مسلمان ظاہر کیا اور رفتہ رفتہ درویشی اور تصوف میں قدم دہرنا شروع کیا۔ بہت لوگ ان کی خوش بیانی اور کرشمونکی

وجہ سے معتقد ہو گئے اگر کوئی رئیس یا بادشاہ بھی دام میں آگیا تو دنیا بھی ملی اور کام بھی بن آیا
تصوف کے پردہ میں ہزاروں کو زندیق بنادیا اور کبھی کسینے قرآن کی کوئی تفسیر بھی لکھ ڈالی
تمام نصوص کو تاویل کے پیرایہ میں اولٹ دیا۔ نماز سے مراد یہ ہے اور صوم سے مراد یہ ہے
اور بہشت سے یہ اور دوزخ سے یہ قیامت اور اعمال کے حساب سے یہ اور موسیٰ و فرعون کے
واقعہ سے یہہ علیٰ ہذا القیاس۔ اور کہدیا کہ یہ ظاہر ہیں علمار قرآن کی حقیقت سے کیا واقف
یہ معنی تو سینہ بسینہ پیران عظام اور حضرات اہل بیت سے ہم کو حاصل ہوئے ہیں نماز
ندارد سب محرمات حلال۔ کبھی کوئی اس قسم کی تفسیر بناکر کسی بزرگ کے نام سے مشتہر کردی
اور دیباچہ میں اسکا نام لکھدیا۔ اب کوئی نہیں پوچھتا کہ اس کا مصنف کون ہے ۔

اسیطرح ایسے زندیقوں نے پیغمبر علیہ السلام کے نام سے صدہا جھوٹی حدیثیں بھی
گھڑلیں اور مجہول راویوں کے نام لیکر حدثنا و اخبرنا کہہ کے سند بھی بنالی۔ مگر محدثین
کو خدا جزاء خیر دے انہوں نے یہہ چوریاں پکڑ کر لوگوں کو متنبہ کردیا۔ اور بعض چالاکوں
نے چند مقام قرآن میں ایسے روایات اور معنی پیدا کر دیئے تاکہ اسلام کے نورانی چہرہ
پر بدنما داغ لگے۔ مثلاً اس آیت کی تفسیر میں وما ارسلنا من قبلک من رسول
ولا نبی الا اذا تمنی القی الشیطان فی امنیتہ الایہ کہ انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مکہ
میں سورہ نجم پڑھ رہے تھے اور اس مجلس میں اعیان قریش بھی تھے۔ جب آپ اس
جملہ پر پہونچے ومناۃ الثالثۃ الاخریٰ تو شیطان نے آپ کی آواز سے اپنی آواز مشابہ
کرکے بتوں کی مدح میں یہہ جملہ بھی پڑھ دیا۔ وتلک الغرانیق العلیٰ وان شفاعتھن
لترتجی۔ کہ یہ بڑے سے بڑے قدیم بت ہیں ان کی شفاعت مقبول ہے۔ حالانکہ یہ آیت

ف فرقہ قرامطیہ اسی قسم کی تاویلات کیا کرتا تھا اور اپنے آپ کو اہل باطن کہتے تھے حسن صباح وغیرہ کے حالات
تواریخ میں موجود ہیں۔ اسیطرح فرخ سیر شاہ دہلی کے عہد میں ایک فرقہ بلیک پیدا ہوا تھا اور اب فرقہ قادیانی ہے انکی
تاویلات بھی اسی قسم کی ہوتی ہیں۔ فرقہ نیچر کے تاویلات بھی اسی قسم کی ہیں ۱۲ منہ

باآواز بلند کہہ رہی ہے کہ شیطان کا وحی میں دخل نہیں ہو سکتا۔ لا یاتیہ الباطل من بین یدیہ ومن خلفہ۔ کہ قرآن میں آگے اور پیچھے کسیطرف سے بھی باطل کا دخل نہیں ہو سکتا اسیطرح اس آیت کی تفسیر میں (وتخفی فی نفسک ما اللہ مبدیہ) کی تفسیر میں یہ قصہ نقل کر دیا۔ کہ ایک روز آنحضرت زید کے گھر میں گئے اور زینب کو نہاتے دیکھ کر عاشق ہو گئے یہ بات تھی جسکو دلمیں چھپا رہے تھے اور اسکے ظاہر ہونے کا ڈر کر رہے تھے حالانکہ خود اسی آیت میں اس دل کی بات کا اشیان ہے۔ ما اللہ مبدیہ یعنے وہ کہ جسکو اللہ ظاہر کرنیوالا ہے حالانکہ اللہ نے زینب کے عشق ومحبت کا کہیں بھی اظہار نہیں کیا جسکا اظہار کیا وہ زینب کے ساتھ نکاح کرنے کا حکم ہے جسکو بلفظ زوجنا کہا ظاہر فرمایا۔ آپ متبنی کی بیوی سے نکاح کرنے سے اسلئے پرہیز کرتے تھے کہ رسم عرب کے خلاف ہے لوگ طعن کرینگے مگر خدا کو رسم متبنی توڑنا مقصود تھا۔ آپ اوس نکاح پر مجبور کیئے گئے۔ اگر بقول مخالفین آپ پیغمبر نہ تھے اور بیجا خواہشیں دلمیں مخفی رکھتے تھے تو آپ اپنی برائی قرآن میں کیوں ظاہر کرتے جو ہمیشہ یادگار رہے اور منافقوں اور یہود بنی نضیر وبنی قریظہ اور عرب کے تمام قبائل کو جو رات دن آپکے عیب تلاش کرتے رہتے تھے۔ ایک تمسک ہاتھ آجائے بعید از قیاس ہے اس صاف اور عمدہ بات کو پادریوں اور دیگر مخالفوں نے کن کن رنگ آمیزیوں کے ساتھ بیان کر کے سخت الفاظ میں آنحضرت صلعم کی ذات پاک پر عیب لگایا ہے۔ اور چال چلن کی برائی ثابت کی ہے۔

(دوم) خیالات کا رجحان بھی ایسی تاویلات کرنے پر مجبور کیا کرتا ہے پھر جس کسی کی کمزور طبیعت پر فلسفہ غالب آگیا اور وہ اس کو حق سمجھ بیٹھا اس نے اس کے اعتراضات سے بچنے کے لئے تمام اصول روشن اور الہامی مطالب کو کھینچ تان کر بذریعہ تاویلات فلسفہ ہی کے مطابق کر دیا۔ اور وہ اپنی اس کوشش بیہودہ کو قرآن اور اسلام کی خیر خواہی اور خدمت سمجھا۔ چنانچہ جب بنی العباس کے عہد میں یونانی فلسفہ عربی میں ترجمہ ہوا تو

ایک فرقہ نے جسکا نام معتزلہ تہا قرآن کو اسکے مطابق کرنے کی کوشش کی کیونکہ ان کی کمزور طبیعتوں پر اوس فلسفہ کے مسائل اثر کر گئے تہے ان کی مخالفت کو قرآن کا نقص سمجہتے تہے اسلئے انہوں نے تاویلات کے ذریعہ سے قرآن کو اس کے مطابق کرنے میں کوشش کی اور تفسیریں لکہیں ابو علی جبائی کی تفسیر اس قسم کی ہے۔ اور جب اس زمانہ میں وہ فلسفہ تحقیقات جدیدہ کے مقابلہ میں تقویم پارینہ ہوگیا تو مسلمانوں کے[ا] بعض اشخاص کے دلمیں یہ داعیہ پیدا ہوا کہ جسطرح ہوسکے قرآن کو اس فلسفہ کے مطابق کیا جاوے تاکہ اس کے حملو سے بچے اسلئے انہوں نے بہی اس قسم کی تفسیر لکہی جنمیں عالم غیر حسی کی موجودات کا اور نیز ان چیزوں کا کہ جنکو فلسفہ نہیں مانتا۔ انکا بذریعہ تاویل کیا ہے۔ فرشتوں کو کبہی قوی نباتات کبہی صفات باری بنایا جن کو جنگلی قوم کہا معجزات کا انکار غیرہ مگر یہ نہ سوچا کہ اگر آیندہ یہ فلسفہ بہی یونانی فلسفہ کیطرح جسکی صدیوں تک حکومت کا ڈنکا بجتا رہا ہے غلط ثابت ہوگیا اور کوئی اس کے برخلاف تیسرا فلسفہ پیدا ہوگیا۔ تو پہر قرآن کو اسکے مطابق کرنا پڑے گا۔ کلام الٰہی کیا ہوا موم کی ناک ہوگئی جدہر چاہا موڑ دیا۔

فلسفۂ حال کی یہ کیفیت ہے کہ روز بروز اسمیں ترقی ہوتی جاتی ہے۔ آج سے بیس برس آگے بعض وہ مسائل جو حق الیقین کے مرتبہ پر مانے جاتے تہے غلط ثابت ہوگئے پہر باقی مسائل کی کون ضمانت کرسکتا ہے کہ وہ بدستور رہیں گے؟

کبہی مذہبی خیالات اس تاویل پر محرک ہوا کرتے ہیں بعض حضرات شیعہ نے قرآن کی آیات کو اہلبیت رضہ اور ان کے مخالفین ہی کے حق میں نازل شدہ قرار دیدیا گویا قرآن کو بجز اس خلافت و امامت کے جہگڑے کے اور کوئی کام ہی نہ تہا۔ اور لطف یہ ہے کہ تاویلات اور زبر و بینات کے اشاروں میں تو سب کچہ کہا روایات کے زبان سے

[ا] سید احمد خاں اور ان کے حواری ۱۲ منہ

بہت کچھ فرمایا یہاں تک کہ ان کے اصلی مخالفوں کے اور نیز ان کے کہ جو امام و خلیفہ ہو جانے کے جرم میں بخیال شیعہ دشمن اہل بیت قرار پا گئے ہیں نام بھی بتا دیئے اور ان کی دنیاوی و اخروی سزائیں بھی بیان کر دیں۔ مگر اتنے بڑے قرآن میں باوجود فصاحت و بلاغت کے یہ ذرا سا مسئلہ خلافت صراحت سے کہیں بھی بیان نہ کیا گیا یا یوں کہو بیان نہو سکا۔ تعجب ہے۔ کبھی صوفیانہ خیالات کا غلبہ اس تاویل پر محرک ہو جاتا ہے بعض نے تمام آیات کو نفس روح وحدت الوجود۔ تجلی ذاتی۔ وصفاتی وغیرہ پر الٹ دیا نہ قرآن میں موسے کا ذکر نہ فرعون کا حال نہ کوئی شریعت نہ حلت و حرمت آیت و قصاص ہے نہ اعمال کی جزاء و سزاء کا تذکرہ ہے سب کچھ اول سے لیکر آخر تک یہی تجلی وغیرہ واشیاء کی کہانی ہے۔ جس سے نہ صحابہ واقف تھے نہ اہلبیت کے کان آشنا تھے نہ تیسری چوتھی صدی تک کوئی زباں داں مسلمان واقف تھا نہ اس عہد تک اولیاء اللہ ہوئے تھے نہ اہل کشف و شہود تھے طرفہ ماجرا ہے۔ کبھی کسی کی بیجا خوشامد یا طرفداری بھی ایسی رکیک تاویلات پر مجبور کر دیا کرتی ہے کہ وہ آیات کو اپنے ہی مطلب کیطرف کھینچا کرتا ہے۔

تفسیر میں بھی ایسے ہی اسباب سے بے اعتدالیاں ہو جایا کرتی ہیں۔ مثلاً قرآن نے انسانی جذبات کا حال بیان فرماتے ہوئے یہ ذکر کیا ہے کہ ہمنے انسان اور اسکی بیوی کو پیدا کیا۔ فلما تغشاها حملت حملا خفيفا فمرت به فلما اثقلت دعوا الله ربهما لئن اتيتنا صالحا لنكونن من الشاكرين فلما اتاهما صالحا جعلا له شركاء فيما اتاهما فتعالى الله عما يشركون۔ آیت میں الفاظ ماضی اور تثنیہ کے صیغوں کے آنیسے یہ سمجھ لیا کہ اس سے حضرت آدم اور حواء مراد ہیں۔ اب اس کے منطبق کرنے کے لئے ایک قصہ بھی تراش لیا کہ حضرت حواء کو جو ابتدأ حمل رہا اور بھاری ہوا تو میاں بیوی اس عجوبہ حالت سے گھبرائے۔ شیطان نے آکے کہا کہ بچہ پیدا ہوگا

اسکا نام **عبد الحارث** رکہنا (کیونکہ حارث[۵] شیطان کا نام ہے) چنانچہ آدم وحوا نے اس کا نام عبد الحارث رکہا یہ ہے وہ شرک جو آیت میں ذکر ہے۔

حالانکہ یشرکون جمع کا صیغہ بتا رہا ہے کہ آدم وحوا نہیں بلکہ مطلق نر و مادہ مراد ہیں۔ اور یہ انسانی طبیعت کا روزمرہ کام ہے کہ بوقت مصیبت خدا سے التجا کیجاتی ہے۔ اور رستگاری کیوقت اسباب کیطرف اس نعمت کو منسوب کر دیا جاتا ہے +

اس قصہ کی بے بنیادی کا ایک نشان یہ بہی ہے کہ صحیحین میں باوجو کتاب التفسیر لکہنے کے اس قصہ کا ذکر تک بہی نہیں آیا۔ **مگر** بت پرستوں کو اسلام کے مقابلہ میں اچھا تسک ہاتہ آگیا کہ باوا آدم جو مسلمانوں کے اعتقاد میں پیغمبر اور معصوم ہیں قرآن کے بیان سے وہ بہی مشرک تہے پہر ہمارے اکابر اور دیوتاؤں پر زناکاری اور قتل وغیرہ معاصی کا کیا الزام لگایا جاتا ہے +

اسی قسم سے ذات العماد کی بابت ایک روایت مشہور کر دی ہے کہ نواح یمن میں تک ایک شہر جنگل میں ایسا جسمیں بہشت کے تمام سامان موجود ہیں شہد اور دودہ کی نہریں بہ رہی ہیں یاقوت و زبرجد سے بڑے بڑے محلوں کی دیواریں بنی ہوئی ہیں۔ سونے چاندی کے مکانات ہیں انمیں مہ جبین عورتیں گلگشت کرتی پہرتی ہیں مگر وہ شہر انسانوں کی نظروں سے غائب ہے معاویہ کے زمانہ میں کسیکا اونٹ کہویا گیا تہا اتفاقاً اسکا وہاں گذر ہوگیا اس نے یہ سب بیان امیر معاویہ سے کیا اور انہوں نے تصدیق کی۔

اسیطرح وما انزل علی الملکین ببابل ہاروت وماروت کی تفسیر میں ایک روایت تراش لی ہے کہ بابل شہر میں ایک بڑا عمیق کنواں ہے اسمیں وہ دو فرشتہ جنکا نام ہاروت وماروت ہے

[۵] یہ بہی کہیں سے ثابت نہیں ہوتا کہ شیطان کا لقب یا نام حارث تہا اور اگر ہوتا بہی تو علم آدم الاسماء کلہا کے بموجب حضرت آدم کو بہی معلوم ہوتا پہر آدم ایکبار تو اس کے کہنے پر عمل کرنیکا خمیازہ اٹہا چکے تہے بار دگر اسکی عبدیت پر نام کیسے رکہتے اور حضرت آدم کے کسی بیٹے کا نام بہی عبد الحارث نہیں ۱۲ منہ

لٹک رہے ہیں کیونکہ وہ زہرہ فاحشہ پر عاشق ہوگئے تھے اور اس سے زہرہ نے وہ سحر جسکی تعلیم کے لئے وہ بھیجے گئے تھے سیکھ لیا تھا جس سے وہ تو آسمان پر اوڑکر چلی گئی (یہ زہرہ ستارہ وہی ہے) اور یہ دونوں اسمیں الٹے لٹکائے گئے۔ ان کی زبان نکلی ہوئی ہے تمام دنیا کا دہواں جمع ہوکر ان کے پاس ایذاء دینے جایا کرتا ہے۔ اسیطرح جہاں قرآن میں خدا نے زمین کے پیدا کرنے کا ذکر کیا ہے وہاں ایک یہ روایت بھی تراش لی ہے کہ زمین ایک بیل کے سر پر ہے جب اسکو کوئی مچھر کاٹتا ہے تو وہ سینگ ہلاتا ہے جس سے زمین پر زلزلہ آتا ہے۔ اسیطرح جہاں یاجوج ماجوج کا قرآن میں ذکر آیا ہے وہاں ان کے اوصاف میں یہ روایات بھی پیش کیجاتی ہیں کہ وہ ایک مردم خور قوم ہے کسیکا قد تو تاڑ کے برابر ہے اور کسیکا ایک بالشت یا دو بالشت کے برابر پھر ان کے اتنے لمبے چوڑے کان ہیں کہ ایک کو بچھا کر اور دوسرے کو اوڑھکر سویا کرتے ہیں۔ اسیطرح موسیٰ علیہ السلام کے واقعات میں جہاں عوج کا ذکر آتا ہے تو بیان کرتے ہیں کہ اوسکا قد اسقدر بلند تھا کہ جب حضرت نوح علیہ السلام کے عہد میں طوفان آیا تھا اور بڑے بڑے پہاڑ پانیوں میں ڈوب گئے تھے تو عوج کے گھٹنوں سے زیادہ کہیں بھی پانی نہ تھا۔ اور حضرت موسیٰ کا تینتیس گز کا قد تھا اور تینتیس ہی گز کا ان کے ہاتھ میں عصا رہتا تھا اور تینتیس ہی گز اُنہوں نے کود کر وہ عصا عوج کے مارا تو اسکے ٹخنے تک پہونچا تھا۔ اسیطرح اس آیت کی تفسیر میں لو اطلعت علیهم لولیت منهم فرارا ولملئت منهم رعبا ۝ یہ روایت گھڑلی ہے کہ غیب سے ایک چادر آئی اسکے چاروں کونوں پر چاروں خلفاء اور بیچمیں حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھے اور فرشتے اسکو اصحاب کہف تک لیگئے آنحضرت صلعم اور خلفاء کو ان کی شکل مہیب دیکھکر ڈر لگا اور فی الفور واپس آئے۔ اسیطرح سورہ ص میں حضرت داؤد علیہ السلام کے حال میں جہاں یہ بیان ہوا ہے کہ اہل اتاک نبؤا الخصم الخ یہودیوں کی کتاب

سموئیل سے لیکر یہ بیان کر دیا ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام نے اور یاکی بیوی بنت سبع کو برہنہ نہاتے دیکھا اوسپر عاشق ہو گئے فریب سے اوسکے خاوند کو مروا ڈالا اسکو اپنے گہر میں لائے (اہل کتاب کی الہامی کتاب کہتی ہے کہ بلاکر اوس سے زنا کیا) پہر بصورت متخاصمین دو فرشتہ داؤد کو تنبیہ کرنے آئے جسپر وہ تائب و مستغفر ہوئے جس سے خدا نے ان کے قصور کو معاف کر دیا۔ حالانکہ سباق سیاق اسکے برخلاف ہے کیونکہ اول میں حضرت داؤد علیہ السلام کی مدح کیگئی ہے کہ انہ اواب واتینا ہ الحکمۃ وفصل الخطاب۔ و شددنا ملکہ اور اس واقعہ کے بعد یا داود انا جعلناک خلیفۃ فی الارض ہی آیا ہے۔ پہر بیچمیں داؤد علیہ السلام کی یہ تفضیح بیان ہو؟ اور وہ حضرت کو سنائی جائے۔ بلکہ بات یہ ہے کہ کفار قریش نے آنحضرت صلعم کو ساحر کذاب۔ وغیرہ دشناموں سے مخاطب کیا تہا جسپر آنحضرت صلعم کو ملال پیدا ہونا اقتضار انسانیت تہا۔ اسپر آنحضرت کو داؤد کے واقعہ سے اطمینان دلایا جاتا ہے کہ انکو دینی و دنیاوی یہ خوبیاں عطا ہوئیں تہیں۔ اور وہ ایک زبردست بادشاہ بہی تہے۔ ان کے پاس دو معمولی چروا ہے خلاف وقت بلا اجازت اپنے اصلی تنازع کے فیصلہ کے لئے دیوار پہاند کر چلے گئے تہے اور جاکر کلام بہی گستاخانہ اور جاہلانہ انداز پر کیا تہا۔ کہ ڈر نہیں ظلم نکرنا۔ اس میں ہماری طرف سے داؤد کی حلم و انصاف کی آزمایش تہی داؤد کے دلمیں قدرے ملال و غصہ پیدا ہونا بشریت کا تقاضا تہا مگر داؤد بہی اس رمز کو سمجھ گئے انکا باقاعدہ انصاف کر دیا اور دلی جوش غصہ کو خلاف منصب سمجھکر معافی کے لئے سجدے میں گر پڑے جسپر خدا نے انکی وہ ذرا سی بات بہی معاف کر دی اور خلافت کا تاج سر پر رکھدیا آنحضرت صلعم کیطرف اشارہ ہے کہ آپ بہی صبر کیا کریں۔ اور ان دو متخاصموں کا واقعی تنازع یہ تہا کہ ایک نے دوسرے کو اس شرط پر چروا ہا بنایا تہا کہ اگر ننانو دنبیاں ہو جائیں گی تو حق الخدمت تجہے ایک دیدونگا جب موقع آیا تو جسکو حق الخدمت میں دنبی دی تہی چہین لی اور گالیاں بہی دیں۔

قاضی عیاض نے لکھا ہے کہ ایک قصہ گو واعظ اس فحش قصہ کو بیان کر رہا تھا حضرت علی کا عہد خلافت تھا آپ نے اس جرم میں اسپر درے مارنے کا حکم دیا اور یہی اس قسم کی غلط فہمیاں ہیں +

راویوں نے جہاں کہیں کوئی محل ذکر آیا ہے جیسا کہ معراج میں براق کا یا کسی فرشتہ کا یا کسی بادشاہ کا تو وہاں انکا فوٹو کھینچ دیا ہے کہ انکی ایسی صورت اور ایسا قد اور ایسی طاقت تھی اور سب کو اعجوبہ ہی کر کے بیان کیا ہے نہ معلوم یہ باتیں ان حضرات کو کہاں سے معلوم ہو گئیں تھیں۔ مگر سب کو حضرات صحابہ و نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کیطرف منسوب کیا ہے اور قصہ گو واعظوں نے اور انکے تعلیم یافتہ شاعروں نے تو غضب ہی ڈھا دیا ہے کسی ایک بزرگ کا حال بیان کرنے بیٹھے ہیں تو ان کی روزمرہ کی معمولی باتوں کو بھی جو اور انسانوں جیسی تھیں افلاک پر پہونچا دیا ہے وہ مصالح لگاتے ہیں کہ جس سے جاہل سننے والے دنگ ہو جاتے ہیں +

موضوع اس علم تفسیر کا قرآن مجید ہے اس لحاظ سے کہ اسکے مطالب و مقاصد بیان کئے جائیں علوم مدونہ کا ایک دوسرے سے امتیاز بسبب موضوع کے ہوا کرتا ہے مثلاً طب اور علم ہے صرف نحو دوسرا علم ہے اسلئے کہ طب کا موضوع بدن انسان ہے اسمیں اسیکے حالات صحت و مرض سے بحث کیجاتی ہے۔ صرف و نحو کا موضوع کلمہ و کلام ہے۔ موضوع علم وہ ہوتا ہے کہ جسکے حالات سے بحث ہوتی ہے اور حالات ذاتیہ ہوں نہ غریبہ۔ کیونکہ جو حالات خود موضوع کو عارض ہوں یا اس کے اجزا کو یا اسکے مساوی کو وہ سب حالات ذاتیہ ہیں موضوع کی ذات ہی کیطرف منسوب ہوتے ہیں۔ اور جو کسی خاص من وجہ یا عام من وجہ یا مبائن کے ذریعہ سے عارض ہوں تو وہ غریبہ ہیں ان سے بحث نہیں ہوا کرتی۔

مبادی۔ اس علم کے یعنے وہ علوم کہ جن کی اس علم میں حاجت پڑتی ہے وہ علوم ہیں کہ جنکا ہمنے اوپر ذکر کیا ہے۔

غرض اس علم سے تحصیل سعادت اور اجتناب شقاوت ہے +

طبقات مفسرین

طبقہ اولیٰ میں حضرات صحابہ واہل بیت کرام ہیں۔ اور سب سے اول مفسر خود حضرت رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم ہیں کیونکہ آپ بحکم لتبین للناس وقتاً فوقتاً صحابہ کو قرآن کے علوم اور معانی تعلیم فرمایا کرتے تھے۔ اور ایسا ہونا بھی چاہیئے کسلیئے کہ ہر کلام کو پورا پورا متکلم یا مخاطب ہی سمجھتا ہے +

سوال جب قرآن کی مدح خود قرآن میں ہے کہ وہ بلسان عربی مبین ہے اور نہایت درجہ کی فصاحت وبلاغت رکھتا ہے اور جمیع اقوام بنی آدم کے لیئے بھیجا گیا ہے تو اسکی تفسیر کی کیا ضرورت؟ ہر ایک زبان داں سمجھ سکتا ہے کیونکہ نہ اسمیں کوئی معمانہ اغلاق

جواب یہ سب درست اور بجا ہے مگر جب کلام بڑے وسیع پیمانہ پر صادر ہوا کرتا ہے اور بے شمار مطالب کو محدود فقروں میں ادا کیا جاتا ہے۔ غیر محسوس اشیاء کے حالات کا آئینہ سامنے رکھا جاتا ہے احکام کو اس اسلوب سے بیان کیا جاتا ہے کہ موجودہ ضرورتوں کو بھی کافی ہوں اور آیندہ بھی ان میں غور وفکر کر کے انہیں کے علل واسباب سے نئی ضرورتوں کے احکام بھی برآمد ہو سکتے ہوں تو پھر کلام میں استعارہ بھی ہوتا ہے مجاز بھی بعض امور کو مبہم ومجمل بھی چھوڑ دیا جاتا ہے ورنہ شاخ درشاخ کلام کہیں سے کہیں پہونچ جائے پھر ان سب مضامین کی تہ تک پہونچنے کے لئے ہر زبان داں کا دماغ اور فہم یکساں نہیں لامحالا انکے لئے تفسیر وتوضیح کی ضرورت پڑتی ہے۔

ہر چند صحابہ میں آپ کے فیض صحبت سے یہہ قابلیت پیدا ہوگئی تھی کہ امور کے نعوامض کو سمجھہ اور سمجھا سکتے تھے مگر ان میں بھی اوہان متفاوت اور قابلیتیں گوناگوں تہیں اس سے ان میں سے یہہ دس اشخاص اس فن میں منتخب سمجھے گئے تھے۔

خلفاء اربعہ۔ ابن مسعودؓ۔ ابن عباسؓ۔ ابی بن کعبؓ۔ زید بن ثابتؓ عبداللہ بن زبیرؓ۔ پھر ان سب میں سے یہ دو شخص حضرت امیر المومنین علی بن طالب اور عبداللہ ابن عباس تو اس فن کے امام ہی تھے حضرت رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ میں اے مسلمانو تمہارے لئے دو چیزیں چھوڑے جاتا ہوں ایک کتاب اللہ۔ دوم اپنی عترت جو اس کتاب اللہ کی محافظ ہے۔ شاید اس حدیث میں انہیں دونوں کیطرف اشارہ ہو کیونکہ یہ بھی عترت میں داخل ہیں +

سوال۔ یہ لوگ مبادی علم تفسیر یعنے ان علوم سے کہ جنکا جاننا مفسر کے لئے ضروری بتایا گیا ہے واقف نہ تھے پھر یہ کیونکر مفسر کامل اور امام مانے گئے +

جواب۔ وہ ان علوم سے خالی نہ تھے بلکہ مالا مال تھے منقولات اور زبان عربی کے متعلق جسقدر علوم ہیں اون سب کا خزانہ ان کے سینوں میں مجتمع تھا انہیں سینوں سے نکلکر کتابوں میں جمع ہوا ہے نہ کہ کتابوں سے ان کے سینوں میں جمع ہوا تھا اور علوم کے حقیقی مالک بھی وہی لوگ ہوتے ہیں کہ جنکے سینوں سے نکلکر سفینوں تک علوم پہنچتے ہیں۔ بھلا ایک وہ فصیح و بلیغ جو اپنی مادری زبان کا مالک ہو اور عروض و قوافی کا بھی اسکو قدرتی ملکہ ہو کیا وہ اوس زبان کی صرف نحو۔ معانی و بیان۔ عروض و قوافی لغت وغیرہ کے پڑھنے کا محتاج رہے؟ ہرگز نہیں بلکہ ان فنون میں کتابیں بنانے والے انہیں کے محتاج ہیں +

ف حضرت ابوبکر کی وفات ۱۳ھ ہجری میں اور حضرت عمر کی ۲۳ھ ہجری میں ہوئی۔ ابولولو مجوسی نے عین نماز میں خنجر سے شہید کیا تھا حضرت عثمان ۱۸ ذی الحجہ ۳۵ھ ہجری میں باغیوں کے ہاتھ سے شہید ہوئے یہ سب مدینہ میں مدفون ہیں حضرت علی ایک خارجی کے ہاتھ ۴۰ھ ہجری میں شہید ہوئے کوفہ میں دفن کیئے گئے۔ ان کے چودہ فرزند تھے جنمیں سے پانچ کی نسل باقی ہے حسن حسین محمد بن حنیفہ۔ عباس۔ عمر۔ عبداللہ بن زبیر ۷۳ھ ہجری میں حجاج کے لشکر سے شہید ہوئے۔ ۱۲ منہ

مذکورہ بالا مفسرین کی تفسیر کا ذخیرہ بھی احادیث دفقہ وکلام کے ذخائر کیطرح ان کے وسیع سینوں میں بترتیب جمع تھا لکھا نہ گیا تھا نہ کوئی باقاعدہ کتاب بنی تھی۔ بعض لوگونکا گمان ہے کہ ایسے علوم کی حضرت علی کے پاس کوئی کتاب تھی جو متوارث ہو کر امام زین العابدینؓ اور انکی اولاد ائمہ اطہار تک پہونچتی رہی ہے جسمیں آئندہ آنے والے واقعات پر مطلع ہونے کا بھی علم تھا۔

لیکن اس کا کوئی ثبوت نہیں بلکہ حضرت علی اور بعض ائمہ اطہار کے اقوال سے تو اسکی نفی ثابت ہوتی ہے۔ ان کے پاس کتاب اللہ ہی وہ کتاب تھی جس سے وہ اپنے فہم خداداد سے سب علوم پیدا کر لیتے تھے۔ کوفہ میں منبر پر حضرت علی نے ایکبار فرمایا کہ جسکا جو دل چاہے مجھ سے پوچھے میں بھی جواب دینے کو تیار ہوں۔ بلکہ ائمہ اطہار کیطرف بعض خود غرضوں نے یہ بھی اتہام لگایا تھا کیونکہ وہ ان کے نام سے بہت سی غلط باتیں مشہور کر کے ایک نیا فرقہ بنا کر اسکے پیشوا بننے کا شوق رکھتے تھے اور جب کوئی ان غلط باتوں کا ان سے مطالبہ کرتا تھا تو اس فرضی کتاب کا حوالہ دیدیا کرتے تھے۔ اسپر اور بھی حاشیہ چڑھا رکھے تھے کہ خلفاء بنی امیہ و بنی العباس کے خوف سے اس کتاب کو ائمہ پوشیدہ رکھتے تھے۔ ایسے افسانے شیعوں کے فرقوں میں بہت کچھ مشہور ہیں ٭

البتہ عبد اللہ بن عباس کی تفسیرات کا مجموعہ **علی بن ابی طلحہ** ہاشمی کی روایات سے مصر میں تھا۔ ابن حجر فرماتے ہیں کہ یہ نسخہ مصر میں **ابی صالح** کاتب **لیث محدث** کے پاس تھا جسکو وہ معاویہ بن ابی صالح سے اور وہ علی بن ابی طلحہ سے اور وہ ابن عباس سے روایت کرتے تھے۔ **ابو جعفر نحاس** اپنی کتاب ناسخ میں اوسی سے روایت لیتے ہیں۔ امام بخاری نے جو اپنی کتاب میں بطور تعلیق کے ابن عباس کے اقوال درج کیئے ہیں بیشتر ابی صالح کی روایت سے لئے ہیں۔ ابن جریر اور ابن ابی حاتم و ابن المنذر بھی

اپنی تفاسیر میں کئی واسطہ سے ابی صالح کے سلسلہ سے ابن عباس سے روایت کرتے ہیں **بعض محققین** نے کہا ہے کہ ابی صالح کے شیخ الشیخ علی بن ابی طلحہ نے خود ابن عباس سے تفسیر کے متعلق کچھ بھی نہیں سنا تھا۔ بلکہ ابن عباس اور ان کے بیچ میں مجاہد یا سعید بن جبیر کا واسطہ تھا۔ **علامہ ابن حجر** نے اسکے جواب میں یہ کہا ہے کہ جب وہ واسطہ یعنی مجاہد اور سعید بن جبیر ثقہ اور معتبر ہیں تب بھی اس روایت میں کوئی بھی قباحت نہیں۔ **خلیلی** اپنی کتاب ارشاد میں کہتے ہیں کہ ابی صالح کے شیخ معاویہ بن ابی صالح قاضی اندلس کی روایت کو جو وہ اپنے شیخ علی بن ابی طلحہ سے اور وہ ابن عباس سے کرتے ہیں بڑے بڑے مستند محدثوں نے معتبر جانا اور قبول کیا ہے باوجودیکہ حفاظ حدیث کا اتفاق ہے کہ علی بن ابی طلحہ نے خود ابن عباس سے کچھ نہیں سُنا ہے بلکہ ان کے شاگردوں سے مگر یہ جو بڑی لمبی چوڑی روایاتیں ابن عباس کیطرف منسوب کیجاتی ہیں سب خرافات ہیں اور ان کے راوی مجہول الحال ہیں جیساکہ جو یبر ضحاک سے اور وہ ابن عباس سے روایت کیا کرتے ہیں اسیطرح ابن جُریج کے سلسلہ سے بھی بہت سی روایات تفسیر کے متعلق ابن عباس سے کیا کرتے ہیں۔ جیساکہ بکر بن سُہیل دمیاطی عبدالغنی بن سعید سے اور وہ موسےٰ بن محمد سے اور وہ ابن جریج سے روایت کیا کرتے ہیں یہ سب سلسلہ مخدوش ہیں ہاں ابن جریج سے محمد بن ثور اور حجاج بن محمد کی روایت البتہ معتبر ہے علی بن ابی طلحہ کے سوا اور لوگ بھی ابن عباس سے روایت کرتے ہیں جنمیں بعض سلسلہ صحیح اور معتبر ہیں اور بعض غیر معتبر ہیں اور بعض بالکل لغو اور لچر ہیں +

طبقہ ثانیہ تابعین کا ہے یعنے انہیں صحابہ کے شاگردوں کا۔ ابن عباس کے شاگرد بیشتر اہل مکہ ہیں اسلیئے کہا جاتا تھا کہ اہل مکہ کی تفسیر معتبر ہے۔ ان میں سے یہ لوگ زیادہ مشہور ہیں **مجاہد۔ عطاء بن ابی رباح۔ عکرمہ۔** غلام ابن عباس **طاؤس۔ سعید بن جبیر** وغیرہ۔ ابی بن کعب کی تفاسیر کو ابوالعالیہ روایت کرتے تھے

اسلئے ربیع بن انس روایت کیا کرتے تھے ان کے شاگرد ابو جعفر رازی تھے - یہ سلسلہ معتبر مانا گیا ہے اسی سلسلہ سے ابن جریر و احمد بن حنبل و حاکم و ابن ابی حاتم روایت کرتے تھے -

ف منقولات میں وہی روایات قابل اعتبار ہیں جو کتب حدیث بالخصوص صحاح ستہ خاصکر صحیح بخاری میں منقول ہیں +

اسیطرح کوفہ میں عبداللہ بن مسعود کے شاگرد اور مدینہ میں بھی بہت لوگ صحابہ کے شاگرد مفسر تھے - اس کے مشاہیر یہ ہیں حسن بصری عطا بن ابی سلمہ خراسانی - محمد بن کعب قرظی - ابو العالیہ ضحاک بن مزاحم عطیہ عوفی - قتادہ زید بن اسلم مرہ ہمدانی - ابو مالک اور ان سے کسیقدر کم - ربیع بن انس عبدالرحمن بن زید بن اسلم یہ لوگ علم تفسیر کے امام تھے یہ جو کچھ فرماتے تھے اسکو انہوں نے صحابہ سے سنا تھا +

تیسرے طبقہ میں وہ لوگ ہیں جو صحابہ و تابعین کے اقوال روایت کرتے تھے یعنی تبع تابعین اس طبقہ میں تفاسیر کا تصنیف ہونا شروع ہوگیا تھا چنانچہ بہت تفسیریں لکھی گئی تھیں - جیسا کہ تفسیر سفیان بن عینیہ و تفسیر وکیع بن الجراح و تفسیر شعبہ بن الحجاج و تفسیر یزید بن ہارون و تفسیر عبدالرزاق و تفسیر آدم بن ابی ایاس و تفسیر اسحاق بن راہویہ و تفسیر روح بن عبادہ و تفسیر عبد بن حمید و تفسیر سعید - و تفسیر ابوبکر بن شیبہ وغیرہ اسی طبقہ میں ابن جریج و سدی و مقاتل بن سلیمان و کلبی و ابن قتیبہ ابو محمد بن عبداللہ بن مسلم دینوری مصنف مشکل القران و آداب القراۃ و غریب القرآن و اسحاق بن راہویہ ابو حاتم سجستانی کے شاگرد تھے ان کی وفات ۲۷۶ھ میں ہوئی - ان سب کی تفاسیر ہیں مگر رطب و یابس سے خالی نہیں مقاتل کو بعض نے شیعی بتایا ہے -

ف ابو العالیہ ریاحی کا ۹۰ھ میں انتقال ہوا ہے ریاح بنی تمیم کا ایک قبیلہ ہے ابی بن کعب کے شاگرد تھے محمد بن کعب قرظی بنی قریظہ یہود مدینہ میں سے تھے انکا انتقال شہر مدینہ میں ۱۱۲ھ ایک سو بارہ میں ہوا ضحاک ہلالی بنی عبد مناف میں سے قبیلہ ہلال

ین سے تھے انکا انتقال ۱۰۲ھ ایک سو دو میں ہوا۔ مقاتل بن سلیمان ازدی مروزی یعنے مرو میں رہتے تھے ز نسبت میں زیادہ کردیجاتی ہے۔ ان کی کنیت ابوالحسن ہے انکا انتقال ۱۵۰ھ میں ہوا قتادہ بن دعامہ سدوسی اپنے جد سدوس کیطرف منسوب ہیں انکا انتقال ۱۱۷ھ میں ہوا ہے۔

ف ۳۲ سدی کا نام اسماعیل عبدالرحمن کے بیٹے شعبہ و سفیان ثوری کے شاگرد تھے سدہ چبوترہ کو کہتے ہیں یہہ جامع مسجد کوفہ کے ایک چبوترے پر بیٹھا کرتے تھے اسلیے سدی مشہور ہوگئے تفسیر و حدیث کے امام تھے انکا انتقال ۱۲۷ھ میں ہوا۔ کلبی قبیلہ کلب بن وبرہ کیطرف منسوب ہیں جو قبیلہ قضاعہ کی شاخ ہے ان کا نام ابو النصر محمد بن سائب کوفی ہے سفیان ثوری و محمد بن اسحاق کے شاگرد ہیں ۱۴۶ھ میں وفات پائی۔

ابو بکر بن شیبہ کا نام عثمان ہے آنکی تصانیف میں سے فضائل القرآن۔ اور ایک حدیث کی کتاب جسکو مسند ابن شیبہ کہتے ہیں مشہور ہے ۲۳۵ھ میں وفات پائی۔

چوتھے طبقہ کے مشاہیر میں سے ابو جعفر محمد بن جریر طبری ہیں ان کی تفسیر کی جلال سیوطی نے بہت مدح کی ہے۔ لیکن ضحاک کے اقوال و تفاسیر جو بذریعہ بشر بن عمارہ اسمیں درج ہیں وہ غیر معتبر ہیں کسلیئے کہ بشر کو حفاظ نے ضعیف کہا ہے جیسا کہ طبقہ ثالثہ میں کلبی اور مقاتل بن سلیمان کو مجروح سمجھا گیا ہے اور ان کی تفسیروں کو بھی غیر معتبر سمجھا ہے۔ شیعہ اور فرقہ کرامیہ میں بھی ایک شخص ابن جریر طبری ہے شیعہ کبھی اس نام سے دہوکا دیدیا کرتے ہیں۔ ابن جریر کی تفسیر مصر میں طبع ہوگئی ہے بڑی کتاب کئی جلدوں میں ہے۔ آنکی وفات ۳۱۰ھ میں ہے ابو القاسم ابراہیم ابن اسحاق انماطی متوفی ۳۰۲ھ مشہور مفسر ہیں۔ جنکا انتقال ۳۰۳ھ میں ہے۔ انماطی نمط کیطرف منسوب ہیں نمط قالین کو کہتے ہیں۔ قالین بنایا کرتے تھے۔ عبدالرحمن بن ابی حاتم متوفی ۳۲۵ھ جنکی یہہ تصانیف ہیں تفسیر جسکا نام شفاء الصدور ہے و کتاب الاشارات

جسمیں الفاظ قرآن کے معنی کی تشریح ہے۔ ابواب القرآن۔ موضح معانی القرآن انکی وفات ۵۱۳ھ میں ہے اور ابن ماجہ اور حاکم اور ابن حبان اور ابن مردویہ اور ابو الشیخ اور ابن المنذر وغیرہ بھی اسی طبقہ میں داخل ہیں اسی طبقہ میں ابو حنیفہ احمد بن داؤد نحوی دینوری متوفی ۲۹۰ھ ہیں ان کی بھی ایک تفسیر ہے ابو حنیفہ بھی بہت سے گذرے ہیں انہیں ایک مرجیۂ مذہب کا بھی تھا جس کی حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی مذمت فرماتے ہیں عوام کو مغالطہ میں ڈالنے کے لئے شیعہ وغیرہ اسکو امام ابو حنیفہ قرار دیدیا کرتے ہیں۔ ان کی تفاسیر میں بھی رطب و یابس ہے۔ ابو الشیخ ابن مردویہ ابن حبان اپنی تفاسیر میں ضحاک کی اکثر روایات جو ابن عباس کی طرف منسوب ہیں جو یبر کے واسطہ سے ہوتی ہیں اور یہ شخص محدثین کے نزدیک کذاب ہے قابل اطمینان نہیں +

پانچویں طبقہ میں تو بے شمار لوگ ہیں یہ لوگ اسناد کو حذف کرکے صحابہ و تابعین کیطرف اقوال منسوب کردیتے ہیں کہ ابن عباس نے یوں فرمایا مجاہد نے یہ کہا ابو العالیہ کا یہ قول ہے۔ اسمیں بہت سے حوالے بے اصل بھی ہوتے ہیں پھر ان کے بعد والے ان کے قول پر اعتماد کرکے ان اقوال کو انہیں ائمہ تفسیر کا قول سمجھ بیٹھے ہیں اور بڑی غلطی میں پڑجاتے ہیں اس طبقہ میں یہ لوگ ہیں ابو عبدالرحمن محمد بن حسین سلمی نیشاپوری ان کی تفسیر میں بہت کچھ خرافات ہے۔ ان کا ۴۱۲ھ میں انتقال ہوا ہے ابو اسحاق احمد ثعلبی جنکی بڑی تفسیر ہے یہ بھی نیشاپوری ہیں ثعلب روباہ یعنے لومڑی کو کہتے ہیں یہ اس کی کھال کا پوستین بنایا کرتے تھے اسلئے ثعلبی مشہور ہوگئے انکا انتقال ۴۲۷ھ میں ہوا ہے۔ سید مرتضیٰ علم الہدیٰ شیعی اپنی تفسیر درر غرر میں ان کا نام ابو القاسم علی بن حسین بن موسیٰ بتاتے ہیں اور ان کو شیعی کہتے ہیں۔ ان کی تفسیر میں بہت کچھ جھوٹے قصہ اور غلط روایات ہیں

اہل سنت کے مقابلہ میں شیعی لوگ اکثر اسی تفسیر سے نقل کیا کرتے ہیں **ابو محمد عبد اللہ جوینی** امام الحرمین کے والد جوین بصیغۂ تصغیر نیشاپور کے متعلق ایک ضلع کا نام ہے انکی تفسیر کا نام کبیر ہے انکا انتقال ۴۳۸ھ میں ہے **ابو القاسم عبد الکریم قشیری** جنکی تفسیر کا نام تیسیر ہے یہ بڑے با اثر واعظ تھے انکا انتقال ۴۶۵ھ میں ہے **ابو الحسن احمد واحدی** متوفی ۴۶۸ھ یہ بھی نیشاپوری ہیں۔ انکی تین تفسیریں ہیں صغیر بسیط کبیر۔ پھر ان تینوں کو جمع کر کے انکا نام حاوی رکھا ہے۔ اکثر لوگ تفسیر نیشاپوری کا حوالہ دیدیا کرتے ہیں حالانکہ وہ نیشاپوری جن کی تفاسیر ہیں کئی شخص ہیں بعض کے نام تو آپ کو معلوم ہو گئے اور ایک تفسیر نیشاپوری علامہ حسن بن محمد بن حسین مشہور بنظام نیشاپوری کی تین جلدیں ہے جو دولت آباد (دکن) میں ۸۰۶ھ میں تصنیف کی گئی ہے اور یہ شخص ساتویں بلکہ آٹھویں طبقہ کے مفسرین میں سے ہے **نیشاپور** مشہد کے متصل ایک قدیم شہر اجاڑ پڑا ہوا ہے جسکی ابادی بہت کم ہے اور اب نیشاپور مشہد کو سمجھنا چاہیئے **ابو القاسم** عبد الکریم بن ہوازن قشیری متوفی ۴۶۵ھ کی تفسیر التیسیر ہے +

چھٹے طبقہ میں وہ متاخرین ہیں جو چھٹی صدی میں گزرے ہیں۔ اس طبقہ میں یہ بات پیدا ہو گئی تھی کہ ہر شخص قرآن کی تفسیر اپنے مذاق پر کرنے لگا تھا صرفی نحوی صرف ونحو کیطرف متوجہ ہو رہا ہے متکلم ادنی مناسبت سے مسائل فلسفہ کا ذکر کر کے ان کے رد کے درپے ہوتا ہے فقیہ اپنے مذہب کی تائید کرنے کے لئے آیات کو اسیطرف کھینچتا ہے صوفی آیات کو اپنے ہی مذاق پر لئے جاتا ہے۔ محدث ضرورت بے ضرورت روایات اور اقوال ہی کا ڈھیر لگائے دیتا ہے اور روایت کش بہت سے افسانے اور بے اصل روایات سے قرآن کو اپنے دلپسند رنگ میں رنگ رہا ہے مگر اصلی فرائض سے جو مفسر کے ہیں غفلت ہے اس طبقہ میں

یہ لوگ ہیں **ابوالقاسم** اسماعیل بن محمد اصفہانی متوفی ۵۳۵ھ کی تفسیر الجامع تیس جلدوں میں ہے **ابوالقاسم حسین راغب اصفہانی** متوفی ۵۰۳ھ۔ انکی ایک تفسیر ہے اور ایک کتاب اختجاج القران۔ مفردات قرآن کے بیان میں بھی ہے۔ ان کے بعد کے سب مفسروں کا اس بات میں انہیں کی تحقیقات پر مدار ہے **ابو حامد محمد بن محمد غزالی** ملقب بزین الدین متوفی ۵۰۵ھ غزالہ شہر طوس کے قریب ایک گاؤں ہے۔ جواہر القران۔ یاقوت التاویل انہیں امام غزالی کی تصنیف سے ہیں۔ ایک شخص محمود غزالی بھی ہے جو شیعی تھا بعض کہتے ہیں معتزلی تھا۔ صرف غزالی کہہ کر بعض لوگ اہل سنت کو دھوکا دیا کرتے ہیں۔ **ابو محمد حسین بن محمود بغوی** متوفی ۵۱۶ھ یہ بغشور کیطرف منسوب ہیں۔ جو خراسان میں ایک شہر ہے اور انکو فرا بھی کہتے ہیں فرد پوستین۔ یہ پوستین بنایا کرتے تھے۔ انکی تفسیر کا نام معالم التنزیل ہے اور وہ متداول کتاب ہے۔

گرچہ بطرز محدثین ہے لیکن بہت سے غلط قصے بھی اسمیں جمع کر دیئے ہیں۔ خازن نے اسکو ملخص کیا ہے **ابن برجان ابوالحکم عبدالسلام** بن عبدالرحمن تفسیر ارشاد کے مصنف جو ارباب حال کے روش پر ہے ۵۳۶ھ میں مراکش میں انکا انتقال ہوا۔ **ابوالحسن علی بن عراق بن محمد بن علی** حنفی خوارزمی متوفی ۵۳۹ھ ان کی بھی ایک تفسیر ہے جس کو تفسیر خوارزمی کہتے ہیں **ابو جعفر محمد بن حسن بن علی طوسی** شیعہ کے امام و مجتہد متوفی ۵۶۱ھ انکی تفسیر **مجمع البیان** ہے۔

ابوالقاسم محمد بن عمر زمخشری متوفی ۵۳۸ھ زمخشر اضلاع خوارزم میں سے ایک گاؤں ہے یہ ترک وطن کر کے مکہ معظمہ میں آ رہے تھے اسیلئے ان کو جار اللہ کہتے ہیں یعنی خدا کے گھر کے پڑوسی۔ ان کی تفسیر کشاف کئی جلدیں ہے۔ اسمیں کچھ بھی شبہ نہیں کہ فنون عربیت میں یہ کتاب بے مثل ہے اور ان کے بعد والے ان فنون میں انہیں کا اتباع کرتے ہیں یہ حنفی تھے مگر اعتزال کیطرف مائل تھے ✦

ساتویں طبقے میں یہ لوگ ہیں امام رازی ابو عبد اللہ محمد فخر الدین متوفی سنہ [٦٠٦] یہ رَے کے رہنے والے تھے جو عراق عجم کا ایک پرانا شہر ہے رَے کے رہنے والیکو زبڑھا کر رازی کہا کرتے ہیں۔ یہ عجب مردم خیز خطہ ہے بڑے بڑے اہل فضل و کمال یہاں سے اٹھے ہیں سب کو رازی کہا جاتا ہے جیسا محمد بن ابو بکر رازی حنفی جو ایک بڑا مستند امام ہو گزرا ہے فخر رازی اپنی تفسیر میں کہیں کہیں ان کے مسائل پر نکتہ چینی بھی کیا کرتے ہیں کیونکہ یہ شافعی ہیں۔ ان کی تفسیر کئی جلدوں میں ہے۔ اس کا نام مفاتیح الغیب ہے مشہور نام تفسیر کبیر ہے امام صاحب فن کلام کے امام تھے گرچہ اپنی تفسیر میں کوئی بات چھوڑی نہیں مگر فلسفہ قدیم کے رد میں مقصد سے دور نکلجاتے ہیں اس بات سے بعض نکتہ چینوں کو اسقدر کہنے کا موقع مل گیا۔ کہ فیہ کل شئی الا التفسیر کہ اسمیں ہر چیز ہے مگر تفسیر نہیں۔ عبد اللہ بن ابی جعفر رازی کی بھی ایک تفسیر ہے جسکا نام ضیاء القلوب ہے اسکو بھی تفسیر رازی کہتے ہیں محمد بن ابی بکر رازی متوفی سنہ [٦٠٦] یہ وہی بزرگ ہیں جنکا ہمنے ذکر کیا تھا۔ ان کی لغات قرآن میں ایک کتاب ہے۔ زاہدی[١] نجم الدین ابو عمر و محمود اپنے کسی بزرگ زاہد کیطرف منسوب ہیں ان کی تفسیر زاہدی کے نام سے مشہور ہے سنہ [٦٥٨] میں وفات پائی ہے۔ ابو محمد روزبہان بقلی شیرازی متوفی سنہ [٦٠٦] انکی ایک تفسیر کئی جلدوں میں بطرز صوفیہ ہے اسکا نام عرائس البیان ہے۔ امام ابو عبد اللہ محمد بن احمد انصاری متوفی سنہ [٦٧١] قرطبی مالکی انکی تفسیر کا نام جامع احکام القرآن ہے جسکو تفسیر قرطبی کہتے ہیں وہ یہی ہے موفق الدین احمد بن یوسف موصلی سیبانی متوفی سنہ [٦٨١] انکی تفسیر کو شی دو ہیں خرد کو تلخیص کلاں کو تبصرہ کہتے ہیں قاضی ناصر الدین عبد اللہ بن عمر بیضاوی متوفی سنہ [٦٨٥] کی تفسیر انوار التنزیل و اسرار التاویل مشہور بتفسیر بیضاوی مشہور و متداول تفسیر[٢] دو جلدوں میں ہے منقولات میں کم رتبہ ہے فضائل سور میں ضعیف و موضوع احادیث بھی لائے ہیں۔

---

[١] اس نام کی فارسی میں بھی ایک تفسیر ہے جو معمولی مرتبہ سے کچھ زیادہ وقعت نہیں رکھتی ۱۲ منہ

آٹھویں طبقے میں یہ لوگ ہیں ابوالبرکات عبداللہ بن احمد محمود نسفی متوفی ۷۰۱ھ
حنفی اصول و فقہ میں یگانہ تھے۔ ان کی تفسیر مدارک گرچہ مختصر ہے مگر نہایت عمدہ ہے۔ بازری
مفسر رحمہ اللہ شرف الدین بن عبدالرحیم متوفی ۷۱۰ھ انکی تفسیر کا نام اسرار التنزیل ہے۔ بازر
ایک شہر کا نام ہے ابوالفداء عماد الدین اسماعیل بن عمر بن کثیر قرشی دمشقی متوفی
۷۷۴ھ کی تفسیر کئی جلدوں میں بڑی کتاب بطرز محدثانہ ہے مصر میں طبع ہوگئی ہے روایت میں
احتیاط کرتے ہیں شرف الدین عبدالواحد ابن المنیر متوفی ۷۳۳ھ کی تفسیر کئی
جلدوں میں ہے فتح المنان نے تفسیر القرآن قطب الدین محمود بن مسعود شیرازی
متوفی ۷۱۰ھ کی چالیس جلدوں میں تفسیر ہے۔ جسکو تفسیر علامی
کہتے ہیں ٭

شرف الدین حسن بن محمد مشہور بہ طیبی۔ طیب ایک
شہر سوشتر اور واسطہ کے بیچ میں ہے ان کی ایک تفسیر ہے جس کا نام
فتوح الغیب عن قناع الریب ہے۔ نہایت عمدہ تفسیر ہے جو کچھ مفسر کے فرائض ہیں سب
ادا کئے ہیں۔ کشاف پر بھی چھ جلد میں انکا حاشیہ ہے مشکوٰۃ المصابیح کی بھی شرح کی ہے
ان کی وفات ۷۴۳ھ میں ہے۔ کشاف پر اور علماء کے بھی بہت حواشی ہیں از انجملہ علامہ سعد الدین
تفتازانی متوفی ۷۹۲ھ کا بھی حاشیہ ہے تفتازان خراسان میں ایک گاؤں ہے مردم خیز
جگہ ہے از انجملہ محمد بن مسعود قطب الدین شیرازی متوفی ۷۱۰ھ کا بھی حاشیہ ہے۔ از انجملہ
ابوالمکارم فخر الدین احمد بن حسن جاربردی متوفی ۷۴۶ھ کا حاشیہ ہے۔ جاربرد ایک گاؤں
کا نام ہے از انجملہ سید شریف جرجانی متوفی ۸۱۶ھ کا حاشیہ ہے۔ سید شریف نے قرآن کا
فارسی میں ترجمہ بھی کیا ہے جسکو آجکل جہلاء سعدی کا ترجمہ کہتے ہیں وہ دراصل سید شریف کا
ترجمہ ہے۔ صاحب مطبع نے میرے سامنے رواج دینے کے لئے سعدی کیطرف منسوب کر دیا
ہے از انجملہ شیخ سراج الدین عمر بن رسلان البلقینی متوفی ۸۰۵ھ کا حاشیہ تین جلدوں میں ہے۔ از انجملہ

عبدالرحمٰن بن عمر جلال الدین مصنف مواقع العلوم فی علوم القرآن متوفی ۸۱۸ھ کا حاشیہ ہے
بُلقینہ مصر میں ایک گاؤں ہے از انجملہ ولی الدین عراقی ابوزرعہ احمد بن عبدالرحیم عراقی کا
حاشیہ ۲ جلد میں ہے۔ اسمیں ابن منیر و معلم عراقی و ابوحیان اور سمین حلبی و سفاقسی کے سوال و
جواب بھی ذکر کئے ہیں۔ اور ان کی ایک تفسیر بھی ہم پلہ کشاف ہے۔ انکی وفات ۸۲۰ھ میں ہے۔

نویں طبقے میں نویں صدی اور اس کے بعد کے علماء مفسرین ہیں جیساکہ کشاف
و بیضاوی کے اکثر محشی ان لوگوں نے جداگانہ بھی تفاسیر لکھی ہیں جیساکہ
جلال الدین سیوطی ان کی متعدد تفاسیر ہیں منجملہ ان کے جلالین کا نصف اول۔ کسلئے
کہ نصف اخیر سورہ اسراء سے لیکر آخر تک جلال الدین محمد بن احمد محلی شافعی متوفی ۸۶۴ھ
نے تصنیف کیا تھا عمر نے وفا نہ کی ان کے چھ برس بعد جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ
نے اوسی انداز پر اول کا حصہ لکھ کر تفسیر کو تمام کر دیا جیساکہ اس کے حاشیہ جمل سے معلوم
ہوتا ہے اسلئے اس تفسیر کو جلالین (یعنے دو جلال الدین کی تصنیف کہا جاتا ہے۔

ف طبقات کا انحصار نویں طبقہ پر اسلئے کر دیا گیا ہے کہ ان کے بعد کے لوگ انہیں پہلے طبقات والوں کے
خوشہ چیں ہیں ۱۲ منہ

سلہ بیضاوی پر بھی لوگوں نے بہت شروح حواشی لکھی ہیں (۱) محی الدین محمد بن شیخ مصلح الدین قوجوی
متوفی ۹۵۱ھ۔ تمام تفسیر پر ایک حاشیہ لکھا پھر اسمیں ترمیم کرکے دوسرا لکھا دونوں مفید اور سہل العبارت
ہیں آٹھ جلد میں (۲) ابن التجید مصلح الدین استاد سلطان محمد فاتح قسطنطنیہ کا پورا حاشیہ ۳ جلدوں میں
(۳) قاضی زکریا محمد بن محمد انصاری متوفی ۹۱۰ھ کا حاشیہ (۴) جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ نواہد الابکار
و شواہد الافکار (۵) ابوالفضل صدیقی خطیب مشہور بگازونی متوفی ۹۴۰ھ کا عمدہ حاشیہ (۶) شمس الدین محمد
بن یوسف کرمانی متوفی ۹۰۸ھ کا (۷) محمد بن جمال الدین بن رمضان شروانی متوفی ۹۰۰ھ کا (۸) جمال الدین
اسحاق قرامانی متوفی ۹۳۳ھ کا (۹) شیخ شہاب الدین خفاجی کا آٹھ جلد میں (۱۰) صادق گیلانی محمود بن
حسین فضلی حاذقی متوفی ۹۷۰ھ کا حاشیہ (۱۱) بابا نعمت اللہ بن محمد نخجوانی متوفی ۹۰۰ھ کا حاشیہ

محلی۔ محلہ کبری کیطرف منسوب ہیں اور وہ مصر کا ایک شہر ہے سیوطی سیوط جسکو اسیوط بھی
کہتے ہیں مصر کا ایک شہر ہے۔ اس تفسیر پر بھی علماء نے بہت سے حواشی اور شروح لکھے ہیں
اس تفسیر کی شہرت اور قبولیت بھی تفسیر بیضاوی سے کم نہیں۔ بہت مختصر سے جملے آیات کے
ساتھ ایضاح مطالب کے لئے زیادہ کر دیئے جاتے ہیں **تبصیر الرحمٰن** و تیسیر المنان مشہور بہ
تفسیر رحمانی حضرت شیخ علی بن احمد بن حسن شافعی مہائمی متوفی ۸۳۵ھ کی دو جلدیں تفسیر بطرز
صوفیہ قرآن کی آیات میں ربط خوب دیا ہے **بحر مواج** ملک العلماء شہاب الدین دولت آبادی
متوفی ۸۳۵ھ کی تصنیف دولت آباد دکن میں ہے اورنگ آباد کے قریب **کشف الاسرار**
وعدۃ الابرار علامہ سعد الدین تفتازانی کی فارسی ہیں تفسیر **غوامض المنقول من**
مشکلات الآیات واخبار الرسول علامہ مرصفی کی تفسیر جسمیں غوامض قرآنی کا اظہار کیا گیا ہے

بقیہ نوٹ ص ۵۰۸) (۱۲) مصطفےٰ بن شعبان سروری متوفی ۹۶۹ھ کا (۱۳) ملا عوض متوفی ۹۹۰ھ کا حاشیہ تین جلدوں
میں ہے (۱۴) محمد بن فرامرز مشہور بملا خسرو متوفی ۸۸۵ھ کا سیقول السفہاء تک مگر نہایت عمدہ ہے۔
(۱۵) عصام الدین ابراہیم بن محمد بن عربشاہ اسفرائینی متوفی ۹۴۳ھ کا حاشیہ اول سے آخر اعراف
تک۔ (۱۶) سعد اللہ بن عیسےٰ مشہور بسعدی آفندی متوفی ۹۴۵ھ کا حاشیہ اول سورہ ہود سے
آخر تک اور اس کے اول کا حصہ ان کے فرزند پیر محمد کا ہے (۱۷) اوستاد سنان الدین یوسف بن
حسام الدین متوفی ۹۵۰ھ کا مختلف مقامات پر عمدہ حاشیہ ہے (کشف الظنون) اس کے علاوہ
بہت سے چھوٹے چھوٹے حواشی ہیں جنکو تعلیقات کہتے ہیں از انجملہ مولانا فیض الحسن سہارنپوری متوفی
۱۳۰۴ھ نے ابیات بیضاوی کا بہت عمدہ حل کیا ہے ۱۲ منہ

لہ (۱) شیخ شمس الدین محمد بن علقمی کا حاشیہ قبس النیرین (۲) ملا علی قاری متوفی ۱۰۱۴ھ کا حاشیہ جمالین
(۳) شیخ سلیمان جمل کا حاشیہ جو کئی جلدوں میں ہے۔ (۴) مجمع البحرین ومطلع البدرین جلال الدین
محمد کرخی کی شرح جو کئی جلدوں میں ہے (۵) شیخ سلام اللہ بن شیخ الاسلام از احفاد شیخ عبد الحق
محدث دہلوی کا حاشیہ کمالین ہے

تفسیر حسینی ملا حسین واعظ کاشفی متوفی ۹۱۰ھ کی فارسی میں تفسیر ہے۔ علماء کہتے ہیں کہ یہ در پردہ شیعہ تھے کتاب بھی معمولی ہے **ولی الدین عراقی** ابو زرعہ احمد بن عبد الرحیم متوفی ۸۲۶ھ کی تفسیر کشاف کے ہم پلہ ہے۔ **عبد الرحمٰن بن عمر بلقینی** متوفی ۸۲۴ھ کی تفسیر مواقع العلوم **ابو السعود محمد بن عمادی حنفی** متوفی ۹۸۲ھ کی تفسیر بیضاوی وکشاف کی ہم پلہ ہے **تفسیر اسفراینی** عصام الدین ابراہیم بن عرب شاہ متوفی ۹۴۳ھ کی تفسیر۔ اسفرائن نیشاپور کے قریب ایک شہر ہے **سواطع الالہام** ابو الفیض فیضی کی بے نقط فن تفسیر کے متعلق اسمیں بہت ہی کم ہے البتہ مصنف کا فن عربیت میں کمال ثابت کرتی ہے **در منثور** جلال سیوطی کی تفسیر جو رطب و یابس سے پُر ہے **مجمع البحرین و مطلع البدرین**۔ جلال سیوطی کی وہ تفسیر کہ جسکا اتقان فی علوم القرآن کو مقدمہ بنایا ہے۔ اور یہی صدہا تفاسیر ہیں جنکا حال کشف الظنون و مفتاح السعادۃ وغیرہ کتابوں سے معلوم ہو سکتا ہے **فتح الخبیر** بما لا بد من حفظہ فی علم التفسیر شاہ ولی اللہ محدث دہلوی متوفی ۱۱۷۶ھ کی ایک مختصر تفسیر ہے جسمیں الفاظ کی شرح آثار ابن عباس سے اور اسباب نزول بخاری وترمذی وحاکم سے نقل فرماتے ہیں بہت عمدہ تفسیر ہے۔ اسکے اول ایک مقدمہ بھی ہے جسمیں اصول تفسیر پر محققانہ بحث کی ہے اسکا نام الفوز الکبیر فی اصول التفسیر ہے حضرت شاہ ولی اللہ نے قرآن کا فارسی میں بھی عمدہ اسلوب پر ترجمہ کیا ہے۔ اس کا نام **فتح الرحمٰن** ہے **فتح العزیز**۔ حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی ابن شاہ ولی اللہ محدث متوفی ۱۲۳۹ھ کی فارسی میں تفسیر ناتمام ہے ایک جلد سورہ فاتحہ سے لے کر وان تصوموا خیر لکم تک اور ایک جلد تبارک الذی سے لیکر آخر تک ہے۔ اس میں نکات محققانہ اور دقائق عالمانہ بہت کچھ ہیں مگر طرز واعظانہ ہے **فتح القدیر** محمد بن علی بن محمد یمنی شوکانی متوفی ۱۲۵۵ھ کی تفسیر کئی جلد میں محدثانہ طور پر ہے نقلیات کے حصہ میں بہت احتیاط کی ہے **فتح البیان**۔ مولوی نواب سید صدیق حسن خان

مرحوم قنوجی بھوپالی متوفی ۱۳۰۷ھ کی کئی جلدوں میں تفسیر ہے۔ اسکا ماخذ شوکانی کی تفسیر ہے۔
فتح المنان اس ذرہ ناچیز کی تفسیر آٹھ جلدوں میں ہے جو **تفسیر حقانی** کے نام سے مشہور ہے اور بارہا طبع ہو چکی ہے جسمیں نقلیات کو بڑی احتیاط سے لیا ہے۔ حل لغات اور اعراب اور جو کچھ بلاغت و فصاحت سے متعلق ہے وہ اس فن کی عمدہ کتابوں سے ماخوذ ہے اسمیں ان باتوں کو ملحوظ رکھا ہے (۱) توضیح مطالب (۲) احکام کی تشریح اور ان کے اسرار اور مخالفوں کے اعتراضات کے جواب (۳) الفاظ قرانی میں قیود کے فوائد کا بیان (۴) قصص انبیاء کی محققانہ تحقیق۔ مخالفوں کے اعتراضات کے جواب واقعات کے مواقع کے نقشے۔ (۵) امثال واستعارات وکنایات ومجاز قرانی کے توضیح اور ان کے فوائد (۶) مبدء ومعاد کی تشریح اور انکا ادلہ عقلیہ ونقلیہ سے اثبات (۷) جہاں کہیں قرآن نے مذاہب باطلہ کا رد کیا ہے اوس مذہب کے مورخانہ حالات اور ان آیات سے ان کی رد کے دلائل (۸) ناسخ ومنسوخ مطلق ومقید محکم ومتشابہ اور مبہمات قرانیہ کا بیان تسلی بخش (۹) آیات کا ارتباط ایسے مستحکم اصول پر کہ جس سے قرآن کا اعجاز ثابت ہو (۱۰) اسباب نزول اور ان سے آیات قرآنیہ کا پورا پورا تعلق (۱۱) جہاں انسانی سعادت وشقاوت کا قرآن میں بیان ہے اوس کی تصویر کھینچکر یہ بتایا گیا ہے کہ بجز انبیاء علیہم السلام والہام الٰہی کے ایسے امور کو انسان جان نہیں سکتا اور جو کچھ علوم عقلیہ سے جانتا ہے تو اسمیں قوت خیالیہ کی صدہا آمیزشیں ہیں (۱۲) مرنے کے بعد جو کچھ انسانی اعمال وعقائد کے نتائج قرآن نے جہاں کہیں بیان فرمائے ہیں وہاں روحانی اسرار کا اظہار کرکے کامل ثبوت کیا ہے (۱۳) جہاں اسنے اپنی نعمتوں کا اظہار فرمایا ہے وہاں انسانی اور خدائی رابطہ کا اظہار اثبات کیا ہے (۱۴) جہاں مذاہب باطلہ یا فلسفہ جدید وقدیم کے اعتراضات وارد ہوتے ہیں انکا تسلی بخش جواب دیا ہے اور معترضوں کی غلط فہمی کو ظاہر کر دیا ہے (۱۵) آیات توحید وصفات جس موقعہ پر آئی ہیں اول تو ان کی اس موقعہ سے مناسبت پھر دلائل وبراہین سے انکا اثبات توضیح کی ہے (۱۶) سلف صالحین

کی پابندی ملحوظ رکھی ہے تاویلات باطلہ سے اجتناب کلی کیا گیا ہے۔ الغرض اس قسم کی اور بھی پابندیاں کی گئی ہیں (۷) مسائل نظریہ وعملیہ میں کوئی پاسداری نہیں کیگئی ہے آیات کو انہیں کے اسلوب پر رہنے دیا ہے یہ تفسیر اردو زبان میں بنظر ضرورت ملک آٹھ جلدوں میں تمام ہوئی ہے۔ للہ الحمد کہ اسکی قبولیت وشہرت بلند پایہ تک پہونچ گئی ہے اب جو کچھ میں یہ کتاب لکھ رہا ہوں اسکے اول مقدمہ کی ترتیب بدلکر فوائد کا اضافہ کیا ہے جنکی ضرورت تصنیف کے بعد معلوم ہوئی۔ اگر یہ کتاب یورپ کی زبانوں میں ترجمہ ہوگئی جیسا کہ میری اور میرے احباب خیر خواہان اسلام کی خواہش ہے تو انشاء اللہ ترقی اسلام کا ایک بڑا قوی سبب ہوگا +

علماء کرام نے قرآن کے خاص ایک ایک علم میں بھی مبسوط کتابیں تحریر فرمائی ہیں کسینے لغات ہی کا فن لیا ہے جیسا کہ مفردات راغب اصفہانی۔ کسینے خاص آیات کے اعراب کو حل کیا ہے جیسا کہ شیخ نور الدین ابی الحسن علی بن حسین بن علی باقولی متوفی ۵۴۳ھ کی کتاب کشف ہے اور اسی فن میں ابو حیان کی کتاب بحر اور انکے شاگرد شہاب الدین احمد بن یوسف حلبی سمین کی کتاب الدر المصون فی علم الکتاب المکنون ہے اور اسی فن میں ابراہیم بن محمد سفاقسی متوفی ۷۴۲ھ کی کتاب کئی جلدوں میں ہے جسکا نام المجید ہے اور اسی فن میں ابو البقاء عبد اللہ بن حسین عسکری نحوی متوفی ۶۱۶ھ کی کتاب بیان ہے اور اسی فن میں ابو الحسن علی بن ابراہیم جوفی متوفی ۵۶۲ھ کی کتاب دس جلدوں میں ہے۔ اور اسیطرح شیخ مکی بن ابی طالب حموشی بن محمد قیسی نحوی متوفی ۴۳۷ھ کی کتاب بالخصوص مشکل عبارتوں کے اعراب میں ہے۔ اور متقدمین نے بھی اس فن میں بہت سی کتابیں لکھی ہیں جیسا کہ ابو حاتم سہل بن محمد سجستانی متوفی ۲۵۰ھ وابو مروان عبد الملک بن حبیب سلیمان مالکی قرطبی متوفی ۲۳۹ھ وابو جعفر محمد بن احمد معروف بنحاس نحوی ۳۳۸ھ وابو العباس محمد بن یزید معروف بمبرد نحوی متوفی ۲۸۵ھ وابو البرکات عبد الرحمن بن ابی سعید محمد انباری نحوی متوفی ۳۲۸ھ نے ان کی کتاب کا نام بیان ہے اور منتخب الدین حسین بن ابی العز بن الرشید ہمدانی

متوفی ۳۳۸ھ اور حسین بن احمد معروف بابن خالویہ نحوی متوفی ۳۷۰ھ کی کتاب ہے جسمیں سورۂ طارق سے لیکر آخر تک کی سورتوں کا اعراب بیان کیا ہے۔ فن قرأت میں بھی بہت تفاسیر ہیں جیسا کہ ابوالقاسم یوسف بن علی بن جبادہ ہذلی مغربی متوفی ۴۶۵ھ کی کتاب کامل ہے اور کتاب القرأت السبع ابن المجاہد کی اور فضل بن عباس الضاری و ابی عبید قاسم بن سلام متوفی ۲۲۴ھ و ابی حاتم سہل بن محمد سجستانی متوفی ۲۴۸ھ وغیرہ آئمہ کی کتابیں ہیں۔ قرآن کے فضائل میں بھی کتابیں لکھی گئی ہیں جیسا کہ امام شافعی متوفی ۲۰۴ھ و ابوالعباس جعفر بن محمد مستغفری متوفی ۴۳۲ھ وغیرہ کی کتابیں اور احکام قرآن میں بھی بہت سے تصانیف کی ہیں۔ جیسا کہ امام شافعی شیخ ابوالحسن علی بن حجر سعدی متوفی ۲۴۴ھ و شیخ ابوجعفر احمد بن محمد طحاوی متوفی ۳۲۱ھ قاضی ابی اسحاق اسماعیل ازدی بصری متوفی ۲۸۲ھ و شیخ ابوالحسن علی بن موسوی بن یزداد قمی حنفی متوفی ۳۰۵ھ و شیخ ابوبکر احمد بن محمد جصّاص رازی حنفی متوفی ۳۷۰ھ و شیخ محمود بن احمد معروف بابن سراج قونوی حنفی متوفی ۷۷۰ھ و شیخ ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ وغیرہ کی کتابیں۔

اسیطرح اسباب نزول میں بھی بہت سے علماء کی تصانیف ہیں جیسا کہ شیخ المحدثین علی بن المدینی متوفی ۲۳۴ھ و شیخ عبدالرحمن بن محمد معروف بابن مطرف متوفی ۴۰۲ھ و شیخ ابوالحسن علی بن احمد واحدی متوفی ۴۶۸ھ و ابوالفرج عبدالرحمن بن علی بن الجوزی بغدادی و حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ جلال الدین سیوطی وغیرہ کی کتابیں ہیں۔

شان نزول یا اسباب نزول اوس آیت کے نازل ہونے کا سبب۔ دراصل تو بندوں کی حاجت و ضرورت ہے جسکے لئے خدا نے قرآن اور اسکے آیات نازل فرمائیں۔ مگر کسی خاص واقعہ کے سبب سے بھی آیات نازل ہوتی تھیں اصطلاح مفسرین میں وہی مراد ہے جیسا کہ ظہار کی بابت ایک عورت کا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے سوال کرنا اور اسپر قد سمع اللہ قول التی تجادلک الایہ کا نازل ہونا یا لوگوں کا آنحضرت صلعم سے سوال کرنا اس کے جواب میں آیت کا نازل ہونا۔

اس معنی سے معدودے چند واقعات ہیں جنکو محدثین نے بسند صحیح نقل کیا ہے۔ مگر یہ جو بعض ناواقف مفسر ہر آیت کے ساتھ ایک واقعہ اس کے نازل ہونے کا سبب بتایا کرتے ہیں وہ بہت سی ضعیف بلکہ موضوع روایات ہوتی ہیں جو تفسیر اور مفسر کی شان میں بٹا لگاتی ہیں +

لیکن قرن اول میں اسکا اطلاق وسیع معنی پر ہوتا تھا (۱) یہی معنی جو بیان ہوئے (۲) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کسی سوال کے جواب میں نازل شدہ آیت کا پڑھ دینا جسمیں اوس سوال کا جواب ہے اسکو بھی سبب نزول ہی کہدیا کرتے تھے۔ نزلت فی کذا (۳) کبھی آنحضرت صلعم کسی واقعہ کا حکم کسی آیت سے استنباط فرماتے اور آیت پڑھ دیتے تھے اسکو بھی نزلت فی کذا کہدیا کرتے تھے (۴) کبھی اپنے کلام کی تائید میں آیت پڑھ دیتے تھے اسکو بھی نزلت فی کذا۔ کہتے تھے۔ (۵) ایک عام حکم کے کسی فرد خاص پر آیت کا انطباق کرنا یعنے اوسکا مصداق بتانا بھی سبب نزول سمجھا جاتا تھا۔ **مگر باتفاق جمہور صحابہ و تابعین** سبب نزول کے ساتھ آیت کو مخصوص نہیں کیا جاوے گا۔ آیت کے عموم الفاظ کا اعتبار ہوگا۔ مگر اوس خاص سبب کے بیان کرنے سے مفسرین کا مقصود آیت کے معنی کی توضیح ہوتی ہے۔ کیونکہ بسا اوقات سبب نزول معلوم ہوئے بغیر آیت کے معنی سمجھ میں نہیں آتے جیسا کہ یہ آیت ہے اَیْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ کہ جسطرف چاہو مونہہ کر کے نماز پڑھو اودہر ہی خدا ہے کیونکہ بظاہر اس سے قبلہ کیطرف مونہہ کر کے نماز پڑہنے کی فرضیت اٹھی جاتی ہے۔ لیکن جب اس کے نزول کا سبب اور موقعہ معلوم ہو جائیگا۔ تو مطلب صاف ہو جائیگا وہ یہ کہ آیت ان لوگوں کے لئے نازل ہوئی ہے جن کو سفر یا جنگل میں قبلہ معلوم نہو یا وہ سواری پر سفر میں جا رہے ہیں اور ان کو نوافل پڑہنے ہیں تو دونوں حالتوں میں جدہر چاہیں مونہہ کریں نماز درست ہو جائے گی۔ کیونکہ ہر سمت میں حضور حق جل و علیٰ ہے وہ بے مکان و بے زمان ہر سمت یکساں حاضر و ناظر ہے اسیطرح قرآن کے جسقدر امثال ہیں خاص انہیں کی تفسیر میں علماء نے کتابیں لکھی ہیں جیسا کہ شیخ

ابو عبد الرحمن محمد بن حسین سلمی نیشاپوری متوفی ۴۱۲ھ و شیخ ابو الحسن علی بن محمد بن حبیب ماوردی شافعی متوفی ۴۵۰ھ و شیخ شمس الدین محمد بن ابی بکر بن القیم جوزیہ متوفی ۷۵۱ھ کی کتابیں ہیں +

اسیطرح جملہ فنون قرآنیہ میں علماء کی متعدد تصانیف ہیں جنکی تفصیل کتاب مفتاح السعادۃ اور کشف الظنون وغیرہما میں ہے۔

(ترجمہ)

کسی کلام کو ایک زبان سے دوسری زبان میں لیجانا۔ اس کے لئے عموماً یہ شروط ہیں (۱) یہ کہ مترجم دونوں زبانوں پر برابر قادر ہو۔ اگر جس زبان سے ترجمہ کر رہا ہے اسکے محاورات و نکات و لغات و اسلوب اداء سے واقف نہو گا تو یقیناً غلطی میں پڑ جائیگا اسیطرح جس زبان میں ترجمہ کرنا چاہتا ہو اس سے بھی اسیطرح واقف ہو (۲) جس کلام کا ترجمہ کرنا چاہتا ہے اس کے چند معانی محتملۃ العبارت میں سے خاص ایک معنی کو نہ لینا چاہیئے بلکہ اوسی قسم کے الفاظ میں ترجمہ کرنا چاہیئے جو اسیطرح ان میں بھی ان جملہ معانی کا احتمال ہو یہہ ایک بڑا مشکل کام ہے۔ (۳) اصل کلام میں مطالب کے ادا کرنے کے لئے جو جو قیود اور روابط ہیں اگر وہ خاص زبان سے تعلق رکھتے ہیں تو خیر اور اگر انکا تعلق بلحاظ تخصیص و تعمیم اطلاق و تقید معانی سے ہے تو دوسری زبان میں بھی ویسے ہی قیود لگانے چاہئیں (۴) مجازات و کنایات و استعارات کو اسی قسم کے مجازات و کنایات و استعارات میں ترجمہ کرنا چاہیئے۔ مگر یہہ بڑا مشکل کام ہے لاچاری کو ان کے مرادی معنی ہی کو تحقیق کر کے ترجمہ کر دے (۵) اصل کلام کا جو رنگ اور جو اسکی شان ہو جہاں تک ہو سکے ترجمہ میں بھی وہی پیدا کیا جاوے ورنہ دوسری زبان میں اگر وہ معانی جبکہ دوسری شان اور دوسرے رنگ سے ادا کیئے جائینگے تو بہت ہی حقیر اور بدنما معلوم ہونگے جیسا کسی کا لباس فاخرہ اتار کر اسکو بہت برہ لباس پہنایا جاوے (۶) اگر وہ مذہبی اور علمی کتاب ہے تو اس کے ترجمہ کرنے میں مترجم

کسی خاص شہر کی زبان اور ان کے مخصوص محاورات کی پابندی نکرے ورنہ نفع عام نہو گا اور ترجمہ سے مقصود یہی ہے۔ (۷) شاہی فرامین اور الہامی کتابوں اور مقدس لوگوں کے کلام کو بازاری اور مبتذل محاورات اور کمینہ بول چال میں ترجمہ نکرنا چاہیئے کیونکہ اس سے اصل کلام کی شان میں فرق آتا ہے (۸) جہاں تک ہوسکے ترجمہ کو بڑہنے نہ دے اصل کے مطالب کو آسان اور سہل و مختصر و معنی خیز عبارت میں ادا کردے طول دینا اور ہر ہر جملہ کے ساتھ دو قوسوں میں اپنی تراشیدہ شرح بھی لگاتے جانا ترجمہ نہیں بلکہ تفسیر ہے جو حضرات ترجمہ اور تفسیر میں امتیاز نہیں کرسکتے اکثر ایسا کیا کرتے ہیں۔ اور اس سے ایک خرابی یہ بھی پیدا ہوتی ہے کہ جو کچھ اس ایجاد بندہ پر اعتراضات وارد ہوتے ہیں۔ وہ اصل کتاب پر عوام کے نزدیک وارد ہوتے ہیں حالانکہ وہ ان سے بری تھی گو مترجم نے امتیاز کردیا ہے لیکن یہ سب ترجمہ ہی کہلاتا ہے۔ ہاں معطوف علیہ وغیرہ محذوفات متعلقہ عبارت اصل کا اظہار کردینا مضائقہ نہیں (۹) اصل کلام کے عیب چھپانے یا اوس میں کوئی خوبی پیدا کردینے کی غرض سے اصل کتاب کے الفاظ چھوڑ کر دوسرے معنی پیدا کرنا نچاہیئے کیونکہ یہ ترجمہ نہو گا۔ بلکہ ایک دوسرا کلام جیسا کہ آریہ کے پیشوا نے ویدوں کے ترجمہ میں کیا ہے یہ صریح خیانت یا بیجا حمایت ہے (۱۰) اپنی نفسانی غرض سے علم کا ترجمہ نکرے ورنہ مطلب میں فرق آجاتا ہے جیسا کہ انجیلوں کے ترجموں میں خاص نام کا ترجمہ کرکے مراد کو اشتباہ میں ڈالدیا گیا ہے +

قرآن کے ترجمہ میں اسکے علاوہ اور بھی شرطیں ہیں (۱) کہ مترجم بد مذہب اور بے قید نہو۔ کسلئے کہ جسطرح تفسیر میں متدین ہونے کی شرط ہے اسیطرح ترجمہ میں بھی ہے غیر متدین کے فاسد اور غلط خیالات کی آمیزش سے اسکا ترجمہ قابل اطمینان نہیں ہوسکتا۔ (۲) یہ کہ علوم مذکورہ جو تفسیر کے لئے ضروری ہیں اسنے بھی ماہر ہونا ضروری ہے خصوصاً علم قرارت صرف و نحو و علم ادب و معانی و بیان و فقہ و حدیث و کلام کا ضرور فاضل ہو۔ مثلاً قرارت نہ

جاننے سے اسکو یہی علم ہوگا کہ اس جملہ پر وقف ہے یا نہیں اور ہے تو کیسا ہے؟ اور وقوف کے بدلنے سے آیات کے مطالب بدل جاتے ہیں۔ ما یعلم تاویلہ الا اللہ والراسخون فی العلم یقولون الایہ میں اگر الا اللہ پر وقف کیا جاتا ہے جیسا کہ حفص کی قرارت ہے تو یہ معنی ہونگے کہ متشابہات کے معنی بجز اللہ کے اور کوئی نہیں جانتا۔ اور الراسخون فی العلم دوسرا جملہ ہوگا۔ اور اگر وقف نہیں کیا جاتا جیساکہ دیگر قرار کی قرارت ہے تو یہ معنی ہوجائینگے۔ کہ متشابہات کو بجز اللہ اور راسخین فی العلم کے اور کوئی نہیں جانتا۔ اسپر اور باتوں کو قیاس کرلینا چاہیئے +

فارسی زبان ایک ترجمہ تو سید شریف جرجانی کا ہے جسکا ہم ذکر کرچکے۔ (۲) نظام نیشاپوری کا (۳) حضرت شاہ ولی اللہ صاحب کا ہے۔ اردو میں سب سے پہلے حضرت شاہ عبد القادر ابن حضرت شاہ ولی اللہ کا ترجمہ ہے جو ۱۲۰۵ھ میں کیا تھا۔ نہایت عمدہ ترجمہ اور ہر طرح سے قابل اطمینان ہے۔ البتہ ہر لفظ کا اس کے نیچے ہی ترجمہ رہنے کی قید نے توضیح مطالب نہونے دی۔ کسلئے کہ عربی اور اردو زبان کے اسلوب میں بڑا فرق ہے مثلاً اردو میں فاعل اول عربی میں فعل کے بعد آتا ہے یا شرط و جزاء کی تقدیم و تاخیر یا موصوف و صفت کا اتصال و انفصال وغیرہ میں فرق ہے فوائد بھی جو اوپر ہیں وہ بہت مفید اور مختصر ہیں مگر تنقید و تحقیق مطالب کے لحاظ سے ایک تفسیر کے مرتبہ سے زیادہ نہیں۔ دوسرا ترجمہ تحت اللفظ ان کے بھائی حضرت مولنا شاہ رفیع الدین صاحب کا ہے یہ بھی معتبر ہے مگر اسکا فائدہ خاص ان کے لئے ہے جو عربی الفاظ کے معنی سے واقفیت پیدا کرنا چاہتے ہیں۔ اس کے بعد تیسرا ترجمہ اس ذرہ بیمقدار کا ہے جسمیں اوس تقدیم و تاخیر الفاظ عربیہ کا لحاظ نکر کے مطالب کا اظہار بخوبی کردیا ہے اور نیز اسقدر عرصہ میں اردو زبان میں بھی بڑا تغیر پیدا ہوگیا ہے۔ اسلئے حضرت شاہ عبد القادر مرحوم کے ترجمہ میں جو الفاظ متروک الاستعمال ہوگئے تھے ان کی جگہہ

بجع وقف ۱۲ منہ

دوسرے الفاظ کا استعمال کیا ہے گو اس ناچیز نے لغت اور قرات اور صرف و نحو اور اعراب کے فن کی کتابوں پر نظر غائر ڈال کر ترجمہ کیا ہے تو بھی میرے لئے ان بزرگواروں کے تراجم بالخصوص شاہ عبدالقادر مرحوم کا ترجمہ ہی رہنما ہے میں ان کی فضیلت اور رہنمائی کا شکریہ و اعتراف کئے بغیر نہیں رک سکتا۔ سچ ہے الفضل للمتقدم۔ ہم انہیں بزرگوں کے خوشہ چین ہیں جنکو خدا نے علوم اسلامیہ کے خزائن عطا کئے تھے اور وہ تقدس و تقوی کے لباس سے بھی مزین تھے اوسپر انہوں نے نہ کسی تجارت نہ کسی نمود کے لئے بلکہ محض حسبۃً للہ اپنی عمر گرانمایہ دینی خدمات میں صرف کردی تھی۔ شکر اللہ سعیھم وجزاھم جزاءً موفوراً +

مگر میرے ترجمہ کے بعد بعض اور حضرات کو بھی ترجمہ کرنے کا خیال پیدا ہوا جن کا بڑا سرمایہ انہیں متقدم ترجموں کی اولٹ پھیر ہے اس نئی اولٹ پھیر اور دیگر الفاظ استعمال کرنے کے سبب ممکن ہے کہ اردو کے تینوں پہلے ترجموں سے زیادہ انمیں وضاحت ہوگئی ہو مگر علمی سرمایہ اور دیگر شرائط نہ پائے جانے سے جسقدر اغلاط ان کے ترجموں میں ہوں وہ کچھ بھی مستبعد نہیں۔ اس قلیل فائدہ کے مقابلہ میں یہ کثیر مضرت قابل لحاظ ہے میرا ترجمہ تفسیر ہی کے ساتھ آیات کے تحت میں ہے جداگانہ طبع نہیں ہوا۔ شاید آئندہ ہو +

اس زمانے میں ایک خرابی ایسی پیدا ہوگئی ہے کہ جسنے نہ صرف دنیاوی مضرت ہی پہونچائی۔ بلکہ دینی مضرت بھی پیدا کردی وہ یہ کہ نئی تعلیم کے سبب باوجود جہل علوم اسلامیہ اکثر نئی تعلیم یافتوں کے سر میں یہ سودا پیدا ہوگیا ہے کہ وہ نہ صرف فقہ و حدیث و کلام کے دقیق مسائل کے فیصلہ کرنے کا اپنے آپ کو قابل خیال کرتے ہیں بلکہ قرآن کے مفسر و مجتہد بننے کا بھی دعوی کرتے ہیں اور اسلام و قرآن کی ترمیم کا بھی اپنے آپ کو اہل جانتے ہیں حالانکہ نہ انکو عربی عبارت پڑھنے کی لیاقت ہے نہ وہ احکام اسلام کے پابند زیادہ منشا ان کے اس اجتہاد کا یہی ہے کہ وہ

اس آزادی کو قرآن و اسلام سے ثابت کر کے اپنے آپ کو الزام سے بری کرنا چاہتے ہیں اور ترقی دنیاوی کی چاٹ دیکر اوروں کو بھی اپنا ہم مشرب بنانے کی کوشش کرتے ہیں الاماں الاماں مخبر صادق نے ایسے لوگوں کی پہلے ہی سے خبر دیکر مسلمانوں کو ہوشیار کر دیا تھا کہ میرے بعد بہت سے دجال و کذاب پیدا ہونگے۔ قرآن کی ایسی تاویلات باطلہ کرینگے کہ جو کبھی نہ تم نے سنی تھیں نہ تمہارے اگلے بزرگوں نے اسلئے پُر حذر رہنا۔ کوئی سود کو مباح بنا رہا ہے کوئی پردہ کو اٹھا رہا ہے کوئی نماز روزہ کی فرضیت میں کلام کر رہا ہے کوئی شراب کی حلت و اباحت دکھا رہا ہے کوئی تصاویر کے لٹکانیکا جواز ثابت کر رہا ہے کوئی نصرانیوں کے ساتھ بیٹھکر شراب سور وغیرہ محرمات وطعامھم حل لکم کی تاویل سے جائز قرار دے رہا ہے کوئی مجتہد کوئی مسیح بن رہا ہے۔ طوفان بے تمیزی برپا ہے۔

(فائدہ)

مسلمانوں کے نزدیک بجز آیت قرآنی اور حدیث پیغمبر علیہ السلام کے جو بسند صحیح متصل ثابت ہو اور کسیکا قول حجت ملزمہ نہیں اسکے بعد صحابہ و اہل بیت کا قول بشرطیکہ وہ بھی بسند صحیح متصل ثابت ہو دلیل و حجت ہے اسیطرح اجماع امت بالخصوص صحابہ اہل بیت کا اجماع و اتفاق کسی مسئلہ پر حجت و سند ہے۔ مسائل عملیہ فرعیہ میں مجتہد کا قول بھی اکثر کے نزدیک سند ہے جو آیات و احادیث میں استنباط کر کے مسائل فرعیہ ثابت کیا کرتا ہے بشرطیکہ اسکا اجتہاد مسلم ہو چکا ہو ہر ایک بوالہوس اگر اجتہاد کا دعویٰ کرے جس کے لئے علاوہ ملکہ استنباط کے بہت سے علوم درکار ہیں تو وہ مسموع بھی نہیں مناظرات میں جو ایک دوسرے کے مقابل مفسرین کے اقوال پیش کر دیئے جاتے ہیں تا وقتیکہ ان کی صحت و سقم پر نظر نہ کیجائے حجت نہیں ہو سکتے۔ اسیطرح احادیث اور اقوال صحابہ و اہلبیت و اجماع کا پیش کر دینا بغیر صحت نقل اور بغیر ثبوت اسباب کے کہ یہ مسلم ہیں کافی نہیں

آج کل مناظرات کا بازار گرم ہے۔ ہر ایک وریدہ دہن کو رد اسلام کا شوق ہے وہ اپنی مذہبی بیہودگی کو اس پردہ میں چھپانا چاہتا ہے ایسے مصنفوں کو یہ خیال کر لینا چاہیئے کہ ہر دعوے پر دلیل لازم ہے یا تو عقلی ہو بقاعدہ منطق یا نقلی ہو اور نقلی مسلمات مقابل سے ہونی چاہیئے۔ اور جس کتاب سے نقل کرے بہتر ہے کہ مع حوالہ عبارت کو نقل کر دے۔ کیونکہ مطلب نقل کرنے میں احتمال ہے کہ مطلب سمجھنے میں غلطی کی ہو یا عمداً غلط مطلب بیان کیا ہو اگر ایسا نہوگا تو دعویٰ رد ہو جائیگا۔ مخالفین اسلام انہیں سے کچھ بھی نہیں کرتے بلکہ مسلمانوں کی کتابوں کا حوالہ دیدیا کرتے ہیں عام ہے کہ انکے نزدیک مسلم ہوں یا نہوں اور عام ہے کہ ان کتابوں میں وہ مضمون ہو یا نہو۔ ان کے جملہ اعتراضات کالعدم ہیں۔ **ہنود۔ آریہ۔ عیسائیوں** وغیرہ کے رسائل اور ضخیم کتابیں جو رد اسلام میں لکھی ہیں اسی قسم کی بیقاعدگی پر مبنی ہیں ان سب کا اجمالی جواب تو یہی قانون مذکورہ بالا کافی ہے۔ بعض اعتراض جو مسلمانوں کے مسلمات پر مبنی ہیں بظاہر قوی معلوم ہوتے ہیں مگر وہاں یہ کاریگری کی ہے کہ ان مسلم عبارتوں کے آپ ہی ویسے معنی گھڑ لیئے ہیں جنکو مسلمان نہیں مانتے نہ وہ قواعد زبان سے ثابت ہوتے ہیں +

جارج سیل اور **راڈ ویل** وغیرہ انگلشمین مفسر و مترجم قرآن کے اعتراضات اسی قسم کے ہیں۔ اور یہی یورپین فاضلوں نے اسلام پر بیجا حملے کئے ہیں۔ بعض نے تو مدح کے پیرایہ میں قدح کی ہے جیسا کہ انکا دستور ہے بعض نے صاف لفظوں میں جیسا کہ اکثر مشنریوں کا قاعدہ ہے۔ اور غضب یہ کرتے ہیں کہ اپنے نام کے ساتھ کہیں ڈاکٹر کہیں کرنیل وغیرہ وہ القاب و اوصاف ذکر کرتے ہیں کہ جن سے ناظرین کو معلوم ہو کہ یہ ایک حکیمانہ خیالات کا غیر متعصب محقق ہے۔ مگر یورپ میں وہ محقق بھی ہیں اور پیدا ہوتے جاتے ہیں جو طرفداری یا عداوت سے پاک ہیں وہ ان متعصب لوگوں کی تحقیقات اور اعتراضات کا خاکہ اوڑاتے ہیں اور ان کے رد میں بہت کچھ لکھا ہے جیسا کہ **مسٹر جان ڈیون پورٹ**

ایڈورڈ گبن مشہور مورخ مسٹر ٹامس کارلائیل[1] -اس مصنف نے اُن مفتریوں پر کہ جنھوں نے اسلام پر صدہا بے اصل الزام لگا کر اسکو اپنے ہیچشموں اور ہم مذہبوں میں رسوا کر رکھا تھا- بہت ہی نفرینیاں کیں ہیں اور کہدیا کہ وہ الزامات جو اوس نیک انسان حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم) پر لگائے ہیں اب تحقیقات کے ذریعہ سے ثابت ہو جاتا ہی کہ وہ ہماری روسیاہی کے باعث ہیں گاڈفری ہیگینس نے بھی اسلام کی صداقت اور مخالفوں کے اعتراضات کے رد میں کتاب لکھی ہے جو اپالوجی اسلام سے مشہور ہے وہ بمقام لندن ۱۸۲۹ء میں طبع ہوئی ہے- اسکا ترجمہ حمایۃ الاسلام ۱۸۷۳ء میں بمقام بریلی چھپا ہے- اسیطرح جان ڈیوی پورٹ کی کتاب کا ترجمہ دہلی میں چھپا ہے جسکا نام مؤید الاسلام ہے اور لکھنؤ میں بھی کسینے ترجمہ کر کے چھپایا ہے اسکا نام مظاہر الحق ہے یورپ کے صدہا فاضل اسلام اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حقیقی کمالات دریافت کر کے مسلمان ہو گئے ہیں جیسا کہ انگلستان میں عبداللہ کوئیلم امریکہ میں رسل ویب دن بدن یورپین ممالک میں اسلام نہایت تیزی کے ساتہ پھیلتا جا رہا ہے جسکی اس تیز رفتار سے مشنریوں کو اندیشہ ہو رہا ہے- افریقہ کا شمالی حصہ تو شرق سے لیکر غرب تک مدتوں سے اسلامی روشنی میں آچکا ہے مگر اب اس آفتاب کی شعاعیں وسطی اور جنوبی حصہ میں بھی ایسی تیز تیز پڑ رہی ہیں کہ تیس برس کے اندر اندر کروڑوں عجائب پرست خدا پرست بنگئے اور بڑے بڑے والیان ملک یک لخت معہ رعیت وسپاہ اسلام لے آئے اور لاتے جا رہے ہیں حالانکہ عیسائی مشنری ہزاروں روپیہ صرف کر کے ان ممالک میں جاتے اور بیشمار روپیہ لوگوں کو دیتے ہیں اسپر بھی ناکام ہی آتے ہیں اور جو لوگ ان کے دام میں بھی آجاتے ہیں تو خیالات میں ترقی ہوتے ہی فوراً مسلمان ہو جاتے ہیں اس دردناک واقعہ کو اینرک ٹیلر نے صفر افریقیہ سے واپس آکر یورپ میں کن حسرت آمیز الفاظ میں بیان کیا ہے مگر بمجبوری اسکو بھی اسلام کا جذب مقناطیسی

[1] کارلائیل صاحب کی کتاب جلد ۲ صفحہ ۲۲۵ ملاحظہ ہو ۱۲ منہ

اپنی ناکامی کا سبب ماننا ہی پڑا ملاحظہ ہو ایزک ٹیلر کی رپورٹ ✤

ایشیا مدتوں سے اسلام کا مسکن ہو رہا ہے جسمیں سے خاص چین میں ہندوستان کے مسلمانوں سے زیادہ سربرآوردہ مسلمانوں کی صرف تعداد ہی نہیں ہے بلکہ وہ سلطنت کے شریک و معین بھی خیال کیے جاتے ہیں خصوصاً شاہ چین جو ایک تاتاری قوم کا ہے اور جنکے خاندان کی بنیاد تخمیناً تین سو برس سے قائم ہوئی ہے۔ اسکی قوم میں سے نصف سے زیادہ ارکین سلطنت مسلمان ہیں اسیلئے جغرافیہ داں چین کو اسلامی کبھی نیم اسلامی سلطنت کہا کرتے ہیں۔ اب کوئی دن جاتا ہے کہ اسی خاندان میں سے کوئی مسلمان تخت نشین ہو جائیگا۔ اسیطرح ہند کے بیشمار جزائر بورنیو جاوا۔ وغیرہ بھی مسلمانوں سے پُر ہیں مگر اب جاپان جو ترقی کرتا جا رہا ہے کوئی دن میں مذہبی ترقی کرتا ہوا اسلام بھی قبول کریگا۔ اور ان کا اسطرف میلان بھی پایا جاتا ہے اور وہاں کے لوگ اسلام قبول بھی کرتے جا رہے ہیں اس بیان سے غرض صرف اسیقدر ہے کہ وہ جو مخالفین اسلام الزام لگایا کرتے ہیں کہ اسمیں ذاتی خوبی کچھ بھی نہیں وہ تلوار کے زور سے پھیلا ہے وہ دیکھیں کہ حال کی حیرت انگیز ترقی (جسکو دیکھکر دنیا کے انجام کار پر رائے قائم کرنے والے باآواز بلند کہہ رہے ہیں کہ اس رفتار سے معلوم ہوتا ہے کہ بہت تھوڑے زمانے میں دنیا پر صرف ایک ہی مذہب یعنی اسلام حکومت کرے گا) کونسی تلوار اور کس لالچ اور فریب پر مبنی ہے؟ کسی پر بھی نہیں بلکہ اپنی ذاتی خوبی اور قدرتی جوہر پر یہ **قرآن** کا ایک ایسا روشن **معجزہ** ہے کہ جسکا انکار وہی کر سکتا ہے جو روز روشن میں آفتاب کے نور کا انکار کر سکتا ہے جن کی نسبت نہایت حسرت سے یہی کہنا پڑتا ہے کہ انکی ازلی بدبختی نے انکی آنکھوں پر بلکہ کانوں پر بھی حجاب ڈال دیئے ان کے دلوں پر قفل لگا دیئے۔ مہریں کر دی ہیں ✤

فصل ۱۷

(اسلام برحق ہے)

یہاں تک کہ قرآن کے حالات و کمالات ناظرین کو بہت ہی اجمال کے ساتھ سنا چکا ہوں جو اس کے باقی کمالات کا ایک شمہ بھی نہیں - اب میں صداقت قرآن و اسلام اور نبوت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر چند قسم کے ادلہ و براہین پیش کرتا ہوں اور ہر ایک قسم میں سے صرف ایک ایک ہی دلیل پر اختصار کرتا ہوں تاکہ کتاب دراز نہو جائے اگر خدا نے چاہا تو پورے طور پر ایک جداگانہ کتاب میں بیان کرونگا۔

حقانیت اسلام

قسم اول اعجاز قرآن ہے۔ **دلیل معجزہ** - مدعی نبوت کے اوس فعل یا اوس خداداد وصف کا نام ہے جو انسانی قدرت و اوصاف سے فوق ہو - اور یہ اوس نبی کی صداقت کا ایک صاف نشان ہوتا ہے اور ہونا ہی چاہیئے کسلئے کہ اس سے یہہ بات ہر ایک صاحب عقل سلیم کے نزدیک ثابت ہو جاتی ہے کہ نبی بحیثیت انسانیت اور انسانوں کے برابر ہے پھر اوس سے کسی ایسی بات کا ظہور جو مافوق القدرت الانسانیہ ہے صاف دلیل ہے کہ یہہ اسکا کام نہیں بلکہ کسی ایسی قدرت کا جو سب سے بالاتر ہے اور ممکنات کے سلسلہ میں سب سے بالاتر جو ایک قدرت نمایاں ہے جیسا کہ ہم شروع کتاب میں ثابت کرائے ہیں وہی خدائی قدرت ہے اور وہی اس کے وجود کا ثبوت ہے +

اعجاز قرآن

حکماء نے جو کچھہ معجزہ پر شبہا عقلیہ قائم کیئے ہیں ان سب کا جواب علم کلام کی کتابوں میں مفصلاً مذکور ہے - اس مقام پر جو مخالفین اسلام نے آنحضرت صلی اللہ سے معجزہ صادر ہونے کی بابت قرآن سے استدلال کیا ہے اسکا ذکر اور ابطال مناسب سمجھتا ہوں مخالف کہتا ہے کہ قرآن کی یہ آیت بتا رہی ہے کہ حضرت سے کوئی معجزہ صادر نہیں ہوا

برخلاف اور انبیاء سابقین کے کہ اون سے صادر ہوئے ہیں آیت یہ ہے وَمَا مَنَعَنَا
اَنْ نُرْسِلَ بِالْاٰیٰتِ اِلَّآ اَنْ کَذَّبَ بِهَا الْاَوَّلُوْنَ ٥ کہ ہم کو معجزات بھیجنے وا اور کسی چیز
نے منع نہیں کیا صرف اسنے کہ پہلے لوگوں نے معجزات کو جھٹلا دیا تھا جس کے باعث
وہ ہلاک ہوئے اسلئے اب ہم ایسا کرنا نہیں چاہتے۔ اس سے معلوم ہوا کہ آنحضرت صلعم
سے کوئی معجزہ صادر نہیں ہوا۔ دیگر آیات سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ لوگ آپ سے
معجزات طلب کرتے تھے ادہر سے یہی جواب آتا تھا کہ کہدو میں بھی تمہارے جیسا
ایک بشر ہوں تمکو احکام آلہی پہونچانے کے لئے بھیجا گیا ہوں +

ا اس شبہ کا **جواب** یہ ہے کہ عرب کی زبان میں نزول قرآن سے بھی پہلے
اَلسماء پر جو الف لام داخل ہوتا تھا اس کے بھی کوئی معنی ہوتے تھے۔ کیونکہ رجل اور
الرجل میں عرب کے نزدیک فرق بیّن ہے۔ **علما**ء نے عرب کی زبان کا تتبع کرکے جو
دیکھا تو اس الف ولام کے چار قسمیں ثابت ہوئیں کیونکہ یا تو اس سے اس اسم کی کہ
کہ جسپر وہ داخل ہوا ہے نفس حقیقت مراد ہے یعنے معنی کلی اس کے افراد کا لحاظ تک
بھی نہیں جیساکہ الرجل خیر من امراۃ۔ یہاں رجل یعنے مرد کے کسی فرد کا بھی لحاظ نہیں
بلکہ مرد کی جنس عورت کی جنس سے بہتر ہونا مراد ہے۔ تو اسکو الف لام جنس کہتے ہیں
اور اگر افراد ملحوظ ہیں تو تین حال سے خالی نہیں یا تو جملہ افراد مراد ہیں تو اسکو
الف ولام استغراق کہتے ہیں اور اگر جملہ افراد مراد نہیں بلکہ بعض۔ پہر یا تو بعض معین
جیساکہ الآیات میں وہ مخصوص معجزات مراد ہیں کہ جن کی کفار قریش تمسخر کی راہ سے درخواست
کرتے تھے تو اسکو الف لام عہد خارجی کہتے ہیں اور اگر بعض غیر معین مراد ہیں تو
اسکو عہد ذہنی کہتے ہیں +

آیت میں الآیات کے معنی وہ معین معجزات ہیں نہ کہ مطلقاً۔ اور قرینہ کلام بھی
یہی چاہتا ہے کہ وہ کفار قریش نہ تو جملہ معجزات کی درخواست کرتے تھے نہ یہ کہ

کوئی معجزہ ہو ان کی درخواست کرتے تھے نہ جنس کی بلکہ وہ تو وہ معجزات چاہتے تھے
کہ جن کا ذکر سورہ بنی اسرائیل کے ۹ رکوع میں ہے وقالوا لن نومن لک حتی تفجر لنا
من الارض ینبوعا او تکون لک جنة من نخیل و عنب فتفجر الانہار خلالہا
تفجیرا ○ او تسقط السماء کما زعمت علینا کسفا او تاتی باللہ والملئکۃ
قبیلا ○ او یکون لک بیت من زخرف او ترقی فی السماء ط ولن نومن لرقیک
حتی تنزل علینا کتابا نقرؤہ ○ قل سبحان ربی ھل کنت الا بشرا رسولا ○
حاصل جواب یہ ہے کہ جن معجزوں کو وہ طلب کرتے تھے اور طلب بھی محض جاہلانہ
حجت اور تمسخر کے طور پر نہ ایمان لانے کی غرض سے اُن کے بھیجنے کا انکار کر دیا
گیا اور وجہ بھی تبلا دی کہ ایسے معجزات طلب کرنے والے آخر انکار ہی کر دیا کرتے
ہیں جیسا کہ پہلی امتوں میں ہوا ہے اور پھر اوسوقت انپر ضرور کوئی آفت نازل ہوتی ہے
اس سے یہہ نہیں ثابت ہوتا کہ مطلقاً معجزات بھیجنے کا انکار کیا گیا نہ وہ اسکی طلب
کرتے تھے اور یہ کوئی نئی بات نہیں حضرت مسیح علیہ السلام نے بھی جبکہ فریسیوں نے
معجزہ طلب کیا تو صاف انکار کر دیا جیسا کہ انجیل مرقس کے آٹھویں باب گیارھویں
درس میں ہے۔ پھر کیا کوئی عیسائی کہہ سکتا ہے کہ حضرت مسیح نے کوئی معجزہ نہیں دکھایا
قرآن کی آیت مذکورہ کا بھی یہی مطلب ہے +

سوال یہ تسلیم مگر قرآن میں کہیں بھی اسبات کا ذکر یا اشارہ نہیں کہ آنحضرت صلعم سے
معجزات صادر ہوتے تھے **جواب** متعدد جگہ ذکر اور اشارہ ہے از انجملہ یہ آیت ہے

سید احمد خاں نے اس آیت سے یہ بھی ثابت کرنا چاہا ہے کہ پہلے بھی کسی نبی سے معجزہ صادر نہیں ہوا۔
یہ آنکی نہایت غلط فہمی ہے کیونکہ آیت صاف بتا رہی کہ پہلوں نے معجزات کو جھٹلایا تھا یہی معجزات
کے بھیجنے میں مانع ہوئی۔ اور عجب تر یہ ہے کہ سید خود اسی مقام پر کہ جہاں انہوں نے اپنی تفسیر
میں یہ بحث کی ہے یہ بھی بڑے زور سے کہہ چکے ہیں کہ قرآن میں آیۃ یا آیات کا لفظ صرف قرآنی

اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ ۝ وَاِنْ يَّرَوْا اٰيَةً يُّعْرِضُوْا وَيَقُوْلُوْا سِحْرٌ مُّسْتَمِرٌّ اول تو شق القمر کا ایسا معجزہ ہے کہ جس کی خبر احادیث میں موجود ہے دوم دوسری آیت بتا رہی ہے کہ وہ معجزات دیکھنے کے بعد ان کو جادو کہدیتے تھے۔ سحر مستمر کا لفظ دلیل ہے کہ آیۃ سے مراد نہ قرآنی آیت ہے نہ معمولی آیات قدرت فلسفہ کا جواب تو ہم دیچکے ہیں مگر عیسائی شق القمر پر کوئی عقلی اعتراض نہیں کرسکتا جبکہ بائبل میں آفتاب کا ٹھہرا رہنا اور مسیح کی صلیب کیوقت تمام دنیا پر اندھیرا چھا جانا اور سورج کا تاریک ہوجانا مذکور ہے انجیل یوحنا ۲۳ باب۔ اور بھی بہت معجزات احادیث میں مذکور ہیں جو بلحاظ اتصال سند کے اناجیل سے زیادہ معتبر ہیں اور قرآن چونکہ حضرت کی تاریخ نہیں جیسا کہ اناجیل مسیح کی تاریخیں ہیں۔ اس لئے قرآن میں معجزات کا بیان نہونا مستبعد نہیں ✣

اب ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک زندہ معجزہ دکھاتے ہیں جو اسوقت سے ابتک ویسا ہی موجود ہے اور ہمیشہ رہے گا جسمیں نہ روایت کی ضرورت نہ تاریخ وحکایت کی احتیاج جسپر نہ فلسفۂ جدید کا حملہ ہوسکے نہ فلسفۂ قدیم کا جسکو ہر ملک وملت کا دانشمند انصاف پسند دیکھکر سنکر یقین لاسکتا اور اس سے دارین کا فائدہ بھی اٹھا سکتا ہی وہ کیا ہے؟ **قرآن مجید**۔ ایسی کتاب جسکے یہ صفات ہوں ایسے شخص سے ظاہر ہونا جو علوم رسمیہ میں امی ہو جسکو علاوہ عبادت و اشتغال بحق کے صدہا مصائب کا رات دن

بقیہ نوٹ صفحہ ۵۲۵) آیات پر اطلاق ہوا ہے اگر انکا صحیح اجتہاد صحیح مان لیا جاوے تو اس آیت میں معجزات کے ثبوت یا نفی کا کچھہ بھی ذکر نہیں بلکہ آیات الہامیہ کے نبھیجنے کا سبب مذکور ہونا مانا جاویگا وہ بھی نہ مطلقاً۔ کیونکہ آیات قرآنیہ تو بہت کچھہ بھیجی گئیں ہیں جن کا کوئی بھی انکار نہیں کرسکتا بلکہ مخصوص آیات کے نہ بھیجنے کا سبب سمجھا جائے گا جن کی اسوقت کے کفار قریش آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے درخواست کرتے ہونگے وفیہ ما فیہ لایخفی ۱۲ منہ

سامنا ہو چاروں طرف سے لوگ شمشیر بدست ہوں بیشک مافوق القدرت ہے - اور اسکو معجزہ کہتے ہیں صفات مذکورہ ذیل کی رعایت رکھہ کر کسی سے بھی باوجودیکہ قصد بھی کیا آجتک ایسی کتاب کی ایک سورۃ ہی کے برابر نہ بنایا جانا مافوق القدرت ہے اگر کوئی یوں کہے کہ اتبک کسیتے اسبات کا قصد ہی نہیں کیا تہا تو یہ اور بھی معجزہ ہے کیونکہ عرب میں بھی بڑے فصیح و بلیغ تہے اور انکو عار دلاکر معاوضہ پر برانگیختہ بھی کیا جاتا تہا - مگر پہر بھی معاوضہ بالحروف سے عاجز آکر مقابلہ بالسیوف ہی کرتے رہے کیونکہ وہ جانتے تہے کہ لفظی خوبی سے کام نہیں چلتا مطالب کو اس خوبی سے ادا کر دینا کوئی آسان کام نہیں بقول شاعر ؎ گر مصور صورت آن جان جان خواہد کشید ٭ حیرتے دارم کہ نازش راچساں خواہد کشید ٭ اور عرب سے نکلکر جب اسلام مغرب اقصے سے لیکر مشرق اقصی تک پہونچ گیا اور سب کے پاس قرآن کا ہونا اور مخالفوں کے سامنے اعجاز میں قرآن کا پیش کرنا اور قرآن میں یہ دعویٰ ہونا کہ جن و انس سب ملکر تو اس کے کسی ایک سورہ ہی کے برابر بنالاؤ پہر بھی کسیکا اس کے مثل بنانے کا قصد بھی نہونا اگر اعجاز نہیں تو اور کیا ہے - اب بھی عربی ہیں نہ بھی اور یہی زبان ہیں یہی صفات مذکورہ کے موافق کوئی بنا کر تو لائے حالانکہ انکو نمونہ بھی سامنے موجود ہے پہر اگر اسپر بھی کسی عالم فاضل فلاسفر سپیکر خوش بیان سے ایسی کتاب کے کسی ایک سورہ کے بھی برابر نہ بنایا جاوے تب تو تسلیم کرنا پڑیگا کہ قرآن معجزہ ہے ٭

قرآن تو قرآن جن مصنفوں نے مضامین قرآن اور اس کے طرز بیان کا بھی کسیقدر اتباع کر لیا ہے - انکی کتابکا بھی مثل بنانا مشکل پڑ گیا ہے - **سعدی** کی گلستاں ہی کو دیکھو فارسی زبان میں ہے کوئی اغلاق نہیں زیادہ عبارت کی رنگینی کا بھی التزام نہیں صاف صاف لفظوں میں حکایات اور کچھہ پند و نصائح ہیں لیکن بہت سے لوگوں نے سعدی کے مقابلہ پر قلم اوٹھائے حالانکہ فصاحت و بلاغت میں وہ بھی مشہور آفاق تہے

مگر گلستاں کا مقابلہ مشکل پڑ گیا۔ بات کیا ہے سعدی اکثر قرآن و احادیث کے مطالب کو حکایات کے پیرایہ میں ادا کرتے ہیں حالانکہ قرآن وہ چیز ہے کہ جس پر خود سعدی بھی ایمان لائے ہوئے ہیں۔ لفظی فصاحت و بلاغت میں مقامات حریری کا بھی پایہ کچھ کم نہیں عربیت کے میدان کا شہسوار رہے بڑے بڑے خوش بیان اسکی گرد تک بھی نہیں پہونچتے مگر پھر کیا بات ہے کہ وہ بھی جہاں اقتباس کیطور کسی قرآنی جملہ کو عبارت میں لے آتے ہیں تو کلام میں جان پڑ جاتی ہے اور سامع پھڑک اٹھتا ہے۔

وہ صفات

جہاں تک میرے فہم کی رسائی ہوئی ہے یہ ہیں ورنہ اور بھی ایسی خوبیاں ہیں کہ جنکا کلام میں پیدا کرنا طاقت بشریہ سے باہر ہے +

(۱) خدا تعالیٰ کی ذات و صفات مقدسہ کا ایسے براہین سے ثبوت اور ثبوت میں توضیح کہ جنکو ایک بڑے سے بڑا حکیم اور ایک جاہل سے جاہل حسب مذاق دونوں برابر سمجھیں اور متاثر ہو جائیں +

(۲) عالم غیر محسوس کے حقائق اور وہاں کے حالات اور وہاں کی موجودات کا ایسا پر اثر سچا اور صاف بیان کہ جسکے سننے کی بعد روح میں اس عالم باقی کا ایسا شوق پیدا ہو کہ دنیا اور اس کے شہوات و لذات فانیہ آنکھوں میں حقیر ہو جائیں اور جسطرح نسیم سحری کے دلکش جھونکے وقت مرغان چمن کے چہچے سنکر اسیر قفس طائر پھڑ پھڑایا کرتا اور کہتا ہے

ع آواز من برسانید بمرغان چمن۔ کہ ہم آواز شما در قفسے افتادہ است

یہی حال سامع و قاری قرآن کا ہو جائے۔ عالم غیر محسوس میں روح ملائکہ جنت۔ دوزخ اور وہاں کے ثمار باقیہ اور عقوبات دائمہ وغیرہ ہیں۔ وہ عالم روحانی عالم جاودانی ہے فلسفہ تو عالم حسی کی دیوار سے ایک انچ بھی آگے نہیں جا سکتا۔ اگر اس عالم کا منکر نہو تو بھی

دیر کے لئے یہ بھی مان لے کہ اسکے تسلیم کر لینے میں بھی کوئی مانع نہیں۔ تو پھر بجز الہام انبیائی کے اوس عالم کا کون بتلانے والا ہے جہاں ہمیشہ رہنا ہے اور وہ جلد پیش آنے والا ہے دنیا میں انبیاء علیہم السلام کی بعثت کا یہی سبب ہے پھر جس کتاب اور جس شخص نے اس فریضہ کو کمل کر دیا ہو وہ نبی اور وہ کتاب الٰہی نہ مانی جائے تو اولٹا معاملہ ہے۔ اب ناظرین مدعیان الہام اور الہامی کتابوں کو اس کسوٹی پر لگا کر کھرے کھوٹے کو آپ پرکھ سکتے ہیں بعض مشنری قرآن کا سرقہ ثابت کرنے کے لئے واقعات وقصص قرآنی اور بعض احکام اسلامی کا تو بہت تلاش سے دوسری کتابوں اور مذاہب سے لیا جانا بیان کرتے ہیں۔ مگر عالم روحانی کی تصویر کھینچنے میں جو نبوت کا اشد ضروری فریضہ ہے کسی کتاب اور کسی مذہب سے بھی اخذ کرنا ثابت نہیں کر سکتے نہ توریت وانا جیل سے نہ ویدوں اور پرانوں سے نہ زند وستہا ؤ ر وساتیر سے حالانکہ جسکو سرقہ بتاتے ہیں اور بڑی تلاش سے بعض مطالب قرآنی کا اور مذاہب و کتابوں کی طرف حوالہ دیتے ہیں یہ بھی قرآن کا اعجاز ہے کیونکہ جب اس زمانے میں کہ مطابع کے ذریعہ سے ہر مذہب و ملت کی کتابیں آسانی سے بہم پہونچ سکتی ہیں پھر ان سے نقل کرنے میں بھی ٹھوکریں کھا جاتے ہیں تو اُس پر عرب میں جہاں نہ علوم نہ علومی کتب خانے تھے نہ آپکے پاس ایسے ماہر مذاہب و تاریخ موجود تھے نہ آپ لکھنا پڑھنا جانتے تھے پھر ان امور کو صحیح صحیح کسنے آپ کو بتا دیا جنکے آج کتابوں اور مذاہب میں حوالے پائے جاتے ہیں اور بار بار بیان کرنے میں بھی تعارض نہیں ہوتا۔ حالانکہ بائبل کی کتابوں میں جہاں بنی اسرائیل کے بادشاہوں کی تاریخ بیان ہوئی ہے باہم کسقدر اختلاف ہے مسیح کے نسب نامہ ہی کو دیکھئے جو بقول نصاریٰ متی نے الہام سے لکھا ہے کتنے اغلاط ہیں جو کتاب التاریخ و کتاب صموئیل وغیرہ کے ملا کر دیکھنے سے معلوم ہوتے ہیں جنکی توجیہ میں ہارن وغیرہ مفسر انجیل کیسے غلطاں پیچاں ہیں ؏

(۳) انسانی سعادت وشقاوت کا صاف اور سیدھا اور عقل کے مطابق رستہ دکھانا

اسکو مفید و مضر اعتقادات سے واقف کرنا نیک و بدنتائج پیدا کرنے والے اعمال سے آگاہی دینا (۴) علم سعادت و شقاوت کے بہت سے اقسام ہیں انکو بہی تمام و کمال اسی عمدہ پیرایہ و اسلوب سے بیان کرجیساکہ (۵) انسانی ظاہری طہارت و نجاست جسکا اثر باطن تک پہونچتا ہے (۶) اشیا کی حلت و حرمت کیونکہ اخلاق اور باطن پر اسکا بہی بہت اثر ہے۔ (۷) فرائض و آداب عبادت مالی و بدلی و روحانی (۸) ذکر الٰہی اور آیات قدرت میں غور و فکر کرنے کے فوائد اور اس کے صفات میں مراقبہ کرنے کی تاکید (۹) حوادث دہر اور انسانی انقلاب سے عبرت و نصیحت حاصل کرنے کے فوائد و تاکید (۱۰) ناجائز شہوات ولذات اور دنیا کی زرق و برق پر مائل ہونے کی مذمت (۱۱) شکر صبر رضا تسلیم قناعت سخاوت۔ صدق۔ عفاف وغیرہ۔ ملکات فاضلہ کی مدح۔ ان کے برخلاف صفات کی مذمت (۱۲) اوقات گرانمایہ کو لغویات و بیکار مشاغل میں صرف کرنے کی برائی (۱۳) تمدن کے اصول۔ عفو کرنا۔ انتقام سے درگزر کرنا۔ برائی کے مقابلہ میں بھلائی کرکے دشمن کو مغلوب کرنا اور اگر بضرورت سیاست بدل ہی لینا ہو تو اسیقدر کہ جسقدر جرم یہ ہے۔ حلم۔ راستبازی معاملات میں دغا و فریب نکرنا۔ عہد کی پابندی کرنا۔ تواضع و انکسار سے چلنا۔ مخلوق الٰہی پر رحم کرنا۔ ماں باپ اور بزرگوں کی تعظیم کرنا چھوٹوں پر نظر شفقت رکہنا مسافر یتیموں۔ مسکینوں۔ غلاموں اسیروں پر رحم کہانا۔ جھوٹھ نہ بولنا تمسخر اور طعنہ بازی غیبت و بدگوئی سے باز رہنا ظلم و ستم نکرنا۔ معاملات میں انصاف کرنا۔ جھوٹی گواہی ندینا۔ شراب قتل۔ زنا لواطت جوا۔ چوری وغیرہ مفاسد سے روکنا ایسے جرائم کی سزائیں بیان کرنا اور سزا میں اعتدال ملحوظ رکہنا فضول خرچی و اصراف سے روکنا۔ ہمسایہ اور اہل قرابت اور دوستوں کے حقوق ملحوظ رکہنا انکے ساتہ ہمدردی سے پیش آنا۔ اخلاق حسنہ حاصل کرنا برے اخلاق سے بچنا۔ اصول تمدن میں سے (۱۴) میراث۔ (۱۵) بیع و شرا وغیرہ معاملات کے قوانین بیان کرنا۔ (۱۶) علم سیاست کا مکمل بیان۔ حاکم کی اطاعت باہمی اتفاق

معاملات کو بمشاورت طے کرنا۔ قومی و ملکی جمعیت کو محفوظ رکھنا۔ دشمنوں سے بچنے کے لئے ہر ایک قسم کا سامان حرب بہم پہونچانے میں کوشش کرنا قواعد حرب سیکھنا۔ جنگ میں استقلال وجوانمردی دکھانا اپنے سے دوچند کو بھی خاطر میں نہ لانا۔ اس استقامت وجوانمردی کے صلہ میں فتح وظفر غنیمت عزت۔ ثروت کا دنیاوی نتیجہ بتانا۔ آخرت کا مغفرت اور جنت کا ثمرہ اور اطمینان دلانا شہیدوں کے فضائل مجاہدونکے مناقب۔ ان قومی وملکی کاموں میں مال وجان صرف کرنے کے محامد نامردوں کاہلوں۔ بخل کرنے والوں کی مذمت دنیاوی واخروی بدنتائج کا بیان **مسئلہ جہاد** کہ جسکو بڑے بڑے عنوانوں سے مخالف بیان کرکے اسکو مورد طعن قرار دیا کرتا اور اسلام پر بزور شمشیر پھیلانے کا الزام لگایا کرتا ہے اسی علم سیاست کا ایک اہم مسئلہ ہے کسلئے کہ اس کے بغیر قومی و ملی عزت وتہذیب بھی قائم نہیں رہ سکتی اور غیروں کے محکوم وغلام بننے سے دین بھی باقی نہیں رہتا نہ دین کے علوم وبرکات باقی رہ سکتے ہیں بلکہ قوم قوم نہیں رہ سکتی نہ وہ دنیا میں عزت کی نگاہ سے دیکھی جاتی ہے نہ وہ اس غلامی کیحالت میں رہ کر دنیاوی ترقی کر سکتی ہے نہ مرفہ الحال ہی رہ سکتی ہے ایسی ذلیل حالت میں سود کا مسئلہ جو دائمی ذلت کا نشان ہے پست ہمتوں اور دولت پسند طبائع کو قومی ترفہ کا عمدہ ذریعہ معلوم ہوا کرتا ہے +

اس زمانہ کے سفہاء اسی مسئلہ سے آپ کی نبوت میں کلام کیا کرتے ہیں اور یہ نہیں سوچتے کہ جس نبی نے جو اولوالعزم ہونے کا شرف رکھتا ہو اگر خدا پرستوں کی ایک جداگانہ قومیت ہی قائم نہ کی اور انکو بت پرستوں ظالموں تہذیب روحانی کے مخالفوں کی غلامی سے ہی نجات نہ دلائی تو کچھ بھی نہیں کیا۔ حضرت موسے علیہ السلام تو بنی اسرائیل کو فرعونیوں کی غلامی سے آزاد کرانے میں بڑے اولوالعزم اور مسلم الثبوت نبی ورسل مانے جائیں اور حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم عرب کی قوموں اور خدا پرستوں کو ظالموں ہوا پرستوں جبار بادشاہونکی غلامی سے آزاد کراکے ہمیشہ کے لئے آزاد وسربرآوردہ بنانے کے

جرم میں سفاک۔ ڈاکو۔ لوگوں کے مال و اولاد اور عورتوں کے لالچی۔ شہوت پرست بیجرم قرار پاویں اور نبوت کبریٰ کے درجہ سے محروم کئے جاویں یہ کونسی ایمانداری۔ اور کیا انصاف ہے +

(۱۶) انسانوں کی روحانی ترقی کے علوم اور روحانی امراض اور ان کی دوا کا بیان۔ یہ جس خوبی سے قرآن میں ہے اسکا عشر عشیر بھی کسی الہامی یا عقلی کتاب میں نہیں +

(۱۷) انسان کے سامنے موجودات اور وجود کے مرتب سلسلہ کو پیش کرنا اور انکے اس عالم محسوس میں آنے اور جانے کا راز بتانا کہ یہ سب کائنات اسی آفتاب حقیقی کے انوار ہے جو وہیں سے نکلتے اور عالم شہود کے میدان میں ایک حد تک پہونچکر پھر وہیں چلے جاتے ہیں کل الینا راجعون۔ وان کل لما جمیع لدینا محضرون۔ الم تر الیٰ ربک کیف مد الظل الایہ وغیرہا من الایات۔ جن سے ثابت کر دیا گیا ہے کہ موجودات میں بجز اس کی ذات کے کوئی بھی حقیقی وجود نہیں رکھتا بلکہ وہی موجود حقیقی ہے۔ اور تمام موجودات اسی ذات کا ظل مظہر ہے جو درجہ بدرجہ عالم حسی تک آئے ہیں۔ اور پھر سایہ کی طرح درجہ بدرجہ تجرد و لطافت حاصل کرتے ہوئے اسکی طرف سمٹ کر چلے جاتے ہیں اور اس سفر میں جو کچھ کدورات انپر قائم ہو جاتے ہیں وہی انکا جہنم اور عذاب ہے جو اول ہی سے اسکی صفت قہر کا مظہر ہو کر تیار ہو چکا ہے اور اسکا تقرب و اصول نجات جنت ہے جو اسکی رحمت کا مظہر ہو کر اشکال مختلفہ میں ظہور پذیر ہو چکا ہے نہ یہ کہ موجودات اس کل کے اجزاء منفصلہ ہیں نہ یہ کہ یہ اجزاء پھر اسی ذات میں منضم ہو جاتے ہیں نہ یہ کہ وہ ذات موجودات میں حلول کئے ہوئے ہے جیسا کہ خام کاروں نے سمجھا ہے +

(۱۸) اس ذات بابرکات کے سوا جو علۃ العلل ہے کوئی بھی عبادت و پرستش کے قابل نہیں بلکہ انکی کچھ ہستی ہی نہیں اسلئے **توحید** کی تاکید اور غیر اللہ بالخصوص اوہام باطلہ اور ارواح غیر مرئیہ اور بتوں کی پرستش حرام کر دی اور کن کن دلائل موثرہ سے

توحید کی خوبی اور بت پرستی کی برائی انسان کے دل پر نقش کیا۔ (۲۰) خدا ہی سے محبت حقیقی رکھنے کی تاکید اور یہہ کہ بندہ سے بھی بشرطیکہ وہ نجاست روحانی سے آلودہ نہو خدا کو محبت ہے۔ خدا رحمان ہے رحیم ہے۔ اسنے اپنے پیارے انسان کے لئے دنیا میں یہ یہ نعمتیں اپنے مبارک ہاتھوں سے پیدا کی ہیں۔ اس کے مصائب میں وہ یوں یوں اس کی دستگیری کیا کرتا ہے وہ رسولوں اور دلائل افاق و انفس کے ہادیوں کے ذریعہ سے اپنی ہی طرف پاک ہوکر آنے کی دعوت دیا کرتا ہے وَ اللہ یدعو کم الی دار السلام

(۲۰) ان مطالب جلیلہ کو ایک دوسرے سے مربوط کرکے اوس فصاحت و بلاغت اور اس شیریں عبارت سے کہ جس کی ہم شرح کر آئے ہیں کبھی ایک جگہ کبھی متعدد مقامات پر کبھی واقعات گزشتہ کے پیرایہ میں کبھی بغیر اس کے نہایت دلکش انداز سے بیان کرنا اور بیان میں باوجود رعایت قانون بلاغت کے مبالغہ کذب فحش گوئی طرف داری کا شائبہ بھی نہ آنے دینا اور تکرار کی بے مزگی کو تبدیل عنوان کی شیرینی سے مٹا دینا۔ واقعات امم ماضیہ کو صدق سے بیان فرمانا اور پھر ایکبار نہیں بلکہ اغراض جداگانہ سے بار بار بیان کرنا اور اول سے لیکر کلام میں تعارض و اختلاف نہ پیدا ہونے دینا نہ واقعات کو اپنی طبیعت کے رنگ میں رنگین نہونے دینا۔ اصلی حقیقت پر پردہ نہ ڈالنا۔ پھر ہر واقعہ گزشتہ کو اسکی مناسبت سے اسیکے مقام پر لانا۔ اور چھوٹے چھوٹے جملوں میں بہت سے معانی جمع کر دینا اور بیان میں انسانی جذبات پر اشارہ و تلمیح و رمز و تعریض سے تازیانہ مارتے جانا نہ اسطرح کہ نفرت کا باعث ہوں بلکہ بیداری کا سبب ہوں اور کلام کے مبادی و اوساط و مقاطع میں طبعی تناسب ملحوظ رکھنا ان سب باتوں پھر مخاطبوں کے محاورے میں کلام کرنا اور اپنی شان شاہنشاہی کو بھی کلام میں دکھانا۔ وغیرہ لک بشر سے محال ہے۔ یہ اسی قادر مطلق کا کلام ہے جو اسنے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دل پر القا کیا یا یوں کہو انکی زبان سے خدا بولا۔ جنکو اول ہی سے علوم رسمیہ سے سادہ رکھہ چھوڑا تھا کہ یہ گمان نہو کہ

یہ خود اپنے علوم کے زور پر کلام کر رہے ہیں۔ وللہ الحمد۔

ان کمالات کے سوا قرآن نے طالب حق اور ربانی عالم کے جویاں اور اس سلسلۂ کائنات کی ابتدا و انتہا اور اس زندگی کے نتیجہ کے متجسس کی تشفی کر دی اور اس کی پیاس کو بجھا دیا ہے اور خالق و مخلوق میں رشتہ محبت قائم کرنا بتا دیا ہے۔ اسکے علاوہ یہ بھی کیا ہے کہ بہت سے امور میں

پیشین گوئیاں

پیشین گوئیاں کی ہیں جو بہت سے متحقق ہوگئیں اور بہت ہونے والیاں ہیں (۱) یہ کہ جب کفار مکہ کا آپ پر ہجوم تھا اور اپنی بدمستی میں وہ ایذا رسانی سے باز نہیں آتے تھے تو ایک ایسے سخت قحط کی خبر دی تھی کہ بھوک کے مارے لوگوں کو ضعف بصر سے آسمان کی طرف نظر کرنے میں دھواں نظر آئیگا۔ یوم تاتی السماء بدخان مبین یغشی الناس (سورۂ دخان) سو وہ واقع ہوا جسکی تفصیل احادیث کی کتابوں میں ہے (۲) مکہ میں عرب کے مشرکین ایران کے عناصر پرست بادشاہ کو اپنا اور شاہ ہرکلیوس عیسائی کو اہل کتاب ہونے کے سبب آنحضرت کے مذہب و مشرب کا سمجھا کرتے تھے اس لئے ہرکلیوس کی شکست پر ان کو خوشی اور مسلمانوں کو رنج ہوا تو قرآن نے پیشین گوئی کی۔ الم غلبت الروم فی ادنی الارض وہم من بعد غلبہم سیغلبون فی بضع سنین ۵ للہ الامر من قبل ومن بعد ویومئذ یفرح المومنون بنصر اللہ ط ینصر من یشاء ط وھو العزیز الرحیم وعد اللہ ط لا یخلف اللہ وعدہ۔ کہ اب تو رومی مغلوب ہوگئے ہیں مگر نو برس لبہ غالب ہو جائیں گے اور اگلے پچھلے سب کام اللہ ہی کے ہاتھ میں ہیں اور اس دن مسلمان بھی اللہ کی فتح و نصرت سے خوش ہونگے۔ اللہ جسکو چاہتا ہے فتح دیتا ہی اللہ کا وعدہ ہو چکا وہ اپنے وعدہ کے خلاف نہیں کیا کرتا +

چنانچہ اسوقت سے نویں سال بدر کی لڑائی میں مسلمانوں کو بھی فتح ہوئی جو محض اللہ کی فتح

لہ بضع ایک سے لیکر نو تک کو کہتے ہیں مگر اس مقام پر اخیر مرتبہ مراد ہے جو کلام ہی سے سمجھا جاتا ہے اسلئے ہمنے بھی نو ہی کے ساتھ مرادی ترجمہ کر دیا ہے ۱۲ منہ

ونصرت تھی ورنہ اسباب ظاہرہ کے خلاف تھی۔ اور اسی اثنار میں ہرکلیوس کی شاہ ایران پر فتح ہونے کی بھی خبر آئی دونوں پیشین گوئیاں صادق آئیں (۲۳) وعد اللہ الذین آمنوا وعملوا الصلحت منکم لیستخلفنھم فی الارض الایہ اللہ نے ہم میں سے ایمانداروں نیکوکاروں سے وعدہ کرلیا ہے کہ تمکو زمین کا حاکم بنائیگا۔ جیسا کہ تم سے پہلوں کو بنایا ہے۔ اور تمہارے خوف کو امن سے بدل دیگا میری ہی عبادت کیا کریں گے۔ میرا کسی کو شریک نہ بنائیں گے +

حالانکہ جنگ احزاب کے وقت جبکہ یہ پیشین گوئی کی گئی تھی مسلمانوں کو چاروں طرف سے عرب نے محصور کر رکھا تھا اور بظاہر اُنکے نجات پانے کی کوئی صورت نہ تھی چہ جائیکہ حکومت ملے۔ لیکن ایسا ہی ہوا آنحضرت صلعم کے بعد خلفاء اس شان وشوکت کے ہوئے کہ خود ان سے بڑے بڑے بادشاہ لرزتے تھے۔ ان کو امن بھی ہوا اور وہ اس عروج کے وقت فتح وملک گیری کے نشہ میں بدکار اور مشرک بھی نہ ہوئے۔ بلکہ خدا پرست نیکوکار رہے +

مخالف کو جب کوئی بات نہیں بن آتی تو کہتے تھے کہ یہ تخمینی باتیں تھیں۔ مگر بائبل میں جو گول مول بے نام ونشان پیشین گوئیاں ہیں وہ پیشین گوئیاں تھیں کہ جن کے مطابق کرنے میں ابتک یہود ونصاری کا باہم اختلاف ہے +

ف (۱)

قرآن کے معجزہ ہونے میں سب مسلمان متفق ہیں نظام معتزلی بھی معجزہ ہی کہتا ہے مگر وجہ اعجاز اور بتاتا ہے۔ اور یہ کوئی بات نہیں کیونکہ قرآن میں بہت سی ایسی خوبیاں ہیں جو ہر واحد وجہ اعجاز ہوسکتی ہے۔ انہیں سے کسینے کسیکو اور دوسرے نے کسی دوسری بات کو وجہ اعجاز قرار دیا ہے۔ مگر مخالفین صرف لفظی فصاحت کو وجہ اعجاز

قرار دیکر کہتے ہیں کہ یہ کوئی دلیل کتاب الہامی ہونے کی نہیں ہوسکتی۔ اول تو اس کا یہ کہنا بھی غلط ہے دوم صرف یہی وجہ اعجاز نہیں بلکہ معنی کی خوبی بھی ہے جس کی تشریح ابھی ہمنے کی ہے +

(۲)

معجزہ ہر قوم کے مذاق پر ہوتا ہے۔ جو بلید الذہن ہوتے ہیں انکو محسوسات ہی کے اندر اعجاز دکھایا جاتا ہے کیونکہ وہ ایسی ہی موٹی باتوں کو سمجھ سکتے ہیں جیساکہ حضرت عیسےٰ اور موسےٰ کے مخاطب بنی اسرائیل تھے اسلئے اُن دونوں نبیوں کو حسی ہی معجزہ دیئے گئے عصےٰ کا اژدہا بنجانا ہاتھ کا روشن ہوجانا۔ قلزم سے خشک پار ہوجانا وغیرہ یا جیساکہ بیماروں کو تندرست مردونکو زندہ کردینا۔ پانی کے مٹکونکا شراب ہوجانا۔ اور اسلیئے وہ بلید معجزات کے بعد بھی مائل نہوتے تھے اور جو ہوتے بھی تھے تو انکا وہ نشہ پھر اُتر جاتا تھا۔ اسلئے ان کو پھر معجزہ دکہانا پڑتا تہا تکرار و کثرت معجزات کا یہی سبب تہا +

اور جو ذکی الادراک ہوتے ہیں تو انکو معنوی معجزہ دکہایا جاتا ہے۔ کیونکہ ان کے دلپر یہ زیادہ موثر ہوتا ہے عرب کی جودت مشہور ہے وہاں کے گدہے اور گھوڑے بھی بعض دیگر قوموں سے زیادہ دراک و حساس ہوتے ہیں اور نیز شعر و سخن فصاحت و بلاغت میں انکو بڑا ملکہ اور کمال تہا اسلئے انکو قرآن کی خوبی معنوی معجزہ دکہایا گیا اور جو ان میں بھی زیادہ دراک ہوتے ہیں تو انکو وجدانی اور ان سے زیادہ دراک ہوتے ہیں تو انکو روحانی معجزے دکھائے جاتے ہیں وہ کیا؟ طبائع کا تغیر اور قلبی کیفیات۔ سو قرآن میں یہ بھی اعجاز ہے کہ وہ دل کی کیفیت پلٹ دیتا ہے۔ فاجر کو پرہیزگار ظالم کو رحمدل تنگ دل کو سخی نامرد کو بہادر غافل کو مشغول بحق بنا دیتا ہے۔ وجدانی اور روحانی معجزات ہی زیادہ موثر ہوتے ہیں اسلئے اس قسم کا اعجاز آنحضرت سے بہت ہی ظاہر ہوا ہے اور حسی معجزے بھی دکہائے ہیں جنکی تفصیل کتب احادیث میں ہے +

ف (۳)

اور یہی ہے وہ یہ کہ حضرت کی نبوت تا قیامت اور ہر قوم کے لئے قائم رکھی گئی ہے۔ اسلئے ہر زمانہ اور ہر قوم کے لئے بھی ایک معجزہ ہونا چاہیئے سو وہ قرآن ہی کا معجزہ ایک ایسا معجزہ ہے جو قیامت تک باقی رہے گا۔ اور ہر قوم اسکو دیکھہ بھی سکتی ہے۔

ف (۴)

معمولی معجزہ سے صرف نبی کی صداقت ثابت ہوسکتی ہے ورنہ فی نفسہ معجزہ کوئی امت کے لئے مفید اور ہدایت نہیں برخلاف قرآن کے کہ وہ صداقت نبی کا بھی فائدہ دیتا ہے اور ہدایت اور دستور العمل بھی ہے اور نبی کی بعثت سے یہی مقصود بھی ہوتا ہے نہ کہ معجزہ کا دکھانا۔ اسلئے قرآن جملہ معجزات سے افضل ہے +

دوسری قسم اثر ہدایت ہے۔ یہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا مافوق العادۃ فعل بھی ہے اور وصف بھی ہے اسیطرح قرآن کا بھی وصف ہے۔ اسلئے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا بھی یہہ ایک ایسا معجزہ ہے کہ جسکو وہ شخص کہ جسکا واقعات پر ہر گہری نظر ڈالنے والا منصف کسی طرح انکار ہی نہیں کرسکتا +

نبوت کا اصل مقصد بنی نوع کی رہنمائی اور ان کو خلاف فطرت رستولنسے ہٹا کر طریقہ فطرت پر لانا ہے۔ جس نبی سے یہہ فریضہ جسقدر وقوع میں آیا اسیقدر ان کے باہمی تفاضل کا سبب ہے جس نبی کو ایک خاص قوم دیگئی اور وہ بھی فی الجملہ شائستہ الہامی احکام و فرائض سے واقف ہو برخلاف دوسرے کے کہ وہ تمام جہان کا ہادی مقرر کیا گیا ہو اور اسوقت تمام کرہ ارض اخلاقی و روحانی ظلمات میں محیط ہو فطرت کا آفتاب غروب ہو چکا ہو بالخصوص اوس نبی کا وہ ملک کہ جہاں سے وہ مبعوث ہوا ہو بت پرستی شہوت رانی۔ تخیلات کی پابندی جہالت اور اسیر ضد اور ہٹ اسیر غرور کے دریا میں ڈوبا ہوا ہو

خلاف طبع باتوں پر نہ صرف مناظرہ ومباحثہ بلکہ تلوار اور خنجر آبدار سے جواب دینا انکی گھٹی میں پڑا ہوا ہے پھر ایک کی مدد میں اسکا قبیلہ اور اس قبیلہ کی مدد میں ان کے حلیف قبائل بھی لڑنے مرنے مارنے کو تیار ہوجاتے ہوں جس ملک میں اس سرے سے اوس سرے تک نہ کوئی علوم کا مدرسہ ہو نہ کسی حرفت وصنعت کا کارخانہ ہو لوٹ مار ان کا پیشہ ہو آبائی رسم ورواج کی پابندی اور ٹوٹکے۔ فال۔ گنڈے۔ عجائب پرستی مجالس میں جاہلانہ افسانہ انکا ایمان ہو ہزاروں بتوں اور ستاروں اور ارواح غیر مرئیہ کے اختیار میں انہوں نے دنیا کے تمام کاروبار کا انصرام سمجہہ رکہا ہو سنگدلی کا یہ حال ہو کہ دامادی کی عار سے معصوم لڑکیوں کو اپنے ہاتھوں سے زندہ گاڑ دینا۔ شرافت سمجھا جاتا ہو شہوت پرستی کا یہ حال ہو کہ باپ کے مرنے کے بعد بڑا بیٹا اسکی بیویوں کو تصرف میں لانا کوئی عیب نہ سمجھتا ہو ان دونوں نبیوں اور ہادیوں میں بلحاظ سہولت و وقت فرائض منصبی زمین و آسمان کا فرق ہے ❋

پھر جس شخص نے چند برسوں میں اوس ملک کی کایا پلٹ دی۔ بجائے بت پرستی کے خداپرستی انکا خمیر کردیا۔ خدا کی ذات اور اسکے صفات پر ان کا ایسا ایمان مستحکم ہوگیا کہ جو ایک بڑے حکیم الٰہی کا بھی نہ ہوگا وہ تخیلات و توہمات کی قید سے آزاد ہوگئے ان کو سنسان جنگلوں اور بلند پہاڑوں اور موجیں مارتے ہوئے سمندروں میں عالم کے بانی کے نشان قدرت دکہائی دینے لگے وہ نیرات اور ان کے تغیرات کو اسکی قدرت کاملہ کا کرشمہ سمجھنے لگے اپنے ہر کاروبار بیماری تندرستی افلاس وغنے کو اسکے ید قدرت کا فعل سمجھنے لگے ان کو ایک پیش آنے والی حیات جاودانی کا دنیا کے حاصل کرنے سے زیادہ اشتیاق پیدا کردیا۔ وہ راتوں خدا کی عبادت اور دعا اور گریہ وزاری میں مصروف رہنا اپنی حیات چند روزہ کا اصلی مقصد سمجھنے لگے وہ تخلیہ میں آیات قدرت میں غور وفکر کرکے خدائی جلوے دیکھنے کے مشتاق ہوگئے۔ بدکاری کی جگہ پرہیزگار بن گئے۔

سنگدلی کے بدلے رحم دل ہو گئے غصہ وری کے جگہ حلیم بنگئے عفو و احسان نے ان کے دلوں پر
سکہ جما دیا۔ ان کی بیجا بہادری کو باقاعدہ شجاعت اور دینی استقلال سے بدل دیا۔ ان میں
بجائے کم حوصلگی کے جہانداری کے خیالات راسخ ہو گئے۔ عرب کی بدامنی اور آپسکی مار دھاڑ
حسد و نفاق و اختلاف کو امنیت صلاح اتفاق یکجہتی سے بدل دیا۔ تمام خدا پرستوں کو
ایک گھر کے آدمی اور ایک باپ کے بیٹے بنا دیا۔ روحانیت و انسانیت میں وہ مردے تھے
ان میں ایک نئی زندگی کی روح پھونکدی۔ یہی نہیں بلکہ ہمیشہ کے لئے ان پتھروں پر وہ نقش
جمایا جسکو حوادث کے پانی اور انقلابات کے گرد و غبار مٹا نہ سکے۔ انکا وہ دینی نشار
زمانہ کی کسی ترشی سے بھی نہ اترا +

پھر ان کے ذریعہ سے اور تمام بنی نوع پر بھی یہی رنگ چڑھا دیا۔ صحابہ جہاں جاتے
تھے اپنا علم اپنا تمدن اپنے اخلاق اپنی صداقت اپنی روحانی فیاضی اور بنی نوع کی سچی
ہمدردی ساتھ لیجاتے تھے مفتوح قوموں کو وہ بہت جلد اپنی عزت اپنے کمالات کا شریک
اور حصہ دار بنا لیتے تھے۔ اپر قیصر و کسرےٰ کی جبروت کا بموجب ان پیشین گوئیوں کے
کہ جنکا اب بھی کتاب دانیال وغیرہ میں کچھ اثر نقش قدم سا پایا جاتا ہے۔ کچھ بھی زور نہ
چل سکا بلکہ وہ جسطرف اپنا عزم سفر کرتے تھے فتح و ظفر ان کا خیر مقدم کرتی تھی۔ ان کے پرچم
اقبال و شوکت کی ہواؤں میں لہرایا کرتے تھے۔ جسطرح وہ ایک صدی کے تمام ہونے سے پہلے
اٹلانٹک سے لیکر اقصائے شرق تک کے ممالک پر حکمران ہو گئے تھے۔ اسیطرح وہ علوم و فنون کے
بھی بڑے بڑے خزانوں کے خزانچی اور کلید بردار بنگئے تھے۔ بایں ہمہ ان کے اوصاف
حمیدہ اس جاہ و حشم کے زمانہ میں بدل نہ گئے تھے خلفاء کے وہی اطوار اوس زمانہ میں بھی
تھے جبکہ وہ قیصر و کسرےٰ کی سرسبز سلطنتوں کے مالک ہو گئے تھے۔ جو مدینہ میں ان کے بعد
اوس ناقابل برداشت غریبی و بیچارگی کے زمانہ میں تھے مکان و لباس کھانے پینے دربار
داری میں ان کے پاس شانِ کسرےٰ تھی نہ حشمت جبروت قیصری تھی وہ ویسی ہی سادہ مزاج

متواضع اخلاق مجسم ایک معمولی شخص تھے۔ انکی وہ سرگرمیاں جو پیغمبر علیہ السلام کے روبرو تھیں ان کے بعد میں بھی تھیں۔ وہ اسیطرح ایک غریب شخص کی طرح اپنی زندگانی بسر کرتے تھے وہی شب خیزی رہی راتوں کا عبادت میں گریہ وزاری اور خدا کا شوق ان کے سینوں میں بہرا ہوا تہا۔ اس سلطنت کے عہد میں وہ ایسے تہے کہ جیسا کوئی عابد زاہد تارک الدنیا گوشہ نشین سفر آخرت کے توشہ فراہم کرنے میں مشغول اور نفسی چند کا مہمان ہوتا ہے ۔

یہ وہ کیفیت مختصراً بیان ہوئی ہے جسکو یورپ کے تمام محقق مورخ تسلیم کئے ہوئے ہیں ان دشمنوں کا اعتبار نہیں جنہوں نے واقعات مذکورہ کو دوسرا رنگ دیکر بیان کیا اور بد نفسی سے ایسی پاک زندگانیوں پر الزام لگایا ہے کیونکہ بقول کارلائیل وہ الزامات اس زمانہ کی ترقی اور علمی تحقیقات کے وسیع ہوجانے سے خود انہیں کی روسیاہی ہوگئی ہے ۔

اب قابل غور دو باتیں ہیں

اوّل یہ کہ اس دینی اور خدا پرستی نیکوکاری انسانی کمال کا ایسے لوگوں پر ایسا مستحکم رنگ چڑھا دینا۔ اور پہر انکے ذریعہ سے ایک دنیا کے اس رنگ میں رنگدینا اور اس کے سد راہ کو باوجود اس بے سرو سامانی کے بڑی بڑی پرانی اور قومی سلطنتوں کو نیست و نابود کردینا اور تہوڑے سے دنوں میں مشرق سے مغرب تک اس ملت کا حاوی ہوجانا اگر یہ فعل اوسی ید قدرت کا نہیں ہے کہ جسنے اپنے اس نبی کو ابتدا ر حال میں ہی بطور پیشین گوئی کے لیظہرہ علی الدین کلہ کا مژدہ سنادیا تہا تو کیا کسی انسانی قدرت کا کام تہا؟ ہرگز نہیں ہرگز نہیں۔ حیطۂ امکان سے باہر ہے۔ اور اگر تہوڑی دیر کے لئے یہ بہی فرض کرلیا جاوے تو کیا ایسا فعل معجزہ نہیں ہے؟ ضرور معجزہ ہے جسکا انکار ہی نہیں ہوسکتا۔ کیا ابتدار آفرینش سے آجتک کوئی کسی معتبر تاریخ میں اسکا نشان دیکہتا اور اسکا کوئی نظیر بتا سکتا ہے؟ ہرگز نہیں عقل سلیم مان نہیں سکتی کہ کسی پُرفن اور عیار جسکی سیرت پر ایسے دہبہ بدنما ہوں جیسا کہ مخالفین اسلام آپ کی پاک زندگانی پر لگایا کرتے ہیں کہ وہ شہوت پرست پُرفریب۔ بیرحم۔ سفاک تھے

مریدوں کو لوٹ اور لوگوں کی عورتوں کا لالچ اور فرضی جنت کی طمع اور وہمی دوزخ کا ڈر بتلاکر مجتمع کرلیا تھا۔ ان کے پاس کوئی بھی نشان صداقت نہ تھا نہ ان کی تعلیم اچھی تھی نہ ان میں مکارم اخلاق اور خداپرستی نیکوکاری کا نور تھا) ایسا اثر اپنی ایسی قوم پر ایسا مستحکم کردیا ہو کہ انہوں نے اوس زمانہ میں کہ ابر جا روفطرت سے مصائب کا مینہ برس رہا ہو اپنی جانوں کو تہلکہ میں ڈالدیا ہو۔ اپنے پرانے لذات وشہوات اور خیال پرستی کو جو انہیں پشت درپشت خمیر ہورہی تھی چھوڑدیا ہو اور پھر وہ شرت اور ہر طرح کا اقتدار پاکر بھی اسی روش کے پابند رہے ہوں اور مدت العمر اپر اوس کا فریب اور اس کے بدنما دھبہ ظاہر نہوئے ہوں۔ اور ان کے اعتقاد میں کچھ بھی فرق نہ آیا ہو +

آج اس ترقی کے زمانہ میں کوئی یورپین پرگو اور فصیح وبلیغ سپیکر۔ ریفارمر اور نہیں صرف شراب خوری ہی کو چھوڑادے جسکی برائی ان کے دلوں پر بھی تہ نشین ہے۔ یا کوئی ایشیائی حکیم یا دہرتما پنڈت اپنے کسی خدا دادا اثر سے صرف بت پرستی کو ہی جسکی برائی بھی اب عقلا کے دلمیں مرسوخ ہوگئی ہے اس سرے سے اوس سرے تک اپنے ہی ملک سے مٹادے چند آدمیوں کو اپنے رنگ میں رنگ لینا کوئی بڑی بات نہیں۔ نہ یہ کوئی بڑی بات ہے کہ قوم کو حرفت وصنعت تجارت وغیرہ کیطرف آمادہ کرلے کیونکہ یہ افعال نفسانی خواہشوں کے خلاف نہیں بلکہ اسمیں تو ان کو دنیا کا بدیہی فائدہ محسوس ہورہا ہے +

دوسری بات اب اس فرض منصب نبوت ادا کرنے کا (دنیا میں آجتک جسقدر مسلم انبیاء اور رشی آئے ہیں اور انہوں نے انسانی ہدایت میں کوشش کی ہے انکی اس سے) مقابلہ کرکے دیکھو۔ حضرت موسیٰ ایسے مسلم نبی ہیں کہ یہود۔ عیسائی۔ سامری۔ مسلمان۔ تقریباً دوثلث بنی آدم مانتے ہیں۔ ان کی جو کچھ کوشش تھی خاص بنی اسرائیل ہی تک محدود تھی بنی اسرائیل فرعونیوں کی غلامی سے ایسے تنگ آگئے تھے کہ جو اور کوئی بھی انکو اس قید سے آزادی دلانیکا اطمینان دلاتا تو اسیکے پیرو ہوجاتے۔ مگر حضرت موسیٰ تو

انہیں کی قوم کے تھے اور ایسی آزادی کا انہیں اطمینان دلاتے تھے اور قوم بھی اسوقت کوئی سربرآوردہ اور باحوصلہ قوم نہ تھی کیونکہ غلامی نے ان کے سب جوعلے پست کردیئے تھے پھر انکو موسیٰ نے اوس قید سے رہا کیا اور انہوں نے فرعون کے لشکر کو جو ان کی تعاقب میں آیا تھا اپنی آنکھوں کے سامنے غرق ہوتے بھی دیکھا مگر جب قلزم کو عبور کر کے عرب کے شمالی و غربی بیابانوں میں پڑگئے تو پھر وہ حضرت موسیٰ سے بات بات میں کیسے کیسے کھوڑ لائے۔(۱) تو دوسری قوموں کو بت پرستی کرتے دیکھ کر موسیٰ سے کہنے لگے کہ اے موسیٰ ہمارے لئے بھی ایسے ہی بت بنادے جیسے کہ ان کے لئے ہیں جسپر موسیٰ سخت ناراض ہوئے (۲) حضرت موسیٰ جو کوہ طور پر خدا سے مناجات کے لئے گئے اور وہاں کچھ دیر ہوگئی تو پیچھے ان حضرات میں سے انہیں کے بھائی ہارون نے جیسا کہ اہل کتاب کہتے ہیں سونے چاندی کے ان زیوروں کا جو فرعونیوں سے بہانہ کر کے لائے تھے ایک بچھڑا ڈھال لیا اور اسیکو پوجنے لگے جسپر موسیٰ واپس آکر سخت ناراض ہوئے (مسلمانوں کے اعتقاد میں یہہ فعل سامری نے کیا تھا اور صحیح بھی یہی ہے) (۳) اوس بیابان میں جب بھوکے مرنے لگے تو رونے چلانے حضرت موسیٰ نے دعا کی تو من و سلویٰ یعنے ایک چیز مثل ترنجبین کے اور بٹیریں نازل ہونی شروع ہوگئیں مفت کی بے محنت و مشقت خوراک کھا کھا کر مستا گئے اور موسیٰ سے لڑنے جھگڑنے لگے۔ کہ تو ہمیں مصر سے ناحق نکال لایا جہاں ہر قسم کی سبز ترکاریاں اور گیہوں وغیرہ غلہ ہم کھاتے تھے ہم سے یہ نہیں کھایا جاتا (۴) جب رستہ میں عمالیق سے لڑائی کا موقع ہوا تو حضرت موسیٰ نے ہر چند آمادہ کیا مگر بول اوٹھے کہ جا تو اور تیرا خدا لڑلے ہم تو یہیں بیٹھے ہوئے ہیں۔

الغرض ایک نہیں صدہا نافرمانیاں اور بے وفائیاں موسیٰ جیسے شفیق سے کیں۔ بات بات میں خدا سے ناراض ہوئے یہاں تک کہ عاجز آکر حضرت موسیٰ نے بھی بارگاہ باری میں عرض کیا کہ مجھے کس نالائق قوم کا تو نے ہادی بنادیا جس کے جواب میں بنی اسرائیل پر

عذاب ظاہر ہوا کہ یہ نابہنجار جو مصر سے بیس برس کی عمر میں نکلے ہیں وہ اور انکے بڑے بجز دو ایک آدمیوں کے سب انہیں بیابانوں میں مرکھپ جائیں گے۔ ان کو ملک شام کا ملک جہاں جا رہے ہیں دیکھنا بھی نصیب نہ کرونگا +

حضرت عیسیٰ بھی بڑے نبی ہیں جنکو عیسائی و مسلمان تقریباً نصف کے قریب دنیا مان رہی ہے اور چونکہ روح القدس کے پھونک مار دینے سے بے باپ کے پیدا ہوئے تھے انہیں روحانیت کا بڑا قوی اثر بھی تھا جس سے مردے بھی زندہ کئے۔ بیماروں کو بھی شفا دی بہت سے معجزے بھی دکھائے مگر فرض منصب نبوت کا بنی اسرائیل پر بھی کوئی معتدبہ اثر نہوا۔ حالانکہ آپ بنی اسرائیل کی مسلم کتابوں اور مسلم نبیوں اور ان کے جملہ دستورات مذہبیہ میں کوئی بھی تغیر کرنا نہ چاہتے تھے۔ جو رنج و عداوت کا سبب متصور ہو سکے بلکہ طریقت و معرفت کے معلم تھے مگر بنی اسرائیل جو انہیں کی قوم تھی کچھ اثر پذیر نہوئی۔ بلکہ ان کے مارنے اور ان کی پاکدامن والدہ پر تہمت لگانے کو کھڑی ہوگئی اور ان کی بھی پاک زندگی پر وہی بیہودہ الزامات لگانے شروع کر دیئے جو عیسائی وبیندار حضرت محمد صلعم پر لگایا کرتے ہیں (یہود کی وہ کتابیں ملاحظہ ہوں جو حضرت عیسیٰ کی بابت لکھی ہیں) وہ تو وہ ان کے بارہ حواریوں پر بھی ان کی ہدایت کا اسوقت تک پورا اسکہ نہ جما ایک نے تو جسکا نام یہودا اسخریوطی ہے چند روپیہ لیکر اپنے آقا کو یہود کے ہاتھ گرفتار کرا دیا۔ اور شمعون پطرس جو اعظم الحواریین تھے اور جنکو آسمانی کنجیاں بھی دیگئی تھیں انکا یہ حال ہوا کہ بجائے جان نثاری کے ایک عورت کے یہ کہنے پر کہ یہ بھی اسیکے ساتھیوں میں سے ہے شناسائی کا بھی انکار کر دیا اور کہدیا کہ میں انہیں جانتا ہی نہیں +

اب اسکے مقابلہ میں حضرت رسول کریم نے جو سکہ بٹھا دیا تھا۔ اسکی نظیر میں ایک ہی واقعہ پر بس کرتا ہوں کیونکہ صحابہ کی جان نثاری کا مسئلہ موافق مخالف سب کے نزدیک مسلم ہے +

بدر کی لڑائی میں جب ہزار کے قریب مکہ کے جنگجو اور قریش جنمیں خود حضرت کے چچا عباسؓ اور علیؓ کے بھائی عقیل اور ابوبکرؓ کے فرزند عبدالرحمن اور اسیطرح سب مہاجرین کے بہت ہی قریب قریب رشتہ دار تھے کوئی ماموں کوئی بھانجا کوئی خسر کوئی داماد کوئی باپ کوئی بیٹا کوئی چچا کوئی بھتیجا کوئی بھائی تھا ادہر مسلمانوں میں کچھ مہاجرین اور باقی انصار تھے پھر بڈہے کمزور بھی تھے اور ہتھیار بھی سب کے پاس نہ تھے برخلاف قریش مکہ کے کہ انہیں منتخب لوگ مسلح ہوکر بنی مظلوم اور ان کی غریب ایمان لانے والوں کو مٹانے آئے تھے جنمیں خالد بن ولید عکرمہ بن ابی جہل جیسے شہسوار اور بہادر تھے جنہوں نے اسلام لاکر کیا کیا کارنمایاں کیئے ہیں مسلمانوں کی اس حال پر بھی تین سو سے کچھ اوپر تعداد تھی جب دونوں طرف سے صف آرائی ہوئی اور کفار قریش نے کچھ انصار کی بابت پکار کر کلمات کہے کہ یہہ قریش کی تلواروں کی کیا تاب لاسکتے ہیں ابھی بھاگ اٹھیں گے تو سعد بن عبادہ انصاری سردار نے للکار کر جواب دیا کہ ہم بنی اسرائیل نہیں کہ اپنے پیغمبر سے یوں کہیں کہ تو اور تیرا خدا لڑے ہم تو آگے نہیں بڑہتے۔ اگر ہمکو دریا میں غوطہ مارنے کا حکم دیا جاوے تو ابھی سمندر میں کود پڑنے کو تیار رہیں پھر جبکہ ابوجہل نے یہ طعنہ دیا کہ غیروں کو کیا مقابلہ میں لاتے ہو اے محمدؐ اپنے لخت جگروں کو پیش کرو تو آپ نے علی اور حمزہ اور عبیدہ بن حارث کو آگے بڑھایا جنمیں سے حمزہ حقیقی چچا اور وہ دونوں حقیقی چچازاد بھائی تھے۔ الحاصل بھائی کے مقابلہ میں بھائی اور باپ کے بیٹا اور چچا کے بھتیجا ہوگیا اور مسلمانوں نے پوری جان نثاری کر کے اپنے پیغمبر کو دشمنوں پر فتحیاب کیا اب کوئی بتلائے کہ وہ کیا نشا رتھا جو پیغمبر نے انکو پلا دیا تھا۔ وہی روحانی شراب تھی کہ جسکے نشہ میں نہ انپر کسیکی کثرت و ہیبت غالب آتی تھی نہ قرابت سدراہ ہوتی تھی۔ اس کی کوئی نظیر بتا سکتا ہے؟ ہرگز نہیں +

پھر یہہ عجب خیال ہے کہ حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ تو صرف اسقدر فرض منصبی

ادا کرنے پر بھی اور اولوالعزم نبی مانے جائیں اور جسنے اس فریضہ کو اس خوبی سے ادا کیا کہ
جسکا نظیر کسی نبی متقدم میں نہیں پایا جاتا وہ نبی نہ مانے جائیں اور عجب تر یہ ہے کہ ایک درخت
کے شیریں اور عمدہ پھل کہا کر دیکھہ بھی اس درخت کے بار آور ہونے میں شک اور تردد کیا جاوے
اگر دنیا میں سلسلہ مذہب الٰہی کا وجود تسلیم کیا جاوے تو میں بہت دعوے کے ساتھہ
کہونگا کہ اس سلسلہ میں حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم سے بڑھکر کوئی بھی نبی نہیں جو برکات آسمانی
کا سبب مانا جائے ؁

بیان سابق کی تائید میں مناسب سمجھتا ہوں کہ چند عیسائی مصنفوں کی رائے کا اظہار کردوں
جسپر انکو ان کے منصف پنے مجبور کیا تہا۔ **گاڈفری ہیگنس** اپنی کتاب میں
لکھتے ہیں کہ گبن صاحب کہتے ہیں چاروں خلفاء کے اطوار یکساں صاف اور ضرب المثل
تہے ان کی سرگرمی دلدہی اخلاص کے ساتہ تہی۔ ثروت پاکر بھی انہوں نے اپنی زندگی
مذہبی اور اخلاقی فرائض ادا کرنے میں گزار دی۔ یہی وہ لوگ ہیں کہ جو پیغمبر کے اقتدار
پانے سے اول بھی جبکہ وہ ہدف آزار ہو رہے تہے اپر ایمان لائے اس سے ان کی
راستبازی ثابت ہوتی ہے اور دنیا کی سرسبز سلطنتوں کے مسخر کرلینے سے انکی لیاقت
کی توقیت معلوم ہوتی ہے (۲۱۹) اس صورت میں کوئی یقین کر سکتا ہے کہ ایسے شخصوں نے
ایذائیں سہیں جلاوطنی اختیار کی اور بڑی سرگرمی سے پابندی کی یہ سب ایک ایسے شخص کی
خاطر سے تہا کہ جسمیں ہر قسم کی برائیاں ہوں اور اس کا مذہب ان کی تربیت اور ابتدائی زندگی
کے تعصبات کے بھی برخلاف ہو۔ اسپر یقین نہیں ہو سکتا خارج از حیطہ امکان ہے۔ عیسائی
اسبات کو یاد رکہیں تو اچھا ہو کہ محمدؐ کے مسائل نے اس درجہ نشاء ان کے مریدوں کے دلمیں
پیدا کیا تہا کہ جسکا عیسےٰ کے ابتدائی پیرووں میں تلاش کرنا بیفائدہ ہے۔ آپ کا مذہب
اس تیزی سے دنیا میں پہیلا کہ جسکا دین عیسوی میں نظیر نہیں۔ چنانچہ نصف صدی سے
بھی کم میں اسلام بہت سی عالیشان اور سرسبز سلطنتوں پر غالب آگیا تہا جب عیسےٰ کو

سولی پر لے گئے تو ان کے پیرو بھاگ گئے انکا دینی نشا جاتا رہا۔ اور اپنے مقتدا کو موت کے پنجہ میں گرفتار چھوڑ کر چلدیئے۔ اگر بالفرض انکو حفاظت کرنے کی ممانعت تھی تو آپکی تشفی کے لئے تو موجود رہتے اور استقلال سے آپکے اور اپنے ایذار سانوں کو دھمکاتے برعکس اس کے محمدؐ کے پیرو ان کے گرد آئے اور آپکے بچاؤ میں اپنی جانوں کو خطرہ میں ڈالکر انکو کل دشمنوں پر فتحیاب کیا۔ پھر گبن صاحب اپنی تاریخ میں لکھتے ہیں کہ محمد کا مذہب شکوک و شبہات سے پاک ہے۔ مکہ کے پیغمبر نے بتوں۔ انسانوں ستاروں کی پرستش کو اس معقول دلیل سے روکردیا کہ جو فانی اور طلوع وغروب کرنے والا ہے وہ قابل پرستش نہیں۔ نہ اسکو ہستی کی کسی بات کا اقتدار حاصل ہے۔ اسنے بانی کائنات کا ایک ایسا وجود تسلیم کیا کہ نہ جسکی ابتدا ہے نہ انتہا رہے نہ وہ کسی شکل میں محدود نہ کسی مکان میں موجود نہ اسکا کوئی نظیر ہے جس سے تشبیہ دی جاوے ان بڑے بڑے حقائق کو پیغمبر نے ظاہر کیا اور انکو اس کے پیرووں نے تسلیم کیا اور مفسروں نے دلائل سے انکی تشریح کی جنکی نسبت ایک بڑے سے بڑا حکیم کہہ سکتا ہے کہ وہ ہمارے موجودہ قویٰ اور عقل سے بھی بالاتر ہیں اسلئے انکے پیرو ہندوستان سے لیکر مراکش تک موحد کے لقب سے ممتاز ہیں اور بتوں کو حقیر سمجھکر ہمیشہ کے لئے بت پرستی کا خطرہ مٹا دیا۔ وہ اصول جنکی بنیاد عقل اور الہام پر ہے۔ محمد کی شہادت سے استحکام کو پہونچے۔ **رواوڈویل** کو اپنے ترجمہ قرآن کے دیباچہ میں یہ بھی کہنا ہی پڑا محمدؐ کے سب کام اس نیک نیتی کی تحریک سے ہوتے تھے کہ اپنے ملک کو جہالت اور ذلت بت پرستی سے چھڑائیں اور ان کی بڑی خواہش یہ تھی کہ امر حق یعنے توحید الٰہی کا جو انکی روح پر بدرجہ غایت مستولی تھی۔ اشتہار کریں محمد کی سیر ایک عجیب نمونہ اوس قوت وحیات کا تھی جو ایسی شخص میں ہوتی ہے کہ جسکو خدا اور قیامت پر اعتقاد کامل ہوتا ہے۔ اب اسمیں سے جو کچھ نتیجے پیدا کیئے جائیں انکی ذات کریم اور سیر صداقت مشحون کے سبب انکو ان لوگوں میں تصور کرنا چاہیئے

کہ جنکو ایمان اور اخلاق اور ابنیار جنس کی تمام حیات[1] پر اقتدار کامل حاصل ہوتا ہے۔ جو حقیقت میں بجز اولوالعزم کے اور کسیکو حاصل نہیں ہوتا +

لارڈ ولیم میور متعصب عیسائی کو بھی انصاف نے آخر اس کہنے پر مجبور کر دیا۔ در ہم بلا تامل اسبات کو تسلیم کرتے ہیں کہ اسلام نے ہمیشہ کیلئے اکثر توہمات کو معدوم کر دیا۔ اسلام کی صدائے جنگ کے روبرو بت پرستی مٹ گئی اور خدا کی وحدانیت اور غیر محدود کمالات اور قدرت کاملہ کا مسئلہ محمد کے معتقدوں کے دلوں اور جانوں میں ایسا ہی زندہ اصول ہو گیا جیسا کہ خاص محمد کے دل میں تہا۔ مذہب اسلام کی پہلی بات جو خاص اسلام کے معنی میں ہے یہ ہے کہ خدا کی مرضی پر توکل مطلق کرنا چاہیئے۔ بلحاظ معاشرت کے بھی اسلام میں کچھ کم خوبیاں نہیں ہیں۔ چنانچہ مذہب اسلام میں ہدایت ہے کہ سب مسلمان آپسمیں برادرانہ محبت رکھیں یتیموں کے ساتھ نیک سلوک کریں غلاموں کے ساتھ نہایت شفقت سے پیش آئیں نشے کی چیزوں کی ممانعت ہی مذہب اسلام اس بات پر فخر کرسکتا ہے کہ اسمیں پرہیزگاری کا ایک ایسا درجہ موجود ہے جو کسی اور مذہب میں نہیں پایا جاتا (سیرت محمدیہ مصنفہ لارڈ ولیم میور صاحب)

تیسری قسم دلیل۔ پہلے انبیار علیہم السلام کی بشارات اور پیشین گوئیاں ہیں جو اسلام۔ اور کبھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور کبھی آپکے صحابہ صادقین اور ان کے عہد خدا پرستی اور نیکوکاری کی بابت ہوئی ہیں۔ جبکہ خدا کو دنیا میں ہمیشہ کے لئے

[1] یہ نہایت درجہ کی فضیلت ہے کہ جو ابنائے جنس کی حیات کا ایمان و اخلاق سے منور کردینے کا اقتدار کامل رکھے کیونکہ وہ ارواح بنی آدم کا سلطان ہوتا ہے ارواح بنی آدم کیلئے اسمیں ایسی ہی قوی کشش ہوتی ہے جیسا کہ آفتاب میں نیرات کیلئے وہ بنی نوع پر جو سکہ جما دیتا ہے دور نہیں ہونے پاتا وہ ہدایت کیطرف اپنے جذب مقناطیسی سے ارواح بنی آدم کو کھینچ لیتا ہے۔ اسیکو سلطان الانبیار کہا جاتا ہے اور انبیار ستارے تو یہ آفتاب ہوتا ہے ۱۲ منہ

ایک ایسا دین قائم کر دینا مقصود تھا جو بلحاظ سہولت عمل کے بہت ہی آسان اور سادہ اور بلحاظ نتیجہ عمل کے بڑا وزنی ہو جسپر عام و خاص امیر و غریب ہر ملک کے عمل کر سکیں۔ اور جو بادشاہوں تاجروں سب کے لئے موزوں ہو یعنے اسلام جو تمام اصول فروع انبیاء سابقین کا عطر ہے جو بہت پورانی اور دشوار گزار سڑکیں ترمیم کر کے ایک سیدھی اور صاف اور پر امن سڑک بنائی گئی ہے تو پہلی کتابوں کا محفوظ رکھنا ایسا ہی تھا جیسا کہ عطر نکالکر بعد پھولوں کا محفوظ رکھنا اسلئے اپنر سے محافظت آلہی نے سایہ اٹھا لیا وہ محفوظ نہیں جو وہ اصلی کتابیں دیگر مضامین کے ساتھ بھی مخلوط ہوئیں اور انہیں کی بیشی بھی ہوئی۔ مگر اسپر بھی جسقدر امور مذکورہ بالا پر انہیں سے شہادتیں بہم پہونچ سکتی ہیں اگر سب کو لکھوں تو ایک جداگانہ مبسوط کتاب بنجائے اسلئے بہت قدر قلیل پر نمونہ کیطور سے بس کرتا ہوں ؛

وہ شہادتیں توریت میں بھی ہیں نبیوں کے اور صحیفوں میں بھی ہیں۔ جیسا کہ کتاب دانیال زبور میں بھی ہیں انجیلوں میں بھی ہیں۔

عیسائی مصنف ان بشارات کا یہ جواب دیا کرتے ہیں کہ انہیں پیغمبر علیہ السلام کا نام تک نہیں اور توریت و انجیل کے مفسروں نے انکا مصداق نبی عربی کو نہیں مانا ہے اور ان کے معنی اور طرح پر بیان کیئے ہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ (۱) تو بائیبل میں ادنے اور اسنے آینوالے حوادث کی خبریں دی گئیں ہیں پھر اسقدر بڑے حادثہ کا کہ جس نے دنیا کی کایا پلٹ دی اور اوس دین میں بڑے بڑے بادشاہ اور بڑے بڑے حکیم اور بڑے عارف صاحب قوت قدسیہ پیدا ہوئے۔ قدیم سلطنتوں کے آثار تک کھود گئی یہودیہ کا تمام ملک اور خاص یروسلم اور ہیکل کے وہ سینکڑوں برسوں لئے مالک قابض بلکہ وارث ہو گئے اسکا کہیں بھی بائیبل کے انبیاء نے اپنے الہام اور نبوت میں ذکر تک نہ کیا ہو۔ ایک تعجب خیز بات ہے جو سمجھ میں نہیں آسکتی +

(۲) انبیاء کی بشارتوں میں اجمال ہوتا ہے اور سربکتوم سمجھکر اشاروں میں بیان کیا جاتا ہے

جسکے انطباق میں لوگ اپنے فہم اور قرائن سے کام لیتے ہیں اسلئے معنے معین کرنے میں اختلاف ہوتا ہے چنانچہ **وہ نبی** کا مصداق حضرت مسیح علیہ السلام تک بھی معین نہوا تھا اسلئے کہ جب لوگ حضرت یوحنا یعنی یحی علیہ السلام سے پوچھنے گئے کہ کیا تم ایلیا (ایلیاس) ہو انہوں نے کہا نہیں پھر پوچھا کیا تم وہ نبی ہو جسکے جواب میں کہا نہیں۔ حالانکہ یہ پوچھنے والے علماء یہود تھے مگر وہ نبی اسوقت تک ان کے نزدیک بھی متعین نہ تھا۔ اس لیے جسقدر بشارتیں عہد عتیق سے مسیحی علماء حضرت عیسے علیہ السلام کی صداقت پر نقل کرتے ہیں وہ بھی ایسی ہی مجمل اور گول مول ہیں کسی میں بھی ایسی صراحت نہیں جو خاص حضرت مسیح کے سوا کسی اور پر صادق نہ آسکے اگر ایسا ہوتا تو پھر یہود کو حضرت مسیح علیہ السلام کے انکار کرنے کی کوئی وجہ نہ تھی۔ پھر اگر وہ بشارات نبی اخیر (**وہ نبی** کا مصداق ہے) کے حق میں بھی صراحت سے نہوں تو کیا حرج ہے +

(**۳**) اگر اہل کتاب کی تاویل و تفسیر عام اس سے کہ وہ درست ہو یا نہو معنی معین کرنے میں دلیل یقینی ہے تو پھر کیا وجہ کہ جن بشارات کو عیسائیوں نے حضرت مسیح علیہ السلام کے حق میں نقل کیا ہے علماء یہود کے برخلاف تاویل و تفسیر کرنے سے مردود نہ ہوگئیں جواب عیسائیوں کے انکار اور تاویل سے حضرت محمد علیہ السلام کے حق میں مردود تسلیم کیجائیں؟ اسکا کوئی سبب سمجھ میں نہیں آتا حالانکہ جو بشارات حضرت محمد علیہ السلام کی بابت نقل کیجاتی ہیں وہ قریب قریب صراحت کے ہیں جنکے خلاف میں تاویل کو گنجایش نہیں اور جو ہے تو بہت ہی ضعیف +

اول بشارت۔ توریت کتاب استثناء کے اٹھارہویں باب میں ایک آنے والے اولوالعزم نبی کی بابت حضرت موسے علیہ السلام خدا تعالےٰ کا یہ فرمان قوم پر بوقت وصیت اظہار فرماتے ہیں۔ خداوند تیرا خدا تیرے لئے تیرے ہی درمیان سے میری مانند ایک نبی برپا کرے گا تم اسکی طرف کان دھریو۔ ورس ۱۵۔ اور خداوند نے مجھ سے کہا کہ انہوں نے جو کچھ کہا سو اچھا کہا (۱۸) میں ان کے لئے ان کے بھائیوں میں سے تجھ سا ایک نبی برپا کرونگا اور اپنا کلام اسکے موتہہ میں ڈالونگا۔ اور جو کچھ میں اوسے فرماونگا وہ سب انسے کہیگا +

اسکے بعد یہ بھی ہے کہ جو اسکے کہنے پر نہ چلیگا میں اوس سے حساب لونگا اور اگر نبی میرے نام سے کوئی جھوٹھہ بات کہیگا تو مارا جائے گا +

اس بشارت کو یہود تو حضرت یوشع بن نون خلیفہ و جانشین موسےٰ علیہ السلام کے حق میں کہتے ہیں اور عیسائی کہتے ہیں کہ یہ بشارت حضرت مسیح علیہ السلام کے حق میں ہے مگر مسلمان کہتے ہیں کہ بجز حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے اور کسی پر صادق ہی نہیں آسکتی۔ سب کے دلائل خارجی اور مذہب کے پیشواؤں کی روایات اور رائیں چھوڑکر کیونکہ وہ مخالف پر حجت نہیں خاص اس بشارت کے الفاظ ہی پر فیصلہ کرنا قرین انصاف ہے +

بشارت میں یہ چند علامات آنے والے نبی کے ہیں (۱) یہ کہ وہ نبی مخاطبین موسےٰ کے بھائیوں میں سے ہوگا اور ان کا یہہ خطاب جملہ بنی اسرائیل کیطرف تھا کسی قوم اور قبیلہ کی خصوصیت نہ تھی (۲) وہ موسے کے مانند ہوگا (۳) جو اس کے کلام پر عمل نہ کریگا خدا اوس سے حساب لیگا۔ اس سے مراد ہے دنیا کی سزا کسلئے کہ آخرت کی سزا تو ہر نبی کی خلاف ورزی پر مقرر ہے۔ اسکی کوئی خصوصیت نہیں۔ ان نشانوں کے مطابق یوشع تو مراد ہو نہیں سکتے کسلئے (۱) کہ وہ بنی اسرائیل کے بھائیوں میں سے نہ تھے بلکہ خود بنی اسرائیل تھے (۲) انکی ایسے مبہم الفاظ میں بشارت دینے کی ضرورت ہی کیا تھی وہ تو اسوقت موجود تھے انکا نام لینا یا انکی طرف اشارہ کردینا کافی تھا۔ (۳) وہ ہرگز موسے کی مانند نہ تھے۔ بلکہ اسکے متبع۔ اور اس مشابہت میں اوصاف بشریہ وجہ اشبہ نہیں ہوسکتے بلکہ نبوت و شریعت اور حکومت اور کتاب میں مشابہت ہے +

اسیطرح حضرت عیسیٰ بھی مراد نہیں ہوسکتے۔ کسلئے کہ اگر انکی الوہیت کیطرف دیکھا جاتا ہے جیسا کہ عیسائیوں کا اعتقاد ہے تو اِلٰہ اور بشر میں کوئی بھی مشابہت نہیں۔ اور اگر بشریت کیطرف دیکھا جاتا ہے تو وہ بھی بنی اسرائیل میں سے تھے نہ اُن کے بھائیوں یعقوب و اسحاق کے سوا ابراہیم کے دوسرے خاندان سے اور در اصل بھائیونکا اطلاق

ہم جدی لوگوں پر عرف میں ہوا کرتا ہے۔ اسکے سوا روہ بھی موسیٰ کی مانند نہ تھے ان کو پاس
نہ کوئی شریعت جدید تھی بلکہ احکام و شریعت میں موسیٰ ہی کی شریعت کے پابند اور مروج تھے
جیسے خود انہوں نے کہدیا تھا کہ میں توریت کو مٹانے نہیں بلکہ پورا کرنے آیا ہوں اور
توریت کا ایک شوشہ بھی نہ مٹے گا۔ تابع اور متبوع میں کوئی بھی مشابہت نہیں
ہوتی۔ اسکے سوا ان کے منکر پر کوئی بھی دنیا میں سزا نازل نہ ہوئی ان کے بعد ان کی
نسل پر ہوا کرے ان کے منکر تو کیا بلکہ انکو مارنے والے مونہہ پر تھوک دینے والے
سولی پر چڑھا دینے والے دنیا میں خاصے دندناتے رہے نہ مسیح میں موسوی جبروت
تھی کہ وہ دنیا میں آسمانی سلطنت کے مالک یا بانی متصور ہو سکتے ہوں

عیسائی اسمقام پر دو عذر پیش کیا کرتے ہیں اول یہ کہ شروع جملے میں تیرے درمیان سے
میری مانند نبی برپا کرے گا۔ کا جملہ وارد ہے جو صاف دلالت کر رہا ہے کہ وہ آنے والا
نبی بنی اسرائیل میں سے ہوگا اور حضرت محمد بنی اسرائیل نہ تھے بلکہ بنی اسمٰعیل اسلئے وہ اس
بشارت کے مصداق نہیں ہو سکتے دوئم یہ کہ پولوس مقدس نے جو رسول تھا اپنے الہام سے
اس بشارت کو مسیح کے لئے قرار دیا ہے اول کا جواب یہ ہے کہ دو جگہ یہ لفظ بشارت
میں آیا ہے اول یہ جملہ ہے جو موسیٰ کیطرف سے ہے دوسرے اس کے بعد کے جملوں میں
جو خدا کیطرف سے ہیں گو اول جملہ میں تیرے درمیان سے کا فقرہ ہے۔ مگر خدا کے کلام میں
تیرے بھائیوں میں سے کا جملہ آیا ہے اور دونوں کلاموں کا وزن ناظرین آپ کر سکتے
ہیں اسلئے اول جملہ کو دوسرے پر مطابق کیا جائیگا نہ کہ دوسرے کو اول پر بایں طور کہ بھائیوں
میں سے برپا کرنا بھی بلحاظ اخوت کے انہیں میں سے برپا کرنا ہے یعنے وہ غیر نہوگا اور
عجب تر یہ ہے کہ کتاب اعمال میں جو عیسائیوں کے نزدیک الہامی ہے دو جگہ یہ ذکر آیا مگر
کسیجگہ بھی تیرے درمیان کا فقرہ نہیں۔ دوسرے کا جواب یہ ہے کہ پولوس کی نسبت
عیسائیوں کے نزاری فرقہ کو بھی کلام تھا اور مسلمان بھی انکو رسول نہیں سمجھتے نہ ان کے کلام کو

الہامی جانتے ہیں ان کے وہ خطوط جو معمولی پیشوایان مذہب کے اپنے مریدوں کے لئے ہوتے ہیں اسنے کچھہ زیادہ نہیں انکی تاویل و توجیہ ہمارے مقابلہ میں سند نہیں ہے +

برعکس اسکے کتاب اعمال تیسرا باب اس پیشین گوئی کی بابت یہ اشارہ کررہا ہے کہ یہ مسیح کے نزول سے پہلے کسی اور پر صادق آئے گی ملاحظہ ہو اوسکا (۲۱-۲۲) جملہ اور بعد کے جملے

ضرور ہے کہ آسمان اوسے لئے رہے اوسوقت تک کہ سب چیزیں جن کا ذکر خدا نے اپنے پاک نبیوں کی زبانی شروع سے کیا اپنی حالت پر آویں کیونکہ موسی نے باپ دادوں سے کہا کہ خداوند جو تمہارا خدا ہے تمہارے بھائیوں میں سے تمہارے لئے ایک نبی میری مانند برپا کرے گا +

یعنے جب تک یہ پیشین گوئی صادق نہ آئے اسطرح اور جو کچھہ پاک نبیوں نے فرمایا ہے پورا نہ ہوئے اوسوقت تک حضرت عیسیٰ آسمان سے بار دیگر دنیا پر نہ آئیں گے۔ اب یہ تو صاف ہوگیا کہ اسکا مصداق حضرت مسیح نہیں کیونکہ وہ تو اس کے پورے ہونے تک آسمان ہی پر رہیں گے۔ اب ہمکو کوئی عیسائی بتلائے کہ جو نبی بنی اسرائیل کے بھائیوں میں سے بھی ہو اور وہ موسیٰ کی مانند بھی مستقل صاحب کتاب و صاحب شریعت بھی ہو بجز حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے کون ہے ؟

اب حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم اور موسیٰ کی باہم مشابہت کو دیکھئے۔ بہت سے امور میں مشابہت ہے۔ (۱) دونوں نبی مرسل صاحب کتاب و شریعت (۲) دونوں کے بعد خلفاء اور ملکوں کے مالک ہوئے (۳) دونوں سے خدا نے رفعت کے ساتھ کلام کیا موسیٰ سے کوہ طور پر تو حضرت سے معراج میں آسمانوں پر (۴) دونوں دنیا میں خدا پرستوں کی حکومت و شریعت کی شوکت قائم کر گئے جو اس کے خلاف کرتا تھا سزا پاتا تھا۔ قاتل سے قصاص زانی پر رجم وغیرہ (۵) دونوں کو اور ان کے بعد ان کے خلفاء کو قوام ملت و شوکت شریعت کے لئے مخالف بادشاہوں سے جہاد کرنا پڑا۔ سرکش و جباروں کو سرنگوں

کر دیا (۶) دونوں صاحبِ شوکت و وقار تھے (۷) دونوں والدین سے پیدا ہوئے۔ زن و فرزند رکھتے تھے پھر اپنی طبعی موت سے انتقال کر گئے زمین میں مدفون ہوئے (۸) دونوں کے جانشین یروسلم کے وارث ہوئے۔ اور خدا کے مقدس گھر کے خادم اور ادب کرنے والے ہوئے (۹) دونوں مروج توحید تھے (۱۰) دونوں اپنے آپ کو خدا کا بندہ کہتے رہے (۱۱) دونوں کے شرائع میں سور شراب حرام قرار پائے۔ (۱۲) دونوں کی شریعت و کتاب نے بندے کی مغفرت اور نجات کا ذریعہ ایمان اور عمل صالح توبہ و استغفار کو بنایا۔ نہ کہ شتر بے مہار ہو کر صرف مسیح کی الوہیت و کفارہ و تثلیث کے فاسد اعتقاد پر مدار رکھا اور شریعت اور اعمال کو لغو اور بیکار بنایا۔ جو جملہ انبیاء سابقین و ادیان سماویہ اور عقل کے بھی برخلاف ہے اس بشارت کیطرف قرآن کی اس آیت میں اشارہ ہے۔ انا ارسلنا الیکم رسولا شاهدا علیکم کما ارسلنا الی فرعون رسولا۔ وہ نبی سے۔ اسی موعود بشارت کیطرف اشارہ ہے جسکا حضرت مسیح علیہ السلام کے مبعوث ہونے تک بھی توریت کے علماء کو انتظار رہا۔ مگر افسوس وہ نبی جسکی تلاش میں یہود نے آکر مدینہ کے آس پاس مدتوں سے ڈیرے ڈال دئیے تھے اور اہل کتاب اس کے منتظر تھے مگر جب وہ نبی آئے جنہنے آکر تمام انبیاء اور اصول حسنات انبیاء اور ان کی کتابوں کی بالخصوص حضرت مسیح اور انجیل کی اور ان کی پاکدامنی کی شہادت دی اور یہ بھی فرمادیا کہ میں کوئی نیا دین قایم کرنے نہیں آیا ہوں۔ اس ملت ابراہیمیہ کی تجدید کرنے آیا ہوں جسکو تم بھی مانتے ہو۔ باوجودیکہ ان پر ایمان لانا نہ ان کی کتاب کے مخالف تھا نہ اصول ملت کے برخلاف تھا پھر بھی اوسی خواب غفلت میں پڑے رہے اور بعد میں تو عیسائیوں کو مسلمان بادشاہوں اور ان کے بادشاہوں میں محاربات عظیمہ برپا ہونے کے سبب ایسی سخت عداوت ہوگئی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر جھوٹے بہتان باندھنا ان کی ہجو کرنا۔ ان کے مذہب پر نکتہ چینیاں کر کے عوام کو نفرت دلانا انکا جزو ایمان و دین ہوگیا ہائے بے نصیبی و محرومی

آئے بھی لوگ بیٹھے بھی اوٹھہ بھی کھڑے ہوئے میں جا ہی ڈہونڈہتا تری محفل میں رہگیا

دوسری بشارت

انجیل یوحنا۔ ۱۴۔ باب۔ ۱۶۔ اور میں اپنے باپ سے درخواست کرونگا وہ تمہیں دوسرا تسلی دینے والا بخشیگا کہ ہمیشہ تمہارے ساتھ رہے۔ ۲۶۔ اور فارقلیط جسے باپ میرے نام سے بھیجے گا وہی تمہیں سب چیزیں بتائیگا اور سب باتیں جو مینے تم سے کہی ہیں سکھا دیگا۔ ۱۹۔ اور اب مینے تم کو اس کے آنیسے پہلے خبر کردی تاکہ وہ جب آئے تم ایمان لاؤ۔ ۳۰۔ بعد اس کے میں تم سے بہت کلام نکرونگا۔ اس لئے کہ اس جہان کا سردار آتا ہے اور مجھہ میں اسکی کوئی چیز نہیں۔ پھر پندرہویں باب کا ۳۰ جملہ یہ ہے۔ پھر جبکہ وہ فارقلیط جسے میں تمہارے لئے باپ کیطرف سے بھیجونگا آویگا تو وہ میرے لئے گواہی دیگا اور تم بھی گواہی دوگے۔ پھر اسی انجیل کے سولہویں باب میں یہ جملے ہیں۔ لیکن میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ تمہارے لئے میرا جانا ہی بہتر ہے کیونکہ اگر میں نہ جاؤنگا تو فارقلیط تمہارے پاس نہ آئیگا۔ پر اگر میں جاؤں گا تو اسکو تم پاس بھیجدونگا۔ اور وہ آنکر دنیا کو گناہ پر اور نیکی پر اور حکم پر سزا دیگا۔ گناہ پر اسلئے کہ وہ مجھپر ایمان نہیں لائے۔ ۱۲۔ میری اور بہت سی باتیں ہیں کہ تم سے کہوں پر تم برداشت نکرسکوگے۔ ۱۳۔ لیکن جب وہ فارقلیط آئیگا تو تمہیں راہ حق بتاویگا۔ کسلئے کہ وہ اپنی طرف سے کچھہ نہ کہیگا۔ بلکہ جو سنے گا سو کہیگا۔ اور تمہیں آئندہ کی خبریں دے گا اور میری بزرگی بیان کرے گا۔ منقول از عربی انجیل مطبوعہ ۱۸۳۱ء و ۱۸۲۱ء و ۱۸۴۴ء بمقام لنڈن +

اس بشارت کو عیسائی نزول روح القدس پر محمول کرتے ہیں جو حضرت مسیح کے سولی دیئے جانے کے دس روز بعد جبکہ حواری ایک مکان میں مجتمع تھے روح القدس کا ظہور ہوا تھا جسکی کیفیت ہم عیسائیوں ہی کی کتاب الاعمال سے بیان کرتے ہیں جو ان کے نزدیک الہامی ہے اور بعد مسیح کے لکھی گئی ہے۔ کتاب الاعمال کا باب دوئم۔ اور جب

پینتکسٹ کا دن آیا تھا وہ سب ایک دل ہو کے (یعنے حواری) اکٹھے تھے اور ایکبارگی آسمان سے ایک آواز آئی جیسے بڑی آندھی چلا کرتی ہے اور اوس سے وہ سارا گھر جہاں وہ بیٹھے تھے بھر گیا اور انہیں جدی جدی آگ کی سی زبانیں دکھائی دیں اور انمیں سے ہر ایک پر بیٹھیں تب وہ سب روح القدس سے بھر گئے اور غیر ملکوں کی زبان جیسا انہیں روح القدس نے قدرت دی تھی بولنے لگے۔ ان مختلف زبانوں میں کلام کرنے سے جو یروسلم میں مختلف ملکوں کے لوگ جمع تھے حیران ہو گئے۔ کیونکہ ہر ایک نے انکو اپنی اپنی زبان میں کلام کرتا پایا۔ مگر کسینے حاضرین جلسہ میں سے بطور تمسخر کے یہ کہا کہ یہہ شراب کے نشہ میں مست ہیں بے تکی باتیں کر رہے ہیں۔ اسپر شمعون پطرس حواری نے باواز بلند کہا کہ اے یہودی مردو اور یروسلم کے رہنے والو یہ مست شراب نہیں ہیں بلکہ یہہ یوایل نبی کی خبر کے بموجب ظہور ہے کہ خدا کہتا ہے کہ آخری دنوں میں اپنی روح میں سے سب آدمیوں پر ڈالونگا۔ اور تمہارے بیٹے اور بیٹیاں نبوت (یعنے غیب بیانی) کرینگے۔ انتہی ملخصًا۔ اور یہ معاملہ حواریوں پر ایک ہی بار پیش نہیں آیا ہے بلکہ کئی بار جیسا کہ اسی کتاب کے ابواب سے معلوم ہوتا ہے +

اہل اسلام کا سلفًا و خلفًا یہ دعویٰ ہے کہ یہ پیشین گوئی جسکا ذکر کتاب یوحنا میں ہے جنمیں فارقلیط کا لفظ ہے وہ خاص حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے حق میں حضرت مسیح علیہ السلام نے بلفظ احمد دی ہے جسکا عبرانی سے یونانی میں ترجمہ کیا اور پھر یونانی سے عبرانی و عربی میں فارقلیط بنایا گیا ہے +

جیسا کہ قرآن مجید میں خبر دیگئی ہے۔ یا بنی اسرائیل انی رسول اللہ الیکم مصدقًا لما بین یدی من التوراۃ ومبشرا برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد۔ کہ عیسے نے بنی اسرائیل سے کہدیا تھا کہ میں تمہاری طرف خدا کا رسول ہو کر آیا ہوں اپنے سے اگلی کتابوں توریت کی بھی تصدیق کرتا ہوں اور اپنے بعد میں آنے والے

رسول کی بھی خوشخبری دیتا ہوں جسکا نام احمد ہوگا +

عیسائی یہ دلیل پیش کرتے ہیں (۱) فارقلیط ایک لفظ یونانی کا معرب ہے جو پراکلی ٹوس ہے اسکے معنے وکیل کے ہیں ہاں اگر اسکو پیر کلوٹس پڑھا جاوے تب اس کے معنی احمد یا مختار کے ہو سکتے ہیں مگر ایسا ہے نہیں (۲) بشارت نزول روح القدس پر پوری صادق آتی ہے۔ کیونکہ حواریوں نے مختلف زبانوں میں مختلف اقوام کے سامنے مسیح کی شہادت ادا کر دی +

ناظرین بانصاف اگر تھوڑی دیر کے لئے مذہبی طرفداری چھوڑ کر بشارت کے قرائن اور سب الفاظ پر غور فرمائیں گے تو مطلب صاف ہو جائیگا کہ فریقین میں سے کون بر سر حق اور کون باطل پر ہے +

انکی اول دلیل کچھ بھی مفید نہیں کیونکہ حضرت مسیح علیہ السلام نے یہ بشارت اپنی عبرانی زبان میں دی تھی اگر یوحنا کی عبرانی انجیل کوئی دکھا سکتا ہو تو اس کے الفاظ قابل غور ہیں اور یہ یونانی تو اس کا ترجمہ ہے نہ مترجم کی لیاقت کا حال معلوم نہ اسکی دیانت سے آگاہی نہ اس کے ترجمہ کیلئے چند اہل زبان نے اصل سے موافق ہونے پر کوئی شہادت دی ہے۔ اگر شہادت بھی ہو تو آنحضرت صلعم کی بعثت سے پہلوں کی معتبر ہوگی جبپر حضرت کے انکار کا رنگ نہ چڑھا تھا اور اگر ترجمہ بھی معتبر مان لیا جاوے تو اس ترجمہ میں تغیر و تبدل نہونے کی بابت بھی کوئی اطمینان نہیں کیونکہ ایسے ایسے تغیرات ہم مطبوعہ اناجیل میں روزمرہ معاینہ کرتے ہیں اسی لفظ کو کبھی فارقلیط کبھی تسلی دہندہ کبھی روح لکھا ہے دوسو برس کی عربی فارسی۔ اردو کی اناجیل کو ملا دیسے تصدیق ہو سکتی ہے۔ پھر پیر کلوٹس کا پیراکلی ٹوس کر دینا کتنی بڑی بات ہے۔ دوسری دلیل بھی مفید مدعا نہیں کسلئے کہ وہ علاوہ انطباق دیگر

+Paraklytos

الفاظ بشارت کے صرف مسیح کی بابت روح کا شہادت دینا ہی نہیں پایا جاتا کس لئے کہ کتاب الاعمال میں اسبات کا کچھ بھی ذکر نہیں کہ حواریوں نے کیا کلام بوقت حلول روح القدس کیا تھا شہادت دینا تو دوسری بات ہے بلکہ تمسخر کرنے والے کی بات سے تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ کوئی نامعلوم المعانی کلام کرتے تھے جیسا اسنے انکو مست شراب تبایا۔ اگر شہادت ہوتی تو یہ نہ کہتا بلکہ ان کی تکذیب کرتا۔ اگر شہادت بھی مان لیجائے تو یہ ایک شہادت ہوگی خواہ حواریوں کی کہو خواہ روح القدس دونوں کی۔ مگر بشارت میں فارقلیط اور حواریوں کی دو شہادت مذکور ہیں ÷

قرآن تبا رہے ہیں کہ یہہ بشارت کسی انسان کی بابت ہے تاکہ وقت پر حواری انکار نکردیں اور روح کا حلول تو اپنر خود انہیں کی حالت کا تغیر تھا جسکا انکار ناممکن تھا۔ (۱) جس کتاب الاعمال میں رُوح القدس نازل ہونے کا ذکر ہے اسمیں کسی مقام پر بھی اسطرف اشارہ نہیں کیا کہ وہ جو مسیح نے فارقلیط بھیجنے کا وعدہ کیا تھا پورا ہوا حالانکہ یہ کتاب اسواقعہ کے بہت برسوں بعد لکھی گئی ہے اور نہ پطرس ہی نے اوس تمسخر کرنے والے کے جواب میں یہہ کہا کہ یہ مسیح کی پیشین گوئی کا ظہور ہے بلکہ بجاے۔ اس کے یوئیل نبی کی پیشین گوئی کا ظہور فرمایا۔ حالانکہ مسیح کی صداقت ظاہر کرنے کا یہ ایک بڑا عمدہ موقع منکر کے مقابلہ میں تھا۔ کم سے کم اس کتاب کا مصنف اتنا تو کرتا کہ یہاں بھی روح القدس کو انہیں لفظوں سے تعبیر کرتا۔ کہ جن سے مسیح نے کیا تھا جس کا ترجمہ فارقلیط کیا گیا۔ (۲) حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی شہرت بنوت تک عیسائیوں میں بھی یہی مشہور تھا کہ اس پیشین گوئی کا مصداق کوئی آنے والا رسول ہے۔ چنانچہ اسی بنیاد پر بہت سے لوگوں نے اپنے آپ کو اس بشارت کا مصداق ظاہر کیا جیسا کہ دوسری صدی عیسوی میں مونٹانس نے دعوی کیا تھا کہ وہ آنے والا فارقلیط میں ہوں (ملاحظہ ہو اردو رومن تاریخ کلیسیا) اور ردو رومن تاریخ کلیسیا مطبوعہ مرزاپور ۱۸۵۶ء صفحہ ۹۰ میں تسلیم کرلیا ہے کہ بعض مسیحی اسبات کے

قائل تھے۔ مونٹانس انسان ہوکر فرشتہ ہونیکا دعوی کرتا کوئی مجنون نہ تھا جسکے بہت سے لوگ تابع ہوگئے تھے۔ پھر اسکے منکر عیسائیوں نے اوسکی تردید اسوجہ سے کی وہ اس کا مصداق نہ تھا نہ اس بناء پر کہ فارقلیط کوئی آنے والا انسان ہی نہیں۔ مثلاً اسلام میں مہدی کا انتظار ہے اور جو کوئی دعوی ہی کرتا ہے تو اسی مشہور انتظار ہی کی بنیاد پر کیا کرتا ہے اور اسکا رد اسوجہ سے کیا جاتا ہے کہ یہ وہ نہیں نہ اسوجہ سے کہ کوئی مہدی آنے والا ہی نہیں۔ (۳) اگر انجیل میں فارقلیط سے مراد آنے والا پیغمبر نہوتا تو یہہ ممکن نہ تھا کہ سیکڑوں ہزاروں اہل کتاب کے سامنے قرآن ایک ایسا بیجا دعوی کردیتا کہ جسکا انجیل میں وجود بھی نہو اور پھر وہ عیسائی جو اسلام میں آگئے تھے بکلیت اس بے بنیاد دعوی سے برگشتہ نہو جاتے (۴) آنحضرت صلعم کے عہد میں بہت سے عیسائی صرف اسی بشارت کے سبب اسلام میں آئے۔ جن پر طمع کی بدگمانی نہ خوف کا اتہام لگ سکتا ہے۔ جیسا کہ نجاشی بادشاہ حبش اور جارود بن العلا حضرمی وغیرہ اور بہت سے معتقر تھے مگر کسی مصلحت دنیاوی سے انہوں نے اسلام میں ظاہر ہونا اختیار نہ کیا جیسا کہ ہرقل شاہ قسطنطنیہ مقوقس شاہ مصر۔ اب یا تو ان کے پاس کوئی اور صحیح انجیل تھی جسمیں لفظ احمد کا ترجمہ اوس طریق پر تھا کہ جس سے وہ صاف طور پر آنحضرت کو اسکا مصداق سمجھ گئے۔ یا یہی انجیل تھی اور اسمیں یہہ لفظ صاف تھا +

اب یہ کہنا کہ وہ یونانی زبان نہ جانتے تھے یا وہ انجیل سے واقف نہ تھے نہ انکے دربار میں کوئی انجیل تھی یا وہ احمق تھے البتہ موجودہ انگلشمین پادریوں کی جرأت سے بعید نہیں۔ کیونکہ اناجیل ہیں تو ان کے پاس ہیں یونانی قدیم جانتے ہیں دیندار عیسائی ہیں تو وہی ہیں عاقل و دانا اور اہل فضل و کمال ہیں تو وہی ہیں +

قابل بحث الفاظ اس بشارت میں یہ ہیں۔ میں نے تمکو پہلے سے مطلع کردیا تاکہ جب وہ آئے تم ایمان لاؤ۔ یہ بتا رہا ہے کہ وہ روح نہیں کیونکہ جسپر وہ آتی ہے اس سے انکار ہی

نہ کہہ سکتا پھر اس اہتمام کی ضرورت کیا تھی معلوم ہوا کہ وہ آنے والا کوئی نبی ہے جسکا انکار مستبعد نہیں تھا آخر جب وہ آیا باوجود اس تاکید او اہتمام کے انکار ہی کر دیا۔ اور یہی بات حضرت سیدنا عیسٰے علیہ السلام کو اس تاکید و اہتمام پر مجبور کر رہی تھی کیونکہ امت کی حالت آنکو خود معلوم ہو چکی تھی۔

(۲) بعد اسکے میں تم سے بہت کلام نکرونگا۔ کیونکہ اس جہاں کا سردار آتا ہے اور مجھ میں اسکی کوئی چیز نہیں۔ یہ کسر نفسی ہے جیسا کہ یوحنا نے حضرت مسیح علیہ السلام کی نسبت کہا تھا کہ میں اسکی جوتیوں کا تسمہ کھولنے کے بھی قابل نہیں۔ جسکو ادنی بھی مذاق سخن فہمی ہے اور وہ کچھ بھی پڑھا لکھا ہے تو صاف سمجھ سکتا ہے کہ یہہ ایک ایسے عظیم الشان پیغمبر کی خبر ہے کہ جسکو حضرت عیسے اس جہان کا سردار فرما رہے ہیں اور ان کے کمالات کے مقابلہ میں اپنے فضائل کو لاشئے کہہ رہے ہیں اور اسکے سامنے اپنی خاموشی ہی کو ادب سمجھ رہے ہیں۔ یعنے باوجودیکہ مینے حقائق اشیاء و اسرار محبت باری تعالی آشکارا کئے اسکی ساتھ راز و نیاز سوز و گداز عجز و نیاز کا طریقہ سکھایا جس سے بنی اسرائیل نابلد تھے وہ خشک دماغ ظاہری احکام ہی کی پابندی کو نجات سمجھے ہوئے تھے شریعت ہی پر ان کا غرور تھا۔ اخلاص اور نیازمندی کے کوچہ سے ناآشنا تھے مگر ایک آنے والے عظیم الشان کے سامنے جو شرائع و احکام کے غوامض کا بھی واقف ہوگا جو احکام کی بے ترتیب سلسلہ کو باترتیب بھی کردے گا۔ انہیں حسب مصلحت حکیم حاذق کیطرح کمی بیشی بھی فرمائیگا اور اسرار طریقت اور خدارسی کے رستہ کو بھی بالکل صاف کر دیگا وہ شریعت و طریقت معرفت و حقیقت سب کا جامع ہوگا اس اوستاد کل کے سامنے کس کی گویائی ہے کہ بات کرے ع

تو بگفتن اندر آئی و مرا سخن نماند۔ روح القدس یہ بیان کسیطرح بھی چسپاں نہیں ہو سکتا سخن پروری اور مذہبی پاسداری دوسری بات ہے (۳) وہ فارقلیط میرے لئے گواہی دے گا اور تم بھی گواہی دو گے۔ ہر دعوے کیلئے کم از کم دو گواہ ہوا کرتے ہیں میری صداقت کے لئے صرف ایک تمہاری گواہی بس نہیں کر سکتی اسلئے ایک ایسا بڑا عظیم الشان موصوف

بصفات مذکورہ بالا اور یہی گواہ آتا ہے جسکی ایک شہادت کافی ہے۔ تمہاری شہادت طفیلی ہوگی جسکو تم بھی کے لفظ سے تعبیر کیا +

اسکا کون انکار کرسکتا ہے کہ اس آنے والے فارقلیط حضرت محمد مصطفے صلے اللہ علیہ وسلم نے جہان کے سامنے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شہادت دیکر مخالفوں اور اپنر اتہام لگانے والوں کو عدالت آسمانی میں خجل کرا دیا۔ جسلئے ذلت و رسوائی کی سزا اسی وقت انکے لئے مقرر ہوگئی۔ ضربت علیہم الذلۃ والمسکنۃ الآیہ۔ کا اعلان سنا دیا گیا وہ جو نبی نے کہا تہا کہ یہود کی عزت و اعتبار کا وجود اس آنے والے تک ہے جسکے پاس جملہ قومیں اکھٹے ہونگے۔ روح کی شہادت کوئی جداگانہ شہادت نہیں وہی حواریوں کی شہادت کہلائیگی خواہ وہ روح کے ذریعہ سے تہی یا خود اپنی طرف سے تہی۔ اول لقبول پطرس روح کی حواریوں ہی کیلئے کیا خصوصیت تہی وہ تو ہر ایک پر خدا نے ڈالنی شروع کر دی تہی۔ یہاں تک کہ یہود کے چھوکرے اور چھوکریاں بہی نبوت کرنے لگے تہے (۴) اگر میں نہ جاؤں گا تو فارقلیط تمہارے پاس نہ آئے گا۔ فارقلیط سے مراد اگر نزول روح ہوتا تو آپ ایسا نہ فرماتے کسلئے کہ نزول ان کے جانے پر موقوف نہیں تہا۔ پہلے بہی بارہا انپر نازل ہوتا رہا ہے ایکبار جبکہ حضرت مسیح اصطباغ پانے کے بعد ندی میں غوطہ مار کر باہر نکلے تو روح القدس کبوتر کی شکل میں انپر نازل ہوا تہا۔ (۵) اور وہ آکر دنیا کو اسبات پر سزا دے گا یا کہو سرزنش کرے گا کہ وہ مجہپر ایمان نہیں لائے درحقیقت گواہی کے اہتمام کا مخالف پر خطاکاری کا آخری نتیجہ یہی ہوتا ہے کہ اسکو سرزنش ملامت ہو۔ یہ نتیجہ روح کے نزول سے بعد ظاہر نہیں ہوا بلکہ انہیں ظالموں نے ان مسکین حواریوں پر بہی طرح طرح کے ظلم و ستم برپا کئے سرزنش تو اس نبی آخر الزماں صلے اللہ علیہ وسلم کے عہد ہی میں ہوئی ہے (۶) فارقلیط آکر تمہیں راہ حق بتائے گا۔ پینٹکیسٹ کے روز روح نے حواریوں یا عیسائیوں کو کون کون سی باتیں بہولی ہوئی بتلائیں نہیں ہو یا مسیحی تعلیم کے

جو کچھ وہ غلط معنی سمجھ گئے تھے ان میں سے کس پر متنبہ کیا تھا؟ عیسائی پرانے نوشتوں اور مسلم موزخوں سے اسکا ہمیں نشان تو دیں؟ البتہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے انکو مسیحی تعلیم کے حقیقی معنے بتائے اور ان کی غلط فہمیوں پر متنبہ کیا چاہیئے تہا کہ مان لیتے مگر انکار کے خطرناک رستہ پر پڑ گئے۔ اول۔ باپ بیٹے روح القدس کے اتحاد ثلثہ کے معنی میں سب سے اول عیسائیوں نے غلط فہمی کی اس مسئلہ پر مجلسیں بہی منعقد ہوئیں مگر پہر بہی صاف اور سیدھے رستہ کو چہوڑ کر دوسری طرف پڑ لئے اور اب تک باوجود علم و فضل فہم و فراست کے محض تقلید آبائی کے سبب اسیطرف چلے جا رہے ہیں۔ توحید میں تثلیث قائم کر رکہی ہے جو جملہ انبیاء علیہم السلام اور عقل کے بہی برخلاف ہے۔ باپ کا لفظ پیار اور محبت کا محاورہ تہا حضرت مسیح علیہ السلام طریقت کے ہادی تہے عشق و محبت الہی کا انپر غلبہ تہا۔ بجز وجود حقیقی کے اور وجودات انکی نظروں میں معدوم تہے اس لئے بہت سے اپنے اور روح القدس کے افعال کو بلکہ وجود کو بہی اسیطرف منسوب کر دیا کرتے تہے۔ اس سے تینوں کا اتحاد حقیقی سمجھ بیٹھے۔ (۲) حضرت مسیح کی مصلوبی میں غلط فہمی کی۔ آدم کے گناہ کو متوارث سمجھکر جملہ بنی آدم کو ناکردگی پر بہی خطاوار ٹہرا دیا اور اسکی بخشش کا سبب صرف مصلوبی مسیح کو قرار دے لیا اور کوشش عمل کو بیکار خیال کر لیا۔ (۳) خوش دماغ اسرائیلیوں کے مقابلہ میں حضرت عیسیٰ کے ارشاد کو دکہ تم کیا شریعت لئے پہرتے ہو پہلے اپنے دلوں کو تو پاک کرو۔ حرام حلال اشیاء پر تو اتنا خیال کرتے ہو مگر وہ جو تمہارے دلوں کو ناپاک کر رہا ہے اسکو بیدہڑک عمل میں لا رہے ہو۔ خدا کی مغفرت و رحمت جو انسان کے دلی نیاز سے وابستہ ہے اسکو چہوڑ کر لمبے لمبے قمیصوں اور ظاہری وضعداری پر منحصر سمجھے بیٹھے ہو وغیرہ) موسےٰ کی تمام شریعت کا نسخ سمجھ لیا۔ شراب سور وغیرہ محرمات یک لخت حلال کر دیئے احکام موکدہ جنکو ابدی کہا تہا چہوڑ بیٹھے۔ حالانکہ خود حضرت مسیح فرما چکے تہے کہ میں توریت کو مٹانے نہیں آیا ہوں بلکہ پورا کرنے آیا ہوں۔ آسمان و زمین ٹل جائیں گے۔ مگر توریت کا

ایک شوشہ بھی نہ ٹلیگا۔ صرف اصطباغ پانا اور عشاء ربانی کہانا یہ تو عملی فریضہ باقی رکہا اور مسیح کو خدا اور خدا کا فرزند سمجہنا اور ان کے ساتھ روح القدس کو بھی خدائی کا تیسرا رکن قرار دیکر الوہیت کی جمہوریت کا اعتقاد کرنا اور اگلے پچھلے سب گناہ حضرت مسیح اپنے اوپر اوڑہا کر تین روز ہمارے بدلہ جہنم بھگت آئے اسپر ایمان رکہنا فرائض اعتقادی میں سے باقی رکہا۔ کیونکہ مذہب عیسوی اسی مجموعہ کا نام ہے +

ان جملہ غلط فہمیوں کو فارقلیط نے آکر بہت کچھ سمجہایا مگر یہ کب ماننے والے تھے۔ بہو سے زیادہ اپنے سچے گواہ کے آپ ہی دشمن ہوگئے۔ اب اسکا فیصلہ تو خود حضرت مسیح بار دگر دنیا میں تشریف لاکر آپ کردیں گے۔ مگر یہہ خیال رہے کہ اسوقت یہی خود بھی عیسائی حضرت مسیح کے مقابلہ میں کہڑے ہوجائیں گے +

افسوس کیا پرخطر رستہ عیسائیوں نے اختیار کر رکہا ہے نہ معلوم انجیل کی کونسی آیت نے انکو حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے سے منع کردیا ہے۔ کیسی ایک سچے عیسائی کے مذہب میں حضرت پر ایمان لانے سے انہیں کے مسلم کتابوں کی موافق کیا فرق آسکتا ہے؟ رہا تثلیث و الوہیت کا مسئلہ وہ حقیقی مذہب عیسوی کا کوئی بھی امر نہیں نہ حواریوں کے عہد میں تہا اگر ایسا ہوتا تو خود عیسائیوں کے بعض فرقے اسکا کیوں انکار کرتے۔ مگر ہدایت اسکی طرف سے ہے

فصل ۸۱

مخالفوں کے اعتراض اور انکے جواب

اب تک ہم ہر موقع سے مخالفوں کے اعتراضات اور ان کے جواب دیتے آئے

ف منا ظر عیسائی نسخ کا لفظ تو گوارا نہیں کرتے مگر اس کے معنی پر عمل اور اعتقاد ہے جسکو تکمیل سے تعبیر کرتے ہیں یہی بھی کیسا طرف سے ہاتہ پہیر کر ناک پکڑو۔ پکڑی تو ناک ہی ہے ۱۲ منہ

لیکن ان کے اعتراضات کے اصول اور اسیطرح جوابوں کے اصول بھی بیان نہیں ہوئے تھے اسلئے اس فصل میں دونوں چیزوں کے اصول بیان کرنا مناسب خیال کیا گیا تاکہ ناظرین کو موجودہ اعتراضات اور جو آئندہ دوسرے اعتراض پیش کئے جاویں ان کا اجمالاً حال معلوم ہوجائے جس سے ان اعتراضوں کا اصلی زور اور ضعف بھی معلوم ہوجائے اسکے بعد وہ اصول اجوبہ سے جلد تر مندفع ہوسکیں +

(اعتراضات)

(۱) ان امور اعتقادی پر جنکو فلسفۂ جدید اپنی موجودہ تحقیقات کے اعتماد پر نہیں مانتا جیسا کہ عالم غیر محسوس کے موجودات جیسے خدا اور اسکے صفات۔ ملائکہ وارواح۔ مرنے کے بعد حالات پر روح کا باقی رہنا اور اپنے دنیاوی نیک و بد عقائد و اعمال کی سزا و جزا پانا۔ عذاب و ثواب قبر جنت۔ دوزخ وہاں کے اسباب رنج و راحت جن و شیطان ان سب اعتراضات کے بنیاد اسی پر ہے کہ ہمارے پاس غیر محسوس اشیاء کے یقین کر لینے کا کوئی ذریعہ نہیں۔ مگر ان کے محال اور ناممکن ہونے پر بھی کوئی دلیل نہیں اور یہ اعتراضات نہ صرف اسلام پر بلکہ جملہ مذاہب پر یکساں ہیں۔ ان سب کا **جواب** یہ ہے کہ علم یقین کا مدار حواس پر نہیں بلکہ اور اک عقلی اور ادراک کشفی بھی حقائق الاشیاء کے جاننے اور باور کرنے کا بڑا قوی ذریعہ ہے۔ خصوصاً غیر مادیات و مجردات کو تو حواس ادراک ہی نہیں کر سکتے یہ ان کا قصور نہیں بلکہ حواس کا۔ اشیاء میں جسقدر لطافت بڑھتی جاتی ہے۔ کہیں ایک حس کہیں دو کہیں تین کہیں چار کہیں پانچوں بیکار ہوجاتے ہیں۔ ہوا و لطافت کے سبب حس بصر سے معلوم نہیں ہوسکتی۔ بلکہ مس وغیرہ سے خوشبو بدبو صرف حس شم یعنے سونگھنے سے مدرک ہوسکتی ہے یہاں اور چاروں حس بیکار ہیں فلسفۂ جدید ایتھر طبیعت اجسام کا مقر ہے۔ حالانکہ دونوں کسی حس سے بھی محسوس نہیں مصنوع سے صانع کا اور لازم سے ملزوم کا ادراک یقینی ہے مگر کسی حس سے بھی محسوس نہیں یہ فلسفۂ

جدید کا نقصان ہے۔ ممکن ہے کہ روزمرہ کی ترمیم کے بعد دور ہو جائے۔ اسکی ترمیم ہی اسکے نقصان کی دلیل ہے ؛

(۲) وہ امور جسمی کہ جو فلسفۂ جدید کی تحقیقات کے برخلاف ہیں۔ الہیات و جغرافیہ۔ و فیزک۔ و علم طبیعات و ریاضیات کے برخلاف قرآن نے بیان کئے ہیں۔ زمین کا ساکن ہونا۔ اسکا بیل کے سینگ پر قائم ہونا اس کے سات طبقے ہونا۔ اور ہر طبقے میں بنی آدم کا پایا جانا۔ کوہ قاف کا تمام عالم کو محیط ہونا اور زمرد کا ہونا۔ زمین پر یاجوج ماجوج ایسی قوم کا ہونا کہ جو تین تین گز لمبے اور بڑے مردم خوار ہیں ایک کان اوڑھ کر دوسرا بچھا کر سوتے ہیں ایک دیوار میں بند ہیں جسکو سکندر رومی نے بنایا تھا۔ آفتاب کا دلدل میں غروب ہونا۔ سات آسمان اور انکا۔ تانبے سونے چاندی وغیرہ مادہ کا ہونا پھر ان میں ستاروں کا میخوں کیطرح جڑا ہونا اور پھر ایک ایک آسمان کے کئی کئی اجزا رحاوی محوی تدویر وغیرہ ہونا۔ آسمانوں میں پانی کے دریا بہنا انہیں میں سے بارش کا اترنا۔ ہر ہر آسمان میں پانسو برس کا فاصلہ ہونا۔ مردے کو قبر میں عذاب و ثواب ہونا اور پھر گرز پڑنے ستر ستر گز قبر کا کشادہ ہونا حالانکہ صدہا قبریں کھول کر دیکھی گئیں کچھ بھی دکھائی نہ دیا۔ ہرچند اور مذاہب میں اس سے بھی زیادہ وہمی اور غلط باتیں ہیں مگر اسلام جب منجانب اللہ ہونے کا مدعی ہے تو اسکو ایسے پاک ہونا چاہئے تھا

جواب قرآن میں ان باتوں میں سے بجز دو ایک کے کسیکا بھی ذکر نہیں۔ نہ قرآن مسائل فیزک و طبعیات و ہیئت کے بیان کرنے کے لئے نازل ہوا نہ ان باتوں کے لئے الہام اور نبوت کی ضرورت تھی ان باتوں کے لئے عقول حکماء کافی تھے۔ وہ انسانی سعادت اخلاق و روحانی مراتب وغیرہا کے لئے آیا ہے۔ قرآن میں نہ بطور بیان اہل ہیئت بلکہ بطور اظہار قدرت اسبات کا ذکر ہے کہ اسنے سات آسمان اور چاند سورج و ستارے بنائے۔ اور انہیں کیطرح زمین بنائی۔ آسمانوں کی کیا حقیقت ہے اور ان کو سات کس لئے کہتے ہیں اور انمیں باہم کیا فاصلہ ہے اور وہ کاہے کے ہیں اور ستارے جڑے ہوئے ہیں۔ اسکا کچھ بھی

ذکر نہیں۔ زمین کی آسمانوں سے کس بات میں مماثلت ہے۔ اسکا بھی کچھہ ذکر قرآن میں نہیں
غالباً نمونہ قدرت ہونے میں ہے یہ بھی ذکر ہے کہ یاجوج ماجوج ایک قوم سرکش اور مفسد
تھی لوگوں کی درخواست پر ذوالقرنین نے ان کے ملک سے باہر آنے جانے کا رستہ دیوار
چنکر وربند کر دیا تھا۔ جسکے بعد وہ ایک دوسرے پر دھکا پیل کرتے رہتے ہے۔ اور قریب
قیامت پھر وہ قوم خروج کرے گی۔ یاجوج ماجوج کو تاتاری وچینی تاتاری قومیں مورخین نے
بتایا ہے۔ قبر کے عذاب و ثواب کی بابت صحیح روایات موجود ہیں۔ مگر قبر عالم برزخ ہے جسطرح
سونے والے پر جو حالات دکھہ درد کے یا راحت کے خواب میں گزرتے ہیں۔ اور
دیکھنے والے کو دکھائی نہیں دیتے اسیطرح جو کچھہ مرنے والے کی روح پر گزرتا ہے وہ نظر نہیں
آتا۔ نہ روح نظر آتی ہے کیونکہ لطیف ہے باقی روایات بے اصل ہیں۔ ان کے ذمہ دار انکے
راوی ہیں علوم مذکورہ بالا سے زیادہ تر مخالفت عیسائی یہودی مجوسی بودھ ہندو دھرم وغیرہ
کو ہے نہ اسلام کو۔ اسلام سراسر موافق عقل اور پر حکمت ہے وہ تخیلات اور وہمی افسانوں پر
مبنی نہیں +

(۳۳) قرآن میں انبیا کے معجزات بیان ہوئے ہیں جو سراسر مخالف قانون قدرت ہیں۔ اور
اسیطرح قوموں پر عذاب نازل ہونے کے واقعات بھی خلاف قانون قدرت ہیں۔ جن کو علوم
جدیدہ اور عقل سلیم مان نہیں سکتی +

جواب وہ ہرگز خلاف قانون قدرت نہیں بلکہ معمولی تجربہ اور روزمرہ کے دستور کے
ضرور مخالف ہیں اور یہہ قانون قدرت نہیں۔ قدرت کا قانون محدود الادراک انسان بنا
نہیں سکتا۔ عام دماغ روحانی قدرت سے واقف نہیں اور اب واقف ہوتے چلے جا رہے ہیں
اسکے کام حیرت انگیز ہیں اسلئے انبیا کی صداقت کے لئے ان سے ایسے امور صادر ہوتے رہے
ہیں۔ اسمیں بھی اسلام کی خصوصیت نہیں جملہ مذاہب شریک ہیں +

(یہاں تک فلسفہ کے اعتراضات تھے)

(۴) قرآن کے الہامی ہونے اور حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر کوئی دلیل نہیں
جواب - بہت سے دلائل ہیں جنمیں سے کسیقدر ابھی بیان ہوئے ہیں۔ کاش کوئی دوسرے مذاہب پر اپنی ہی دلائل قائم کرکے دکھادے۔ ناظرین با انصاف طرفین کے دلائل کا خود موازنہ کرلیں گے +

(۵) قرآن اور پیغمبر علیہ السلام پر بہت سے اعتراضات قائم ہوتے ہیں۔ اول یہہ کہ قرآن نے خدا کے لئے صفات ذمیمہ ثابت کئے ہیں جیسا کہ وہ عرش پر بیٹھا ہوا ہے وہ لوگوں سے قرض مانگتا ہے۔ وہ گمراہ کرتا ہے وہ مکر و فریب کرتا ہے وہ ٹھٹھے بازی کیا کرتا ہے وہ خرید فروخت کیا کرتا ہے اسکو بہت چیزوں کا علم پہلے سے نہیں ہوتا بلکہ واقعات کے بعد ہوتا ہے وہ شک کے کلمات سے کلام کرتا ہے۔ وہ ترازو بغیر انسانی اعمال کا قیامت میں موازنہ نہ کرسکے گا۔ وہ سخت بیرحم ہے جہنم میں طرح طرح کو عذاب دے گا اور بندے کے رونے چلانے پر رحم نہ کھائیگا وہ ضعیف ہے اپنی مددگاری کرنیکا بندوں کو حکم دیتا ہے اسنے یوسف کو مکر کرنا سکھایا۔ اسکے ہاتھ پاؤں مونہہ وغیرہ اعضا ہیں یہہ اور آیندہ فرقہ آریہ کے اعتراضات ہیں۔ ان سب کا **جواب** ہم دے آئے ہیں کہ جن آیات سے انہوں نے یہ معنی سمجھے ہیں یہہ انکی غلط فہمی ہے وہاں لفظی اور حقیقی معنے مراد نہیں بلکہ وہ سب **استعارات** اور مجاز ہیں جو بیشتر فصیح و بلیغ کلاموں میں مستعمل ہوتے علماء مفسرین نے ان سب آیات کی ہر مقام پر تصریح کردی ہے اور مرادی معنے بتلا دیئے ہیں مخالف کو حق نہیں کہ وہ محاورے کے مسلم معنی چھوڑ کر اپنی طرف سے معنے پیدا کرے۔

ف - خلاصہ یہہ کہ جو امر اسباب عادی پر مبنی نہیں ہوتے جیسا کہ انبیائی معجزات ان کو امور خارق عادت کہتے ہیں جو انسانوں کی معمولی قدرت سے باہر ہوتے ہیں اسیلئے وہ انبیاء سے صادر ہوتے ہیں تاکہ ان کی صداقت کی شہادت دیں۔ ایسے امور کو قدرت اللہ کے تحت سے خارج کرنا درست نہیں اور قدرت الٰہی کا قانون اپنے تجربہ اور مشاہدہ پر منحصر رکھنا یہہ بھی غلط ہے کیونکہ اسکی قدرت کا ایک یہہ بھی قانون ہے کہ انبیاء کی

مثلاً تخت پر بیٹھنا استعارہ ہے علو و حکومت سے اور قرض دینے سے مراد ہے کہ خیرات دو اسکا بدلہ ہمیشہ ہے جیسا کہ قرض کا ادا کرنا قرضدار پر ہوتا ہے۔ لوگ جو مکر و فریب اور تمسخر خدا اور اسکے کلام سے کرتے ہیں وہ بھی انکو انکے فعل کی ویسی ہی جزا دیتا ہے اس جزا دینے کو اسی لفظ سے برسبیل مشاکلت تعبیر فرمایا جیسا کہ کہتے ہیں جو دو گے سو پاؤ گے حالانکہ پاتے اسکا اجر ہیں۔ بندے اسباب گمراہی کو باختیار خود عمل میں لاتے ہیں اور وہ اسباب پیدا کردہ اسیکے ہیں کیونکہ دوسرا اور کوئی خالق نہیں خدا کے پیدا کردہ اسباب کو جنکے عمل میں لانے سے منع کردیا ہے فعل ضلالت کا انتساب مجازاً تنبیہاً اور تہدید کے لئے خالق اسباب کیطرف کردیا گیا۔ خریدنے سے مراد معاہدہ لینا ہے کہ اسنے بندوں سے معاہدہ لے لیا ہے کہ وہ اپنی جان و مال اسکی راہ میں صرف کردیں اسپر انکو مغفرت ہے۔ اسکو اول و آخر سب علم ہے مگر محاورے میں ایسے مواقع پر بعد الوقوع ہی علم کا اطلاق ہوتا ہے نزاز و استعارہ ہے تعین اور بندوں کو جتلا نیسے۔ وہ رحیم ہے مگر بندہ اپنے کئے کا پھل پارہا ہے کیونکہ اجسام میں جسطرح ایک تاثیر قدرت نے رکھی ہے ویسی ہی افعال میں بھی تاثیر ہے جس کے مطلع کرنے کو انبیاء آئے پھر جو کوئی زہر کھائیگا آپ مرے گا۔ اسمیں خدا پر کیا الزام ہے۔ آریہ اعتقاد میں اب جو کچھ ہے وہ اگلے جنم کا نتیجہ ہے پھر سینکڑوں جانور و انسان کیسی عذاب میں مبتلا ہیں روتے چلاتے ہیں مگر الیشر کو رحم نہیں آتا۔ وہ اپنی مدد نہیں چاہتا وہ قوی ہے مگر استعارہ کے طور پر دین کی مدد کو اپنی مدد سے تعبیر کیا ہے۔ یوسف کو تدبیر بتائی تھی جسکو بطور استعارہ کید سے تعبیر کیا پاؤں۔ ہاتھ سے مراد قدرت ہے۔ مونہہ سے ذات ہے یہ محاورہ ہے۔ ابتک قرآن کے اردو ترجمے گو مسلمانوں ہی نے کئے ہیں مگر لفظی ہیں نہ مرادی انکو سند میں پیش کرنا بیکار بات ہے۔

بقیہ نوٹ صفحہ ۵۶۶ روحانی طاقت سے ایسا ظاہر کرادیتا ہے جو اسباب عادیہ پر مبنی نہیں ہوتا نیچر کے مریدوں نے فلسفہ کے اس غلط قاعدہ کو صحیح مانکر ایسے مقامات میں بذریعہ تاویل معجزات کا انکار ہی کردیا ۱۲ منہ

(۶) قرآن کا طریقہ تعلیم اچھا نہیں۔ اُسنے باوجود ممانعت بت پرستی کے خود کعبہ اور حجر اسود کے پوجنے کا حکم دیا۔ اُسنے خونریزی کا حکم دیا۔ کہ کافروں کو مارو اُنکی جورُویں چھین لو اُنکی اولاد کو غلام بناؤ۔ اُسنے جیو کے مارنے کا حکم دیا۔ کہ جانوروں کی قربانی کرو اس سے اسکو کیا فائدہ پہونچتا ہے۔ اُسنے گوشت کہانیکی اجازت دی جو سراسر خلاف رحم ہے

جواب قرآن میں نہ کعبہ پوجنے کا حکم ہے نہ حجر اسود کا ان دونوں کا پوجنے والا اسلام میں ویسا ہی مشرک ہے جیسا کسی اور پتھر کا پوجنے والا۔ کعبہ چونکہ حضرت ابراہیم کی مسجد ہے جو خدا پرستوں کے قدیم بزرگ ہیں اسلئے اس خدا پرست کی مسجد کیطرف مونہہ کر کے نماز ادا کرنے کا حکم دینا اس بنا پر ہے کہ اپنے آپ کو نماز ادا کرنے والا اوسی جماعت میں شامل سمجھے یہ بھی جبکہ اوسکا رُخ معلوم ہو اور اسطرف سجدہ میں مونہ بھی کر سکتا ہو ورنہ جدہر چاہے مونہہ کر کے نماز پڑہ لے۔ ہر سو اوسی معبود حقیقی کا مونہہ ہے اینما تولوا فثم وجہ اللہ ؎

کافراں سجدہ کہ در پیش بتاں میکروند ہمہ روسُوے تو بود ہمہ سو روئے تو بود

حجر اسود بھی اسی بزرگ موحدین کا چھوا ہوا ایک پتھر ہے۔ اس بزرگ کی یادگار سمجھکر اسپر ہاتھ لگانا بوسہ دینا پیغمبر کی سنت ہی جو اختصاص ابراہیمیت پر مبنی ہے۔ بیشک فی نفسہ خونریزی عمدہ کام نہیں مگر ایسے شریر اور سرکش لوگوں کا دفع کرنا اُنکی قوت توڑنا جو مظلوم خدا پرستوں پر ستم کرتے ہوں یا کرنے کو تیار ہوں اور خدا پرستی کو مٹانے کے لئے امادہ ہوں سراسر خدا پرستوں اور خدا پرستی پر رحم ہے۔ چوروں قزاقوں۔ خونیوں کو سزا دینا عقلاء بھی غریب رعیت پر رحم کرتا ہے برعکس اسکے انپر رحم کرنا سراسر رعیت پر ظلم ہے ہر مذہب و ملت میں ایسا ہی ہے۔ حضرت موسیٰ نے بھی ایسا کیا حضرت مسیح نے بھی تلواریں لینے کا حکم دیا۔ ہنڈوں کے مہاتماؤں نے تو لاکہوں بودہوں کا خون کیا ہے بلکہ دینادی حصہ ترکہ پر سری کرشن جی نے مہابہارت کرا کر تہانیسر کے

میدانوں میں چھتریوں کے خون کے نالہ بہا دیئے ہیں +

اسلام نے زن و فرزند گناہ بیگناہ سب کے قتل کرنے کا حکم نہیں دیا بلکہ ان کے بچوں بیویوں پر رحم کرنے کی تاکید کی ہے اور اگر کوئی چاہیئے تو انکو لاکر اپنے ساتھ کھانے پینے میں شریک کرسکتا ہے اور لسنے ان کی استطاعت کے موافق کام بھی لے سکتا ہے اس پرورش کا اُنپر حق قائم ہے جسکو غلامی کہا جاتا ہے۔ غلام عربی زبان میں لڑکے کو کہتے ہیں مگر قرآن میں یہ نہیں ہے کہ خواہ مخواہ انکو غلام ہی بنالو۔ یہ مرحمت کا طریق نبی کریم نے سکھایا ہے اور آزاد کردینے اور اُنپر رحم کھانے کی بھی بڑی تاکید فرمائی ہے +

گوشت۔ کھانا اور حیوانوں کو خواہ مخواہ مارنا قرآن نے کہیں بھی واجب و فرض نہیں کیا ہے۔ البتہ جسطرح نباتات اغذیہ انسانی ہیں اسیطرح حیوانات بھی ہیں بلکہ بہتر غذا وہی ہے جو کھانے والے سے مشابہت رکھتی ہو عمدہ خون پیدا کرتی ہو۔ البتہ قرآن نے اسکی بھی اجازت دیدی ہے چاہے کوئی کھائے یا نہ کھائے اسکو اختیار رہے۔ حج کے ارکان آپ ہماری اس کتاب میں پڑھ چکے ہیں اسمیں نادار پر کہیں بھی قربانی کرنے کا حکم نہیں۔ مگر جو اوس فریضہ کو بطریق ابراہیم ادا کرے تو بہتر ہے۔ خدا نے خود فرما دیا ہے کہ اس سے ہمکو کوئی فائدہ نہیں پہونچتا لن ینال اللہ لحومھا ولا دماءھا ولکن ینالہ التقوی منکم لیکن حیوانات بھی انسان کا عمدہ مال ہے اسکا بھی اسکی راہ میں صرف کرنا محبت کی دلیل ہے۔ یہ بھی جملہ مذاہب کا قدیم دستور ہے آریہ کے بزرگ گھوڑوں اور گائیوں کا بلدان کرتے تھے۔ جیساکہ ویدوں سے پایا جاتا ہے چھتریوں کو منو شاستر کی رو سے گوشت کھانے کی اجازت ہے اور باستثنا بعض اقوام سب ہندو بھی گوشت کھاتے ہیں۔ اپنے معبودوں پر قربانی کرتے ہیں۔ البتہ بودھ مت کے بانی صرف نفس کشی کے سبب گوشت سے احتراز کرتے تھے ہندوں نے ان کے مسئلہ کو دھرم بنالیا ہے۔ اور جان تعینات میں بھی ہے ادراک بھی ہے حیوان سے کمتر سہی پھر یہ کونسی عقل کا فتویٰ ہے کہ انکی

جانیں مارنا تو گناہ نہ سمجھا جائے اور حیوانات کی جان مارنا بوقت ضرورت بھی مہا پاپ خیال کیا جاوے اور وہی دہرما تما لڑائی کے وقت انسانوں کی جان مارنا جو اشرف الحیوانات ہے جائز قرار دیتے ہیں +

(۷) قرآن نے متعدد بیویں اور بےگنت لونڈیوں سے کامرانی کرنے کی اجازت دی جو ایک قسم کی شہوت رانی ہے +

جواب - ناجائز خواہش نفسانی کرنے کی کہیں اجازت نہیں دی - بیوی تو ایک ہی رکھنے کا اشارہ ہے اور اگر ضرورت پیش آئے بشرط مساوات حقوق ایک سے زیادہ کی بھی اجازت ہے اور یہہ اجازت انسانی تمدن اور اسکی پاکدامنی محفوظ رہنے کے لئے ضروری ہے - جیسا کہ ہم ثابت کر آئے ہیں - لونڈیوں کا مسئلہ ابھی بیان ہو چکا ہے - اور کسی مذہب و ملت میں بھی ایک ہی بیوی رکھنے کا حکم نہیں ہے نہ ہندوں کے شاستروں میں نہ توریت و انجیل میں - صرف یورپ کا رواج ہے جو انکی کسی مصلحت پر مبنی ہوگا -

(۸) پیغمبر علیہ السلام کی سیر پاک پر اعتراضات یہ ہیں - زینب کا نکاح - مسلمانوں کے لئے تو چار بیویوں کی اجازت اپنے لئے نو سے زیادہ جائز سمجھنا - اپنے دشمن یہودی کو مخفی طور سے قتل کروا ڈالنا - یہود کے قبائل کو تہ تیغ کرنا ان کے املاک لے لینا +

جواب زینب کے نکاح میں کوئی اعتراض نہیں نہ شرعاً نہ عرفاً نہ عقلاً - نکاح میں خصوصیت بھی محل اعتراض نہیں - جب یہہ تسلیم ہے کہ قوم کے افراد اور ان کے صدر انجمن - یا بادشاہ یا ہادی و مرشد میں ضرور امتیاز ہے اور وہی امتیاز احکام کی خصوصیت کا بھی مقتضی ہے جسکو آجکل کے تعلیم یافتہ بھی تسلیم کئے ہوئے ہیں تو پیغمبر کی خصوصیت کیا محل اعتراض ہو سکتی ہے ؟ - اب دیکھنا یہہ ہے کہ یہہ خصوصیت کسی دینی فائدہ کے لئے تھی جو خاص آپ ہی کی ذات پاک سے متصور ہو سکتا تھا یا نفس پروری اور شہوت رانی کے لئے ؟ معترض کی بدنیتی کا کوئی علاج ہو نہیں سکتا ہر ایک نیک کام میں نکتہ چینی

کرسکتا ہے اور اصل حقیقت پر پردہ ڈال سکتا ہے جب تاریخی واقعات ثبوت دیچکے ہیں کہ مدینہ میں آکر جبکہ سن شریف جوانی کے جزر و مد سے بہی تجاوز کر گیا تہا اور ملک کی متواتر یورشیں اور ہرگونہ مصائب بہی درپیش تہے اور وطن بہی نہ تہا صرف ایک جماعت قلیل مددگار رہتی جنکا بڑا رشتہ حسن اعتقاد تہا تو عقل باور نہیں کرسکتی کہ ایسے مواقع میں کوئی دانا شہوت پرستی کے اسباب فراہم کرکے اس جماعت کو بہی بد اعتقاد کرادے بلکہ نسوان کی تعلیمی حالت کی وسعت مقصود تہی جسکے لئے بلحاظ کفالت متعلمات۔ و بلحاظ ہر وقت کی جلوت و خلوت میں باریابی کے نکاح کے سلسلہ سے کوئی دوسرا سلسلہ مفید ہی نہ تہا۔ قرآن کے بہت الفاظ اسیطرف اشارہ بہی کررہے ہیں۔ اور سب سے زیادہ معاشرت و اخلاق میں انہیں کی زیادہ تر صلاح مقصود تہی اسلئے ان کی معاشرت کے متعلق ایلا اور شہد پر قسم کہانے وغیرہ امور میں آیات نازل ہوئیں جنکی بابت کوتاہ بیں معترض کہتا ہے کہ قرآن میں خانگی جہگڑے بہی ہیں اسلئے الہامی نہیں +

جب اسلام سیاست کو بہی لئے ہوئے ہو جسکی ضرورت ہم ثابت کرچکے ہیں تو ایسے بغلی دشمنوں۔ بدذاتوں بدعہدوں کے ساتہ جو کسی معاہدہ کے بہی پابند نہ رہے اور مصائب بیرونی کے وقت جان لینے کو کہڑے ہوگئے بجز ایسے سلوک کے اور کیا ہوسکتا تہا جو انبیاء درویشانہ پیرایہ میں آئے اور قوام ملت و قومیت کا بارگراں انپر نہیں ڈالا گیا۔ البتہ وہ ایسے احکام و معاملات سے الگ تہے۔ انکا قیاس انپر کرنا اور اس سبکدوشی کو ہی فضیلت سمجہنا قیاس مع الفارق اور سخت نافہمی ہے +

(۹) قرآن میں فصاحت و بلاغت جیسا کہ دعوے ہے نہیں ہے اسکے غیر فصیح فقرات اور حذف و ابدال میں اغلاط کی یہ فہرست ہے +

جواب۔ یہ معترض کی غلط فہمی اور اصول فصاحت و بلاغت سے ناواقفیت ہے محاورے اور استعارات بلیغہ کو عیوب میں شمار کر لیا جسکی ہم ابہی شرح کر آئے ہیں +

(۱۰) انجیل اور توریت پر تحریف کا الزام لگایا جاتا ہے مگر اختلاف قرارت - اور آیات کا نسخ اور تالیف وجمع کے وقت بعض آیات کا نہ ملنا قرآنی تحریف کی دلیل ہے۔
جواب اسکا مع تفصیل اسی کتاب میں گزر چکا ہے جسپر مخالف کو چون وچرا کرنے کی گنجائش باقی نہ رہی +

(۱۱) اسلام کوئی الہامی مذہب نہیں عرب کے فصیح وبلیغ پیغمبر نے کچھہ واقعات ومسائل یہود ونصاریٰ سے کچھہ مجوسیوں سے کچھہ عرب کے دستورات سے لیکر مرکب کیا ہے دیکھو فلاں قصہ توریت میں فلاں مسئلہ انجیل میں فلاں مجوسیوں کی کتابوں میں فلاں یہود کی فقہ وتفسیر مدراس وگمرا وغیرہ میں ہے +
جواب۔ جب اسلام کو خود اقرار ہے کہ وہ کوئی نیا دین نہیں وہ ملت ابنیائی ہے جسکو لوگوں نے اپنے خیالات اپنے رسوم سے مسخ کر دیا تہا وہ عرب میں بہی یہود میں بہی نصاریٰ ومجوسیوں وغیرہ اقوام میں بہی مسخ شدہ موجود تہے۔ پہر کیا اس کے نشان ان اقوام اور ان کتب میں نہ پائے جاتے؟ ضرور پائے جانے چاہییں یہ تو اسکی صداقت کی دلیل ہے نہ کہ بطالت کی۔ اگر یہی بطالت ہے تو مذہب عیسوی وغیرہ کوئی بہی ایسے سرقہ سے پاک نہ نکلے گا۔ اور مذاہب واقوام میں ان کے آثار پائے جاتے ہیں۔ اور بہی اعتراض ہیں مگر لچر اور پوچ جو قابل التفات بہی نہیں +

باب سوم

فصل (۱)

واضح ہو کہ قرآن مجید میں اکثر جگہہ **تورات و انجیل و زبور** و صحف ابراہیم علیہ السلام وغیرہم کا ذکر آیا ہے اور انکی مدح اور تصدیق اور کتاب الٰہی ہونا بیان کیا ہے اور بعض مضامین کا انکی طرف حوالہ دیا ہے اسلئے جمہور اہل اسلام کے نزدیک انپر ایمان لانا ضرور ہے کیونکہ جمیع انبیاء اور تمام کتب الٰہیہ کو بلا تفریق حق سمجھنا خاص اہل اسلام کا ہی حصہ ہے۔ اسلئے ضرور ہوا کہ ان کتابوں کا کسیقدر مختصر حال بیان کروں تاکہ ہر شخص کو معلوم ہو جائے کہ اسوقت جو کتابیں اس نام کی اہل کتاب کے پاس ہیں آیا وہی کتابیں ہیں یا اس نام کی اور ہیں۔

اہل کتاب اپنی تمام کتب سماویہ کے مجموعہ کو **بائبل**[۱] کہتے ہیں۔ پھر اس کے دو حصے ہیں ایک **عہد عتیق** یعنے پرانی کتابیں دوسرا **عہد جدید** جسطرح ہم قرآن کے جملوں کو آیت کہتے ہیں یہ لوگ **درس** کہتے ہیں پہلے حصہ میں یہ کتابیں ہیں (۱) **سفر خلیقہ**[۲] کہ جسکو کتاب پیدایش بھی کہتے ہیں اسمیں ابتداء پیدائش آسمان و زمین کے حال سے لیکر حضرت موسےٰ تک سلسلہ وار تاریخ بیان ہے (۲) **سفر خروج** جسمیں بنی اسرائیل کے مصر سے نکلنے وغیرہ امور کا ذکر ہے (۳) **کتاب احبار** جسمیں قربانی اور قصاص اور جانوروں کی حلت و حرمت وغیرہا احکام ہیں (۴) **سفر عدد** جسکو گنتی کی کتاب بھی کہتے ہیں اسمیں بنی اسرائیل کے فرقوں کا شمار ہونے کا اور دیگر بیان ہے (۵) **سفر** استثنا۔

[۱] لفظ یونانی بمعنی کتاب ہے ۱۲ منہ [۲] سفر بالکسر بمعنے کتاب۔ اور اسیطرح زبور بمعنی مکتوب جسکی جمع زبر آتی ہے جس سے مراد کتاب ہوتی ہے ۱۲ منہ

عہد عتیق کے حصہ

اسمیں ملک فلسطین کی تقسیم وغیرہ امور ہیں ان پانچوں کو **توراۃ** کہتے ہیں یہ توراۃ ضخامت میں تخمیناً سعدی کی بوستاں کے برابر ہوگی (۶) کتاب یشوع (۷) قاضیوں کی کتاب (۸) راعوث یا روت کی کتاب یہ تین ورق ہیں الیملک اور اسکی بیوی نعومی کا قصہ ہے (۹) صموئیل کی اول کتاب (۱۰) صموئیل کی دوسری کتاب (۱۱) سلاطین کی پہلی کتاب (۱۲) سلاطین کی دوسری کتاب (۱۳) اول کتاب تواریخ (۱۴) دوسری کتاب تواریخ کہ جسکو اخبار الایام بھی کہتے ہیں (۱۵) عزرا[۱] کی کتاب اول (۱۶) عزرا کی دوسری کتاب کہ جسکو کتاب نحمیا بھی کہتے ہیں (۱۷) کتاب ایوب[۲] (۱۸) زبور داؤد علیہ السلام اسمیں محض مناجات اور خدا کی مدح وثنا رہی (۱۹) امثال سلیمان علیہ السلام اسمیں پند ونصائح ہیں (۲۰) کتاب واعظ جسکو جامع بھی کہتے ہیں (۲۱) غزل الغزلات کہ جسکو نشید انشاد بھی کہتے ہیں یہ پانچ چھہ ورق کا رسالہ ہے جسمیں عاشقانہ مضامین ہیں۔ بلکہ بعض فحش آمیز کلمات بھی ہیں (۲۲) یسعیاہ[۳] نبی کی کتاب (۲۳) یرمیاہ نبی کی کتاب (۲۴) یرمیاہ نبی کا نوحہ مرثیہ جو تین چار ورق پر ہے (۲۵) حزقیل کی کتاب (۲۶) دانیال علیہ السلام کی کتاب (۲۷) ہوسیع نبی کی کتاب (۲۸) یوئیل نبی کی کتاب یہ صرف دو ورق ہیں (۲۹) عاموس نبی کی کتاب یہ کل چار ورق کی ہے جسمیں کچھہ پیشین گوئیاں ہیں (۳۰) عبدیاہ نبی کا خواب جو ایک صفحہ پر ہے (۳۱) کتاب یونہ یعنے یونس علیہ السلام کا ڈیڑہ ورق پر مختصر سا حال (۳۲) میخایا میکہ علیہما السلام کا چار ورق پر الہام بیان ہے۔ (۳۳) ناحوم علیہ السلام کا الہام جو نینوہ شہر کی نسبت ہے دو ورق ہیں (۳۴) حبقوق نبی کا الہام جو دو ورق پر ہے (۳۵) صفنیاہ۔ یا صفونیا نبی کا الہام جو دو ورق پر ہے

[۱] یعنے عزیر علیہ السلام ۱۲ منہ [۲] اسمیں کسی نے حضرت ایوب کی مصیبت اور اُن کے صبر کا قصہ لکھا ہے۔ چھوٹا سا رسالہ ہے ۱۲ منہ [۳] ان کو اشعیاہ بھی کہتے ہیں ۱۲ منہ

ف یہ سب کتابیں نبی اسرائیل کی تاریخیں ہیں جنمیں متعارض بیان بھی بکثرت ہیں ۱۲ منہ

(۳۶) حجی نبی کا الہام جو دارا شاہ ایران کے عہد میں ہوا ایک ورق ہے (۳۷) زکریا علیہ السلام کا الہام جو دارا کے عہد میں ہوا تھا آٹھ ورق پر (۳۸) ملاخیا یا ملاکی نبی کا الہام ڈو ورق پر جس میں الیاس کے آنے کی بھی خبر ہے یہ حضرت مسیح سے چار سو برس پہلے تھے۔ اور کبھی ان صحیفوں کے مجموعہ کو بھی مجازاً **تورات** کہتے ہیں یہ ۳۸ کتابیں وہ ہیں کہ جنکو یہود اور عیسائی سب مانتے ہیں مگر فرقہ سامریہ انہیں سے صرف توراتؔ اور کتاب یوشع۔ اور کتاب القضات کو تو مانتے ہیں باقی اور سب کے منکر ہیں (اور یہ سب کتابیں عبرانی زبان میں ہیں جو ملک یہودیہ کی قدیم زبان ہے اور یہود کے نزدیک عبرانی میں ان کے کچھ اور نام ہوں تو تعجب نہیں۔ پھر ان کے تراجم یونانی اور لاطینی اور عربی وغیرہ زبانوں میں ہو گئے۔ میرے پاس بالفعل اُردو بائبل مطبوعہ مرزا پور ۱۸۶۷ء موجود ہے لیکن عیسائیوں نے نو ۹ اور کتابیں اس مجموعہ میں داخل کی ہیں کہ جن کی تسلیم و عدم تسلیم میں اُن کو متقدمین و متاخرین میں سخت اختلاف ہے چنانچہ ابھی آپکو معلوم ہو جائے گا اور وہ نو کتابیں یہ ہیں (۱) **کتاب استر** یہ پانچ ورق کا ایک دلچسپ قصہ آستر یہودیہ کا ہے کہ اسکو اخسویرس بادشاہ نے دشتی ملکہ پر خفا ہو کے اپنی ملکہ بنایا اور اُسکے چچا زاد بھائی مُردکی کو کہ جو اُسکا مربی تھا ایک خیر خواہی پر اپنا وزیر اعظم کیا اور ہامان وزیر سابق کو جو یہودیوں کا سخت دشمن تھا مع زن و فرزند قتل کیا (یہ قصہ اب تک عیسائیوں کے نزدیک کتب سماویہ میں شمار رہے (۲) کتاب باروق (۳) ایک حصہ کتاب دانیال کا (۴) کتاب توبیاس (۵) کتاب یہودیت (۶) کتاب وزدم (۷) کتاب ایکلیزیا سٹیکس (۸) مقابیس کی اول کتاب۔ (۹) مقابیس کی دوسری کتاب یہود ان کتابوں کو لغو قصے سمجھتے ہیں مگر عیسائیوں نے الہامی مانا ہے **عہد جدید** میں یہ کتابیں ہیں (۱) انجیل متی کہ جسکو حضرت عیسیٰ کے بعد متی حواری نے مسیح کی پیدائش سے لیکر موت تک کے حالات میں تاریخ کے طور پر

---

[۱] سو سنے کی پانچوں کتاب ۱۲ منہ

جمع کیا (۲) انجیل مرقس یہ مرقس کی تصنیف ہے اسمیں بھی ابتدا سے لیکر اخیر تک حضرت مسیح کی سرگذشت سنی سنائی بیان کی ہے کیونکہ مرقس حواری نہیں بلکہ یہ پطرس حواری کا شاگرد ہے چنانچہ پطرس اپنے پہلے خط کے پانچویں باب میں اسکو بیٹا کہتا ہے یہہ شخص رومی ہے اور اسکی یہ کتاب لاٹن یعنے رومی زبان میں تھی پھر اسکا یونانی اور سریانی میں ترجمہ ہوا۔ (۳) انجیل لوقا یہ بھی حضرت مسیح کی تاریخ ہے جسکو لوقا نے لوگوں سے سنکر تالیف کیا ہے کیونکہ وہ کیا بلکہ اسکا اوستاد پولس بھی حواری نہ تھا چنانچہ اپنی کتاب کے اول میں وہ خود اقرار کرتا ہے **قولہ** چونکہ بہتوں نے کمر باندھی کہ اُن کاموں کو جو فی الواقع ہمارے درمیان ہوئے بیان کریں جسطرح سے انہوں نے جو شروع سے خود دیکھنے والے اور کلام کی خدمت کرنے والے تھے ہم سے روایت کی ہیں سنے بھی مناسب جانا کہ سبکو سرے سے صحیح طور پر دریافت کرکے تیرے لیئے اے بزرگ تھیوفلس یہ ترتیب لکھوں انتہٰی (۴) انجیل یوحنا اسمیں یوحنا حواری نے حضرت مسیح کا تمام حال ابتدا سے انتہا تک لکھا ہے جسکا اخیر فقرہ یہ ہے۔ **قولہ** اور بھی بہت سے کام ہیں جو یسوع نے کیئے اور اگر وہ جدے جدے لکھے جاتے تو میں گمان کرتا ہوں کہ کتابیں جو لکھی جاتیں دنیا میں نہ سما سکتیں انتہٰی۔ ان چاروں تاریخوں کو کہ جنکے زمانہ تالیف میں بڑا اختلاف ہے عیسائی اناجیل اربعہ کہتے ہیں (۵) اعمال حوارین یہ ایک چھوٹی سی حواریوں کی تاریخ ہے کہ حواری فلاں

۵۱ یسوع اور مسیح حضرت عیسیٰ کو کہتے ہیں ۱۲ منہ ۵۲ چنانچہ ہارن صاحب اپنی تفسیر کی چوتھی جلد کے دوسرے حصہ کے دوسرے باب میں بعد اس کے کہ زمانہ تالیف اناجیل کو غیر معین مانا ہے یہ لکھتے ہیں کہ پہلی انجیل ۳۷ء یا ۳۸ء یا ۴۳ء یا ۴۸ء یا ۶۱ء یا ۶۲ء یا ۶۳ء یا ۶۴ء عیسوی میں اور دوسری انجیل ۵۶ء سے ۶۵ء تک اور غالباً ۶۰ء یا ۶۳ء میں اور تیسری انجیل ۵۳ء یا ۶۳ء یا ۶۴ء میں اور چوتھی انجیل ۶۸ء یا ۶۹ء یا ۷۰ء یا ۹۸ء عیسوی میں تالیف ہوئی انتہٰی ۱۲ منہ
۵۳ انجیل معرب ہے انگلیول کا جسکے معنی یونانی زبان میں بشارت اور تعلیم کے ہیں ۱۲ منہ ۵۴ حضرت عیسیٰ کے

شہر میں گئے اور وہاں یوں لوگوں کو خوارق دکھائے اور مخالفوں نے اُن کو ایسی ایسی تکلیفیں دیں اسکے مولف کا نام بھی معلوم نہیں غالباً یہ اُس شخص کی تالیف ہے کہ جسنے تیسری انجیل لکھی ہے یعنے لوقا کی کیونکہ اسکی ابتدا میں وہ یوں کہتا ہے **قولہ** اے تھیوفلس وہ پہلی کیفیت میں نے تصنیف کی ان سب باتوں کی جو کہ یسوع شروع سے کرتا اور سکھاتا رہا اسدن تک کہ الخ وہ اوپر اوٹھا لیا گیا انتہے (۶) حواریوں اور غیر حواریوں کے خطوط کہ جنکی یہ تفصیل ہے **پولوس** کے ۱۳ خط **پطرس** حواری کا اول خط یوحنا کا پہلا خط سوائے چند فقرات کے یہ کل بیؔ کتابیں ہیں کہ جنکو اکثر عیسائی مانتے ہیں اور سات کتابیں اور ہیں کہ جنکو قدمار مسیحیین نے رد کر دیا اور متاخرین نے انکو اپنی کتب مقدسہ میں شمار کیا ہے (۱) پولس کا اول خط جو عبرانیونکو لکھا ہے (۲) پطرس کا دوسرا خط (۳) یوحنا کا دوسرا خط (۴) یوحنا کا تیسرا خط (۵) یعقوب کا خط (۶) یہودا کا خط (۷) مکاشفات یوحنا **واضح ہو کہ** شاہ قسطنطین کے حکم سے شہر نائس میں عیسائی علمار کی ۳۲۵ سنہ عیسویں میں ایک مجلس (کمیٹی) تثلیث و الوہیت مسیح کے مسئلہ پر بحث کرنے کے لئے قائم ہوئی اور ان کتب مشکوکہ کی بابت بھی بحث آئی پس علمار نے بڑی بحث و تحقیق سے یہ حکم دیا کہ ان مشکوک کتابوں میں سے صرف کتاب یہودیت واجب التسلیم ہے چنانچہ یہ بات جیروم کے اُس مقدمہ سے معلوم ہوتی ہے کہ جو اُسنے اس کتاب پر لکھا ہے پھر ۳۶۴ سنہ ع میں ایک اور کمیٹی ہوئی کہ جسکا نام کمیٹی **لوڈیسیا**[۱] ہے اس انجمن نے بھی

(بقیہ نوٹ صفحہ ۵۰۶) بارہ حواریونکے یہ نام ہیں (۱) شمعون جسکو پطرس بھی کہتے ہیں (۲) اندریاس پطرس کا بھائی (۳) زبدی کا بیٹا یعقوب (۴) اسکا بھائی یوحنا (۵) فیلبوس (۶) برتھولما (۷) تھوما (۸) متی (۹) یعقوب لفار کا بیٹا (۱۰) لبی جسکو تھدی بھی کہتے تھے (۱۱) شمعون کنعانی (۱۲) یہودا اسکریوتی کہ جسنے انکو گرفتار بھی کرا دیا تھا علاوہ ان کے اور مرد اور چند عورتیں جیسا کہ مریم مگدلینی اور سلومی اور یعقوب کی ماں مریم بھی حضرت کے مخلصین میں سے تھیں ۱؎ یہ ایک شہر تھا جسمیں یہ کمیٹی ہوئی تھی جسطرح کہ اول نائس میں پھر شہر کارتھیج میں ہوئی ۱۲ منہ

کتاب یہودیت کو واجب التسلیم مانا اور سات کتابیں اور واجب التسلیم بتائیں جنکے نام ہیں
(۱) کتاب آستر (۲) یعقوب کا خط (۳) پطرس کا دوسرا خط (۴) اور (۵) یوحنا کے
دونوں خط (۶) یہودا کا خط (۷) پولس کا وہ خط جو عبرانیوں کو لکھا ہے۔ اور کتاب مکاشفات
یوحنا کو ویسا ہی مشکوک چھوڑا اور اس حکم کو بذریعہ اشتہار جابجا مشتہر کرا دیا پھر ۳۹۷ء میں
ایک اور کمیٹی قائم ہوئی کہ جسکو انجمن کارتھیج کہتے ہیں اس میں علاوہ اگسٹائن کے جو انکے
نزدیک بڑا عالم تھا ایک سو چھبیس ۱۲۶ اور بڑے بڑے عالم تھے اس مجلس میں پہلی مجلسوں کے
حکم کو بحال رکھکر یہ سات کتابیں اور واجب التسلیم قرار دی گئیں (۱) کتاب وزدم (۲)
کتاب توبیاس (۳) کتاب باروخ (۴) کتاب ایکلزیاسٹیکس (۵) (۶) مقابیس کی
دونوں کتابیں (۷) مکاشفات یوحنا لیکن اس مجلس نے کتاب باروخ کو کتاب ارمیاہ
کا جزو بنایا کیونکہ باروخ علیہ السلام ارمیاہ علیہ السلام کے خلیفہ اور نائب تھے۔ اسکے بعد اور تین
مجلسیں مقرر ہوئیں کہ جنکو مجلس ترلو اور مجلس فلورنس اور مجلس ترنٹ کہتے ہیں ان مجلسوں
نے مجلس کارتھیج کے حکم کو باقی رکھا مگر کتاب باروخ کو فہرست کتب میں علیحدہ لکھا پس یہ
کتابیں بارہ سو برس تک عیسائیوں میں واجب التسلیم رہیں یہانتک کہ فرقہ پروٹسٹنٹ ظاہر
ہوا اُسنے کتاب باروخ اور کتاب توبیاس اور کتاب یہودیت اور کتاب وزدم اور کتاب
ایکلزیاسٹیکس اور مقابیس کی دونوں کتابوں کو رد کر دیا اور لغو سمجھا اور کتاب آستر کے چند
بابوں کو بھی الحاقی بتا دیا کیونکہ اسکے سولہ باب تھے جنمیں سے اب نو باب اور دسویں کی بعض آیات
کو مانتے ہیں اور باقی سب کو جعلی بتاتے ہیں اب آپکو انکے اسلاف کی تحقیق اور ان کتابوں میں
اختلاف کی وجہ بخوبی معلوم ہوگئی ہوگی۔

فصل (۲)

پیشتر اس سے کہ میں آپکو ان کتابوں کی اصلیت بتاؤں ایک اور بات سناتا ہوں کہ جس سے

آپکو ان اصلی کتابوں کے گم ہوجانے میں کچھ تعجب نہ رہے اور وہ یہ ہے کہ قسیس نورتن کہتے
ہیں کہ موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں لکھنے کا دستور نہ تھا انتہے اس قول کی صداقت ان
دو باتوں سے اور بھی ہوتی ہے (اول) یہ کہ اُس زمانہ میں کاغذ نہ تھا یہانتک کہ حضرت
مسیح کے کئی سو برس بعد کاغذ ایجاد ہوا اور لکھنے کا دستور جاری ہوا چنانچہ اُس ہسٹری میں
کہ جو سنہ ۱۸۵۰ء میں بمقام لندن مطبع چارلس ڈالین میں چھپی ہے لکھا ہے کہ اول زمانہ
میں سلائیوں سے تختوں پر حرف نقش کیا کرتے تھے پھر سب سے اول مصر والے درخت پیپرس
کے پتوں پر لکھنے لگے پھر بلدہ پرگمس میں خس کی وصلی ایجاد ہوئی اور آٹھویں صدی میں
روئی اور ریشم کا کاغذ تیار ہوا انتہے (دوئم) یہ کہ تورات مطبوعہ سنہ ۱۸۳۵ء میں یہ ہے کہ
مذبح کے پتھروں پر وضاحت سے تمام تورات کو لکھا تھا چنانچہ نسخہ فارسیہ مطبوعہ
سنہ ۱۸۴۵ء کی یہ عبارت ہے (وزآنجا بر سنگہا نسخہ تورات موسیٰ راکہ در حضور بنی اسرائیل
نوشتہ بود نوشت انتہے - بلفظہ گرچہ بالفعل کے نسخوں میں اپنی جبلی عادت کے موافق اہل
کتاب نے تورات کو چھوڑ کر احکام بنایا ہے لیکن ہمارا مدعا بخوبی ثابت ہے کہ اسوقت میں
کاغذ نہ تھا اور اگر تھا تو بہت ہی کم اور کاغذ[۵۱] کی لکھی ہوئی بالخصوص ایسی ضخیم کتابیں کہ جیسے
تورات ہے شاید تمام قوم میں ایک آدھ ہی نسخہ ہوگا - اور حفظ کا رواج تھا پس حضرت
موسیٰ نے وہ نسخۂ تورات (کہ جو کتاب الٰہی تھی خواہ بواسطہ جبرئیل علیہ السلام مع الفاظ حضرت
موسیٰ پر نازل ہوئی تھی یا بطور الہام کے انہوں نے لکھی تھی ہر چہ باشد) احبار کو دیدیا تھا
اور انہوں نے صندوق شہادت میں رکھدیا تھا اور سات برس کے بعد صندوق کھلتا
اور یہودی عید کے روز اسکو سنتے تھے چنانچہ حضرت یشوع تک یہی حال رہا - پھر جب

---

۵۱ اور یہ کہنا کہ لوہے یا لکڑی یا سیسہ کے تختے پر عبارت کھودنا بہت ہی بہتر اور پائدار اور معقول صورت تھی جائز ہے
کہ تورات لوہے یا پتھر یا لکڑی کے تختوں پر لکھی ہو بالکل لغو ہے کیونکہ اگر یہ تسلیم کر لیا جاوے تو بدرجہ اولےٰ
تورات کا ایک ہی نسخہ ہوگا کیونکہ عادتاً اتنی بڑی کتاب کا لوہے وغیرہ چیزوں کے تختوں پر کھودنا نہایت مشکل کیا

یہود میں انقلاب ہوا کہ کبھی مرتد ہو کر سالہاسال بت پرستی کرتے تھے اور کبھی دیندار ہو جاتے تھے تو ان حوادث میں تورات جاتی رہی جزماً نہیں کہہ سکتے کہ کب گئی مگر اسمیں کچھ شک نہیں کہ سلیمان علیہ السلام کے عہد سے پیشتر تلف ہوئی کیونکہ جب سلیمان نے وہ صندوق کھولا تو اسمیں فقط وہ دو لوح برآمد ہوئیں کہ جن میں دس احکام لکھے ہوئے تھے چنانچہ یہ بات اول کتاب السلاطین کے ۸ باب درس ۹ سے ثابت ہے پھر سلیمان علیہ السلام کے بعد بنی اسرائیل کی سلطنت کے دو ٹکڑے ہوگئے اور دونوں سلطنتوں میں کفر اور بت پرستی نے تخمیناً ڈھائی سو برس تک وہ زور پکڑا کہ **آخذ** کے عہد میں بعل بت کے لئے ہر جگہ مذبح بنائے گئے اور بیت المقدس کے دروازے بند ہوگئے اور اس عرصے میں دو بار حملے بھی ہوئے چنانچہ ایکبار شاہ **مصر** نے چڑھائی کر کے بیت المقدس کو لوٹکر تباہ کر دیا اور تمام چیزیں لیگیا اور ایکبار اسرائیل کا ایک مرتد بادشاہ چڑھ آیا اور اُسنے بھی ایسا ہی کیا المختصر سلیمان کے بعد سے تخمیناً چار سو برس تک یہ حال رہا کہ ایک مدت تک چند بادشاہ مشرک اور مرتد ہو کر دین موسوی کو برباد کرتے رہے اور بیچ میں ایک دو دیندار بھی ہوگئے آخر کار **منسا** کے عہد میں تو از حد کفر اور بت پرستی ہوئی چنانچہ خاص بیت المقدس میں بُت دھرے گئے یہانتک کہ جب **یوسیاہ بن آمون** تخت پر بیٹھا اور صدق دل سے بت پرستی سے توبہ کر کے دین موسوی کیطرف متوجہ ہوا

بقیہ نوٹ صفحہ ۵۷۹ بلکہ اُس زمانہ کے لحاظ سے محال معلوم ہوتا ہے پس جب تورات کا ہزار مشکل لکڑی کی تختیوں پر کھو دکر ایک غایت دو یا بالفرض تین نسخے مہیا کیئے گئے تو اسقدر لکڑیوں کا انبار بخت نصر وغیرہ کے حوادث میں محفوظ رہنا اور اسکو کہیں چھپا دینا عادتاً محال ہے پس اُس انبار میں سے دس بیس تختے بھی گم ہوگئے تو تورات میں قطعی کمی ہوگئی پھر سخت مصائب اور سفروں میں اُس کے محفوظ رہنے کی کیا صورت ۹ ۱۲ منہ

ف کتاب استثنار کے اکتیسویں باب نویں درس میں ہے کہ موسے نے اس شریعت کو لکھا اور بنی لاوی کے جو صندوق شہادت اُٹھاتے تھے اور اسرائیل کے سارے بزرگوں کے حوالہ کیا۔ ۱۲ منہ

توراۃ کو بہت ڈھونڈھا لیکن باینہمہ اسکو توراۃ کا پتا نہ ملا مگر اٹھارہویں سال خلقیاہ کاہن نے دعویٰ کیا کہ مجکو نسخہ توراۃ بیت المقدس میں سے دباہوا ملا ہے اور اُسنے بذریعہ ساطافن کاتب کے وہ نسخہ یوسیاہ کو دیا کہ جسکو سنکر یوسیاہ کو بنی اسرائیل کے گناہ پر بڑا رنج ہوا۔ دلبظاہر سمجھ میں نہیں آتا کہ باوجود اس تجسس کے نہ بادشاہ کو نہ کسی اور کو بیت المقدس میں نسخہ توراۃ ملا خلقیا کو ملگیا پس قطعی یہ ہے کہ اتنی مدت تک خلقیاہ حضرت موسیٰ کے حالات و دیگر حکایات کو اپنے طور پر جمع کرتا رہا جب مرتب ہوگیا تو یہ دعوےٰ کیا) پس جب یہ بادشاہ مرگیا تو اسکی جگہہ اسکا بیٹا یہو آخز تخت پر بیٹھتے ہی مرتد ہوگیا اور کفر پھیلا دیا۔ مگر اُسکو تھوڑے ہی دنوں بعد شاہ مصر نے گرفتار کرلیا پھر اُسکے بعد اسکا بھائی یہویقیم تخت پر بیٹھا وہ بھی مرتد ہوا اُسکے بعد اُسکا بیٹا یہویکین مرتد تخت پر بیٹھا تو بابل کا بادشاہ بخت نصر[۱] اسکو گرفتار کرکے لے گیا اور بیت المقدس کو خراب کرگیا اور اُسکے چچا صدقیاہ کو اُسکی جگہ قائم کرگیا پس جب اُسنے بھی بخت نصر سے بغاوت کی تو دوبارہ بخت نصر نے چڑھائی کی پھر تو بیت المقدس کو بالکل منہدم کردیا اور ہزارہا بنی اسرائیل کو تہ تیغ کیا اور بیشمار کو غلام بناکے لے گیا اور جلیل اور اورشلیم کو بھی مسمار کرگیا اس حادثہ میں توراۃ (اگر فرض کیا جاوے کہ وہ باقی تھی ورنہ وہی تصنیف خلقیاہ) اور تمام کتابیں روے زمین[۲] سے بالکل معدوم ہوگئیں چنانچہ اس بات کا اہل کتاب کو اقرار ہے۔ پھر اسکے بعد حضرت عزیر علیہ السلام نے حضرت عیسیٰ سے چارسو چھپن برس پیشتر جو کچھ اپنی یاد پر لکھا تھا کہ جسکو اہل کتاب توراۃ کہتے ہیں گو وہ بھی غلطی سے خالی نہ تھا کیونکہ سفر اول اور دوم کتاب تاریخ کو حضرت عزیر نے بقول اہل کتاب حجی اور زکریا علیہم السلام کی مدد سے لکھا ہے اُسمیں اولاد بنیامین کے بیان میں

---

[۱] جسکو نبوکدنضر بھی کہتے ہیں چنانچہ کتاب السلاطین کی جلد دوم ۲۴ باب میں اس واقعہ کی تصریح ہے ۱۲ منہ

[۲] اسلئے کہ اسوقت بنی اسرائیل اسی ملک میں رہتے تھے ۱۲ منہ

توراۃ کا خلاف کیا ہے توراۃ میں جو غلطی سے دس لکھہ گئے ہیں اُن کو کبھی تین اور کبھی پانچ بتلایا ہے) وہ بھی شاہ انٹیوکس کی چڑھائی میں برباد ہوگیا یہ حادثہ حضرت مسیح سے ایکسو اکسٹھ برس پیشتر یہود پر گذرا ہے اور ساڑھے تین برس تک رہا ہے جیسا کہ کتب تواریخ سے ظاہر ہے باب اول کتاب اول مقابیس میں یہ ہے کہ انٹیوکس شاہ فرنگ[۱] نے اورشلیم پر چڑھائی کی اور عہد عتیق[۲] کی تمام کتابوں کو جلادیا اور حکم دیا کہ جس کے پاس یہ کتابیں نکلیں گی یا کوئی رسم شریعت بجالاویگا قتل کیا جاویگا اور ہر مہینہ میں تین بار خانہ تلاشی کرتا تھا انتہے ملخصاً۔ اور ملنر کاتلک بہی اپنی اس کتاب میں جو ۱۸۴۴ء میں بلد ڈربی میں چہپی ہے اُسکے ۱۵ صفحہ میں لکہتا ہے کہ علما رکا اسپر اتفاق ہے کہ اصل نسخہ توراۃ اور اسیطرح اصل نسخے عہد عتیق کے بخت نصر کے ہاتھ سے شہر اورشلیم اور ہیکل کی بربادی کے وقت جاتے رہے اور صحیح نقلیں اُن کی پہر عزرا کے طفیل سے بہم پہنچیں تو انٹیوکس کے حادثہ میں تلف ہوگئیں پہر مسیح اور حواریوں کی شہادت بغیر انکی تسلیم کے

---

[۱] یعنے اٹلی کا بادشاہ جسکا پایۂ تخت شہر رومیۃ میں تہا یہ قیصروں کی بڑی زبردست سلطنت مصر اور شام اور تمام یورپ پر حکمران تہے قسطنطین اعظم سے پہلے جسقدر قیصر گزرے ہیں سب بت پرست اور یہودی مذہب کے سخت دشمن تہے پہر جب انہیں کے عہد میں حضرت عیسےٰ پیدا ہوئے اور شام خاص بیت المقدس ان کے زیر حکم تہا انہیں کے گورنر کے حکم سے مسیح علیہ السلام یہودیوں کی غماضی سے گرفتار کر کے صلیب پر لٹکائے گئے جیسا کہ عیسائیوں کا گمان ہے اور پہر بعد میں حواریوں اور ان کے مرید عیسائی دیندار وں پر شاہان قیصر کے ہاتہ سے وہ وہ ظلم و ستم ہوئے کہ جنکے ذکر کرنے سے بدن پر رونگٹے کہڑے ہوتے ہیں زندہ آدمیوں کو لوہے کے گرم ستون سے باندہنا یا آگ میں جلا دینا یا درندوں سے پہڑوا دینا ایک معمولی بات تہی بعض انہیں قیصروں کے عہد میں چند دیندار عیسائی ایک غار میں جا چہپے تہے جنکو اصحاب الکہف کہتے ہیں ایسے مصائب میں حضرت عیسےٰ علیہ السلام کی اصلی انجیل جو انپر خدا کیطرف سے نازل ہوئی تہی تلف ہو جانا قرین قیاس ہے پہر بعد میں لوگوں نے حضرت کے حالات مورخانہ لکھنے شروع کئے انہیں کا نام انجیل قرار پایا۔

[۲] اسکی تصدیق اس بات سے بخوبی ہوتی ہے کہ جب بخت نصر نے

کوئی صورت نہ تھی انتہے ملخصاً اس زمانہ پر قیاس کرکے یہ کہنا کہ عزیر اور انٹیوکس میں کئی سو برس کا فاصلہ ہے اس عرصہ میں بہت سی کتابیں پھیل گئی ہونگی یہود بالخصوص ملک یہود یہ کے قتل سے وہ سب کیونکر تلف ہوسکتیں کیا اب کوئی بادشاہ روم اور عرب کے قرآن جلانے تو فارس اور کابل اور ہندوستان کے کیونکر جلا سکتا ہے) ہدایت المسلمین) قیاس مع الفارق ہے کیونکہ اول تو اس زمانہ میں عہد عتیق کا اگر کچھ وجود ہوگا تو نہایت ایک یا بالفرض محال دو نسخے ہونگے کچھ مطابع تو تھے ہی نہیں کہ ہزاروں کی نوبت پہنچی ہوگی یا کاغذ پر صدہا قلمی لکھی گئی ہونگی کیونکہ کاغذ نہ تھا نہ کتابت کا اسقدر رواج تھا کما مر دوم یہود یونکا تو ہمیشہ سے ایک ملک مخصوص چلا آیا ہے اس زمانہ تک وہ تمام جہان میں کہاں پھیلے تھے جو اہل اسلام اور قرآن پر قیاس کیا جاوے۔ اس امر کی تصدیق اس سے بھی بخوبی ہوسکتی ہے کہ جس طرح حضرت ابراہیم وغیرہ انبیاء علیہم السلام کے صحیفے عالم سے مفقود ہوگئے اسیطرح انبیاء بنی اسرائیل کی بہت وہ کتابیں کہ جنکا ذکر عہد عتیق میں ابتک پایا جاتا ہے ان حوادث میں روئے زمین سے معدوم ہوگئیں اور وہ یہ ہیں (۱) موسے کا جنگنامہ جسکا ذکر سفر عدد کے ۲۱ باب ۱۴ آیت میں ہے (۲) کتاب الیسر جسکا ذکر کتاب یوشع کے ۱۰ باب ۱۳ آیت میں ہے (۳) اور (۴) اور (۵) سلیمان علیہ السلام کی تین کتابیں تھیں ایک کے پندرہ سو زبورات تھے

بقیہ صفحہ ۵۸۲) عہد عتیق کو کہ جو صدہا سال سے یہود میں چلا آتا تھا نیست و نابود کردیا تھے کہ اگر عزیر علیہ السلام نہوتے تو بقول اہل کتاب پھر تورات کا صفحہ عالم پر کوئی نشان بھی نہ رہتا پس انٹیوکس کا فاصلہ تو بقول عماد الدین چار سو برس کا تھا اور یہود کو اگلے زمانہ کا سا عروج بھی اس عرصہ میں نہوا تھا اسمیں کسیطرح سے احتمال بھی نہیں ہوسکتا کہ یہود کے ہاں تورات کے صدہا اور ہزارہا نسخے پھیلگئے ہونگے اور شرقاً غرباً پہنچگئے ہونگے تاکہ یہ کہا جاوے کہ انٹیوکس کے فساد سے تمام نسخے کیونکر معدوم ہوسکتے ہیں پس جسطرح بخت نصر نے کچھ ہزار برس کا نسخہ تورات اپنے دوسرے حملے میں معدوم کردیا تو انٹیوکس نے چارسو برس کے نسخہ عزیریہ کو تو ساڑھے تین برس کے ہر روزہ حملوں میں بدرجہ اولی معدوم کردیا ہوگا ۱۲ منہ

دوسری مخلوقات کی تاریخ ہنی تیسری میں تین ہزار امثال تہیں کہ جنیں سے کسیقدر امثال
ابتک باقی ہیں ان تینونکا ذکر کتاب اول سلاطین کے ۴ باب کے ۳۲ اور ۳۴ درس میں ہے
(۶) کتاب قوانین سلطنت صموئیل کی تصنیف جسکا ذکر اول کتاب صموئیل کے ۱۰ باب ۲۵ درس
میں ہے (۷) تاریخ صموئیل (۸) تاریخ ناتہن نبی کی (۹) تاریخ غیب میں نبی کے داود کی
ان تینوں کا ذکر اول کتاب التواریخ کے ۲۹ باب ۳۰ درس میں موجود ہے (۱۰) کتاب
سمعیا کی (۱۱) کتاب عیدو غیب بیں کی (۱۲) کتاب اخیاہ نبی کی (۱۳) مشاہدات عیدو
غیب بیں کے ان دونونکا ذکر دوم کتاب تواریخ کے ۹ باب ۲۹ درس میں ہے (۱۴) یاہو
نبی کی کتاب اسکا ذکر دوم کتاب تواریخ کے ۲۰ باب ۳۴ درس میں موجود ہے (۱۵)
اشعیا نبی کی کتاب کہ جس میں شاہ عزیاہ کا اول سے آخر تک حال مندرج تہا اس کا ذکر
دوسری کتاب التواریخ کے ۲۶ باب ۲۲ درس میں ہے (۱۶) خرقیاہ نبی کے مشاہدات
اسکا ذکر دوسری کتاب التواریخ کے ۳۲ باب کی ۳۲- درس میں ہے (۱۷) مرثیہ ارمیا
کا یوشیاہ پر علیہما السلام اسکا ذکر دوم کتاب التواریخ کے ۳۵ باب کی ۲۵ درس میں ہے
(۱۸) کتاب التواریخ الایام اسکا ذکر کتاب نحمیا کے باب ۱۲ کی ۲۳ درس میں ہے - اور
دو کتابیں یوسیفس مورخ خرقیال علیہ السلام کی اور بتلاتا ہے اب یہ کل ۲۰ کتابیں ہیں
کہ جنکے مفقود ہونے کا تمام علماء اہل کتاب اقرار کرتے ہیں اور افسوس ظاہر کرتے ہیں-
مگر آجکل کے کرسٹین لقول شخصے مدعی سست گواہ چست یہ بات بناتے ہیں کہ یہ کتابیں
الہامی نہ تہیں اسلئے متقدمین نے انکو محفوظ نرکہا اور اسیطرح حضرت موسیٰ علیہ السلام کی
آٹھ کتابیں اور تہیں کہ بعض سے عیسائیوں کے بزرگوں نے سند پکڑی ہیں انہیں سے
بھی اکثر مفقود ہیں ان کے یہ نام ہیں (۱) گیارہ زبور (۲) ایوب کی دوسری کتاب
(۳) کتاب مشاہدات (۴) پیدایش کی خورد کتاب (۵) کتاب معراج (۶) کتاب الاسرار
(۷) کتاب شٹمنٹ (۸) کتاب الاقرار - چنانچہ ارجن لکھتا ہے کہ درس ۹ باب ۵ اور درس ۱۵

باب ۱۴ گلاتیوں میں پولوس کتاب پیدایش سے نقل کرتا ہے اور یہ بھی کہتا ہے کہ ورس ۹ نامہ یہودا کا کتاب المعراج سے منقول ہے اور لارڈونر نے اپنی تفسیر کی جلد ۲ دوم صفحہ ۱۲۵ میں اسکو نقل کیا ہے علاوہ اسکے اوروں سے بھی سند پکڑی ہو تو کچھ تعجب نہیں۔ پادریان حال کا یہ جواب کہ یہہ الہامی نہ تھیں عذر بدتر از گناہ ہے کیونکہ الہامی نہونے کی صرف یہ وجہ کہتے ہیں کہ یہہ تاریخی کتابیں انبیاء نے لکھی تھیں اُن میں الہام کو دخل نہ تھا **اقول** یہ کتابیں کہ جنکو اہل کتاب اب مانتے ہیں اُنہیں انبیاء کی تصنیف ہیں انہیں کہیں نہیں کہا ہے کہ ہم الہام سے لکھتے ہیں علاوہ اسکے تاریخ نویسی میں الہام کے کیا معنی؟ اگر یہ مراد ہے کہ سچے واقعات تو پھر ان کتب کی کیا خصوصیت ہے؟ جسقدر دنیا میں سچی تاریخیں ہیں سب الہامی ہیں اور اگر یہ مراد کہ اُنہیں اور موزخوں کی طرح سے راویوں اور کتابوں کے حوالہ سے درج نکیا جاوے بلکہ ایک انکشاف آلہی سے لکھا جاوے تو اس صورت میں یہ کتابیں جواب الہامی مانی گئی ہیں الہامی نہیں کیونکہ لوقا اور مرقس سب راویوں کے ذریعہ سے حالات لکھتے ہیں اور ان کتب مسلمہ میں تاریخی کتابوں کے حوالے ہیں اور کوئی الہام کی صورت تاریخ نویسی میں سمجھ میں نہیں آتی کہ جو ان کتابوں میں ہے اور وہیں نہ تھی باوجود اس کے اُنکے بھی یہی لوگ مصنف ہیں پس فرق بتلانا پادریوں کے ذمہ ہے ورنہ رجماً بالغیب باتوں کیطرف ہم کان بھی نہیں رکھینگے جبکہ آپ کو یہ حال معلوم ہو چکا تو اب میں چند دلائل منصفانہ بیان کرتا ہوں کہ جنسے یہ بات بخوبی معلوم ہو جائے کہ یہ کتابیں حضرت موسےٰ کی تصنیف نہیں (۱) ان کتابوں میں بہت سے ایسے مضامین پائے جاتے ہیں کہ جنسے یہ معلوم ہوتا ہے کہ موسےٰ کے بہت بعد یہ کتابیں لکھی گئی ہیں۔ **شاہد اوّل** کتاب استثنا کا ۳۴ باب تو یہی کہہ رہا ہے کہ موسےٰ کے صدہا سال بعد کوئی شخص اسکا مصنف ہے

وجہ اول

شاہد اول

چنانچہ اسمیں یہ ہے۔ سو موسیٰ خدا وند کا بندہ خداوند کے حکم کے موافق موآب کی سرزمین میں مرگیا اور اُسنے موآب کی ایک وادی میں بیت فغور کے مقابل گاڑا پر

آج کے دن تک کوئی اُسکی قبر کو نہیں جانتا ہے۔ شاہد دوم درس ۱۴ باب ۳۵ کتاب پیدائش کا یوں ہے پھر بنی اسرائیل نے کوچ کیا اور اپنا خیمہ عیدر کے ٹیلے کے اُس پار استادہ کیا تھا۔ حالانکہ عیدر نام اُس منارہ کا ہے جو شہر یروشلم کے دروازہ پر تھا۔ حضرت موسےٰ کے عہد میں اسکا کہیں نام و نشان بھی نہ تھا بلکہ صدہا برس بعد بنایا گیا۔ شاہد سوم۔ درس ۳ باب ۲۱ کتاب گنتی کا یہ ہے چنانچہ یہوواہ نے بنی اسرائیل کی آواز سنی اور کنعانیوں کو گرفتار کروادیا اور انہوں نے انہیں اور اُن کی بستیوں کو حرم کر دیا اور اُس نے اُس مکان کا نام حرمہ رکھا تھا۔ حالانکہ یہ واقعہ حضرت موسےٰ کیا بلکہ حضرت یوشع کے بعد واقع ہوا ہے کیونکہ موسیٰ تو اپنی زندگی میں کنعان تک پہنچے بھی نہ تھے بستیوں کا حرمہ کرنا تو کجا؟ ان مقامات پر مفسرین اہل کتاب عاجز ہو کر یہ کہتے ہیں کہ یہہ جملے الحاقی ہیں اور اُن کو حضرت عزیر نے ملادیا ہے مگر یہہ جب قبول ہوتا کہ اُسکا کوئی ثبوت کافی ہوتا ورنہ بے تک عزیر کا نام لے دینا فضول ہے کسی جگہہ اُنہوں نے یہ نہیں کہا کہ فلاں فقرہ میرا ہے اور نہ کوئی فرق کے لئے نشان لکھا بلکہ تمام کلام متصل یکساں ہے (۲) زبور[۱] اور کتاب نحمیا[۲] اور یرمیا[۳] اور حزقیل[۴] کے ملاحظہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اُسوقت میں بھی تصنیف کا طرز اور مصنفوں کے محاورات ایسی تھے کہ جواب ہیں کہ جہاں مصنف اپنا حال لکھتا ہے تو متکلم کے صیغے بولتا ہے گو کسیجگہ بلفظ غائب بھی تعبیر کرتا ہے مگر اس تورات میں تو ابتدا سے لیکر انتہا تک کسی مقام پر بھی متکلم کا صیغہ نہیں بولا گیا۔ بلکہ جو کوئی تورات کو اور کسی تاریخ کیساتھ کہ جسمیں کسی مورخ نے کسیکے حال کو سالہا سال بعد لکھا ہے مقابلہ کریگا تو سرمو تفاوت نپاویگا۔ اور یہی حال باقی نبیوں کی کتابوں کا ہے اگرچہ سب الفاظ کا نقل کرنا مشکل ہے مگر نظیر کے طور پر کسیقدر نقل کرتا ہوں باب ۲ درس ۱۱ خروج کا یہہ ہے۔ اُن روزوں میں یوں ہوا کہ جب موسےٰ بڑا ہوا الخ ۱۵ جب فرعون نے یہ سنا تو چاہا کہ موسےٰ

شاہد دوم

شاہد سوم

وجہ دوم

قتل کرنے پر موسےٰ فرعون کے حضور سے بہاگا الخ ۲۱ تب موسےٰ اس شخص کے گہر رہنے پر راضی ہوا۔ اول سے لیکر آخر تک تمام کتاب میں یہی طور ہے علاوہ اس کے اور تمام کتابوں کا (کہ جنکو وہ انبیاء کیطرف منسوب کرتے ہیں) یہی حال ہے چنانچہ کتاب یشوع کی یہ عبارت ہے۔ جب خداوند کا بندہ موسیٰ مرگیا تو یوں ہوا کہ خداوند نے نون کے بیٹے یشوع کو جو موسےٰ کا خادم تھا خطاب کر کے فرمایا الخ۔ باب ۲ تب نون کے بیٹے یشوع نے سطیم سے دو مرد بھیجے الخ کتاب روت میں بھی کوئی شخص نامعلوم لغومی یہودیہ کی بہو مسماۃ روت کا قصہ بیان کر رہا ہے چنانچہ اسکی یہ عبارت ہے۔ اور لغومی کا شوہر الیملک مرگیا وہ اور اسکے دونوں بیٹے باقی رہ گئے تھے اُن دونوں نے موآب کی عورتوں میں سے جوروان کیں ایک کا نام عرفہ اور دوسری کا نام روت تھا۔ الخ اسیطرح کتاب صموئیل کا بھی عنوان صاف صاف باواز بلند یہ کہہ رہا ہے کہ کوئی شخص صموئیل کے قصہ کو لکھ رہا ہے چنانچہ صموئیل کی والدہ حنہ کا تمام قصہ لکھکر یہ مورخ کہتا ہے (۲۰) اور ایسا ہوا کہ حنہ کے حاملہ ہونے کے بعد جب دن پورے ہوئے وہ بیٹا جنی اور اُسکا نام صموئیل رکھا۔ الخ وقس علیہ البواقی (۳) ان کتابوں میں بہت سے ایسے مضامین پائے جاتے ہیں کہ جنسے خدا پاک کی ذات مقدس میں اور اسکے ملائکہ کرام اور انبیاء علیہم السلام میں سخت عیب لگتا ہے اور کتب الہیہ کی شان سے یہ ناممکن ہے کیونکہ اُن سے ہدایت مقصود ہوتی ہے نہ ضلالت پس ثابت ہوا کہ یہ الہامی نہیں ہیں **شاہد اول** کتاب پیدائش کے باب ۱ درس ۲۶ سے ثابت ہے کہ خدا نے آدم کو اپنے ہمشکل بنایا۔ اور کئی مقام سے بھی یہی ثابت ہے جس سے لازم آیا کہ خدا تعالیٰ مجسم اور حادث ہے تعالی اللہ عن ذلک **سوال** قرآن میں بھی تو خدا کے لئے منہ اور ہاتھ ثابت کیا ہے **جواب** اسمیں اور جسمانیت میں زمین و آسمان کا فرق ہے اسکی تفصیل پہلے ہم کرچکے ہیں **شاہد دوم** کتاب پیدائش کے باب ۲۰ درس

سلہ بعض خفیہ کرسٹان توریت کو اصلی ثابت کرنے کیلیے ان تمام عیوب کو ذات باری میں

میں یہ ہے اور خداوند نے کہا دیکھو کہ انسان نیک و بد کی پہچان میں ہم میں سے ایک کی مانند ہوگیا اور اب ایسا نہو کہ اپنا ہاتھ بڑھاوے اور حیات کے درخت سے کچھ لیوے اور کھاوے اور ہمیشہ جیتا رہے انتہے۔ یہاں سے کئی برائیاں ثابت ہوئیں (۱) یہ کہ کئی خدا ہیں (۲) یہ کہ علم و ادراک میں آدم خدا کی مانند ہوگیا (۳) یہ کہ خدا کو آدم کے ہمیشہ جینے سے اندیشہ اور خوف پیدا ہوا۔ **شاہد سوم**۔ اسی کتاب کے باب ۶ درس ۵ و ۶ میں ہے تب خداوند زمین پر انسان پیدا کرنے سے پچھتایا اور نہایت دلگیر ہوا انتہے۔ یہاں سے اسکی جہالت اور عاجزی ثابت ہے **شاہد چہارم** کتاب خروج کے باب ۱۶ اور باب ۲۹ اور کتاب احبار کے باب ۲۶ اور کتاب دوم صموئیل کے باب ۷ اور ۲۲ اور کتاب خروج کے باب ۲۴ اور کتاب اول سلاطین کے باب ۲۲ وغیرہ مقامات میں تصریح ہے کہ خدا تعالے بدلی میں اترا اور خیمہ کے دروازہ پر کھڑا رہا۔ اور اسکے منہ سے آگ اور نتھنوں سے دھواں نکلا۔ اور وہ ایک کروبی پر سوار ہو کر اڑا اور اسرائیل کے ستر لوگوں نے موسےٰ اور ہارون کے ساتھ میں خدا کو (کرسی پر بیٹھے) دیکھا اور کھایا اور پیا۔ اور اسکا لباس برف سا سفید اور اسکے سر کے بال صاف ستھرے اون کی مانند تھے۔ اس خرافات کا کچھ ٹھکانا ہے۔ **شاہد پنجم**۔ کتاب پیدائش کے باب ۳۲ درس ۲۴ میں ہے کہ یعقوب سے صبح صادق تک تمام رات خدا کشتی لڑتا رہا اور صبح کو جب جانا چاہا تو یعقوب نے بغیر برکت کے لئے جانے نہ دیا۔ اور باب اول فصل سوم مفتاح الاسرار میں پادری فنڈر صاحب اس کشتی لڑنے والے کو خدا کہتے ہیں۔ **شاہد ششم** کتاب خروج کے باب ۲۰ درس ۵ اور باب ۳۴ درس ۷ اور کتاب یرمیاہ باب ۳۲ درس ۱۸ میں تصریح ہے کہ خدا تعالیٰ باپ دادوں کے گناہ کی سزا ان کی

بقیہ ص ۵۹۰ تسلیم کرتا ہے اور ان آیات و احادیث کو کہ جنکے معنی علماء متکلمین نے بالاتفاق اصطلاح بیان کئے ہیں جیسا کہ مفسر نے بیان فرمایا اور تمام اہل اسلام اسپر متفق ہیں کہ وہ جسمانیت اور مکانیت اور شکل وصورت و مثل سے پاک ہے یہ جاہل نہیں مانتا جیسا کہ اسکے پیچ گنج سے واضح ہے ۱۲ حکیم غلام حسن

تیسری چوتھی پشت کو دیتا ہے۔ واہ کیا انصاف ہے کرے کوئی بھرے کوئی سبحان اللہ
عما یصفون۔ ملائکہ کی نسبت کتاب پیدائش کے ۱۸ باب ۸ درس میں یہ ہے۔ پھر اس نے
گھی اور دودھ اور اس بچھڑے کو جو اس نے پکوایا تھا لیکے ان کے سامنے رکھا اور آپ ان کے
پاس درخت کے نیچے کھڑا رہا اور انہوں نے کھایا پیا تھے۔ پس جب فرشتوں نے کھایا پیا
تو تمام شہوانی باتیں جو تغذیہ کو لازم ہیں پائی گئیں پھر قدوسیت ملائکہ کہاں رہی؟ اب
انبیاء کی نسبت سنئیے **شاہد اول** کتاب پیدائش کے ۹ باب میں ہے کہ حضرت
نوح علیہ السلام شراب پیکر بدمست اور بدحواس ہوئے کہ تمام ستر برہنہ ہوگیا اور ان کے بیٹوں
نے ڈھانکا **شاہد دوم** کتاب پیدائش کے ۱۹ باب میں ہے کہ حضرت لوط نے شراب
پیکر اپنی دونوں بیٹیوں[۵] سے زنا کیا اور یہہ معاملہ دوبار وقوع میں آیا **شاہد سوم** حضرت
یعقوب علیہ السلام نے بکری کے بچوں کی کھال ہاتھوں پر لپیٹکر جھوٹ بولا اور اپنے باپ
اسحاق کو دھوکا دینے کو اپنا نام عیص بتلایا یہہ کتاب پیدائش کے ۲۷ باب میں مذکور ہے
شاہد چہارم کتاب پیدائش کے ۳۴ باب میں مذکور ہے کہ حمور کے بیٹے سکم نے
حضرت یعقوب کی بیٹی دینہ سے زنا کیا اور یعقوب کے بیٹوں نے اس سے یہ مکر کیا
کہ تو اور تیری تمام قوم اگر ختنہ کرے تو دینہ کی شادی تجھ سے کردیں چنانچہ انہوں نے ایسا ہی
کیا اور ان نبی زادوں نے ایسا موقع پاکر اسکو اور اسکی تمام قوم بیگناہ کو نہایت بے رحمی
سے تہ تیغ کیا اور مال و اسباب لوٹ لیا اور انکی بیویوں اور بچوں کو غلام بنایا مگر حضرت
یعقوب نے منع کرنا تو درکنار اس نالائق حرکت پر اپنی ناراضی بھی ظاہر نہ کی **شاہد پنجم** کتاب
خروج کے ۳۲ باب میں ہے کہ بنی اسرائیل کے کہنے سے موسےٰ کی غیبت میں ہارون
علیہ السلام نے زیور کا ایک بت بنایا اور تمام بنی اسرائیل سے اسکو پجوایا اور اسکے لیے

[۵] ان سب باتوں کو بھی وہ خفیہ کرشان تسلیم کرتا ہے جیسا کہ جواب تفسیر حقانی اور پنج گنج وغیرہ رسائل سے ثابت ہے
مسلمانوں کو اس منافق کے فریب سے کہ بلباس اسلام دھوکا دیتا ہے بچنا فرض ہے ۱۲ حکیم غلام حسن

قربانیاں گذراننے کا حکم دیا اور یہ کہا کہ یہ تمہارا وہ معبود ہے کہ جو تمہیں مصر کی زمین سے نکال لایا تھا یہ وہ ہارون ہیں کہ جنہوں نے بالمشافہ خداتعالیٰ کو دیکھا اور اوس سے کلام کیا تھا اور اُن کے لیئے خدا کے گھر کی کہانت مقرر ہوئی تھی۔ اسپر یہ بت پرستی توبہ توبہ شاہد ششم سموئیل کی دوسری کتاب کے ۱۱ باب میں ہے کہ حضرت داؤد اپنے بام پر چڑھے اتفاقاً اوریاہ کے جورو بنت سبع کو نہاتے دیکھکر اسپر فریفتہ ہو گئے اور آدمی بھیجکر اُسکو بلوایا اور اُس سے زنا کیا کہ جس سے وہ عورت حاملہ ہوئی پھر اُس کے خاوند کو مکر و تدبیر کر کے مروا ڈالا۔ جسپر ناتن نبی کی معرفت داؤد پر بڑی زجر و توبیخ ہوئی تھی یہ وہ داؤد ہیں کہ جن کی تصنیف زبور کتب مقدسہ میں شامل ہے اور جو عیسائیوں کے خدا حضرت عیسےٰ کے جد امجد ہیں اور جو خدا کی پیروی کرنے والے ہیں اسپر یہ حرام کاری اور یہ مکاری شاہد ہفتم کتاب اول سلاطین کے ۱۱ باب میں ہے کہ حضرت سلیمان نے باوجود سخت ممانعت کے موابی اور عمونی وغیرہ بت پرست عورتوں کو بیوی بنایا اور خواہش نفسانی کو یہہ طغیانی ہوئی کہ سات سو بیگمات اور تین سو حرموں تک نوبت پہنچی اور پھر انپر یہانتک عاشق اور مریدرن ہوئے کہ بتوں کی طرف مائل اور تعمیر بتخانوں میں مصروف اور شامل ہو گئے اور آخر عمر میں ایمان کو بھی سلام کر گئے انتہے ملخصاً یہ وہ سلیمان ہیں کہ جن کی تصنیفات امثال و غزل الغزلات اہل کتاب میں الہامی مانی جاتی ہیں اور جن کے لیئے خداتعالیٰ نے یہہ فرمایا تھا کہ دیکھہ میں نے عاقل اور سمجھدار دل تجھکو بخشا ایسا کہ تیری مانند تجھہ سے آگے نہوا اور تیرے بعد تجھسا برپا نہوگا (کتاب اول سلاطین باب ۳ درس ۱۲) اسی قسم کے اور بہت سے شواہد ہیں **ف** قرآن مجید میں خداتعالیٰ نے ان مقامات میں ان ناپاک باتوں کے انتساب سے بھی اپنی ذات مقدسہ اور ملائکہ اور انبیا رعلیہم السلام کو بری کیا ہے (**وجہ چہارم**) ان کتابوں میں باہم ایسے مضامین متعارض پائے جاتے ہیں کہ جو الہامی کتابوں کی شان سے از بس بعید ہیں۔ اور مواضع متعارضہ میں سے

(حاشیہ: حضرت داؤد پر تہمت — حضرت سلیمان پر تہمت — وجہ چہارم)

ایک کا غلط ہونا بدیہی ہے۔ ان مواقع میں مفسرین اہل کتاب لاچار ہو کر یہہ کہہ دیتے ہیں کہ یہ سہو کاتب ہے چنانچہ ایسے سہو کاتب کہ جنکو ویریوس ریڈنگ کہتے ہیں خود پادری فنڈر صاحب نے مباحثہ دینی مطبوعہ اکبرآباد میں لاکہہ سے بھی زیادہ تسلیم کیے ہیں چنانچہ صفحہ ۵۳ میں لکھتے ہیں کہ گریباخ نے ایسے غلط مقامات ایک لاکہہ پچاس ہزار گنے ہیں اور انسائی کلوپیڈیا برٹینکا کی جلد ۱۹ بیان اسکرپچر میں لکھا ہے کہ فاضل ویلسٹین نے ایسے مقامات دس لاکہہ سے زیادہ گنے ہیں انتہے۔ اب جبکہ ایسے بڑے محققین اقرار کرتے ہیں تو کسی آجکل کے کرسٹین یا نئے پادری کا انکار کیا وقعت رکہتا ہے؟ اثبات تحریف کے لیے ہمکو نہ اب اُن مقامات کے نقل کرنے کی ضرورت ہے نہ عمادالدین کے ان جوابوں کی خاک اوڑانے کی حاجت ہے (۱) کہ یہہ کاتب کی بہول ہے غلطی عمداً ظہور میں نہیں آئی (۲) دس بیس باتیں کسی سچی کتاب میں جعلی نکل آنے سے وہ کل کتاب کیونکر جعلی ہو سکتی ہے (مقامات تعارض میں یہ جوابات ہیں) ایک جگہ یوں ہوا تو پہر کیا اور دوسری جگہ برخلاف آگیا تو کیا ہوا مطلب واحد ہے (۳) ان باتوں سے تحریف کیونکر ثابت ہوگئی (۴) مولوی رحمت اللہ مطلب نہیں سمجھے (۵) اچھا اگر ایسا تعارض ہوا تو پہر کیا اس سے کہیں کتب مقدسہ میں عیب لگ سکتا ہے؟ کیونکہ یہ ایسے بسانڈے جواب ہیں کہ جنسے ہر دانشمند کو یقین کامل ہو جاتا ہے کہ درحقیقت یہ کتابیں جعلی ہیں (وجہ پنجم) ان کتابوں کا طرز وطریق فحش آمیز اور نہایت غیر مہذب ہے جو روح کے تقاضا پورا کرنیسے بالکل عاری ہے بلکہ قوائے شہوانیہ اور خیالات شیطانیہ کے جلا دینے کے لئے ایک عمدہ نسخہ ہے میں بطور نمونہ کے کسیقدر عبارتیں نقل کرکے دکہاتا ہوں۔ کتاب یسعیاہ کے ۴۲ باب میں خدا کا کلام یہہ ہے۔ میں بہت مدت چپ رہا۔ میں خاموش ہو رہا۔ آپ کو روکتا گیا پر اب میں اُس عورت کیطرح جسے درد زہ ہو چلاؤنگا اور ہانپونگا اور زور زور سے ٹھنڈی سانس بھی لونگا۔ اور نوحہ یرمیاہ کے ۳ باب میں خدا کو ریچھ اور

شیر تبایا ہے کتاب حزقیل کے ۲۳ باب میں یہ ہے خداوند کا کلام مجکو پہنچا۔ اور
اُسنے کہا اے آدم زاد دو عورتیں تہیں جو ایک ہی ماں کے پیٹ سے پیدا ہوئیں
انہوں نے مصر میں زنا کاری کی وے اپنی جوانی میں یار باز ہوئیں وہاں اُن کی چہاتیاں
ملی گئیں اور وہاں اُن کے بکر کی پستان چہوئی گئی اُن میں کی بڑی کا نام اہولہ اور
اُس کی بہن اہولیبہ وے میری جورواں ہوئیں اور بیٹے بیٹیاں جنیں الخ کتاب یرمیاہ
کے ۳ باب میں ہے کہاوت ہے کہ کوئی مرد اگر اپنی جورو کو نکالے اور وہ وہاں سے
جا کے دوسرے مرد کی ہو جائے کیا وہ پہلا اُس پاس پہر جائے گا کیا وہ زمین ناپاک
ہو گی لیکن تو نے بہت یاروں کے ساتھ زنا کیا تب بہی میری طرف پہر آ انتہے مانا کہ
یہاں کچہہ اور مراد ہے مگر کلام میں بڑا فساد ہے کتاب یسعیاہ کے ۲۳ باب میں ہے
اور وہ پہر خرچی کے لئے جائیگی اور ساری زمین کی مملکتوں سے زنا کرے گی لیکن
اسکی تجارت اور خرچی خداوند کے لیئے مقدس ہو گی الخ بلکہ اسکی تجارت کا حاصل انکے
لیئے ہوگا جو خداوند کے حضور رہتے ہیں کہ کہا کے سیر ہوویں نفیس پوشاک پہنیں الخ
مقدس لوگوں کو کیا پاک مال کہلوایا اور کیسی پوشاک پہنوائی ہے الہامی بیان اسیکو
کہتے ہیں کتاب حزقیل کے ۲۳ باب میں یہ ہے ۱۹۔ تسپر بہی اُسنے اپنی جوانی کے
دنوں کو یاد کر کے (جبکہ وہ مصر کی زمین میں چہنالا کرتی تہی) زنا کاری پر زنا کاری
کی (۲۰) سو وہ پہر اپنے یاروں پر مرنے لگی جنکا بدن گدہوں کا سا بدن اور جن کا
انزال گہوڑوں کا سا انزال تہا انتہے۔ غزل الغزلات کے ۴ باب ۱۰ ادرس میں یہ ہے
میری بہن میری زوجہ تیرا عشق کیا خوب ہے انتہے اور اسی قسم کی اور بہت تشبیہات
فحش آمیز ہیں کہ جن کے پڑہتے وقت لیڈیاں بلا شک آنکہہ نیچی کر لیتی ہوں گی۔
وجہ ششم محققین اہل کتاب کا ان کتابوں کے مصنفوں کی بابت اور ان کے
زمانہ تالیف کی بابت سخت اختلاف ہے جس سے یہ نتیجہ پیدا ہوتا ہے کہ محض تخمینی

طور پر ان کتابوں کو انبیاء کی تصنیف بتلاتے ہیں نہ کوئی ان کے پاس موّلفین تک[1] سند
متصل ہے نہ کوئی اور دلیل قابل تسکین ہے بلکہ صرف قیاس اور تخمین ہے۔ تورات کی نسبت
سکندر گیدس[2] کا قول انسائی کلوپیڈیا بینی کی دسویں جلد میں منقول ہے کہ مجکو یقینی طور سے
تین باتیں معلوم ہوئیں (۱) یہ کہ تورات موجودہ ہرگز موسےٰ کی تصنیف نہیں (۲) یہ کہ کسی
شخص نے اسکو کنعان یا اورسلیم میں موسیٰ کے بہت مدت بعد لکھا ہے (۳) یہ کہ
اسکی تالیف داؤد کے زمانہ سے پہلے کی نہیں ہے۔ اور کتاب یوشع کی نسبت بھی
بڑا اختلاف ہے بعض لوگ تو اوسکو تصنیف یوشع کی کہتے ہیں اور ڈاکٹر لائٹ
فٹ اسکو فینحاس کی تصنیف بتلاتے ہیں اور کالون عزرا کی تصنیف کہتے ہیں اور
ڈاٹل صموئیل کی اور ہنری ارمیا کی تصنیف کہتے ہیں اسیطرح قاضیون کی کتاب میں
بھی سخت اختلاف ہے بعض کہتے ہیں خرقیل کی اور بعض ارمیا کی اور بعض عزرا کی
اور بعض فینحاس کی کہتے ہیں حالانکہ عزرا اور فینحاس میں تخمیناً نوسو برس کا فاصلہ ہے
اسلیئے یہود لاچار ہوکر بے تک اسکو صموئیل کی تصنیف بتلاتے ہیں۔ کتاب روت

[1] آجکل کے پادری مسلمانوں سے سند متصل کا لفظ تو سیکھ گئے ہیں مگر معنی سے ہنوز بیخبر ہیں باوجود بڑی لن ترانیوں کے کسی پادری صاحب نے آجتک اپنے سے لیکر کسی کتاب کے مؤلف تک سلسلہ وار متصل سند نہ لکھی کاش دس بیس جھوٹے ہی نام فرض کرکے پادری عماد الدین یہ لکھدیتے۔ کیونکہ جھوٹ پر تو پولوسی مذہب کا مدار ہے۔ اور یوں تو بڑی شیخیاں بگھارتے ہیں کہ فلاں صاحب نے کتاب الاسناد میں سند لکھی ہے خیر سند کو چھوڑو کوئی ہزار برس کا پرانا نسخہ ہی بتاؤ اور جو پرانے نسخے عبری کے گنواتے ہیں تو محض دم بازی کی ہے۔ جنکو یہ پرانا نسخہ کہتے ہیں غایۃ آٹھ سو برس کا ہے اور یہ آٹھ سو برس بھی پرانے اور پھٹے ورق دیکھکر کہے جاتے ہیں ورنہ اسکی بھی کیا دلیل ہے؟ گو ضد کے مارے پادری گو منہ سے نہ کہیں مگر دلمیں تو ہمارے قول کی خوب تصدیق کرتے ہیں ۱۲ منہ

[2] یہ شخص عیسائیوں میں بڑا محقق ہے ۱۲ منہ۔

میں بھی سخت اختلاف ہے بعض کہتے ہیں خرقیا کی تصنیف ہے اس تقدیر پر یہ الہامی نہیں اور بعض کہتے ہیں عزرا کی تصنیف ہے یہود اور اکثر عیسائی صموئیل کی تصنیف کہتے ہیں اور کاٹلک ہرلڈ کی ساتویں جلد کے صفحہ ۲۰۵ میں ہے کہ راعوت کی کتاب ایک گھر کا ڈھکڑا سا ہے اور یونس کی کتاب محض کہانی ہے یعنی دونوں غیر معتبر ہیں۔ کتاب نحمیا میں بھی اختلاف ہے اکثر کہتے ہیں نحمیا کی تصنیف ہے اور کرنیر اسٹم وغیرہ عزرا کی کہتے ہیں لیکن اس میں دارا شاہ ایران کا بھی ذکر ہے جو نحمیا کے سو برس بعد ہوا ہے اسلئے لاچار ہو کر اس باب کو الحاقی کہتے ہیں۔ کتاب ایوب میں بھی نہایت اختلاف ہے۔ میکائلس اور سملر اور لشب اسٹاک وغیرہم کہتے ہیں کہ ایوب ایک فرضی نام ہے اور یہ کتاب جھوٹی کہانی ہے اور جو ایوب کا وجود مانتے ہیں تو وہ اس کے زمانہ میں اختلاف کرتے ہیں بعض ابراہیم علیہ السلام سے پہلے زمانہ کا بعض موسےٰ کے زمانہ کا بعض قضات کے عہد کا اور بعض یعقوب علیہ السلام کے زمانہ کا اور بعض سلیمانؑ کے عہد کا بعض بخت نصر کے عہد کا بعض اردشیر شاہ ایران کے عہد کا بتلاتے ہیں اور اس کتاب کے مصنف میں بھی سخت اختلاف ہے کوئی الیہو کوئی ایوب کوئی موسےٰ کوئی سلیمان کوئی اشعیا کو کوئی کسی نامعلوم شخص کو کہتا ہے کہ جو منسے بادشاہ کے عہد میں ہوا ہے اور بعض حزقیل اور بعض عزرا کا نام لیتے ہیں **زبور** میں بھی ایسا ہی اختلاف ہے **اُرجن** اور **اگسٹائن** وغیرہم کل کو داؤد علیہ السلام کی تصنیف کہتے ہیں اور ہیروم اور یوسی بئیس وغیرہ علماء اس قول کو رد کرتے ہیں اور تینتیس زبور سے زیادہ کے مصنف کو نامعلوم شخص کہتے ہیں۔ اور باقی نوے سے ننانویں تک کو حضرت موسیٰ کی تصنیف اور اکہتر زبور کو داؤد کی اور بارہ ۱۲ کو اساف کی اور گیارہ زبور کو قورح کے تین بیٹوں کی کہتے ہیں اور اٹھاسیئویں زبور کو ہیمان کی اور نواسیئویں کو اتھان کی اور تین زبور کو جدوتھن کی تصنیف کہتے ہیں اور ایکسو ستائیسویں ۱۲۷ کو سلیمان کی تصنیف کہتے ہیں۔ امثال سلیمان میں بھی نہایت اختلاف ہے

راعوت و یونس

نحمیا

ایوب

زبور

امثال سلیمان

الغرض یہ اختلاف سلف سے خلف تک چلا آیا ہے کہ جسکو لاچار ہوکر پادری فنڈر صاحب وکیل مذہب پولوسی نے بھی میزان الحق میں قبول کرلیا ہے۔ **قولہ** اگرچہ پرانے عہد کی بعض کتاب کے لکھنے والے کا نام معلوم نہیں ہے لیکن مسیح کی گواہی سے اور ان دلائل سے بھی جو کتب اسناد میں ہیں یقین ہوتا ہے کہ وہ سب الہام کی راہ سے لکھی گئی ہیں (صفحہ ۵ فصل ۳ باب اول) اور اسیطرح اختتام مباحثہ دینی مطبوعہ اکبرآباد ۱۸۵۵ء کے صفحہ ۳۶ میں کہتے ہیں **قولہ** بعض صحیفوں کی بابت معلوم نہیں کہ کس نبی کے ہاتھ سے لکھے گئے انتہے صفدر علی وعماد الدین وغیرہما کرسٹین اسکے جواب میں مسیح کی گواہی اور سلف کا تسلیم کرنا جو بیان کرتے ہیں ہم اس جواب کیطرف اگلی فصل میں غور کرینگے کہ آیا یہ لوگ سچ کہتے یا جھوٹ؟ اب مجکو اس دلیل کے لئے اور صحیفونکی بابت اختلاف نقل کرنے کی کچھ حاجت نہیں رہی جبکہ مخالف کا وکیل خود تسلیم کرتا ہے۔ ان وجوہ سے یہ معلوم ہوا کہ یہ توراۃ حضرت موسےٰ کے صدہا سال بعد مشایخ یہود نے تصنیف کی ہے اسمیں کچھ غلط اور صحیح حالات حضرت موسےٰ کے بھی ہیں اور کچھ احکام اصل توراۃ کے ہیں کہ جو انکو زبانی یا اپنی اور کتابوں کے ذریعہ سے یاد تھے اور کچھ آسمان و زمین وغیرہ چیزوں کی تاریخ ہے واللہ اعلم (عہد جدید) خیر توراۃ میں یہ بات تو ہے کہ اسمیں کسیقدر مطالب اصل توراۃ کے ہیں اور کچھ پچھلے مشائخ کے لکھے ہوئے تاریخی واقعات کہ جسکے مجموعہ کو اہل کتاب حضرت موسےٰ کی تصنیف وہ کتاب توراۃ بتلاتے ہیں کہ جو انہوں نے بالہام الٰہی تصنیف کرکے لاویونکو دی تھی چنانچہ کتاب استثناء کے ۳۱ باب ۲۴ درس میں یہ ہے (اور ایسا ہوا کہ جب موسےٰ اس شریعت کی باتوں کو کتاب میں لکھہ چکا اور وہ تمام ہوئیں تو موسےٰ نے لاویونکو الخ فرمایا کہ اس کتاب کو لیکے خداوند اپنے خدا کے عہد کے صندوق کی ایک بغل میں رکھو انتہے) لیکن جسکو عیسائی انجیل کہتے ہیں وہ تو نہ حضرت عیسےٰ پر بذریعہ وحی نازل ہوئی نہ خود انکی تصنیف نہ ان کے زمانہ میں تصنیف ہوئی بلکہ ایک عرصہ بعد

لوگوں نے حضرت عیسے علیہ السلام کے حالات اور انکے معجزات اور پند ونصائح کو جمع کر لیا ہے جنمیں سے دو مصنف تو وہ ہیں کہ جنہوں نے حضرت عیسے کو دیکھا ہی نہیں ایک مرقس دوسرا لوقا بلکہ لوقا کے استاد پولوس نے بھی حضرت عیسےؑ کی صحبت نہیں پائی پس یہ دونوں تو محض سنی سنائی باتیں لکھتے ہیں کہ جسمیں الہام کو کچھ بھی دخل نہیں چنانچہ خود اونکے دیباچہ سے یہ بات معلوم ہوتی ہے اور دو شخص اگر وہی متی اور یوحنا ہیں کہ جو حضرت کے حواری ہیں تو اپنے اوپر گزرے ہوئے واقعات اور کچھ سنی سنائی بات لکھتے ہیں اور اکثر جگہ توراۃ وصحف انبیاء کے غلط حوالے دیتے ہیں کہ یہ مضمون فلاں جگہ لکھا ہے۔ حالانکہ وہاں اسکا کہیں نام ونشان بھی نہیں پس ان کتابوں کو حضرت عیسےؑ سے وہ نسبت ہے جو سکندر نامہ کو سکندر سے اور ہنود کی کتاب رامائن کو راجہ رامچندر سے ہے پس جو اس انجیل کو حضرت عیسے کی کتاب بتادے وہ سکندر نامہ کو بھی سکندر کی تصنیف بتلاوے اب یہ بات باقی رہی کہ آیا خود حضرت عیسےؑ کی بھی کوئی انجیل تھی جو حوادث مفصلہ ذیل میں تلف ہوگئی یا انجیل کے معنے تعلیم کے ہیں خود حضرت عیسےؑ کی تعلیم و وعظ ہی انجیل تھا؟ جہانتک تجسس کیا گیا یہی بات معلوم ہوئی کہ خود حضرت عیسےؑ علیہ السلام کے عہد میں بھی ایک کتاب تھی کہ جسکا قرآن میں ذکر ہے اور جسکا ثبوت کتاب مرقس کے ۱۶ باب درس ۱۵ میں ہے۔

اور اسنے انہیں کہا کہ تم تمام دنیا میں جا کے ہر ایک مخلوق کے سامنے انجیل کی منادی کرو انتہیٰ۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عیسے کے عہد میں انجیل تھی۔ اور پولوس مقدس کے نامہ گلاتیون کے اول باب درس ۱۱ سے بھی اس انجیل کا پتا لگتا ہے۔ پر اے بھائیو میں تمہیں جتاتا ہوں کہ انجیل جسکی میں نے خبر دی انسان کے طور پر نہیں ہے (۱۲) اسلیئے کہ میں نے اسکو کسی آدمی سے نہیں پایا نہ کسینے مجھے سکھایا پر وہ یسوع مسیح کے الہام سے مجھے ملی انتہیٰ۔ اور اسی باب میں پہلے لوگوں کو تہدید کرتا ہے۔ کہ بعض لوگ مسیح کی انجیل الٹ دینی چاہتے ہیں۔ لیکن اگر ہم یا آسمان سے کوئی فرشتہ سوائے اس انجیل کے

جو ہمنے تمہیں سنائی دوسری انجیل تمہیں سنائے وہ ملعون ہوئے انتہے اور دوسرے باب میں پطرس
اور برنباس حواریوں کی شکایت میں لکہا ہے ۱۴ جب مینے دیکھا کہ وے انجیل کی سچائی
پر سیدہی چال نہیں چلتے اتہے۔ یہاںسے کئی باتیں معلوم ہوتی ہیں (۱) یہ کہ پولوس کے
پاس خاص حضرت عیسےٰ کی انجیل تہی اور وہ ان چاروں انجیلوں موجودہ کے غیرتہی کسلئے
کہ لوقا اور مرقس اور یوحنا کی انجیل تو ابتک تصنیف بہی نہیں ہوئی تہی اور متی کی انجیل پر
یہ صادق نہیں آسکتا کہ مینے اسکو کسی آدمی سے نہ پایا الخ کسلئے کہ اگر یہ انجیل مراد ہوتی تو یہ تو
اُنکو آدمیوں ہی کے ذریعے سے ملتی کما لا یخفی (۲) یہ کہ اسوقت بہی عیسائیوں میں انجیل
کے اُلٹ دینے والے پیدا ہوگئے تہے۔ اب عیسائی کس مُنہ سے کہتے ہیں کہ انجیل میں
تحریف کرنے سے کیا غرض تہی الخ۔ اب میں وہ وجوہ بیان کرتا ہوں کہ جنکے دیکھنے سے
یہ تعجب نرہے کہ حضرت مسیح کی انجیل کیوں مفقود ہوگئی؟ (۱) تو وہی سبب کہ اُس زمانہ میں
بہی لکھنے کا دستور بہایت کم تہا اور کاغذکم موجود تھا شاید درختوں کے پتوں یا کسی
اور چیز پر لکہتے ہونگے جیسا کہ مورخین کے قول سے پہلے واضح ہوا (۲) یہ کہ اول اور دوسری
صدی میں عیسائی غریب اور مفلس لوگ تہے اور بہت کم اور جہاں کہیں کوئی حواری جاتا
تہا وہیں اُسپر مصیبت آجاتی تہی اسپر طرہ یہ ہوا کہ اُسوقت کے بادشاہ اُن کے سخت دشمن
ہوگئے اور قتل عام شروع ہوگیا چنانچہ دس بار عیسائیوں پر یہ قتل شروع ہوا اور متصل تین سوبرس
تک جاری رہا اول ۶۴ سنہ ءمیں نیرو شاہ فرنگستان کے حکم سے ہوا جسمیں پطرس حواری اور
پولوس وغیرہ مارے گئے دوسرا جودوشیان کے عہد میں ہوا اس ظالم نے بہی از حد خونریزی
کی اور یوحنا حواری جلاوطن ہوئے تیسرا قتل ترجان کے عہد میں اٹھارہ برس تک رہا
الغرض ایسے ایسے قتل دس بار ہوئے کہ جنمیں گرجا گرائے گئے اور زمین خون سے
رنگین کی گئی اور تلاش کرکے کتابیں جلائی گئیں اس کے جواب میں پادری کہتے ہیں کہ تین سو
برس تک گو یہ حوادث عظیمہ رہے لیکن بہت سے ملکوں میں عیسائی مذہب اور انجیل پہل گئی۔

تھی پہر کیونکر صفحہ عالم سے مفقود ہوگئی الغرض میں کہتا ہوں کہ جسقدر یہودیوں کی موسےٰ سے
لیکر بخت نصر تک ترقی اور ثروت اور شیوع اور حکومتیں او رزمانہ گزرا ہے اُسکی نصف بہی
تین سوبرس میں عیسائیوں کی ترقی اور حکومت نہیں ہوئی پہر جب اُس ایک حادثہ میں
توراۃ صفحہ عالم سے مفقود ہوگئی حتےٰ کہ اگر عزیر نہوتے تو نام ونشان بہی باقی نرہتا توسقدر
حوادث عظیمہ میں اس مفلس اور غریب قوم سے انجیل کا مفقود ہونا کیا تعجب کی بات ہے
پس اس زمانہ پر قیاس کرنا بڑی غلطی ہے اور شاہد اس امر پر یہ ہے کہ بہت سی کتابیں
اُس زمانہ کی اب بالکل مفقود ہیں چنانچہ انجیل یوحنا کے ۲۱ باب درس ۲۴ میں ہے یہ وہ
شاگرد ہے جسنے ان کاموں کی گواہی دی اور ان باتونکو لکہا الخ اب اُس شاگرد مسیح کی
لکہی ہوئی کتاب کا نام ونشان بہی نہیں اسیطرح انجیل لوقا کے دیباچہ سے بہی معلوم
ہوتا ہے کہ اسوقت اور لوگوں نے بہی حضرت عیسےٰ کے احوال میں انجیلیں لکہی تہیں
چنانچہ تفسیر ہنری واسکاٹ اور ڈوالی اور رچرڈ مینٹ میں اسکی تصریح ہے مورخ موشیم اپنی
کتاب مطبوعہ ۱۸۳۲ء کی جلد اول میں فرقہ ناصریوں اور ابیونی کے بیان میں لکہتا ہے
کہ ان دونوں فرقوں کے پاس ہماری انجیلوں کے علاوہ ایک اور انجیل تہی کہ جسکے
بارہ میں ہمارے علماء کا اختلاف ہے انتہےٰ ملخصاً (۳۳) اول ہی صدی میں عیسائیوں
میں اناجیل تصنیف کرنے کا شوق ہوگیا تہا پس وہ اصلی حضرت مسیح کی اناجیل کو اُلٹ پلٹ کر
اپنی تصانیف کو زیادہ رواج دینا چاہتے تہے جیسا کہ پولوس[۵۱] کے بیان سے ثابت ہوتا
ہے لہذا اُس قرن ہی میں بہت سی انجیلیں تصنیف ہوگئی تہیں پس ان حوادث میں
جب اصلی انجیل مٹ گئی تو اُن میں سے جسکی انجیل مشہور ہوگئی اسی پر سادہ لوح عیسائیوں
نے قناعت کرلی۔ اب میں ان چاروں کتابوں کی بابت گفتگو کرتا ہوں کہ اور تاریخ نسے

وجوہ فقدان انجیل اصلی

---

۵۱ نوٹ۔ پولوس کی یہ انجیل اب کسی کے پاس ہے کہ جسکو وہ ان سب انجیلونکے مغیر تبلا کر اسپر چلنے کا حکم دیتے
تہے اور اس کے علاوہ اور انجیلونکے سننے والے پر لعنت کرتے تہے سب سے زیادہ تعجب یہ ہے کہ حواریونمیں

اُن میں کونسی بات زائد ہے کہ جسکی وجہ سے اُنکو آسمانی کتابیں اور الہامی صحیفے مانا جاوے اور انبیا رکی فہرست کتب میں درج کیا جاوے واضح ہو کہ انکا الہامی ہونا دو باتوں پر موقوف ہے (۱) یہ کہ انکے مصنفین انبیا رہوں (۲) انکی یہ تالیف محض عام مورخوں کی مانند نہو کہ جو کسی واقعہ کو دیکھکر یا سنکر لکھتے ہیں بلکہ محض انکشاف آلہی اور تایید روح القدس سے ہو کہ جو خاصۂ انبیا رہے اور جسمیں غلطی کو دخل نہیں ہوتا ورنہ یوں تو ہر شاعر اور ہر مورخ بلکہ ہر شخص بشرطیکہ وہ امر تہر نہو الہام ہی سے کرتا ہے ہیں بھی یہ کتاب الہام کے ذریعہ سے لکھہ رہا ہوں اول امر دو شخصونکی نسبت تو بالکل نہیں پایا جاتا یعنے ان چاروں میں سے لوقا اور مرقس کی نبوت ابتک کسی قوی دلیل تو کیا اقناعی سے بھی ثابت نہیں ہوئی نہ تو کسی کتاب عہد عتیق میں ان کی نبوت کی پیشین گوئی ہے نہ حضرت مسیح علیہ السلام نے انکو نبی کہا ہے نہ انکے بارہ حواریوں میں سے کسی نے فرمایا ہے ✣ اول تو معجزات وخرق عادات کا (عیسائیونکے نزدیک) کچھہ اعتبار ہی نہیں کیونکہ انجیل متی کے باب ۲۴ درس ۲۴ میں حضرت عیسےٰ کا قول یہ ہے کہ بہت سے جھوٹے نبی ظاہر ہونگے اور ایسے بڑے معجزے اور کرامتیں دکھائینگے اگر ممکن ہوتا تو وہ برگزیدونکو بھی گمراہ کرتے انتہےٰ دوم انسے کوئی معجزہ یا کرامت بھی سرزد نہیں ہوئی نہ کسی جگہہ انکا اور کوئی کمال مذکور ہے بلکہ اس سبب سے کہ انکو پولوس نے تعلیم کیا ہے ان کی صداقت میں بھی کلام ہے کیونکہ پولوس کا دینی امور میں جھوٹھہ بولنا اور جھوٹ سے اپنے خیالات کا پھیلانا پہلے مذکور ہو چکا ہے پولوس کسیطرح سے نبی نہیں بلکہ دین عیسوی کا محرف ہے اور نامہ حواریونمیں جو کچھہ اسکی کرامات لکھی ہیں وہ ہمارے لئے سند نہیں کیونکہ وہ اسکے شاگرد کی تصنیف ہے اگر سچ ہے تو انہیں معجزات میں شمار ہوگا کہ جن کی مسیح علیہ السلام نے خبر دی ہے کیونکہ اسنے شریعت پر چلنے والیکو ملعون کہا اور تثلیث کی تعلیم کی اور حضرت موسےٰ کی تورات کو لغو اور کمزور بتلایا چنانچہ نامہ عبرانیوں کے ، باب

(بقیہ صفحہ ۵۹۸) پطرس وغیرہ کسی بڑے حواری کی تو کوئی بھی انجیل نہو اور مرقس اور لوقا تابعین کی انجیلیں تسلیم کیجاویں ۱۲ منہ

۸ اور س میں کہتا ہے پس اگلا حکم (یعنے توارات) اسلئے کہ کمزور اور بیفائدہ تھا اوٹھہ گیا تھے۔ بلکہ یہ شخص جناب مسیح علیہ السلام کی جناب میں بھی نہایت بے ادبی کر کے اُن کو ملعون کہتا ہے العیاذ باللہ پس جبتک عیسائی پولوس اور ان کے شاگرد لوقا اور مرقس کی نبوت نہ ثابت کردیں انجیل لوقا اور مرقس اور پولوس کے خطوط سے ہمارے روبرو کوئی سند نہ پیش کریں کیونکہ جبکہ اُن کی نبوت تو کیا بلکہ دینداری ہی میں کلام ہے تو اُن کی تصانیف کا کیا اعتبار ہے؟ اب رہے متی اور یوحنا سو اول تو اسکا بھی کوئی کافی ثبوت نہیں کہ یہ وہ متی اور یوحنا ہیں کہ جو حواری ہیں دوم انکی نبوت کی بابت بھی کوئی پیشین گوئی کہیں سے منقول نہیں نہ کوئی مسیح علیہ السلام کا قول پایا جاتا ہے اور نہ کوئی معجزہ وکرامت منقول ہے اور اگر ہو تو اُسکا کیا اعتبار ہے کیونکہ مسیح علیہ السلام فرماتے ہیں اُسدن بہتیرے کہینگے اے خداوند اے خداوند کیا ہمنے تیرے نام سے نبوت نہیں کی اور تیرے نام سے دیوونکو نہیں نکالا اور تیرے نام سے بہت سی کرامتیں ظاہر نہیں کیں اُسوقت میں اُن سے صاف کہونگا میں کبھی تمسے واقف نہتھا اے بدکارو میرے پاس سے دور ہو (متی باب) کیونکہ سب حواری انکی کتابونکے بموجب ناپاکباز اور دیندار نہ تھے دیکھئے یہودا نے آنحضرت کو گرفتار کروادیا آخر خودکشی کر کے مرگیا اور پطرس وغیرہ کو پولوس نے انجیل پر نہ چلنے کا الزام لگایا اور ریاکیا ان کی نسبت کہا اور دنیا سے آسمان پر چڑھنے وقت حضرت مسیح سب حواریونکو بے ایمانی کا لقب دے گئے جیسا کہ مرقس کے ۱۶ باب درس ۱۴ میں ہے اب جبتک یہ نہ ثابت کردیا جاوے کہ متی اور یوحنا اُن باتوں اور اُن القابوں سے مستثنیٰ اور صاحب نبوت ہیں کیونکر نبوت کا اقرار کیا جاوے۔ ہاں ہم اہل اسلام اپنی تحقیق سے اُنکو دیندار اور راستباز کہتے ہیں اور اُنکا نہایت ادب کرتے ہیں۔ دوسری بات تو بہت ظاہر ہے

ملہ اور کتاب اعمال حواریوں سے جو کوئی ثابت کرتا ہے تو بیفائدہ محنت اُٹھاتا ہے کیونکہ یہ کتاب لوقا کی تصنیف ہے کہ جو پولوس کے شاگرد رشید ہیں ۱۲ منہ

کہ یہ کتابیں انہوں نے الہام سے نہیں لکھیں کیونکہ لوقا اور مرقس تو سنکر لکھتے ہیں جیسا کہ خود دیباچہ
لوقا سے معلوم ہوتا ہے اور متی اور یوحنا اپنے روبرو گزرا ہوا معاملہ لکھتے ہیں اسمیں بھی الہام
کی کوئی ضرورت نہیں چنانچہ ناسو برا اور لیا فان کہتے ہیں کہ جب حواری بچشم خود دیدہ یا معتبر
گواہوں سے سنکر لکھتے تھے تو ان کو الہام کی حاجت نتھی انتہے بلکہ پولوس کے قول کے بموجب
تو یہ چاروں کتابیں قابل رد ہیں کیونکہ اُسنے اُس انجیل کے سوا (کہ جو اسکو مسیح سے بلا توسط
غیر ملی تھی جیسا کہ پہلے ذکر ہوا) اور کسی انجیل کے ماننے والے پر لعنت کی ہے اور یہ ظاہر ہے
کہ یہ چاروں وہ انجیل نہیں بالفرض ہوئی بھی تو ایک ہوگی پھر تین غیر معتبر رہیں اس کے سوا
اور چند ادلہ ہیں کہ جنسے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ الہامی نہیں (۱) یہ کہ اُن کے مولفین نے
بڑی سخت غلطیاں کی ہیں چنانچہ متی نے جو مسیح کا نسب نامہ لکھا ہے اُسمیں کئی نام بھول
گیا جسکی تاویل میں مفسرین نہایت تکلفات کرتے ہیں اور اسیطرح اور چند غلطیاں کی ہیں کہ
جنکی تفصیل اعجاز عیسوی وغیرہ کتابوں میں ہے اسیطرح لوقا نے دوسرے باب میں غلطی کی ہے
کہ اوگوسطوس قیصر نے اسم نویسی کا حکم دیا تھا اور قورنیوس حاکم یہود کے وقت میں یوسف نجار
اپنی بیوی مریم علیہا السلام کہ جو حاملہ تھیں ہمراہ لیکر شہر بیت اللحم میں نام لکھوانے آیا تھا اور وہاں
حضرت مسیح پیدا ہو پڑے انتہے ملخصاً حالانکہ یہ صریح غلط ہے اول یوں کہ قورنیوس حضرت
مسیح کی ولادت کے پندرہ برس بعد وہاں کا حاکم ہوا تھا دوم یہ کہ حسب بیان متی حضرت مسیح ہیرود
کے عہد میں پیدا ہوئے تھے اور اُسکی زندگی تک یہ ملک قورنیوس وغیرہ حکام روم کے
قبضہ میں نہ آیا تھا (۲) یہ کہ ان کتابوں میں بہت سے ایسے جھوٹے مضامین مندرج ہیں کہ
جنکی شہادت آجتک کسی تاریخ سے نہیں پائی جاتی نہ عقل اُنکو تسلیم کرسکتی ہے مثلاً متی نے
۲۷ باب میں لکھا ہے کہ حضرت عیسٰی نے جب صلیب پر چلا کر جان دی تو ہیکل کا پردہ اوپر سے
نیچے تک پھٹ گیا اور زمین کانپی اور پتھر تڑک گئے اور قبریں کھل گئیں اور بہت لاشیں پاک لوگوں کی
قبروں سے نکلکر مقدس شہر میں بہتوں کو نظر آئیں انتہے ملخصاً اور اسیطرح لوقا نے ۲۳ باب

وجہ اول

وجہ دوم

میں لکھا ہے کہ چھٹویں گھنٹہ کے قریب تہا کہ تمام زمین پر اندھیرا چہا گیا اور نویں گھنٹہ تک
رہا اور سورج تاریک ہوگیا اور ہیکل کا پردہ بیچ سے پھٹگیا انتہے اور اسیطرح متی نے ۲ باب میں
لکھا ہے کہ مجوسیوں کو ایک ستارہ دکھائی دیا اور وہ اُن کے آگے چلتا تہا اور جہاں مسیح
پیدا ہوئے تہے وہاں آکر ٹھہر گیا انتہے ملخصاً (۳) حضرت مسیح کی نسبت وہ قول بہی نقل
کیئے ہیں کہ جو اُن کی شان سے نہایت بعید ہیں چنانچہ یوحنا اپنی کتاب کے ۱۰ باب میں حضرت
مسیح کا قول نقل کرتے ہیں کہ مجہہ سے پیشتر جسقدر انبیا آئے ہیں سب چور اور رہزن
تہے انتہے ملخصاً پہر اسی قول کی تقلید کرکے پولوس مقدس حضرت موسےٰ کی جناب میں کیا
گیا گستاخی کرتے ہیں کہ ہم موسےٰ کی مانند عمل نہیں کرتے جسنے اپنے چہرہ پر پردہ ڈالا تاکہ
بنی اسرائیل الخ بلکہ ان کی فہم تاریک ہوگئی کیونکہ آجتک پرانے عہدنامہ کے
پڑہنے میں وہی پردہ رہتا ہے اُٹھہ نہیں جاتا الخ انتہے (نامہ دوم قرنیتوں کا باب ۳)
اور نامہ عبرانیوں میں تورات کو کمزور اور بیفائدہ کہتا ہے اور اس سے بڑھکر فرقہ پروٹسٹنٹ
کے پیرو مرشد لوتہر صاحب اور بہی کلمات تعظیم مُنہ سے نکالتے ہیں چنانچہ وارڈ صاحب
اپنی کتاب اغلاطنامہ مطبوعہ ۱۸۴۱ء کے صفحہ ۳۷ میں کہتے ہیں کہ لوتہر صاحب اپنی ایک
کتاب کی تیسری جلد کے صفحہ ۴۰ میں لکھتے ہیں ہم نہ سنینگے اور دیکھیں گے موسےٰ کو اسلئے
کہ وہ صرف یہودیوں کے لیئے تہا اور ہمکو اس سے کچھہ علاقہ نہیں پہر لکھتے ہیں کہ ہم نہ موسےٰ
کو نہ اُسکی تورات کو قبول کرینگے اسلیئے کہ وہ دشمن عیسےٰ کا ہے۔ اور جلادوں کا اُستاد وہی
پہر کہتے ہیں کہ اُن کے دس حکموں کو خارج کرنا چاہیے کیونکہ تمام بدعت اُنہیں پر موقوف
ہے انتہے حالانکہ اُن دس حکموں میں یہ بہی ہے کہ شرک نہ کرو ماں باپ کی تعظیم کرو ہمسایہ
کو ایذا اندو خون نکرو زنا نکرو جہوٹہی گواہی ندو وغیر ذلک پس اس تعلیم کے بموجب تو عیسائی
شرک کرنے اور ماں باپ کی گستاخی کرنے اور ہمسایہ کو ستانے اور چوری اور زنا اور خون
کرنے جھوٹ بولنے کو راہ نجات سمجھتے ہونگے ؟ معاذ اللہ اگر یہی الہام ہے تو اس الہام کو

ع ۲۰۹

سلام (۴۴) ایسی غلط پیشین گوئیاں ان کتابوںمیں مندرج ہیں کہ جنکے جھوٹھہ ہونے میں
کسی عاقل کو ذرا بھی شک نہیں چنانچہ انجیل متی کے ۲۴ باب میں اور مرقس کے ۱۳ باب
میں اور لوقا کے ۲۱ باب میں مذکور ہے کہ حضرت مسیح نے اپنے حواریوں سے مخاطب
ہوکر اپنے دوبارہ آنے کی بابت یہ فرمایا تھا کہ اُن دنوں میں سخت مصیبت پڑے گی کہ جو
نہ کبھی پہلے پڑی ہے اور نہ آگے پھر پڑے گی اور سورج اندھیرا ہو جائیگا۔ اور چاند
اپنی روشنی نہ دیگا اور ستارے آسمان سے گر جاینگے اور آسمان کی قوتیں ہل جاویں گی
تب ابن آدم کو (یعنے مجھکو) بادل پر بڑی قدرت اور جلال سے آتے دیکھینگے انتہے
اسکے بعد پھر فرماتے ہیں کہ میں تمسے سچ کہتا ہوں کہ جب تک یہ سب[5] کچھ ہولے اسوقت
کے لوگ گزر نہ جاوینگے۔ اور بعض کتب مطبوعہ ۱۸۴۱ء میں ہے کہ جب تک یہ سب کچھ پورا
ہولے یہ پشت گزر نہ جائے گی اور انجیل مرقس میں یہ ہے کہ اس زمانہ کے لوگ جبتک
یہ سب کچھہ واقع ہولے گزر نہ جاوینگے۔ حالانکہ اُس زمانہ کے تمام لوگ گزر گئے
اور بہتوں کی تو انتظار میں آنکھیں بھی پتھرا گئیں تھیں مگر ان سب چیزوں میں سے کوئی
بھی انھوں نے نہ دیکھی۔ اس مقام پر یہ خیال میں آتا ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام نے
یہ باتیں قیامت کے علامات میں فرمائی ہونگی سو انشاء اللہ واقع ہونگی مگر یہ مورخ اپنی
غلط فہمی سے کچھہ اور سمجھہ گئے۔ اب اسپر بحکم اندکے از بسیارے و مشتے از خروارے
ان انجیلوں کی جملہ تحقیقات اور الہام کو قیاس کرلینا چاہیئے۔ اسی لیے ان کتابوںمیں
اول اور دوم صدی کے عیسائیوں کو نہایت تردد اور شک تھا چنانچہ محقق برٹشنیڈر

---

[5] بعض پادری کہتے ہیں کہ اس سب کچھہ سے مراد صرف بیت المقدس پر مصیبت آنا تھا سو وہ اسوقت
کے لوگوں نے دیکھا انتہے میں کہتا ہوں کہ یہ تمام باتیں ذکر کرکے پھر سب کچھہ کہنا تو برہان قوی ہے
اس بات پر کہ یہ سب چیزیں مراد ہیں نہ کہ بعض سب کچھہ سے بعض مراد لینا تمام اہل عقل کے نزدیک نامقبول
ہے یوں تو بلا قرینہ ہر چیز کی تاویل ہوسکتی ہے ۱۲ منہ

اور اسٹاڈلن اور فرقۂ الوجین جو دوسری صدی میں تھا اس انجیل کو یوحنا حواری کی تصنیف نہیں کہتا تھا اور یہی قرین قیاس بھی ہے کیونکہ جب اس انجیل کا انکار ہوا تو ارنیوس نے جو پولی کارپ کا شاگرد ہے کبھی نہیں کہا کہ پولی کارپ نے کہ جو خاص یوحنا کا شاگرد ہے اسکو یوحنا کی تصنیف بتلایا ہے اور اسٹاڈلن کہتا ہے کہ یہ انجیل قطعی کسی طالبعلم مدرسہ اسکندریہ نے لکھی ہے۔ بعض پادری کہتے ہیں کہ اسکندریہ کا مدرسہ تو اس انجیل کے بعد قائم ہوا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ یہ کیونکر ثابت ہوا کہ اس مدرسہ سے پیشتر یہ کتاب تھی اس پادری کی بات کو مانیں یا اسٹاڈلن جیسے محقق کی بات مانیں کہ جسکے قول کو ہارن صاحب مفسر نے بڑے ادب سے اپنی کتاب کی جلد چہارم صفحہ ۱۳۶ میں لکھا ہے۔ اسیطرح اور تینوں کتابوں کی نسبت بھی بہت کچھ قیل وقال تھی[۱]۔ اور یہ قیل وقال ضرور ہونی چاہیئے تھی کیونکہ اس زمانہ میں صدہا انجیلیں تصنیف ہوگئی تھیں اور جو غیر معتبر شخص تھے وہ بتقلید فلاسفۂ یونان اپنی کتاب کو کسی اور مشہور آدمی کے نام سے شہرت دیتے تھے۔ چنانچہ تخمیناً اسی ۸۰ نوے ۹۰ اور کتابیں اب تک عیسائیوں میں مشہور ہیں کہ جنکو اُن کے مرید الہامی کہتے تھے مگر جب اُنکی نہ چلی اور مخالفوں نے اپنی کتابوں کو ور کر دیا تو وہ غریب بے الہامی ہوگئیں۔ اس کی وجہ سے بیچارہ پولوس بھی بڑا غل مچاتا تھا تین سو برس تک عیسائیوں میں یہی جھگڑا رہا کہ کسی نے کسی کتاب کو الہامی سمجھا اور انجیلوں کے سننے سنانے والیکو ملعون کہا کسی نے کسی کتاب کو عیسے علیہ السلام کی انجیل قرار دیکر اپنا دل خوش کیا آخر جب قسطنطین شاہ روم کہ جو بڑا ظالم اور نہایت سفاک تھا اپنے گناہ معاف کرانے اور اپنے

---

[۱] انجیل متی اصل میں عبرانی میں تھی اسکا ترجمہ یونانی میں خدا جانے کسنے کیا اور کیسا کیا اصل اوسکی کسیکے پاس نہیں کہ جو اُس سے مقابلہ کر کے دیکھا جاوے۔ یہاں سے آپکو کتابوں کے گم ہو جانے میں کچھ تعجب نہ معلوم ہوگا کیونکہ جس طرح اور جس سبب سے متی کی عبرانی کتاب مفقود ہوگئی وہی سبب اور کتابوں کے لیئے پیش آیا ۱۲ منہ

ظلمونکے مٹانے کے لیئے پولوس کی جماعت کا مرید ہوا تو اُسنے شہر نائس میں عیسائیوں کو جمع کرکے ان کتابونکی بابت ایک کمیٹی قائم کی اور اپنے زور اور شوکت سے تمام عیسائیوں کو ان کتابونکے ماننے پر مجبور کیا اور مسئلہ تثلیث اور کفارہ کو کہ جسکے اعتماد پر وہ عیسائی ہوا تھا بحکم رواج دیا اسوقت سے ان کے ہاں اس زبردستی کا نام اجماع سلف قرار پایا کہ جسکو آجکل کے عیسائی ان کتابوں کے مقبول ہونے کے لیئے سند قرار دیتے ہیں چنانچہ پادری صفدر علی کہ جسنے ان کتابوں کے الہامی ثابت کرنے کا بیڑا اُٹھایا ہے نیاز نامہ کے صفحہ ۲۰۰ میں بڑی مجبوری سے اقرار کرتے ہیں کہ وجوہات مذکورہ بالا کے باعث تخمیناً سنہ ۳۲۵ء تک نہ تو تمام جماعتوں کو تمام نوشتونکی اصلیت کا حال معلوم ہوگیا تھا الخ پس جو کچھ ان کے پاس برائے نام سند ہے وہ سنہ ۱۶۰ء تک بمشکل پہنچتی ہے آگے تو بس یہی سند ہے کہ اگناشنس پاولی کارپ وغیرہ کی تحریرات میں بعض ایسے جملے پائے جاتے ہیں کہ جنکا مضمون ان کتابوں سے ملتا ہے غالباً یہیں سے لیا گیا ہے الخ۔ یہ سند تو ایسی لغو ہے کہ جسکی لغویت پر سند کی حاجت نہیں کیونکہ بہت سی پہلی کتابوں کے مضامین پچھلی کتابوں سے مطابق ہوجایا کرتے ہیں پھر کیا کوئی دانشمند پچھلی کتاب کو مقدم کہہ سکتا ہے ؟ گلستاں بوستاں میں بعض کیا بہت سے مضامین وعظ و پند کے اناجیل کے وعظ و پند سے ملتے ہیں اب کوئی بیوقوف ہوگا جو یہ کہیگا کہ اناجیل سعدی کی کتابوں سے لکھی گئیں یا اناجیل کے وقت سعدی کی کتابیں تھیں پس اسیطرح اگناشنس وغیرہ کی تصانیف اگر مقدم ہوں تو کیا بعض مضامین کی مطابقت سے موخر ہوجاوینگی بلکہ بسا اوقات بعض کتابونکے مضامین میں توافق ہوتا ہے اور ایک کو دوسرے کی خبر بھی نہیں ہوتی اُس سے لینا یا اُسکی شہادت دینا چہ معنی دارد؟ ولو سلمنا اگر شہادت ہے تو بعض مضامین کی ہے کل کتاب کا تسلیم کرلینا کہاں سے پایا جاتا ہے ؟

واضح ہو کہ یہ بات ہمارے اور عیسائیونکے نزدیک متفق علیہ ہے کہ یہ چاروں انجیلیں

نہ حضرت عیسیٰ کی تصنیف ہیں نہ ان کے عہد میں لکھی گئی ہیں پس ہمکو تو بحث کو اسیجگہہ تمام
کر دینا چاہیئے تھا کیونکہ جس انجیل کے اہل اسلام قائل ہیں اور جسکا قرآن میں ذکر ہے
وہ انجیل ہے کہ جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر بذریعہ روح القدس نازل ہوئی جسطرح کہ توریت
و زبور و دیگر صحف انبیاء کا حال ہے مگر چونکہ عیسائی اسبات کے قائل ہیں کہ گو یہ مسیح کی
اناجیل نہیں مگر یہ بھی الہامی اور رسولوں کی تصنیف ہیں اسلیئے ان سے بھی بحث کرنی پڑی ہر چند
اس بات کو بھی ہمنے تجسس کر کے دیکھا مگر بہت سے وجوہ سے غلط پایا اور عیسائیوں کے
پاس سوائے خوش اعتقادی کے اور کوئی دلیل نہ دیکھی۔ ہاں اسقدر ہم بھی مانتے ہیں کہ انہیں
کچھ مضامین الہامی بھی ماخوذ ہیں اور یہ بھی متفق علیہ ہے کہ ان کے مصنفین کے بعد ان میں
خواہ سہواً خواہ عمداً بیشمار جگہہ غلطیاں اور کمی زیادتیاں بھی ہوئی ہیں کہ جنکا شمار بقول علماء اہل
کتاب ہزارہا تک پہنچتا ہے جنکی تفصیل اظہار الحق وغیرہ کتب میں ہے اور جنکا اقرار پادری
فنڈر صاحب کو بھی ہے ہاں یہ بات اور ہے کہ پادری صاحب ان تحریفات کو اپنی خوش اعتقادی
سے ویریوس ریڈنگ یعنی سہو کاتب کہتے ہیں ہم نہیں کہتے لیکن مدعا واحد ہے یہاں
ایک بات اور بھی یاد رکھنے کے قابل ہے وہ یہ کہ جب اہل اسلام ان کتابوں میں تحریف ثابت
کرتے ہیں تو انکا اول صدیوں میں غیر مقبول ہونا یا انکی نسبت علماء اہل کتاب کا یہ کلام ہونا
کہ یہ در اصل ان شخصوں کی تصنیف ہی نہیں و دیگر مضامین اور بھی اسی قسم کے ذکر کیا
کرتے ہیں چنانچہ اعجاز عیسوی وغیرہ کتب میں یہ کیا گیا ہے کہ اس کے بعد وہ جملہ بھی بتلا

ف قرآن مجید میں بعض جگہہ یہود کے رد میں واقع ہوا ہے یُحَرِّفُونَ الْكَلِمَ عَنْ مَوَاضِعِهِ کہ
بعض کلمات کو انکی جگہہ سے محرف کرتے ہیں اور اسیطرح کی اور آیات ہیں انکی تفسیر میں علماء کا اختلاف ہے
بعض کہتے ہیں مراد یہ ہے کہ یہود کتاب میں تبدیل نکرتے تھے بلکہ کسیکے سناتے وقت شرارت سے یہ کام
کرتے تھے بعض کہتے ہیں بلکہ نفس کتاب میں اغراض دنیاویہ سے تبدیل کرتے تھے خیر جو کچھ ہو مگر یہ بات
یہود مدینہ کی بابت ہے لیکن قطع نظر اس آیت کے یہود کیا بلکہ کل اہل کتاب اپنی کتابوں میں تحریف کرتے تھے

کرتے ہیں کہ جنکو محققین مسیحیین نے الحاقی بتلایا ہے اسپر پہلی بات کا جواب پادری یوں دیا کرتے ہیں کہ اس سے تحریف کو کیا علاقہ اس سے تحریف کیونکر ثابت ہوئی چنانچہ فنڈر صاحب نے بھی کہا ہے اور عماد الدین اور صفدر علی بھی انہیں کی تقلید کرکے یہی فرماتے ہیں مگر مجکو کیا بلکہ سب اہل عقل کو اس جواب پر بے اختیار ہنسی آتی ہے یہ ایسی بات ہے کہ کوئی کسی گھوڑے میں عیوب ثابت کرنے والا یہ کہے کہ دیکھو یہ تو مرگیا یہ اب بالکل کسی کام کا نہیں اس کے جواب میں مالک کہے اس سے کیا ہوتا ہے اسکے پاؤں اور دم وغیرہ اعضا میں کوئی عیب بتلاؤ اب وہ بیوقوف یہ نہیں سمجھتا کہ اسکا مدعا تو بخوبی ثابت ہوگیا کیونکہ جب اصل ہی نہیں رہی تو اُس کی فروعات کہاں؟ اور دوسری بات کا یہ جواب دیا کرتے ہیں کہ اچھا کچھ فقرے الحاقی ہوئے تو کیا ہوا اسنے ہمارے اصول مذہب میں کیا فرق آیا کل کتاب کیونکر غیر معتبر ہوگئی انہیں محمد صاحب کی بشارت سے کیا علاقہ الخ چنانچہ فنڈر صاحب اور ان کے دو مقلدوں نے اپنی تصانیف میں بیخ کر کیا ہے اور لفظ لفظ پر طعن وطنز کرتے گئے ہیں۔ مگر یہ جواب اول سے زیادہ لغو ہے۔ پادری صاحبو ذرا اتنا تو سوچو کہ جب دو چار فقرے الحاقی ثابت ہوگئے گو بقول آپکے اُسنے آپکے اصول دین میں کوئی فتور نہ آوے مگر یہ کتاب تو غیر معتبر ہوگئی اب کیا اعتبار کہ آپکے اصول دین بھی ایسے ہی الحاقی فقروں سے ثابت ہوں الغرض کتاب کی بے اعتباری یا کسی دستاویز کی بے اعتباری کے لئے ادنے شبہہ بھی کافی ہوتا ہے چہ جائیکہ صدہا الحاقات **ف** جب چاروں انجیلوں کا یہ حال ہے تو پولوس کے خطوں کا کیا اعتبار ہے

بقیہ صہ ۶۰۶ اگر یہ آیت نازل نہوتی تب بھی یہ نفس الامری دہبہ حسب اقرار اہل کتاب پر باقی رہتا ہمارے دعوے تحریف کی بنیاد اس قسم کی آیات پر نہیں بلکہ ایک نفس الامری واقع پر ہے اب اس آیت کی تفسیر میں اختلاف ہونا ہمارے دعوے کو کچھ مضر نہیں ۱۲ منہ خفیہ کرسٹان بتقلید ولیم میور صاحب ان آیات کے ذیل میں جو کچھ علماء نے فرمایا ہے اور وہ جو بعض نفس قرآنیں تحریف کے قائل ہوئے ہیں اُسنے اس توریت وانجیل کو اصلی اور غیر محرف ثابت کرکے مسلمانوں کو بپردہ اسلام دھوکا دے رہا ہے ۱۲ حکیم غلام حسن ۱۲ منہ

اسمیں تثلیث اور خدا کا مجسم ہونا اور شریعت کو ترک کرنا وغیرہ وہ ملحدانہ مضامین ہیں کہ جو تمام اہل نقل و عقل کے نزدیک بدتر اور خراب ہیں اور پطرس اور دیگر شخصوں کے خطوط بھی اُن شرائط سے خالی ہیں کہ جو کتاب الٰہی کے لیئے ضرور ہیں +

فصل (۳)

ف ۱۔ خدا تعالیٰ نے قرآن میں متعدد جگہ تورات و زبور اور انجیل کی مدح فرمائی ہے اور صحف ابراہیم و موسےٰ کا بھی تبعاً ذکر کیا ہے اور قرآن کو ان کتب مقدسہ کا مصدق یعنے سچا کرنے والا کہا ہے چنانچہ فرماتا ہے مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ کہ یہ قرآن پہلی کتابوں کی تصدیق کرتا ہے۔ اور تورات کو کتاب منیر اور امام اور فرقان اور رحمۃ وغیرہ القاب سے یاد کیا ہے۔ اور حضرت عیسےٰ کی نسبت یہ فرمایا ہے وَاٰتَيْنٰهُ الْاِنْجِيْلَ الآیہ کہ ہمنے اوسکو انجیل دی اسیطرح وَاٰتَيْنَا دَاوٗدَ زَبُوْرًا فرمایا ہے کہ داؤد کو ہمنے زبور دی اور سورہ بقرہ میں ہے وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ کہ ہمنے موسےٰ کو کتاب دی یعنی تورات اور کئی جگہ ان کتابوں پر ایمان لانے کی تاکید فرماتا ہے يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَالْكِتٰبِ الَّذِيْ نَزَّلَ عَلٰي رَسُوْلِهٖ وَالْكِتٰبِ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ مِنْ قَبْلُ الآیہ کہ اے مسلمانو ایمان لاؤ اللہ اور اُسکے رسول پر اور اس کتاب پر جو اُس کے رسول پر نازل ہوئی اور جو اُس سے پہلے نازل ہوئی اور سورہ بقرہ کے اول ہی میں مومنین کی شان میں فرمایا ہے وَالَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ وَبِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ۔ کہ مسلمان وہ ہیں کہ جو چیز تجھپر نازل ہوئی اُسپر اور جو تجھ سے پہلے نازل ہوئی اُسپر اور روز قیامت پر ایمان رکھتے ہیں۔ اور اسیطرح اور بہت سی[۱] آیات ہیں یہاں سے دو بات ثابت ہوئیں

[۱] اِنَّآ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ كَمَآ اَوْحَيْنَآ اِلٰي نُوْحٍ وَّالنَّبِيّٖنَ مِنْۢ بَعْدِهٖ وَاَوْحَيْنَآ اِلٰٓي اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطِ وَعِيْسٰى وَاَيُّوْبَ وَيُوْنُسَ وَمُوْسٰي وَهٰرُوْنَ وَسُلَيْمٰنَ وَاٰتَيْنَا دَاوٗدَ زَبُوْرًا

اول یہ کہ توراۃ وہ کتاب ہے جو خاص حضرت موسے علیہ السلام پر نازل ہوئی تھی اور زبور وہ کتاب ہے جو حضرت داؤد علیہ السلام کو عطا ہوئی اور انجیل وہ کتاب ہے جو حضرت عیسے علیہ السلام پر نازل ہوئی تھی اور کچھ اور صحیفے حضرت ابراہیم علیہ السلام وغیرہ انبیاء پر نازل ہوئے تھے اور اس امر منصوص میں سنی شیعہ کل فرقے اسلام کے سلف سے خلف تک متفق ہیں پس یہ کتاب جو موسے کے بعد میں تصنیف ہوئی اور کچھ مضامین توراۃ اصلی کے بھی اُسمیں درج کر کے توراۃ نام رکھا گیا قطعی وہ توراۃ نہیں کہ جسکا قرآن میں ذکر ہے اسیطرح وہ کتابیں کہ جو حضرت عیسے کے بعد لوگوں نے تصنیف کی ہیں اور اُنمیں حضرت عیسے کے حالات و اقوال کو صحیح و غلط طور پر جمع کر دیا ہے کہ جسکو اب عیسائی انجیل متی و مرقس و لوقا و یوحنا کہتے ہیں وہ انجیل نہیں کہ جسکا قرآن میں ذکر ہے چنانچہ امام قرطبی نے اپنی کتاب اعلام میں اسکی تصریح فرمائی ہے اور امام رازی وغیرہ جمیع علماء اسلام اسی کے قائل بلکہ تمام اُمت محمدیہ میں یہ مسئلہ متفق علیہا ہے۔ بخوف تطویل اقوال نقل کرنا مناسب نہیں جانتا۔ پس اب جو اہل کتاب اس توراۃ و انجیل کو لیئے پھرتے ہیں اور اسکو اصل توراۃ و انجیل بتلا کر مسلمانوں کو ایمان لانے کے لیئے مجبور کرتے ہیں محض فریب ہے۔ **دوم** یہ کہ وہ توراۃ و انجیل و زبور و دیگر صحف انبیاء کہ جنکا قرآن میں ذکر ہے کلام الٰہی اور واجب التعظیم تھے جو کچھ خدا تعالیٰ نے اپنے انبیاء کی معرفت نہیں ذکر فرمایا تھا سب حق تھا **اسلام** کی بڑی خوبی یہ ہے کہ اُسنے یہ ہدایت کی ہے کہ جسقدر خدا کے فرستادہ لوگ ہیں کہ جنکو انبیاء کہتے ہیں خواہ کسی ملک کے ہوں اور جسقدر مقدس کتابیں خدا نے بھیجی ہیں سب پر ایمان لاؤ اگرچہ بحکم وَاِنْ مِّنْ اُمَّةٍ اِلَّا خَلَا فِيْهَا نَذِيْرٌ ٥ کہ ہر گروہ میں خدا کی طرف کا ہادی آیا ہے وَرُسُلًا قَدْ قَصَصْنٰهُمْ عَلَيْكَ مِنْ قَبْلُ وَرُسُلًا لَّمْ نَقْصُصْهُمْ عَلَيْكَ (کہ بعض انبیاء کا آنحضرت سے ذکر آیا اور بعض کا نہیں) ہر قوم اور ہر ملک میں خدا کے ہادی نبی یا اُن کے نائب ضرور آئے (کہ جنکا علم تفصیلی خدا ہی کو ہے اور اجمالاً ہم سب کو

حق جانتے ہیں اور تفصیلاً اُن کی تعیین کرتے ہیں کہ جنکا ذکر قرآن واحادیث میں آیا ہے)
مگر چونکہ ان انبیار کے طرق اور کتب میں حوادث زمانہ سے وہ تغیرات پیش آئے - اور وہ تحریفات
اور خلط ہوا کہ جس سے اصل مذہب اور اصل کتاب میں کچھہ امتیاز نرہا بلکہ اکثر وہ کتابیں
صفحہ عالم سے ناپید ہوگئیں اور اُن مذاہب کے مشائخ نے اپنے خیالات فاسدہ کو مضامین
الہامیہ میں ملاکر ایک ایسی معجون مرکب بنائی کہ جسکے اجزا اصلیہ اور غیر اصلیہ میں تمیز کرنا
کسی استحالہ کیمیائی سے ممکن نرہا اسلئے خدا تعالی نے اپنی کمال رحمت سے سب نبیونکے
اخیر ایک ایسا نبی بہیجا کہ جسکی تعلیم کامل کی وجہ سے آیندہ کسی نبی کی ضرورت نرہی اور اسپر وہ
کتاب جامع نازل فرمائی کہ جسمیں پہلے انبیار کی ضروری ہدایتیں اور اُن کتب مقدسہ کے
سب اصول زمانہ اخیر کی رعایت لحاظ رکہکر جمع کردیئے اور ہمکو اس تکلیف مالایطاق سے
نجات بخشی کہ کتابوں کی تحقیق کرتے پہریں اور اُن کے وجوہ اصلی کے اثبات میں سرگردانی
اُٹھاویں اور جو کوئی نسخہ بہم پہنچے تو پہر اُس میں اصل اور ملونی میں تمیز کریں فالحمد پس قرآن
کا ماننا خدا کی تمام کتابونکا ماننا ہے اور محمد صلے اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانا جمیع انبیار پر
ایمان لانا ہے اور اسنے سرتابی اور انکار جمیع انبیار اور اُن کی سب الہامی کتابوں سے
انکار کرنا ہے کہ جسکی سزا ابدی جہنم اور خدا کے جلال اور بادشاہی میں سب سے خوار اور ذلیل
ہونا ہے عیسائی برائے نام توریت کا بوجہہ لادے تو پہرتے ہیں مگر پولوس کے کہنے
سے اُسپر بالکل عمل نہیں کرتے بلکہ اسکو ذلیل سمجہتے ہیں **ف ۲** نزول قرآن مجید کے وقت
گو تورات وانجیل اصلی دنیا پر نہ تہیں جیسا کہ آپکو معلوم ہوا مگر اصلی تورات وانجیل کے صدہا
احکام اور ہشیار ربانیں اہل کتاب میں زبانی یا ان کتابونکے وسیلے سے مشہور ومعروف تہیں
لیکن وہ لوگ اپنی شرارت سے اپنر بہی عمل نہیں کرتے تہے اسلئے خدا تعالے نے جابجا
قرآن کی صداقت ثابت کرنے میں اس بات کو ذکر کیا کہ یہ قرآن کتب سابقہ اور انبیار
سابقین کے برخلاف نہیں بلکہ اصول مذاہب اور امور فطرت میں انکے مطابق

اور انکا اور اگلے انبیا کا مصدق ہے کہ جنکو تم مانتے ہو پھر اب قرآن کو نہ ماننا اونکا نہ ماننا ہے۔ اور یہ کہ جنکو تم توراۃ و انجیل سمجھتے ہو اُسپر کیوں نہیں عمل کرتے اور جن انبیا کی پیروی اور محبت کا تمکو دعوے ہے اُن کی پیروی کس لئے نہیں کرتے۔ اور کبھی مشرکین عرب کو بعض قصص و احکام میں الزام دینے کے لیئے یہ بھی فرمایا ہے کہ انکو اہل کتاب سے پوچھہ دیکھو وہ بھی یہی کہتے ہیں پھر محمد علیہ السلام نے کونسی نئی بات فرمائی ہے کہ جسپر تم چونکتے ہو ان باتوں سے بعض ناواقف پادری یہی سمجھہ گئے کہ نزول قرآن کے وقت توراۃ و انجیل بجنسہ موجود تھی کہ جسکی طرف خدا نے حوالہ دیا ہے اور جسپر عمل کرنے کی ترغیب دی ہے اور وہ یہی توراۃ و انجیل ہے کہ جو ہمارے پاس موجود ہے حالانکہ یہ بڑی غلطی ہے اہل کتاب بالخصوص پادریوں نے اس توراۃ و انجیل موجودہ کے اصلی توراۃ و انجیل ہونے پر چند دلائل بیان کیے ہیں کہ جو محض وہم پر مبنی ہیں میں اُن کے دلائل اور پھر اُن کے جواب ذکر کرتا ہوں (۱) قرآن میں متعدد جگہ توراۃ و انجیل پر اہل کتاب کو عمل کرنے کی ترغیب دی اور اُن کے محامد بیان فرمائے ہیں اور انپر ایمان لانے۔ اور ادب کرنے کی ترغیب دی اگر اسوقت یہ کتابیں موجود نہ ہوتیں تو عمل کس پر اور ایمان کسپر لاتے اور وہ آیات یہ ہیں وَلَوْ اَنَّهُمْ اَقَامُوا التَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِمْ مِّنْ رَّبِّهِمْ لَاَكَلُوْا مِنْ فَوْقِهِمْ وَمِنْ تَحْتِ اَرْجُلِهِمْ الآیۃ قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لَسْتُمْ عَلٰي شَيْءٍ حَتّٰي تُقِيْمُوا التَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ ۳ وَكَيْفَ يُحَكِّمُوْنَكَ وَعِنْدَهُمُ التَّوْرٰىةُ فِيْهَا حُكْمُ اللّٰهِ الآیۃ قُلْ فَاْتُوْا بِالتَّوْرٰىةِ فَاتْلُوْهَآ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝ وَلْيَحْكُمْ اَهْلُ الْاِنْجِيْلِ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فِيْهِ الآیۃ وغیرہا من الآیات پس صاف معلوم ہوا کہ اسوقت توراۃ و انجیل اصلی موجود تھیں اور وہی ہیں جواب ہمارے پاس ہیں نیاز نامہ کے مصنف نے اس دلیل پر بڑا زور دیا ہے اور بہت سے ورق سیاہ [۱]

[۱] ولیم میور صاحب نے اپنی شہادت قرآنی میں انہیں آیات سے استدلال کیا ہے ۱۲ منہ

گئے ہیں۔ ج اول اور دوسری اور پانچویں آیت کا اور جس قدر آیات اس مطلب پر دلالت کرتی ہیں اُن سب کا یہ جواب ہے کہ تورات و انجیل کے اوپر چلنے اور اُن کے قائم رکھنے سے تورات و انجیل اصلی کے احکام مراد ہیں جیساکہ بیضاوی وغیرہ جمہور مفسرین نے بیان کیا و نیز جو مستدل نے نقل کیا اور قرینہ بھی دال ہے اور احکام تورات و انجیل کے بیشتر ان تورات و انجیل میں بھی پائے جاتے ہیں پس نتیجہ یہ نکلا کہ اسوقت تورات و انجیل کی احکام اُن کے پاس موجود تھے اور احکام کے موجود ہونے سے مجموعہ تورات و انجیل کا موجود ہونا لازم نہیں آتا دیکھئے ہدایہ وغیرہ کتب فقہ میں قرآن کے احکام موجود ہیں مگر ہدایہ کو قرآن نہیں کہہ سکتے۔ تیسری اور چوتھی آیت کہ جسمیں یہ ہے کہ یہود کے پاس تورات ہے اور اس قسم کی اور جملہ آیات کا یہ جواب ہے کہ یہاں بھی تورات سے مراد احکام تورات ہیں سو وہ بیشک یہود کے پاس خواہ بلا تغیر خواہ بالتغیر اس تورات میں اب تک موجود ہیں پس احکام کے موجود ہونے سے مجموعہ تورات اصلی کا موجود ہونا لازم نہیں آتا اور دلیل اس بناپر کہ تورات سے مراد احکام ہیں بطریق اطلاق الکل علے الجزء یہ ہے کہ اصل تورات وہ ہے کہ جو موسےٰ پر نازل ہوئی تھی جیساکہ آیات مذکورہ سے ثابت ہے اور یہ مجموعہ موسےٰ کے بعد مرتب ہوا ہے جیساکہ اس کے دلائل گزرے پس جنتے ہمکو یہ بتلایا کہ اُنکے پاس تورات ہے اُسی نے یہ بھی کہدیا کہ تورات موسےٰ پر نازل ہوئی تھی پس مستدل جب تک اس احتمال کو کہ جو ناشی عن الدلیل ہے بند نکردے گا تو اُسکی دلیل سے نتیجہ برآمد نہوگا۔ دوم یہود اس مجموعہ کو تورات کہا کرتے تھے اور اب تک کہتے ہیں۔ اور اُسمیں اصلی تورات کے احکام بھی موجود ہیں۔ پس قرآن میں اُن کو ان احکام پر عمل نکرنے میں الزام دینا مقصود تھا اسلیئے اس مجموعہ کو اُسی لفظ سے تعبیر کرنا پڑا کہ جو اُن کے نزدیک مشہور تھا اذ اگر کچھ اور کہتے تو وہ ہرگز نہ سمجھتے مثلاً کوئی شخص ایک کتاب تصنیف کرے کہ اُسمیں قرآن مجید کے اکثر احکام صحیح اور غلط طور سے

جمع کرکے اُسکا نام قرآن رکھدے اور یہیں اُسکو اسوجہ سے کہ وہ اسپر عمل نہیں کرتا الزام دینا منظور ہو اور اس مجموعہ کے نام لینے کی ضرورت پڑے تو بلاشک ہم اُس کو قرآن کے لفظ سے تعبیر کرینگے مگر اس سے کوئی یہ نہ سمجھیگا کہ ہمنے اسکو اصل قرآن تسلیم کرلیا (۲) اہل کتاب کو اپنی کتابونکے گم کردینے یا بدل دینے میں کوئی غرض نہ تھی بلکہ باہم بڑے غیور رہتے پھر ممکن نہیں کہ کوئی کتاب میں تصرف کرنے پاتا جسطرح کہ اہل اسلام میں کوئی قرآن میں کسیطرح تصرف نہیں کرسکتا اور نہ کوئی بادشاہ اس کو مٹا سکتا ہے (دنیا زمانہ وغیرہ ملخصاً) ج یہ ایک گمان یا وہم فاسد ہے کیونکہ جب یوحنا مقدس اور حواری اول ہی صدی میں غل مچاتے ہیں کہ لوگ انجیل کو الٹ دینا چاہتے ہیں تو اب یہ غرض اُنسے پوچھنی چاہیئے اور قرآن کا مدار اول ہی سے حفظ پر ہے اگر تمام نسخے دنیا سے معدوم کردیے جاتے تو بھی ایک حرف میں فرق نہ آتا بخلاف کتب مقدسہ کے اُسکا مدار صرف لکھنے پر تھا اور لکھنے کی اور کاغذ کی قلت اور صدہا سال تک مصائب کی بڑی کثرت تھی پس اُنکا گم ہوجانا یا اُنمیں تغیر ہونا کچھ بھی بعید نہیں چنانچہ باقرار علماء اہل کتاب اب نہ وہ کتاب ہے جو موسےٰ نے لکھکر لاویونکو دی تھی نہ عیسےٰ کی وہ انجیل ہے کہ جسکی منادی کرنے کی وہ تاکید فرماگئے تھے۔ اور جو پولوس مقدس کو بلاتوسط کسی آدمی کے پہنچی تھی وغیرہ ذلک (۳) ان کتابونمیں بہت سے ایسے مضامین ہیں کہ جو خدا کی ذات و صفات و تقدس اور انسان کو خدا سے تقرب اور محبت اور روح کی پاکیزگی کا طور بتلاتے ہیں اور نیک چلنی اور اخلاق حمیدہ سکھلاتے ہیں اور عالم کے پیدا ہونے اور انسان کی نجات کا وسیلہ بیان کرتے ہیں وغیرہ ذلک اور انمیں بہت سی پیشین گوئیاں بھی مندرج ہیں جو اپنے وقت پر ظاہر ہوئیں اور یہ سب مضامین بغیر الہام اور تائید روح القدس کے اور کسیکو حاصل نہیں ہوتے۔ اس دلیل کو پادری فنڈر صاحب نے میزان الحق میں بہ ہزار

بات کا حوالہ دیکر بڑے بسط سے بیان کیا ہے اور ہر ایک بات کو ایک دلیل بنا کر
ایک کی چھہ دلیل بنائی ہیں اور بڑے زور سے نتیجہ نکالا ہے ج اولاً غایۃ فی الباب
یہ مضامین الہامی اور انبیاء علیہم السلام کے فرمائے ہوئے ثابت ہو گئے ہیں لیکن اس
سے یہ لازم نہیں آتا کہ جس کتاب میں یہ مضامین جمع کر دیے جاویں وہ انبیاء کی تصنیف
اور الہامی کتاب بھی ہو جائے کیا اگر کوئی شخص قرآن کے مضامین کو ملخص کر کے
اُسپر کچھہ اور ملا کے کتاب بنا وے وہ قرآن ہو سکتا ہے ؟ ان مضامین کا الہامی
ہونا اور بات ہے کتاب کا الہامی ہونا اور بات ۔ بہت سی غیر الہامی کتابوں میں
الہامی مضامین ہوتے ہیں ۔ ثانیاً ان کتابوں میں اگر یہ عمدہ مضامین ہیں تو اس کے ساتھ خراب
مضامین بھی تو ہیں کہ جنکو الہام کی طرف منسوب کرنا بھی نازیبا ہے جیسا کہ پہلے گزرا
پس یہ مجموعہ کیونکر الہامی ہو سکتا ہے ؟ ثالثاً جن کتابوں کے تم منکر ہو اُنمیں بھی یہہ
مضامین نہایت عمدگی سے پائے جاتے ہیں پھر اُن کو الہامی کیوں نہیں کہتے ؟
(۴) یہ کتابیں اُن کے مصنفین سے لیکر آجتک ہم میں متواتر چلی آتی ہیں اور تمام
امت کا ان کے قبول کرنے پر اجماع ہو چکا ہے اور یہ اجماع ہر قرن میں پایا گیا ہے
ج اول تو یہ دعویٰ غلط ہے کہ ان کے مصنفین تک ہر قرن میں ان کتابوں پر
اتفاق رہا ہے کیونکہ تیسری صدی کے بعد قسطنطین کیوجہ سے یہ اتفاق پایا گیا مگر
اُس سے پیشتر یعنے حضرت مسیح سے تخمیناً تین سو برس بعد تک تو سب کتابیں عیسائیوں میں
عموماً مشہور بھی نہ تہیں جیسا کہ اوپر گزرا اتفاق اور اجماع تو کجا ؟ دوم اگر یہ سب تسلیم بھی کر لیا
جاوے تو غایۃ الامر یہ کتابیں اُن کے مصنفین کی تصنیف قرار دیجاویں گی لیکن اس
سے الہامی ہونا ہرگز ثابت نہوگا جبتک کہ وہ پہلی شرطیں ثابت نہ کیجائیں گی (۵) چونکہ
خدا سب کا خدا ہے تو اُسکا دین بھی سب کے لیئے ہونا چاہیئے اور دین کی تعمیم بغیر اس بات
کے ممکن نہیں کہ وہ کتاب تمام عالم میں پھیلے اور یہ صفت خاص بائبل بالخصوص عہد جدید

میں پائی جاتی ہے کیونکہ اب کوئی ملک باقی نہیں کہ جہاں انجیل کی منادی نہوتی ہو- اور ہر زبان میں اُسکے ترجمے ہوگئے ہیں تو یہ نشان الہامی ہونیکا ہے ج یہ دلیل بھی محض پادریانہ خیال ہے کیونکہ اول تو سب کتابوں سے زیادہ بائبل کی شہرت نہیں- بلکہ ابتدا سے لیکر ابتک جسقدر قرآن کی دنیا میں شہرت ہوئی اسقدر کسی کتاب کی نہیں ہوئی کونسا ملک اور کونسی زبان ہے کہ جہاں قرآن کے روح افزا مضامین لوگوں کی زبان پر جاری نہیں؟ اور انجیل کی شہرت جو کچھ ہے سو تخمیناً ہزار برس سے ہے پس لازم آیا کہ اس سے پیشتر یہ کتاب الہامی نہ تہی پھر ہوگئی دوم زیادہ شہرت ہونے سے الہامی ہونا لازم نہیں آتا- گلستان اور کلیلہ ودمنہ کی شہرت بھی کچھ کم نہیں اُن کو بھی الہامی کہو (۶) اس کتاب کے پڑھنے سے نیک چلنی اور محبت الٰہی اور روح کی صفائی پیدا ہوتی ہے اور یہ خاصہ الہامی کتاب ہونیکا ہے ج بالفرض اگر بعض مضامین کیوجہ سے جو کہ الہامی ہیں یہ بھی تسلیم کرلیا جاوے تب بھی مجموعہ الہامی نہیں ہوسکتا ✣

فصل (۴)

حضرت عیسےٰ علیہ السلام کے تہوڑے ہی دنوں بعد عیسائیوں میں اختلافات پیدا ہونے شروع ہوگئے اور حواریوں کے روبرو ہی سات کلیسائیں[1] قائم ہوگئیں تہیں یعقوب[2] حواری اور پولوس کا اختلاف اور اسیطرح شمعون پطرس اور دیگر

---

[1] کلیسیا کے معنی ہیں گروہ اور جماعت کے حواریوں کے عہد میں سات کلیسیا قائم ہوگئیں تہیں کلیسیا یروشلم- کلیسیا انطاکیہ- کلیسیا روم- کلیسیا یونان وغیرہ ۱۲ منہ

[2] یعقوب اور دیگر حواری ایمان کے ساتہ نیک عمل کی بھی ضرورت بتلاتے ہیں مگر پولوس عمل اور شریعت کی پابندی کو لعنت اور قہر کا باعث کہتا ہے اور بیقیدی و آزادی کا فتویٰ دیتا ہے کہ جو چاہو کہاؤ- پیو جو چاہو کرو زنا چوری- شراب خواری دغابازی ظلم جہوٹہ- غرض ہر قسم کی فعلی مسیح پر ایمان لانے کے

حواریوں کا پولوس سے اختلاف جسکا پتا عیسائیوں کی کتاب اعمال حواریوں سے ملتا ہے اسبات کی دلیل ہے کہ مذہبی مخالفت کا تخم پڑ چکا تہا خود پولوس کے خطوط اسبات کیطرف اشارہ کرتے ہیں +

مگر تہوڑے دنوں بعد یہ اختلاف پہوٹ ہی پڑا۔ اور مختلف فرقے پیدا ہوگئے۔ خود انجیلوں کی بابت اختلاف ہوا۔ پولس ان چاروں انجیلوں کے سوا ایک اور ہی انجیل کا قائل تہا جسکو وہ بغیر واسطہ کے مسیح سے عطا کردہ خیال کرتا تہا اور اسکے سوا اور انجیلوں کو سننے سنانے کو بہی موجب لعنت قرار دیتا تہا۔ پولوس کے کسی خط سے بہی اسبات کا پتا نہیں چلتا کہ وہ ان چاروں انجیلوں کو مانتا تہا بعض مضامین میں مطابقت ہونا اسبات کی دلیل نہیں ہوسکتی کہ ہم نے از ابتدا تا انتہا ان کتابوں کو تسلیم کرلیا۔ چہ جائیکہ الہامی اور منزل من اللہ مان لیا ہو +

اور یہ کچہہ کم تعجب کی بات نہیں کہ مسیح علیہ السلام کی تواریخ کا نام تو انجیل رکہا گیا۔ مگر شمعون پطرس وغیرہ مشاہیر حواریوں کی تو کوئی بہی انجیل نہو اور لوقا اور مرقس کی کتاب انجیل قرار دیجائے جو حواری نہ تہے بلکہ پولوس کے شاگرد جو وہ خود بہی حواری نہ تہا بلکہ مسیح علیہ السلام کی حیات تک بلکہ بعد میں بہی ایک عرصہ تک حضرت عیسے۔ اور عیسائیوں کا خونخوار دشمن رہا +

خود پولوس کے عہد میں ہی انجیلیں تصنیف کرنے کا بازار گرم ہو چلا تہا۔ اور کم و بیش تخمیناً ڈیرہ سو انجیلیں لوگوں نے حضرت مسیح کے حالات میں تصنیف کیں۔ اور رواج دینے کے لئے مشاہیر کیطرف بہی منسوب کیا پہر ان چاروں انجیلوں کے بہی رد و قبول میں اختلاف رہا چنانچہ اسکندریہ میں جب یوحنا کے شاگرد سے پوچہا گیا تو

بقیہ ص ۶۱۵ بعد کچہہ بہی مسفرت نہیں پہونچاتا۔ اسیلئے پولوسی مذہب رواج پاگیا اب اسکو عیسوی مذہب سمجہا جاتا ہے جو حضرت عیسے علیہ السلام کے قول اور فعل کے سراسر خلاف ہے ۱۲ منہ

تو اسنے صاف انکار کر دیا کہ میرے اوستاد کی کوئی انجیل تصنیف نہیں۔ اسکے سوا انجیل متی کے اول باب بلکہ ساری کتاب میں بڑی قیل وقال ہے۔ اصل عبرانی نسخہ کا پتا نہیں کسی نامعلوم شخص نے یونانی میں اور پہر یونانی سے عبرانی میں ترجمہ کیا ہے +

تثلیث و الوہیت مسیح اور ان کے مصلوب ہونے میں تو اسقدر اختلافات ہیں کہ جنسے بہت سے مذہب اور فریق پیدا ہو گئے جو ایک دوسرے کو گمراہ کہتا ہے۔ پہر اصطباغ (بپتسمہ) میں بہت سے اختلافات ہو کر بہت سے مذہب پیدا ہوئے۔ جنکی قدرے تفصیل یہ ہے +

نمبر ۱ اول صدی میں ایک فرقہ تہا جو اوس انجیل سے برگشتہ ہو گیا تہا جسکی طرف پولوس بلاتا تہا دگلیتوں کے نام پولوس کا خط باب اول درس ۶)

۲-۳-۴-۵ اول صدی میں یہہ چار فرقہ اسی کے پیرو تہے کہ جسکے نام سے نامزد تہے اول پولوس کا فرقہ دوئم اپلوس کا تیسرا کیفاس کا چوتھا مسیحی (پلوس کا خط بنام قرنتیون اول باب ۱۲ درس) اس مخالفت پر پولوس بہت سرزنش کر رہا ہے +

۶ ایک اور فرقہ تہا جو ختنہ فرض سمجہتا تہا انکا یہہ فرقہ آدرین قیصر کے عہد میں ڈیڑہ سو برس کے بعد اس سبب سے ترک ہوا کہ وہ بادشاہ مختونوں کو قتل کروا ڈالتا تہا یہود مختون تہے اور اسلئے اسکو سخت عداوت تہی +

۷- ابیونی- ان کے دو فریق تھے دونوں کے اعتقاد میں حضرت مسیح محض انسان تھے یہہ لوگ صرف متی کے عبرانی انجیل کو مانتے تہے جسمیں نسب نامہ نہ تہا۔ اور پولوس کے سخت منکر (تفسیر لارڈنر مطبوعہ ۱۸۴۷ء جلد ۶ صفحہ ۳۸۳)

۸ ڈوکیٹی- ان کا اعتقاد تھا کہ خدا سے مختلف درجات کی قوتیں یا روحیں بنام ایئون نکلیں جنمیں سے ایک مسیح تہی۔ جو اصطباغ کے بعد عیسیٰ پر اتری اور قبل مصلوبی آسمان پر چڑھ گئے (رومن تاریخ کلیسیا صفحہ ۹۶) +

۹ ارٹمن- یہہ دو سو عیسوی میں تہا- یہہ فرقہ الوہیت مسیح کا منکر تہا- پاؤس شمساطی

بائیبل سہ ۱۴ ...

کلیسیا الطائیکہ کا لارڈ پادری (اسقف) اسی فرقہ کا شخص تھا +

۱۰ مونٹانس - کا گروہ جو ۱۷۰ء میں اسبات کا مدعی ہوا کہ جس فارقلیط کے آنے کی خبر حضرت مسیح نے دی ہے وہ میں ہوں - اسکے بعد اور لوگوں نے بھی یہی دعویٰ کیا منجملہ ان کے دستہیوس سامری اور شمعون مجوسی نے بھی یہی دعوی کیا اور وہ اپنے آپ کو خدا کا بیٹا کہتا تھا +

۱۱ مانیکی فرقہ تیسری صدی عیسوی میں مانی نے ملک فارس میں مجوسی اور عیسوی مذہب سے مرکب ایک جدید مذہب ایجاد کیا یہہ کتاب اعمال حواریوں کو نہیں مانتا تھا لارڈ نر اپنی تفسیر مطبوعہ لندن ۱۸۲۷ء جلد ۳ حصہ میں بحوالہ جیروم اس فرقہ کا ذکر کرتا ہے +

۱۲ نووشئین کا فرقہ اس فرقہ کے نزدیک توبہ قبول نہ تھی اور نہ یہ پولوس کا قائل تھا یہہ فرقہ پانسو عیسوی تک موجود تھا - اور تقریباً دوسو پچاس ۲۵۰ میں پیدا ہوا تھا -

۱۳ آریوس کا فرقہ جو الوہیت مسیح کا سخت منکر تھا پھر یا جوجی - سوئیوی - برگنڈی - لنگوبردی - ونڈلی وغیرہ - اس کی شاخیں پیدا ہوئیں (رومن تاریخ کلیسیا صفحہ ۱۴۹) لب التواریخ مصنفہ سکندر فریزر ٹیلر مطبوعہ مطبع چرچ مشن ۱۸۲۹ء کے صفحہ ۲۸ میں ہر کہ یونومیانسی ایریوس - یوسیپان - وغیرہ اسی فرقہ کے ساتھ دوسرے عیسائیوں کی خونریز لڑائیاں ہوئیں اور ۳۲۵ء میں جو شہر نائس میں مجلس بیٹھی تھی اسی فرقہ کے بابت تھی +

۱۴ یعقوبی فرقہ - اس کا بانی اتیکس تھا جو مسیح کی ذات میں کلام کرتا تھا - پانسو عیسوی کے قریب اس گروہ کا سرغنہ یعقوب تھا جسکی طرف یہہ فرقہ منسوب ہوا - آرمنیہ سے مصر تک یہہ گروہ پھیلا ہوا ہے +

۱۵ نیسطوریانی فرقہ اسکا بانی قسطنطنیہ کا اسقوف نسطوریس تھا اس فرقہ کا نام نسطورا ہی ہے ۴۳۱ء میں جو شہر افسس میں مجلس جمع ہوئی تھی اسی فرقہ کے عقائد

کی بابت تھی اس گروہ کے نصارے بخارا و ترکستان میں ظہور اسلام تک موجود تھے +

۱۶ پلگیوس کا فرقہ اسکا بانی ملک ویلیس کا ایک عابد عیسائی تھا وہ مسیح کے کفارہ ہونے کا سخت منکر تھا پولوس کے خطوط کے مضامین کا بھی منکر تھا۔ اس کے پیرو ایشیا اور فرانس میں ہیں (میزان الحق مصنفہ پادری فانڈر مطبوعہ لدھیانہ ۱۸۶۸ء صفحہ ۷۵ و ۷۷)

۱۷ یونی ٹیرین فرقہ اس گروہ کے لوگ مسیح کو نہ خدا کہتے ہیں نہ خدا کا بیٹا تثلیث کو سخت زندقہ جانتے ہیں اور انجیل متی کے باب اول دوم کو الحاقی مانتے ہیں اس گروہ کے اب بھی صدہا لوگ ہیں بلکہ ہندوستان میں ان کا چرچ بھی ہے +

۱۸ ساسینین فرقہ اس کا بانی سوسینس ملک ٹسکنی کا باشندہ سولہویں صدی عیسوی میں تھا۔ یہ بھی یونیٹیرین کے قریب قریب عقیدہ رکھتے ہیں +

۱۹ کرنتھیون کا فرقہ اسکا بانی کرنتیس اول صدی عیسوی کے قریب تھا اس کے یہ اقوال تھے (۱) مسیح کے ظاہر ہونے سے پہلے وہ بزرگ خدا جو سب سے بڑا ہے بالکل نامعلوم تھا اور بڑی بڑی روحوں کے ساتھ بلند ترین آسمان پر جنکا نام پلیروما ہے رہا کرتا تھا اسنے پہلے بیٹا پیدا کیا اور اس سے کلمہ پیدا ہوا جو بیٹے سے درجہ میں کم تھا مسیح گرچہ اور روحوں سے بزرگتر ہے مگر دو روحیں اوس سے بھی بزرگتر ہیں جنمیں سے ایک کا نام زوی یعنے زندگی اور دوسری کا نام فوس یعنے روشنی ہے۔ اوران روحوں سے اور چھوٹی چھوٹی روحیں پیدا ہوئیں انہیں سے ایک خاص روح نے جسکا نام دمیرگس تھا اس عالم محسوس کو اوس مادہ سے جو ہمیشہ رہنے کے قابل ہے بنایا۔ یہہ ڈمیرگس اوس خدا سے جو پلیروما پر ہے ناواقف تھا اور یہہ ارواح غیر محسوس میں سے مرتبہ میں کمتر تھا اور یہی اسرائیلیوں کا

خاص خدا ہے جسنے موسےٰ کو ان میں بہیجا اور انکو شریعت دی کہ اوسپر ہمیشہ عمل کریں عیسےٰ ایک انسان تہا جو پاکیزگی اور انصاف میں ممتاز تہا اور وہ یوسف اور مریم کا حقیقی بیٹا تہا اور جب عیسےٰ بپتسمہ پا چکا تو مسیح اوسپر کبوتر کیصورت میں اُترا اور نا معلوم خدا کو اوسپر ظاہر کیا اور اسکو معجزہ دکہانے کی قوت بخشی اور یوحنا بپتسمہ دینے والے میں بہی روشنی کی روح اسیطرح داخل ہوئی تہی اور اسیلئے بعض باتوں میں یوحنا عیسےٰ سے بڑھکر تہا اور جب عیسےٰ پر مسیح نازل ہوا تو عیسےٰ یہودیوں کے خدا ڈیمیرگس سے مقابل ہوا اور اسی خدا کی ترغیب سے یہودیوں کے سرداروں نے عیسےٰ کو پکڑ کر صلیب پر کہینچا اور جب عیسےٰ کو صلیب پر کہینچنے کے لئے گرفتار کر کے لے چلے تہے تب مسیح تو آسمان پر صعود کر گیا عیسےٰ ذلت اور دردناک تکلیف سے مارا گیا درومن مفتاح الکتاب مطبوعہ ۱۸۵۶ء صفحہ ۱۵۳ +

مفتاح الکتاب میں ہے کہ اسیکے رد میں انجیل یوحنا لکہی گئی اور ڈیوٹیس کہتا ہے کہ اسینے کتاب مکاشفات تصنیف کر کے یوحنا حواری کے نام سے مشہور کی ہے +

۲۰ نکلاتیوں کا فرقہ۔ اس کا عقیدہ بہی ابیونیوں اور ارمتس کے قریب قریب تہا (مکاشفات ۲ باب ۶۔

۲۱ کولنرِیڈینس کا فرقہ۔ یہہ فرقہ عرب میں تہا یہ لوگ مریم کو تثلیث میں داخل سمجہتے تہے اور ان کے لئے ایک قسم کی روٹی بہی تیار کیا کرتے تہے +

۲۲ میریامائٹ اس گروہ کے لوگ بہی مریم کو تثلیث میں بجائے روح القدس کے داخل کرتے تہے اور نائس کونسل کے بعض لوگ بہی یہی اعتقاد رکہتے تہے۔ فرقہ نوسیہ کا بہی یہی اعتقاد تہا۔ (ہدایت المسلمین صفحہ ۴۸ +

۲۳ باسلیدی فرقہ۔ یہہ اسلام سے پہلے تہا انکا اعتقاد تہا کہ مسیح مصلوب نہیں ہوا۔ بلکہ شمعون قرینی اسکے

یحییٰ علیہ السلام ۱۲ منہ

عوض پکڑا گیا اور مصلوب ہوا۔
(حاشیہ علماء النصارٰی برترجمہ رومن
قرآن مطبوعہ مشن پریس الہ آباد ۱۸۴۴ء
صفحہ ۸۳) +
قرآن میں جو آیا ہے کہ مَا قَتَلُوْہُ
وَمَا صَلَبُوْہُ وَلٰکِنْ شُبِّہَ لَہُمْ
کہ یہود نے نہ مسیح کو قتل کیا نہ سولی
دی بلکہ ان کو اشتباہ ہوگیا۔ اسکی
تصدیق اس فرقہ اور ڈوسیتی اور کا
پوا کرتی اور سرنتی فرقوں سے
بھی ہوتی ہے کیونکہ یہ فرقے اسلام
سے سینکڑوں برس پہلے تھے
(دین حق کی تحقیق صفحہ ۲۸) +

۲۴ گناستی فرقہ انکا عقیدہ تھا کہ دنیا
مادہ سے پیدا ہوئی ہے اور مادہ کے
لیئے شرارت اور معصیت ضرور ہے
چونکہ مسیح مادہ سے پیدا نہیں ہوا
تھا اسلیئے مصلوب نہیں ہوسکتا تھا
کیونکہ اوسکا جسم نہ تھا (رومن تواریخ
کلیسیا صفحہ ۵۶) +

۲۵ کہتری فرقہ اسکے بانی نومیس نے
انتظام کلیسیا کے لیئے سخت احکام
ایجاد کیئے تھے تاکہ گناہگار پھر کلیسیا
میں شامل نہ کیئے جائیں جسلیئے اوسکو
اثر توبہ اور کفارہ اور نجات کے
دستور کا بھی انکار کرنا پڑا (اردو
تواریخ کلیسیا صفحہ ۲۰) +

۲۶ یونانی فرقہ انکا اعتقاد ہے کہ روح
القدس صرف باپ سے نکلتی ہے نہ کہ
بیٹے سے حالانکہ پراٹسٹنٹ فرقہ
کے نزدیک یہہ صریح کفر ہے اور نیز
پوپ کو بے خطا بھی نہیں سمجھتے اور
۱۴ زبور کے ۳ درس کے بعد انکے
کتاب میں اور بھی عبادت زائد ہے۔

۲۷ ارمنی فرقہ اس گروہ کے لوگ کفارہ
مسیح کو کافی نہیں جانتے بلکہ مریم کے
تیوہار میں قربانی بھی کرتے ہیں اور
اقارب کیطرف سے بھی قربانیاں کیا
کرتے ہیں۔ ان لوگوں اور یونانیوں
کے مذہب میں اختلاف ہے +

۲۸ سورمن فرقہ۔ یہہ تمام عیسائیوں کو
کافر و بیدین سمجھتے ہیں اور ہر شخص

کے لئے بارہ جو روان تک جائز
سمجھتے ہیں اور ان کے پیشوا ر
پرکم منیک کے پاس پچاس جورئیں رہتی ہیں
یہ کہتے ہیں کہ بنی اسرائیل کے جو
نو فرقے غائب ہیں وہ ہم ہی لوگ
ہیں امریکہ کی دور کی سرحد میں آباد
ہیں جنکی تعداد تقریباً اسی ہزار
بیان کیجاتی ہے +

۲۹ سریانی فرقہ - یہہ لوگ نامہ دوئم پطرس
اور نامہ دوئم و سیوم یوحنا اور نامہ
یہودا و یعقوب اور مکاشفات
یوحنا کو نہیں مانتے اسقدر کتابوں کے
منکر ہیں اور عیسائی انکو الہامی
کہتے ہیں +

۳۰ مصری فرقہ - اس گروہ کی بابت
پادری فانڈر نے انتہا ہی لکھا ہی
کہ اس گروہ کی انجیل شام و عرب
وغیرہ ملکوں میں مستعمل تھی اور بن
قیصر جبکہ ۱۳۰ء میں اسکندریہ
آیا تھا یا یہہ بیان کرتا ہے کہ یہہ اپیس
(مصریوں کا بت) کو بھی پوجتے ہیں

۳۱ پرکسٹیئس کا فرقہ یہہ سنہ ۲۰۰ء دو سو عیسوی میں
یونان میں ظاہر ہوا تھا ان کا اعتقاد
تھا کہ بیٹا اور روح القدس خدا کی
ذات سے بطور قوتوں کے ظاہر ہوئے
نہ یہ کہ روح القدس بیٹے سے نکلا -

۳۲ سبل لیوس کا فرقہ جو سنہ ۲۵۰ء میں مصر
میں ظاہر ہوا - اس فرقہ کے لوگ
پولوس شمساطی کا سا عقیدہ رکھتے
تھے یہہ بھی عیسائیوں میں ایک
بدعتی فرقہ سمجھا جاتا تھا (رومن تاریخ
کلیسیا صفحہ ۹۷) +

۳۳ کالون کا فرقہ - یہہ مریم کو اولاد نانا
سے نہیں مانتا تھا اور جو عیسائی نسبنامہ
متی اور لوقا کی تطبیق میں تاویلات
کرتے ہیں اسکو بھی نہیں مانتا تھا
اور اعتقاد نامہ حواریوں میں بھی
شک کرتا تھا +

۳۴ ناصریوں کا فرقہ - وہ صرف عبرانی انجیل
متی کو مانتا تھا اور وہ اس انجیل
مروج سے مختلف تھی - انکی کتابوں
میں ہے کہ مسیح نے گارسے کے

پرند بنا کر انمیں پہونک ماری اور وہ اُڑ کر چلے گئے اور وہ مسیح کے مصلوب ہونے کے بہی منکر تہے +

دین حق کی تحقیق کا مصنف صفحہ ۸۸ میں کہتا ہے کہ پیغمبر علیہ السلام نے یہہ باتیں ناصری فرقہ سے لیکر قرآن میں شامل کی ہیں +

۳۵ نجرانی نصاریٰ۔ یہہ لوگ مشرق کیطرف منہ کرکے نماز پڑھا کرتے تہے (اُردو تاریخ کلیسیا مطبوعہ ۱۸۷۰ء حاشیہ صفحہ ۱۵۴) اس گروہ کے لوگ آنحضرت صلعم سے تثلیث پر مباہلہ کرنے کے لئے آئے ہے مگر ڈر گئے اور جزیہ دینے پر رضی ہو گئے نجران یمن ملک عرب میں شہر ہے +

۳۶ بریلوس اسقوف بصریٰ کا فرقہ۔ وہ مسیح کو ازلی نہ جانتا تہا +

۳۷ تیر تلیانی فرقہ۔ یہہ روح اور خدا کو بہی مادی سمجہتا تہا +

۳۸ کوپریانی فرقہ۔ کوپریانی نے یہ عقیدہ نکالا تہا کہ جو کلیسیا میں فرمانبرداری

کے ساتہہ زندگی بسر کرے وہ نجات نہ پائے گا۔ اس بنا پر اعتقاد تثلیث وکفارہ والوہیت مسیح سب بیکار ہیں

۳۹ ارجن کا فرقہ یہہ شخص ۲۲۳ء میں مدرس اسکندریہ کا مدرس تہا اسی کے وقت میں عیسائیوں میں جعلی کتابیں تصنیف کرکے حواریوں وغیرہم کے نام سے مشہور کرنے کا دستور زیادہ رائج ہوا اور چہہ سو برس تک جاری رہا (اُردو تاریخ کلیسیا مطبوعہ ۱۸۷۰ء صفحہ ۱۸۴-۱۸۵) مجلس نائیس میں جو پادریوں کو شادی کی ممانعت ہوئی تہی اور وہ خود بہی دین کے لئے خوجہ بن گیا تہا اسکا بانی بہی یہی شخص تہا اسکے عقائد افلاطونی فلسفہ اور عیسوی مذہب سے مرکب تہے یہہ لوگ روح کی تاثیر کے قائل نہ تہے صرف اپنے مجاہدہ کو موثر جانتے تہے +

۴۰ افلاطونی فرقہ۔ قریب اختتام دوسری صدی عیسوی کے اسکندریہ میں عیسائیوں کے ایک گروہ میں فلسفہ افلاطون کا

رنگ پیدا ہوا جو امور مذہب عیسوی
کے ان کی سمجھ کے برخلاف تھے۔
سب کا انکار کرتے تھے جیسا کہ آجکل
فلسفۂ جدید نے یوروپ میں مذہب
عیسوی کی مٹی خراب کر رکھی ہے
ایسا ہی اوس عہد میں تھا امونیس
سکاس اس گروہ کا ایک بڑا افضل
تھا جو تیس برس تک تیسری صدی
کے شروع میں درس دیا کرتا تھا۔

۴۱ پلوطنس کا فرقہ جسمیں ۲۶۲ء میں پورفیری
جو دین عیسوی کے برخلاف متون
کتابیں تصنیف کرتا رہا۔ اس فرقہ
میں داخل ہوا۔ یہہ لوگ چاروں
انجیلوں کو ایک فرضی داستان
سمجھتے تھے باوجود اس کے عیسوی
مذہب کے مدعی بھی تھے (اردو تاریخ
کلیسیا صفحہ ۱۸۵-۸۶)

۴۲ اکریوکراطس کا
فرقہ اس کے شاگرد دیدہ و دانستہ
بدکاریوں کے اصول کو اختیار کئے
ہوئے تھے ان لوگوں نے انجیل
کی مخالفت میں سب سے زیادہ سبقت
کی تھی مصلوبی مسیح کے سخت منکر تھے
(رومن ترجمہ قرآن وحاشیہ علمار
نصاریٰ مطبوعہ مشن پریس الہ آباد ۱۸۴۴ء
صفحہ ۸۳)

۴۳ قرود۔ اور مرکیین اور روتینین کا فرقہ اول ودوم

۴۴ فرقہ کا ذکر نامہ حواریوں کے آٹھویں
باب سے سمجھا جاتا ہے۔

۴۵ یہہ تینوں فرقے شروع میں تھے اور
سب کا یہہ اعتقاد تھا کہ حضرت
عیسیٰ کا باپ خدا خالق دنیا نہیں
نہ وہ خدا جو توریت کا خدا ہی بلکہ
وہ جو اس سے برتر تھا (ایضاً صہ ۱۹۹
مع حاشیہ)

۴۶ تاتیان کا فرقہ۔ انکراتیس کا فرقہ

۴۷ ان دونوں فرقوں کے لوگ درویشی
اور تصوف میں محو تھے۔ استغراق
اور ریاضت ہی کو نجات کا باعث
جانتے تھے رہبان انہیں لوگوں
میں سے ہوتے تھے مگر اور عیسائیوں
کے نزدیک یہ مردود شمار کیے جاتے
تھے۔ اس گروہ کے لوگ شام اور عرب

میں ظہور اسلام کیوقت بہت تھے اور انہیں خدا پرستی اور خدا ترسی کا بھی بہت کچھہ مادہ تھا ؛

۴۸ تھیوڈوٹس کا فرقہ - دوسری صدی عیسوی کے اختتام کے قریب یہہ فرقہ پیدا ہوا - اس گروہ نے اور ارتھمن کے گروہ نے شریعت موسوی کو ترک کرکے صرف اسی بات پر قناعت کر رکھی تھی کہ وہ حضرت مسیح کو محض انسان جانتے تھے ؛

۴۹ بوئی کا فرقہ یہہ لوگ مسیح علیہ السلام کے مصلوب ہونے اور پھر زندہ ہوکر آسمان پر چڑھ جانے کے سخت منکر تھے - (اردو تواریخ کلیسیا صفحہ ۲۰۲) -

۵۰ سبلیوس کا فرقہ - یہہ لوگ کہتے تھے کہ خدا کی ذات کا ایک جزء جدا ہوکر حضرت مسیح سے شامل ہوگیا اور اسیطرح دوسرا جزء منفصل ہوکر روح القدس بنگیا اسلیئے وہ قائل تھے کہ جو مصلوب ہوا وہ در اصل باپ خدا تھا نہ بیٹا اور اسکے پیرو پتیری پاسین کہلاتے ہیں -

(ایضاً صفحہ ۲۰۵)

۵۱ بالدی اور بالی فرقہ - ان دونوں کا ظہور

۵۲ ایک ہزار اسی یا نواسی عیسوی میں ہوا جبکہ فرقہ پراٹسٹنٹ کا نام و نشان بھی نہ تھا یہہ دونوں فرقہ رومی کلیسا سے عقیدہ میں بالکل مخالف تھے اور رومی عیسائی ان دونوں کو واجب القتل سمجھتے تھے (ہندی تواریخ کلیسیا مطبوعہ ۱۸۴۹ء صفحہ ۱۷۵) ؛

۵۳ الوجین فرقہ ہارن اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ فرقہ الوجین جو دوسری صدی میں تھا انجیل یوحنا اور نامجات یوحنا کا منکر تھا -

۵۴ مارسیونی فرقہ اسکا اعتقاد تھا کہ حضرت عیسیٰ مریم سے پیدا نہیں ہوئے بلکہ پچاس برس کی عمر میں ہوکر غیب سے اس جہان میں آگئے یہہ لوگ عہد قدیم کی کسی ایک کتاب کو بھی نہیں مانتے تھے نہ کسی انجیل کو مگر انجیل لوقا کو اور اس کے بھی اول دو دو باب کو جنہیں حضرت مسیح کا حضرت مریم سے پیدا ہونا لکھا ہے الحاقی کہتے تھے -

ہدایت المسلمین مطبوعہ لاہور ۱۸۶۸ء صفحہ ۵۵-۵۶ مختصراً

پولوس کے نامجات اسکی مکاری کے سبب نہیں مانتا تھا اور کہتا تھا کہ پولوس اصل میں رومی بت پرست تھا یروسلم میں اس مراد سے آکر ٹہرا کہ وہاں کے ایک عابد کی لڑکی سے شادی کرے جب وہ عاشق تھا جب وہ اپنی مراد کو نہ پہونچا تو عیسائیوں میں ملگیا اور یہود کی ضد میں توریت اور اس کے ابدی احکام کی تحقیر شروع		نزاری فرقہ۔ یہہ اول صدی عیسوی میں تھا اسکے لوگ پولوس کو اور اس کے نامجات کو نہیں مانتے تھے بلکہ اسکو مکار اور فریبی سمجہتے تہے وقائعہ پولوس مصنفہ بوسینجر کے دوسرے باب میں ہے کہ گری ساسٹن اپنی ایک تفسیر میں جو انہوں نے کتاب اعمال پر چوتھی صدی میں تصنیف کی تھی لکھتے ہیں کہ نزاری فرقہ جو شروع میں تہا وہ	۵۵

ف اس اختلاف شدید سے عاقل کو حیرت ہوتی ہے کہ اسقدر مخالف فرقوں میں سے جنکا اصول مذہب میں اختلاف ہے کون حق پر ہے اسیلئے اول زمانہ میں بھی عقلاء وحکماء نے اس اختلاف کو بطلان کی دلیل سمجھکر اس مذہب سے نفرت ظاہر کی اور اب بھی جو فلسفہ وسائنس کو ترقی ہوئی تو عقلاء وحکمائے نظر میں یہہ مذہب باطل ٹہیر گیا آج یورپ میں فیصدی پانچ بھی پڑھے لکھے اس مذہب کے معتقد نہیں بلکہ دہریئے اور مادی وطبعی ہوگئے مگر ایک قومی مصلحت سے اس مذہب کی تائید کو اپنی حکومت کی سرسبزی خیال کرتے ہیں اسلئے اسکی اشاعت وترویج میں سرگرم ہیں اگر کوئی اسلام کے مخالف فرقوں کو معارضہ میں پیش کرکے اسلام کی بطالت ثابت کرنا چاہیئے تو یہہ اسکی ناواقفیت ہے کیونکہ اسلام کے اصول ملت ودین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات سے ابتک یہی ہیں اللہ پر مع صفات ایمان لانا خدا کے نبیوں کو برحق جاننا اسکی منزل کتابوں کو برحق ماننا فرشتوں پر ایمان لانا قیامت کا آنا برحق سمجہنا قرآن کو کتاب آلہی اور اسکے ان مضامین کی جو عبارت سے ثابت ہیں تصدیق کرنا حضرت محمد صلعم کو رسول برحق جاننا۔ اور اعمال میں یہہ پانچ چیزیں اصول ہیں زبان سے اقرار شہادت کرنا نماز پڑہنا زکوۃ دینا روزہ رکہنا حج واجب ہوجائے تو ادا کرنا۔ قرآن میں جن چیزونکو منع کیا ہے انسے باز رہنا جن کا حکم دیا ہے اسکو بجالانا ان سب میں اسلام کر سب

کر دی اور ختنہ اور یوم السبت کو بھی اوڑا دیا اور شریعت پر عمل کرنے والیکو لعنتی قرار دیکر لوگونکو بے قید اور آزاد کر دیا +

انمیں سے اکثر باتوں کا پتہ کتاب اعمال اور پولوس کے خطوط سے بھی چلتا ہے چنانچہ کتاب اعمال کے ۲۲ باب میں خود پولوس اپنے آپ کو رومی الاصل کہتا ہے اور رومی اسوقت بت پرستی ہی تھے یہی وہ پولوس مقدس ہیں کہ جنکو اکثر عیسائی پیشوا مانتے ہیں اور موجودہ مذہب عیسوی خواہ رومن کیتھولک ہوں خواہ پراٹسٹنٹ پولوس ہی کا مذہب ہے یہاں تک کہ اسکے خطوں کو بھی جو معمولی ہیں الہامی اور انجیل مانا جاتا ہے یہ شخص حواری نہیں مگر حواریوں کو بھی دھمکاتا ہے اور اپنی تدابیر سے سب پر غالب آگیا تھا اہل اسلام بھی اسکو نہیں مانتے +

۵۶ متنبی فرقہ - اس فرقہ کو صاحب تواریخ

بقیہ حاشیہ صفحہ ۶۲۶ یہ سب فرقے شریک ہیں کسیکا بھی اختلاف نہیں البتہ اول صدی میں خلافت و امامت کی بابت باہم نزاع برپا ہوا علی کیطرف داری میں ایک گروہ نکلا جنکو شیعہ کہتے ہیں اسیطرح علی کے خلاف میں ایک گروہ اٹھا انکو خارجی کہتے ہیں پھر ایک گروہ تقدیر کا منکر بندہ کو اپنے افعال کا خالق کہنے لگا دوسرا ان کے بالکل خلاف فرقہ اوٹھا اول کو قدریہ دوسرے کو جبریہ کہتے ہیں پھر جہم بن صفوان صفات باری میں گفتگو کرنے لگا اس کے گروہ کا نام جہمیہ ہوا پھر فلسفہ یونانی جب عربی میں نقل ہوا اور لوگوں کو اسکی طرف سے رغبت ہوئی تو ایک گروہ شرعی باتوں کی ان کے موافق تاویل کرنے لگا اس گروہ کو معتزلہ کہتے ہیں اور جس گروہ اعظم سے یہہ نکلے ہیں وہ اہل سنت کا فرقہ ہے جو جمہور اہل اسلام کو حاوی ہے اور دنیا بھر میں وہی ہے یہ کل سات فرقے ہوئے پھر ان چھہ فرقوں میں بعض بعض امور میں اختلاف ایک ایک کے متعدد فریق بن گئے جن کی تعداد غالباً بہتر تک پہونچتی ہے اہل سنت - اہلحدیث - شافعی حنفی - مالکی - حنبلی لوگ ہیں مجتہدین کا نصوص سے احکام استنباط کرنے میں اختلاف آرا رہنا ایک یقینی بات ہے اسلئے اس اختلاف جزئیات فرعیات کو کسیکی بدعت و بدمذہبی پر محمول نہیں

	کلیسیا اُردو نے بھی صفحہ ۶ امین یعنی فرقہ لکھا ہے اب انکی بدعات کا حال نہیں معلوم کہ کیا تھیں ✣	بڑی کلیسیا ہیں اول گریک چرچ یعنے یونانی کلیسیا - دوئم رومن کیتھولک چرچ یعنے رومی کلیسیا - تیسرے پرا ٹسٹنٹ یعنے رومی کلیسیا کی منکر جماعت -
۵۷	فرقہ سنو بیت - بینی ڈوک ٹن و منیش	
۵۸	کار ہی سیت - یوہی فرقہ ✣	اول الذکر کلیسیا کی افسری کا دعوے شاہ روس کو ہے جو سینٹ پٹرزبرگ شہر میں رہتا ہے اور پہلے اوس کا دار السلطنت شہر ماسکو میں تہا اسکو دعوے ہے کہ حضرت مسیح خدا ہیں اور میں ان کا نائب و خلیفہ ہوں اسلیئے دنیا بھر پر حکومت کا استحقاق مجھے
۵۹	اور بھی بہت سے عیسائیوں کے	
۶۰	فرقے ہیں جنکا اعمال و عقائد میں سخت اختلاف ہے جنکی تعداد ننانوے سے بھی زیادہ ہے مگر اب جو دنیا میں اکثر موجود فرقے ہیں اور وہ تثلیث کے معتقد ہیں انہیں تین	

بقیہ صفحہ ۶۲۷ - کیا گیا اسی طرح اہل طریقت کیطرف جو لوگ منسوب ہیں چشتی قادری - نقشبندی وغیرہ وہ بھی کوئی اختلاف مذہب نہیں ان چند فرقوں کے لوگوں نے اگر اپنے تعصب فرعیات کو اصول مذہب نہیں بنالیا ہے اور اپنے مطالب کے استدلال میں آیات قرآنیہ کی تاویلات میں انکار کی نوبت نہیں پہونچادی ہے - یا آیندہ کوئی ایسا ہو تو اسکو جمہور اہل اسلام کا فرد خارج از اسلام نہیں کہتے یہہ اور بات ہے کہ ادنی اختلاف میں بھی ایک دوسرے کو آیات و احادیث متواترہ کا منکر قرار دیکر کافر بنا دیا کرتا ہے یہ مسلمانوں کی آپس کی جنگ ہے جو انکو ترقی سے مانع آئی - اب کل تین ہی فرقے موجود ہیں شیعہ جو ایران میں قدرے ہندوستان وغیرہ بلاد میں ہیں خوارج جو اطراف یمن وغیرہ میں ہیں باقی سب اہل سنت والجماعت ہیں ایک گروہ ہے اسکے مقابلہ میں مسلمانوں کے فرقوں کے ادنےٰ ادنےٰ اعتبارات سے لمبی چوڑی فہرست پیش کرنا ایک بڑی بدفہمی ہے ۱۲ منہ

۱۲ منہ

حاصل ہے +

اسکے ہم مذہب یعنے یونانی کلیسیا کے عیسائی اکثر حضرت سلطان المعظم خلد اللہ ملکہٗ کی عملداری میں رہتے ہیں اسلئے پادریوں کے ذریعہ سے اپنے ہم مذہبوں کو بہڑکا کر نت نئے فساد برپا کرتے رہتے ہیں جسکی طرف تمام کوشش دولت علیہ کی مصروف رہتی ہے۔ اور کسی عمدہ تدبیر کیطرف توجہ کرنے کی کم فرصت ملتی ہے +

جو شخص اپنے گہر پر پتھر پہینکے اوسکا علاج یہی نہیں ہے کہ اسکے پتھروں سے بچاؤ کرے بلکہ اس کے گہر پر اسقدر پتھر برسائے کہ اسکو پتھر پہینکنے کی مہلت نہ ملے کاش سلطنت علیہ بھی اسکی رعیت میں جو بکثیر مسلمان اور سلطان کے ہمذہب ہیں اپنے علما بہیجکر ایسے فتنہ برپا کرائے کہ روس پھر اطمینان سے ایسے فتنہ نہ اوٹھائے اور پناہ مانگ جائے مگر اب جاپان کی شکست سے روس کے ہوش وحواس پریشان ہیں سلطنت کی چولیں ڈھیلی ہوگئی ہیں +

دوسری کلیسیا کا سردار پوپ جو ملک اٹلی کے مشہور شہر رومیہ میں رہتا ہے وہ کہتا ہے کہ مسیح جو خدا ہے اسکی نیابت وخلافت کا استحقاق مجھکو ہے جو مسیح کے حواری پطرس[1] (شمعون) سے نیابتاً ووراثۃً مجھہ تک پہونچا ہے اور بہشت ودوزخ کی کنجیاں بھی میرے ہی ہاتہ میں ہیں ہر شخص میرے انڈلجنس یعنے پروانہ کے وسیلہ سے عذاب دوزخ سے نجات اور بہشت میں دخل پا سکتا ہے۔

[1] پطرس یونانی کلمہ ہے جسکے معنی پتھر کے ہیں کسی انجیل میں شاید یہ بھی ہے کہ حضرت عیسےٰ نے فرمایا تہا کہ میں اپنے کلیسیا کی بنیاد پتھر پر قائم کرونگا جو بہت مضبوط ہے۔ اسی سے رومی کلیسیا کے عیسائی یعنے رومن کیتہولک یہ سمجھتے ہیں کہ مسیح کا خلیفہ برحق پطرس ہے اور وہی سب حواریوں سے افضل ہے۔ اس گروہ کے عیسائی کہتے ہیں کہ دینی انتظام بغیر اسکے ممکن نہیں کہ ہمیشہ ایک شخص نائب خدا دنیا میں رہے اور وہ پطرس تہا پھر اسکے بعد دیگر پوپ ہوتے آتے ہیں پوپ جو مسند خلافت

ہر شخص کو پوپ یا اسکے نائب پادری کے سامنے اپنے گناہوں کا اقرار اور بیان کرنا بھی لوازمہ نجات سے سمجھا جاتا ہے یہہ لوگ مسیح کی صلیب اور مریم کی تصویر کو بھی پوجتے ہیں قدماء اہل اسلام کی کتابوں میں انہیں کو اہل چلیپا لکھا ہے اور اسی گروہ سے اندلس و شام و مصر وغیرہ بلاد میں خونخوار لڑائیاں ہوئیں ہیں اور اسی گروہ کے لوگوں نے حرب صلیب قائم کی تھی جو کئی صدیوں تک مسلمانوں اور عیسائیوں میں بیت المقدس فتح کر لینے پر خونریز جنگ کے شعلہ افروختہ ہوتے رہے جبکو صلاح الدین یوسف نے اپنی آبدار شمشیر کے پانی سے بجھایا۔ اور اس عہد میں یہی گروہ زیادہ تر یورپ میں تھا اور تمام یورپ پر پوپ ہی کی حکمرانی مذہبی طور سے تھی۔ اس مذہب میں فرانس۔ اٹلی ڈچ۔ پرتگیز وغیرہ سلطنتیں ہیں۔ اس مذہب میں توہمات پرستی قبر پرستی صدہا جاہلانہ توہمات ہیں ✚

تیسرا گروہ پراٹسٹنٹ اسمیں انگلستان۔ جرمنی۔ امریکہ وغیرہ ہیں یہ کلمہ انگریزی زبان میں اسم فاعل کا صیغہ ہے جو مصدر پروٹسٹ سے مشتق ہے جسکے معنی ہیں کسیکی مخالفت کا

بقیہ صہ ۶۲۹۔ پر بیٹھتا ہے وہ اپنے پیر کا روحانی فرزند سمجھا جاتا ہے۔ ہندوں کے سادھوں اور گوشائیوں کی طرح پوپ اور اوسکی خانقاہ کے مرد و زن شادی نہیں کرتے اور ملنگ رہنے کو مسیح کی خدمت سمجھتے مگر جو جو قباحتیں وہاں ظہور میں آئیں اور آتی رہتی ہیں ان کے ذکر سے شرم آتی ہے ان شرمناک واقعات کو دیکھکر جرمن کا رہنے والا مارٹین لوتھر پوپ سے برگشتہ ہوگیا اور پراٹسٹنٹ فرقہ کا بانی ہوا ۱۲ منہ

ف پراٹسٹنٹ فرقہ مذہب میں توریت یا انجیل کا تابع ہے یا اپنے بادشاہوں اور پارلیمنٹ کا گولڈ اسمتھ کی تاریخ انگلستان مطبوعہ ۱۸۵۳ء صفحہ ۱۰۰ سے معلوم کر سکتے ہیں وہ لکھتے ہیں

یہہ نقشہ عبادت کا ۱۵۴۸ء میں پارلیمنٹ کے حکم سے بدلا گیا سال آئندہ ایڈورڈ ہشتم نے بارہ بشپ اور چہہ پادریوں کی کمیٹی کو حکم دیا کہ عبادت کا دوسرا نقشہ بنا دیں اور ۱۵۵۲ء میں انہوں نے اپنی عبادت کا طور بدلا لوگوں نے خیال کیا کہ اس ترمیم نے عبادت کے طرز کو کامل کر دیا ہوگا۔ مگر افسوس کہ ۱۵۵۹ء میں ملکہ الزبتھ ملک انگلینڈ

اعلانیہ اقرار کرنا چونکہ یہہ جماعت رومی کلیسیا کا اعلاناً انکار کرتے رہے اسلئے پروٹسٹنٹ کہلاتے ہیں۔ اس فرقہ کا بانی مارٹین لوتہر جرمنی ہے جو تقریباً پندرہویں صدی عیسوی میں تہا ہسپانیہ اندلس ہیں مسلمانوں سے تعلیم پائی تہی یہہ پوپ سے برگشتہ ہوگیا اور اس کی بدعات کا اعلاناً انکار کرنا شروع کیا ہرچند ابتدا میں طرفین میں بڑی خونخوار لڑائیاں ہوئیں ایک فریق نے دوسرے فریق کو زندہ آگ میں جلایا مگر اس گروہ میں رومی کلیسیا اور پوپ کی بیجا اطاعت سے آزادی تہی اور سوقت کے بادشاہ بہی پوپوں کے تشددات اور دخل در معقولات سے عاجز آگئے تہے اسلئے جلد اس گروہ کا رواج ہوا اور بڑے بڑے عیسائی بادشاہ بہی اسی مذہب میں داخل ہوگئے +

اس فریق کو لوتہرن فریق بہی کہتے ہیں یہہ رومی اور یونانی کلیسیا کے عیسائیوں کو کافر و بت پرست سمجہتے ہیں اور وہ انکو بے دین اور زندیق خیال کرتے ہیں +

پہر اس فرقے میں سے بہی بہت سے فریق پیدا ہوگئے اور آپسمیں ایک فریق کا دوسرے سے ایسا سخت اختلاف ہے کہ جو مسلمانوں کے کسی فریق میں بہی نہیں یہاں تک کہ سنی و شیعہ دو مخالف گروہوں میں بہی وہ اختلاف نہیں مگر ان فرقوں نے چند عرصہ سے باوجود اس اختلاف شدید کے اس امر پر اتفاق کرلیا ہے کہ جو قوت و دولت باہمی نزاع میں صرف کیجاتی ہے وہ سب غیر قوموں کے زیر کرنے اور عیسائی بنانے میں صرف کیجائے اور آپسمیں ایک دوسرے سے متعرض نہو ہر ایک اپنے اپنے دین پر قایم رہے اسلئے غیر مفتوحہ ملکوں کو باہم فرضی طور پر

بقیہ ص ۶۳۰ ہوئی اور اسنے ایک عجیب کی بیٹی کی شاہ جیمس اول نے ۱۶۰۳ء میں پہر نماز کا دستور بدل ڈالا اسکے بعد ۱۶۶۲ء میں جیمس دوئم نے پہر اسے تبدیل کیا الخ

اس مذہب میں سور شراب سب درست ہے کفارہ کا اعتقاد ہر ایک بدکاری کے لئے کافی ہے طہارت و نجاست حلت و حرمت بہی ان کے نزدیک کچہہ نہیں سب چیزیں ان کے لئے پاک ہیں اس آزادی کے سبب یورپ میں اس مذہب کا رواج ہوا۔ ۱۲ منہ

تقسیم کر لیا ہے پھر ان پر تسلط کرنے اور عیسائی بنانے کے ۲ دو طریق ہیں +
اول ان کے سواحل پر تجارتی کوٹھیاں قائم کرتے ہیں پھر رفتہ رفتہ اوس ملک کے عوام اور امراء سے ساز باز کر کے اندر گھستے جاتے ہیں اور اپنے آنے سے پہلے پادریوں اور ڈاکٹروں کو اپنی رسائی کا ذریعہ بنا کر بھیج دیتے ہیں اس عرصہ میں اوس ملک کی حکمت سے کمزوری پیدا کر نے کے عجیب و غریب اسباب پیدا کرتے ہیں اور امراء میں نفاق کی بنیاد ڈال کر آپس میں لڑاتے اور ایک گروہ کے مددگار بنکر غالب و مغلوب دونوں کو قبضہ میں لاتے ہیں کہیں ایسے معاہدہ کرتے ہیں کہ جنگی رو سے اوس ملک اور بادشاہ کی کمزوری کے وقت چڑہائی کر کے اس کو لے سکیں پھر ملک کو فتح کر کے ہمیشہ کے لئے سخت طرح سے اپنے قابو میں کر لیتے ہیں کبھی کسی سلطنت کو ترقی کا سبز باغ دکھا کر قرضہ دیتے ہیں اور پھر اسکے جال میں ایسا پھانستے ہیں کہ باہر ہونا محال ہو جاتا ہے پھر تعلیم کا ایسا بیکار معیار قائم کرتے ہیں کہ لوگوں کو صنعت و حرفت سے تو آشنائی نہو مگر اس علوم سے مانوس ہو جائیں ان کے اخلاق و خیالات کا اپنے پورا اثر پڑے یورپین ساخت کی چیزوں کی طرف رغبت ہو جائے انکا رعب غالب آجائے اخباری دنیا کے ملمع کار باتوں کو جلد تسلیم کرنے لگیں اپنے مذہب و ملت اور حب الوطنی سے لگاؤ نرہے +
دوئم پادریوں کے وہ لشکر متعین کرتے ہیں کہ جن سے عہدہ برا ہونا محال ہو جاتا ہے صدہا زنانہ و مردانہ اسکول و کالج اور شفا خانے کھولدیئے جاتے ہیں اور اسپر لاکھوں کروڑوں روپیہ صرف کر کے محتاجوں حاجتمندوں کو کہیں فریب سے کہیں کسی لالچ سے عیسائی بناتے ہیں پھر کہیں قحط زدہ بچوں کو کہیں لوگوں کے چھوٹے بچوں کو بہکا پھسلا کر منگاتے اور مشن میں غائب کر دیتے ہیں ماں باپ روتے پٹتے مر جاتے ہیں کہیں بیگانہ منکوحہ عورتوں تک کو بلا کر غائب کر دیتے ہیں اور جو کوئی عدالت میں دعویٰ دائر کرتا ہے تو بہت ہی کم کامیاب ہوتا ہے غریب کلیجہ تھام کر رہجاتا ہے۔ پھر کہیں کسی فرضی شخص کو مدینہ کا مجاور

ظاہر کر کے اسکے نام سے جھوٹے اشتہار شایع کرتے ہیں کہ مجھے آنحضرت صلعم نے بشارت دی ہے کہ ابکے سال کئی لاکھہ حاجیوں میں سے تین با ایمان مرے باقی بے ایمان اور فلاں فلاں روز یہہ یہہ آثار قیامت برپا ہونگے اور فلاں روز یہہ ہوگا بڑے پیر اور امام حسن حسین کے نام پر مسلمان فلاں چیز پر فاتحہ دلائیں اور روزہ رکہیں وغیرہ تاکہ عوام مسلمانوں کے دلوں میں ان آثار کے ظاہر نہونے پر پیغمبر علیہ السلام کیطرف سے شک پیدا ہو جائے کہیں اپنے آپکو مسلمان ظاہر کر کے عیسائیوں سے مناظرہ کرتے اور آخر میں ہار جاتے اور مذہب عیسائی کے برحق ہونے کے قائل ہو جاتے ہیں۔ تاکہ عوام مسلمانوں کے دلوں پر اثر پڑے باوجودیکہ شہر کی مینوسپالٹی میں ان کے قوم کی کچہہ بہی آمدنی نہیں ہوتی مگر رفاہ عام کے حیلہ سے سینکڑوں روپیہ ماہوار مقرر کرا لیتے اور اسکو اپنے مذہب کی اشاعت میں صرف کرتے ہیں۔ پہر منادوں اور کتابوں اور رسالوں کے ذریعے اودہم مچاتے ہیں۔ الغرض بہت حیلے اور تدبیریں عمل میں لاتے ہیں مگر اسپر بہی بہت ہی کم لوگ اون کے دام میں آتے ہیں گو یہہ نقشہ میں کارروائی دکہانے کو سینکڑوں کی تعداد کو ہزاروں کر کے دکہاتے ہیں۔ اسبات پر پادری اینرک ٹیلر کی وہ اسپیچ گواہ ہے جو اسنے کئی سال افریقہ میں محنت جانکاہ اور بیشمار روپیہ صرف کرنے کے بعد سینکڑوں چرچ کے ممبروں کے سامنے بیان کی تھی کہ ہماری سالہائے دراز کی محنت کا افریقہ میں کچہہ بہی اثر نہوا جن لوگونکو زر کثیر صرف کر کے عیسائی کیا تہا جب ہم وہاں واپس آئے تو سب کو مسلمان پایا۔

لہ یہہ تمام تدابیر صرف اسلئے نہیں کہ وہ در اصل مذہب عیسوی کو حق جانکر اس کی اشاعت فرض جانتے ہیں بلکہ سلطنت کو عیسائیوں پر پورا اعبرہ ہے کہ وہ کبھی بغاوت نکریں گے اسلئے ان میں اور عام رعایا میں ایک امتیاز خاص پیدا کرتے ہیں مگر تجربہ سے یہہ خیال غلط ثابت ہوتا جاتا ہے جب حب الوطنی کا مسئلہ پیش آجاتا ہے تو سب سے اول یہی لوگ آزادی کے خواستگار ہوتے ہیں۔ امریکہ ٹرانسوال وغیرہ کے نظائر موجود ہیں ۱۲ منہ

بجائے مردم خوری کے ان میں انسانیت اور مہمان نوازی بھی آگئی۔ بجائے نامردی کی
اب وہ شجاع بھی ہوگئے بجائے توہمات پرستی کے وہ خدائے واحد کی پرستش کرنے
لگے اخلاقی اور طہارت کا بھی انہیں ایک معتد بہ حصہ نمایاں ہونے لگا اسلئے ہمکو مجبوراً
اقرار کرنا پڑتا ہے کہ یہہ سب اسلام کی اندرونہ خوبی کا سبب ہے جو لوگوں کے دلوں پر مقناطیسی
اثر رکھتی ہے اسیلئے دن بدن افریقیہ میں ہزاروں بلکہ لاکھوں لوگ بعض تجار عرب کے
سبب مسلمان ہوتے جاتے ہیں ہمکو اس سے ناراضی نہونا چاہیئے۔ کیونکہ اسلام بھی مذہب
عیسوی کی ایک شاخ ہے الخ ہندوستان میں تخمیناً سو برس سے مشنری اسی کوشش
میں ہیں لیکن ابتک جو اگلی پچھلی عیسائیوں کی تعداد ظاہر کیجاتی ہے تو بہت ہی کم
ہے۔ برخلاف اس کے اول مردم شماری کے بعد جو دو تین برس ہوئے دوسری
مردم شماری ہوئی تھی اسمیں صرف دس بارہ برس کے اندر مسلمانوں کی تعداد کا تین لاکھ
سے زیادہ اضافہ تھا۔ جسپر اہل الرائے نے قیاس کیا تھا کہ اگر یہی اسلام کی افزونی
رہی تو ایک صدی کے اندر اندر تمام ہندوستان کے لوگ مسلمان ہوجائیں گے
اگر مسلمان پادریوں سے دسواں حصہ بھی کوشش اور انتظام کریں تو پھر حیرت نما ترقی
نظر آئے مگر ابھی تک وہ خواب غفلت میں بیہوش ہیں اور تمام قوت آپسکے جھگڑوں میں
صرف کر رہے ہیں لیکن الحمد بعد اب کچھ بیدار ہوتے چلے ہیں ان کے بادشاہوں نے
بھی کروٹ بدلی ہے للہ الحمد +

ف بیت المقدس جسکے فتح کرنے کی بشارت عہد قدیم میں ایک بابرکت اور باخدا قوم کے لئے ہی کچھ بعد
حضرت عمر کے زمانہ سے ابتک اہل اسلام کے قبضہ میں ہے اب حضرت سلطان المعظم کے زیر حکم ہے وہاں
ہر سال ہزاروں لاکھوں عیسائی بطور حج کے جاتے ہیں اور یردن ندی میں جہاں حضرت مسیح علیہ السلام
نے حضرت یحیی علیہ السلام کے ذمانیسے غوطہ لگایا تھا۔ غوطہ لگاتے ہیں اور تبرک کے طور پر وہاں کا پانی
اسطرح لیجاتے ہیں کہ جسطرح ہندو گنگا جل عیسوی مذہب میں داخل ہونے کی شرط پانی میں غوطہ لگانا ہے

فصل (۵)

(ویدوں پر بحث)

اکثر ہندووں[۱] کا دعوے ہے کہ ان کے بزرگوں پر بھی آسمانی کتابیں نازل ہوئیں ہیں اور ان میں معارف و سعادت انسانی کی تعلیم ہے۔ اور وہ چار کتابیں ہیں رگوید۔ **یجروید۔ شام وید۔ اتھربن وید۔** وید کو عوام بید بھی کہتے ہیں واو کو بے سے بدل کر۔ اسکے معنے علم و دانش کے ہیں جسکو ودیا کہتے ہیں۔ انکا دعوے ہے کہ ان کتابوں میں علم و دانش ہے اسلئے ہر ایک کے ساتھ لفظ وید ملا دیتے ہیں۔ اب انکے اصلی نام رگ۔ یجر۔ شام۔ اتھر د سمجھنے چاہیں۔ جو ان کے مصنفوں یا جمع کرنے والونکی نام خیال کیے جا سکتے ہیں کم از کم اتنا تو ضرور تسلیم کرنا پڑے گا کہ ان چاروں اشخاص کے نام سے ان چاروں کتابوں کا نامزد ہونا کوئی خصوصیت خاص رکھتا ہے۔ اور

بقیہ صفحہ ۶۳۴۔ جو پادری کے حکم سے لگایا جاتا ہے جسکو اصطباغ یا بپتسمہ کہتے ہیں پھر ان میں آکر اختلاف پڑ گیا ہے بعض کے نزدیک پانی کا چھینٹا دینا ہی کافی ہے عشاء ربانی بھی عیسوی مذہب میں ایک متبرک عبادت ہے چند اشخاص شراب اور کچھ روٹیاں مسیح کا گوشت اور خون سمجھکر کھاتے ہیں صلیب انکی مذہبی علامت ہے اور نہیں تو گلے میں ایک ذبیحی صلیبی طرز سے باندھتے ہیں ۱۲ منہ

[۱] وام مارگی۔ جینی۔ بودھ مت۔ ناسٹک یعنی ملحد ودہریئے۔ اکثر جوگی یعنی ہندوؤں کے صوفی۔ نانک پنتھی۔ دادو پنتھی۔ کبیر پنتھی۔ اور دیگر بہت سے گروہ جو ہندوستان کے قدیم باشندے مانے گئے ہیں اور اب وہ یا خانہ بدوش ہیں یا جنگلوں۔ پہاڑوں میں رہتے ہیں جیساکہ قوم سونتھال جو بنگالہ نواح بردوان میں دور تک پہاڑوں میں آباد ہے یہ سب ویدوں اور شاستروں اور ہندو دہرم کی کتاب منوسمرتی وغیرہ کو نہیں مانتے۔ اور بودھ فرقہ تو ویدونکا یہاں تک دشمن ہے کہ جب انکا ہندوستان میں غلبہ ہوا تو تلاش کر کے ویدوں اور ویدیوں کو غارت کیا۔ اور الہامی

تصنیف و تالیف سے بڑھکر اور کیا خصوصیت ہو سکتی ہے۔ کیونکہ شارح اور اس کے
عامل کے نام سے کوئی کتاب نامزد نہیں کیجاتی۔ اس سے صاف طور پر یہہ نتیجہ بر آمد ہوتا
ہے کہ یہی چار اشخاص ان کتابوں کے مصنف یا ملہم یا مولف ہیں۔ مگر ہندوؤں میں
ان کے مصنفوں کی بابت بڑا ہی اختلاف ہے **قدیم** ہندو جنکو سناتن دہرم کی
نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ ان چاروں کا مصنف **برہما جی** کو کہتے ہیں کہ انکی
چار موںہہ تہے ہر ایک موںہہ سے ایک وید صادر ہوا ہے۔ واقف کار پنڈتوں کا ایک
گروہ کثیر یہہ کہتا ہے کہ انکا کوئی خاص شخص مصنف نہیں۔ بلکہ ہر ایک وید کے مختلف
اشخاص مصنف ہیں کیونکہ ہر ایک وید کے منتروں کے شروع میں ان کے بنانے والے
اور ان کے وزن شعری گائیتری وغیرہ ابتک لکھے ہوئے موجود ہیں چنانچہ یجر وید کے
منتروں کے مصنفوں کے چند اسمار یہ ہیں پرمیشٹی۔ انگرا۔ پرجاپتی۔ وروپ۔ سوشرت
دیو وات۔ وام دیو۔ بہردواج۔ گوتم۔ ولستار۔ سوبندہو۔ میدہاتی۔ مدہو چہندا۔ آتری
وشوامتر گرپستمد۔ وسشٹ۔ کشپ۔ اگنی۔ یجر پرش وغیرہ۔

ہندوؤں کا آریہ فرقہ جو مصلح مذہب ہے وہ کہتا ہے کہ یہہ چاروں ویدان چار
اشخاص پر الہام ہوئے تہے۔ اگنی۔ وایو۔ ادت۔ انگرا۔ مگر ان کے پاس اسبات پر
بجز تخمین اور ظن کے کوئی بہی دلیل نہیں جسکو ویدوں کے ماہر تسلیم کر سکتے ہوں۔ مترجم
و شارح وید سر مونیر ولیمس کہتے ہیں کہ ویدوں کی بابت لوگونکی مختلف رائیں ہیں۔
(۱) بعض پرمیشور سے پیدا ہوئے مانتے ہیں (۲) بعض کہتے ہیں کہ برہم سے ایسے نکلے
ہیں کہ جیسا ایندہن سے دہواں نکلتا ہے (۳) بعض کہتے ہیں کہ اگنی (آگ) وایو
ہوا وغیرہ عناصر سے پیدا ہوئے ہیں (۴) بعض کہتے ہیں کہ وید گائیتری میں سے

بقیہ ص ۶۳۵۔ اور آسمانی ہونیکا دعوی بہی حال میں مسلمانوں سے سنکر فرقہ آریہ نے کیا ہو ورنہ قدما ہنود
توان الفاظ سے آشنا ہی نہ تہے البتہ ویدوں وغیرہ کو اپنے دہرم کی کتابیں ضرور جانتے تہے ۱۲ منہ

نکلے ہیں (۵) اتھروید کانڈ ۱۹۔ انوواک ۶ ہ ۵ میں انکی پیدایش کال سے بتائی ہے (۶) کتاب ستت پیتہ براہمن میں اگنی وایو آوت (سورج) سے ترتیب وار رگ یجر شام وید کی پیدایش لکھی ہے اور منوسمرتی ادہیائے اشلوک ۲۳ میں بھی یہی بتایا ہے (۷) پرش شکت یجر ادہیائے ۳۱ کے بموجب پرش (انسان) سے پیدا ہونا لکھا ہے وغیرہ از دیباچہ گوید ادی بھاشیہ بھومکا مطبوعہ مفید عام لاہور ماہ نومبر سنہ ۱۹۰۲ مترجم نے ان اقوال کو تسلیم کرکے یہ جواب دیا ہے کہ سب کا مطلب ایک ہی ہے لیکن سب کچھ کہنا ایک بعید از کار تاویل کرنا آریوں ہی کا کام ہے۔ ان سب کے بعد ہم قول محقق بتائیں گے کہ وید کس کی تصنیف ہیں ویدوں کے جملوں کو **شرتی** کہتے ہیں جسکے معنی ہیں شنیدہ۔ کیونکہ مدتوں تک وید تحریر میں نہ آئے تھے سننے سنانے ہی پر مدار تھا اور ہر ایک جملہ کو رچا کہتے ہیں جسکے معنی ہیں یا مبالغہ تعریف کسلئے کہ دیوتاؤں کی بیحد مدح ان میں ہے **ویدوں** کی پوری عادکو **منتر** کہتے ہیں۔ اور پانچ یا چار منتروں کے مجموعہ کو **ورگ** کہتے ہیں۔ غالباً اور الفاظ کیطرح یہہ بھی ژندی زبان سے ماخوذ ہے جو برگ سے لیا گیا ہے کیونکہ اسوقت ویدونکے چند منتر بڑے بڑے پتوں ہی پر لکھے جاتے تھے کاغذ نہ تھا اور کاغذ موجود ہوجانے پر بھی اسی پرانے محاورے کے لحاظ سے ابتک ورق کو ہندو پتر یا پتر کہتے ہیں حالانکہ پتر کے معنی کاغذ کے نہیں بلکہ پتہ کے اور چند ورگ کے مجموعہ کو **ادھیا** کہتے ہیں جسکے معنے سبق کے قریب قریب ہیں کیونکہ استاد شاگرد کو ایک سبق میں چند پتے پڑھا دیتا تھا اور آٹھہ ادھیا کا ایک **اشٹک** ہوتا ہے یہہ بھی پاژندی زبان سے ماخوذ معلوم ہوتا ہے جو ہشتک سے لیا گیا ہے ابتک ہشتی کو ہندو اشٹمی کہتے ہیں۔ رگوید کے آٹھہ اشٹک ہیں ✤

ایک دوسری تقسیم یوں بھی ہے کہ چند رچاؤں کو **سوکت** کہتے ہیں یہہ بھی غالباً لفظ سوخت سے ماخوذ معلوم ہوتا ہے کس لئے کہ دیوتاؤں کو جو ویدوں کے معبود ہیں

نذر نیاز پہونچانے وقت آگ پر رچائیں جو دیوتاؤں کی مدح میں ہیں پڑھکر گھی وغیرہ جلاتے تھے اور اب بھی یہی دستور ہے۔ اور کئی کی سوکت کا ایک **انوواک** ہوتا ہے یہ بھی نو بانگ سے ماخوذ معلوم ہوتا ہے۔ اسکے معنے ہیں نیا مضمون یا نئی آواز اور سو سے زائد انوواک کا ایک **منڈل** ہوتا ہے منڈل فارسی میں بمعنی حلقہ و دائرہ کہتے ہیں اس مناسبت سے کہ یہ اسقدر انوواک کو محیط ہے یا اس قسم کے انوواک پڑھتے ہوئے منتری لوگ اپنے اردگرد منڈل یعنے حلقہ کر لیتے تھے اور اب بھی جادوگر منتر پڑھتے وقت ایسا کیا کرتے ہیں رگوید میں دس منڈل ہیں +

کانڈ گانٹھ کو کہتے ہیں پنجابی زبان میں اسکو گانڈ کہتے ہیں۔ یعنے ایک بستہ پہلے زمانہ میں بہت سے بھوج پتر کے پتوں کو جنپر وید لکھا ہوا ہوتا تھا۔ ایک بستہ میں رسیوں سے باندھ لیتے تھے اسلیے اس مٹھے (مٹھے) کو کانڈ کہتے تھے +

پستک بمعنی کتاب۔ یہ پوستک سے ماخوذ ہے ابتدا میں ان نووارد آریوں کا کوئی مقام اور خاص شہر نہ تھا مسافرانہ خانہ بدوشوں کیطرح جہاں سبزہ اور پانی دیکھا اپنے جانوروں کو لیکر چلے جاتے اور اپنے علمی مجموعہ کو کھال میں بھر لیتے تھے۔ پھر یہ لفظ رفتہ رفتہ کتاب و دفتر کے معنے میں مستعمل ہونے لگا +

رگوید کے ایک سو اکیس اور یجروید کے ایک سو ایک اور شام وید کے ایک ہزار اور اتھروید کے نو پستک تھے مگر اب شاکل منی اور باشکل منی والے رگوید کے یعنی سنگتہا کے اور یجروید سنگتہا کے سیاہ و سفید نسخے کے اور شام اور اتھروید کی صرف ایک ایک شاخ باقی ہے اس کے سوا اور ندارد نہ معلوم کس عہد میں کیونکر ضائع ہو گئے +

پاٹھک سے مراد کتاب کی ایک فصل یا باب ہے جسکے معنے پڑھا گیا جب اسکو بڑا کر کے دکھانا ہوتا ہے تو اس کے اول لفظ پر لگا دیتے ہیں پر پاٹھک کہتے ہیں اور تصغیر کرنی ہوتی ہے تو لفظ کا اخیر میں زیادہ کر دیتے ہیں پاٹھکا۔ کانڈکا +

ویدونکے دو حصہ ہیں اول کو جسمیں صرف منتر ہیں سنگھتا کہتے ہیں دوسرے حصہ کو جسمیں ان منتروں کے فوائد اور طریق عمل اور دستورات و حکایات متعلقہ بحصہ اول ہیں اسکو براہمن یا براہمنا کہتے ہیں۔ فرقہ آریہ اس حصہ کو شرح سمجھتا ہے اصل وید نہیں مانتا۔

ویدوں کی تالیف کا زمانہ

رگوید کے ویوالا۔ اور ان کے انوکرمنکا (فہرست) اور کتاب شت پتھ اور سوتر (دستورات) کی کتابیں دیکھنے اور خود ویدوں میں غور کرنے سے انکی تالیف کا زمانہ معلوم ہو سکتا ہے جسکا پتا زمانہ حال کے شارحین و مترجمان وید فضلا یورپ نے لگایا ہے چنانچہ ولسن میکس مولر وغیرہ نے۔ اور نیز تمام سرکاری تعلیم گاہوں میں جو ہندوستان کی تاریخ پڑھائی جاتی ہے اسمیں تصریح ہے کہ مسیح سے تخمیناً ایکہزار بقول بعض کچھ زیادہ برس سے پہلے وید تالیف ہوئے ہیں۔ چونکہ یہہ تعداد تخمینی ہے اسمیں اختلاف ہونا معمولی بات ہے اس اختلاف سے یہہ نتیجہ نکالنا کہ یہہ سب تحقیق بیکار اور غلط ہے جیسا کہ آریہ کہا کرتے ہیں محض کم فہمی ہے۔ میرے خیال میں مسیح سے دو ہزار برس سے بھی کچھ زیادہ پیشتر وید تصنیف ہوئے ہیں اور یہہ نووارد آریہ قوم کی تالیف راجہ رام چندر جی کے عہد سے شروع ہو کر راجہ پانڈ کے عہد میں ختم ہو گئی تھی اسلیئے ہندوستان کے اصل باشندے بھیل گونڈ سونتہال وغیرہ جو آریہ قوم کے آنے سے مقہور و ذلیل ہو گئے اور پہاڑوں۔ اور جنگلوں کے سوا ان کا کوئی مسکن نرہا۔ ابتک بھی ویدوں کے قائل نہیں مسیح سے دو اڑھائی ہزار برس پہلے وسط ایشیا سے ایک قوم ہندوستان کیطرف متوجہ ہوئی اور رفتہ رفتہ وہ ہندوستان پر قابض ہوتی گئی ایک عرصہ تک ان کا جولاں گاہ پنجاب کا شرقی کنارہ سرستی ندی کا نواحی ہی رہا۔ ابتدا میں یہہ قوم خانہ بدوش تھی آپسمیں ذات اور گوت کا جیسا کہ بعد میں پیدا ہوا چنداں امتیاز نہ تھا وہ شکار کرتے اور گوشت

کہاتے اور قدیمی ہندؤ وںسے لڑتے بھڑتے مارتے لوٹتے رہے۔ اور اہل ہند کی بہ نسبت وہ قد آور بہادر شگفتہ رنگ بہی تہے اور بالکل ممیز و ممتاز بہی تہے ٭

مذہبی خیالات میں وہ ایرانیوں کے تابع تہے کیونکہ اس عہد میں شاہان کیانیہ کا نیرہ اقبال نصف النہار تک پہونچا ہوا تہا اور وسط ایشیا بلکہ اکثر ایشیا کے آباد حصوں پر انکا پورا تسلط اور اقتدار مسلم ہو چکا تہا۔ اور یہہ طبعی بات ہے کہ فاتح اور اقبالمند قوم کے علوم اور اون کے دستورات انکا مذہب بلکہ ان کے زبان نہایت اعزاز کی نگاہوں سے دیکہی جاتی ہے اور اسکو بڑے فخر و مباہات کے ساتہ اختیار کیا جاتا ہے انکا مذہب بہی انہیں کے مذہب عناصر پرستی وغیرہ سے ماخوذ تہا۔ انکی علمی زبان بہی انہیں کی ژند کی زبان سے ماخوذ تہی جسکو ہندو دیوبانی کہتے ہیں یعنے سنسکرت اسی زبان میں ان کے وید اور دیگر مذہبی کتابیں ہیں چنانچہ آریوں کا قول ہے کہ لوکک الفاظ اور ہیں یعنے عوام کی بول چال اور ویدک الفاظ اور ہیں۔ اور خود اسکے بہی مقر ہیں کہ وہ زبان جسمیں وید بنے تہے اسوقت عام زبان نہ تہی ٭

اسمیں بہی کوئی شبہ نہیں کہ تمدن کو زبان کے ساتہ ایک قدرتی تعلق ہے جوں جوں تمدن میں اصلاح اور ترقی ہوتی جاتی ہے اسیقدر زبان بہی صاف اور منجہتی جاتی ہے۔ اس قاعدہ کے مطابق ویدوں کی زبان اور مابعد کی کتابوں کی زبان میں ایک صریح فرق ہے جسکا کوئی سنسکرت داں انکار نہیں کر سکتا۔ ویدوں کے محاورے اور ان کے فقروں کی بندش اور مضمون کا پہیکا پن وزن عروض کی بیقاعدگی صاف بتا رہی ہے کہ اوسوقت ان منتروں کے مصنفوں کا تمدن نہایت گرا ہوا تہا۔ عروض و قوافی بہی بے ترتیب اور مطالب میں بہی بے ربطی اور خیالات علمی میں نہایت پستی پائی جاتی ہے کیونکہ عناصر اور ستاروں ہی کو وہ خدائے قادر مطلق سمجہتے تہے انہیں کی مدح میں منتر ہیں۔ جیسا کہ رگوید یجروید سے صاف عیاں ہے۔

اسی بنا پر رگوید اوی بہاشیہ بھومکا کا مصنف اپنی کتاب کے صفحہ ۲۸-۲۹ میں ویدونکے مضامین کو دو علموں پر تقسیم کرتا ہے ایک آپرا۔ (دنیوی) دوسرا پرا یعنے غیر محسوس اشیاء کا علم۔ بعد میں جب آریوں کا تمدن درست ہوتا گیا زبان بھی اور علمی مضامین بھی قدری عمدہ پیمانہ پر آتے گئے +

ابتدائے زمانہ میں آریہ لوگ اپنے مذاق شعر کے موافق گو وہ کیسا ہی بھدا کیوں نہوا پنے محسوس دیوتاؤں عناصر و کواکب وغیرہ اور غیر محسوس دیوتاؤں کی ستتی یعنے ہجی۔ مدح میں اشعار کہتے تھے اور اسمیں بھی ہر شخص کا مذاق اور خیال جداگانہ ہوتا تھا۔ ہون اور یگ جیسا کہ پارسیوں میں مروج تھا وہ ہندوستان میں بھی آریوں کے ساتھ ساتھ آیا۔ جب یہ لوگ دفع اعداء و قحط یا کسی دشمن پر فتحیابی کے لیئے یگ یا ہون کرتے اور لکڑیوں کا انبار جلا کر اسمیں کرچھیونکے ذریعہ سے بوٹیوں کا رس ڈالتے جسکو سوم کہتے تھے تو ان عناصر اور کواکب وغیر مرئی اشیاء کی مدح بھی جنکو دیوتا کہا جاتا تھا اور جس سے مدد مانگی جاتی تھی وہ اشعار پڑھتے تھے اسلئے وہ اشعار یعنے منتر اس کام کے لئے نہایت موزوں اور مناسب قرار پا گئے۔ یہ وجہ انکی قدر دانی کی ہوئی اسکے سوا منتری جماعت ان کی تاثیرات کے بھی بیحد افسانے مشہور کیا کرتی تھی جسلیئے عوام کو اور بھی ان سے گرویدگی پیدا ہو گئی اور ابتک ہندوؤں میں منتروں کی تاثیرات مسلم ہیں اور شدہ شدہ مداری اور بازی گر بھی یہی کہنے لگے کہ منتر کے زور سے ایسا کرونگا اور فلاں نے ایسا کر دیا۔ اور فلاں نے ایسا منتر مارا کہ فلاں کام ہو گیا وغیر ذلک

اس قدر دانی نے لوگوں کا حوصلہ بڑھا دیا خصوصاً جبکہ راجہ مہاراجہ اور بڑے بڑے دولتمند خاطر مدارا کرنے لگے اور بخشش سے پیش آنے لگے۔ پھر تو ایک نہیں بلکہ سینکڑوں منتر بنانے اور دیوتاؤں کی مدح کو نظم کرنے لگے۔ اس کے سوا بسنت اور دیگر مجامع میں بھی بالخصوص بیاہ شادی اور دیگر دستورات پر بھی ان

منتروں کا پڑہنا باعث برکت اور شیوۂ مذہب وملت قرار پا گیا۔ تخمیناً ایک ہزار برس تک یہہ منتر بہوج پتر کے پتوں پر لکہے ہوئے مٹھوں میں لپٹے اور کہالوں میں بند پڑے رہے اور جسکے پاس یہ ذخیرہ زیادہ جمع ہوتا تہا وہی بڑا پنڈت (عالم) سمجہا جاتا تہا مگر موسیقی کا مذاق ہندوستان کی زمین کا خمیر ہے قدر افزائی کے لئے پنڈتوں نے تمام موسیقی کو انہیں منتروں کے پڑہنے میں خرچ کر دیا۔ چنانچہ گانے والوں نے ہر وید کے لئے جدا جدا سُر بہی قایم کر دیئے۔ اُدات۔ انودات۔ اُداتا قودات۔ یہہ ہے ویدوں کا علم قرأت +

یہہ ذخیرہ اس بے ترتیبی کے ساتہ تخمیناً ہزار برس تک یوں ہی بیگوں اور گائے بہینس کی کہالوں میں جمع رہا۔ لیکن **مہابہارت** یعنے کیروں پانڈوں کی لڑائی کے بعد راجہ پانڈ کے حکم سے باہتمام **دیاس** جی برہمن دہلوی ترتیب دیکر کتاب میں جمع کیا گیا اسلئے جمع کرنے والے پنڈتوں کے نام سے ہر وید موسوم ہوا جسکو رگ نے جمع کیا تہا اسکا نام رگوید ہوا اور جسکو یجش یا یجر نے جمع کیا تہا اسکا نام یجر وید ہوا اور جسکو شام نے جمع کیا تہا اسکا نام شام وید ہوا اور جسکو اتہرو نے جمع کیا تہا اسکا نام اتہرون وید ہوا +

بعض محققین اہل ہند کا یہہ بہی قول ہے کہ صرف رگوید اور یجر وید کے بعد دیگر تو دیاس جی کے عہد میں جمع ہوئے پہر عرصہ دراز کے بعد شام نے بعض منتر اضافہ کر کے رگوید کی ترتیب کو پلٹ کر شام وید بنایا کیونکہ باستثنائے چند منتر شام وید بہی رگوید ہے صرف ترتیب کا تغیر و تبدل ہے۔ پہر اس کے بہی بہت مدت بعد اتہرون وید بنایا گیا۔ اسلئے **منوسمرتی** جو ہندوؤں کی بڑی مسلم کتاب ہے اسمیں جہاں کہیں ویدوں کا ذکر آیا ہے صرف انہیں تینوں کا ذکر ہے اتہروں وید کا ذکر نہیں ملاحظہ ہو منوسمرتی باب ۲۔ و باب ۴۔ و باب ۵۔ و باب ۷۔ و باب ۱۱۔ و باب ۱۲۔ وغیرہ مقامات۔ اور یہی بات

جوگ بشسٹ سے بھی پائی جاتی ہے جو ہندوؤں کی مسلم کتاب ہے اور نیز وید والوں کا متفق علیہ مقولہ ہے کہ تین لوک۔ تین وید۔ تین آشرم۔ اور اسیلئے گانے والوں نے بھی تین ہی تین سُر تین ویدونکے لئے بنائے۔ اور اس قول کے اب بھی صدہا پنڈت قائل ہیں۔ ہرچہ باشد لیکن قول مشہور کے موافق راجہ پانڈ کے حکم اور دیاس جی کے ارشاد سے ہر وید کے لئے انکا ایک شاگرد رشید بھی مخصوص ہوا چنانچہ پیل رگوید کے لئے ویشم پاین یجروید کے لئے جےمن شام وید کے لئے سمنتو اتھروں وید کے لئے +

دیاس جی اور ان کے شاگردوں کی یہ بات قابل داد ہے کہ انہوں نے ہر منتر کے مصنف اور اسکے ممدوح اور وزن کا حال منتروں کے پہلے لکھدیا ورنہ چاہتے توسب کو اپنی تصنیف کہدیتے۔ یہہ بات اور ہے کہ سہواً ان سے مصنفوں کے ناموں مین غلطی ہوگئی ہو اور وہ پرانا ذخیرہ پورا پورا بھی ان کے ہاتھ نہ لگا ہو آریہ مصنف اسکی یہہ تاویل کیا کرتے ہیں کہ یہہ ان منتروں کے مصنفوں کے نام نہیں بلکہ ان منتروں کے شارحوں کے نام ہیں جنپر بذریعہ کشف و مراقبہ ان کے معنی ظاہر ہوئے تھے۔ ناظرین اس تاویل کے ضعف کو خود خیال کرسکتے ہیں کیونکہ آریہ یہہ نہیں بتا سکتے کہ یہہ فہرست ان منتروں کے سروں پر کب لکھی گئی اور کسنے لکھی۔ پھر جب یہہ بھی معلوم نہیں تو انکو یہہ کیونکر معلوم ہوگیا کہ یہہ ان کے شارحین کے نام ہیں اور پھر اسقدر شارحین میں سے کسیکی بھی شرح منتروں کے متعلق نہیں بتا سکتے ہیں اور جب وہ شرحین ندارد ہیں نہ منتروں کے ساتھ لکھی گئی ہیں تو صرف شارح کے نام لکھنے سے کیا فائدہ تھا؟۔

ویدوں کو ہندو دل سے عزیز رکھتے آئے ہیں اسپر انکا ان کی مدح کرنا کہیں انکو جملہ علوم و حقائق کا سرچشمہ بتانا کبھی برہما کے مونہہ سے صادر شدہ کہنا کبھی انکو آفتاب کا نور قرار دینا کبھی ایشر یعنے خدا کا کلام کہنا ایک معمولی بات ہے اسکو حقیقت

محمول کرنا غلط فہمی ہے +

آریہ ان چاروں ویدوں کو ان چار اشخاص پر الہام شدہ کہتے ہیں اگنی۔ وایو۔ آدت انگرا۔ اور جب انسے یہہ پوچہا جاتا ہے کہ یہہ کہاں رہتے تہے ان کے چال چلن کیسے تہے اور کیا یہہ چاروں ایک دن ایک وقت الہام ہوئے تہے یا یکے بعد دیگرے۔ پہر وہ کب مرے اور اون کے کیا کیا اولاد تہی اور انہوں نے ان الہام شدہ مضامین کو کسی دفتر یا کاغذ میں لکہوا دیا۔ تہا یا کسیکو یاد کرا دیا تہا اور یہہ تمام مضمون انپر بتدریج الہام ہوا تہا یا دفعتًہ اور ملکی زبان چہوڑکر غیر مشہور زبان میں الہام ہونے کی کیا وجہ تہی پہر ایشر نے اپنے کلام میں ایسی پیچیدگیاں کیوں پیدا کیں کہ جن کے معنے خاص انہیں رشیوں کو بڑی ریاضت و مراقبہ سے معلوم ہوئے کہ جن کے نام اول میں درج ہیں اور ان رشیوں سے پہلے وہ منتر کیا مہمل اور فضول تہے پہر بعد میں ان کا سلسلہ کیونکر چلا اور کیا تمام ویدمیں کسی ایک جگہ بہی ان مذکورہ بالا اشخاص نے اپنا نام ظاہر کرکے یہہ کہدیا ہے کہ یہ مضمون مجہپر ایشر کیطرف سے الہام ہوا ہے۔ اور اسوقت جبکہ انپر وید الہام ہوئے تہے انکی کیا عمر تہی اور اسوقت اور بہی بنی آدم تہے اور کون کون شہر آباد تہے اور کن راجہ کی عملداری تہی اور کسقدر لوگ انپر ایمان لائے اور کوئی ان کا مخالف بہی پیدا ہوا۔ اور ہوا تو کیا کیا واقعات پیش آئے؟ ان سب کے جواب میں لاچار ہوکر یہی کہدیتے ہیں کہ یہہ واقعات تاریخ سے متعلق ہیں اور وہ تاریخ سے مبرا ہیں۔ اسکو تسلیم بہی کرلیا جائے تو کیا ان کے مطلب کی اسقدر بات کہ شروع دنیا میں یہہ چار وید ان چار اشخاص پر ایشر کیطرف سے الہام ہوئے تاریخی بات نہیں۔ اسکی کیا سند اور کیا ثبوت ہے۔ اور بذریعہ تاویل رکیکہ جن کتابوں اور رشیوں کے اقوال پیش کیئے جاتے ہیں اول تو منکر کے لئے سند نہیں کیونکہ منکر کہہ سکتا ہے کہ یہہ اقوال غلط ہیں ان کو ہم نہیں مانتے۔ ہمارے مسلمات سے یا ان

عقل سے ثابت کرو۔ دوم آریہ صاحبان کا کیا ثبوت ہے کہ جو کتابیں جن رشیوں کیطرف منسوب ۵ کیجاتی ہیں دراصل وہ انہیں کی ہیں؟ اور ہیں تو کیا اب تک بلا تحریف و تغیر ہیں؟

فائدہ

ہمنے شروع کلام میں کہا تھا کہ آریہ پر ژندی رنگ غالب تھا زبان مذہب وضع میں انہیں کی تقلید کرتے تھے اسکا ثبوت ان چند باتوں سے بخوبی ہوسکتا ہے (۱) پارسیونکی مذہبی کتاب میں جسکو وہ بھی آسمانی اور الہامی کہتے ہیں اور اپر انکا ویسا ہی اعتقاد ہے جیسا کہ ہندوؤں کا ویدوں پر یعنے دساتیر۔ اس کے نامۂ زرتشت میں تصریح ہے کہ ہند سے ایک دانا حکیم ویاس نامی بلخ میں زرتشت کی خدمت میں حاضر ہوا اور سوال وجواب کے بعد انکا مرید ہوگیا اور ان کے علوم ہندوستان میں لے گیا۔ اور ہندوؤں میں بھی مشہور ہے کہ سری ویاس جی ایک مدت تک غائب ہوکر نارائن جی کے پاس گئے تھے۔

(۲) تعداد وزمانہ کروڑوں اربوں سے بھی کہیں زیادہ جسطرح ہندوؤں میں مروج ہے اسیطرح پارسیوں میں بھی ہے چار ذاتیں جسطرح ہندوؤں میں ہیں انہیں الفاظ سے پارسیوں میں بھی ہیں عناصر وکواکب کی پرستش جسطرح ہندوؤں میں ہے اسیطرح

۵ ہنود کی مشہور کتابیں تخمینی طور پر رشیوں کی طرف منسوب کیجاتی ہیں کوئی دلیل اور یقین بخش سند نہیں کہ دراصل وہ انہیں کی تصانیف ہیں ۱۲ منہ

ف عجب ہے کہ ویدوں کا الہامی ہونا غیر الہامی کتابوں سے بالخصوص انکے ماننے والوں سے کیا جاتا ہے مخالف کے روبرو وہ کیونکر تسلیم ہوسکتی ہیں پھر نہ معلوم آریہ مناظر کس قاعدہ سے ان کتابونکا نام لے دیا کرتے ہیں۔ اور عجب تر یہ ہے کہ ان میں بھی مطلقاً لفظ وید ہے جس کے معنے علم ودانش کے ہیں۔ ۱۲ منہ

نمونہ کیلئے یجر وید باب منتر ۲۹۔ ۲۸ نقل کرتاہوں کہہ اسی۔ کہ سنی۔ تو کون ہے کتم اسی۔ کلام ہستی۔ یعنے تو کون ہے۔ کیا اسی کسکا بیٹا ہے کو نامسی۔ کہ نام واری کیا نام ہے۔ الخ۔ ملہم وید کو علم نہیں اسلئے پوچھتا ہے (۲) کوادات کہ داو۔ کسنے دیا کسمی ادات کسلیئے دیا۔ کامہ ادات کام نے دیا کامائی کام کیلیے دیا کامہ داتا کام ہی داتا ہے کامہ پرتی گرہیتا کام ہی لیتا ہے۔ کامی تنہ اے کام تیرے لیے یعنے نہ کوئی دیتا ہے نہ لیتا ہے نہ کسنے دیا نہ کسنے لیا۔ کام ہی دیتا اور کام ہی کے لیے دیا جاتا ہے۔ نہ خدا دیتا ہے نہ کوئی خدا کے لیئے دیتا ہے ۱۲ منہ

اسیطرح پارسیوں میں بھی ہے جسطرح وید کے منتر دیوتاؤں کی مدح سے پر ہیں اسی طرح
وساتیر کے جملے بھی عناصر وکواکب کی ستایش سے بہرے پڑے ہیں +

(۳) سنسکرت اور ژندی زبان میں سوائے لب ولجہ وغیرہ امور کے بہت ہی کم
فرق ہے ان سب اشتراک اتحاد پر اگر آریہ یہہ کہیں کہ پارسیوں نے یہہ سب کچہہ ہمسے
لیا ہے تو خود پارسی ان کے قول کا تاریخی واقعات سے جواب دیسکتے ہیں +

ویدوں کا مضمون

بیشتر تو دیوتاؤں کی ستایش وعبودیت میں ہے مگر صدہا مصنفوں کے
صدیوں کے اشعار کا مختلف رنگ ہونا ایک طبعی بات ہے گو ان منتروں کے مصنف
ابتدا میں خدا کو بہی نہیں جانتے تہے ان کے ادراک کا جولاں گاہ عناصر وکواکب
یا وہمی وخیالی اشخاص ہی تک محدود تہا۔ مگر اسقدر دراز عرصہ میں جبکہ تمدن ترقی
کر گیا بیشمار مصنفوں میں سے چند ایسے بھی روشن خیال پیدا ہوئے ہوں کہ جن کی
نظم میں خداشناسی واخلاق کا بھی کچہہ حصہ ہو تو تعجب نہیں۔ ایسے چند منتر مجموعہ
کتاب کی خوبی کی دلیل نہیں ہوسکتے +

دیوتا جو ویدوں کا مسلم ممدوح بلکہ معبود ہے اسکے معنی تمام قدیم پنڈتوں نے جو ویدوں کے
ماہر ہیں عناصر وکواکب وارواح غیر مرئیہ کے بتائے ہیں یہاں تک کہ انکی تعداد بھی
بتادی ہے کہ وہ تینتیس ۳۳ کروڑ ہیں۔ مگر آریہ فرقہ کے پیشوا نے انکو مظہر حق کہہ کر انکی
پرستش کا فتوی دیا ہے۔ کبھی دیوتا۔ کو لفظ مشترک بنا کر پیچھا چھوڑایا ہے کبھی تینتیس ۳۳
دیوتا تسلیم کرکے ان کے ساتھ تمام عالم کا کاروبار وابستہ کیا ہے۔ رگوید ادی بہاشیہ
بہومکا صفحہ ۴۴ سے لیکر ۹۴ تک۔ مگر لفظ مشترک کے معنے بقرینۂ مقام معلوم ہوسکتے ہیں
جہاں آگ کو دیوتا کہا ہے اور پہر اوس کے اوصاف بیان کئے ہیں کہ وہ لکڑیوں سے

پیدا ہوتی ہے شعلہ مارتی ہے وغیرہ۔ تو اس سے کوئی عاقل شک نہیں کر سکتا کہ اگنی سے مراد یہاں خدا نہیں ﴿

باایں ہمہ اسکے بعد پوجا کے معنے میں جو بحث کرکے عقب گزارہی کی ہے وہ بھی بیکار ہے کسلئے کہ پوجا۔ پوجن ستکار۔ پیریہ آچرن۔ انکول آچرن جو کچھ کہو اگر وہی ہے جو خدا کی ساتھ مخصوص ہے تو قطعی شرک ہے اور اگر اور ہے تو اس دوسری قسم کی پوجا کے وید سے سند پیش کریں جو غیر اللہ کے لئے جائز ہو ﴿

آریوں کا دعوے ہے

کہ ویدوں میں جملہ اشیاء کی حقیقت اور کل علوم اور تمام صنائع جدیدہ وقدیمہ موجود ہیں یہاں تک کہ تار برقی اور ریل بنانے کا علم بھی ہے مگر جسنے ویدونکے مضمون سے واقفیت حاصل نہ کی ہو شاید وہ اسکو تسلیم کرلے ورنہ ممکن نہ تھا کہ اہل ہند کے چھتری بجائے جدید بندوقوں اور مکسیم توپوں کے بیڈول ہتیاروں سے لڑتے اور بجائے ریل گاڑی کے بیلوں کے بیڈول چھکڑوں پر سفر کرتے اور بجائے تار برقی کے آدمیوں کے ذریعہ سے پیغام رسانی کرتے اور نہ کوئی ایک پل گنگا جمنا کا بنا سکے اور نہ کوئی عمدہ عمارت اپنی یادگار چھوڑ گئے جیسا کہ مصر وغیرہ ملکوں میں دکھائی دیتی ہیں اور جس نے علوم جدیدہ سے استفادہ نہ کیا ہو وہ اب بھی ویدوں کے زور سے انجن بنا کر بجلی کا کام کرکے دکھائے ﴿

آریہ محقق نے ویدونکے مطالب کو چار قسموں میں تقسیم کیا ہے کہ وگیان کانڈ معرفت رگوید میں۔ کرم کانڈ اعمل یجروید میں اُپاسنا کانڈ عبادت ساموید میں گیان کانڈ علم۔ اتھروں وید میں ہے اور سب سے مقدم وگیان یعنے معرفت الٰہی کو بتایا ہے۔ جملہ علوم وصنائع کو جانے دیجئے۔ پنڈت جی خدا تعالےٰ کی ذات وصفات اور وجود کے درجات عالم مجردات کا وجود

اور علت و معلول کے مراتب ہی تفصیل سے جو حکمار کی کتابوں بالخصوص قرآن سے مستفاد
اور علم کلام میں مذکور ہیں منتروں کا ترجمہ لفظی کرکے دکھادیں۔ اور مرنے کے بعد جو کچھ روح پر
واقعات گزرتے ہیں اور اس جسم کے ساتھ متعلق ہونے سے پہلے جو کچھ اسکے حالات تھے انہیں
کی تفصیل بیان کردیں اور جن تینتیس دیوتاؤں کی پرستش ناچار ہوکر جائز رکھی ہے کچھ انہیں
کے وجود اور حقیقت اور ان کے ساتھ انتظام عالم کے وابستہ ہونے کی ویدوں سے شرح
کردیں۔ اور نہیں برہما بشن۔ مہادیو جو ہنود کے تین خدا رج[۱] گن۔ ست گن۔ تم گن۔
کی تاویل سے پوجے جارہے ہیں اور تمام ہندو انہیں کی پرستش کرتے چلے آئے ہیں
اور انہیں کی مورتیں مندروں میں پج رہی ہیں اور نیز اوتاروں[۲] کی تفصیل اور نیز جگوں[۳] کی
تفصیل رگوید سے ثابت کردیں۔ اور نہیں تناسخ کا مسئلہ رگوید سے ثابت کردیں اب ہا
کرم کانڈ اور اپاسنا کانڈ۔ زیادہ مجبور کرنا نہیں چاہتا صرف ویدوں کے منتروں سے

---

[۱] ہندو کہتے ہیں رج گن صفت ایجاد یا ہمیت کے اعتبار سے ایشر برہما بنکر ظاہر ہوا ست گن یعنی صفت تربیت عالم کے لحاظ سے وشنو بنکر ظاہر ہوا۔ اور تم گن یعنی صفت فنا و قہر کے سبب وہ مہادیو بنکر ظاہر ہوا۔ عیسائیوں کی تثلیث بھی اسی کے قریب قریب ہے ۱۲ منہ

[۲] عام ہندوؤں کا عقیدہ ہے کہ ایشر یعنی خدا چوبیس بار ایسا مجبور ہوا کہ مختلف اشکال میں ظاہر ہونا پڑا اور انکو وہ اوتار کہتے ہیں ایکبار مچھلی کی صورت میں جبکہ سنکا سر دیت ویدوں کو چرا کر سمندر میں گھس گیا تو خدا مچھلی بنکر واپس لایا۔ ایکبار کچھوے کی صورت میں (۳) ایک بار سور کی صورت میں راجہ رام چندر جی و کرشن کنہیا جی بھی اوتار مانے جاتے ہیں ابھی ایک اوتار کا انتظار ہے ۱۲ منہ

[۳] ہنود کے نزدیک زمانہ چار حصوں میں منقسم ہے اول ست جگ دوئم تریتا جگ سوئم دواپر جگ چہارم کل جگ۔ جو اب موجود ہے اور اسکو برا زمانہ بتلاتے ہیں اور ست جگ کی بڑی تعریف کیا کرتے ہیں پھر جگوں کی تعداد لاکھوں برسوں سے زیادہ بیان کرتے ہیں ۱۲ منہ

۱۲ منہ

لفظی ترجمہ کر کے کوئی ایسی فہرست ہی پیش کردیں کہ جسمیں حلال وحرام اشیاء کی تفصیل ہو اور جن عورتوں سے نکاح جائز یا ناجائز ہے انکی اور طہارت ونجاست کے مسائل۔ اور میراث وترکہ کے مسائل قتل وقصاص کے مسائل اور اسبات کی کہ خدا کی عبادت کس کس پر کس کس طرح فرض ہے اور اس کے سوا اور کی عبادت حرام ہے اور فلاں فلاں اعمال تناسخ کے ذریعہ سے سور بندر کی جون میں آنیسے مانع اور فلاں فلاں سے دوسری جون میں جا کر عذاب پاتا ہے اور اسکے رستگاری کی یہ صورت ہے اور نیز مذہبی دستورات جس کے ہندو پابند ہیں اور انہیں کو دہرم سمجھتے ہیں ویدوں سے ثابت کردیں صنائع میں صرف انجن کے کل پرزے اور فونوگراف بنانے کی ترکیب ہی ویدونسے ثابت کردیں اپنا یہ دعوی ہے کہ اہل یورپ نے یہہ جملہ فنون ویدونسے حاصل کیئے ہیں حالانکہ ان فنون کے موجد ویدوں کے نام سے بھی واقف نہیں + منوسمرتی جو منوجی پنڈت کی تصنیف ہے وہی ہندوؤں کے دہرم کرم کا ماخذ ہے نہ وید +

اس سے ناظرین ویدوں کے الہامی یا غیر الہامی ہونے کا مسئلہ بھی حل کرسکتے ہیں کہ ویدوں نے انسان کی کس ضرورت کا سرانجام کیا +

البتہ ان کی ایک فضیلت بلحاظ دیرینہ ہونے کے ہے۔ اسکی بابت ہم اسقدر تسلیم کرتے ہیں کہ بیشک وید بہت مدت کے ہیں اور ہندوستان کے پہلے حالات استنباط کرنے کے لیئے وید عمدہ خزانہ ہیں۔ مگر اسکو مذہبی کتاب ہونے اور قابل اقتدار اور انسانی سعادت کے لئے رہنما ہونے سے کوئی بھی علاقہ نہیں صرف تاریخی پیرایہ میں مفید ہوسکتی ہے لیکن آریہ پیشواؤں نے اس خوبی کو اس مبالغہ کے ساتھ بیان کیا ہے کہ جس سے وہ خوبی بھی زائل ہوجاتی ہے +

آریہ کے پیشوا کہتے ہیں کہ وید قدیم ہیں یعنے ان کے زمانہ کی کوئی ابتدا نہیں انکی عمر اللہ کی عمر سے کچھہ بھی کم نہیں اور جسطرح اللہ کو زوال وفنا نہیں اسیطرح ویدونکو

خدا ۱۴ امتہ

ہی نہیں اور جسطرح وہ تغیر سے پاک ہے وید بھی اس صفت میں اوس سے کچھ کم نہیں۔ ان سب باتوں میں وہ ایشر کے برابر اور ہم پلہ ہیں +

جب اس دعویٰ پر نظر غائر ڈالی جاتی ہے تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ دعویٰ سراسر غلط ہے شہادت عقل سے بھی اور خود ویدوں کے مضامین سے بھی عقل سے اس لئے کہ جو چیز ازلی و ابدی ہوتی ہے وہ اپنے وجود اور بقا میں کسیکی بھی محتاج نہیں ہوتی حالانکہ ویدونکا صدور بقول آریہ چار اشخاص سے ہے اور یہ بدیہی بات ہے کہ ان چار ونکا وجود جو ویدوں کے وجود کی علت ہے اقدم ہے اور وجود وید موخر ہے اور جب تاخیر ثابت ہوا تو قدم باطل ہوگیا۔ نیز چار اشخاص کے موجود ہوتے ہی تو وید موجود نہیں ہوگئے ہونگے بلکہ جب ان میں عقل و شعور پختگی پیدا ہوئی ہوگی اور ان سے پہلے وہ زبان بھی موجود ہو چکی ہوگی کہ جسمیں وید الہام ہوئے تھے یہ سب باتیں قدامت حقیقی کے خلاف ہیں ویدونمیں جابجا لوگوں کے نام اور مقامات کے نام اور اشیاء کے نام ہیں جیسا کہ رتھہ۔ راجا۔ رعیت اوکھلی۔ موسل۔ ہانڈی وغیرہ بلکہ آریوں کی ذاتیں چھتری برہمن ویش شودر بھی مذکور ہیں جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ وید ان اشیاء کے بعد بنے ہیں کیونکہ محکی عنہ کا مرتبہ حکایت کے بعد ہے اور نیز بعض واقعات اور قصوں کیطرف بھی اشارہ ہے۔ جنکی شرح خود ویدونکے دوسرے حصہ براہمنا میں موجود ہے۔ خود آریوں کے تاویلی ترجمہ سے بھی ویدونکا حادث ہونا ثابت ہوتا ہے رگوید منڈل اول سوکت ایک منتر ۲۔ ایضاً سوکت ۲۳ منتر ۱۔ ایضاً سوکت ۲۶ منتر ۵۔ ایضاً سوکت ۳۵ منتر ۱۱۔ وغیرہ۔ نمبر ۱۔ موجودہ زمانہ اور پہلے زمانہ کے پنڈت ویدوں کے معنی پڑھنے والے طلباء الخ معلوم ہوا کہ وید سے پہلے زمانہ میں پنڈت اور علماء بھی تھے نمبر ۲۔ جو جولانی بھرے طاقتور جن کی خواہش تعریف کے قابل ہوتی ہے پیدا ہو چکے یا اسوقت ہوتے ہیں ان سب کو ہوا حاصل ہوتی ہے الخ معلوم ہوا کہ وید سے پہلے زمانہ میں جولانی بھرے طاقتور پیدا ہو چکے تھے۔ نمبر ۳۔

ف: توڑنا روو وغیرہ۔ مگر عجب لطف ہے کہ آریہ ان کی بھی تاویل کر دیتے ہیں کہ یہ نام نہیں صفات ہیں ۱۲ منہ

اے زمانہ گزشتہ کے پنڈتوں کے دوست یجہ (جگ) کرنے اور کرانے والے پنڈت تو ہماری دوستی کی آرزو کر اس سے ثابت ہوا کہ وید سے پہلے بھی پنڈت موجود تھے۔ اور نیز یجروید ادہیائے ۳۴ منتر ۱۴ کا یہہ ترجمہ ہے۔ اے پنڈت شخص تو رتھہ بان کے مانند پنڈتوں کی تعریف کے قابل گھوڑے جوڑ یا آگ جلا پہلے پنڈتوں سے علم حاصل کر اور حاصل کئے ہوئے پر قائم رہ۔ اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ وید سے پہلے اہل علم پنڈت تھے مذکورہ منتروں کے مضمون کا بے جوڑ اور مہمل ہونا بھی ناظرین سے مخفی نہیں اور یہہ بھی پوشیدہ نہیں کہ ایسے جملہ چشمہ علوم و معارف و قابل الہام نہیں ہوسکتے +

اسی لیئے انہوں نے الہام کی تعریف ایسی قیدیں لگا کر اور عجب طرح کے ایچ پیچ دیکر بیان کی ہے تاکہ بجز ویدوں کے اور کسی حقیقی الہامی کتاب پر صادق نہ آئے مگر اسپر بھی اعتراضات پڑتے ہیں (۱) یہہ کہ جب وید جملہ علوم و حقائق و معارف کا سرچشمہ ہیں اور بغیر انکے کوئی انسان کسی ملک اور کسی عہد کا جہالت مطلقہ سے

ف آریوں نے الہام کی تعریف کی ہے لفظ الہام کے معنے ہیں ایشور کا اپنے گیان کو انسان کے دل میں نیک و بد کی تمیز کے واسطے علم کا بیج بلا کسی درمیانی انسان یا حواس کے ڈالنا۔ اور سوقت سلسلہ تعلیم جاری نہوا ہو ورنہ الہام کی حاجت نہیں۔ الہام کے مستحق وہ ہیں جو تعلیم دنیا اور سنسکار سے بالکل بے بہرہ ہوں۔ الہام کل سچے علوم کا تخم ہوتا ہے اسمیں کسی قسم کا قصہ کہانی نہو اور نہ اسمیں تعارض ہو اور اسمیں خاص خدا کی اپاسنا (عبادت) ہونی چاہیئے اور کی اور نجات کا بھی ایک طریق اسمیں ہونا لازم ہے (۱) یہہ تعریف وید پر صادق نہیں آتی کسلئے کہ اسمیں کوئی طریق نجات نہیں بتایا گیا اور نیز اسمیں ۳۳ کروڑ دیوتاؤں کی اپاسنا ہے آریوں کے ترجموں کے موافق ۳۳ کی ہے (۲) نہ اسمیں سچے علوم کا تخم ہے (۳) نہ اسمیں نیک و بد کی تمیز ہے نہ کسی حلال و حرام کی تفصیل ہے نہ عقائد صحیحہ و غیر صحیحہ کا بیان ہے نہ طہارت و نجاست کا بیان ہے اگر کچھہ ہے تو ہوں اور یگ ہے جو ایک نامعقول بات ہے (۴) جنکو آریہ ویدوں کا ملہم مانتے ہیں نہ انکی بابت حواس سے معطل ہونا

نجات ہی نہیں پاسکتا نہ اسکو بدیہیات کا علم ہے نہ نظریات کا نہ کسیکا کشف و مشاہدہ مفید ہے نہ تجربہ و ادراک عقلی نافع ہے۔ تو پنڈت جی اس تعریف اور ان قیود کا ثبوت ضرور ویدوں سے پیش کریں ورنہ ویدوں کی ہمہ دانی کا دعویٰ غلط ہوجائیگا پھر جس چیز کا ثبوت نہ ان کی دہرم کی کتابوں سے ہے نہ دلیل عقلی سے ہے تو پنڈت جی نے اسکو کس زور پر الہام الٰہی کا معیار قائم کیا ہے؟ (۲) خود انکی تعریف ویدوں پر صادق نہیں آتی بلکہ انہیں کے معیار سے وید رد ٹھہرتے ہیں کیونکہ نہ ویدونکی ابدیت ثابت ہے نہ وہ قصص و تعارض اور مہمل گوئی سے مبرا ہیں نہ وہ قانون قدرت کی خلاف ورزی کے جرم سے بری ہیں نہ وہ جملہ علوم و معارف کا سرچشمہ ہیں ان کے علوم بغیر کیسکی ذریعے کے ہیں جنمیں سے بعض امور کا ثبوت تو ہمارے بیان سابق سے ہوگیا اور بعض کا ویدوں کے منتر پیش کرکے علماء اسلام نے کردیا ہے کتب مناظرۂ فریقین ملاحظہ ہوں (۳) الہام کے معنے سمجھنے میں بڑی غلطی کی ہے۔ کیونکہ الہام کی دو قسم ہیں ایک عام جسکے اوس قادر مطلق نے اپنی جملہ مخلوق کو علے حسب درجات و استعداد بہرہ ور فرمایا ہے وہ ایسا فیض ہے جس سے مکہی چینونٹی وغیرہ مخلوق بھی

بقیہ صفحہ ۶۵۱) نہ جملہ سنسکاروں سے بری ہونا ثابت کیا گیا ہے بعض آریوں نے ابتداء دنیا کی بھی قید لگائی ہے جسکا ضروری ہونا وہ کسی دلیل سے بھی ثابت نہیں کرسکتے اور یہ قید بھی لگائی ہیں کہ اسمیں مکرر مضمون نہو ایک بات کا بار بار بیان نہو حالانکہ ہون اور یگ کا خاص یجر وید میں بار بار بیان ہے اور منتروں کے مضامین میں بیفائدہ تکرار ہے اور شام وید تو رگوید ہی کا اعادہ ہے اور نہ اسمیں اپنے مضامین کا رد ہو یہ بھی ویدوں میں بکثرت ہے برخلاف قرآن کے اور جو بعض احکام بمصلحت وقت اور ترحم بندگان بدلے گئے ہیں جسکو نسخ کہتے ہیں یہہ اپنے مضمون کا رد کرنا نہیں ہوتا۔ قرآن میں عبرت و نظیر کیلئے چند گزشتہ واقعات بیان کیئے گئے ہیں یہ قصہ کہانی بیان کرنا نہیں کہلاتا برخلاف ویدوں کے کہ انمیں گل بکاولی کے قصہ سے بھی عجیب تر کہانیاں ہیں ۱۲ منہ

محروم نہیں جسکیطرف اس آیت میں اشارہ ہے وَنَفْسٍ وَّمَا سَوّٰىهَا فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَتَقْوٰىهَا بیشک یہ الہام خورشید کی مانند اور جملہ علوم کا سرچشمہ ہے اور یہہ بغیر کیکے واسطہ کے حاصل ہوتا ہے وغیرہ وغیرہ مگر اسکو چاروں ویدوں پر منحصر کرنا اور انہیں کو اسکا مصداق ٹھہرانا ایک صریح غلط فہمی ہے۔ اس عام معنی سے تو ہر شاعر کی کتاب الہامی ٹھہر سکتی ہے اگر وید بھی اس معنی سے الہامی ہیں تو آریوں کو مبارک مگر ایسی الہامی کتابوں کی جو کچھہ قدر و قیمت مذہبی مجلس میں ہے وہ ناظرین سے مخفی نہیں۔ دوئم الہام خاص جو حضرات انبیا علیہم السلام کا حصہ ہے بیشک وہ جملہ اغلاط و آمیزش وہم سے پاک ہے۔ اس ملہم کی بوقت الہام قوت بہیمیہ پست ہوجاتی ہے دنیا کا کوئی سنسکار باقی نہیں رہتا ملکیت کا غلبہ ہوجاتا ہے۔ پھر وہ مضامین بھی بغیر واسطہ جبرئیل امین نبی کے دلپر القا ہوتے ہیں۔ کبھی قوت دینے کے لئے جبرئیل امین کا بھی واسطہ ہوجاتا ہے۔ جبرئیل نہ صرف فرشتہ بلکہ فرشتوں کے سردار ہیں کمتر درجہ کا فرشتہ بلکہ جسم لطیف جن یا خبیث روح بھی انسان کے دل تک پہونچ سکتی ہے صدہا جاہلوں کو جنپر جن آتا ہے غیر زبان بولتے اور دور دراز کی باتیں بتلاتے دیکھا ہے۔ پھر جبرئیل کی رسائی کو قلب نبی تک کون مانع آسکتا ہے۔ خواہ ان کی شان کے موافق ان کے چھہ سو کیا چھہ ہزار پر اور بازو کیوں نہوں۔ معترض نے چیل کوّوں کے پروں پر قیاس کرکے انکا دل تک پہونچنا محال تصور کرلیا ہو تو یہہ اسکی خوش فہمی ہے +

ہندو دہرم کی کتابیں۔

دو قسم کی ہیں (۱) سوتہ پرمان یعنے مستند بالذات اسمیں صرف چار وید داخل ہیں۔ قدیم ہندو سنگتاؤں (یعنے منتروں) اور براہمن سب کو وید مانتے ہیں آریہ

ہندو دہرم کی کتابیں

صرف اول حصہ کو (۲) ان کے سوا اور کتابیں۔ پھر وہ کئی قسم کی ہیں (۱) شاکھائیں (۲) انگ (۳) اپانگ۔ شاکھائیں جو وید کے منتروں کے شرح ہے ایک ہزار ایک سو ستائیس ہیں انکو براہمن بھی کہا جاتا ہے۔ انگ[۵۱] چھہ ہیں شکشا علم قرات کلپ[۵۲] سنسکاروں کا ہدایت نامہ۔ ویاکرن علم صرف ونحو۔ نرکت علم لغت۔ چھند علم عروض۔ جیوتش علم نجوم۔ ان کے علاوہ چار اُپ وید ہیں اُیروید علم طب دہنروید فن جنگ اسلحہ کاندہرویدعلم موسیقی آرتہہ وید علم صنعت۔ ان علوم میں متعدد کتابیں ہیں۔ چرک سشترت۔ نگنہٹو وغیرہ کو آیرد ماننا چاہیئے۔ اور دہنروید کی کتابیں عموماً گم ہیں گندہروید سے شام وید کے گانے وغیرہ کا علم مراد ہے ارتہہ وید میں شوکرا نوسشٹری۔ اور منی کی تصنیف سنہتا نام کی چار کتابیں تہیں علم قرات میں پانتی منی وغیرہ کی کتابیں اور کلپ میں مانو کلپ سوتر وغیرہ شامل ہیں۔ صرف ونحو کی کتابیں اشٹادیایی مہابہاشیہ دہاتو پاٹھہ اُن آدی گن۔ پراتی پدرک۔ گن پاٹھہ ہیں اور نرکت مصنفہ یاسک منی جسمیں نگہنٹو بھی شامل ہے وید کا چوتھا انگ ہے چھند میں پنگل آچاریہ کا بنایا ہوا۔ سوتر بہاشیہ ہے جیوتش میں وسشٹہہ وغیرہ رشیوں کی بنائی ہوئی ریکھا گنیت وعلم مساحت واقلیدس اور بیج گنت وعلم جبر ومقابلہ کی کتابیں شامل ہیں[۵۳]۔

چھہ اُپانگ یہہ ہیں یعنے مشہور چھہ شاستر

(۱) جے منی کا پورو میمانسا شاستر جسپر دیاس جی نے شرح لکھی ہے اس میں کرم کانڈ یعنے عمل یا رسوم کا بیان ہے اور دہرم (عرض) اور دہرمی (جوہر) کی تشریح کی ہے (۲) کنادمنی کا ویشیشک شاستر جسپر گوتم منی نے پرشست پاد شرح

---

[۵۱] علوم ۱۲ منہ [۵۲] دستورات مذہبی ۱۲ منہ [۵۳] یہ کتابیں فلسفہ یونانی سے ماخوذ اور قریب زمانہ کی تصانیف ہیں ۱۲ منہ

لکھی ہے اسمیں خصوصاً عرض وجوہر کا بیان ہے (۳) گوتم منی کا نیائے شاستر جس پر واتسیاین رشی نے شرح لکھی ہے۔ اسمیں پدارتھہ ودیا یا علم طبعیات کا بیان ہے (۴) پتنجلی (پاتنجلی) منی کا یوگ شاستر جسکی ویاس جی شرح کی ہے۔ یہ درویشی اور تصوف سے متعلق ہے (۵) کپلن منی کا سانکھہ شاستر جسکی بھاگری منی نے شرح کی ہے۔ اسمیں امتیاز کے لیئے تتوں کی تعلیم کا بیان ہے (۶) دیاس منی کا ویدانت شاستر جسپر بودہاین رشی نے شرح لکھی ہے اسمیں برہم یعنے ایشور (خدا) کا بیان ہے +

دس اپ نشد۔ بھی اپانگ میں شامل ہیں ان کے یہہ نام ہیں۔ (۱) ایش۔ (۲) کین (۳) کٹھہ (۴) پرشن (۵) منڈک (۶) مانڈکیہ (۷) تیتیریہ (۸) ایتیریہ۔ (۹) چھاندوگیہ (۱۰) برہدارنیک ملخص از رگوید آدی بھاشیہ بھومکا مصنفہ پنڈت دیانند سرسُتی مرشد فرقہ آریہ صفحہ (۲۷)

اِن کے سوا اور بھی کتابیں آریوں اور سناتن دہرم ہندوؤں کے نزدیک مستند ہیں جیساکہ شت پتھ جسکا جابجا دیانند جی اپنی کتاب میں حوالہ دیا کرتے ہیں اسیطرح شری مدبھاگوت گیتا۔ جوگ بشسٹ۔ راماین منوسمرتی جو تمام ہندوؤنکا دستور العمل اور

لہ یہہ مصنف دیانند جی سے تو زیادہ ویدوں کے معنے جانتے ہونگے پھر کیا وجہ کہ طبعیات و علم صنعت میں انہوں نے جدید علوم وصنائع کا کچھہ بھی ذکر نہیں کیا جس سے یہاں معلوم ہوا کہ دیانند جی نے بیحد مبالغہ کیا ہے جسپر سادہ لوح مریدونکو ابتک ایمان ہے ۱۲ منہ

سلہ نشد ابتک پنجابی زبان میں ایک قسم کے گیت یا اشعار کو کہتے ہیں آپ کا لفظ اس کے اول میں تعظیم کے لیئے اضافہ کیا گیا ہے یعنے عمدہ گیت (راگ) یہہ ویدوں کے صدہا برس کے بعد ہندو درویشوں صوفیوں کے چھوٹے چھوٹے رسالہ ہیں جبکہ ان کے خیالات میں ترقی ہوگئی تھی ان میں مسائل تصوف والٰہیات بھی ہیں اس قسم کے اپ نشد پچاس سے بھی زیادہ ہیں مگر نہ معلوم کس مصلحت سے آریہ پیشوا نے صرف دس کو تسلیم کیا ہے انکو وید سے کوئی تعلق نہیں

مذہبی قانون ہے اور اتہاس یعنے مذہبی تاریخ ہیں مہابھارت ان کے سوا رسناتن
دہرم کے ہندو پرانوں کو بھی مانتے ہیں اور انکو ویاس جی کی تصنیف بتلاتے ہیں اور
وہ اٹھارہ[۱۸] ہیں۔ بشن[۱] پوران۔ بھاگوت[۲] پوران بھبشیہ[۳] پوران۔ اسکند[۴] پوران۔ مارکنڈے[۵]
پوران۔ بھوست[۶] پوران۔ برہم تتی ورنگ[۸] پوران کورم[۹] پوران۔ پدم[۱۰] پوران۔ برہم[۱۱] پوران
بایو[۱۲] پوران۔ باؤن[۱۳] پوران گرڑ[۱۴] پوران۔ اگن[۱۵] پوران بارہ[۱۶] پوران۔ لنگ[۱۶] پوران۔ یعنے
شیو پوران۔ نارد[۱۷] پوران برہمانڈ[۱۸] پوران انمیں بت پرستی اور فحش اور بے حیا افسانہ بھی
ہیں کہ فلاں کی بیوی کو اس حیلہ سے فلاں رشی لے بھاگا فلاں نے خفا ہو کر اس کے
سر پر لٹھہ مار دیا چنانچہ شیو پوران میں ہے کہ بشن کی ناف سے کنول کا پھول نکلا اسمیں سے
برہما پیدا ہوا دونوں جھگڑنے لگے برہما کہنے لگا مینے تجھکو پیدا کیا ہے بشن نے کہا
مینے تجھے پیدا کیا ہے۔ اتنے میں آسمان سے دہواں نمودار ہوا اسنے فیصلہ کردیا کہ
کہ بشن ہی نے برہما کو پیدا کیا ہے۔ اے برہما تو مخلوق کو پیدا کر لیکن جب اس
دہوئیں کو غور سے دیکھا تو اسمیں لنگ یعنے آلۂ تناسل کی صورت دکھائی دی اسکے
تحقیق کے لیئے بشن سور بنکر زمین کی تہ میں گھسا اور برہما ہنس بنکر اوپر کو اڑا اور
دس ہزار برس تک دونوں چلا کئے لیکن اس کی انتہا ر نہ پائی تب برہما کو یقین
ہوگیا کہ میرا یہی خدا ہے تب سے لنگ پوجا شروع ہوئی۔ پدم پوران میں ہے کہ برہما جی نے

بقیہ صفحہ ۶۵۵) ان کے بعض بلند مضامین کے سبب سے خواہ مخواہ ویدوں کی شرح قرار دیدینا زبردستی
ہے اسپر یہ بھی نہیں بتایا جاسکتا کہ کس وید کے کونسے منتر کی شرحیں ہیں اسیطرح صرف دہنووید ودے
ریاضی وطب کی کتابوں کو بھی بلاوجہ ویدوں سے چپکایا جاتا ہے ۱۲ منہ

ف نیوگ۔ خاوند کے جیتے جی اگر وہ اولاد جنانے کے قابل نہ رہے اسکی بیوی دس مردوں سے اولاد
حاصل کرلے مرد وعورت آپسمیں اپنی خواہش سے مل بیٹھیں یہہ گندہ بیاہ ہے۔ سوتے میں یا مستی۔ یا
بیماری کی حالت میں روپیہ دیکر کامرائی کرنا پشاچ بیاہ ہے ۱۲ منہ

اپنی بیٹی سرسنی کو بہ نظر شہوت دیکھا وہ دوسری طرف پھر گئی اسطرف بھی برہما جی کا دوسرا مونہہ پیدا ہو گیا۔ اسیطرح اسکے چار مونہہ پیدا ہو گئے آخر سرسنی بھاگ اٹھی۔ مگر برہما جی سے کہاں جا سکتی تھی آخر اسکو اپنے قبضہ میں لائے اور بیوی بنایا مہا دیو جی اور بشن جی کے اس سے بھی زیادہ شرمناک واقعات پرانوں میں مذکور ہیں اسلیئے انکو آریہ نے یک لخت ترک کیا اور بیدیٹی کی کتابیں قرار دیدیا۔ بہت ہی سمجھ عقل کا کام کیا۔ مگر جن کتابوں کو وہ اب تک مانتے ہیں انمیں بھی ... کچھ افسانے اور خلاف عقل باتیں نہیں ہیں +

یہ انصاف کے خلاف ہے کہ ان عیبوں کو تاویلات رکیکہ کے ذریعہ سے چھپایا جاتا ہے اور اسیلئے تمام پہلی کتابوں میں کہیں تصرف و تاویل کرتے ہیں۔ اور کہیں پہلے شارحوں کی شرح کو مردود ٹھہراتے ہیں۔ ویدوں کی تفسیر میں سائناچاریہ نے وید پرکاش کتاب لکھی ہے اور اسکا زمانہ مسلمانوں کی سلطنت کا زمانہ ہے۔ اور نیز مہیدہر پنڈت نے شرح کی ہے۔ اور ولسن میکس مولر وغیرہ یورپ کے فاضلوں نے بھی ویدوں کی تفسیر اور ترجمہ لکھے ہیں اگر معدودے چند مقامات پر غلطی کے ارتکاب کا جرم انپر لگایا جائے تو ممکن ہے مگر غضب تو یہ ہے کہ اس سرے سے اس سرے تک تمام شرح اور ترجمہ غلط بتایا جاتا ہے اور جس کو وہ آسمان کہتے ہیں آریہ اسکو زمین قرار دیتے ہیں گویا وہ ایک دوسرا ہی وید اور دوسری ہی زبان ہے۔ یہ تفاوت سمجھ میں نہیں آتا۔ اور لطف یہ ہے کہ آریہ کے سوا جملہ پنڈت سائنا وغیرہ کی تفسیر ہی کی تصدیق کرتے آئے ہیں اور پنڈت دیانند جی پر نہ غلطی اور عمدی خیانت کا الزام لگا رہے ہیں اور قواعد زبان اور لغت سے ثبوت بھی پیش کر رہے ہیں۔ اسپر بھی ہم سوامی دیانند جی کو آفریں کہے بغیر نہیں رہ سکتے کہ تاویل اور اولٹ پھیر کے ذریعہ سے ہندوؤں کو جنہوں نے مخلوقات میں سے کیسکی بھی

پرستش نہیں چھوڑی انسان حیوان۔ بناتات ستارے۔ عناصر سب ہی کو توپوجتے ہیں موحد بنانے کی کوشش کی مگر عمر نے وفانہ کی ورنہ قومی عزت کو برباد کنندہ مسئلہ نیوگ اور گندھرب بیاہ پشاچ بیاہ کو بھی مٹا جاتے۔

فصل (۶)

پارسی بھی (یعنی آتش پرست کہ جنکو مجوس کہتے ہیں) اس امر کے مدعی ہیں کہ ہمارے وخشوروں یعنی پیغمبروں پر آسمان سے خدا کا کلام نازل ہوا ہے کہ جسکو وہ الہامی اور کلام خدا سمجھتے ہیں ژند وستا وغیرہ کے سوا اُن کے پاس اور کتابیں بھی ہیں مگر زیادہ مشہور اور معتبر دساتیر ہے۔ اس کتاب میں چھوٹے چھوٹے (پندرہ شخصوں کے) پندرہ نامے ہیں (اول) نامہ مہ آباد وخشور کا اسکو ایرانی اول پیغمبر کہتے ہیں (۲) نامہ جی افرام کا (۳) نامہ شائی کلیو کا (۴) نامہ یاسان کا (۵) نامہ گلشاہ کا کہ جسکو کیومرث بھی کہتے ہیں (۶) نامہ سیامک وخشور کا (۷) نامہ ہوشنگ کا (۸) نامہ تہمورس وخشور کا (۹) جمشید وخشور کا (۱۰) نامہ فریدونکا (۱۱) نامہ منوچہر کا (۱۲) نامہ کیخسرو کا (۱۳) نامہ زرتشت وخشور کا (۱۴) پند نامہ سکندر کا (۱۵) نامہ ساسان اول کا (۱۶) نامہ ساسان پنجم کا۔ انمیں سے اگر پند نامہ سکندر کو جدا نہ شمار کیا جاوے تو یہ پندرہ نامہ ہیں ورنہ سولہ ہیں۔ انمیں سے نامہ اول اور نامہ زرتشت

لہ یہ کتاب زرتشت کی تصنیف ہے کہ جو ایران میں گشتاسپ بن لہراسپ شاہ ایران کے عہد میں ظاہر ہوا تھا اور اسکو اپنے مذہب کیطرف بلایا اور خوارق دکھائے تھے اور اسفندیار نے اسکے مذہب کی ترویج میں بڑی کوشش کی تھی۔ اور ہندوستان سے بیاس جاکر اسکا مرید ہوا تھا ۱۲ منہ

لہ نامہ ساسان پنجم کے ۵۷ جملہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ مہ آباد حضرت ابراہیم علیہ السلام کو کہتے ہیں کیونکہ اُسمیں ہے کہ خانہ کعبہ کو مہ آباد نے بنایا ہے اور یہ ظاہر ہے کہ کعبہ کو حضرت ابراہیم نے تعمیر فرمایا ہے ۱۲ منہ

اور نامہ ساسان اول تو تخمیناً ایک ایک جزء کے ہونگے ورنہ اور تو ایک صفحہ یا دو صفحے کے نامہ ہیں۔ ان نامونکو ساسان پنجم نے خسرو پرویز بن ہرمز بن نوشیرواں کے عہد میں پاژندی[1] زبان سے دری زبان میں ترجمہ کیا اور اصل کے فقروں پر ہندسوں کے نشان لگائے گئے ہیں اور ہر نامہ کے اول بسم اللہ الرحمن الرحیم اور اعوذ کا ترجمہ لکھہ یہ کہا ہے

اسطے حسے ا دپناہیم بہ یزداں از منش وخوئے بدوزشت گمراہ کنندہ وبراہ ناخوب برندہ رنج دہندہ آزار رسانندہ (۲) بنام ایزد بخشایندہ بخشائشگر مہربان دادگراں۔ نامجات میں کچھہ صفات باریتعالی اور یہہ بات کہ عقل اول کے ذریعہ سے خدا نے تمام عالم پیدا کیا جس طرح کہ حکماء یونان کا مذہب ہے بلکہ یوں معلوم ہوتا ہے کہ حکماء یونان کے فلسفہ الٰہیات اور فلکیات اور عنصریات کو کسی نے نقل کر دیا ہے اور کواکب پرستی و آتش پرستی کے طریقہ بھی مذکور ہیں اور کسیقدر پیشین گوئیاں ہیں اب یہاں چند امور قابل بحث ہیں (۱) یہہ کہ ان کے مؤلفین سے انکو الہام سے لکھا ہے یا نہیں؟ (۲) ان کے مولفین کون لوگ ہیں؟ (۳) ان کے مضامین کیسے ہیں؟ اول امر کی نسبت یہ تحقیق ہے کہ یہ تمام نامے ایک شخص یعنی ساسان پنجم کے جمع کیے ہوئے ہیں کہ جو خسرو پرویز کے عہد میں تھا اور اسکا حال یہہ ہے کہ وہ اپنے آپکو تو کیا بلکہ اپنی اولاد میں ہمیشہ پیغمبری کا مدعی ہے چنانچہ اسکے نامہ کا ۹۳ فقرہ یہ ہے دور تخمہ تو پیغمبری ہمیشہ ماند اگرچہ اسکے حالات مفصلاً ہمکو معلوم نہیں مگر [illegible] کے نامہ میں دو چار پیشین گوئیاں ایسی ہیں کہ جنکے جھوٹ ہونے میں کسیکو بھی کلام نہیں ۲۵-۲۶ جملہ میں کہتا ہے۔ و پاداش گراں گروہے باشند آر[illegible]ے - ۲۶ و رہم افتادہ و بدکار زانچہ بزرگ ایشاں گفتہ ہم نکنند انتہے۔ یعنے جو گروہ عرب[illegible] بنی عربی کا پابند کہ

---

[1] پاژندی ایران کی قدیم زبان ہے سنسکرت سے بہت مشابہ ہے اگر لب و لہجہ و دیگر تفاوت قلیلہ کو دور کر دیا جاوے تو دونوں ایک ہی زبان ہیں۔ ایران کے قدماء کے رسوم اور اہل ہند کے رسوم و عادات و عبادات بہت قریب ہیں وہاں کے لوگ ہند میں آکر بادشاہ بن بیٹھے ہوویں تو کچھہ تعجب نہیں ۱۲ منہ

ایرانیوں کو اُن کے گناہوں کی سزا دیگا۔ بدکار اور اپنے پیغمبر کا نافرمان ہوگا سو یہ بات بالکل غلط ہے کیونکہ حضرت عمر کی خلافت میں حضرت سعد بن ابی وقاص نے ایران کو فتح کیا ہے اور پھر سب صحابہ شریک تھے اور انہیں کے ہاتھ سے ایرانیوں کی سلطنت برباد ہوئی سو وہ پیغمبر علیہ السلام کے ایسے فرمانبردار تھے کہ آجتک ایسی کوئی قوم اپنے نبی بزرگ کی فرمانبردار نہیں ہوئی جناب رسول خدا اس گروہ پاکباز کی جان و مال کے مالک تھے اور ان کے نیک ہونے میں بھی کسی اہل تاریخ کو مجال گفتگو نہیں مورخین یورپ کے اقوال آپ پہلے سُن چکے ہیں (۲) اُسنے کہا کہ میری اولاد میں ہمیشہ پیغمبری رہے گی سو یہ بھی بالکل جھوٹ آجتک اُس کی اولاد میں سے کسینے کوئی پیغمبر دیکھا تو کیا سنا بھی نہیں ہاں یہ بات اور ہے کہ کوئی پارسی بمبئی میں بیٹھکر پیغمبری کا دعوے کیا کرے (۳) وہ کہتے ہیں کہ دین محمدی ہزار برس کے بعد ایسا خراب ہوگا کہ اختلاف باہمی کیوجہ سے پہچانا نہ جائے گا چنانچہ ۴۷ جملہ میں اسکی تصریح ہے لیکن یہ بھی صاف جھوٹ کیونکہ گو امور جزئیہ میں باہم اہل اسلام میں اختلاف ہوا سو وہ ہزار برس سے کہیں پیشتر بلکہ دوسری تیسری صدی میں شروع ہوا مگر بحمد اللہ ابتک قرآن اور احکام منصوصہ اسلام و دیگر فرائض و غیرہا امور ضروریہ میں ایک بال کے برابر بھی فرق نہیں آیا ان امور میں آجتک تمام اہل اسلام یک زبان ہیں۔ اور یہہ امور ہو بہو حضرت سے منقول ہیں بلکہ ان کے بزرگ ساسان اول کی پیشین گوئی بھی صریح غلط نکلی کیونکہ وہ اپنے نامہ کے ۷۳ جملہ سے ۸۰ تک یہ خبر دیتے ہیں کہ عرب کے غلبہ ہونے کے بعد پھر ساسان اول کی اولاد میں سے ایک پیغمبر پیدا ہوگا اور ایرانیوں کی وہ حکومت و شوکت برباد شدہ پھر عود کر آئے گی اور اہل اسلام ایرانیوں سے ایسے بھاگیں گے جیسا بلی سے چوہے بھاگتے ہیں انتہے حالانکہ یہ بالکل جھوٹ ہے کیونکہ جب سے اسلام کا پھریرا ایران میں اُڑا اُسوقت سے لیکر ابتک اہل اسلام ہی غالب رہے ہیں مجوسیوں کی عزت اور سلطنت نے عود نہیں کیا علاوہ اسکے یہ ساسان خسرو پرویز کی بڑی مدح کرتا ہے۔

اور اسکو فرشتہ منش کہتا ہے حالانکہ یہ خسرو وہ ہے کہ جسنے پیغمبر آخر الزماں کا نامہ مبارک پھاڑا تھا اور آتش پرستی اور بدمستی اسکا شیوہ تھا پس ان دلائل سے معلوم ہوا کہ ساسان پنجم نے الہام سے نہیں لکھا بلکہ دوسری بات بھی معلوم ہوگئی کہ مجوس کے اکابر کہ جن کی طرف یہ نامجات منسوب ہیں (بلکہ ہنود کے اکابر بھی رام چندر وسری کرشن وغیرہم بھی) اگر یہہ کتابیں ٹھیک انہیں کی تصنیف اور انہیں بلاکم وکاست انہیں کے عقائد مذکور ہیں تو وہ ہرگز پیغمبر نہ تھے غایۃ مافی الباب بادشاہ تھے اور حکمت وفلسفہ میں خوب دخل رکھتے تھے جسکی وجہ سے مشہور ہوگئے اور پیشوا مانے گئے۔ ان کتابوں کے تمام مضامین بھی ایسے نہیں کہ ان کو الہام کیطرف منسوب کیا جاوے بلکہ بعض جھوٹے مضامین اور بعض میں شرک اور نازیبا باتوں کی تعلیم ہے (**شاہد اول**) ساسان اول کے نامہ میں ۱۹ جملہ میں اسبات کی تصریح ہے کہ مرکر انسان کی روح دوسرے جسم میں تناسخ[۱] کے طور پر جاتی ہے **قولہ** رواں از تنے بہ تنے روند ہست الخ پھر اسکی شرح میں ساسان پنجم بڑے دلائل قائم کرتے ہیں حالانکہ یہ عقیدہ بالکل لغو اور باطل ہے نہ عقل اسکے مقتضی ہے نہ نقل **شاہد دوم** نامہ شت[۲] جی افرام کے ۲۰ جملہ میں کہتا ہے کہ مہ آباد کی اولاد میں چودہ وخشور ہوئے ہیں کہ انکو آباد کہتے ہیں اُن آبادوں کی اولاد میں ننلوز اد تک سلطنت قائم رہی۔ اور زاد حسب تفسیر ساسان پنجم کرڑ وڑ تو کیا بلکہ ارب بلکہ کھرب بلکہ نیل سے بھی زیادہ ہے پس جب اُس کو سو بار لیا جاوے تو کہاں تک پہنچتا ہے؟ حالانکہ اس کے جھوٹ ہونے میں کسی عقلمند کو بھی شک نہیں کیونکہ مہ آباد ابراہیم علیہ السلام ہیں اور یا بالفرض آدم بھی مراد لیے جاویں تو انکا زمانہ ابتک سات آٹھ ہزار برس سے زیادہ نہیں گزرا چہ جائیکہ جی افرام کے

---

[۱] اسیطرح نامہ اول کے ۷۔۱۷۔۲۷۔ جملوں میں اسکی تصریح ہے کہ اس عالم میں انسان اپنے پہلے بدن کے اعمال کا نتیجہ شادی وغمی رنج وخوشی دیکھتا ہی حالانکہ یہہ غلط ہے کسلیے کہ جب اول جسم میں آکر رنج وراحت پائی تھی وہ کون سے جسم کے اعمال کا نتیجہ تھا؟ ۱۲ منہ

[۲] شت سو بمعنی حضرت ۱۲ منہ

عہد تک مہ آباد کی نسل ہیں صدہا کروڑ برس کا زمانہ گذر جاوے ایسی گیتیں اُنہی کی بابت ہنوز کے ہاں بھی ہیں سری بیاس جی ہیں سے سیکھکر گئے ہیں (**شاہد سوم**) نامہ وخشور یسان کے ۵۸ جملہ میں تصریح ہے کہ آگ اور ستاروں کے آگے سجدہ کرو اور اون کی تعظیم اور عبادت بجالاؤ پھر نامہ سیامک بن گلشاہ کے ۳ جملہ میں تصریح ہے کہ اے سیامک ہمیشہ تو مشتری کی اسطرح ستائش کر آگے پہر اسکی بڑی ثنا وصفت ہے اور اس سے یوں دعا مانگ کہ مینجواہم از تو نیکبختی ہر دو سرائے پہر نامہ تہمورس میں آفتاب پرستی کی نہایت تاکید ہے اور اسکی بڑی ثنا وصفت بتلائی ہے کہ وہ عبادت کے وقت پڑہے جاوے اور اوس سے یوں دعا مانگی جاوے۔ اور سجدہ کیا جاوے۔ پہر نامہ جمشید میں ناہید یعنے زہرہ کی بڑی ستائش ہے اور وہ الفاظ دعا میں مذکور ہیں کہ جو خاص خدا تعالیٰ سے ہونے چاہییں۔ الغرض آگ اور آفتاب اور ماہتاب اور ستاروں کی پرستش کے طریقے وساتیر میں اکثر جگہہ موجود ہیں پہر ایسی کتاب کیونکر الہامی اور من جانب اللہ تصور ہوسکتی ہے اور یہی آتش پرستی اور آفتاب پرستی سری بیاس جی نے ہندوستان میں ان سے سیکھہ کر پھیلائی بعض ہنود اور مجوس اس آتش پرستی اور آفتاب پرستی کی یہہ توجیہ کیا کرتے ہیں کہ یہہ جوہر نورانی ہیں ہم انکو نہیں پوجتے بلکہ انکی طرف منہ کرکے اور انکا دھیان دھر کر اور ان کو جہت قبلہ سمجھکر خدا کو پوجتے ہیں۔ مگر یہہ توجیہ بالکل بے بنیاد ہے کیونکہ عبادت یا پرستش یا پوجا جو چاہو سو کہو تذلل اور عاجزی اور استعانت اور اوسکی ثنا وصفت کرنا۔ اور اُسکو نافع وضار سمجھنا ہے سو یہہ تمام باتیں ان معبودوں سے عمل میں لائی جاتی ہیں پہر عبادت میں کیا باقی رہگیا۔ دیکھئے ہم خانہ کعبہ کو جہت عبادت سمجھتے ہیں مگر نہ اس سے استعانت کرتے نہ اُسکو نافع وضار سمجھتے ہیں نہ بوقت نماز یا طواف کچھہ اُسکی حمد وثنا کرتے ہیں پہر اسپر قیاس کرنا دور از عقل ہے۔ واخر دعوٰنا ان الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ سید المرسلین محمد وآلہ اجمعین + فقط

تمّت بالخیر

خاتمہ

اس تمام بحث کے بعد میں ان لوگوں کے مقابلہ میں جو خدا تعالیٰ اور اعمال کی جزا و سزا اور انسان کی اصلاح کیلئے مذہب کے بھی قائل ہیں اسقدر اور کہنا چاہتا ہوں کہ خدا تعالیٰ کا عام قانون ہے جو اسنے اپنے بندوں کی ہدایت و رہنمائی کیلئے ابتدا امر آفرینش بنی آدم سے جاری کر رکھا ہے کہ وہ ہر زمانہ میں ایک ایک ایسا ہادی برپا کرتا رہتا ہے کہ جسکی صحبت اور تعلیم اور اسکے انفاس قدسیہ کے برکات عموماً قلوب بنی آدم کو ہدایت خدا پرستی مکارم اخلاق کیطرف مائل کرتے رہتے ہیں۔
مگر دنیا بھر کے موجودہ اہل مذاہب اپنے مقدسوں کا سلسلہ ختم کر چکے ہیں ہندوؤں کے نزدیک خواہ کل جگ ہی کے لحاظ سے سہی وہ اوتار نہ وہ رشی پھر پیدا ہوئے کہ جنکا ذکر بڑے فخر و مباہات سے کیا جاتا ہے سینکڑوں ہزاروں برس سے یہ سلسلہ بند ہے اسیطرح پارسیوں نے بھی جن بزرگوں کا وہ نام لیا کرتے ہیں انکے بعد سے اس سلسلہ کو بند کر دیا ہے اسیطرح یہود کے نزدیک عموماً حضرت موسیٰ کے بعد سے اور خصوصاً حضرت یحییٰ علیہ السلام کے بعد سے وہ سلسلہ منقطع ہے عیسائیوں کے نزدیک حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور انکے حواریوں کے بعد سے سلسلہ منقطع ہے انکے بعد سے وہ پھر کسی ایسے صاحب انفاس قدسیہ کا نشان نہیں دیسکتے کہ جن میں وہ روح القدس کی برکات مشاہدہ میں آئے ہوں۔
پھر کیا خدا کی رحمت ایک حد تک چلکر بند ہو گئی اور اسنے اپنے بندوں کو تاریکی ضلالت میں یوں ہی ٹکراتے چھوڑ دیا اور شروع زمانہ میں بضرورت ایک جگہ چار کتابیں الہام فرما دیں اور بیشمار ہادی بھیجدیئے۔ سمجھ میں نہیں آسکتا اب ہمکو یقین کر لینا چاہیئے کہ وہ سلسلہ بند نہیں ہوا نہ ہوگا۔ مگر دیکھنے کیلئے آنکھ اور سننے کیلئے کان اور سمجھنے کیلئے دل درکار ہے اور یہ کسقدر بے نصیبی ہے کہ انسان انہیں بزرگواروں پر سلسلہ ختم کر کے عین ضرورت کے وقت موجود ہادیوں کیطرف سے آنکھ بند کر کے اسی پرانی لکیر کا فقیر بنا بیٹھا رہے اور اسکے سامنے محفل ہدایت میں عمدہ عمدہ شمعیں بھی روشن ہو جائیں در ہدایت بھی چلے اور یہ کمبخت خبر بھی نہو ؎

آئے بھی لوگ بیٹھے بھی اوٹھ بھی کھڑے ہوئے
میں جا ہی ڈھونڈھتا تری محفل میں رہ گیا

ضرور اس پر آشوب زمانہ میں کہ جب گمراہی کے دریا موجزن تھے مخلوق و اوہام پرستی کی گھری اندھیری دنیا پر چھائی ہوئی تھی بنی آدم کی بھری ہوئی کشتی بحر ضلالت میں ڈوب چکنے کو تھی برعرب میں ایک ایسا آفتاب جہاں تاب جلوہ گر کیا کہ جسکی کرنیں فاران کی بلند چوٹیوں پر پڑیں اور پھر بڑھتے بڑھتے مشرق سے لیکر مغرب تک کو روشن کر دیا اور ایک مدت تک وہ آفتاب دنیا کو روشن کر کے جب غروب ہوا۔ تو اپنے بعد روشنی کے دو سلسلہ ایسے چھوڑ گیا جو بنی آدم کیلئے ہمیشہ کیلئے کافی ہیں۔ وہ کیا ہیں (۱) قرآن مجید بحمد اللہ جسطرح دنیا میں بلا تحریف و تغیر

جیسی یہ کتاب باقی ہے ایسی اور کوئی نہیں اسبات کی محققین اہل فرنگ بھی شہادت دیتے ہیں قرآن کے مطالب کی عمدگی اس کتاب میں بیان ہو چکی ہے۔ یہاں تک کہ اب جو کوئی انسانی ہدایت کے متعلق کوئی عمدہ سے عمدہ بات بھی پیدا کریگا تو اسکو قرآن مجید پہلے سے لیئے ہوئے ہوگا (۲) **عترت** یعنے خاندان نبوت اور ان کے بعد انہیں کے سلسلہ کے تربیت یافتہ جماعت جنکو **اولیاء اللہ** کہتے ہیں یہ لوگ انوار باطنیہ و برکات روحانیہ میں سلسلہ وار نبی مرسل علیہ السلام کا پورا پورا نمونہ ہوتے ہیں شروع سے ابتک اور انشاء اللہ قیامت تک جسقدر اولیاء اللہ جیسے انبیاء بنی اسرائیل کے ہم پلہ ہیں اس دین اسلام میں گذرے اور آئندہ ہونگے انکا نظیر دوسرے مذہبوں میں تلاش کرنا بیفائدہ ہے جو ہم سے پہلے گذر چکے اور ان کی کرامات و برکات حد تواتر کو پہونچ گئے ہیں وہ کتب تواریخ اولیاء اللہ میں مشہور ہیں۔ مگر جسقدر سے یہ کمترین اہل اسلام راقم الحروف مشرف ہوا ہے انہیں سے حضرت مولانا **فضل الرحمن** مرادآبادی قدس اللہ سرہ بھی اس مرتبہ کے شخص تھے کہ جنکے کرامات و برکات دیکھنے والے ابتک بھی سیکڑوں شخص موجود ہیں +

بڑی کرامت جسکے لحاظ سے یہ حضرات جانشین پیغمبر علیہ السلام سمجھے جاتے ہیں روحانی انجذاب ہے حضرت مولانا و شیخنا قدس سرہ میں یہانتک غالب کیئے ہوا تھا کہ بڑے بڑے فاسق و فاجر جنکی روحانیت پر تاریکی محیط ہو چکی تھی حضرت کی تھوڑی سی صحبت سے باخدا و پرہیزگار بنگئے اگر وہ کرامات کے مقابلہ میں کوئی اپنے مذہب کے لوگوں کے کرشمے اور شعبدے پیش کر کے بحث کو طول دینا چاہے تو طول دیسکتا ہے مگر یہ بات ہرگز پیش نکر سکے گا۔ بلکہ جنکی بابت وہ کرشمہ نقل کرتے ہیں ان کی صحبت یافتوں کا تو کیا ذکر ہے خود انمیں عفونات دنیا کی طلب لذات و شہوات پر فریفتگی موجود تھی اور ہے۔ برخلاف اسکے کہ یہ لوگ ذات حق میں محو انکی روح منور تھی علوم روحانیہ اور حقائق و معارف سے بھرپور تھے۔ اور یہی وہ خاص معجزہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا تھا کہ جسکا عشر عشیر بھی اور انبیاء علیہم السلام حضرت موسیٰ و حضرت عیسیٰ علیہم السلام میں نتھا موخر الذکر انبیاء کے معجزات زیادہ تر اشیاء حسیہ کے متعلق تھے۔ اللہم احشرنی فی زمرتہم آمین +

ط جسکو حضرت مولانا قدس سرہ کے حالات تفصیل سے معلوم کرنے ہوں تو وہ مولوی سید نواب نور الحسن خان بہادر کی کتاب دیکھے جو بڑی تحقیق کے ساتھ حضرت کے حالات میں لکھی ہے ۱۲ منہ.
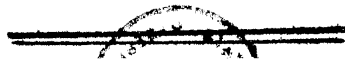
فہرست کتاب البیان فی علوم القرآن

مضمون

حضرات ہمدردان اسلام

کیا اب بھی تم خوابِ غفلت میں ویسے ہی پڑے سوتے اور وقت گرانمایہ کھوتے رہوگے جاگو جاگو۔ اٹھو ہوشیار و بیدار ہوجاؤ آفتاب تمہارے سر پر آگیا ہے۔ بہت پیچھے کے قوافل بہت آگے نکل گئے ذرا سنو تو سہی یہہ آواز کیا آرہی ہے؟ تمہارے پس ماندوں لنگڑے لولوں کا کارواں جارہا ہے یہہ آوازِ جرس اوسی کی ہے۔

جو مذاہب و اقوام صفحہ دہر سے حرفِ غلط کیطرح مٹا دیئے گئے تھے آج ان کو سرداری کا اور پیشروی کا دعوی ہے وہ اپنے عیبوں پر تاویلات کی پٹیاں باندھکر اپنی فرضی خوبی دکھاتے پھرتے ہیں خاکدان ہند سے باہر بھی اپنے مذہب کو بالخصوص شائستہ ملکوں میں پھیلاتے پھرتے ہیں انکی داعیان مذہب کی ہمت اور انکے ہمدردان اہلِ دولت کی جوانمردی پر تو غور کرو کہ داعی اپنا عیش و آرام چھوڑکر کن کن دور دراز ملکوں میں جاتے اور کیا کیا تکالیف اٹھاتے ہیں ان کے اہل دول انکی کتابوں کے ترجمہ کرانے چھپوانے مصنفوں کی طمانیت و آرام کے لیئے زر تو کیا گھر دینے کو آمادہ ہیں ادہر تم حقیقی مذہب اور راست ملت کے لوگ (جن کے بزرگ ابھی تھوڑے دنوں پہلے بر عرب نکل کر ادہر چین تک اسلام کا پھریرا اوڑاتے نکل گئے تھے اودہر جبل الطارق سے آگے تک اقصے الغرب میں مشعل اسلام ہاتھ میں لیئے تاریکی کو دور کرتے ہوئے نکل گئے تھے جنکی ٹمٹاتی ہوئی روشنی اب بھی نظر آرہی ہے) کس بے ہمتی غفلت باہمی نفاق جزئیات مسائل کی بحث میں پڑے ہوئے معمولی کاموں میں جنت خرید رہے ہو اب بھی وقت باقی ہے اِس قسم کی کتابونکو انگریزی جرمنی فرنچ چینی۔ جاپانی۔ زبانوں میں ترجمہ کراکر دعوت اسلام کا اس سرے سے اوس سرے تک غلغلہ ڈالدو تاکہ پھر دینی و دنیاوی برکات آسمان پر سے نازل ہوں۔ اب میں منتظر ہوں کہ کسطرف سے اِس دعوت کیلئے لبیک کی آواز آتی ہے۔ والسلام

(ابو محمد عبدالحق)

غلط نامہ البیان فی علوم القرآن

۱۳۲۴

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۲	۶	کشفی	کشف	۴۹	۷	ظلل	ظلل
۵	۱۲	شاعی	شعاعی	۵۲	۵	تنفقہ	متفقہ
۱۶	۱۱	بہتی	سہے	۵۷	۶	ان	دیگر
۲۰	۷	جیبنر	جبنز	۶۴	۱۹	لگائے	نکالتے
//	۱۲	کسی	کسی کی	۷۳	حاشیہ	نتواں	نتوانست
۲۲	۳	جنکو	جن کی	۷۵	۱	احکام کی	احکام
۲۳	۱۱	ضعیفوں	کہ ضعیفوں	//	۱۰	وہمیہ	بہیمیہ
۲۵	۱۵	متخلیہ	متخیلہ	//	۱۳	جب	حسب
۲۶	۱۱	پھر یہہ ایک اگر	پھر اگر یہہ ایک	۷۹	۱	کس	کسی
//	۱۲	تو	نہ	۸۲	۵	مترتبات کا قانون	مترتبات قدرت کا قانون
۲۸	۱۰	ہوتا	ہونا	//	۱۴	توجہات	توجیہات
۲۹	۲	(۱)	(۴)	۸۷	۱	ہوگا	ایک ممبر ہوگا
//	۶	لطیفہ سران	..... اس کا	۸۸	۲۱	ہوسکے	اسکے لیئے
//	۱۶	سکی	اسکی	۸۹	۵	اور اس	اس
۳۳	۱۹	کردیتا	کردیتا ہے	۹۲	۲	قدرت نے	قادر نے
۳۶	۱۱	نقص	تفص	۹۵	۵	وہی	بہی
۳۷	۱	ادراک	قدراک	۹۸	۱۳	مسائل	مسائل پر
۴۳	۱۲	نادی	مادہ	۹۹	حاشیہ	تکمیں	تک

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۰۰	۱۹	تشخیصات	تشخصات	۱۳۳	۱۸	صدقات	صدقات کو
۱۰۱	۱۹	کبھی	وہی	۱۴۰	؍؍	پہونچتے	پہونچے
۱۰۲	۲۱	محسوسات	محسوسات کے	۱۴۴	۸	ہو	ہوا
۱۰۳	۴	وجود کمال	وجود و کمال	۱۴۶	۱۸	کردیا	ہوگیا
۱۱۲	۱۳	الابصار ھم	الابصار وھو	۱۴۸	۱۴	سمجھتے ہیں	سمجھے
۱۱۳	حاشیہ کا	اس صفحہ کا نہیں	بلکہ صفحہ ۱۱۴ کا	۱۴۹	۷	ہوتے	ہوجاتے
۱۱۴	۲۱	مخلوق سے	اور مخلوق سے جداگانہ ہے	؍؍	حاشیہ سطر ۴	آتی ہے	آتا ہے
۱۱۵	۱۳	جانے	جانا	؍؍	۵	ہوتی ہے	ہوتا ہے
؍؍	؍؍	برکت دینے کا ذکر ہے	برکت دینا مذکور ہے	۱۵۳	۳	ہوتا ہے	ہونا ہے
۱۱۸	۱۶	اورنہ	ورنہ	؍؍	۳	ہمیشہ سے	دائمی
۱۲۱	حاشیہ کی سطر (۱)	تھے	ہیں	؍؍	۱۶	صاف جاتا ہے	صاف ہوجاتے ہیں
۱۲۶	۱	پہونچایا	نہیں پہونچایا	؍؍	۲۰	سہے	ہیں
۱۲۷	۹	عالم	نہ عالم	۱۵۴	۱	گر	مگر
۱۲۸	۱۷	لگایا	لگادیا ہے	؍؍	۳	عقائیہ	عقائد
؍؍	۲۰	نسمہ	نسمۂ	۱۵۹	؍؍	بنی آدم	بنی آدم میں
۱۲۹	۴	اسکے	اسکے لیئے	۱۶۱	۱۵	حرکت	حیرت
۱۳۲	۱	لذات	لذت	۱۶۲	۱۴	کردیا جاوے	کردے
؍؍	۴	اور مادیات	اور غیر مادیات	۱۶۵	۱۳	اسلام	اسلامی
؍؍	۲۰	متانائز	ممیز	۱۶۶	۲	وہ تو	وہ
۱۳۳	۱	آرام	آلام	۱۷۱	۳	کوئی بنی	کوئی بھی

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۷۵	۲	کا بقصد قتل	کا بلاقصد قتل	۲۲۱	۳	اربقط	اُریقط
۱۷۷	۱	پھر عقل و نہیں کرتی الخ	مکرر	؍؍	۹	بیاہی	بیائی
؍؍	۵	جبنی	جوئی	۲۲۳	۱۷	اس کہ	اسلئے کہ
۱۸۱	۱	باپ	ہاپ	۲۲۷	۱۲	واہل قس	بنی ہوازن
۱۸۳	۸	دلیل خود	خود	۲۲۸	۶	سواضع میں بھی	مواضع بھی
۱۸۴	۱۶	کن امھم	ترکن الیھم	۲۲۹	حاشیہ	آئے	آیا
۱۸۷	۹	نمٹی	لحاظ	؍؍	؍؍	اسکے	ان کے
؍؍	۱۱	کیطرف	کے لئے	۲۳۶	۳	خبر	خمیر
۱۸۸	۵	رسم	رسمی	۲۴۱	۷	عقلاً ہے	عقلاً جائز ہے
؍؍	۱۳	ہوجاتا ہے	ہوجاتی ہے	۲۴۲	۶	ممنوع ہے	ممنوع ہے کہ
۲۰۱	۱۰	آفرینش	آفرینش سے	۲۴۴	؍؍	چکے	چکیں
؍؍	۱۲	چڑھا ہوتا	چڑھتا	؍؍	۱۷	گناہونکی منافی	پہلے گناہونکی معافی
۲۰۵	۱۴	موسوخ	مرسوخ	۲۲۵	۱۲	فصیح و بلیغ	فصیح و بلیغ تھے
۲۰۸	۱۸	کھیتیاں	کھلیان	۲۴۷	۱۵	انکار نہیں کیا تھا	انکار کیا تھا
۲۰۹	۸	جاتا ہے	چاہتا ہے	؍؍	۷	مسلمانوں میں سے	مسلمانوں میں
۲۱۰	۱۴	سشریف	شریف ہے بھی	؍؍	۱۱	خلافت	خلافت کی
؍؍	حاشیہ (۱)	مقفولس	مقوقس	۲۵۱	۲۰	بہادر	بہانہ
۲۱۱	۲	قہر	فہر	۲۶۶	۱۷	چھور	چھوڑ
۲۱۲	۲	تین برس	تین سو برس	۲۶۷	۵	بن	ترین
۲۱۴	۱۷	رہاصات	ارہاصات	۲۶۹	۲	پہوچنے	پہونچ

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۲۷۳	۱۳	عاملی نے	عاملی نے بھی	۲۹۶	۷	(راو انضباط انکا)	کے
۲۷۴	۵	بھی نجات	جسطرح بنی زمانہ پڑا	؍؍	۸	کے	وانضباط ان کا)
۴ ایمان سے لابغیر نجات ممکن نہیں ایسطرح امام زمانہ پر ایمان لاؤ بغیر نجات ممکن نہیں				؍؍	۱۲	عام	عالم
۲۷۵	۱۲	حدیث	حدیث میں	۲۹۸	۳	علوم فقہ	علوم
۲۸۲	۴	ایک	آپ	؍؍	۲۹	مجوسی	مجوس
؍؍	۶	فکر	نہ کرو	۲۹۹	۳	بوس	بودہ
۲۸۶	۱	ہوجاتی	ہوجاتی ہے	؍؍	۷	افلاک بقول	افلاک وعقول
۲۹۰	حاشیہ سطر ۴	آتی	آتا	؍؍	۱۲	سبعی	طبعی
؍؍	؍؍	برات ہے	بلاغت ہے	۳۰۱	۹	اپنے فیلسوف	
۲۹۲	۲	الشرکائہم	شرکائہم	؍؍	۱۴	جونہی	جومتی
۲۹۳	۵	ہندیل	ہُذیل	۳۰۲	۷	لیکر سطر	۸ تک نئے اندر عبارت ہے
؍؍	۱۲	ہرس	ہرمس	۳۰۴	۱	میں	میں تین
۲۹۴	۹	بیتھی	بیٹھی	۳۰۶	۱۴	الشقوسے	النقوسے
؍؍	۱۱	غیر موٹی	غیر مرئی	۳۰۷	۸	ضروریات	ضروریات سے
؍؍	؍؍	انہوں	انہیں	۳۰۸	حاشیہ سطر ۸	یہ بھی تھے	یہ بھی تھا
؍؍	۱۳	بنی ہی ہوتا	بنی ہوتا	۳۰۹	۸	اس حکموں	دس حکموں
؍؍	حاشیہ سطر ۵	کہ ان کے	کہ نہ انکی	۳۱۰	۸	پاگئی انہیں	تھیں
۲۹۵	۱۶	تمیسنی	تمیمی	۳۱۱	۳	کہہ رہے ہیں	کر رہے ہیں
؍؍	؍؍	صغوان	صفوان	؍؍	حاشیہ سطر ۶	آسنے سے	آپ نے
؍؍	۱۸	ایادلسے	آباد ملک	؍؍	۱۲	جسمیں یہود	جسمیں عیسائی یہود

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۳۱۱	۱۳	صابی	وہ صابی	۳۳۶	۶	کم فہم فہموں	کم فہموں
۳۱۲	۱	بادشاہان عجم	بادشاہان ایران بہی	۳۳۷	۲۱	انسان عقول	انسانی عقول
؍؍	۵	کیا ہے	کیا	۳۳۹	۲۰	یاایہا الذین	یاایہا الذین آمنوا
۳۱۳	۱۶	اور اسمیں	تو اسمیں	۳۴۲	۱۵	قلب	منقلب
۳۱۶	۳	ثواب	ثوابت	۳۴۴	۷	رہے ہیں	رہتے ہیں
۳۱۷	۲	کانوشیرواں	انوشیرواں	۳۴۷	۱	پہر اسنے	پہر اسکے
؍؍	۴	نغض	بغض	۳۴۹	حاشیہ ۵	ارادات وقلت	ارادت قلب
؍؍	۵	بہی	ہی	۳۵۵	۸	باندنا	باندھا جاتا ہے
؍؍	۱۳	ایکنے	ایک	؍؍	۲۰	مردلفہ	مزدلفہ
؍؍	۱۶	فارس تہا	فارس میں تہا	۳۵۷	۵	سفینہ	سفیہہ
؍؍	۱۹	اور لاکر	لاکر	؍؍	۱۶	ماخذہ	مواخذہ
۳۱۸	۲۱	کہتے	کہتے ہیں	۳۶۴	۲۱	دہوپ میں	سایہ میں
۳۲۵	۱۴	اسیرا	اپسرا	۳۶۶	۳	تک	تک کا
۳۲۷	۵	باہر	ماہر	؍؍	؍؍	انتظار	انتظام
؍؍	۱۵	جاتاہے	جاناہے	؍؍	۶	خلدزاروں	خارزاروں
۳۲۸	۹	گہروں	گروؤں	۳۶۷	۳	نیاید	بتاید
۳۳۰	۴	گرتار	گرنار	؍؍	۴	بسانزودے	بساتیرودے
؍؍	؍؍	نیموتاتہہ	نیموناتہہ	؍؍	؍؍	ماہ اردی بہشت	ماہ اردی بہشت
؍؍	حاشیہ ۴	نمبر ۴	نمبر ۲	؍؍	۱۰	حاصل کرنا	حاصل نہ کرنا
۳۳۴	۱۸	آخرت	آخرت تک	؍؍	؍؍	سب طرح	جس طرح

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
٣٦٨	١	انکو پیرونکے	انکے پیروں کو	٤٠٤	٤	تعدی	تحدی
״	٣	ایک واعظ	ایک واعظ سے سنکر	صفحہ	١	٣٠٨	٤٠٨
٣٦٩	٤	غرق ہوجانا	غرق ہوجانیسے	٤١٢	٨	دوسطر	دوسط
٣٧٣	٦	ایسا	بسا	٤١٣	١٥	قرآن	قرآن کے
״	١٥	پڑنا	مرنا	״	١٧	ہوتی ہے	ہوتا ہے
٣٧٤	١٤	اوڑجاتاہے	اوڑاجاتاہے	٤١٥	٣	زبان	زنا
٣٧٦	١١	وادی	داذدوی	״	١٧	نقش	نفس
٣٨٠	٨	بہی	یہی	٤١٦	٩	کرنہیں کہہ سکتا	کرنہیں سکتا
٣٨٢	٢	وغصفص	داعصفص	٤١٨	١١	رحمت	زحمت
٣٨٤	٨	حقوق	عقوق الوالدین	٤٢٤	٦	قرآن	قرآن کو
٣٨٥	٩	نسبتی	نسبی	٤٣٠	١١	راعة	براعة
٣٨٨	حاشیہ	ولا یغد	ولا یغتب	״	١٨	محارہ	محاورہ
״	״	ویل الکل	ویل لکل	٤٣٣	٩	اجل	رجل
٣٨٩	٨	کا	کی	٤٣٧	٣	سہے	تہا
٣٩٥	١٣	(١)	(٦)	٤٣٩	١٠	انجام کا	انجام کار
٣٩٦	٣	شاہد	شامل	٤٤٢	٥	مشبہ بہی	مشبہ بہ
٣٩٦	١٠	(٢)	(٧)	٤٤٥	١٠	کہ متردد	کہ کوئی متردد ہو
٤٠٣	حاشیہ سطر ٢	علم مناظرہ	علم مناظر علم	״	٢١	کی کوئی بات	شے کوئی
		علم مقابلہ	جبر و مقابلہ			نہ کہیلنا	بات نہ کہنا
٤٠٥	حاشیہ سطر ٤	منہون	ہونی	٤٥٠	٢	جو دو دو	دو دو

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۴۵۳	۳	چاک دامنی	پاک دامنی	۵۳۲	۸	ہے	ہیں
۴۵۵	۲	فصل	فصل ۱۱	۵۳۳	۱	برائی	برائی کو
۴۶۰	۲۰	م	نام	؍؍	؍؍	(۲۰)	(۱۹)
۴۶۳	۴	معاینہ	معاتبہ	؍؍	۱۴	ہونے وینا	ہونے دینا
۴۶۷	۱	بھی	یا	۵۳۵	۳	سم ہیں سے	تم ہیں سے
۴۷۰	۲	فصل	فصل ۱۳	؍؍	۱۳	کہتے تھے	کہنے لگتا ہے
۴۷۱	۵	تو یہ	تو کیا یہ	۵۳۷	۲	اور بھی ہے	اور بھی فوقیت ہے
۴۷۲	حاشیہ سطر ۳	تصنیف کے	تصنیف کے وقت	؍؍	۱۳	ہر گہڑی	گھڑی
۴۷۷	۱۲	فصل	فصل ۱۴	۵۳۸	۲	ہے	ہو
۴۷۹	۱۲	فصل	فصل ۱۵	۵۴۰	۱۲	دنیا کے	دنیا کو
۴۸۴	۲۱	اقتباس و قیاس	و قیاس	۵۴۵	۱	اور اولوالعزم	
۴۸۵	۱۱	فصل	فصل ۱۶	۵۴۶	۷	دل	دلیل
۴۸۶	۱۷		ان علوم کی حاجت ہے	۵۴۷	۱۵	آپ کے	
۴۹۰	۶	اشیان ہے	بیان ہے	۵۴۸	۵	نکالے	نکالنے کے
۴۹۵	۱	بنب سیع	بنت سبع	۵۴۹	۷	نہ آسکے	نہ آسکیں
۴۹۷	۲۰	اس سے	اسلیے	۵۵۱	۵	اس لے	ان کے
۵۰۱	۷	ہدانی	ہمدانی	۵۵۲	۳	اعمال	اعمال کا
۵۲۱	۸	ڈیوی	ڈیون	؍؍	۴	(۲۲۱)	(۲۱)
۵۲۶	حاشیہ سطر ۱	ان کا صحیح	انکا اجتہاد صحیح	۵۵۸	۱۳	مقولتس	مقوقس
۵۲۷	۶	معاوضہ	معارضہ	۵۶۰	۲۰	پنکیٹ	پنکیریٹ

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۵۶۲	۱	فریفتہ	طریفہ	۶۴۰	۸	یں	بہی
"		فصل ۸	فصل ۱۸	۶۴۷	۱۹	شا	شام
۵۶۴	۷	خوار	خور	۶۴۹	۹	ذائل	زائل
۵۷۷	۱۰	یہود	یہودا	۶۵۰	۱۴	بعد ہے	قبل ہے
۶۱۰	۱۰	وجوہ	وجود	۶۵۱	۹	کبہی	کسی
۶۱۸	۱۰	بانکی	مانے کی	۶۵۲	۶	ابدیت	ازلیت
۶۱۹	۶	جنکا	جسکا	۶۵۴	۱۱	دیبائی	دیہائے
۶۲۲	۱۶	انتہابہی	انتاہی	۶۵۵	۱	ننا ے	نیا ے
۶۲۷	حاشیہ ۶	طرف سے	طرف	"	۳	دیاس جی	دیاس جی نے
"	۸	اختلاف	اختلاف ہوکر	۶۵۶	۱	انہاس	اتہاس
۶۳۸	۱۵	دید	رگوید	"		ف	اسکو صفحہ ۶۵۸ پر لکھنا تہا

تمت بالخیر

اشتہار تفسیر حقانی

یہ تفسیر

آٹھ جلدوں میں تمام ہوئی ہے۔ جلد اول مقدمہ ہے جسمیں جملہ مذاہب اور اسرار عالم آخرت و اصطلاحات قرآنیہ سے محققانہ بحث کے بعد جملہ مذاہب باطلہ اور اعتراضات فاسدہ کا نرم عبارت میں تسکین بخش الزامی و تحقیقی جواب ہے۔ پھر دوسرے جلد میں پارہ الم کی تفسیر ہے جس میں خاص سورہ فاتحہ کے اسرار آٹھ سات جزو تک اس خوبی سے بیان ہیں کہ منصف مزاج کو قرآن پر ایمان لانے میں بشرطیکہ توفیق بھی دستگیری کرے۔ ذرا بھی تامل نہیں ہوسکتا اور پھر جملہ کتب سابقہ کا اون کے اولین حصص کو نقل کرکے مقابلہ کرکے دکھادیا ہے کہ الہامی اور آسمانی اسکو کہتے ہیں پھر بنی اسرائیل کی ابتدا سے لیکر آخر تک ایک ایسی مسلسل تاریخ بیان کی ہے جس سے مطالب قرآنیہ میں کوئی بھی گتھی باقی نہیں رہتی۔ اور اس کے ساتھ بیتہ بنی اسرائیل اور ان کے مقامات کا جغرافیہ و نقشہ بھی کتب مسلمہ مخالفین سے دیا ہے۔

علی ہذا القیاس ہر جلد میں یہی التزام ہے۔ اول چند آیات کا جو ایک مطلب کے لیئے ہیں ہر صفحہ پر ایک نیا بامحاورہ ترجمہ کیا ہے جو حال کے مترجمین کا وہی رہبر ہے اور اسی کو دیکھکر جس کسی نے نیا ترجمہ کیا ہے اسمیں سے کاٹ چھانٹ کی ہے پھر ان آیات کی ترکیب نحوی اور مفردات الفاظ کی تشریح کی ہے پھر وجہ ربط اور سبب نزول بیان کرکے محققین مفسرین کے اقوال اور پھر احکام ہیں تو مذاہب مجتہدین کی تشریح اور انکی دلائل اور احکام کے اسرار کس خوبی سے بیان کیئے ہیں اور ہر ایک جملہ کو دوسرے سے ایسا ربط دیا ہے کہ جسکے دیکھنے کے بعد فوراً قرآن مجید کی حقانیت کا اقرار کرنا پڑتا ہے۔ اور پادریوں آریوں۔ برہموں نیچریوں کے شکوک کو دفع کردیا ہے لطف یہ ہے کہ مذہب اہل حق کی رعایت رکھی ہے اور قصص واہیہ احادیث و آثار ضعیفہ سے اجتناب کیا ہے وغیرہ وغیرہ اسکی خوبی و قبولیت کی ایک یہ بھی دلیل ہے کہ تفسیر کے تمام ہونے سے پہلے ہر ہر جلد بار بار طبع ہوئی اور تبرک کی طرح ہاتھوں ہاتھ بٹ گئی

جلد اول کی قیمت ۴ہے پھر ہر ہر جلد کی قیمت ۲ہے اور سبکو ایک بار خرید نیکیو اسطے مجموعہ ۱۸ میں ملسکتا ہے اور جو دس جلد مکمل تفسیر کی منگائے اسکے لیے فیصدی ۲۰ کمیشن ہے اور زائد کیلیئے تحریر آنے سے ہوسکتا ہے۔

المشتہر۔ محمد عبد القیوم و محمد ابو الحسن۔ کوٹھی نواب لہارو دہلی